اللّٰہ اکبر

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جی کو چکھنی ہے موت

موت کا منظر

مع

مرنے کے بعد کیا ہوگا

تیرہواں

مرتب و ناشر

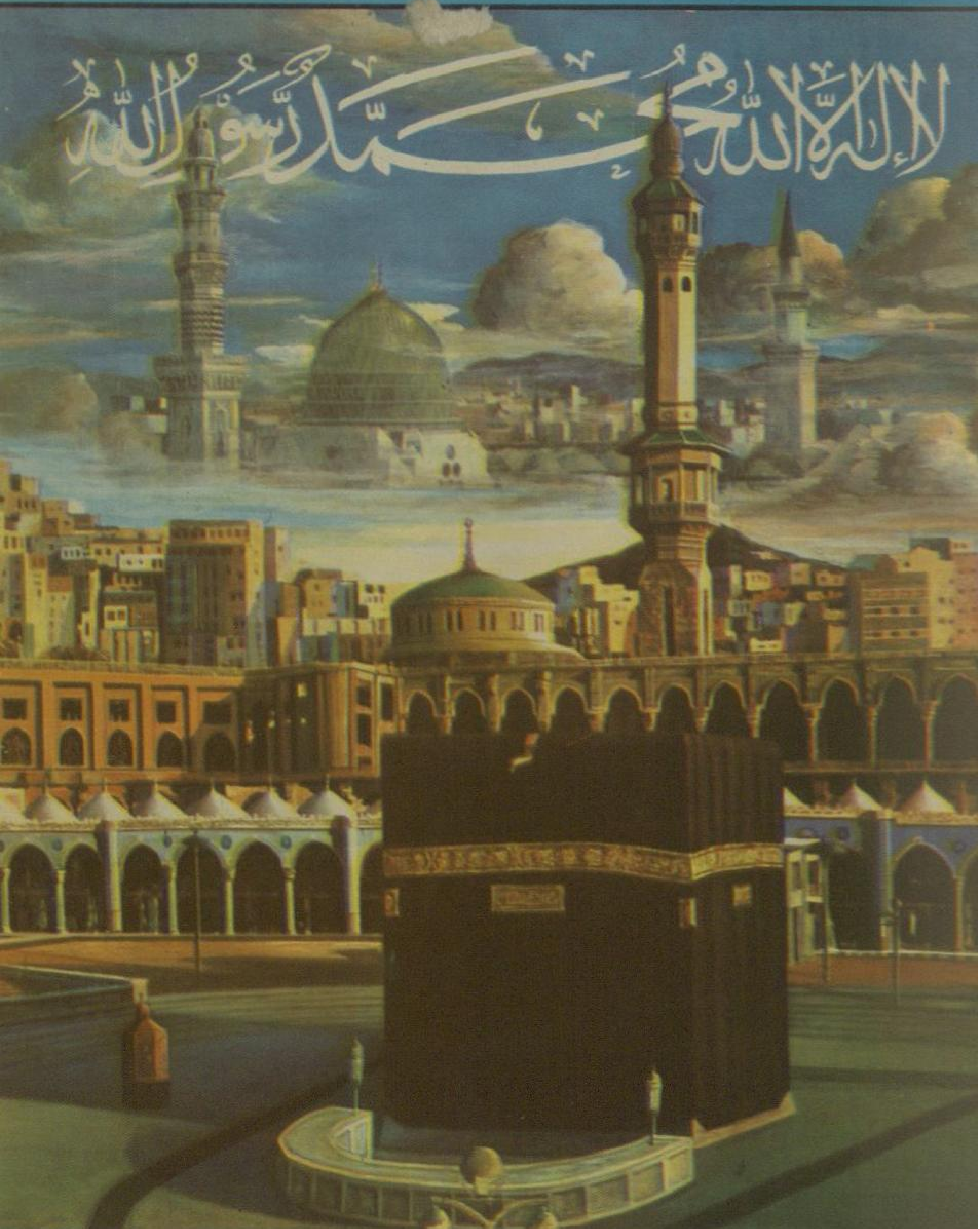
خواجہ محمد اسلام

لاہور



منظرۂ مرگ

موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا؟



خواجہ محمد اسلام
ادارہ اشاعتِ دینیات انارکلی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موت کا منظر
احوالِ برزخ

احوال یوم القیامۃ
احوالِ جہنم

ہر ایک جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے

قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

حقوق محفوظ

بے نمازیوں، سود خوروں اور رشوت خوروں، شرابیوں اور زانیوں کے ہولناک انجام سے باخبر ہونے کیلئے اسے ضرور پڑھیں

موت کا منظر

مع

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

ملاحظہ فرمائیں

ناشر خواجہ محمد اسلام

خاص ایڈیشن

بہ روپے

خواجہ محمد اسلام
ادارہ اشاعتِ دینیات
سعید منزل انارکلی، لاہور

علامات قیامت
سچے موتی

جنت کے نظارے
ایمان پر اخلاقی جرائم کا اثر

اُن کتابوں کی تفصیل جن سے مضامین اخذ کر کے یہ کتاب موت کا منظر
مع مرنے کے بعد کیا ہوگا ؟ از سرِ نو ترتیب دی گئی ہے ——

تفسیر عزیزی
تفسیر مظہری
معارف القرآن
قصص القرآن
سیرت النبیؐ
تاریخ اسلام
تاریخ حدیث
احیاء العلوم
کیمیائے سعادت
غنیتہ الطالبین
فیض سبحانی
خطبات مدراس
ملفوظات حضرت بابا فریدؒ
اکرام المواعظ
طبقات الکبریٰ

اسلام کا نظام عفت و عصمت
دوائے شافی
تلبیس ابلیس
آئمہ تلبیس
حسن پرستوں کے انجام کا منظر
محبوبؐ کے حسن و جمال کا منظر
جنت کا منظر
محبوبِ خدا کی دعائیں
تبلیغی نصاب
فضائل صدقات و حج
تاریخ دعوت و عزیمت
انسانیت موت کے دروازے پر
منہیات ابن حجر
فسانہ ہجر و وصال
مغرب سے کچھ کچھ صاف صاف باتیں
کاروانِ مدینہ

اور ان کے علاوہ بہت سی دینی و تبلیغی مطبوعات

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خبردار

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اُونچے اُونچے تختوں پر اکڑ کر بیٹھنے والے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی اُمیدیں موت سے ختم کر دیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے، لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت) آیا تو اُن کو گڑھے میں ڈال دیا اور اُونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا۔ بجلی اور قمقموں کی روشنی سے، نرم بستروں سے قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا۔ غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کی بجائے زمین کے کیڑوں کے حوالے ہو گئے۔ اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لطف حاصل کرنے کی بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور دوستوں کی مجلسوں کی بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے۔ پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کر لی، اس سے بچنے کے لیے کوئی دُوسرا ذریعہ اختیار کر لیا۔ پس وہ ذات پاک ہے جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دُوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کے لیے صرف اُسی کی تنہا ذات ہے، کوئی اس کا مثل نہیں۔

پس جب موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹی میں جا کر ملنا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے اور زمین کے نیچے مدّتوں رہنا ہے اور وہاں بہت طویل زمانہ تک ٹھکانا ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے۔ اس کے بعد معلوم نہیں جنّت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ موت کا فکر ہر وقت آدمی پر مسلّط رہے۔ میرے دوستو دُنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اس کا مال و متاع چاہے کتنا ہی زیادہ ہو جائے ایک دن چھوٹنے والا ہے۔

آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ اس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ایسی حالت میں کھلی ہوئی بات ہے کہ آدمی میں اگر ذرا سی بھی عقل ہو، تو ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہیے جو ہمیشہ اپنے پاس رہے گی۔ ایسی چیز کے پیچھے پڑنا جو کسی طرح بھی اپنے پاس ہمیشہ نہیں رہ سکتی بے وقوفی کی انتہا ہے۔ مگر ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس اسٹیشن کے ویٹنگ رُوم کی زیب و زینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں اور قیام صرف اتنا ہے کہ جب ریل گاڑی آجائے اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اتنے ذرا سے وقت میں اگر آدمی اپنے سفر کی تیّاری میں مشغول رہے اپنے سامان سفر کو تیّار کرے۔ جو چیزیں وطن میں پہنچ کر کام آنے والی ہیں اُن کو فراہم کرے، تو یقیناً اس کے لیے کار آمد ہیں۔ وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت وہاں کے سیر سپاٹے میں خرچ کر دے، اپنا سامان بکھرا پڑا رہے اور خود ویٹنگ رُوم کی صفائی اور اس کے فرنیچر کو قرینہ سے رکھنے میں لگ جائے یا اس سے بڑھ کر حماقت یہ کرے کہ اس میں ٹکانے کے واسطے آئینے اور نقشے خریدنے میں لگ جائے تو اپنا سامان بھی کھوئے گا اور اپنی متاع بھی ضائع کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا ایسے ہی لوگ خسارہ والے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اُس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ اور وہ کہنے لگے اے میرے رَب مجھ کو تھوڑے دن کی مہلت اور کیوں نہ دی کہ میں خیرات کر دیتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھی جب اس کی موت کا وقت آجائے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ مال و متاع کی مشغولی، اہل و عیال کی مشغولی ایسی چیزیں ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی کا سبب بنتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دیکھتے آنکھوں اہل و عیال، مال و متاع سب کو چھوڑ کر چل دو۔ آج مہلت ہے جو کرنا ہے کر لو۔

رنگالے نہ چُندریہ، گندھالے نہ سی نہ جانے بُلالے پیا کس گھڑی

تُو کیا کیا کرے گی ارے دن کے دن تو دیکھا کرے گی گھڑی دن کے دن

میرے دوستو اور بزرگو! تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ رحم کرے۔ اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ اس سے پہلے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے، مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ، پھر تمہارے لیے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں اور زندگی کی کوئی بھی اُمید نہ دلائے، پھر یہ آواز آنے لگے کہ اُس نے وصیّتیں شروع کر دیں، اے لو اُس کی تو زبان بھی بھاری ہو گئی۔ اب تو آواز بھی اچھّی طرح نہیں نکلتی۔ اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے۔ کراہ بھی بڑھ گئی، پلکیں بھی جھکنے لگیں۔ اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے، لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ بھائی بند رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی، اتنے میں بدن کے اجزا سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے۔ عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رو دھو کر چُپ ہو جاتے ہیں۔ دُشمن خوشیاں مناتے ہیں۔ عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس زندگی کی۔ موت کا معاملہ نہایت سخت ہے اور ہم لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو محض زبانی تذکرہ، جو مفید نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب سے فارغ کر کے اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے جس کی صُورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کیوں کر ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا۔ ان کی صُورتوں کا، ان کے اعلیٰ منصبوں کا خیال کرے اور غور کرے کہ اب مٹّی نے کس طرح اُن کی اچھّی صُورتوں کو پلٹ دیا ہوگا۔ اُن کے بدن کے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں گے۔ کس طرح بچّوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور رشتہ داروں کو روتا چھوڑ کر چل دیے۔ اُن کے سامان، اُن کے مال، اُن کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے

ہیں۔ کس طرح دُنیا کی لذّتوں میں مشغول تھے۔ آج مٹّی میں ملے پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بُھلا رکھّا تھا آج اُس کا شکار ہو گئے۔ کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے۔ آج ہاتھ الگ پڑا ہے، پاؤں الگ پڑا ہے، زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کیا کِھل کِھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہوں گے۔ کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے سامان سوچتے تھے حالانکہ موت سر پر تھی، مرنے کا دن قریب تھا، مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا۔ یہی حال میرا ہے۔ آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہو گا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

اب کتاب کو شروع کرنے سے پہلے ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے لُطف و کرم سے ہم سب کو جو ہر وقت معاصی اور دُنیا میں ہی غرق رہتے ہیں اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے اور اس ناپاک دُنیا سے نفرت کا ذائقہ نصیب فرمائے۔ اور اس کتاب (موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہو گا) کو دنیا بھر کے انسانوں کو پڑھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتاجِ دُعا

خواجہ محمد اسلام

پہلا حصّہ

موت کا منظر

لُطف دُنیا کے ہیں گئے دن کے لئے
کھو نہ جنّت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ
تُو نے ناداں گُل دیئے تنکے لئے
ہو رہی ہے عُمر مثل برف کم
رفتہ رفتہ چُپکے چُپکے دمبدم

موت کی یاد اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (ترجمہ) "جب حکمِ الٰہی آئے گا پھر وہ کسی طرح نہ ٹلے گا۔ کاش تم بھی جان لو"۔ زمانہ کی نیرنگی کچھ عجیب قدرت کا تماشہ دکھا رہی ہے۔ ایک ہی شہر ایک ہی جگہ ہے کہیں گلاب کے پھول کہیں ببول۔ کہیں شادی کا ولیمہ کہیں میّت کے پھُول۔ کوئی نہایت شوق میں نئی شادی کئے دلہن کو پالکی میں لئے باجہ بجاتا اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ کوئی اپنی نوجوان خوب صورت ایک ہی رات کی بیاہی دلہن کے جنازہ کو ایک ٹوٹی سی چارپائی پر ڈالے گورستان کی طرف لئے جاتا ہے۔ اتفاق سے بیچ بازار میں میّت کا برات اور شادی سے میل ہُوا۔ اللہ اکبر! ایک طرف خوشی ایک طرف غم۔ ایک طرف خانہ آبادی دوسری طرف خانہ بربادی۔ ایک طرف دُلہن کی پالکی میں اس کی چھوٹی بہنیں

اور سہیلیاں پان کھاتی خوشیاں مناتی جاتی ہیں، دوسری طرف جنازے کی چار پائی کے نیچے چھوٹے بہن بھائی جنازہ کا پایا ننھے ننھے ہاتھوں سے پکڑے روتے جاتے ہیں۔ کوئی اپنے فرزند کی پیدائش کی خوشی میں عقیقہ کے لئے بکرے لئے چلا آتا ہے، کوئی اپنا خُوب صورت چاند سے فرزند کا جنازہ لئے جاتا ہے۔ عقیقہ والا بکریوں کا گوشت رشتہ داروں، مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرے گا، کنبے والوں کو کھلائے گا۔ یہ دوسرا اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو قبر کی خاک پر لِٹا کر اُس کے گورے گورے بدن کا گوشت قبر کے کیڑوں کو کھلائے گا۔ کوئی اپنے داماد کے لئے دوشالہ خریدے لئے چلا آتا ہے، کوئی اپنے بہنوئی کے لئے کفن کا کپڑا لئے آتا ہے۔ کسی کو چوکی پر بٹھا کر بدن سے شادی کا ابٹنا ملا جاتا ہے، کسی کے بدن سے غسل کے تختہ پر لِٹا کر بیلیوں کا لیپ چھٹایا جاتا ہے۔ کسی کے عطرِ سہاگ لگایا جاتا ہے کسی کے غسل کے پانی میں کافور مِلایا جاتا ہے۔ کسی کی خلوت کے لئے چھپر کھٹ میں کمخواب کے پردے چھوڑ کر پردہ کیا جاتا ہے، کسی کی لاش کو دفن کرنے کے لئے قبر کے چاروں طرف پردا روکا جاتا ہے، اور اخیری خلوت خانہ بنایا جاتا ہے۔ کوئی مخملی بچھونوں پر سوتا ہے کوئی قبر کی خاک پر پڑا ہوتا ہے۔ کوئی ہاتھی گھوڑوں پر شان و شوکت سے سوار ہو کر چلتا ہے، کوئی اپاہج سُرین کے بل کولے رگڑتا ہوا چلتا ہے۔ کسی کی ایک آواز پر ہزاروں جواب ملتے ہیں، کسی کی ہزار آوازوں پر بھی کوئی جواب نہیں کہیں گدھے گھوڑے اُونٹ دریائے فرات میں نہاتے ہیں وہیں شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پیاسے ایک گھونٹ پانی کو ترپتے ہیں کسی کے بچوں کو گرمی میں زہر مہرہ عرق بید مشک میں مِلا کر پِلایا جاتا ہے اور علی اصغر شیر خوار کے پیاس کی شدت میں پانی کے بدلے حلق میں تیر

مارا جاتا ہے۔ کسی کے لئے چاندی سونے کے برتنوں میں پینے کا پانی لایا جائے مگر عباس علم بردار اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سقہ مشکیزہ میں پانی بھرنے جائے تو مشک میں تیر مار کر چھید کیا جائے کسی کے بچھونے میں روئی کا بنولہ بھی نہ رہنے پائے، اگر بنولہ رہ جائے تو اُسے آرام نہ آئے مگر کربلا کے شہیدوں کی لاشیں گھوڑوں سے کچلی جائیں۔ کسی کی محل سرا میں ہزاروں کافوری شمع جلائی جائیں مگر ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بے چراغ اندھیرے گھر میں وفات پائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ذکر میں واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات میں عُمدہ اقتدا رہے اس لئے کہ آپ کے حالات ناظرین کے لئے عبرت ہیں اور سمجھنے والوں کو موجبِ بصیرت کیونکہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے نزدیک آپ سے بڑھ کر بزرگ تر نہ تھا۔ آپ ہی اس کے خلیل اور حبیب اور مناجات کرنے والے اور برگزیدہ اور رسول اور پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے بزرگ فرشتوں کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعیّن ہیں، بھیجا۔ جنہوں نے نہایت جدّ وجُہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی رُوح پُرفتوح کو جسمِ اقدس اور اطہر سے منتقل کر کے خدائے تعالیٰ کی رحمت اور رضا اور عمدہ خوب صورتوں بلکہ مکان خاطر خواہ میں خدائے تعالیٰ کے ہمسایہ میں پہنچا دیا۔ اور اس پر بھی حالتِ نزع میں کرب آپ کے اُوپر زیادہ ہُوا، اور آہ نکلی اور پیہم قلق ہُوا اور کلماتِ شوق زبان پر آئے، رنگ متغیّر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونوں ہاتھ اضطراب میں کھیں کے کھیں پڑے۔ یہاں تک کہ اسکی کیفیت کو دیکھ کر حاضرین بے تاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے۔ تو بتاؤ عہدۂ نبوّت کے باعث تقدیر اُن سے ٹل گئی؟

——— آپ حق کے مددگار اور خلق کے لئے بشارت اور خوف پہنچانے والے تھے۔ یہ بات کوئی نہیں ہوئی بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اس کی فرمانبرداری کی۔ اور جو لوحِ محفوظ میں معائنہ فرما چکے تھے، اس کے بموجب کاربند ہوئے، یہ آپ کا حال ہوا، حالانکہ آپ خدائے تعالیٰ کے نزدیک صاحبِ مقامِ محمود اور حوضِ کوثر ہیں، اور آپ ہی سب سے پیشتر اُٹھیں گے اور آپ ہی قیامت میں لبِ سفارش مجرموں کے لئے کھولیں گے۔

فرد! لوائے حمد بدستِ محمدؐ است

متبوع اوست و جملہ جہانش متابع ست

پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہم کو عبرت نہیں ہوتی۔ اور جو کیفیت ہم پر گذرے گی اس پر یقین نہیں کرتے بلکہ شہوتوں میں گرفتار اور گناہوں اور برائیوں کے جویا رہتے ہیں۔ ہمیں کیا ہوا ہے کہ ایسے سید المرسلین اور امام المتقین اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت سے نصیحت نہیں مانتے۔ شاید ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہمیشہ رہیں گے، یا یہ وہم دامن گیر ہے کہ باوجود بدافعالی کے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہم بڑے ہیں۔ سو یہ بات تو خیر، بلکہ ہم تو یقیناً جانتے ہیں کہ سب کے سب دوزخ پر وارد ہوں گے اور اس سے بجز پرہیزگاروں کے اور کوئی نہ بچے گا۔ تو وُرود میں تو ہم کو کلام ہی نہیں۔ مگر وہاں سے پھر آنے کا وہم کرتے ہیں، اور اگر پھر آنے کا ظنِ غالب کریں تو اپنی جانوں کے دشمن اور ظالم ہیں۔ اس لئے کہ ہم پرہیزگار تو نہیں، پھر وہاں سے پھر آنے کا گمانِ غالب کیسے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (ترجمہ) اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ہو چکا،

تیرے رب پر ضرور مقرّر، پھر بچاویں گے ہم اُن کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑیں گے گنہ گاروں کو اس میں اوندھے گرے"۔ پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ ظالموں سے قریب تر ہے یا پرہیزگاروں سے۔ تو بعد اس کے کہ تم اکابر سلف کی سیرت کو دیکھو، اپنے نفس پر غور کرو کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف رہتے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے، اس لئے آپ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، متّقیوں کے پیشوا تھے، اور عبرت کرو کہ دنیا سے علیحدہ ہونے کے وقت کیسا کرب آپ کو ہوا، اور جنّت ماویٰ میں تشریف لے جانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا۔ حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے سب ایمان داروں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں وفات شریف کے وقت گئے۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونوں آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ پھر فرمایا کہ خُوب ہوا، تم خُوب آئے۔ خداوند تم کو زندہ رکھے اور پناہ میں دے اور مدد فرمائے۔ مَیں تم کو خدائے تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور تمہارے باب میں خدائے تعالیٰ سے وصیت کرتا ہوں، مَیں اس کی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہوں۔ وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے شہروں اور بندوں میں چڑھائی نہ کرو۔ اور موت کا وقت آلگا ہے، اور رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنّت ماویٰ، اور بھرپور جام وصال کی طرف ہے تو تم میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہو، اس کو سلام اور رحمت خدا کی کہیو۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری اُمّت کا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو وحی بھیجی کہ میرے حبیبؐ کو مژدہ سُنا دے کہ میں اس کو اس کی

اُمّت کے باب میں رسوا نہ کروں گا۔ اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ زمین سے اُٹھیں گے تو میرا حبیب ان سے اوّل ہوگا۔ اور سب اکٹھے ہوں گے تو وہی ان کا سردار ہوگا۔ اور جنّت اور اُمّتوں پر حرام ہے یہاں تک کہ اس میں اس کی اُمّت نہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور میری فکر مٹی ؎

جانم فدائے تُو کہ ترا ہست بے گماں

از مہد تا لحد ہمیں فکرِ اُمّتاں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حالتِ مرض میں ہم کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ سات کنوؤں سے سات مشکیں پانی کی منگوا کر نہلا دیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ کو کچھ آرام معلوم ہوا۔ پھر لوگوں کو نماز پڑھائی، اور اُحد کی لڑائی میں جو لوگ شریک تھے، اُن کے لئے دعائے مغفرت فرمائی، اور انصار کے باب میں وصیّت کی یعنی اس طرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو، اور انصار ایسے ہو گئے ہیں کہ جس ہیئت پر کہ آج ہیں اس سے زیادہ نہ ہوں گے وہ لوگ میرے خاص ہیں کہ جن میں مَیں نے آکر جگہ لی پس ان کے محسن کی تعظیم کیجیو اور ان کی بُرائی کرنے والے کی خطا سے درگذر یو۔ پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دُنیا میں اور خدائے تعالیٰ کے پاس کی چیز میں اختیار دیا گیا۔ اُس نے خدائے تعالیٰ کی چیز پسند کی۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ روئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ استقلال کر، گھبرا نہیں۔ یہ دروازے جو مسجد میں کھلے ہیں، سب بند کر دینا مگر ابوبکرؓ کا دروازہ بند نہ کرنا۔ اس لئے کہ اپنے نزدیک مَیں کسی شخص کو یاری میں ابوبکرؓ سے بڑھ کر نہیں جانتا ہوں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوح پُرفتوح نے

میرے ہی گھر میں میری ہی باری کے دن میں اور میری ہی گود میں اعلیٰ علیین کو پرواز فرمایا۔ اور وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا لعاب اور میرا جمع کر دیا۔ اس طرح کہ اس وقت میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمٰن ایک مسواک ہاتھ میں لئے آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ میں سمجھی کہ یہ آپؐ کو اچھی معلوم ہوتی ہے، اور آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کے لئے یہ دوں۔ آپؐ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے مسواک لے کر آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے اس کو منہ میں ڈالا، تو کڑوی معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ میں نرم کر دوں؟ آپؐ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا میں نے دانتوں سے ملائم کر دی۔ اور آپؐ کے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا۔ اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے تھے۔ اور فرماتے تھے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اُوپر کو اُٹھا کر فرمایا۔ رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ۔ میں نے تب اپنے دل میں کہا کہ بخدا اب ہم کو آپؐ نہ پسند کریں گے۔ سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب انصار نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے، تو مسجد شریف میں جمع ہو گئے۔ پس حضرت عباسؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ سے جا کر عرض کیا کہ لوگ جمع ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پھر آپؐ کے پاس حضرت فضیلؓ گئے اور یہی کہا۔ پھر حضرت علیؓ گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا۔ آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو۔ انہوں نے ہاتھ تھام لیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو خوف آپؐ کی وفات کا ہے۔ اور آپؐ کے پاس مردوں کے اکٹھا ہونے سے اُن کی عورتیں چیخنے لگیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُٹھے اور حضرت علیؓ اور حضرت فضیلؓ پر سہارا دیئے باہر نکلے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے تھے، اور آپؐ کا

سر پٹی سے بندھا ہوا تھا اور قدم شریف گھسیٹ کر رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ منبر کے سب کے نیچے کے درجے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؐ نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! میں نے سُنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو، گویا موت سے نفرت کرتے ہو۔ اور میری موت کا جو انکار کرتے ہو تو کیا میں نے تم کو اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہاری مرگ کی خبر نہیں پہنچی۔ جو انبیاء مجھ سے پہلے تم میں بھیجے گئے، اُن میں سے کوئی بچا اور تم میں سے ہمیشہ کوئی رہے گا؟ سُن لو کہ میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اس سے ملوگے۔ اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جو لوگ پہلے ہجرت کرکے آئے ان کے ساتھ بہتری کیجیو۔ اور ہجرت کرنے والوں کو آپس میں سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (ترجمہ) "قسم ہے اُترتے دن کی، مقرر انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کئے بھلے کام، اور آپس میں تقید کیا سچے دین کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔" اور سب معاملات خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہیں، تو ایسا نہ ہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس میں جائز ہونے کی درخواست کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہیں کیا کرتا۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر غالب ہونا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو مغلوب کرے گا، اور جو خدائے تعالےٰ سے داؤ چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو دھوکا دے گا۔ وہ خود فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ (ترجمہ) "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت سپرد ہو کہ خرابی ڈالو مُلک میں اور توڑ دو اپنے ناتے۔" اور میں تم کو انصار کے باب میں خیر کی وصیت کرتا ہوں اس لئے

کہ انہوں نے تم سے پہلے مدینے میں اقامت اور ایمان کا خلوص حاصل کیا۔ تم اُن کے ساتھ احسان کرنا۔ دیکھو انہوں نے اپنے پھل آدھے تم کو دیئے۔ تم کو گھروں میں وسعت کر دی۔ باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانوں پر تم کو ترجیح دی۔ یاد رکھو اگر تم میں سے کوئی دو آدمیوں پر بھی حکومت پائے تو چاہیئے کہ ان کے محسن کی طرف سے جو کچھ وہ دیں قبول کرے۔ اور اگر کوئی ان میں کچھ بُرائی کرے تو اس سے درگذر کرے۔ اور آگاہ رہو کہ ان پر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا۔ اور معلوم کر لو کہ میں تمہارا گواہ ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ اور خبردار رہو کہ تمہارے وعدہ کی جگہ حوض ہے۔ میری حوض اس سے بھی زیادہ چوڑی ہے جو شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا میں ہے۔ اس میں ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو کوئی اس میں سے پانی پیئے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس کی کنکریں موتی ہیں اور خاک مُشک۔ اگر قیامت میں کوئی اس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم۔ سُن لو جس کو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اس حوض پر آئے۔ تو چاہیئے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف ان سے وہی کام لے جس کے جو لائق کرنے کے ہوں۔ پھر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اے رسولِ خداؐ! کچھ قریش کے باب میں بھی لوگوں سے فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اس امر یعنی خلافت کی وصیت میں قریش کو کرتا ہوں۔ اور لوگ قریش کے تابع ہیں۔ نیک ان کے نیک کا اور بد بد کا۔ پس اے قریش والو! لوگوں کو خیر کی وصیّت کرتے رہنا۔ اے لوگو گناہ نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں اور اخلاق کو متغیّر کر دیتے ہیں۔ پس جب لوگ نیکی کریں گے تو اُن کے امام بھی ان کے ساتھ نیکی کریں گے، اور جب بدکار ہوں گے تو حاکم بھی ان پر رحم نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون۔

(ترجمہ) "اور اسی طرح ہم ساتھ ملادیں گے گنہ گاروں کو ایک دوسرے کا بدلہ، ان کی کمائی کا"۔ حضرت ابنِ مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! کچھ پوچھ لے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا موت قریب آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی۔ انہوں نے کہا کہ اے نبی اللہ خدائے تعالیٰ کے پاس کی چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔ ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف۔ پھر جنّت ماویٰ اور فردوسِ اعلیٰ اور جامِ اوفیٰ اور رفیقِ اعلیٰ اور بہرہ پائیدار اور عیشِ خوش گوار کی طرف۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپؐ کو غسل کون دے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اہلِ بیت کے مرد جو قریب تر ہوں سب سے۔ پھر وہ جو اُن سے ذرا دُور ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ کو کفن کیا دیویں؟ آپؐ نے فرمایا۔ میرے یہی کپڑے اور حلہ یمانی اور مصر کا سفیدا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ پر ہم نماز کیسے پڑھیں؟ یہ کہہ کر حضرت ابوبکرؓ اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی روئے ؎

زدردِ ہجرِ تُو زہرہ شدہ است آب مگر
کہ سَیلِ اَشک زدیدہ نمے شود موقوف

پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو، خدائے تعالیٰ تم کو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کے عوض میں تم کو جزائے خیر دے کہ جب تم مجھ کو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی پر میری اسی حجرے میں قبر کے کنارے پر رکھ کر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اوّل خدا مجھ پر رحمت بھیجے گا وہ میرا پروردگار جل شانہٗ ہے کہ تم پر وہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ فرشتوں کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی

اجازت دے گا۔ تو مخلوقِ خدا میں سے اوّل میرے پاس جبرائیلؑ آکر میری نماز پڑھیں گے۔ پھر میکائیلؑ پھر اسرافیلؑ۔ پھر ملک الموت بہت سے لشکروں سے پھر باقی تمام فرشتے علیہم السّلام میری نماز پڑھیں گے۔ پھر تم مجھ پر اندر آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جُدا جُدا صلوٰۃ و سلام مجھ پر کہتے جائیو، اور میری تعریف کرکے ایذا مت دیجیو، نہ چیخ ماریو، نہ پُکار کر روئیو۔ اور مناسب ہے کہ اوّل امام نماز شروع کرے اور میرے اہلِ بیت جو قریب تر ہوں، اور اُن کے بعد وہ جو اُن سے دُور ہوں، پھر اسی طرح عورتوں کی جماعتیں، پھر لڑکوں کے گروہ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اُترے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اہلِ بیتؓ کے کچھ لوگ جو میرے قریب سے قریب ہوں بہت سے فرشتوں کے ساتھ کہ تم اُن کو نہ دیکھو گے اور وہ تمہیں دیکھیں گے۔ اب میرے پاس سے اُٹھ جاؤ، اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگوں کو دین کا حال بتاؤ۔ عبداللہ بن ربیع فرماتے ہیں کہ شروع ربیع الاوّل میں حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم، ابوبکرؓ ایک نرم دل آدمی ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ اُن پر غالب ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسف علیہ السّلام کے ساتھ والی ہو۔ ابوبکرؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جو حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے عذر کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا کے راغب نہ تھے۔ علاوہ اس کے خلافت میں اندیشہ اور خطرہ بہت ہے مگر جس کو خدا بچائے، اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز ناپسند کریں گے کہ حضرتؐ کی زندگی ہی میں کوئی آپؐ کی جگہ نماز پڑھائے مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ چاہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے نماز پڑھانے سے لوگ اُن سے حسد کریں گے اور اُن سے

سرکش ہو جائیں گے اور فالِ بد کہیں گے۔ مگر چونکہ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہے تو اللہ تعالےٰ نے اُن کو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے مَیں ڈرا کرتی تھی اس سے صاف بچایا۔ اور فرماتی ہیں کہ جب وہ دن ہؤا، جس میں آپؐ کی وفات ہوئی ہے تو لوگوں نے کچھ مزاجِ مبارک میں صبح کے وقت ہلکاپن اور مرض میں تخفیف پائی۔ اسی لئے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو گئے اور خوشی خوشی کاموں میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں۔ ہمارا حال اس روز ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہم کو اس روز تھی، ایسی کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ، یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اَور عورتیں تو باہر چلی گئیں اور مَیں آپؐ کا سر مبارک گود میں لئے تھی۔ جب آپ بیٹھ گئے تو مَیں بھی حجرے کے گوشے میں ہو گئی۔ آپؐ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی۔ پھر مجھ کو بُلا کر سر مبارک میری گود میں رکھ لیا، اور عورتوں سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہ آہٹ تو جبرائیل علیہ السلام کی نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ درست ہے اے عائشہؓ یہ ملک الموت ہے کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ بدوں اذن آپؐ کے پاس نہ آؤں۔ تو اگر آپؐ اجازت نہ دیں گے تو چلا جاؤں گا، اور اگر اجازت دیں گے تو اندر آؤں گا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپؐ کی رُوح بدوں آپؐ کے ارشاد کے نہ قبض کروں۔ اب ارشاد کیا ہے مَیں نے اُسے کہہ دیا ہے کہ جب تک جبرائیل علیہ السلام آ دیں جب تک مجھ سے علیحدہ رہو۔ اب جبرائیلؑ کے آنے کی ساعت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ آپ نے ایسی صورت پیش کی کہ جس کا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی۔ تو ہم نے سکوت کیا اور یہ معلوم ہؤا کہ گویا ہم سخت آواز کے مارے دنگ رہ گئے ہیں کہ کچھ

آپؐ سے نہیں کہتے، اور نہ اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسی کو تاب گویائی کی تھی۔ ہمارے دل رُعب سے بھر گئے تھے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ساعت میں تشریف لائے۔ سلام کیا، مَیں نے ایک آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپؐ اپنے آپ کو کیسے پاتے ہیں، اور وہ آپؐ کا حال آپ سے زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپؐ کی کرامت اور شرف بڑھا کر خلق پر آپؐ کی بزرگی اور شرافت کامل کردے، اور یہ امر آپؐ کی اُمت میں سُنّت ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو دردمند پاتا ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپؐ کو مژدہ ہو کہ خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ جو مرتبے آپؐ کے لئے تیار کئے ہیں، اُن پر آپؐ کو پہنچاوے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے جبرائیل! ملک الموت نے مجھ سے اجازت چاہی، اور یہ حال کہا۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ کا مشتاق ہے اور جو کچھ آپؐ سے کیا چاہتا ہے وہ مَیں بتا ہی چکا ہوں۔ بخدا کہ ملک الموت نے آج تک نہ کسی سے اجازت مانگی نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا۔ مگر خدائے تعالیٰ کو آپؐ کا شرف پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپؐ کا مشتاق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اب تم اس کے آنے تک یہاں سے مت جاؤ۔ یہ فرما کر عورتوں کو اندر بُلا لیا۔ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میرے پاس آ۔ وہ آپؐ کے اُوپر جُھک گئیں۔ آپؐ نے کچھ اُن کے کان میں کہا۔ انہوں نے جو سر اُٹھایا تو آنکھوں میں سے آٹھ آٹھ آنسو نکلتے تھے اور تابِ گفتگو نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کر۔ انہوں نے منہ سے کان مِلایا۔ پھر کان میں کچھ ارشاد فرمایا۔ پھر جو انہوں نے سر اُٹھایا تو ہنستی تھیں اور بول نہ سکتی تھیں۔ ہم کو اس حال سے تعجب ہوا۔ بعد کو مَیں نے اُن سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اوّل بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مَیں آج وفات پاؤں گا۔ اس

سبب سے میں روئی، اور دوبارہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے دُعا مانگی ہے کہ سب سے اوّل میرے گھر والوں میں سے تجھ کو مجھ سے مِلا دے، اور میرے ساتھ رکھے، اس لئے میں ہنسی۔ پھر حضرت فاطمہؓ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو آپ کے پاس کیا۔ آپؐ نے دونوں کو پیار کیا۔ پھر ملک الموتؑ نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت دی۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپؐ مجھ کو کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے رب سے ابھی مِلا دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آج ہی مِلا دوں گا۔ اور آپؐ کے رب کا یہ حال ہے کہ آپؐ کی طرف مشتاق ہے اور جتنا تردّد آپ کی طرف سے پروردگار کو ہے اتنا اور کسی کی طرف سے نہیں کیا۔ اور مجھ کو بدوں اجازت کے اندر جانے سے کسی کے پاس منع نہیں فرمایا بجز آپؐ کے۔ لیکن آپؐ کی ساعت آپؐ کے آگے ہی ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ حضرت جبرائیلؑ آئے اور عرض کیا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اُترنا ہے پھر کبھی نہیں اُتروں گا۔ وحی بھی نہ ہوئی اور دُنیا کی زمین میں مجھ کو آپ کے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپ کے حضوری اور کوئی غرض سے

رفت از بوئے سرِ زلفِ تو خلقے بچمن
ورنہ کے بوئے نسیمِ سحری بود غرض

اب میں ہوں اور میری جگہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بخدا گھر میں کسی کو تاب ایک لفظ بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردوں کو بُلاتا تھا۔ اس لئے کہ حضرت جبرائیلؑ کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترساں تھے۔ پھر میں نے اُٹھ کر آپؐ کے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا اور آپؐ کے سینہ مبارک کو تھام لیا، اور آپؐ کو بے ہوشی شروع ہوئی، یہاں تک کہ دبا دبا لیتی تھی اور آپؐ کی پیشانی میں سے اتنا پسینہ ٹپکتا تھا کہ میں نے کسی کے اتنا نہیں دیکھا اور

اپنی انگلی سے اس کو پونچھتی جاتی تھی۔ اور خوشبو میں نے اس سے زیادہ نہیں دیکھی اور جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں کہتی کہ میں اور میرے ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہوں، آپؐ کی پیشانی اتنا پسینہ کیوں دیتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کہ اے عائشہؓ مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہے، اور کافر کی جان باچھوں کی راہ گدھے کی جان کی طرح نکلتی ہے۔ ہم اس وقت ڈر گئے اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا تو اوّل شخص جو ہمارے پاس آیا، میرا بھائی تھا مگر آپ سے نہ مل سکا۔ اس کو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا۔ اس کے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرمائے خلد بریں ہو چکے تھے۔ غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپؐ کی رُوح عرش بریں کو پرواز کر گئی اور خدائے تعالیٰ ہی نے لوگوں کو آپؐ کے پاس نہ آنے دیا۔ اس لئے کہ جبرائیل اور میکائیل علیہم السّلام کو آپؐ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا اور جب آپؐ کو بے ہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بل رفیق اعلیٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کئی کئی بار بار اختیار دیا جاتا تھا، اور جب طاقتِ گفتار ہوتی تھی، تو فرماتے تھے کہ نماز نماز۔ تم لوگ ہمیشہ جمے رہو گے جب تک نماز اکٹھے پڑھو گے۔ نماز کی وصیت آخری دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی وفات دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھ پر مبارک نہیں۔ بخدا کہ اُمّت کو ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کرے گی۔ اور جس روز کوفہ میں حضرت علیؓ پر مصیبت آئی تو حضرت اُمّ کلثومؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ میں میرے لئے خیر نہیں۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پائی اور اسی میں میرے شوہر یعنی حضرت عمرؓ شہید ہوئے اور اسی میں میرے باپ حضرت علیؓ شہید ہوئے۔ تو اس روز میں میرے واسطے کچھ خیر نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ خلد بریں کو تشریف فرما

ہوئے تو لوگ نہایت سختی میں پڑے یہاں تک کہ آوازِ گریہ بلند ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرشتوں نے آپ کے کپڑوں میں ڈھانپ دیا۔ اب لوگ مختلف حال پر ہو گئے۔ بعضے موت سے منکر ہوئے اور بعضے گونگے ہو گئے کہ مدت تک نہ بولے اور بعضے عقل سے خارج ہوئے کہ بات مہمل کرنے لگے۔ اور کچھ لوگوں کی عقل ٹھکانے رہی، اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب ان لوگوں میں تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے۔ حضرت علیؓ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عثمانؓ گونگے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے باہر نکل کر فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات نہیں پائی اللہ تعالیٰ اُن کو پھیرے گا اور منافق لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے گا۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موت کی تمنّا کیا کرتے تھے جیسے خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہے وہ اب تمہارے پاس پھر سے آتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حال سے اپنی زبان روکو، وہ مرے نہیں۔ بخدا کہ اگر اب کسی کو کہتے سُنوں گا تو اپنی تلوار سے اس کے دو کر دوں گا۔ حضرت علیؓ گھر میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عثمانؓ کچھ نہ بولتے تھے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے تھے اور لے آتے تھے۔ گویا فرقتِ یار میں راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی ؎

ندیدم چو برفت از نظر صورتِ دوست
ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل برود

مسلمانوں میں سے جیسا حال حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ کا تھا ایسا اور کسی کا نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی۔ اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکرؓ کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے۔ حضرت عباسؓ نے تشریف لاکر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ حضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی میں تمہارے درمیان فرمایا کرتے تھے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○ (ترجمہ) "بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں پھر مقرر تم دن قیامت کے اپنے رب کے آگے جھگڑو گے"۔ حضرت ابوبکرؓ بنی حارث بن خزرج میں تھے۔ جب ان کو وفات شریف کی خبر پہنچی تو تشریف لائے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپؐ کے دیدار سے مشرف ہوئے، پھر آپؐ کے اُوپر جُھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ:

مادر و پدرِ من فدائے تُو یا رسول اللہ

اللہ تعالےٰ آپ کو دوبار تو موت دینے ہی کا نہیں۔ پس ایک ہی مرنا تھا، سو آپؐ وفات پا چکے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوجتا تھا، تو انہوں نے وفات پائی، اور جو کوئی محمدؐ کے رب کو پوجتا تھا وہ البتہ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط (ترجمہ) "اور محمدؐ تو ایک رسول تھے پہلے اس سے بہت رسول، پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے اُلٹے پاؤں، وہ نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ"۔ پس لوگوں کا ایسا حال ہوا کہ گویا اس آیت کو اسی دن سُنا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف میں دُرود پڑھتے داخل ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہڑکی کی آواز دانتوں کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی۔ مگر باوجود اس کے، قول وفعل اچھا کرنے میں بہادر تھے۔ آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جُھک پڑے

اور آپؐ کے روئے مبارک کو کھول کر پیشانی اور رخساروں پر بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا، اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اور میرے ماں باپ اور گھر بار آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ زندہ بھی اچھے رہے اور وفات پاکر بھی اچھے۔ آپکی وفات سے وہ بات ختم ہوگئی جو کسی نبی کی وفات سے نہ ہوئی تھی یعنی نبوت یا وحی۔ تو آپؐ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہے۔ آپ مخصوص ہوئے تو ایسے کہ سب کے رنجوں کے ضامن ہو گئے، اور عام ہوئے تو ایسے کہ ہم سب آپؐ کے باب میں برابر ہیں یعنی آپؐ کی رسالت تمام آدمیوں کے لئے ہے، اور اگر آپؐ کی موت آپؐ کے اختیار سے نہ ہوتی تو آپؐ کے غم میں ہم اپنی جانیں فدا کرتے، اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے۔ مگر جو بات آپؐ ہم سے دُور نہیں کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ ٹلے گی۔ الٰہی تُو یہ بات اپنے حبیب کو ہماری طرف سے پہنچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک آپؐ ہم کو اپنے رب کے پاس یاد رکھیں اور گوشۂ خاطر میں جگہ دیں۔ آپؐ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی کہ آپؐ کے بعد کی مشقت کا متحمل ہوتا۔ الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہنچا دے۔ اور ہمارے درمیان اس کی نگہبانی فرما۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ابو بکرؓ حجرہ شریف میں داخل ہوئے اور صلوٰۃ و ثنا کہی تو گھر والوں نے ایک شور برپا کیا، جس کی آواز باہر تک والوں نے سُنی۔ جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز اَور زیادہ ہوتی تھی، اور اُن کی آواز کسی طرح پست نہ ہوئی مگر اسی حال میں ایک شخص بلند آواز زور آور نے دروازے پر سے یہ کہا کہ اے گھر والو! سلام علیکم۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (ترجمہ) "ہر جی کو چکھنی ہے موت۔ پھر ہماری طرف آؤ۔" خدائے تعالیٰ موجود

رہنے میں ہر ایک شخص کا نائب ہے یعنی جو جاتا رہتا ہے اس کا عوض وُہ خود موجود ہے، اور ہر رغبت کے لئے اللہ تعالیٰ اور ہر خوف سے نجات حاصل ہے اور اسی سے توقّع رکھو اور اسی پر اعتماد کرو۔ جب گھر والوں نے یہ آواز سُنی تو یہ نہ معلوم ہُوا کہ کس کی آواز ہے۔ رونا موقوف کر دیا۔ رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی موقوف ہوگئی۔ کسی نے باہر نکل کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ پھر گھر میں چلا آیا اور رونا شروع ہُوا۔ ایک پُکارنے والے نے آواز دی کہ اس کو بھی لوگ پہچانتے نہ تھے۔ اُس نے یہ کہا کہ اہلِ بیت خدائے تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کا شکر کرو ہر حال میں۔ تاکہ تم مخلصوں میں سے ہو جاؤ۔ اس کے باقی رہنے میں ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب چیز سے عوض حاصل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اسی کے حکم کے بموجب عمل کرو۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں خضر اور الیاس علیہم السّلام تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جنازے پر حاضر ہوئے تھے۔ اور قعقاع بن عمرو نے حکایتِ خطبہ حضرت ابوبکرؓ کی پوری لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں خطبہ پڑھنے کو اُٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کئے۔ سارا خطبہ متضمن دُرود شریف پر تھا۔ اوّل خدا تعالےٰ کی حمد وثنا ہر حال میں بیان کی اور فرمایا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد برحق ہے۔ اُس نے اپنا وعدہ سچّا کیا، اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کُفّار کی جماعتوں کو شکست دی۔ تو خدائے یکتا کا شُکر ہے۔ اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول اور نبیوں کے تمام کرنے والے ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ کتاب ایسی ہی ہے جیسی اُتری۔ اور دین ایسا ہی ہے جیسا مشروع ہُوا۔ اور حدیث ایسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی۔ اور قول وہی ہے جو انہوں نے فرمایا۔ اور اللہ تعالےٰ حق

ہے کھلا ہوا۔ الٰہی پس رحمت کر محمدؐ اپنے بندے اور رسولؐ اور نبی اور حبیب اور امین اور چنے ہوئے اور بہترین پر، ایسی رحمت کہ تونے نہ کسی پر اپنی مخلوق میں سے کی ہو، اس سے بڑھ کر ہو۔ الٰہی اپنی رحمتیں اور عفو اور مہر اور برکتیں سب مخصوص کر دے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جو خیر کی طرف کھینچنے والے اور خیر کے پیشوا، اور رسول اور رحمت ہیں۔ الٰہی تو ان کا قرب زیادہ فرما۔ اور ان کی دلیل بڑی کر، اور ان کا مقام اچھا کر اور اُن کو ایسے مقامِ محمود میں اُٹھا کہ اگلے پچھلے سب ان سے غبطہ کریں، اور اُن کے مقامِ محمود پر ہونے سے ہم کو قیامت کے دن نفع پہنچا۔ اور آخرت میں اُن کے عوض تُو ہمارے درمیان رہ اور اُن کو جنت میں درجہ اور وسیلے پر پہنچا۔ الٰہی تُو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جس طرح کہ تُو نے ابراہیمؑ اور اُن کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی۔ تو ہی ہے اچھے کام والا اور بزرگی والا۔ بعد اس کے فرمایا کہ اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، تو انہوں نے وفات پائی۔ اور جو کوئی خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے باب میں پہلے ہی تم کو کہہ دیا ہے۔ پس ان کو بے صبری سے مت پکاریو۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اپنے پاس کی چیز پسند فرمائی اور اپنا ثواب عنایت فرمانے کو اُن کو اُٹھا لیا، اور تم میں اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی۔ پس جو شخص کہ اُن پر تمسک کرے گا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونوں میں فرق کرے گا وہ اس آیت کا منکر ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ اور چاہیئے کہ شیطان تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے سے تم کو غافل نہ کر دے، اور دین میں تمہارے اُوپر کوئی بلا نہ لا ڈالے۔ خیریت سے جلدی کرو

شیطان پر کہ اس کو تھکا مارو گے اور اس کو مہلت مت دو، ورنہ وہ تم سے مل جائے گا اور تم کو فتنہ میں ڈال دے گا۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی موت کا حال فلاں روز اور فلاں روز فرمایا تھا، اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ میں آج کے سوا کبھی سُنا ہی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن مجید جیسا اُترا ہے وہی حق ہے۔ اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زندہ ہے کہ نہیں مرے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ اس کے رسول پر نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوئے تو آپس میں کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ رسولِ خدا کو کیسے نہلائیں۔ اسی تردد میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیج دی۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو چھاتی پر اپنی ڈاڑھی ٹکائے نہ سوتا ہو۔ پھر کسی کہنے والے نے جس کا حال معلوم نہیں کہ کون تھا، کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے نہلاؤ۔ اکیس سب چونک پڑے اور اسی آوازِ غیب کے بموجب عمل کیا، اور آپ کو قمیض میں نہلایا اور غسل سے فارغ ہو کر کفن پہنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے قمیض کو اتارنا چاہا۔ مگر ہم کو آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرتا مت اُتارو۔ ہم نے ویسے ہی رہنے دیا اور کرتا پہنے ہی نہلایا۔ جب کسی عضو کو

بدلنا چاہتے تھے تو ہم کو ذرا بھی دقت نہ ہوتی تھی، وہ عضو خود بدل جاتا تھا یہاں تک کہ اس کے غسل سے فارغ ہو جاتے تھے۔ اور ہم کو گھر میں ہوا کی سی سنسناہٹ سُنائی دیتی تھی، اور آواز آتی تھی کہ رسولِ خداؐ کے ساتھ نرمی کرو کہ تم کو کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔ تو وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح پر تھی۔ آپ نے نہ کوئی بالوں کا کپڑا چھوڑا نہ اُون کا۔ جو تھا وہ سب آپ کے ساتھ دفن ہو گیا۔ ابو جعفرؓ کہتے ہیں کہ لحد میں آپ کا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اس کے اُوپر آپ کے وہ کپڑے ڈالے گئے جو آپ زینتِ تن مبارک فرماتے تھے۔ پھر اُن کے اُوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے۔ غرضیکہ اپنی وفات کے بعد آپ نے کچھ مال نہ چھوڑا، اور نہ زندگی میں مکان کی نیّت سے اینٹ پر اینٹ رکھی، نہ نے پرنے۔ تو آپ کی وفات میں عبرتِ کامل اور مسلمانوں کے واسطے عمدہ اقتدار ہے ؎

ہوتی تھی بارش نُور کی رسولؐ کے طفیل
بیواؤں کی عصمت اُس سے یتیموں کی تھی بہار

حسنِ خاتمہ : ربانی خمخانۂ عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاضِ محبت کی بہارِ جاوداں کا آخری نغمہ خواں عندلیب، نظارۂ جمالِ حقیقت کا پہلا مشتاق، مستورِ ازل کے چہرۂ زیرِ نقاب کا پہلا بند کشا، زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے، مرض کی شدّت ہے۔ بدن بخار سے جل رہا ہے اُٹھ کر چل نہیں سکتا، لیکن یک بیک وہ اپنے میں ایک اعلانِ خاص کی طاقت پاتا ہے۔ مسجدِ نبوی میں جاں نثار حاضر ہوتے ہیں سب کی نظریں حضورؐ کی طرف لگی ہیں، نبوت کے آخری پیغام سُننے کی آرزو ہے۔ دفعۃً لب مبارک وا ہوتے ہیں، تو یہ آواز آتی ہے، لوگو! مَیں خُدا کے سامنے اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ انسانوں میں میرا کوئی دوست ہے، میرا پیارا صرف ایک اللہ

ہی ہے، وہی جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیارا بنایا۔ یہ تو وفات سے پہلے کا اعلان تھا، عین حالتِ نزع میں زبانِ مبارک پر یہ کلمہ تھا: "خداوند بہترین رفیق (صحیح بخاری وفات) ——— **خدا کی رحمت**

لڑائی کا میدان ہے، دشمنوں میں بھاگ دوڑ مچی ہے، جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آتا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے۔ بھائی بھائی سے، ماں بچے سے، بچہ ماں سے الگ ہے۔ اسی حال میں ایک عورت آتی ہے۔ اس میدانِ حشر میں اس کا بچہ گم ہو گیا ہے۔ محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سامنے نظر آجاتا ہے۔ بچہ کے جوشِ محبت میں اُس کو چھاتی سے لگالیتی ہے، اور اس کو دودھ پلا دیتی ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑتی ہے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے؟ لوگوں نے عرض کی: "ہرگز نہیں" فرمایا: تو جتنی محبت ماں کو اپنے بچے سے ہے، خدا کو اپنے بندوں سے اُس سے بہت زیادہ محبت ہے۔ (صحیح بخاری) ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لا رہے ہیں، ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لے کر سامنے آتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ یا رسول اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے؟ فرمایا: "ہاں"! بے شک اس سے زیادہ ہے" بولی تو کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کرے گی: یہ سن کر فرطِ اثر سے آپ پر گریہ طاری ہو گیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا: "خدا صرف اس بندے کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے (سنن نسائی باب ما یرجیٰ من الرحمۃ) ——— آپ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں، ایک صحابی

چادر میں ایک پرند کو مع اس کے بچّوں کے باندھ کر لاتے ہیں، اور واقعہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسُولؐ اللہ! مَیں نے ایک جھاڑی سے ان بچّوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا۔ ماں نے یہ دیکھا تو میرے سَر پہ منڈلانے لگی مَیں نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا، تو وُہ فوراً آکر میرے ہاتھ پر بچّوں پر گر پڑی ارشاد ہُوا کہ کیا بچّوں کے ساتھ، ماں کی اس محبّت پر تم کو تعجب ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی، جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعُوث کیا، جو محبّت اس ماں کو اپنے بچّوں کے ساتھ ہے، خُدا کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ) **حضوُر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر شریف دیکھ کر ایک عورت کی مَوت:** حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضوُر اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک کی زیارت کرادو۔ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا، انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال کر گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔ فائدہ: کیا اِس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لا سکیں اور وَہیں جان دے دی۔

حضرت حمزہؓ کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور بے درد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کیے۔ لڑائی کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر اُن کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا، نہایت صدمہ ہُوا اور ایک چادر سے اُن کو ڈھانپ دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں۔ حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت

ہیں ایسے ظلم کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا' ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو، انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے سے منع فرما دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیے گئے، اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا تو حضورؐ نے اس جواب کو سُن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی، آ کر دیکھا، اناللہ پڑھی اور دعا کی، ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں، ایک عورت تیزی سے آرہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا دیکھو، عورت کو روکو۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے انھیں روکنے کے لیے بڑھا، مگر وہ قوی تھیں۔ ایک گھونسا میرے مارا اور کہا، پرے ہٹ' میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں' اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے لیے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سُن چکی تھی' ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا، ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری جن کا نام سہیلؓ تھا شہید پڑے ہوئے تھے، ان کا بھی کفار نے حضرت حمزہؓ جیسا ہی حال کر رکھا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو تو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو' اس لیے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا، لیکن ایک کپڑا اُن میں بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا۔ ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آئے گا، وہ اُن کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو اُن کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ روایت مختصر

ہے اور خمیس کی روایت مفصّل ہے۔ فائدہ :۔ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے، وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لیے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے، ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصّہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مساوات کے دعویدار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لیے ان کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دو زانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہوں۔ ایک نے ان میں سے عرض کیا کہ میں نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اس کو پامال کر دیا۔ آپ نے دُوسرے سے فرمایا کہ تُو کیا جواب دیتا ہے اس نے عرض کیا کہ میں راستہ چلا جاتا تھا ایک کھیت پر گزر ہوا داہنے بائیں سب طرف دیکھ کر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی میں تھی وہاں ہی گزرا۔ آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے میں بیج کیوں ڈالا تھا، تجھے معلوم نہیں کہ لوگوں کے لئے راستہ ضروری ہے اس نے عرض کیا کہ پھر آپ لڑکے پر غم کیوں کرتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ موت آخرت کی سڑک ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی لڑکے پر رنج نہ کیا۔

قِصّہ ہارون رشید بادشاہ کے لڑکے کا

ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا وہاں جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دُنیا میں تھے۔ دُنیا کے مالک تھے لیکن اُس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہُوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔ مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔

ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا۔ اُس کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سَر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی۔ اراکین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیرالمومنین کو دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا ہے۔ اگر امیرالمومنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیرالمومنین نے یہ بات سُن کر اُس سے کہا کہ بیٹا تُو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے۔ اُس نے یہ بات سُن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک پرندہ وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا تُو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا۔ وہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر اُس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہا کہ اب اپنی جگہ پر چلا جا۔ وہ ہاتھ پر سے اُڑ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ اُس کے بعد اُس نے عرض کیا کہ ابّا جان اصل میں آپ دُنیا سے جو محبّت کر رہے ہیں، اُس نے مجھے رُسوا کر رکھا ہے۔ اب مَیں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جُدائی اختیار کر لوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا۔ چلتے ہُوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اُس کو دے دی (کہ احتیاج کے وقت اُس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا۔ ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر شنبہ کو مزدوری کر لیتا اور ایک درم اور ایک وانق (یعنی درم کا چھٹا حصّہ) مزدوری لیتا۔ اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا۔ ایک وانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی، اس کو بنوانے کے لیے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) مَیں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے، ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے۔ مَیں نے اُس سے پُوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے، مزدوری کے لیے تو پیدا ہی ہُوئے ہیں۔ آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے؟ میں نے کہا گارے مٹّی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک درم اور ایک وانق مزدوری ہوگی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے لیے جانا ہوگا۔ مَیں نے اُس کی دونوں شرطیں منظور کر لیں اور اُس کو لا کر کام پر لگا دیا۔ مغرب کے وقت جب مَیں نے دیکھا تو

اُس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا۔ مَیں نے اُس کو مزدوری میں دو درم دیے۔ اُس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ دُوسرے دن میں پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ مجھے کہیں نہ ملا۔ مَیں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صُورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہُوئی کہ مَیں نے آٹھ دن تک اپنی تعمیر بند کر دی اور شنبہ کے دن اُس کی تلاش میں نکلا۔ وہ اسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہُوا ملا۔ مَیں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا۔ اُس نے وہی پہلی دو شرطیں بیان کیں، مَیں نے منظور کر لیں۔ وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کر لیا، اس لیے اس مرتبہ مَیں نے ایسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اُس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا، تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جُڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیاء کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہی ہے جب شام ہوئی تو مَیں نے اُس کو تین درم دینا چاہے۔ اُس نے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اتنے درم کیا کروں گا اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ مَیں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر مَیں اُس کی تلاش میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ مَیں نے لوگوں سے تحقیق کیا۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے۔ مَیں نے ایک شخص کو اُجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچا دے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اُس جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیہوش پڑا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہُوا ہے۔ مَیں نے اس کو سلام کیا، اُس نے جواب نہ دیا۔ مَیں نے دُوسری مرتبہ سلام کیا تو اُس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے اُس کا سر اینٹ پر سے اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُس نے سر ہٹا لیا اور کہا:

"میرے دوست دُنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ عمر ختم ہوتی جا رہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہو جائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ

تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اُٹھایا جائے گا۔"

اُس کے بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ اُبو عامر جب میری رُوح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔ مَیں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لیے نئے کپڑے لے آؤں۔ اُس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لیے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں (یہ جواب حضرت اُبوبکر صدیق رضؓ کا جواب ہے اُنہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہیں چادروں میں کفن دے دینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو اُنہوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کہ کفن تو پُرانا ہو یا نیا بہر حال) بوسیدہ ہو جائے گا آدمی کے ساتھ تو صرف اُس کا عمل ہی رہتا ہے اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچا دینا اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ کر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے۔ یہ کہہ کر اُس کی رُوح نکل گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کی وصیّت کے موافق میں نے اُس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور قصرِ شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ مَیں ایک اُونچی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اوّل ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے۔ دسویں جتھے میں خود امیر المومنین بھی تھے میں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیر المومنین آپکو حضورِ اقدسؐ کی قرابت داری کا واسطہ ذرا سا توقف کر لیجیے میری آواز پر انہوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیّت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا اُن کی آنکھوں آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو۔ جب میں واپسی پر بلاؤں، تو میرے پاس پہنچا دینا۔ جب وہ باہر سے واپسی پر مکان پر پہنچے، تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا۔ اُس شخص کو بُلا کر لاؤ اگرچہ وہ میرا

غم تازہ ہی کرے گا۔ دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے بلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے۔ اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو، تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا۔ اُس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ۔ میں قریب جاکر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں میں اُن کو جانتا ہوں۔ کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے مٹّی کی مزدوری کرتے تھے۔ کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا تھا؟ میں نے کہا کرایا ہے۔ کہنے لگے تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اُس کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے قرابت تھی (کہ یہ حضرات حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں) میں نے کہا امیر المومنین پہلے اللہ جل شانہٗ سے معذرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عُذر خواہ ہوں مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اُس کو غسل دیا۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ۔ میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھ دیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اُے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اُس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دُور ہے، لیکن اُس کا غم میرے قریب ہے۔ بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدّر کر دیتی ہے۔ وہ مُسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اُس کا چہرہ)، جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اُس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون رشید نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامرؒ ساتھ تھے اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون رشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

" اے وہ مُسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لُوٹے گا۔ مُوت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اُس کو جلدی سے اُچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تُو میرے لیے اُنس اور دل کا چین تھا۔ لمبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تُو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بُوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیئے گا بلکہ دُنیا کا ہر آدمی اس کو پیئے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے

والا ہو یا شہر کا رہنے والا۔ پس سب تعریفیں اُسی واحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں"۔ ابُو عامرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو میں اپنے وظائف پُورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نُور کا قبہ دیکھا جس کے اُوپر نُور ہی نُور پھیل رہا ہے۔ اس نُور کے ابر میں سے اُس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا ابُو عامر تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے (تم نے میری تجہیز تکفین کی اور میری وصیّت پُوری کی) مَیں نے اُس سے پُوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گُزرا۔ کہنے لگا کہ مَیں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے مجھے اُس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سُنیں نہ کبھی کے دل پر ان کا خیال گُزرا۔)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کے لیے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دُور رہتے ہیں (یعنی تہجد گزاروں کے لیے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سُنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا، نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ (سورہ سجدہ ع ۲) کِسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانۂ غیب میں موجود ہے (درمنثور) اس کے بعد اُس لڑکے نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دُنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا اُس کے لیے یہی اعزاز و اکرام ہیں جو میرے لیے ہوئے۔

صاحبِ روض کہتے ہیں کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقہ سے بھی پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا۔ بہت اچھی تربیت پائی تھی، قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میری دُنیا سے اُس نے کوئی راحت نہ اُٹھائی۔ چلتے وقت میں نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دے دے۔ اس انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا مگر وہ اُس کو بھی کام میں نہ لایا۔ مرتے وقت واپس کر گیا۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرماں بردار تھا۔ (روض)

حضور پاکؐ کا ارشاد مبارک موت کے بارے میں

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سمجھ دار شخص وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنے والی چیزوں میں مشغول رہے۔ اور کسی کام کے لیے تیاری اس کے بغیر نہیں ہوتی کہ ہر وقت اس کا اہتمام رہے۔ اُس کا ذکر تذکرہ رہے۔ اس لیے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اور اس کے دھوکہ کی چیزوں میں پھنسا ہُوا ہے۔ اُس کی شہوتوں پر فریفتہ ہے۔ اُس کا دل موت سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی۔ پھر تم اُس ذاتِ پاک کی طرف لے جائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے ہُوئے کام جتا دے گی۔ (اور ان کا بدلہ دے گی) (سورہ جمعہ ۔ رکوع ۱)

عُلماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارہ میں آدمی چار طریقے کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں منہمک ہیں جن کو موت کا ذکر بھی اس وجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ اُس سے دُنیا کی لذّتیں چھُوٹ جائیں گی۔ ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی کرتا بھی ہے تو بُرائی کے ساتھ، اس لیے کہ دُنیا کے چھُوٹنے کا اس کو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔ دُوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف رجُوع کرنے والا تو ہے مگر ابتدائی حالت میں ہے۔ موت کے ذکر سے اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اُس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ دُنیا چھُوٹ جائے گی بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی توبہ تام نہیں ہے یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا تاکہ اپنے حال کی اصلاح کرلے اور اُس کی فکر میں لگا ہُوا ہے تو یہ شخص موت کے ناپسند کرنے میں معذور ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوگا جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ بھی اُس کے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں، اس لیے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی مُلاقات سے کراہت نہیں کرتا بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے۔ اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو محبوب کی مُلاقات کے لیے اُس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہو، تاکہ محبوب کا دِل خوش ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اس کے سوا کوئی

دُوسرا مشغلہ اس کو نہ ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے' تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے۔ یہ بھی دُنیا میں منہمک ہی ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے اُس کی توبہ کامل ہے۔ یہ لوگ مَوت کو محبُوب رکھتے ہیں اُس کی تمنّائیں کرتے ہیں، اس لیے کہ عاشق کے لیے محبوب کی مُلاقات سے زیادہ بہتر وقت کون سا ہوگا۔ مَوت کا وقت مُلاقات کا وقت ہے۔ عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے وہ کسی وقت بھی اس کو نہیں بھُولتا۔ یہی لوگ ہیں جن کو مَوت کے جلدی آنے کی تمنّائیں رہتی ہیں وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو فرمانے لگے محبوب (مَوت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحّت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی۔ مجھے جلدی سے مَوت عطا کر دے کہ تجھ سے ملوں۔

چوتھی قسم جو سب سے اُونچا درجہ ہے' ان لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلہ میں تمنّا بھی نہیں رکھتے۔ وہ اپنی خواہش سے اپنے لیے نہ مَوت کو پسند کرتے ہیں نہ زندگی کو۔ یہ عشق کی انتہا میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہُوئے ہیں۔ بہرحال موت کا ذکر ہر حالت میں موجب اجر و ثواب ہے کہ جو شخص دُنیا میں منہمک ہے اس کو بھی موت کے ذکر سے اس کی لذّتوں میں کمی آئے گی اور کچھ نہ کچھ تو دُنیا سے بُعد پیدا ہی ہوگا اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ لذّتوں کو توڑنے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو یعنی اس کے ذکر سے اپنی لذّتوں میں کمی کیا کرو تاکہ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع ہو سکے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر جانوروں کو مَوت کے متعلق اتنی معلومات ہوں جتنی تم لوگوں کو ہیں تو کبھی کوئی مُوٹا جانور تم کو کھانے کو نہ ملے۔ (مَوت کے خوف سے دُبلے ہو جائیں) حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص (بغیر شہادت کے بھی) شہیدوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص دِن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہو سکتا ہے (ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِی فِی الْمَوْتِ وَفِی

مَا بَعْدَ الْمَوْتِ پڑھے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوسکتا ہے، اور ان سب فضیلتوں کا سبب یہی ہے کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنا اس دھوکہ کے گھر سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کے لیے تیاری پر آمادہ کرتا ہے اور موت سے غفلت دُنیا کی شہوتوں اور لذتوں میں انہماک پیدا کرتی ہے۔

عطاء خراسانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک مجلس پر گزر ہوا جہاں زور سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذّتوں کو مکدّر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کرلیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! لذّتوں کو مکدّر کرنے والی چیز کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ موت۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ یہ گناہوں کو زائل کرتی ہے اور دُنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا کیا گزرے گی تو کبھی رغبت سے کھانا نہ کھاؤ، کبھی لذّت سے پانی نہ پیو۔

ایک صحابیؓ کو حضورؐ نے وصیّت فرمائی کہ موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہ تمہیں دُوسری چیزوں میں رغبت سے ہٹا دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو شخص موت کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اس کا دِل زندہ ہو جاتا ہے اور موت اُس پر آسان ہو جاتی ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے موت سے محبت نہیں ہے کیا علاج کروں؟ حضورؐ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس کو آگے چلتا کر دو۔ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے، جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اُس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اس کے پاس رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے، لوگو! اللہ کو یاد کرلو، اللہ کو یاد کرلو عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صُور پھونکنے کا وقت آرہا ہے اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آرہی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے

جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔ ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دُنیا کی ہر لذت کو منقطع کر دیا۔ ایک موت نے، دوسرے قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا ہونے کے فکر نے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لے، اُس پر دُنیا کی ساری مصیبتیں آسان ہیں۔ اشعثؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنم کا اور آخرت کا ذکر ہوتا۔ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دِل کی قساوت کی شکایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو۔ دل نرم ہو جائے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے موت کے بارے میں احکامات

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں ان کو سال بھر کے احکامات ایک رات میں مل جاتے ہیں کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عملدرآمد ہوگا۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ یہ احکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں یا شبِ برات میں جونسی بھی رات ہو کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اس رات میں ان سب کی فہرست فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہے جو اس سال میں مرنے والے ہیں۔ دُنیا میں آدمی نہایت غفلت سے اپنے لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہے اور آسمانوں پر اُس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا ہے۔ اُس کی موت کا حکم صادر ہو چکا ہے جس میں نہ کسی سفارش کی گنجائش ہے نہ اپیل کی۔ نہ جو وقت اُس کی موت کا تجویز ہوا ہے اس میں ایک منٹ کی تاخیر ہو سکتی ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سورۂ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے ان سب چیزوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سال میں ہونے والی ہیں کہ اتنا رزق دیا جائے گا، فلاں فلاں مرے گا، فلاں فلاں پیدا ہوگا، اتنی بارش ہوگی۔ حتیٰ کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائے گا۔ ایک حدیث میں ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ تُو آدمی کو دیکھے گا کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے، لیکن اُس کا نام اس سال کے مُردوں میں لکھا جا چکا ہے۔ ابو نضرہؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کے سارے کام (فرشتوں پر) منقسم کر دیے جاتے ہیں۔ تمام سال کی بھلائی بُرائی، روزی اور موت، تکلیفیں

اور نرخوں کی ارزانی اور گرانی تمام سال کی دے دی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ شب برائت میں سال بھر کے احکام طے کر کے حوالہ کر دیے جاتے ہیں۔ اس سال کے مُردوں کی فہرست اور حج کرنے والوں کی فہرست دے دی جاتی ہے نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ ایک شعبان سے دُوسرے شعبان تک جتنے مرنے والے ہیں، ان سب کے اوقات لکھ کر دیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آدمی دُنیا میں نکاح کرتا ہے۔ اُس کے بچّہ پیدا ہوتا ہے، لیکن آسمان میں اُس کا نام مُردوں کی فہرست میں آ چکا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، اس لیے کہ اس میں تمام سال میں مرنے والوں کی فہرست مرتب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نکاح کرنے میں مشغول ہے اور وہاں اس کا نام مُردوں میں لکھا گیا۔ ایک آدمی حج کو جا رہا ہے اور اس کا نام مُردوں میں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ حضورؐ شعبان میں روزے بہت کثرت سے رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں سال بھر کے مُردوں کی فہرست بنتی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام جب مُردوں کی فہرست میں آئے تو میں روزہ دار ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کی رات کو حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت کو اُس سال میں مرنے والوں کی اطلاع فرما دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کر لے آج کا دن تیری عُمر میں پھر کبھی نہیں آئے گا۔ (اس لیے اس دن میں تیری جو نیکیاں لکھی جا سکتی ہوں لکھوا لے) اور دوؔ فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں ایک ان میں سے کہتا ہے اے نیکی کے طلب کرنے والے خوشخبری لے (اور آگے بڑھ) اور دُوسرا کہتا ہے اے بُرائی کے کرنے والے بس کر اور رُک جا (اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا نہ کر) اور دوؔ فرشتے اعلان کرتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے اور دُوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ مال کو روک کے رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ عطا بن یسارؒ کہتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دے دی جاتی ہے کہ اس میں جن کے نام ہیں ان سب کی اس سال

میں رُوح قبض کرلی جائے۔ یہاں ایک آدمی فرش فروش میں لگا ہُوا ہے، نکاح کرنے میں مشغول ہے، مکان کی تعمیر کرا رہا ہے اور وہاں مُردوں کی فہرست میں آگیا۔[1]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی مَوت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذّتوں کو مکدّر کر دینے کے لیے کافی ہے اُس کے سارے راحت و آرام کو کھو دینے والی چیز ہے۔ اُس کی غفلت کو زائل کر دینے کے لیے اسی کا فکر بہت کافی ہے۔ یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اُس کے فکر اور اُس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہیے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اُس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلّط ہو جائے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ رسّی دُوسرے کے ہاتھ میں ہے نہ معلوم کب کھینچ لے۔ حضرت لقمانؑ کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے۔ اس کے لیے اس سے پہلے پہلے تیاری کرلے کہ وہ دفعۃً آجائے اور واقعی بڑے تعجّب کی بات ہے کہ اگر آدمی انتہائی لذّتوں میں مشغول ہو، لہو ولعب کی اُونچی مجلس میں شریک ہو اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک سپاہی اُس کی تلاش میں ہے جو (کسی جُرم کی سزا میں) اس کے پانچ کوڑے مارے گا، تو ساری لذّت، سارا عیش و آرام مکدّر ہو جائے گا (بلکہ اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ اُس کے پاس اُس کی گرفتاری کا وارنٹ ہے۔ وہ آج کل میں اس کو گرفتار کرلے گا تب بھی ساری لذّتیں ختم ہو جائیں گی، رات کو نیند اُڑ جائے گی) حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ ملک الموت ہر وقت اس پر مسلّط ہے اور موت کی سختیاں (جو ہزاروں کوڑوں سے بڑھ کر ہیں) اس پر مسلّط کرنے والا ہے پھر بھی ہر وقت اُس سے غافل رہتا ہے۔ یہ جہالت اور غرور کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جس پر گزر چکی ہے دُوسرے کو اس کی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ وہ صرف قیاس کر سکتا ہے یا مرنے والوں کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگا سکتا ہے اور قیاس اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصّہ میں رُوح نہیں ہوتی اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی (بدن کی جو کھال مُردہ ہو جاتی ہے اس کو کاٹنے سے تکلیف

---

[1] درمنثور

نہیں ہوتی، لیکن جس عضو میں اور جس حصّہ میں جان ہوتی ہے اس میں سُوئی چبھونے سے یا اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پس بدن کے جس عضو پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اس کو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اُس سے تکلیف اس وجہ سے پہنچتی ہے کہ رُوح کو اور زندگی کو اس حصّہ بدن سے تعلّق ہے اُس تعلّق کی وجہ سے اُس عضو کے ذریعے سے رُوح پر اثر پہنچتا ہے اور رُوح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر ہر عضو میں اُس کا بہت تھوڑا سا حصّہ اثر کیے ہوئے ہے اور جتنا حصّہ اس عضو میں ہے اُسی کے بقدر رُوح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا حصّہ ہے لیکن جو تکلیف اعضا کے بجائے براہِ راست ساری رُوح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ کتنی ہوگی۔ اس لیے کہ موت براہِ راست ساری رُوح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضا میں پھیلی ہوئی ہے اس لیے بدن کا کوئی حصّہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ رُوح اُس سے جُدا ہوتی ہے اور اگر وہ مُردہ ہو اس میں رُوح نہ ہو تو اُس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ پس جب رُوح کے ذرا سے حصّہ کے جُدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری رُوح کو بدن کے تمام حصّوں سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی۔ لیکن بدن کا اگر ایک حصّہ کاٹا جاتا ہے تو رُوح کا بقیّہ حصّہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے۔ وہ اُس وقت قوی ہوتا ہے، اس لیے آدمی چلّاتا ہے تڑپتا ہے مگر جب ساری رُوح کھینچی جاتی ہے تو اُس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوّت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے، البتّہ اگر بدن قوی ہوتا ہے، تو اس کی بقدر سانس کے اُکھڑنے کے وقت اُسمیں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دی جاتی ہے قوّت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لیے کہ رُوح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھنچتی ہے اور وہاں سے نکل کر مُنہ کے ذریعے سے جاتی ہے، پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں۔ اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اُس کے کاٹنے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ جب

رُوح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نُور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعاؤں میں یہ بھی دُعا ہے کہ یا اللہ مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما۔ لوگ بھی حضورؐ کے اتباع میں اس دُعا کو مانگتے ہیں مگر اس کی تکلیف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشاد اپنے حواریّین سے ہے کہ میرے لیے حق تعالیٰ شانہ، سے اس کی دُعا کرو کہ نزع کی تکلیف مجھ پر آسان ہو جائے کہ موت کے ڈرنے مجھے موت کے قریب پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگوں کی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حق تعالیٰ شانہ، سے اس کی دُعا کی جائے کہ ان میں سے کوئی مُردہ ظاہر ہو جس سے ہم پوچھیں کہ کیا گزری؟ ان لوگوں نے دُعا کی۔ ایک مُردہ ان پر ظاہر ہوا جس کی پیشانی پر کثرت سے سجدہ کرنے کا نشان بھی پڑا ہُوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ مجھے مرے ہُوئے پچاس سال ہو گئے، لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تُو رُوح کو پٹھوں سے، ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جہاد پر جب ترغیب دیتے تو فرماتے کہ اگر تم قتل نہ کیے گئے تو بستروں پر مرو گے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ اوزاعی رحؒ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مُردوں کو قیامت میں اُٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ موت دُنیا اور آخرت کی سب تکلیفوں سے زیادہ سخت ہے۔ وہ آرہ چلا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ قینچیوں سے کتر دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ اگر مُردے قبر سے اُٹھ کر مرنے کی تکلیف بتائیں تو کوئی شخص بھی دُنیا میں لذّت سے وقت نہیں گزار سکتا، میٹھی نیند

اس کو نہیں آسکتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہُوا تو حق تعالےٰ شانہٗ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مَیں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھُونا جارہا ہو کہ نہ اس کی جان نکلتی ہو نہ اُڑنے کی کوئی صُورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اتاری جارہی ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضورؐ کے قریب رکھا ہُوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم بار بار اپنے مُبارک ہاتھ کو پیالہ میں ڈالتے اور پھر مُنہ پر ملتے تھے اور فرماتے تھے یا اللہ نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے، پھر ایک دم اُس کو کھینچ لیا جائے۔ اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

یہ سب تو نزع کی مختصر کیفیت تھی۔ ان سب کے علاوہ مَلک الموت اور اس کے مددگار فرشتوں کی صُورتوں کا ایک خوف ایک مستقل مرحلہ ہَے جس صُورت پر وہ گناہ گاروں کی جان نکالتے ہیں وہ ایسی ڈراؤنی صُورت ہوتی ہَے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اُس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صُورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اس کا تحمّل نہ فرما سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمّل کر لوں گا۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اچھا دُوسری طرف منہ کر لیجیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اب دیکھ لیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب اُدھر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی (دیو کی شکل)، بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہُوئے، نہایت سخت بدبُو، کالے کپڑے، اُس کے مُنہ سے، ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ حضرت

ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کو یہ حالت دیکھ کر غش آگیا۔ بڑی دیر میں افاقہ ہُوا، تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر فاجر شخص کے لیے کوئی دُوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صُورت ہی اُس کی موت کے لیے کافی ہے۔

یہ فاجروں کا حال ہے لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی رُوح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صُورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا کہ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہئیت کو بھی دکھاؤ تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہُوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مومن کے لیے اگر مرتے وقت اس صُورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔

قصّہ ایک بادشاہ کا

ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر کا اور حال دیکھنے کا ہوا۔ اُس کے لیے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا، وہ پسند نہ آیا دُوسرا منگایا گیا۔ غرض بار بار کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی۔ ایک عُمدہ گھوڑا لایا گیا۔ پسند نہ آیا اُس کو واپس کر کے دُوسرا تیسرا منگایا جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے۔ ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے سوار ہوا۔ شیطان مردود نے اس وقت اور بھی نخوت ناک میں پھُونک دی، نہایت تکبّر سے سوار ہُوا۔ حشم وخدم فوج پیادہ ساتھ چلے مگر بڑائی اور تکبّر سے بادشاہ اُن کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پُرانے کپڑوں میں ملا اُس نے سلام کیا۔ بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا۔ اس خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑلی۔ بادشاہ نے اُس کو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ اتنی بڑی جراٗت کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھّا صبر کر۔ جب میں سواری سے اُتروں گا اس وقت کہہ لینا۔ اُس نے کہا نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی۔ بادشاہ نے کہا کہہ۔ اُس نے کہا بہت راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اُس کے قریب کر دیا۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہُوں تیری جان لینا ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی، پھر کہنے لگا کہ اچھا

مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں گھر جا کر کچھ اپنے سامان کا نظم کر دوں، گھر والوں سے مل لوں، فرشتہ نے کہا کہ بالکل مہلت نہیں ہے اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا یہ کہہ کر اُس کی رُوح قبض کر لی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مسلمان کے پاس گیا کہ وہ (نیک بندہ) بھی کہیں سفر میں جا رہا تھا۔ اس کو جا کر سلام کیا۔ اُس نے وعلیکم السلام کہا۔ اُس نے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اُس نے کہا کہو۔ اُس نے کان میں کہا کہ میں ملک الموت ہوں۔ اُس نے کہا بہت اچھا کیا آئے، بڑا مبارک ہے ایسے شخص کا آنا جس کا فراق بہت طویل ہو گیا تھا۔ مجھ سے تو جتنے آدمی دُور ہیں ان میں کسی سے بھی ملاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تمہاری ملاقات کا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ تم جس کام کے لیے گھر سے نکلے ہو اس کو جلدی پورا کر لو۔ اُس نے کہا مجھے حق تعالیٰ شانہٗ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے۔ فرشتے نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا اپنے لیے پسند کرتے ہو میں اُسی حالت میں جان قبض کروں گا۔ اُس شخص نے کہا کہ تمہیں اس کا اختیار ہے۔ فرشتہ نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے (کہ تمہاری خوشی کا اتباع کروں) اُس شخص نے کہا کہ اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری رُوح قبض کر لینا۔ چنانچہ اُس نے نماز شروع کی اور سجدہ میں اُس کی رُوح قبض کی گئی۔

قصہ ایک مالدار کا

ایک شخص نے بہت سامان جمع کیا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگالی ہو اور ایک بہت بڑا عالی شان محل تیار کیا جس کے دو دروازے تھے۔ اُن پر غلام محافظ مقرر کیے اور مکان کی تیاری کی، بہت بڑی دعوت کی جس میں اپنے سب عزیز و احباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالیشان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دُوسری ٹانگ اُس پر رکھے بیٹھا تھا۔ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑے گا۔ یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے گردن میں (فقیروں جیسا) جھولا پڑا ہوا دروازہ پر آیا اور اس زور سے کواڑوں کو پیٹنا شروع کیا کہ اُس کے تخت تک آواز پہنچی۔ غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے۔ اُس سے جا کر پُوچھا کیا بات ہے۔

اُس فقیر نے کہا کہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیج دو۔ غلاموں نے کہا کہ ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اُس نے کہا ضرور آئیں گے، اُس سے جا کر کہہ دو۔ وہ آقا کے پاس گئے اور اُس سے قصہ سنایا۔ اس نے کہا تم نے اُس کو مزہ نہ چکھایا۔ اتنے میں اُس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑوں کو پیٹا جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اُس فقیر نے کہا کہ اُس اپنے آقا سے کہہ دو کہ میں ملک الموت ہوں۔ یہ سُن کر ان کے ہوش اُڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا۔ اُس پر بھی مٹی چھٹ گئی اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اس سے یہ کہہ دو کہ میرے فدیہ میں کسی دُوسرے کو قبول کرلے۔ اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اُس سے کہا کہ تجھے جو کچھ کرنا ہے کرلے میں تیری رُوح قبض کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ اُس نے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو کہ تُو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کو یاد کرلیتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی۔ اُس نے کہا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے۔ میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جب کہ نیک لوگ ان کے دروازوں سے ہٹا دیے جاتے تھے۔ میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں کی لذتیں حاصل کرتا تھا۔ میری ہی وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا، تُو مجھے بُرائی کے موقعوں میں خرچ کرتا تھا اور میں انکار نہیں کر سکتا تھا اگر تو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ اُس کے بعد ملک الموت نے ایک دم اُس کی رُوح قبض کرلی۔

قصہ ایک ظالم کا

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی رُوح قبض کر کے لے گئے کہ دُنیا میں اُس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جا رہے تھے فرشتوں نے اُن سے پُوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا۔ اُنہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی۔ جب ہی اُس کے بچہ پیدا ہُوا تھا مجھے حکم ہُوا کہ اس عورت کی جان قبض کروں۔ مجھے اُس عورت کی اور اُس کے بچہ کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچہ کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ ظالم

جس کی رُوح تم لے جا رہے ہو وہی بچّہ ہے۔ مَلک الموت حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے مولیٰ تُو پاک ہے، بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد موت کے بارے میں

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اُس کے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت اُس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روزی نہیں کھالی (یہ اپنی روزی ختم کر چکا تھا) میں نے اس کی عُمر کم نہیں کر دی۔ مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے۔ اتنے سب ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر گھر والے اس وقت اُس فرشتہ کو دیکھیں اور اس کی باتیں سُن لیں تو مُردہ کو بھول جائیں اور اپنے فکر میں پڑ جائیں۔

قصّہ بنی اسرائیل کے ایک ظالم کا

یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہُوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصّہ میں اس کی طرف لپکا۔ اُس سے پُوچھا کہ تُو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی۔ اُس نے کہا کہ مجھے اُس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہُوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لیے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں، نہ کسی مغرور متکبّر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ اُس کی یہ گفتگو سُن کر وہ ظالم خوفزدہ ہو گیا، بدن میں کپکپی آگئی اور اوندھے مُنہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا، پھر تو آپ مَلک الموت ہیں۔ اُس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ صاحبِ مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مُہلت دے دیں کہ میں وصیّت نامہ لکھ دوں۔ فرشتہ نے کہا کہ اب اس کا وقت دُور چلا گیا۔ افسوس کہ تیری مدّت ختم ہو چکی ہے سانس پُورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اب تیرے لیے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں۔ صاحبِ مکان نے پُوچھا کہ آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ فرشتہ نے کہا تیرے اعمال

جو آگے گئے ہوئے ہیں ان کے پاس ہی لے جاؤں گا (جیسے عمل کیے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا) اور جس قسم کا گھر تُو نے اُس جہان میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا اس نے کہا کہ مَیں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کیے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لیے اب تک بنا رکھا ہے۔ فرشتہ نے کہا پھر تو لظی نزاعۃ للشوی کی طرف لے جاؤں گا یہ سورۂ معارج ع ۱ کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی اور اُس شخص کو جس نے (دُنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بُلا لے گی۔ (اپنی طرف کھینچ لے گی) اُس کے بعد اُس فرشتہ نے اُس کی جان نکال لی۔ گھر میں کہرام مچ گیا کوئی رو رہا تھا کوئی چلّا رہا تھا۔ یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مُردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اُس پر گزر رہی ہے۔

قصے اللہ والوں کی موت کے بارے میں

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دِل کی رگ کو چھُوتے ہیں اُس وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہو جاتا ہے، زبان بند ہو جاتی ہے اور دُنیا کی سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس وقت سانس حلق میں ہوتا ہے اس وقت شیطان اُس کے گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جُستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اس کو خود ہی کلمۂ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اُس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے اُس وقت اُس کے ہم مجلسوں کی صُورتیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اگر اُس کا بیٹھنا اُٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا

ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔ حضرت یزید بن شجرہ صحابیؓ سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

ربیع بن برۃؒ ایک عبادت گزار آدمی بصرہ میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا۔ لوگ اس کو لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اُس کی زبان سے نکل رہا تھا کہ (شراب کا گلاس)، تو بھی پی مجھے بھی پلا، تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اسی طرح اہواز میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا۔ لوگ اس کو لاالٰہ الا اللہ کہتے تھے اور وہ کہہ رہا تھا دس دس روپیہ گیارہ گیارہ بار بار۔

اس کے بالمقابل جن لوگوں نے مرنے کی تیاریاں کر رکھی تھیں، وہ دُنیا میں موت کو یاد رکھتے تھے۔ اُس کے لیے کچھ کارنامے کر رکھے تھے۔ اُن کے لیے موت ایسی ہی تھی جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے مومن کا تحفہ بتایا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا۔ اُن کی بیوی کہہ رہی تھیں واحُزناہ ہائے افسوس تم جا رہے ہو اور وہ کہہ رہے تھے واطرباہ غدًا نلقی الاحبۃ محمدًا وحزبہ کیسے مزے کی بات ہے، کیسے لُطف کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملیں گے، ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حضرت معاذؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا، تو فرمایا۔ اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں دنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے محبت تھی نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لُطف اٹھاؤں اور (دین کے لیے) مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمانؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔ کسی نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے تم جا کر حضورؐ سے ملو گے۔ حضورؐ کا وصال اس حال میں ہُوا کہ تم سے راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ مَیں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دُنیا کے چھُوٹنے سے بلکہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضورؐ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دُنیا سے انتفاع ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ۔ مَیں اس عہد کو پُورا نہ کر سکا۔ لیکن جب وصال پر اُن کے گھر کا سامان دیکھا

گیا تو وہ دس درم سے کچھ زائد تھا اور ایک درم ۳.۵۰ کا ہوتا ہے۔ یہ تھی وہ کُل کائنات جس کی زیادتی پر رو رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا مُشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو۔ میرے پاس ایسی جماعت آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ کی جب وفات کا وقت ہُوا تو وہ ہنسے اور فرمایا۔ لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ اسی جیسی چیزوں کے واسطے لوگوں کو کام کرنا چاہیے (وہاں کی کچھ لذتیں، فرحتیں سامنے آئی ہوں گی) نیز جب ان کی وفات کا وقت تھا تو انہوں نے اپنے غلام سے جن کا نام نصر تھا فرمایا کہ میرا سَر زمین پر رکھ دو۔ وہ رونے لگے۔ انہوں نے پُوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے۔ نصر نے کہا آپ ایسی راحتوں میں زندگی گزارتے تھے۔ اب اس طرح فقیروں کی طرح زمین پر سَر رکھ کر مَر رہے ہیں۔ فرمانے لگے چُپ رہ، مَیں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی تھی کہ میری زندگی مال داروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں کی۔

عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا، تو مجھ سے چھُوٹ ہی گیا (میرے بس میں نہ آیا)، وہ فرمانے لگے مجھے تجھ سے اب تک بھی اطمینان نہیں ہے۔ جریریؒ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت جُنیدؒ کے پاس اُن کے انتقال کے وقت موجود تھا۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ وقت (ضعف کا ہے) یہ تلاوت کا کیا وقت ہے۔ فرمانے لگے کہ اس سے زیادہ اچھا وقت تلاوت کا کونسا ہوگا۔ میرا اعمال نامہ اس وقت بند ہو رہا ہے۔ حضرت جُنیدؒ سے کسی نے پُوچھا کہ حضرت ابوسعید خرازؒ انتقال کے وقت بہت ہی مزے پر آرہے تھے کیا بات تھی؟ فرمانے لگے کہ اگر اُس وقت اُن کی رُوح اشتیاق میں اُڑ جاتی تب بھی بعید نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پُوچھا کہ کچھ فرمانا ہے، کوئی خواہش ہو تو بتا دیں۔ فرمایا صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ مَیں حضرت ممشاد دینوریؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی مر جائے۔ اُنہوں نے ایک جگہ اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا۔ وہ اُس کے قریب گیا۔ وضو کی اور نماز پڑھی اس کے بعد پاؤں

پھیلا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

ابو علیؒ رودباری کی ہمشیرہ فاطمہؒ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو اُن کا سر میری گود میں تھا۔ اُنھوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ آسمان کے دروازے کُھل گئے اور جنّت مزیّن کردی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابو علی اگرچہ تم اتنے اُونچے درجہ کی خواہش نہیں کر رہے تھے مگر ہم نے تمہیں اُونچے درجہ پر پہنچا دیا۔ پھر انھوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے حق کی قسم مَیں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف (محبّت کی نگاہ سے) آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ مَیں دیکھ رہا ہُوں کہ تُو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بے چین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیا کی وجہ سے سُرخ ہو گئے۔

قصّہ ایک بُت پرست کا

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا۔ ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بُت کو پُوج رہا ہے۔ ہم نے اُس سے پُوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے۔ اُس نے اُس بُت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پُوجنے کے لائق نہیں ہے اُس نے کہا تُم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اُس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اُوپر ہے۔ اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اُس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے۔ کہنے لگا تمہیں اُس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا اُس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا۔ اُس رسُولؐ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔ اُس نے کہا وہ رسولؐ کہاں ہیں؟ ہم نے کہا کہ اُس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پُورا کر دیا تو اُس مالک نے اُس کو اپنے پاس بُلا لیا تاکہ اُس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پُورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔ اُس نے کہا کہ اُس رسولؐ نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اُس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اُس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ ہم نے قرآن پاک لا کر اُس کے سامنے رکھا۔ اُس نے کہا

میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔ ہم نے ایک سورت سنائی۔ وہ سُنتے ہُوئے روتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سُورت پُوری ہو گئی۔ اُس نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اُس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ مُسلمان ہو گیا۔ ہم نے اس کو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہُوئی عشا کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اُس نے پُوچھا کہ تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے۔ ہم نے کہا وہ پاک ذات حَیّ قیوم ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اُونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تُم سو جاؤ۔ ہمیں اس کی بات سے بڑی حیرت ہُوئی۔ جب ہم اُس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں۔ ہم نے اپنے ساتھ لے لیا۔ جب ہم شہر عبادآن میں پہنچے تو مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شخص نومُسلم ہے اس کے لیے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیے ہم نے کچھ درم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے۔ اُس نے پُوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کچھ درم ہیں۔ ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لاالٰہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ مَیں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بُت کی پرستش کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اُس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا۔ حالانکہ مَیں اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ پس وہ اس وقت مجھے کیوں کر ضائع کر دے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا بھی ہُوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں) تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اُس کا آخری وقت ہے، مَوت کے قریب ہے۔ ہم اُس کے پاس گئے اُس سے پُوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اُس پاک ذات نے پُوری کر دیں جس نے تُم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعتہً نیند کا غلبہ ہُوا میں وہیں سو گیا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے۔ اُس میں ایک نہایت نفیس قُبہ بنا ہوا ہے۔ اُس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اُس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اُس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہو گی، یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اُس کو جلدی بھیج دو۔ اسکے اشتیاق میں میری بیقراری حد سے بڑھ گئی۔ میری جو آنکھ کھلی تو

اُس نومُسلم کی رُوح پرواز کر چکی تھی۔ ہم نے اُس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا جب رات ہوئی تو مَیں نے وہی باغ اور قبّہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ الآیہ (رعد ع ۳) جس کا ترجمہ یہ ہے: اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے) اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بُت پرستی کی اور اُس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اُس کو آخرت کی دَولت سے مالامال کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ مالک الملک جس کو تُو دینا چاہے اُس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو تُو نہ چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

قصّہ ایک باندی کا

حضرت مالک بن دینارؒ ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال حشم و خدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالکؒ نے اُس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ وہ باندی اس فقرہ کو سُن کر (حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا، پھر کہو اُنہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اُس نے کہا اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے۔ فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہوں۔ وہ باندی یہ سُن کر ہنس پڑی اور اپنے خدّام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا)، خدّام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا۔ وہ جب گھر واپس پہنچی تو اُس نے اپنے آقا سے یہ قصّہ سنایا۔ وہ بھی سُن کر بہت ہنسا اور اُن کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب یہ سامنے پیش کیے گئے تو اُس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی اُن کی چھاگئی۔ وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس نے کہا آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس

کی قیمت کھجور کی دو بھیگی ہوئی گٹھلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟ فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بو آنے لگے۔ اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑاہند آنے لگے۔ اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں، جوئیں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہو جائے گی تو بوڑھی بن جائے گی (منہ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، رال، ناک کے چوہے وغیرہ) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں۔ غم رنج مصیبتیں اس کو پیش آتی رہتی ہیں۔ خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے الفت جتاتی ہے۔ (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے، ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بیوفا کوئی قول قرار پورا نہ کرے۔ اس کی ساری محبت جھوٹی ہے کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے۔ مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے۔ اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اس کا آب دہن ڈال دیا جائے، تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے، اگر اس کی کلائی آفتاب کے سامنے کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے گہن ہو جائے۔ اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے، چمک جائے۔ اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آجائے تو سارا جہاں معطر ہو جائے، چمک جائے، اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے، تسنیم جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے، کا پانی پیتی ہے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبت کو نہیں بدلتی دھرجائی نہیں ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں

ہے۔ سب نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز کے خریدنے کے لیے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہ، کے لیے کم از کم دو ۲ رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لو اور اللہ جل شانہ، کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اس کو ہٹا دو، دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کر دو اور اپنا فکر و غم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو۔ ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم دنیا میں عزّت کی زندگی گزارو گے، آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے اور جنّت جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہ، رب العزّت کے پڑوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا کہ تو نے شیخ کی باتیں سن لیں۔ یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔ شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے۔ آقا نے کہا کہ اچھا تو تو اب آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اس کو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباس فاخرہ اتار کر صدقہ کر دیا۔ اس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لیے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور اپنا سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہولی اور مالک بن دینارؒ ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش و عشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ غفر اللہ لنا ولہم۔

قصّہ ایک نوجوان کا

جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت مالک بن دینارؒ کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔

ایک عالیشان محل پر گزر ہُوا جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہُوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا، وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینارؒ اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے۔ اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے۔ میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ سے اس نوجوان کے لیے دُعا کروں کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنا لے۔ کیسا اچھا ہو اگر یہ جنّت کے نوجوانوں میں بن جائے۔ جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہم دونوں اُس نوجوان کے پاس گئے۔ اُس کو سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دیا۔ (وہ مالک سے واقف تھا)، مگر مالک کو پہچانا نہیں۔ تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ مالکؒ نے فرمایا تم نے اپنے اس مکان پر کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اُس نے کہا ایک لاکھ درم۔ مالکؒ نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درم مجھے دے دو، تو میں تمہارے لیے جنّت میں ایک مکان کا ذمّہ لیتا ہُوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہو گا اور اس میں حشم و خدم بہت سے ہوں گے۔ اس میں خیمے اور قبّے سُرخ یاقوت کے ہونگے جن پر موتی جڑے ہُوئے ہوں گے۔ اس کی مٹّی زعفران کی ہو گی، اس کا گارا مشک سے بنا ہو گا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی وہ کبھی نہ پُرانا ہو گا نہ ٹوٹے گا۔ اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کے اَمرِ کُن سے تیّار ہو جائے گا۔ اُس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کے لیے آج رات کی مُہلت دیجیے۔ کل صبح آپ تشریف لا دیں تو میں اس کے متعلّق اپنی رائے عرض کروں گا۔ حضرت مالکؒ واپس چلے آئے اور رات بھر اُس نوجوان کے فکر اور سوچ میں رہے۔ آخر شب میں اُس کے لیے بہت عاجزی سے دُعا کی۔ جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔ وہ نوجوان دروازہ سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالکؒ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا تمہاری کل کی بات میں کیا رائے

ؒ روض

رہی۔ اُس نوجوان نے کہا کہ آپ اُس چیز کو پُورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا ضرور۔ اُس نے دراہم کے توڑے سامنے لاکر رکھ دیے اور دوات قلم لاکر رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے ایک پرچہ لکھا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جس کی صفت اُوپر بیان کی گئی (جو جو صفات اُس مکان کی اُوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا) ملے گا بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے قریب ہوگا۔ یہ پرچہ لکھ کر اُس کے حوالہ کر دیا اور ایک لاکھ درم اُس سے لے کر چلے آئے۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالکؒ کے پاس اُس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔ اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالکؒ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالکؒ نے اُس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کی پُشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مالک بن دینارؒ کے ذمہ کی براءت ہے۔ جس مکان کا تُم نے اس جوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اُس کو پُورا پُورا دے دیا اور اُس سے ستّر گنا زیادہ دے دیا۔ حضرت مالکؒ اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر سے ہوئے۔ اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا (جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا) اور رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے پُوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا کل گزشتہ انتقال ہوگیا۔ ہم نے پُوچھا کہ اس کا غسل میّت کس نے دیا تھا۔ اُس کو بُلایا گیا، ہم نے اُس سے اُس کے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پُوچھی۔ اُس نے کہا کہ اُس نوجوان نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تُو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اُس میں رکھ دینا۔ مَیں نے اُس کو نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اُس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ وہی پرچہ ہے قسم ہے اُس ذات کی جس نے اُس کو موت دی یہ پرچہ مَیں نے خود اُس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک دُوسرا نوجوان

اُٹھا اور کہنے لگا کہ مالکؒ آپ مجھ سے دو لاکھ درم لے لیجیے) اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجیے۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ وہ بات دُور چلی گئی۔ اب نہیں ہو سکتا اللہ جل شانہ، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالکؒ اس نوجوان کا ذکر فرماتے، تو رونے لگتے اور اُس کے لیے دُعا کرتے تھے۔

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی حق تعالیٰ شانہ، اس کو اسی طرح پُورا فرماتے ہیں جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا کہ بہت سے بکھرے ہُوئے بالوں والے غبار آلودہ لوگ جن کو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹا دیں اور ان کی پروا بھی نہ کریں، ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہ، پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ان کی بات کو پُورا کرے۔

قِصّہ مُوسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی کا

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنو اُمیّہ کے لوگوں میں مُوسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا۔ دل کی خواہشات پُوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو ولعب میں، خواہشات اور لذّات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا، لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اُس کو کوئی غم تھا نہ فکر۔ خود بھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ، کی ہر نوع کی دنیوی نعمت اس پر پُوری تھی۔ اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی جو ساری کی ساری اسی لہب ولعب میں خرچ ہوتی تھی۔ ایک اُونچا بالاخانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کھُلی ہُوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا اور کئی کھڑکیاں دُوسری جانب باغ کی طرف کھُلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اُس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اُس پر جھول تھا۔ اُس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اُس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا۔ اُس قبہ میں اُس کے یار احباب جمع رہتے۔ خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں۔ جب گانا سُننے

کو دل چاہتا، وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جاتیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا، گانا بند ہو جاتا۔ رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب (شراب کے نشہ سے) اُس کی عقل جاتی رہتی یاران مجلس اُٹھ کر چلے جاتے وہ جونسی لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اُس کے ساتھ خلوت کرتا۔ صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا۔ اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات، کسی کی موت، کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا۔ اُس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں، ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اُس زمانہ میں کہیں ملتیں، وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں۔ عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کیے جاتے۔ اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گزرے۔ ایک رات کو وہ حسبِ معمول اپنے قبہ میں تھا۔ دفعتہً اُس کے کان میں ایک ایسی سُریلی آواز پڑی جو اُس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جُدا تھی، لیکن بڑی دلکش تھی۔ اُس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اُس کو بے چین سا کر دیا۔ اپنے گانے والیوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اُس آواز کو سننے لگا۔ وہ آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی۔ اُس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آرہی ہے اُس کو پکڑ کے لاؤ۔ شراب کا دور چل رہا تھا خدام جلدی سے اس آواز کی طرف دوڑے۔ مسجد میں پہنچے جہاں ایک جوان نہایت ضعیف بدن، زرد رنگ، گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اُس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے۔ مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغول تلاوت ہے۔ یہ لوگ اُس کو پکڑ کر لے گئے نہ اُس سے کچھ کہا نہ بتایا۔ ایک دم اُس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالاخانہ پر لے جا کر اُس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے، وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سُنی تھی۔ اُس نے پوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو۔ وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اُس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ اُس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں :

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۙ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ (سورۂ تطفیف)

جن کا ترجمہ یہ ہے بیشک نیک لوگ (جنّت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ مسہریوں پر بیٹھے ہُوئے (جنّت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو اُن کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی، سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لیے خالص شراب سر بمہر جس پر مُشک کی مُہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہیے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے ان اعمال میں حرص کرنا چاہیے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اُس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اُس سے اُس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنّت کا، ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا جائے گا) اُس کے بعد اُس فقیر نے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہُوئے تیرے اس محل کو، تیرے اس بالاخانہ کو، تیرے ان فرشوں کو اُن سے کیا مناسبت، وہ بڑی اُونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہُوئے ہیں ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (الواقعہ: ع ۱) ان کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے (الرحمٰن: ع ۳) وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب و غریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہُوئے ہیں (الرحمٰن: ع ۳) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (الرحمٰن: ع ۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے)۔ (الرحمٰن: ع ۳) وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ اُن کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دُنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں)۔ (الواقعہ: ع ۱) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنّت میں ہوں گے (الحاقہ: ع ۱) ایسی عالی مقام

جنّت میں ہوں گے جہاں کوئی لغو بات نہ سُنیں گے۔ اس میں بہتے ہُوئے چشمے ہوں گے اور اُس میں اُونچے اُونچے تخت بچھے ہُوئے ہوں گے اور آبخورے رکھے ہُوئے ہونگے اور برابر گدّے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہُوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیں بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔ (غاشیہ) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے (والمرسلات: ع ۲) اُس کے جنّت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اُس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد: ع ۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے)، بلاشبہ مُجرم لوگ جہنّم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اُس میں مایوس پڑے رہیں گے (زخرف: ع ۶) بیشک مُجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہُوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اُس دن معلوم ہوگی)، جس دن مُنہ کے بَل گھسیٹ کر جہنّم میں پھینک دیے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ (دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو (قمر: ع ۳) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہُوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے (واقعہ: ع ۱) مُجرم آدمی اس بات کی تمنّا کرے گا کہ اُس دن کے عذاب سے چھُوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کُنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام رُوئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دے دے پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اُتار دے گی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بُلاوے گی جس نے (دُنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رُخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اُس کو اُٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج ع ۱) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے (اس کلام میں اس فقیر نے جنّت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا جن کی سُورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا۔ پُوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جاسکتی ہیں)۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اُٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خُوب چلّا کر رویا اور اپنے سب اہلِ مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لے کر صحن میں گیا اور ایک بوریے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اس کو نصیحت کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اُس نے اپنے سب گناہوں سے اوّل فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا۔ پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنا سارا ساز و سامان، مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہلِ حقوق کو واپس کیں۔ غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کیے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جَو کی روٹی اختیار کی۔ تمام رات نماز پڑھتا، دن کو روزہ رکھتا حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اُس کے پاس زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اُس نے شروع کر دیا کہ لوگ اُس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اُس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نہایت کریم ہیں، وہ تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ مگر وہ کہتا کہ دوستو میرا حال مجھی کو معلوم ہے۔ مَیں نے اپنے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں۔ بڑے سخت گناہ کیے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خُوب روتا۔ اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا۔ ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا، ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا۔ اسی حالت میں مکّہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا۔ وہیں انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ مکّہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر خُوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں مَیں نے تیرا خیال بھی نہ کیا۔ مَیں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا۔ میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔ ہلاکت ہے میرے لیے اُس دن جس دن تجھ سے مُلاقات ہو گی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔ یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اُس دن جس دن میرے اعمالنامے کھولے جائیں گے۔ آہ وہ میری رُسوائیوں سے بھرے ہُوئے ہوں گے۔ وہ میرے گناہوں سے پُر ہوں گے بلکہ

تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اُتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تُو نے مجھ پر کیے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تُو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں تیرے سوا کون ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنّت کا سوال کروں البتّہ محض تیرے کرم سے تیری عطا سے تیرے فضل سے اس کی تمنّا کرتا ہوں کہ تُو مجھ پر رحم فرما دے اور میرے گُناہ معاف کردے۔ فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ۔

قصّہ اللہ کے عاشق لڑکے کا

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ پیدل چل رہا ہے نہ تو اُس کے پاس سواری نہ توشہ نہ پانی۔ مَیں نے اس کو سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دیا۔ مَیں نے کہا جوان کہاں سے آرہے ہو۔ کہنے لگا اسی کے پاس سے۔ مَیں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ کہا اسی کے پاس۔ مَیں نے کہا توشہ کہاں ہے؟ کہا اسی کے ذمّہ ہے۔ مَیں نے کہا یہ راستہ بغیر توشہ اور پانی کے طے نہیں ہوگا۔ آخر تیرے ساتھ کچھ ہے بھی؟ کٓھٰیٰعٓصٓ اُس نے کہا مَیں نے سفر کے شروع کے وقت پانچ حرف توشہ کے لیے پکڑ لیے تھے۔ مَیں نے پُوچھا وہ پانچ حروف کون سے ہیں۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد کٓھٰیٰعٓصٓ۔ مَیں نے پُوچھا اس کے کیا معنے ہُوئے؟ کہنے لگا کہ کاف کے معنے کافی کفایت کرنے والا۔ ھ کے معنے ہادی ہدایت کرنے والا۔ یا، کے معنے موذی ٹھکانا دینے والا۔ عین کے معنے عالِم ہر بات کا جاننے والا۔ ص کے معنے صادق اپنے وعدہ کا سچّا۔ پس جس شخص کا ساتھی کفایت کرنے والا۔ ہدایت کرنے والا۔ جگہ دینے والا، باخبر اور سچّا ہو وہ برباد ہوسکتا ہے یا اس کو کسی بات کا خوف ہوسکتا ہے کیا وہ شخص بھی اس کا محتاج ہے کہ توشہ اور پانی لادے لادے پھرے۔ حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اُس کی گفتگو سُن کر اپنا کُرتہ اس کو دینا چاہا۔ اُس نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا بڑے میاں دُنیا کے کُرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے۔ دُنیا کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہے اور اُس کی حرام چیزوں کا عذاب بھگتنا ہے جب

رات کا اندھیرا ہُوا تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور یہ کہا اے وہ پاک ذات جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مجھے وہ چیز عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہوتی ہے یعنی اطاعت اور وہ چیز معاف فرما دے جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں یعنی گناہ۔ اس کے بعد جب لوگوں نے احرام باندھا اور لبیک کہا تو وہ چُپ تھا۔ مَیں نے کہا تم لبیک نہیں پڑھتے۔ کہنے لگا مجھے یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب ملے لا لبیک ولا سعدیک" نہ تیری لبیک معتبر نہ سعدیک معتبر" نہ میں تیرا کلام سُنتا ہُوں نہ تیری طرف التفات کرتا ہُوں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اس کے بعد مَیں نے سارے راستے اس کو نہیں دیکھا۔ آخر میں منیٰ میں وہ نظر پڑا اور اس نے چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ محبوب جس کو میرا خون بہانا اچھا معلوم ہوتا ہے میرا خون حرم میں بھی اس کے لیے حلال ہے اور حرم سے باہر بھی۔ خُدا کی قسم اگر میری رُوح کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ کس پاک ذات کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے تو قدم کے بجائے سَر کے بَل کھڑی ہو جائے۔ او ملامت کرنے والے مجھے اس کے عشق میں ملامت نہ کر، اگر تجھے وہ نظر آ جائے جو مَیں دیکھتا ہُوں تو کبھی بھی لب کشائی نہ کرے۔ لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اگر وہ اللہ کی پاک ذات کا طواف کرتے تو حرم سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔ عید کے دن لوگوں نے تو بھیڑ بکری کی قربانی کی، لیکن معشوق نے میری جان کی اس دن قربانی کی۔ لوگوں نے حج کیا ہے اور میرا حج اپنی سکون کی چیز کا ہے۔ لوگوں نے قُربانیاں کی ہیں مَیں تو اپنے خُون کی اور اپنی جان کی قربانی کرتا ہُوں۔ اُس کے بعد یہ دُعا کی، اے اللہ لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس کوئی چیز قُربانی کے لیے نہیں ہے سوائے اپنی جان کے۔ مَیں اس کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہُوں۔ تو اُس کو قبول کر لے۔ اس کے بعد ایک چیخ ماری اور مُردہ ہو کر گر گیا۔ اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے، خُدا کا قتیل ہے۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور رات بھر اس کی سوچ میں پریشان اور متفکر رہا۔ اسی میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں اس کو دیکھا مَیں نے پُوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہُوا۔ کہنے لگے کہ جو شہداء بدر کے ساتھ ہُوا۔

قصّہ ایک لڑکے کا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانے میں حج کو چلا۔ لُو بڑی شدّت سے چلتی تھی۔ ایک دن جب کہ میں وسط حجاز میں پہنچ گیا۔ اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی۔ دفعتہً آنکھ جو کھُلی تو مجھے اس جنگل بیابان میں ایک آدمی نظر آیا تو میں جلدی جلدی اس کی طرف چلا تو دیکھا ایک کمسن لڑکا تھا جس کے داڑھی بھی نہ نکلی تھی اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے، بلکہ دوپہر کا سورج۔ اس پر ناز و نعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں۔ مَیں نے اُس کو سلام کیا۔ اُس نے کہا ابراہیم وعلیکم السلام۔ میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہُوئی اور مجھ سے سکوت نہ ہو سکا۔ مَیں نے بڑے تعجّب سے پُوچھا کہ صاحبزادے تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا تو نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ کہنے لگا کہ ابراہیم! جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی میں انجان نہیں بنا اور جب سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا۔ مَیں نے پُوچھا کہ اس سخت گرمی میں اس جنگل میں تجھے کیا مجبوری کھینچ کر لائی۔ کہنے لگا کہ ابراہیم اس کے سوا مَیں نے کبھی کسی سے اُنس پیدا نہیں کیا اور نہ اس کے سوا کبھی کسی کو ساتھی اور رفیق بنایا میں اس کی طرف بالکلیہ منقطع ہو چکا ہوں اور اس کے معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہُوں۔ مَیں نے پُوچھا کہ تیرے کھانے پینے کا ذریعہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ محبوب نے اپنے ذمّہ لے رکھا ہے۔ مَیں نے کہا خُدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو مَیں نے ذکر کیے تیری جان کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اُس نے روتے ہُوئے کہ اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی۔ چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "کون شخص ڈرا سکتا ہے مجھ کو جنگل کی سختی سے حالانکہ میں اس جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں اور اس پر ایمان لا چکا ہوں۔ عشق مجھ کو بے چین کر رہا ہے اور شوق ابھارے لیے جاتا ہے اور اللہ کا چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا۔ اگر مجھے بھوک لگے گی تو اللہ کا ذکر میرا پیٹ بھرے گا اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا اور اگر میں ضعیف ہُوں تو اس کا عشق مجھے خراسان سے حجاز تک (یعنی پورب سے پچھّم تک) لے جا سکتا ہے۔ تو

یرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے اپنی ملامت کو چھوڑ، جو ہونا تھا ہو چکا۔ میں نے پوچھا تجھے خدا کی قسم اپنی صحیح صحیح عمر بتا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ تُو نے بڑی سخت قسم مجھ کو دے دی جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے۔ میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ابراہیم تجھے میری عمر پُوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ مَیں نے بتا تو دی ہے۔ مَیں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا۔ کہنے لگا اللہ کا شکر ہے اُس نے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اُس نے اپنے بہت سے مومن بندوں سے افضل بنایا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اُس کی حسنِ صورت، حسنِ سیرت اور شیریں کلام پر بڑا ہی تعجب ہُوا۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسی کیسی صُورتیں بنائی ہیں۔ اُس نے تھوڑی دیر نیچے کو سر جھکا لیا پھر اُوپر کی طرف منہ اُٹھا کر بہت ترچھی کرڑی نگاہ سے مجھے دیکھا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "اگر میری سزا جہنم ہو تو میرے لیے ہلاکت ہے اس وقت میری یہ رونق اور خوبصورتی کیا بنائے گی۔ اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنا دے گا اور جہنم میں طویل عرصہ تک رونا پڑے گا اور جبّار جلِ جلالہٗ یہ فرمائے گا او بدترین غُلام تو میرے نافرمانوں میں ہے۔ تُو نے دُنیا میں میرا مقابلہ کیا۔ میری حکم عدولی کی۔ کیا تو میرے عہد و پیمان کو جو ازل میں ہوئے تھے، بھول گیا تھا یا میری (قیامت کی) مُلاقات کو بھول گیا تھا (اے ابراہیم) تو اس دن دیکھے گا کہ فرمانبرداروں کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اُوپر سے انوار کے پردے ہٹا دیں گے جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس پاک ذات کی زیارت سے ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہر نعمت اور ہر راحت کو بھول جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان فرمانبرداروں کو ہیبت اور خوشنودی کا لباس پہنائیں گے اور ان کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہو گی۔" یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا اے ابراہیم مہجور وہ ہے جو دوست سے منقطع ہو گیا ہو اور وصال اُس کو حاصل ہے جس نے اللہ کی اطاعت سے وافر حِصّہ لیا ہو لیکن ابراہیم اپنے رفقاءِ سفر سے بچھڑ گئے ہو۔ مَیں نے کہا ہاں میں ایسا ہی رہ گیا۔ تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہُوں کہ تو میرے لیے دُعا کرے کہ میں اپنے ساتھیوں سے جا ملوں۔ میرے اس کہنے پر اُس لڑکے نے آسمان کی طرف

دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے اس وقت مجھے دفعۃً نیند کا جھونکہ سا آیا یا بیہوشی سی ہوئی۔ اس سے جو میں نے افاقہ پایا، تو قافلہ کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا ابراہیم ہوشیار رہو۔ سنبھلے رہو ایسا نہ ہو اونٹ پر سے گر جاؤ اور اس لڑکے کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین کے اندر اتر گیا۔ جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکّہ مکرّمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکا کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے رو رہا ہے اور چند شعر پڑھ رہا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے "میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں، لیکن دل میں جو کچھ ہے اس کو اور راز کی بات کو تو خوب جانتا ہے میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں، کہیں سوار نہیں ہوا۔ اس لیے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتہ عاشق ہوں۔ میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا اور اگر لوگ ملامت کریں کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں۔ اے اللہ اگر میری موت کا وقت آگیا ہو تو شاید میں تیرے وصل سے بہرہ یاب ہو سکوں۔" اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا اور میں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد میں اس کے پاس گیا اور اس کو ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کے انتقال کا بڑا سخت صدمہ ہوا۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اس کے کفن دینے کے لیے کپڑا لیا اور مدد کے لیے ایک دو آدمی ساتھ لیے اور وہاں پہنچا جہاں اس کو مردہ چھوڑ کر آیا تھا تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا۔ وہاں دوسرے حاجیوں سے دریافت کیا مگر کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ کسی نے اس کو دیکھا ہو تو میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ فرما دیا ہے۔ میں وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آگیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے اور سب سے پیش پیش ہے اور اس پر اس قدر نور چمک رہا ہے اور ایسے عمدہ جوڑے ہیں کہ ان کی صفت بیان میں نہیں آسکتی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو وہی لڑکا ہے۔ کہنے لگا کہ میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا کیا تیرا انتقال نہیں ہوا۔ اس نے کہا ہاں ہو گیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو تجھے تجہیز و تکفین کے لیے

بہت تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا۔ کہنے لگا ابراہیم سُن جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا اور میرے عزیز و اقارب سے جُدا کیا، اسی نے مجھے کفن دیا اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیا۔ مَیں نے پُوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا اللہ جل جلالہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ الٰہا تو ہی مقصود ہے اور تیری ہی مجھے آرزو ہے۔ فرمایا کہ بیشک تو میرا سچا بندہ ہے اور جو تو مانگے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرمالے۔ ارشاد ہوا کہ ان سب کے بارے میں تیری سفارش مقبول ہے۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور مَیں نیند سے بیدار ہو گیا۔ مَیں نے اپنے حج کے جو ارکان باقی تھے وہ پُورے کیے، لیکن اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے میرے دل کو قرار نہ تھا۔ مَیں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن راستہ میں سارے قافلہ والے یہ کہتے تھے کہ ابراہیمؒ تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے کہ کیسی خوشبو آ رہی ہے اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں کہ مرنے تک ابراہیمؒ کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی۔

قصّہ ایک نوجوان کا

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لیے جا رہا تھا۔ بہت سے رفیق ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک مرتبہ مجھے تنہائی کا غلبہ ہوا اور یہ دل میں تقاضا ہوا کہ سب کا ساتھ چھوڑ کر اکیلے چلوں۔ مَیں نے اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر سب چل رہے تھے، ایک دُوسرا تنہائی کا راستہ اختیار کر لیا اور مَیں تین دن اور تین رات برابر چلتا رہا۔ نہ تو مجھے اُن میں کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا نہ کوئی اور حاجت پیش آئی۔ تین دن رات چلنے کے بعد میں ایک ایسے جنگل میں پہنچ گیا جو بڑا شاداب سرسبز اور ہر قسم کے پھل اور پھول اس میں لگے ہوئے جو بڑے مہک دار تھے اور اس کے بیچ میں ایک چشمہ ہے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تو جنّت ہے اور مَیں سخت حیرت میں پڑ گیا۔ مَیں اسی فکر و سوچ میں تھا کہ ایک جماعت آتی نظر آئی جن کے چہرے تو آدمیوں جیسے تھے اور ان پر مرقع چادریں اور خوشنما لنگیاں تھیں۔ ان لوگوں نے آکر مجھ کو گھیر

لیا اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کہاں میں کہاں۔ پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ جنات کی قوم ہے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے اور ہم جنات میں سے ہیں جنہوں نے بیعت العقبہ کی رات میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا پاک کلام سُنا تھا۔ حضورؐ کے پڑھنے کی آواز نے ہمیں دُنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا اور یہ جگہ اللہ جل شانہٗ نے ہمارے لیے مزین فرما دی۔ میں نے پُوچھا کہ اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دُور ہے جہاں میں نے اپنے سفر کے ساتھیوں کو چھوڑا ہے میرے اس سوال پر ایک شخص نے اُن میں سے تبسّم کرتے ہُوئے کہا کہ ابو اسحٰق اللہ جل شانہٗ کے بھی عجیب بھید ہیں۔ اس جگہ تمہاری قوم کا کبھی کوئی شخص بجز ایک آدمی کے نہیں آیا۔ ایک جوان تمہاری جنس سے آیا تھا۔ اس کا یہاں انتقال ہو گیا تھا اور یہ دیکھ اُس کی قبر ہے۔ اس کی قبر میں نے دیکھی کہ اس پانی کے تالاب کے کنارہ تھی۔ اُس کے گرد چھوٹا سا باغیچہ تھا جس میں ایسے پھول لگ رہے تھے کہ میں نے اس جیسے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر وہ جن کہنے لگا کہ اس جگہ کے اور اس کے درمیان اتنے اتنے مہینوں کا یا اتنے اتنے برسوں کا راستہ ہے۔ ابراہیمؒ نے کہا کہ اچھا اس جوان کا حال مجھے بتاؤ۔ اُن میں سے ایک نے سُنایا کہ ہم لوگ اس چشمہ کے کنارہ بیٹھے ہُوئے عشق کے بارہ میں بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک جوان آیا اور اُس نے آکر سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا اور ہم نے پُوچھا کہ نوجوان کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا کہ شہر نیشاپور سے آیا ہوں۔ ہم نے پُوچھا کہ اس شہر کو چھوڑے ہُوئے کتنے دن ہُوئے۔ اُس نے کہا سات دن ہُوئے ہیں۔ ہم نے کہا کہ شہر سے کس ارادہ سے چلے تھے۔ اس جوان نے کہا کہ میں نے اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد سُنا ہے۔ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (زمر:۶۔۶) ترجمہ: تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، قبل اس کے کہ تم پر عذاب ہونے لگے۔ پھر اس وقت تمہاری کسی طرف سے بھی کوئی مدد نہ کی جائے۔" ہم نے اس جوان سے پُوچھا کہ انابت کیا ہے اور عذاب کیا ہے؟ اُس نے بیان کرنا شروع کیا اور جب عذاب بیان کرنا شروع کیا تو ایک چیخ ماری اور مر گیا ہم لوگوں نے اُس کو اس قبر میں دفن کر دیا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں مجھے

اس قصہ سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد میں اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا، تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا تھا اور اُس کی قبر پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے ھٰذَا قَبْرُ حَبِیْبِ اللّٰہِ قَتِیْلَ الْغَیْرَۃِ۔ یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے جو غیرت کا قتل کیا ہوا ہے' اور نرگس کے ایک پتہ پر انابہ کی تفسیر لکھی ہوئی تھی۔ مَیں نے اس کو پڑھا۔ ان جنّات نے مجھ سے اس کا مطلب پُوچھا۔ مَیں نے اس کا مطلب بتایا تو وہ بہت خوش ہُوئے اور مزے میں لوٹنے لگے۔ جب اس سے انہیں سکون سا ہوا تو کہنے لگے کہ ہمارا وہ مسئلہ جس پر جھگڑا تھا، حل ہو گیا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی۔ اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی تو میں مسجدِ عائشہؓ کے پاس تھا (جو تنعیم کے پاس مکّہ مکرّمہ کے قریب ہے۔) اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا جو ایک سال تک میرے پاس رہا۔ ایک سال تک اس میں کوئی تغیّر نہ ہوا۔ اس کے چند ایّام بعد وہ خود بخود گم ہو گیا۔

قصّہ ایک عورت کا

ابوالحسن سراجؒ کہتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ حج کو گیا۔ مَیں طواف کر رہا تھا میری نگاہ ایک ایسی حسین عورت پر پڑی جس کے چہرہ کا حُسن چمک رہا تھا۔ مَیں نے کہا واللہ ایسی حسین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ یہ اس کے چہرہ کی ساری رونق اس وجہ سے ہے کہ اس کو کبھی کوئی رنج وغم نہیں پہنچا۔ اس نے میری یہ بات سُن لی۔ کہنے لگی تم نے یہ کیا کہا۔ واللہ میں غموں میں جکڑی ہوئی ہوں اور میرا دل فکروں سے اور آفتوں سے زخمی ہے اور کوئی بھی میرے غموں میں میرا شریک نہیں رہا۔ مَیں نے پُوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ میرے خاوند نے قُربانی کی ایک بکری ذبح کی۔ میرے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے اور ایک بچّہ دُودھ پیتا میری گود میں تھا۔ مَیں گوشت پکانے کے لیے اُٹھی تو ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے دُوسرے سے کہا میں تجھے بتاؤں کہ ابّا نے بکری کس طرح ذبح کی۔ اُس نے کہا بتا، تو اُس نے چھوٹے بھائی کو لٹا کر بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ پھر وہ اُس کو ذبح کر کے ڈر کے مارے بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک بھیڑیے نے اُس کو کھا لیا۔ باپ اُس کی تلاش میں نکلا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے پیاس کی شدّت سے مر گیا۔ مَیں دودھ پیتے بچّے کو بٹھا کر دروازہ تک گئی کہ شاید خاوند کا کچھ پتہ کسی سے ملے

تو وہ بچّہ گھسٹتا ہوا ہانڈی کے پاس پہنچ گیا جو چولہے پر رکھی ہوئی جوش سے پک رہی تھی۔ اس کو جو اُس نے ہلایا وہ پکتی پکتی اُس پر گر گئی جس سے اُس بچّے کا سارے بدن کا گوشت جل کر ہڈیوں سے الگ ہو گیا، میری ایک بڑی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے گھر تھی اس کو جب اس سارے قصّہ کی خبر پہنچی تو وہ خبر سُن کر زمین پر گر گئی۔ اسی میں اس کی بھی موت مقدر تھی وہ بھی مر گئی، مقدر نے ان سب کے درمیان سے مجھے اکیلی کو چھوڑ دیا۔ میں نے کہا ان مصیبتوں پر تجھے کس طرح صبر آیا؟ وہ کہنے لگی کہ جو شخص صبر اور بے صبری میں الگ الگ غور کرے گا وہ ان کے درمیان بہت بون بعید پائے گا۔ صبر کا انجام محمود ہے اور بے صبری پر کوئی اجر نہیں ملتا۔ پھر اس نے تین شعر پڑھے اور چل دی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے صبر کیا اس لیے کہ صبر بہترین اعتماد کی چیز ہے اور اگر بے صبری سے مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا تو کرتی میں نے ایسی مصیبتوں پر صبر کیا اگر وہ مصیبتیں سخت پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے میں نے اپنے آنسوؤں پر قدرت پائی پس اُن کو نکلنے سے روک دیا۔ اب وہ آنسو اندر ہی اندر میرے دل پر گر رہے ہیں۔

قصّہ راشد بن سلیمان کا

حضرت ضحاک بن مزاحمؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے نکلا۔ چاندنی رات تھی مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشا رو رہا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی ولی ہے۔ میں اُس کے قریب گیا تاکہ اس کی بات سنوں، تو وہ یہ کہہ رہا تھا؎

ترجمہ: اے عزّت والے تیرے ہی اُوپر مجھ کو بھروسہ ہے۔ خوش حال ہے وہ جس کا تو مقصود ہے، خوشحال ہے وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گزار دے اور عزّت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علّت اور کوئی مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے مولیٰ سے عشق رہے۔ جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنے والا ہو، تو اللہ کی طرف سے اُس کی پکار کا جواب ہو اور لبیک ہو۔ بار بار کہہ رہا تھا اور رو رہا تھا اُس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھا کر رونا آ گیا۔ پھر اُس نے ایسی کلام کی جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا اور اُس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سنا جن کا

ترجمہ یہ ہے۔ میرے بندے میں موجود ہوں، تو میری حفاظت میں ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہم اُس کو سُن رہے ہیں۔ تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیے۔ حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کو سلام کیا۔ اُس نے جواب دیا۔ مَیں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ کہنے لگے: "مَیں راشد بن سلیمان ہُوں۔" مَیں نے نام سے ان کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سُنتا رہتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا، مگر اس پر قادر نہ ہو سکا تھا۔ آج اللہ جل شانہٗ نے ایسا سہل کر دیا۔ مَیں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ بہت دُشوار ہے۔ بھلا جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذّت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب اُنس رکھ سکتا ہے۔ کہنے لگے واللہ اگر ہمارے زمانہ کے آدمیوں پر پہلے مشائخ میں سے کسی کا گزر ہو تو وہ کہہ دے گا کہ یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر راشدؒ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اُتر گئے۔ مجھے اُن کی جُدائی سے رنج ہوا اور مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ مرنے سے پہلے پہلے اُن سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے۔ اتفاق سے مَیں ایک مرتبہ حج کو گیا تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ تلے ان کو بیٹھے دیکھا اور ایک مجمع اُن کے پاس تھا جو سورۂ انعام اُن کو سنا رہا تھا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا کہ یہ علماء کی مہربانی ہے اور وہ اولیا کی تو کنع تھی پھر اُٹھے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ مرنے سے پہلے مجھ سے ملاقات ہو جائے۔ مَیں نے عرض کیا۔ جی ہاں دُعا کی تھی فرمایا الحمد للہ علیٰ ذالک مَیں نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اور سُنا تھا وہ مجھے بتا دیجیے۔ انہوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری جس سے میں یہ سمجھا کہ اُن کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر گر گئے اور جو مجمع اُن کے پاس تھا اور پڑھ رہا تھا وہ چلا گیا۔ جب اُن کو ہوش آیا تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اُس کے اسرار کے کھولنے میں ہوتی ہے۔ مَیں نے پُوچھا اچّھا یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس پڑھ رہے تھے۔ فرمایا یہ جنّات کی جماعت تھی۔ قدیم تعلقات کی بنا پر میں ان

کا احترام کرتا ہوں۔ یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں پھر انہوں نے مجھ کو رخصت کیا اور فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں تم کو ملا دے جہاں نہ جدائی ہوگی نہ مشقت نہ غم ہوگا نہ کلفت یہ کہہ کر پھر مجھ سے غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے ان کو نہیں دیکھا۔

قصہ ایک لڑکی کا

محمد بن حسین بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کو گیا میں اتفاق سے مکہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا لڑکی کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ بدن بہت لاغر لیکن اس کے چہرہ پر ایک نورانی چمک تھی۔ وہ بوڑھا پکار رہا تھا کہ کوئی اس لڑکی کا خریدار ہے کوئی ہے جو اس کو پسند کرے، کوئی ہے جو بیس[۲] اشرفی سے اس کی قیمت زیادہ دے اس شرط پر کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں۔ میں نے اس شیخ کے قریب جا کر پوچھا کہ اس باندی کی قیمت کا حال تو معلوم ہو گیا، اس میں عیب کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ لڑکی پاگل ہے، ہر وقت غمزدہ رہتی ہے، رات بھر نماز پڑھتی ہے، دن بھر روزہ رکھتی ہے، نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، ہر جگہ بالکل تنہائی پسند کرتی ہے۔ جب میں نے اس کی بات سنی تو وہ لڑکی مجھے پسند آگئی اور میں نے اُس کو خرید لیا اور اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔ میں نے اُس کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے۔ پھر اُس نے سر اُٹھایا اور کہنے لگی کہ میرے چھوٹے آقا آپ کا وطن کہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے کہا عراق ہے۔ کہنے لگی کونسا عراق، بصرہ یا کوفہ۔ میں نے کہا دونوں نہیں۔ کہنے لگی تو کیا آپ بغداد کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی واہ واہ، وہ تو عابدوں کا شہر ہے، زاہدوں کا شہر ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ باندی ایک کوٹھڑی سے دوسری کوٹھڑی میں جانے والی، اس کو عابدوں زاہدوں کی کیا خبر۔ میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ تو اُن میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے۔ کہنے لگی مالک بن دینارؒ کو بشر حافیؒ کو صالح مریؒ کو ابو حاتم سجستانیؒ کو معروف کرخیؒ کو محمد بن حسین بغدادیؒ کو رابعہ عدویہؒ کو شعوانہؒ کو میمونہؒ کو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا۔ کہنے لگی اے جوان میں ان کو کیسے نہ جانوں۔ خدا کی قسم یہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ یہ وہ

لوگ ہیں جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں۔ پھر اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: "یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذکر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ پس اُن کے لیے کوئی فکر ہی کسی اور کا نہیں رہا۔ ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولیٰ اور ان کا سردار ہے کیا ہی بہترین مقصد ہے جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے ہے۔ نہ تو دُنیا ان سے الجھتی ہے اور نہ کھانوں کی عمدگی نہ دُنیا کی لذتیں، نہ اولاد، نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے نہ مال کی روزافزوں زیادتی، نہ تعداد کی کثرت۔" اس کے بعد میں نے کہا اے لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں۔ کہنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ تم سے میری کہیں مُلاقات ہو جائے۔ تمہاری وہ دلکش آواز کیا ہوئی جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور سُننے والوں کی آنکھیں اس سے بھر جایا کرتی تھیں۔ میں نے کہا بحالہٖ موجود ہے۔ کہنے لگی خدا کی قسم مجھے قرآن پاک کچھ سنا دو۔ میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، تو اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا تو کہنے لگی جس کے نام کا یہ اثر ہے اگر میں اس کو پہچان لوں اور جنّت میں اس کو دیکھ لوں گی تو کیا حال ہوگا۔ پھر کہنے لگی اچھا پڑھیے اللہ جل شانہٗ آپ پر رحم کرے۔ میں نے یہ آیت پڑھی: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (جاثیہ: ع ۲) "جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ ان سب کا جینا مرنا ایک سا ہو جائے (جو ایسا گمان کرتے ہیں)، بہت بُری تجویز کر رہے ہیں۔" یہ آیت سُن کر وہ کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے کبھی کسی کی نہ پرستش کی نہ کسی صنم کو بوسہ دیا اور کچھ پڑھیے، اللہ آپ پر رحم کرے۔ میں نے پڑھا۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (کہف: ع ۴) بیشک ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گی اور اگر وہ لوگ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے اُن کی فریادرسی کی جائے گی جو تیل کے تلچھٹ کی طرح (بدہیئت) ہوگا

(اور ایسا سخت گرم)، مونہوں کو بگاڑے گا۔ کیا ہی بُرا پانی ہو گا اور (جہنم)، کیا ہی بُرا ٹھکانا ہو گا۔ وہ کہنے لگی تم نے اپنے دل پر نا اُمیدی لازم کر دی۔ اپنے دل کو اُمید اور خوف کے درمیان معطر کرو۔ کچھ اور پڑھو اللہ جل شانہٗ آپ پر رحم کرے۔ تو میں نے پڑھا وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ ضَاحِکَۃٌ مُّسۡتَبۡشِرَۃٌ (عبس) بہت سے چہرے اس دن خنداں و شاداں ہوں گے اور یہ پڑھا وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ (قیمہ: ع ۱) "بہت سے چہرے اس دن با رونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔" اس پر وہ کہنے لگی ہائے مجھے اس دن اس کی ملاقات کا کتنا اشتیاق ہو گا جس دن وہ اپنے دوستوں کے لیے تجلّی فرمائے گا کچھ اور پڑھیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ مَیں نے یہ آیت پڑھی: یَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ۙ بِاَکۡوَابٍ وَّ اَبَارِیۡقَ ۬ۙ وَ کَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِیۡنٍ ۙ لَّا یُصَدَّعُوۡنَ عَنۡہَا وَ لَا یُنۡزِفُوۡنَ ۙ (واقعہ: ع ۱) چند آیتیں لِاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ؕ تک یعنی سورہ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم تک پڑھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ان (اعلیٰ درجہ والوں) کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ یہ چیزیں لے کر ہمیشہ آتے جاتے رہیں گے۔ آبخورے اور آفتابے اور ایسے گلاس جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے گئے ہوں کہ نہ اس شراب سے ان کو سر کا درد ہو گا (یعنی چکر آئے گا) نہ عقل میں فتور آئے گا اور ایسے میوے لے کر آئیں گے جن کو یہ لوگ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو اور ان کے لیے خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسا کہ (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ سب کچھ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (یہ لوگ جنت میں) نہ بک بک سنیں گے نہ کوئی اور بیہودہ بات۔ بس سلام ہی سلام کی آواز (ہر طرف سے) آئے گی اور (نمبر دو کے حضرات) جو داہنے والے ہیں (یعنی ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملے ہیں) وہ داہنے والے بھی کیسے اچھے آدمی ہیں۔ وہ ان باغوں رہیں گے جہاں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے لگے ہوئے ہوں گے اور بہت لمبا سایہ ہو گا اور بہتا ہوا پانی ہو گا اور بہت کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان

میں کسی قسم کی رو ک ۔ ٹوک ہو گی۔ (جتنا جس کا دل چاہے کھائے) اور اُونچے اُونچے فرش ہوں گے اور اُن کے لیے بھی عورتیں (ہوں گی جن کو) ہم نے خاص طور سے بنایا یعنی ایسا بنایا کہ وہ (ہمیشہ ہمیشہ) کنواریاں ہی رہیں گی (یعنی صحبت کے بعد پھر کنواری بن جائیں گی) اور (ناز و انداز کے لحاظ سے) محبوبہ ہوں گی اور (جنّت والوں کی) ہم عمر ہوں گی اور یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لیے ہیں۔" (ترجمہ ختم ہوا) پھر وہ لڑکی مجھ سے کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تم نے بھی حُوروں سے منگنی کی ہے کچھ ان کے مہروں کے واسطے بھی خرچ کیا ہے۔ مَیں نے پُوچھا کہ مجھے بتا دے ان کا مہر کیا ہوگا مَیں تو فقیر آدمی ہوں۔ کہنے لگی رات کو تہجد پڑھنا، دن کو روزہ رکھنا اور فقراء و مساکین سے محبّت رکھنا۔ اس کے بعد اس باندی نے چھ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: "اے وہ شخص جو حُوروں سے اُن کے پردہ میں منگنی کرتا ہے اور ان کے عالی مرتبہ کے باوجود ان کا طالب ہے۔ کوشش کے ساتھ کھڑا ہو جا سُستی ہرگز نہ کر، نفس سے مجاہدہ کر، اس کو صبر کا عادی بنا، رات کو تہجد پڑھا کر، دن کو روزہ رکھا کر یہ ان کا مہر ہے۔ اگر تیری دونوں آنکھیں ان کو اس حال میں دیکھ لیں جبکہ وہ تیری طرف متوجہ ہو رہی ہوں اور ان کے سینوں پر اناروں کی طرح سے اُن کے پستان اُبھر رہے ہوں اور وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ چل رہی ہوں اور اُن کے سینوں پر چمکتے ہُوئے ہار پڑے ہُوئے ہوں، تو اس وقت تیری نگاہ میں یہ دُنیا کی جتنی زیب و زینت ہے ساری ہی ٹیک بن جائے۔" یہ اشعار پڑھ کر اس کو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میں نے پھر اس کے چہرے پر پانی وغیرہ چھڑکا تو اس کو افاقہ ہوا۔ تو اُس نے کہا: اے اللہ تو مجھے عذاب سے بچائیو۔ بلیک میں اپنے گناہوں کا جو مجھ سے صادر ہُوئے اقرار کرنے والی ہوں۔ تُو نے کتنی کثرت سے میری خطاؤں کی لغزشیں معاف فرمائی ہیں۔ تو بڑے فضل والا ہے بڑے احسان والا ہے۔ لوگ مجھے اچھا گمان کرتے ہیں، لیکن اگر تو میری خطائیں معاف نہ کرے تو میں بدترین ہوں۔ میرے لیے کوئی تدبیر نہیں۔ اس کے سوا کہ تیری بخشش کی اُمید ہے اور تیرے ساتھ مجھے حسنِ ظن ہے۔ (کہ تو ضرور کرم کرے گا۔)

یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہو گئی۔ مَیں جو اُس کے قریب پہنچا تو مر چکی تھی۔

مجھے اس کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا۔ میں اُٹھ کر بازار گیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کا سامان خرید کر لاؤں۔ جب میں بازار سے لوٹا تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہوئی معطّر نعش رکھی ہوئی تھی۔ دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا جو جنّت کا لباس تھا۔ کفن میں دو سطریں نُور سے لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔ دُوسری پر یہ آیۃ ؎ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؀ "خبردار رہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے نہ غمگین ہوتے ہیں"۔ میں اور میرے ساتھی اس کے جنازہ کو اُٹھا کر لے گئے۔ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا اور اُس کی قبر پر سورۂ لیٰسین شریف پڑھ کر اپنے حجرہ میں چلا آیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دِل اس کے فراق سے غمگین تھا۔ واپس آ کر مَیں نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنّت میں پھر رہی ہے نہایت مہکتے ہُوئے زعفران کے باغیچہ میں ہے۔ ریشم کے اور استبرق کے جوڑے پہن رہی ہے۔ اس کے سر پہ ایک موتیوں سے جڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سُرخ یاقوت کے جُوتے ہیں۔ مشک و عنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے اس کا چہرہ شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے۔ مَیں نے کہا اے لڑکی ذرا ٹھہر تو، یہ تو بتا دے کہ یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا۔ کہنے لگی کہ فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مُسلمانوں کے راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کے ہٹا دینے سے پھر اس نے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں راتوں کو جاگتی ہوں اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے اور کسی دن اپنی کوتاہیوں پر نوحہ کر لیا کرے اور اپنی خطاؤں پر رو لیا کرے اور شب کو اکیلا کھڑا ہو۔ اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شماری کرتا ہو اس حال کی حق تعالیٰ شانہٗ کی نگاہ حفاظت کر رہی ہو۔

قصّہ ایک نوجوان عیسائی کا

حضرت شیخ ابراہیم خواصؒ کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے جاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے، نہ کسی کو خبر ہوتی۔ ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیے۔ حامد اسودؒ کہتے ہیں، ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا۔ آپ حسبِ معمول لوٹا لے کر چل دیے۔ میں بھی

پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں تو ہمرکابی کے لیے چل پڑا۔ فرمایا میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی انشاء اللہ وہیں چلوں گا۔ جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے، تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہولیا، اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی۔ میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ مل گیا نماز نہیں پڑھتا۔ شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا میرے ذمہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تو مسلمان نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں میں تو نصرانی ہوں لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گزر کرتا ہوں۔ میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہو گیا۔ میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان میں جہاں معبود کے سوا کوئی بھی نہیں ہے لا ڈالا۔ تاکہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں۔ شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیے اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے۔ وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بطن مرد پر پہنچے۔ وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے اور ان کو دھویا۔ پھر اس لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا عبدالمسیح۔ شیخ نے فرمایا: عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور اللہ جل شانہٗ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ "مشرکین ناپاک ہیں۔ یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ ہوں۔" اور اپنے نفس کا جو تو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا۔ پس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہو جائے۔ اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامدؒ کہتے ہیں کہ ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اوپر گر پڑا۔ شیخ نے پوچھا عبدالمسیح کیا گزری کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے۔ حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا کہ اپنی سرگزشت تو سناؤ کہنے لگے کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں

کا ایک اور قافلہ آیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اُن کے ساتھ ہو لیا۔ جب مکہ مکرّمہ پہنچ کر بیتُ اللّٰہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے۔ مَیں نے غسل کیا، مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ اس کے بعد سے ہم اور وہ ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ صوفیہ ہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔ (روض)

قصّہ حضرت امام حسینؓ کی آل میں سے ایک بچّے کا

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا۔ راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا اُن کے قریب کھڑا رو رہا تھا۔ مجھے یہ خیال ہُوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں ان کی وجہ سے رو رہا ہے۔ مَیں نے اس سے کہا بیٹا تجھے میں اخروٹ بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا۔ اُس نے میری طرف نگاہ اُٹھا کر کہا ارے بیوقوف، کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہُوئے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا پھر کس کام کے واسطے پیدا ہُوئے ہو؟ کہنے لگا کہ علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ مَیں نے کہا اللّٰہ جلِ شانہٗ تیری عمر میں برکت کرے، تُو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی؟ کہنے لگا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا (مومنون: ع ۶) "کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تُم کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹائے نہیں جاؤ گے؟" مَیں نے کہا بیٹا تُو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر۔ اُس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دُنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ گیا) ہر وقت چلنے کے لیے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لیے تیّار رہتی ہے)، پس نہ تو دُنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہتی ہے، نہ کوئی زندہ دُنیا کے لیے باقی رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ پس او بیوقوف جو دُنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے ذرا ٹھہر اور دُنیا سے اپنے لیے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔"

یہ شعر پڑھ کر اُس لڑکے نے آسمان کی طرف مُنہ کیا اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اُس کے رخساروں پر جاری تھی۔ کہہ رہا تھا:

"اے وہ پاک ذات کہ اُسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اُسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اُس سے کوئی شخص اُمید باندھ لے تو وہ نامُراد نہیں ہو سکتا۔ اُس کی اُمّید ضرور پُوری ہوتی ہے۔"

یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ مَیں نے جلدی سے اُس کا سر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اُس کے منہ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی پُونچھنے لگا جب اُس کو ہوش آیا تو مَیں نے کہا بیٹا، ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا۔ ابھی تو تم بہت بچّے ہو ابھی تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا، کہنے لگا بہلول ہٹ جاؤ۔ میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہیں تو پہلے چھوٹی چھوٹی چھپٹیاں ہی چُولہے میں رکھتی ہیں۔ اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنّم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ دیا جاؤں۔ مَیں نے کہا صاحبزادہ تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو۔ مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اُس نے اس پر چودہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے

"مَیں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکے چلا آ رہا ہے، اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور جاؤں گا۔ مَیں نے اپنے بدن کو اچھّے اچھّے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا حالانکہ میرے بدن کے لیے (قبر میں جا کر) گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں۔ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب کہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اُوپر مٹی کا ڈھیر ہو گا اور نیچے قبر کا گڑھا ہو گا اور میرا یہ حُسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتیٰ کہ میری ہڈیوں پر گوشت رہے گا نہ کھال رہے گی۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جا رہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پُوری نہیں ہو چکتیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی ساتھ نہیں اور مَیں نے کھُلم کھُلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا اور بڑی بُری حرکتیں کی ہیں جو اَب واپس بھی نہیں ہو سکتیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ بے کیا نہیں ہو سکتا) اور مَیں نے لوگوں سے چھپانے کے لیے

پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں۔ وہ کل کو اُس مالک کے سامنے ظاہر ہوں گے (اُس کی پیشی میں پیش ہوں گے) اس میں شک نہیں کہ مجھے اُس کا خوف ضرور تھا، لیکن میں اُس کے غایت حلم پر بھروسہ کرتا رہا جس کی وجہ سے جرأت ہوتی رہی، اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے اُس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے۔ بیشک تمام تعریفیں اُسی پاک ذات کے لیے ہیں۔ اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنّت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو و لعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہو گئی۔ (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کر دے۔ جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے، تو آقا ہی اُس کو معاف کرتا ہے۔ بیشک میں بدترین بندہ ہوں۔ جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائے گی، تو میرا کیا حال بنے گا جب کہ سخت سے سخت پتھر بھی اُس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ میں موت کے وقت بھی تن تنہا رہ جاؤں گا، قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا، قبر سے بھی اکیلا ہی اُٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین و مددگار نہ ہوگا) پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے، وحدہٗ لاشریک ہے، ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا۔ بہلولؒ کہتے ہیں کہ اُس کے یہ اشعار سُن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا۔ بڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا۔ وہ کہنے لگے تُو اس کو نہیں جانتا۔ یہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں ہے۔ میں نے کہا مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منتفع فرمائے۔ آمین۔

قصّہ اللہ کے عاشق کا

ابو سعید موصلیؒ کہتے ہیں کہ فتح بن سعیدؒ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے دیر میں واپس ہوئے واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کیا۔ میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پانی چھڑکا۔ دیر میں ہوش آیا۔ پھر اُٹھ کر چلے۔ جب شہر کی گلیوں میں پہنچے، تو پھر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج و غم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے، میرے محبوب تُو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا۔ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا۔ پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

قصّہ ایک ظالم کا

بخارا کا ایک حاکم بڑا سخت ظالم تھا۔ ایک دن وہ اپنی سواری پر چلا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک کُتا نظر پڑا جس کے خارش ہو رہی تھی اور سردی نے اُس کو بہت ستا رکھا تھا۔ اس ظالم کی اُس پر نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ایک نوکر سے کہا کہ اس کُتّے کو میرے گھر لے جا میرے آنے تک اس کا خیال رکھیو۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کام جہاں جا رہا تھا چلا گیا۔ جب واپس آیا، تو اُس کُتّے کو منگایا اور گھر کے ایک کونہ میں اُس کو بندھوا دیا۔ اُس کے سامنے ٹکڑا ڈالا پانی رکھوایا اور اُس کے بدن پر تیل مَلوا کر ایک کپڑے کی جھول اُس کے اُوپر ڈلوائی۔ اُس کے قریب آگ رکھوائی تاکہ اُس کی گرمی سے اُس پر سے سردی کا اثر زائل ہو جائے اور اس قصّہ کو دو ہی دن گزرے تھے کہ اُس ظالم کا انتقال ہو گیا۔ ایک بزرگ نے جو اُس کے مظالم اور اس کی حالت سے خوب واقف تھے اُس کو خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ کیا گزری۔ اُس نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کُتا تھا (یعنی کُتّوں جیسے کام کرتا تھا انسانوں جیسے کام نہیں کرتا تھا) اس لیے ہم نے بھی ایک کُتّے ہی کو تجھ کو دے دیا (یعنی اُس خارشی کُتّے کے طفیل تیری بخشش کر دی) اور میرے ذمّہ جو حقوق تھے اُن کا خود ادا کرنے کا ارادہ فرما لیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات بڑی کریم ہے۔ وہ سارے کریموں

کا مالک ہے۔ بادشاہ ہے اُس کے کرم تک کوئی کہاں تک پہنچ سکتا ہے کسی شخص کی کوئی ادنیٰ سی چیز بھی اُس کو پسند آجائے تو اُس شخص کا بیڑا پار ہے۔ آدمی اُس کی خوشنودی کی تلاش میں رہے۔ نہ معلوم کس کی کیا بات آقا کو پسند آجائے۔

باعثِ عبرت قصّہ

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی برادری سے تھا اُن کا چچا زاد بھائی تھا (دنیاوی) علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام پر حسد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰؑ اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اُس نے نماز کا حکم کیا، تم نے برداشت کیا، اُس نے اور احکام جاری کیے جن کو تم برداشت کرتے رہے۔ اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ اُس نے کہا میں نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰؑ پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔

لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰؑ کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سُنا دیجیے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالےٰ کے احکام بتانے شروع کیے کہ مجھے یہ احکام دیے ہیں کہ اس کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے (تعجب سے) فرمایا

ؒ مسامرات

کر ہیں نے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے! اور یہ کہہ کر اس عورت کو بُلا کر اس سے پُوچھا کہ تُو حضرت موسیٰؑ کے متعلق کیا کہتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اس کو قسم دے کر فرمایا کہ تُو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔ آپ اس الزام سے بالکل بَری ہیں۔ یہ سُن کر حضرت مُوسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام روتے ہُوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ جلِ شانہٗ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے ہم نے زمین پر تسلّط دے دیا۔ تم جو چاہو ان کے متعلّق زمین کو حکم دو۔ حضرت مُوسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔ اُس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پکارنے لگے۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے پھر حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پکارتے رہے۔ حضرت مُوسیٰؑ نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے، وہ سب کو نگل گئی۔ اس پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے حضرت مُوسیٰؑ پر وحی آئی کہ وہ تمہیں پکارتے رہے اور تم سے عاجزی کرتے رہے۔ میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دُعا کرتے، تو میں اُن کی دُعا کو قبول کر لیتا۔

قِصّہ حضرت داؤد علیہ السّلام کا

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہ فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نہایت شرم وحیا والے تھے جب باہر جاتے، تو دروازہ بند کر دیتے تھے۔ ایک دن دروازہ بند کر کے نکلے۔ جب واپس آئے اور دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پُوچھا تو کون ہے؟ کہا میں وہ شخص ہوں کہ بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور دربان مجھ کو اندر جانے سے نہیں روک سکتے۔ آپ نے فرمایا: "قسم خدا کی تم ملک الموت ہو، مُبارک ہو تم اللہ تعالیٰ کا حکم لائے ہو۔" یہ کہہ کر اُسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور ملک الموت نے آپ کی رُوح قبض کی۔

روایت کیا طبرانی نے حسینؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مرض

الموت میں جبرئیل علیہ السّلام حال دریافت کرنے کے لیے نازل ہوئے اور پوچھا آپؐ کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا اے جبرئیل مرض کی تکلیف زیادہ ہے۔ اِس درمیان میں ملک الموت نے دروازے پر آواز دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرئیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم یہ ملک الموت ہیں۔ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کسی سے اجازت نہ چاہی اور آپؐ کے بعد بھی کسی سے اجازت نہ چاہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اندر آنے کی اجازت دو۔ جبرئیل نے اجازت دی۔ ملک الموت سامنے آکر کھڑے ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپؐ کے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ کی تابعداری کروں۔ پس اگر آپؐ اجازت دیں کہ میں آپؐ کی روح قبض کروں تو قبض کروں گا اور اگر اجازت نہ دیں، تو قبض نہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا "اے ملک الموت کیا تم ایسا کر سکو گے۔" کہا ہاں یا رسول اللہؐ اللہ نے مجھ کو ایسا ہی حکم دیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ نے آپؐ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ آپؐ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے "اے ملک الموت اللہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ ملک الموت نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی روح قبض کی۔

خیرات کا صلہ

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنا تمام مال و متاع اللہ کی راہ میں قربان کر دے گا۔ اس کو جنت الفردوس میں ٹھکانا اور آنکھوں میں کھپ جانے والی نور سرشت حور ملے گی۔ اتفاقاً چلو بھائی اس مجلس میں شریک تھے۔ ان میں سے ایک کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور گھر آ کر اپنا سارا مال و متاع فقراء میں تقسیم کر دیا اور تن تنہا حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال کہہ سنایا۔ حضرت خواجہ نے اس کو شاباش دی اور تسلّی و تشفی دے کر اسمِ اعظم پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اسمِ اعظم پڑھنے کے دوران اس آدمی نے دیکھا کہ ایک دلکش باغ ہے اور اس میں زمرد کا ایک خوبصورت محل ہے اور اس محل میں بہت سی حسین و جمیل عورتیں جمع ہیں جو اسے دیکھ کر آپس میں کہہ رہی ہیں کہ یہ حور عین المرضیہ

دآنکھوں کو اچھی لگنے والی کا شوہر آرہا ہے۔ وہ مرد اُن کے نزدیک گیا اور پُوچھا کہ تم میں "حورعین المرضیہ" کون ہے۔ اُن عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا اللہ اللہ یہ کیسی بات آپ کر رہے ہیں ہم لوگ تو "حور عین المرضیہ" کی لونڈیاں ہونے کے بھی لائق نہیں ہیں۔ آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں تو اور آگے جائیے، وہ شخص اور آگے بڑھا ایک اور باغ اور محل دیکھا جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور شاندار تھا اور اس میں بھی پری جمال اور حسین و رعنا دوشیزائیں جمع تھیں اور ان لوگوں نے بھی اس کو دیکھ کر وہی کہا کہ یہ جوان "حورعین المرضیہ" کا شوہر معلوم ہوتا ہے، اس شخص نے ان عورتوں سے بھی یہی سوال کیا کہ تم میں سے "حورعین المرضیہ" کون ہے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ "حورعین المرضیہ" کو دیکھنا چاہتے ہو تو اور آگے جاؤ۔ ہم لوگ تو اُس کی لونڈیوں کی بھی برابری نہیں کر سکتیں۔ مجبور ہو کر وہ شخص اور آگے بڑھا۔ آگے ایک اور باغ اور محل دیکھا جو پہلے دونوں سے زیادہ خوبصورت اور پُرشکوہ تھا اور اس میں سر ماہ کو شرما دینے والی حسین عورتیں موجود تھیں۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ "حورعین المرضیہ" انہی میں سے ایک ہوگی۔ ان کے پاس جا کر اس نے پوچھا کہ تم میں سے "حورعین المرضیہ" کون ہے؟ ان لوگوں نے بڑی نرمی سے جواب دیا کہ ہم لوگ "حورعین المرضیہ کی لونڈیاں ہیں اور آپ بلاشبہ ان کے شوہر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ہماری مالکہ سے ملنا چاہتے ہیں تو اندر تشریف لے جائیے۔ اس بات سے اس کا دل خوشی سے اُچھلنے لگا اور وہ پردہ اٹھا کر محل کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ "حورعین المرضیہ" بنی سنوری، سولہ سنگار کیے دلہن بنی بیٹھی ہے۔ وہ مرد دل و جان سے اس پر عاشق ہو گیا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا تھوڑی دیر میں جب ہوش آیا تو اس پری پیکر نے اس کو اشارے سے بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ اب اس شخص کو صبر و ضبط کا یارا نہ رہا اور اس نے دستِ شوق بڑھا کر اسے اپنی آغوش میں لینا چاہا۔ "حورعین المرضیہ" نے بڑی دلربائی اور نرمی سے اس سے کہا کہ آپ اتنا بے چین اور مضطرب کیوں ہو رہے ہیں، بس ہم لوگوں کے وصل میں تین گھنٹے سے زیادہ کی تاخیر نہیں ہے اور آپ جانتے ہیں ایک پہر گزرنے میں

کتنی دیر لگتی ہے، یہ تین گھنٹے تو دیکھتے دیکھتے گزر جائیں گے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے وصل سے شادکام ہوں گے۔ یہ سُن کر اس مرد نے دستِ شوق کو روک لیا۔ یکایک اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ ہوش میں آگیا۔ لیکن جب اس نے اپنی محبوبہ کو نہیں دیکھا تو مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ کو خبر ہوئی انھوں نے اس کو اپنے سامنے بلوایا اور فرمایا کہ اے احمق! یہ کیسی دیوانگی تجھ پر طاری ہے۔ اس مرد نے پُورا قصّہ کہہ سُنایا۔ آپ نے آہستہ سے اس کے کان میں فرمایا کہ تمھاری باتیں سب صحیح ہیں، لیکن تم کو اپنی محبوبہ کا وہ جملہ یاد نہیں رہا جو اس نے تم سے کہا تھا۔ پھر ایک پہر یعنی تین گھنٹے کے لیے یہ اضطراب کیسا، تم مضطرب نہ ہو۔ ایک پہر میں اپنی محبوبہ کے وصل سے شادکام ہو گے۔ اسی دوران کفّار کی ایک جماعت شہر پر حملہ آور ہوئی، لوگ جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ شخص بھی مسلح ہو کر جہاد میں شریک ہوا اور جی کھول کر دادِ شجاعت دی۔ بے شمار کافروں کو جہنّم واصل کیا۔ آخر میں لڑتا ہوا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوا۔ فتح مسلمانوں کی ہوئی اور دُشمن مغلوب و مقہور ہوئے۔ حضرت خواجہ نے اس مردِ جانباز کی لاش مبارک خود تلاش کر کے نکالی۔ شہید کے متبسم چہرے پر ایک خاص قسم کا جلال اور جمال ہویدا تھا جو بہت کم شہدا میں دیکھا گیا۔ پھر حضرت نے اس پر نماز پڑھ کر اپنے دستِ مبارک سے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔

اللہ والی عورت

عبداللہ واسطی رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرفات میں ایک عورت کو دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے جس کو خدا ہدایت کرے اُس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں پس مجھے معلوم ہوا کہ وہ راہ گم کردہ ہے پھر میں نے اُس سے پوچھا کہ اے نیک بخت تیرا کہاں سے آنا ہوا، اُس نے کہا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ — وہ پاک ہے جو اپنے بندہ کو راتوں رات
الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا — مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا

تب مجھے معلوم ہؤا کہ بیت المقدس سے آئی ہے پھر میں نے کہا تیرا کس وجہ سے آنا ہوا۔ وہ بولی۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ — خدا کے واسطے لوگوں کے ذمہ جس کو زادِ راہ
اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا — کی استطاعت ہو حج بیت اللہ ہے۔

پھر میں نے پوچھا تیرا خاوند ہے۔ اُس نے کہا

وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ — اور اس بات کے درپے نہ ہو جس سے بے خبر ہے۔

پھر میں نے پوچھا اونٹ پر سوار ہو گی اس نے کہا۔

وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یَّعۡلَمۡہُ اللّٰہُ — اور تم جو بھلائی کرتے ہو خُدا اُسے جانتا ہے

جب اُس نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو بولی۔

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ — مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں ذرا نیچی رکھا کریں

میں نے اُس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا جب وہ سوار ہو چکی تو میں نے اُس کا نام پُوچھا وہ بولی۔

وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مَرۡیَمَ — اور کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے۔

پھر میں نے پوچھا تیری اولاد ہے اُس نے کہا

وَوَصّٰی بِہَاۤ اِبۡرٰہٖمُ بَنِیۡہِ — اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت کی

مجھے معلوم ہوا کہ اُس کے اولاد ہے پھر میں نے پوچھا کہ اُن کے نام کیا ہیں، اُس نے کہا

كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا — خدا نے موسٰی سے کلام کیا۔

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا — اور خدا نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا۔

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ — اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے۔

میں نے پوچھا وہ کہاں ہیں کہ میں انھیں تلاش کروں اُس نے کہا

وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ — اور علامتیں اور ستاروں سے راستہ پہچانتے ہیں۔

مجھے معلوم ہوا وہ قافلہ کے راہبر ہیں میں نے پوچھا اے مریم کچھ کھائے گی۔ اس نے جواب دیا۔

اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا — میں نے خدا کے لیے روزے کی نذر کی ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ وہ روزہ دار ہے جب ہم اس کے لڑکوں کے پاس پہنچے تو وہ اسے دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے یہ ہماری ماں ہے کہ تین دن سے گم تھی اور اس کی نذر یہ ہے کہ سوائے قرآن کے کوئی بات نہ کرے اس کے بعد وہ بولی

اِبْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ — تم اپنوں میں سے کسی کو یہ چاندی دے کر شہر میں بھیج دو۔

اس کے بعد جو میں نے دیکھا تو وہ رو رہے تھے میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ حالت نزع میں ہے میں نے پاس جا کے اُس سے کیفیت پوچھی اُس نے جواب دیا

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ اور شدت موت حق کے ساتھ آپہنچی

جب اُس کا انتقال ہو گیا تو میں نے اُسی شب کو اُس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تو کہاں ہے اُس نے کہا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ یقیناً پرہیزگار باغوں اور نہروں کے اندر شہنشاہِ ذی قدرت کے پاس نشستگاہ صدق میں جا گزیں ہیں۔

خدا ایسی عورتوں سے رضامند ہے۔

اور بحمد اللہ ایسی بہت ہیں اور میں نے ایسی عورتوں کا بقصد برکت حاصل کرنے کے تذکرہ کیا ہے اور ایسا ہی قصہ میری نظر سے کتاب لوامع انوار القلوب وجوامع اسرار المحبوب میں گزرا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ میں نے بصرہ میں ایک مجنون کو قرآن پاک سے گفتگو کرتے دیکھا تھا میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اُس نے جواب دیا۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا آسمان اور زمین میں کوئی ایسا نہیں جو خدا کے پاس غلام بن کر حاضر ہونے والا نہ ہو۔

میں نے پوچھا کہاں سے آنا ہوا اور کہاں کا ارادہ ہے اُس نے کہا

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یقیناً ہم خدا کے لیے ہیں اور بلاشبہ اُس کے پاس لوٹ

کر جانے والے ہیں۔

میں نے پوچھا تیرے ساتھ کون ہے اس نے کہا

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو وہ خدا تمہارے ساتھ ہے

میں نے پوچھا کہ کیا تجھے زادِ راہ کی حاجت ہے اُس نے کہا

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اور آسمان ہی میں تمہاری روزی ہے اور وہ بھی جس شئی کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

میں نے اس سے کہا مجھے کچھ نصیحت کر اُس نے کہا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ؕ خدا سے جتنا ڈرنے کا حق ہے اتنا ڈرو

نیک لڑکا: کسی مردِ صالح نے مکتب کے دروازہ پر ایک لڑکے کو روتا دیکھا۔ اس سے رونے کا سبب پُوچھا۔ اُس نے کہا۔ میرے معلّم نے تختی پر ایک سطر لکھی ہے جس نے مجھے رُلا رکھا ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا ہے۔ اُس نے بعد بسم اللہ کے سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تک پڑھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو کثرت میں ایک دوسرے کا مقابل بننے نے غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تمہیں قبروں کی زیارت نصیب ہوگئی۔ الگ ہٹو۔ تمہیں آگے چل کر معلوم ہوا جاتا ہے۔ پھر الگ ہٹو، تمہیں آگے چل کر معلوم ہوا جاتا ہے لڑکا کہتا ہے۔ دیکھئے تو ڈانٹ پر ڈانٹ ہے، اور ڈرانے پر ڈراتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اُس مرد صالح نے اُس سے کہا۔ ابھی کیا ہے ذرا کل تک اپنا رونا روکے رہو، کل اس سے بڑھ کر تمہارے لئے لکھے گا۔ یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ سے لے کر آخر تک۔ جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ یقیناً تم

جہنّم کو دیکھ لوگے اور ایسا دیکھ لوگے کہ تمہیں پکّا پکّا یقین آجائے گا۔ پھر جو نعمتیں پائی تھیں، اُس دن تُم سے اس کی باز پُرس ہوگی۔ لڑکا بے چین ہوگیا اور مُردہ ہوکر گر پڑا۔ اُس کا معلّم جھپٹا، اور کہنے لگا۔ تُو ہی نے لڑکے کی جان لی ہے، اور اس کے گھر والوں کو اطلاع کی۔ وہ بادشاہ کے پاس مقدمہ لے گئے اور اُس سے قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ اُسے جانے دو۔ اُس نے صلاحیت والے لڑکے کو سعادت مندوں کے مقام پر جلدی سے پہنچا دیا ہے۔

دانا لوگ حضرت ذوالقرنین ایک قوم پر گزرے کہ ان کے پاس دنیا کی چیزوں میں سے کچھ نہ تھا جیسے لوگوں کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہے۔ ان کی معاش کا طور یہ تھا کہ قبریں کھود رکھی تھیں۔ صبح کو ان میں جھاڑو دیتے، ان کو صاف کرتے، ان کے پاس نماز پڑھتے اور جانوروں کی طرح ساگ چرتے اور قدرتِ خدا سے ہر طرح کا ساگ ان کے لیے وہاں موجود تھا۔ حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ ان کے سردار سے جاکر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنین تمھیں بلاتا ہے۔ جب اُس نے اُن کے حاکم کو پیغام دیا تو اُس نے جواب دیا کہ مجھے کچھ اُس سے غرض نہیں۔ اگر اس کو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے۔ حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ واقع میں سچ کہا اور خُود اُس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تمھارے بُلانے کو آدمی بھیجا تھا تم نے انکار کیا، اب میں خود آیا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو کچھ مطلب ہوتا تو میں خود آتا۔ آپ نے فرمایا میں جو تمھارا حال دیکھتا ہوں ایسا کسی کا حال نہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تمھارے پاس دنیا کی شے کچھ نہیں۔ تم نے کچھ سونا چاندی کیوں نہ پیدا کیا کہ اوّل لوگوں کی طرح آسائش میں رہتے۔ اس نے جواب دیا کہ ہم نے سونا چاندی اس لیے بُرا جانا کہ جس کسی کو ملتا ہے، اس کا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے افضل کوئی شے ملے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر قبریں تم نے کس غرض سے کھودی ہیں اور ان

کو صاف کر کے ان کے پاس نماز پڑھتے ہو۔ اس نے کہا کہ ان سے ہماری مُراد یہ ہے کہ اگر بالفرض دنیا کی طمع ہم کو ہو تو قبروں کے دیکھنے سے اس سے رُک جاویں اور طول امل دل سے جاتی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ساگ کس واسطے کھاتے ہو۔ چوپایوں کو پال کر ان کا دودھ و گوشت کیوں نہیں کھاتے اور سوار کیوں نہیں ہوتے۔ اس نے کہا کہ ہم اپنے پیٹ کو جانوروں کی قبر نہیں بناتے۔ زمین کے ساگ پات میں بھی ضرورت رفع ہو جاتی ہے آدمی کی زندگی کو ادنےٰ چیز کافی ہے، اور گلے سے اُتر کر سب چیزیں ایک جیسی ہو جاتی ہیں۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ذوالقرنین کے پیچھے سے ایک کھوپری اُٹھائی اور پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا خدائے تعالیٰ نے اس کو زمین کا حاکم کیا تھا۔ اس نے سرکشی اور ظلم و ستم کیا جب خدا تعالیٰ نے اس کا ظلم و ستم دیکھا تو اس پر موت کو مسلّط کیا۔ اب ڈھیلے کی مانند پڑا پھرتا ہے اور اس کے سارے عمل خدا تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ قیامت کے روز ان کا بدلہ پاوے گا۔ پھر ایک اور پرانی کھوپری اٹھا کر پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہے جو اس کے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اس کو معلوم تھا۔ اس نے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال میں ہو گیا۔ خداوند کریم نے اس کے عمل بھی گن رکھے ہیں۔ ان کا ثواب قیامت کو پاوے گا۔ پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر کہا کہ اے ذوالقرنین! یہ کھوپری بھی انھی دونوں کی طرح ہو جائے گی۔ تُو جو کچھ کیا کرے، تامل سے کیا کر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تُو میرے ساتھ چلے تو میں تجھ کو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریکِ سلطنت کروں۔ اس نے عرض کیا میں اور آپ ایک جگہ نہیں رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکیں گے۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دُشمن ہیں اور میرے سب دوست۔

آپ نے کہا یہ کیوں ہے؟ اُس نے کہا یہ اس لیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہے اسی کے سبب سب آپ کے دُشمن ہیں اور چونکہ میں نے دنیا پر لات ماری ہے، مجھ سے عداوت کی وجہ کوئی نہیں میں چونکہ خود محتاج و مفلس ہوں میرا کوئی دُشمن نہیں۔ یہ سُن کر ذوالقرنین روتے ہوئے اس کے پاس سے چلے آئے اور اس کی باتوں سے کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت سمجھتے تھے۔

درگزر: احنف بن قیس سے کسی نے پُوچھا کہ تم نے بردباری کس سے سیکھی - انہوں نے کہا کہ قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ ان کا حلم کیا مشہور رہے کہا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ان کی لونڈی ایک سیخ کباب کی اُن کے پاس لائی وہ سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُن کے لڑکے پر گری جو اسی وقت زخمی ہو کر مر گیا۔ اس لونڈی کے حواس جاتے رہے اور نہایت ہراساں ہوئی انہوں نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اس کا ڈر موقوف نہ ہوگا اس سے کہا کہ خوف مت کر جا تُو آزاد ہے - اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہاں کوئی مہمان آ گیا آپ نے لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لے آؤ وہ ہاتھ میں بھرا پیالہ لے کر جلد چلی اور وہ ایسی پھسلی کہ وہ پیالہ آپ کے سر پر گر گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تُو نے مجھ کو جلا دیا۔ لونڈی نے عرض کیا کہ اے خیر کے سکھانے والے اور لوگوں کے ادب دینے والے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب کاربند ہو جیے - انہوں نے پُوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے اس نے کہا کہ وہ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے غصّہ کو ضبط کیا اس نے کہا کہ آگے یہ ارشاد فرمایا والعافین عن الناس - انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو معاف کیا۔ اس نے کہا کہ کچھ اور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واللہ یحب المحسنین انہوں نے فرمایا کہ تُو خدائے تعالیٰ کے لئے آزاد ہے۔

قصّہ حضرت اویس قرنی رضؓ کا:

حضرت اویس قرنیؓ کی حکایت ہے کہ وہ اپنے کو اس قدر حد تک ضرورت

کی طرف مائل رکھتے تھے اور یہاں تک اپنے نفس پر تنگی کرتے تھے کہ تمام گھر والے ان کو مجنون جانتے تھے۔ ان کے رہنے کو ایک کوٹھڑی گھر کے دروازے پر بنا دی تھی۔ وہ اس میں رہا کرتے تھے اور کبھی سال بھر، کبھی دو برس، کبھی تین برس کے بعد گھر میں آتے تھے۔ اتنے دنوں تک کوئی ان کا منہ دیکھ نہ پاتا۔ آخر وقت عشاء گھر میں آتے اور قبل اذانِ فجر نکل جاتے۔ کھانا اپنا یہ ٹھہرایا تھا کہ تمام دن خرما کی گٹھلیاں چُنتے اور جب کوئی سُوکھا بڑا خرما اس میں ملتا، افطار کے واسطے اُٹھا لیتے۔ اگر اس قدر پا جاتے کہ بقدر رسد رمق قوت کو کافی ہے تو گٹھلیاں چُنی ہوئی فقیروں پر صدقہ کر دیتے اور اگر اس قدر بڑے خرمے اس میں نہ پاتے تو وہ گٹھلیاں بیچتے اور اس سے کوئی چیز خرید کر کھا لیتے۔ کپڑے کا ان کے یہ حال تھا کہ گھوڑوں پر کے پڑے ہوئے چیتھڑے چنتے اور انھیں فرات میں دھوتے اور دھو کر جوڑتے اور پہنتے۔ یہ لباس تھا۔ اکثر لڑکے ان کو کنکریاں مارتے اور یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہیں۔ اس وقت آپ ان سے ارشاد فرماتے بھائیو! اگر مجھے ڈھیلے مارتے ہو تو چھوٹے چھوٹے مارو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے مارو، شاید خون نکلے۔ اس میں وقت نماز آجاوے اور میں پانی نہ پاؤں۔ یہ خصلتیں تھیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی۔ اسی واسطے جناب رسالت مآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شان کو اپنے کلامِ مبارک سے بزرگ کر دیا اور انھی کی جانب اشارہ کر کے ارشاد فرمایا ہے انی الاجد نفس الرحمن من جانب الیمن (ترجمہ: تحقیق کم میں پاتا ہوں بوئے محبت کو جانب یمن سے) جب زمانۂ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے۔ آپ نے تمام لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم سب میں جو عراق کا رہنے والا ہو کھڑا ہو جائے۔ اس کو سُن کر جتنے آدمی عراق کے تھے، کھڑے ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھ جاؤ مگر تم میں جو کوفہ کے ہوں وہ کھڑے رہیں۔ وہ کھڑے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھ جاؤ مگر وہ شخص

جو قرن سے آیا ہو، کھڑا رہے۔ سب یہ سُن کر بیٹھ گئے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو قرن کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اویسؓ بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور ان کی کیفیت اس سے بیان فرمائی۔ اس نے کہا ہاں جانتا ہوں یا امیر المومنین! آپ اس کو کیوں پوچھتے ہیں؟ قسم ہے خدا کی ہمارے قبیلے میں کوئی شخص اویس سے بڑھ کر مجنون نہیں ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ وحشی اور کم مرتبہ ہے۔ آپ اس کو سُن کر روئے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے خود نہیں کہا ہے بلکہ وہ کہا ہے جو سُنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے یدخل فی شفاعتہ مثل ربیعۃ ومصر۔ (ترجمہ : داخل ہوں گے جنت میں قیامت کے دن شفاعت اویس قرنی سے اتنے جتنے قبیلہ ربیعۃ و مضر میں ہیں) ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے یہ قول جس وقت حضرت عمرؓ سے سُنا، آیا میں کوفہ کو اور میرا کوئی مطلب نہ تھا سوائے اس کے کہ تلاش کروں میں اویس قرنیؓ کو اور کچھ سوال کروں میں ان سے، یہاں تک کہ پہنچا میں ان کے پاس۔ وہ کنارے فرات کے دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے اور کپڑے دھو رہے تھے۔ ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ پہچانا میں نے ان نشانیوں سے جو میں نے سُنی تھیں۔ دیکھا میں نے کہ وہ شخص قوی الجثہ گندم گوں ہے اور سر کے بال منڈے ہوئے۔ داڑھی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہہ المنظر میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان کی طرف مخاطب ہو کر ہاتھ مصافحہ کو بڑھائے۔ انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے کہا رحمت اللہ کی اور مغفرت تم پر ہو اویسؓ! کیا حال ہے تمھارا؟ یہ سُن کر میری محبت سے ان کے آنسو برابر گرنے لگے۔ اس وقت میں نے ان کی عجیب کیفیت دیکھی کہ کچھ میں ہی اسے جانتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں بھی خوب رویا اور وہ بھی روئے اور پھر

فرمایا کہ اے ہرم بن حبانؓ خدا تجھ کو زندہ رکھے کیونکر آیا اور کیا حال تیرا ہے میرا پتہ کس نے بتایا تجھے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے تک آنے کی ہدایت کی۔ فرمایا لا الٰہ الا اللہ سبحان اللہ ان کان وعد ربنا المفعولا (ترجمہ: نہیں کوئی سوائے اللہ کے معبود پاک ہے اللہ اور تحقیق وعدہ ہمارے رب کا پورا ہونے والا ہے۔) ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ میں سخت متعجب ہوا اس سے کہ اوّل مجھے پہچان لیا حالانکہ قسم ہے باری تعالیٰ جل جلالہ کی کہ نہ کبھی انھوں نے مجھے دیکھا تھا اور نہ میں نے انھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم نے مجھے کہاں سے اور کیونکر پہچانا اور میرے باپ کا نام کیونکر جانا؟ اب تک کبھی تم نے مجھے دیکھا نہ تھا؟ فرمایا: بنا نی العلیم الخبیر یعنی مجھے میرے پروردگار علیم خبیر نے بتلادیا تم نہیں جانتے کہ رُوحوں کو رُوحوں سے باہم ایک راہ ہے۔ میری رُوح نے تمہاری رُوح کو پہچانا جب کہ میرے نفس نے تمہارے نفس سے مکالمت کی۔ ارواح کے واسطے بھی نفوس ہیں جیسے اجسام کے واسطے نفوس ہیں اور مومنین ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہیں اور ان کی آپس میں مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا دوسرے سے دُور ہو اور بعد منازل اور درمیان میں واقع ہُوا ہو۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کوئی حدیث مجھ سے بیان فرمائیے جو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو، میں اسے سُننا چاہتا ہوں۔ فرمایا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنھوں نے شرفِ صحبت جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کیا ہے۔ ان لوگوں سے زبانی میں نے حدیثیں سنی ہیں۔ میں بہتر نہیں جانتا کہ اپنے پر اس کا دروازہ کھولوں اور محدّث اور مفتی اور قاضی بنوں، اے ہرم ابن حبان! مجھے اپنے نفس کی درستی میں اس قدر مشغولی ہے کہ ایسے امور میں لوگوں کے ساتھ شغل رکھنے کی فرصت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کوئی آیت ہی پڑھیے، کلام اللہ کی وہی سنوں میں آپ سے، اور میرے حق میں کچھ دعا فرمائیے اور مجھے وصیتیں کیجیے جسے میں یاد رکھوں گا۔ مجھے آپ

کے ساتھ فقط برائے خدا سخت محبت ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اُٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کنارے فرات کے ٹہلنے لگے اور فرمایا اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم (ترجمہ: پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ سننے والے اور جاننے والے کے شیطان الرجیم سے) اور روئے۔ پھر فرمایا کہ الحق قول ربی واصدق الحدیث حدیثہ واصدق الکلام کلامہ (ترجمہ: سچا قول میرے رب کا ہے اور حق ہے خبر رب کی اور سب سے زیادہ سچا کلام میرے رب کا ہے) بعد اس کے یہ آیت پڑھی: وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقنا ہما الا بالحق ولکن اکثرھم لا یعلمون (ترجمہ: اور ہم نے جو بنایا آسمان وزمین اور جو اس کے بیچ ہے، کھیل نہیں۔ ان کو تو بنایا ہم نے ٹھیک کام کرنے پر، بہت لوگ نہیں سمجھتے) اور اس آیت کو انہ ھو العزیز الرحیم تک پڑھ کر ایسا نعرہ مارا کہ مجھ کو یہ گمان ہُوا کہ ان کو غش آگیا۔ پھر فرمایا کہ اے ابنِ حبان تیرا باپ حبان مر گیا اور عنقریب تُو بھی مرے گا اور جنت یا دوزخ میں جاوے گا۔ شروع سے دیکھو کہ آدم وحوّا کی وفات ہوئی پھر حضرت نوح علیہ السلام کا وصال ہُوا پھر حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کا اِنتقال ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی الرحمٰن کا وداع ہُوا پھر داؤد خلیفۃ الرحمٰن عالمِ بقا ہوئے۔ پھر سند آرائے سادۂ لولاک باعثِ ایجاد سمک تا سماک، محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ اعلیٰ علیین ہوئے پھر حضرت ابوبکرؓ نے رخصتِ اقامت فردوسِ بریں میں ڈالا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے بھائی اور دوست انھی کے ہمدم ہوئے یہ کہہ کر ہائے عمرؓ ہائے عمرؓ کہنے لگے۔ میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے حضرت عمرؓ تو ابھی زندہ ہیں، مرے نہیں۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی وفات کی خبر مجھ کو پہنچا دی ہے اور میرے مرنے کی خبر بھی دے دی۔ پھر فرمایا کہ میں اور تم بھی گویا مُردوں ہی میں ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کی رُوح پرفتوح پر درود پڑھ کر بہت

دعائیں آہستہ آہستہ مانگیں اور فرمایا کہ اے ابن حبان میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل رکھنا۔ مجھے تمھارے اور اپنے مرنے کی خبر پہنچ چکی ہے۔ موت کو ہر دم یاد کرنا' ایک لحظہ غافل نہ ہونا اور جب اپنی قوم میں پھر کر جانا تو ان کو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیر خواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہوئے تو دین سے علیحدہ ہو جاؤ گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور آخر کو دوزخ میں پڑو گے۔ اپنے واسطے اور میرے لیے دُعا کرنا۔ پھر فرمایا کہ الٰہی! یہ شخص اپنی دانست میں مجھ کو تیرے لیے چاہتا ہے اور تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا۔ جنت میں بھی اس کی صورت مجھے دکھلانا اور دار السّلام میں اس کو میرے پاس بھیجنا اور جب تک جیتا رہے اس کے مال و جان کی حفاظت کرنا اور دنیا سے تھوڑی سی چیز پر اس کو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزائے خیر دینا۔ پھر فرمایا اے ہرم بن حبان! اب تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ آج کے سوا پھر کبھی میرے پاس نہ آنا۔ مجھ کو شہرت بُری معلوم ہوتی ہے۔ تنہائی اچھی لگتی ہے۔ جب تک میں زندہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں بہت سا رنج و غم رہے گا۔ میں دل سے تمھارے پاس ہوں گو نظر سے دور ہوں۔ پس ڈھونڈنے اور پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھ کو یاد کر کے میرے لیے دُعا کرنا۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کروں گا۔ لو اب میں اِدھر کو جاتا ہوں تم اُدھر کو جاؤ۔ میں نے چاہا کہ تھوڑی دیر اُن کے ساتھ چلوں مگر انھوں نے نہ مانا اور مجھ سے جدا ہوئے تو خود بھی روئے اور مجھے بھی رُلایا۔ میں اُن کو تاکتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کوچہ میں چلے گئے۔ پھر ان کا حال میں نے ہر چند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا۔ خدا ان کے درجات بلند کرے۔ پس آخرت کے لوگوں کا یہ حال تھا۔ اس طرح دُنیا سے کنارہ کرتے تھے

حضرت حسن بصریؒ کا دنیا کو ترک کرنا حضرت حسنؒ ابتدا میں بہت بڑے جوہری تھے۔ قسم قسم کے موتی اور جواہرات کی آپ تجارت کرتے اور بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس جواہرات تحفہ میں لے جاکر پیش کرتے تھے ایک دفعہ کچھ جواہرات ہرقل بادشاہِ روم کے پاس لے کر گئے۔ پہلے وزیر سے ملے اور اپنے آنے کا اور بادشاہ کی خدمت میں تحفہ لانے کا حال بیان کیا۔ وزیر نے کہا۔ کل تو بادشاہ کو ایک نہایت ضروری کام ہے، اصلاً فرصت نہ ہوگی، اور وہ کام دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت حسنؒ نے کہا۔ میں ضرور دیکھوں گا وزیر نے حضرت حسن کو لے جاکر ایک جگہ میدان میں ٹھہرایا، جس میدان میں ایک خیمہ زری کا قائم تھا۔ اُس کے آس پاس اعلیٰ درجہ کی مخمل کا فرش تھا۔ خیمہ کی طنابیں زری کی تھیں۔ اُس کی چوبیں چاندی کی تھیں۔ مینخیں سونے کی تھیں، نہایت قابلِ دید منظر تھا۔ وزیر نے حضرت حسنؒ کو خیمہ کے عقب میں چلمن کے پیچھے کھڑا کیا کہ جس جگہ سے حضرت حسن بصریؒ نے سارا تماشہ دیکھ لیا۔ لیکن وہ خیمہ دراصل شاہ ہرقل کے عزیز اور فرزند کی قبر پر کھڑا تھا اور آج اُس کے عرس کا دن تھا۔ بادشاہ سالانہ رسمِ تعزیت ادا کرنے یہاں آیا تھا۔ حضرت حسنؒ نے دیکھا کہ پہلے ایک جماعت مقدس عیسائی لوگوں کی خیمہ کے اندر آئی اور قبر کے پاس کھڑی ہو کر کچھ پڑھ کر روتی ہوئی نکل کر چلی گئی۔ اُس کے بعد ایک جماعت طبیبوں کی اور بڑے بڑے ذی عقل لوگوں کی آئی۔ یہ لوگ بھی ننگے سر قبر کے پاس روتے رہے، اور تھوڑی دیر بعد نکل کر چلے گئے۔ اُن کے بعد فوج کے افسروں کی جماعت ننگی تلواریں لے کر خیمہ کے اندر آئی۔ وہ بھی قبر کی سلامی اُتار کر ناکام واپس گئی۔ فوجی لوگوں کے بعد ایک بڑا کا بڑا نوجوان حسین عورتوں کا آیا۔ جن کے سر کے بال کھلے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں سونے کی تھیلیاں تھیں جن

میں موتی اور جواہرات بھرے تھے۔ اُن عورتوں نے قبر کا طواف کیا اور بہت سا رو کر یہ بھی خیمہ سے باہر چلی گئیں۔ اُن سب کے بعد خود بادشاہ خیمہ کے اندر آیا اور قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے فرزند! تو مجھے دنیا میں سب سے پیارا تھا مگر افسوس کہ تو مر گیا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تیری جان لی ہے وہ راہبوں اور عابدوں کی سفارش سے اور اُن کی دُعا کی برکت سے تیری جان کو واپس کر دے گا تو یہ بڑے بڑے راہب عابد اِس کام کے لئے تیرے پاس حاضر ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اُن کی دُعا سے کچھ نہ ہو گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ عقل مند یا طبیبوں کی تدبیر کرنے سے تیری جان تجھے خدا بخش دے گا تو یہ بہت بڑی جماعت طبیبوں کی اور دنیا بھر کے عقلمندوں کی تیری قبر کے پاس کھڑی ہے اور تیری رہائی کی تدبیر کرنے کو موجود ہے مگر میں جانتا ہوں کہ تجھے ایسے زبردست نے مارا ہے کہ اُس کے سامنے کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اے فرزند! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تیری جان نکالی ہے وہ کسی بڑی فوج سے ڈر کر تجھے چھوڑ دے گا، تو یہ کثیر فوج اور فوج کے افسر تجھے قید سے چھڑانے کو تیری قبر کے پاس موجود ہیں لیکن جس نے تجھے قید کیا ہے وہ ایسا زبردست خدا ہے کہ کوئی قوم اُس کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ اے فرزند! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تجھے مارا ہے وہ حسین اور خوب صورت عورتوں کا طالب ہے اور حسین عورتیں لے کر تجھے چھوڑ دے گا تو یہ خوب صورت عورتوں کی جماعت حاضر ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ نہ حسین عورتوں کا طالب ہے، نہ مال و جواہر کا خواستگار ہے اور اب وہ تجھے کسی طرح نہ چھوڑے گا۔ اس لئے اب میں تجھ سے پھر ایک سال کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر قیصر خیمہ سے باہر نکل آیا اور سب لوگ قبر کے

پاس سے رخصت ہوئے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں، اس واقعہ کو دیکھ کر میری طبیعت یک لخت دُنیا سے ہٹ گئی اور آئندہ میں نے دنیا کے جواہرات بیچنے چھوڑ کر آخرت کے جواہرات خریدنے شروع کر دیئے۔

حکایت ایک دن حضرت علیؓ شہر بصرہ میں تشریف لئے جاتے تھے۔ ایک بڑا مجمع دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ یہ ایک حکیم صاحب کا مطب ہے، یہ سب مریض لوگوں کا مجمع ہے۔ یہ بات سُن کر حضرت علیؓ بھی مطب میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک جوان حسین کرسی پر بیٹھا ہوا بیماروں کے لئے دوائیں تجویز کر رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

ایّھا الطبیب اتعرف	اے حکیم آپ کو کوئی ایسی دوا بھی
دواء الذنوب وتریاق	معلوم ہے جو گناہوں کی بیماریوں
القلوب وایصال المحب	کو دُور کرے جو غافل دلوں سے
الی المحبوب۔	غفلت کے زنگ کو زائل کرے جو
	بندہ کو خدا سے ملائے۔

یہ سُن کر طبیب خاموش ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا:

تذھب الی بستان	اے جناب آپ اسلام کے باغ
الاسلام ثم تعمد	میں تشریف لے جائیں وہاں پہنچ
الی شجرۃ الایمان	کر ایمان کا درخت تلاش کریں
فتاخذ منھا اوراق	اُس درخت سے محبّت اور عشقِ
المحبۃ وعروق الخلوص	الٰہی کے پتّے، اخلاص کی ٹہنیاں
وثمرۃ الیقین ثمّ	اور یقین کے پھل توڑ کر محرابِ
تضعھا فی طبق	عبادت میں مصلّے پر ان دواؤں

محراب العبادة علی	کو رکھ کر سجدہ کرنے والے ملتھے
موضعها بحرود ثمّ	کا بٹہ بنا کر اِن دواؤں کو پیس
تطبخها بحبك وامزج	لیں۔ اگر پانی کی ضرورت ہو تو
فيها ماء الدموع ثم	خوفِ الٰہی سے نکلے ہوئے آنسو
صفه بمنخل الكفن	مِلا کر کفن کی صافی میں چھان کر
واشربه فی ظلمة	قبر کے گڑھے میں جا کر پی لیں۔
القبر حيث لا يراك	جہاں تم کو کوئی نہ دیکھے۔ اے
احد فهٰذه دواء	پوچھنے والے! یہ دوا ہے،
الذنوب وترياق القلوب	گناہوں کو دھونے والی، دلوں
وايصال المحب الى	کو صاف کرنے والی اور بندہ
المحبوب انشاء الله	کو خدا تعالےٰ سے ملانے والی۔
تعالیٰ۔	انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر یہ طبیب یہ نسخہ تجویز کرنے کے بعد فوراً ایک چیخ مار کر مر گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله انت طبيب الدنيا	واللہ! یہ سچا طبیبِ رُوحانی اور
والآخرة	طبیبِ جسمانی تھا۔

پھر اس عاشقِ الٰہی کے گور و کفن کا انتظام کیا گیا۔ سُبحان اللہ کیا مُبارک مریض تھے جن کے طبیب اور معالج ایسے باخدا اور ولی کامل تھے۔ جو عشقِ الٰہی میں جان دے گئے۔ ایک ہم کم بخت ہیں کہ ہمارے زمانے کے طبیب نماز روزہ کو بھی خیر باد کہہ چکے ہیں۔ ایسے طبیب خود مریض اور علیل ہیں۔ نہ اُن کے ہاتھ میں شفا ہے، نہ اُن کے دل میں مولیٰ کے لئے مہر و وفا ہے۔

حکایت ایک شخص اپنے صغیر سن بچہ کو پنجشنبہ کی رات کو دیکھتا ہے کہ وہ ہائے ہائے کرتا ہے اور سوتا نہیں۔ باپ نے بچہ سے پوچھا کہ اے بچہ کیا آج تیرے کہیں درد ہے جو سوتا نہیں۔ بچہ نے کہا کہ میرے کہیں درد تو نہیں مگر مجھے یہ غم ہے کہ کل جمعرات کا دن ہے۔ کل مجھ سے میرے استاد آٹھ دن کا پڑھا ہوا سب سبق سُنیں گے۔ پھر دیکھئے میں یاد کیا ہوا سُناتا ہوں یا بھول جاتا ہوں۔ اگر بھول گیا تو پھر دیکھئے میں کس قدر پٹتا ہوں۔ اِس غم میں مجھے نیند نہیں آتی۔ باپ نے بچہ سے یہ بات سُن کر کہا۔ ہائے یہ معصوم بچہ اپنے استاد کے پیٹنے سے اتنا ڈرا اور روتا اور رات بھر جاگتا ہے، مگر ہم نالائق اپنے مولیٰ کے سامنے جانے اور خدا کی حضوری اور پیشی سے کچھ نہیں ڈرتے۔ برابر موت سے غافل ہو کر پڑے سوتے ہیں۔ ایک بچہ کُل ایک ہفتہ کی پڑھائی، کُل سات دن کے پڑھے ہوئے کی پڑتال سے غمگین ہے مگر ہم ساری عُمر کے اعمال کی پڑتال سے بھی خدائے قہار و جبّار کے سامنے قیامت کے میدان میں کچھ نہیں ڈرتے۔ بچہ رات بھر نہیں سوتا۔ ہم ایسے سوتے ہیں کہ صبح کی نماز کو بھی نہیں اُٹھتے۔

ایک رات ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک وسیع میدان میں ہوں۔ یکایک ایک شیر ببر نہایت ہولناک صورت کا مجھے پکڑنے کے لئے میرے پیچھے دوڑا۔ میں شیر کے خوف سے بھاگا۔ جہاں اور جس طرف میں جاتا ہوں وہ شیر میرے پیچھے ہے۔ کہیں مجھے پناہ نہ ملی، مگر سامنے کی طرف مجھے ایک کنواں نظر آیا۔ جس کے کنارے ایک درخت کھڑا تھا اور درخت کی شاخیں کنویں کے اندر لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں شیر کے خوف سے جلدی سے درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر کنویں کے اندر لٹک گیا۔ مگر وہ شیر میری تلاش میں کنویں کے پاس میرے سر کے اُوپر کھڑا ہو گیا۔ لیکن مجھے وہاں کسی قدر شیر کے خوف سے امن ہوا

مگر جس وقت میں نے اپنے نیچے کی طرف کنویں کی تہ میں دیکھا، تو وہاں ایک خوفناک اژدہا منہ کھولے، میرے نیچے گرنے اور لقمہ کرنے کا منتظر نظر آیا۔ میں نے دل میں کہا۔ الٰہی اوپر شیر ہے نیچے اژدہا، کیا کروں؟ خیر درخت کی شاخیں پکڑے ہوئے لٹکتا رہا۔ مگر وہاں بھی خیریت نظر نہ آئی۔ جن شاخوں کو میں نے پکڑ رکھا تھا اُن کو دو جانور ایک سفید اور ایک سیاہ بڑے بڑے چوہوں کی صورت کے اُن شاخوں کو اپنے تیز دانتوں سے کاٹ رہے ہیں جو ابھی اُن شاخوں کو درخت سے الگ کر دیں گے۔ الٰہی کیا کروں۔ اُوپر شیر ہے، اندر اژدھا، ٹہنیوں کو چوہے کاٹ رہے ہیں۔ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن"۔

یہ خواب ہولناک دیکھ کر بیدار ہُوا ــــ صبح کو ایک بزرگ کے سامنے اس خواب کو بیان کیا۔ فرمایا کہ یہ ایک خواب ہے جو تم کو دکھایا گیا ہے، مگر سارا جہان اس مصیبت میں گرفتار ہے۔ وہ شیر موت کا فرشتہ ہے۔ وہ درخت تیری زندگانی کا درخت ہے۔ وہ دو سیاہ اور سفید جانور جو درخت کو قطع کر رہے ہیں وہ رات اور دن ہیں جن کے گزرنے سے ہر ایک شخص کی عمر کا درخت فنا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اژدھا قبر ہے جو ہر وقت منہ کھولے بیٹھا ہے

دل میں ذکرِ موت جمانے کا طریقہ | جاننا چاہیئے کہ موت ہولناک ہے۔ اور اس کا اندیشہ بہت بڑا ہے، اور آدمی جو اُس سے غافل ہیں تو اس وجہ سے کہ اس کا فکر کم کرتے ہیں اور اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دلِ فارغ سے نہیں کرتا۔ بلکہ دل شہواتِ دنیا سے بھرا رہتا ہے۔ اس لئے ذکرِ موت کی تاثیر دل میں نہیں ہوتی۔ تو اس کا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہے اَور چیزوں سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی خطرناک جنگل میں جانا یا جہاز میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کرنا چاہے

تو اس کو سوائے سفر کے اور کوئی فکر نہیں رہتا۔ تو جب موت کی یاد دل میں چڑھ جائے گی تو کیا عجب ہے کہ اس میں اثر کرے اور اس صورت میں سرور و خوشی دنیا کی کم ہو جائے اور دل میں شکستگی اور نرمی آجائے۔ اور زیادہ تر مؤثر طریق اسباب میں یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں کو جو پہلے مر چکے ہیں یاد کرے یا ان کی موت اور بچھڑ جانے کو خیال کرے اور ان کی صورتیں اور عہدے اور حالات یاد کرے اور سوچے کہ اب مٹی نے ان کی وہ خوب صورتی خاک میں مِلا دی اُن کے اعضاء قبروں میں متفرق ہو گئے۔ کس طرح اپنی بیبیوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے۔ مال اُن کے جاتے رہے۔ مسجدیں ان کی ویران ہو گئیں۔ بیٹھکیں سونی پڑ گئیں۔ کچھ نشان اُن کا نہ رہا۔ یا تو وہ کرّ و فر تھا، یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہے۔ پس ایک ایک شخص کو جُدا جُدا یاد کرے اور اپنے دل میں اس کے حال اور کیفیتِ موت کی تفصیل کرے، اور اس کی صورت کا تصوّر کر کے اس کی خوشی اور تردّد اور زندگی اور بقاء کے لئے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا، اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور موت جلد اور ہلاک شتاب سے غافل رہنا یاد کرے۔ اور یہ تصوّر کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا۔ اب اس کے دونوں پاؤں اور سب جوڑ ٹوٹ گئے۔ اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا۔ اب کیڑوں نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لئے۔ اپنے لئے ایسی تدبیریں نکالتا تھا کہ بیس برس تک ان کی حاجت نہ پڑے حالانکہ مرنے میں ایک ہی مہینہ باقی تھا۔ ہائے اس کو خبر نہ تھی کہ مجھ کو کیا پیش آنا ہے۔ موت ایسے وقت میں آگئی کہ اس کو گمان نہ تھا۔ یکایک موت کا فرشتہ اس کی نظروں میں ظاہر ہو گیا اور اس کے کان میں آوازِ بہشت خواہ دوزخ کی ڈال دی۔ جب یہ تامّل کر چکے تو پھر اپنے

نفس پر غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں اور مجھ کو غفلت بھی ویسی ہی ہے، جیسے اُن لوگوں کو تھی، اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو اُن کا ہوا حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ جب تو مُردوں کو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی اُن ہی جیسا شمار کرے اور حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پائے یعنی دوسروں کے حال سے عبرت حاصل کرے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ تم کیا دیکھتے نہیں کہ ہر روز ایک نہ ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدائے تعالیٰ کے پاس جانے کے لئے سامان کر دیتے ہو، اور اس کو زمین کے ایک غار میں رکھ دیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے۔ احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اسباب اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، تو ان فکروں یا ان جیسے اور فکروں کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان میں جانا اور بیماروں کو دیکھنا، اور خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مع "مرنے کے بعد کیا ہوگا" کا مطالعہ کرنا، ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایسی صورت میں بعید نہیں کہ آدمی موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو۔ ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ کم دیتا ہے، اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہیں ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہو، تو چاہیئے کہ اسی وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہے۔ ابنِ مطیع نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا، اور اس کی خوبی اچھی معلوم ہوئی۔ پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش ہوتا، اور اگر مآل کار ہمارا قبروں کی تنگی نہ ہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر زور سے روئے یہاں تک کہ آواز بلند ہوئی۔ ام منذرؓ فرماتی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شام کو لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ

تم خدائے تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں، اور اَمَل ان اُمور کے کرتے ہو جو پاتے نہیں، اور مکانات ایسے بناتے ہو جن میں رہتے نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس اُمّت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات پائیں گے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک بوڑھا اپنی کدال سے زمین کھود رہا تھا۔ آپ نے جنابِ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ الٰہی اس شخص سے اَمَل کو دُور کر دے۔ وہ بوڑھا کدال پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی اس کی اَمَل اس کو دے دے، وہ شخص اُٹھ کر کام کرنے لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیوں لیٹ رہا تھا اور اب کیوں کام کرنے لگا۔ بوڑھے نے کہا کہ کام کرنے میں میرے نفس نے مجھ سے کہا، کہ تُو بوڑھا ہوا، اب کب تک کام کریگا۔ اس لئے میں نے کدال پھینک دی اور لیٹ رہا۔ پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جب تک مَیں زندہ ہوں بسر اوقات کی فکر ضرور ہے۔ اس لئے اُٹھ کر اپنا کام کرنے لگا۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم سب اچھا جانتے ہو کہ جنّت میں جاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتوں کو آنکھوں کے سامنے جما لو اور اللہ تعالیٰ سے جیسی چاہیئے ویسی شرم کرو۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں تم ایسے معاملے کی تکلیف دیئے گئے ہو کہ اگر ستارے اس کی تکلیف دیئے جاتے تو وہ بے نُور ہو جاتے، اور پہاڑ گل جاتے، اور زمین پھٹ جاتی۔ تم کیا جانتے نہیں کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں، اور تم کو بیشک ان میں سے ایک میں

جاتا ہے۔ اور ایک شخص نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان دونوں میں واسطہ موت ہے اور ہم پراگندہ خوابوں میں ہیں، والسلام۔ اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت آدمی سے قریب ہے اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا جاتا ہے اور بدن میں بَلا آہستہ آہستہ ٹہل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کُوچ کا نقارہ بجایا جائے، سفر کی تیاری کر لینی چاہیئے، والسلام۔ ابوزکریا تیمیؒ کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک پتھر جس پر کچھ کندہ تھا، کوئی ان کے سامنے لایا۔ اس کو پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے۔ دیکھا اس میں یہ لکھا تھا کہ اے آدمی! اگر تُو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پائے تو اپنی طولِ اَمَل کو چھوڑ دے، اور عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو، اور طمع اور حیلے کم کر دے اور تُو کل کو پشیمانی اُٹھائے گا۔ اگر تیرا قدم لغزش کرے گا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجھ کو قبر کے حوالہ کر دیں گے، اور باپ اور رشتہ دار تجھ سے جُدا ہوں گے، اور بیٹا اور داماد چھوڑ دیں گے تو پھر دنیا میں نہ پھرے گا نہ اپنے عمل میں زیادتی پائے گا۔ پس قیامت کے لئے حسرت اور ندامت سے پیشتر کچھ کر لے۔ اس کو سُن کر خلیفہ سلیمان بہت روئے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مَیں نے محمد بن یوسف کا خط عبدالرحمٰن بن یوسف کے نام دیکھا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ بعد سلام کے میں شُکر کرتا ہوں اس معبود کا، جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور تجھ کو ڈراتا ہوں اس حال سے کہ تُو اپنے مُہلت کے گھر سے قیام کی جگہ اور جزاءِ اعمال کے گھر میں جائے گا۔ اب تُو زمین کے اُوپر رہتا ہے، چند روز میں اس کے اندر ہو جائے گا۔ پھر تیرے پاس منکر نکیر آ کر تجھ کو بٹھلائیں گے، اور تجھ کو ڈانٹ بتائیں گے۔ پس اگر اس وقت اللہ تعالٰے

تیرے ساتھ ہوگا تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہیں ۔ اور اگر معاملہ دگرگوں ہُوا، تو خدائے تعالیٰ مجھ کو اور تجھ کو پناہ دے۔ بُری نوبت ہوگی یقام لیٹنے کا تنگ ہو جائے گا۔ تجھ کو خبر نہیں کہ پھر اُٹھنے کے لئے چیخ ہوگی اور صور پھونکا جائے گا۔ اور خدائے جبّار مقدماتِ خلق کے فیصلے کے لئے آمادہ ہوگا۔ زمین اپنے لوگوں سے اور آسمان اپنے باشندوں سے خالی ہو جائیں گے، اسرار کھُل جائیں گے اور جہنّم بھڑکائی جائے گی۔ میزانیں کھڑی ہوں گی، اور انبیاء اور شہدار کو بُلوا کر لوگوں کے باب میں ٹھیک ٹھیک حکم دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو شایاں ہیں جو سب عالموں کا پروردگار ہے تو بہت سے رسوا ہوں گے اور بہتوں کی پردہ پوشی کی جائے گی، اور بہت سے تباہ ہوں گے اور بہت سے نجات پائیں گے، بہتوں کو عذاب ہوگا، اور بہتوں پر رحم۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ اس روز میرا اور تیرا کیا حال ہوگا۔ اسی سے لذتیں جاتی رہیں شہوات چھُوٹ گئیں، اَمَل کوتاہ ہو گئے۔ سوتے بیدار ہوئے، غافل چوکنے ہوئے۔ خدائے تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہماری اور تمہاری مدد کرے، اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمہارے دل میں ایسی کرے جیسے متقیوں کے دل میں کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہم اسی کے ہیں اور اسی کے باعث موجود۔ والسلام۔

عبداللہؒ بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ میاں ہنستے کیا ہو، شاید تمہارا کفن دھوبی کے یہاں سے آچکا ہو۔ محمد بن علی زاہد کہتے ہیں کہ ہم کوفہ میں ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داؤد طائی بھی اس میں شریک تھے۔ جنازہ جب دفن ہونے لگا، تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے۔ مَیں اُن کے پاس جا بیٹھا تو مَیں نے سُنا کہ یوں کہتے تھے۔ جو وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے وہ دُور کی چیز نزدیک جانتا ہے اور جس کو اَمل زیادہ ہوتی ہے، اس کا عمل ضعیف ہوتا ہے۔ اور جو آنے والی چیز ہے

وہ قریب، اور بھائی جان یاد رکھ کہ جو شے خدائے تعالیٰ سے تجھ کو اور کام میں لگائے وہ تیرے اوپر منحوس ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبروں میں ہیں، اُن کا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے، اس سے پشیمان ہیں اور جو آگے بھیج دیا تھا اس سے شاداں۔ مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہیں، دنیا دار اسی پر لڑتے مرتے ہیں اور اسی پر رغبت رکھتے اور حاکموں کے سامنے خصومت کرتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھادو۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ نماز اگر پڑھا دوں گا تو دوسری نماز کوئی نہیں پڑھانے کا۔ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں یہ کہتے ہو کہ میں دوسری نماز بھی پڑھوں گا۔ ہم اللہ تعالےٰ سے طولِ اَمل سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ عمل نیک کی مانع ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہیں۔ بہت سے گھر ایسے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے اُن پر فنا لکھ دی ہے۔ اور ان کے رہنے والوں پر اس میں سے چلا جانا۔ تو بہت سے بخوبی آباد، چند روز میں اُجڑ جاتے ہیں، اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اُن کے رہنے پر حرص کریں، سفر کر جاتے ہیں۔ پس لوگو! خدائے تعالیٰ تم پر رحم کرے، اس میں سے اچھی طرح نکلو، اور جو کچھ تمہارے سامنے لے چلنے کی چیزیں ہوں، ان میں سے عمدہ اپنے ساتھ لو، اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقویٰ ہے۔ دنیا کا حال ایسا ہے جیسے سکڑتا سایہ کہ چلا جاتا ہے۔ ابھی تو آدمی دنیا کا راغب اور اس سے خنک چشم بیٹھا ہے کہ اتنے میں خدائے تعالیٰ نے اس کو اپنے حکم سے طلب فرمالیا، اور اس کے سر پر موت کا رونا ڈالا، تو سب اس کے نشان چھین لئے، اور اس کی عمارت اور دولت دوسروں کے لئے کر دی۔ دنیا جتنی تازگی دیتی ہے اتنا خوش نہیں کرتی۔ خوش کم کرتی ہے اور رنج بہت دیتی ہے۔ سچ ہے ؎

جہاں میں عرصہ عشرت سے سوا دو چند ہے غم کا
اگر ہو عید کا دن ، تو عشرہ ہے محرّم کا

حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے۔ کہاں گئے وہ لوگ جن کے منہ خوب صورت چمک دمک کے ساتھ تھے، اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے شہر بنائے اور شہر پناہوں سے ان کو مضبوط کیا۔ کہاں ہیں وہ بہادر کہ لڑائی میں بڑھ چڑھ کر رہا کرتے تھے، زمانے نے ان کو زیر کر دیا۔ قبروں کے اندھیروں میں جا پڑے۔ تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانوں کے لئے نجات کی صورت ڈھونڈھو۔

خواجہ محمد اسلام کا مشورہ یہ ہے کہ نجات کی صورت یہ ہے کہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں چلے جاؤ۔ وہاں سے پیدل حج کے لئے جماعتیں چلتی ہیں۔ ان میں شامل ہو کر حق کو تلاش کرو۔ اگر آپ نے میری بات کو مان لیا تو انشاء اللہ مکہ معظمہ پہنچنے تک وہ مقام حاصل ہو گا کہ دنیا میں بیٹھ کر آخرت کی خبروں کو اپنے کانوں سے سُن لو گے۔

اے دوست ! جو کچھ کرنا ہے آج کر لے۔ ہم نے مانا کہ تجھ کو سَو برس کی مہلت مل جائے، تب بھی تو راستہ بدون کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدون کئے نہیں ہوتا۔ اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جس دن مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو، تو ایسا دن نہ خدائے تعالےٰ نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرمائے گا۔ جنّت تو جب ملے گی تو شاق باتوں سے چھُپی ہوئی ملے گی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہوں گی، اس کا وجود تو محال ہے۔ سوچ تو سہی کہ کب سے تُو وعدہ کرتا ہے کہ کل عبادت کروں گا، اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہے۔ جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کرے گا۔ تجھے نہیں معلوم کہ جو کل آج ہو گئی اس کو حکم گذشتہ کا ہو گیا بلکہ اصل یہی ہے کہ تُو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہو گا۔ اس واسطے کہ شہوت

مثل جمے ہوئے درخت کے ہے جس کا اکھاڑنا بندے کے لئے داخل عبادت ہے۔ پس اگر سستی کے باعث اس کو نہ اکھاڑا، اور دوسرے دن پر رکھا تو اسکی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو، اس وقت درخت کے اکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اسے رہنے دے، اور جانتا ہو کہ مدّت کے زیادہ ہونے سے درخت میں مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہے اور آدمی میں ضعف آتا جاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان ہو کر نہ اکھاڑ سکا، اُس کو بڑھاپے میں کبھی نہ اکھاڑ سکے گا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ تر لکڑی کو جہاں سے چاہو موڑ لو، اگر خشک ہو گئی تو پھر نہ مڑ سکے گی بلکہ ٹوٹ جائے گی۔ اے دوست! دنیا کی زندگی پر مغرور نہ ہو، نہ اور کسی چیز سے خدائے تعالیٰ پر مغالطہ کھا۔ تو اپنی آج فکر کر۔ اپنے اوقات ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہیں۔ جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجھ میں سے کچھ کم ہی ہو جاتا ہے۔ بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو، اور مفلسی سے پیشتر توانگری کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، موت سے پہلے زندگانی کو۔ اے دوست! اب تو سبقت کر کہ مرنے پر آپہنچا، موت نزدیک آگئی، پیام اس کا آموجود ہوا، جو کرنا ہے اب کرلے۔ تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھے گا، نہ روزہ رکھے گا، نہ خدا کو تجھ سے راضی کرے گا۔ اے دوست! تیری زندگی کے چند روز رہ گئے۔ یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ اس میں تو تجارت کرے۔ اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے۔ اگر تمام عمر اس برباد رفتہ زمانے پر رو دیگا تب بھی تھوڑا ہے۔ اور اگر عادت پر اصرار کر کے باقی عمر کو بھی تلف کر ڈالے گا، تو کیا حال ہوگا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موت تیرے وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر، اور مٹی تیرا بستر، اور کیڑے تیرے انیس، اور اندھیرا جلیس ہے، اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مُردوں کا لشکر شہر کے دروازے

پر تیرا منتظر ہے۔ انہوں نے اپنے اوپر گاڑھی قسمیں دے لی ہیں کہ بدون تجھے ساتھ لئے نہ ہلیں گے، کیا تُو یہ نہیں جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہم کو ایک روز ملے جو دنیا میں جا کر اپنے قصوروں کا تدارک کریں۔ اور تجھ کو تو یہ بات حاصل ہے کہ اگر تُو اپنی عمر کا ایک روز تمام دنیا کے عوض ان کے ہاتھ بیچے تو وہ اس کو ہر ہزار خوشی خرید لیں بشرطیکہ اُن کو قدرت ہو، اور تُو اپنے دنوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں تلف کر رہا ہے، ہائے کم بخت تجھ کو ذرا شرم نہیں، اپنے ظاہر کو تُو خلق کے لئے بناتا سنوارتا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کر کے خدائے تعالیٰ سے لڑتا ہے۔ خلق کی تو شرم ہے اور خالق کی نہیں۔ کیا وہ تجھ کو خلق کی نسبت بھی کم دیکھتا ہے۔ لوگوں کو تو تُو خیر کے لئے حکم کرتا ہے اور اپنے آپ ایسی پاجی باتوں میں آلودہ ہے۔ اوروں کو خدائے تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اس سے بھاگتا ہے۔ اوروں کو اس کی یاد دلاتا ہے اور خود اس کو بھولا ہوا ہے۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ گنہ گار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ تو جب تیرا باطن پاک نہیں تو دوسرے کے پاک کرنے کی طمع تجھ کو لاحاصل ہے۔ ارے کم بخت! اگر تُو اپنے آپ کو جیسا چاہیے ویسا پہچانے تو تُو یہی گمان کرے کہ جتنی بلا لوگوں پر آتی ہے وہ سب تیری ہی نحوست ہے۔

تیرا بُرا ہو تُو تو شیطان کا گدھا بن گیا ہے کہ جہاں چاہتا ہے وہاں تجھے لئے پھرتا ہے اور تیری ہنسی کرتا ہے اور باوجود اس کے تُو اپنے نفس پر شیخی کرتا ہے حالانکہ اس میں آفتیں اتنی ہیں کہ اگر ان سے بالکل بچا رہے تو کچھ نفع ہو، اور تجھ کو باوجود بہت سی خطاؤں کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیوں ہے۔ کیا تُو نہیں دیکھتا کہ شیطان نے خدائے تعالےٰ کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا میں ملعون اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور صفی خدائے

تعالےٰ کے تھے مگر ایک خطا کے باعث جنّت میں سے نکال دیئے گئے۔ ہائے کم بخت تُو کتنا غدار اور بے حیا ہے اور کتنا جہالت کا پرکالہ اور کتنا اپنے معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بے خبر ہے۔ ارے کم بخت کب تک معاملہ بنا کر بگاڑے گا اور کب تک عہد کو توڑے گا۔ کیا اتنی خطاؤں پر بھی دُنیا کو آباد کرتا ہے کہ گویا اس سے سفر نہ کرے گا۔ قبر والوں کا حال کیوں نہیں دیکھتا کہ انہوں نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے، سب کے سب تباہ ہو گئے اور گھر اُن کے ویران، اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہو گئی۔ نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت ؎

خاک اُنہوں کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے
آہ وُہ شکلیں پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پلیاں تھیں

کیا تجھ کو اُن کے حال سے عبرت نہیں ہوتی؟ کیا تُو ان کا حال نہیں دیکھتا کیا تُو یہ گمان کرتا ہے کہ آخرت میں وہی بُلائے گئے ہیں، تُو ہمیشہ دُنیا ہی میں رہے گا۔ اگر یہ بات ہے تو بہت بے ہودہ وہم ہے۔ جب سے تُو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تُو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تُو روئے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے، تھوڑے دنوں میں شکمِ زمین تیری قبر ہو گی۔ کیا تجھے خوف نہیں کہ جب جان گلے میں اٹکے گی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترش رُو ہو کر آئیں گے، اور خبرِ عذاب سنائیں گے تو اس وقت اگر تُو ندامت کرے گا تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ یا تیری آواز کوئی سُنے گا، یا تیرے رونے پر کسی کو ترس آئے گا۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ باوجود اس کے تجھ کو دعویٰ اپنی بصیرت اور دانائی کا ہے۔ کیا دانائی کی یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے خوش ہو، اور عمر کے کم

ہونے کا غم نہ کرے۔ اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ ہے
اے کم بخت تو آخرت سے رو گردان ہے، وہ تیری طرف آتی ہے اور تُو دنیا
کی طرف متوجہ ہے۔ اور وہ تجھ سے رُو گردان اور تُو اپنی آنکھ سے۔ بہت سے
اپنے بھائیوں اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ انہوں نے جس چیز آئندہ کی توقع
کی، پوری نہ ہوئی۔ جو کام کل پر رکھا، اُس تک نہ پہنچے، اور مرتے دم حسرت
کرتے چلے گئے، مگر تُو اپنی جہالت سے باز نہیں آتا۔ ارے نفس اس دن سے
خوف کر کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو میں نے امر و نہی کی
ہے اُس سے اُس کے عملوں کی باز پُرس ضرور کروں گا۔ چھوٹا بڑا، ظاہر و باطن
بدون پوچھے کچھ نہ چھوڑوں گا۔ اب تُو سوچ کہ کیا منہ لے کر خدائے تعالیٰ کے
سامنے کھڑا ہوگا اور کون سی زبان سے جواب دے گا۔ اور سوال کے واسطے
تیار ہو جا، جواب، باصواب مہیّا کر، اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن
ہیں اُن میں بڑے دنوں کے واسطے عمل کر رکھ۔ اس دارِ فنا اور بیت الحزن
میں، دارِ باقی اور خانۂ جاوداں کے لئے کچھ کر لے، پہلے اس سے کہ تُو بیکار
ہو جائے۔ اور دنیا میں سے باختیارِ خود بھلے آدمی کی طرح نکل جا، اس سے
پہلے کہ اسمیں سے بزور نکالا جائے۔ اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری مساعدت
کرے تو اس سے خوش مت ہو، اس لئے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان
اُٹھاتا ہے۔ اور بہت سے نقصان اُٹھانے والوں کو اپنے نقصان کی خبر
نہیں ہوتی۔ پس خرابی ہے اس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بے خبر ہو، پھر اس
پر ہنسے اور خوش ہو اور کھیلے اور ٹھٹھے کرے اور کھائے اور پیوے، حالانکہ
کتاب اللہ یعنی لوحِ محفوظ میں وہ آگ کی چھپٹیوں میں مندرج ہو۔ اے
نفس اب تجھے چاہیئے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظرِ عبرت سے دیکھے اور اس کے

لئے سعی مجبوروں کی طرح کرے ۔ اور اس کو باختیارِ خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں سبقت کرے ۔ اور ایسے لوگوں میں مست ہو کہ جس قدر اُن کو مِلا ہے اُس کا شکر کرنے سے تو رہے، اور بقیہ عمر میں اور زیادتی کے خواہاں ہیں۔ اور لوگوں کو منع کرتے ہیں آپ باز نہیں آتے ۔ اور اے نفس یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں، اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ ۔ پس جو شخص کہ رات دن کے ابلق گھوڑے پر سوار ہے وہ اسے لئے چلے جاتا ہے گو وہ خود نہ جائے ۔ لیکن اب میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگرداں ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے ۔ اور مَیں نہیں جانتا کہ تُو آگ سے خوش ہو، یا اِس نصیحت پر کان نہ دھرے ۔ پس اگر سختی دل کی نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اُس کو ہمیشہ کی تہجد گذاری اور شب بیداری سے دُور کر، اور اگر اِس تدبیر سے دُور نہ ہو تو ہمیشہ روزہ رکھ، اور اِس سے بھی نہ جائے تو ملاقات و گفتگو کم کر۔ اور یہ بھی مفید نہ ہو تو قریبوں سے سلوک اور یتیموں پر مہر کیا کر، اور یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ خدائے تعالیٰ نے دل پر مُہر لگا کر قفل لگا دیا، تاریکی گناہوں کی دل کے ظاہر اور باطن پر خُوب زور کی چھاگئی ۔ پس اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اِس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے جنّت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اُس کے واسطے پیدا کئے اور دوزخ کو پیدا فرمایا، اُس کے لئے بھی کچھ لوگ بنائے ۔ اور ہر ایک شخص سے وہی کام بن آتا ہے جس کے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے ۔ تو تجھ میں اگر گنجائش نصیحت سُننے کی نہ رہی ہو، تو اپنے نفس سے نا اُمید نہ ہو، اور نا اُمید ہونا گناہِ کبیرہ ہے۔ خدا پناہ دے ۔ اِس لئے نا اُمید تو ہو نہیں سکتا ۔ اور رجار کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھ پر مسدود ہیں ۔ اگر ایسی صورت میں رجار کرے تو واقع میں رجار نہیں بلکہ مغالطہ کھاتا ہے ۔ جب نامیدی بن سکتی ہے نہ رجار، تو اب

یہ دیکھ کہ جس مصیبت میں تُو مبتلا ہوا ہے، اُس پر تجھ کو غم ہوتا ہے یا نہیں، اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں۔ اگر گرتا ہے تو آنسوؤں کا منبع بحرِ رحمت سے ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں رجاء کی جگہ باقی ہے اِس صورت میں نوحہ اور گریہ وزاری پر مواظبت کر اور ارحم الراحمین سے فریاد چاہ، اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد وزاری سے ملول ہو نہ شکایت سے تھک۔ شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرمائے اور تیری فریاد رسی کرے۔ اِس لئے کہ تیری مصیبت تو بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی، اور اصرار نا فرمانی حد سے تجاوز کر گیا اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا، نہ کوئی باعث اور وسیلہ تیرے پاس ہے، تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماویٰ بجز اس عالی سرکار کے اور کوئی نہیں۔ اس کے سامنے گریہ وزاری کر اور داڑھیں مار اور اتنا تضرّع کر جتنے گناہوں کی کثرت ہے، اِس واسطے کہ وہ ذلیل تضرّع کرنے والے پر رحم فرمایا کرتا ہے اور طالبِ شیفتہ کی فریاد کو پہنچتا ہے اور مضطر کی دُعا قبول فرماتا ہے اور آج تُو اُس کی طرف مضطر ہے اور اُس کی رحمت کا محتاج۔ اِس وجہ سے کہ سب راستے تجھ پر تنگ ہو گئے اور حیلے جاتے رہے، تدبیریں بند ہو گئیں نہ نصیحت نے تجھ میں تاثیر کی، نہ توبیخ نے تجھ کو ملائم کیا۔ اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے، اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے۔ اُس کی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے۔

اُس کی جناب میں یوں کہہ:

(۱) یا رب خلافِ امرِ تو بسیار کردہ ایم
اُمید ہست از کرمت عفو ما مضیٰ

(ترجمہ) یارب ! ہم نے اکثر تیرے حکم کے خلاف ہی عمل کیا ہے، لیکن محض تیرے کرم سے ہمیں کئے ہوئے گناہوں کی معافی کی اُمید ہے۔

(۲) چشمِ گناہ گار بود بر خطائے خویش
مارا ز غایت کرمت چشم بر عطا

(ترجمہ) گناہ گار کی نظر تو اپنے گناہوں پر ہوتی ہے، اور ہماری نگاہ تیری کمال مہربانی پر ہے یعنی ہمیں تیری کمال مہربانی سے اُمید ہے۔

(۳) یارب ز لطفِ خویش گناہانِ ما بپوش
روزے کہ رازہا فتد از پردہ برملا

(ترجمہ) یارب ! اپنی مہربانی سے اُس دن ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے، جس دن سارے راز کُھل کر سامنے آجائیں گے۔

(۴) ہموارہ از تو لطفِ خداوندی آمدہ است
و ز ما چنانکہ در خور ما فعلِ ناسزا

(ترجمہ) تیری طرف سے ہمیشہ خداوندی مہربانیاں ہی ظہور میں آئی ہیں اور ہم سے ہماری حیثیت کے مطابق نامناسب فعل سرزد ہوئے ہیں۔

(۵) عدل است اگر عقوبتِ ما بے گنہ کنی
لُطف است اگر کشی قلمِ عفو بر خطا

(ترجمہ) اے اللہ ! اگر ہمیں گناہوں کے بغیر بھی سزا دے تو بھی تیرا عدل ہے، اور اگر ہمارے گناہوں کو معاف کر دے تو یہ تیری مہربانی ہے۔

(۶) دلہائے خستہ را ز کرم مرہمی فرست
اے اسمِ اعظمت درِ گنجینۂ شفا

(ترجمہ) ہمارے خستہ دلوں کے لئے مہربانی کا مرہم عنایت فرما۔ اے وہ

ذات کہ تیرا بلند و برتر نام شفا کا خزانہ ہے۔

⑦ دلہائے دوستاں تو خوں می شود ز خوف
باز از کمالِ لُطفِ تُو دِل مے دہد رجا

(ترجمہ) اے اللہ کریم! تیرے دوستوں کا دل تیرے خوف سے خون ہو جاتا ہے، تیرے خوف سے لرز رہا ہے، لیکن پھر تیری بے حد و حساب مہربانی سے دل ڈھارس بندھا دیتا ہے۔

⑧ گر خلق تکیہ بر عملِ خویش کردہ اند
مارا بس است رحمت و فضل تُو متکا

(ترجمہ) اے اللہ! اگر خلقت نے اپنے عمل پر بھروسہ کیا ہے لیکن ہمارے لئے محض تیرے فضل اور رحمت کا سہارا کافی ہے۔

⑨ یا رب قبول کن بہ بزرگی و لُطفِ خویش
کانرا کہ رَدّ کنی نبود ہیچ ملتجا

(ترجمہ) یارب! اپنی مہربانی اور بزرگی کے طفیل ہماری التجا قبول فرما۔ کیونکہ جس کو تُو رَدّ کر دے اُس کیلئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔

اس امر میں اقتدار اپنے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کی کرے۔ چنانچہ وہب بن منبہؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام کو خدائے تعالیٰ نے جنّت سے زمین پر اُتار دیا تو یہ یہاں اِس طرح رہے کہ آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں روز اُن پر نظرِ عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر، اندوہ گیں، غصّہ پیے، نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہیں۔ اِن پر وحی بھیجی کہ اے آدم! اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے۔ عرض کیا کہ الٰہی! میری مصیبت بڑھ گئی اور گناہوں نے مجھ کو گھیر لیا۔ عالمِ ملکوت سے

میں نکالا گیا، اور اُس کرامت کے بعد اِس ذلت کے مقام پر آیا اور سعادت سے نکل کر بدبختی میں پڑا، اور راحت کے بعد دارِ مصیبت میں پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا میں مُبتلا ہوا، اور اُس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اِس موت اور نیستی کے گھر میں آیا، تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤں۔ خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا میں نے تجھ کو اپنے لئے برگزیدہ نہیں کیا تھا اور تجھ کو اپنے گھر میں نہ اُتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے غصہ سے نہیں ڈرایا تھا۔ کیا تجھ کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی رُوح تجھ میں نہیں ڈالی تھی اور اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا۔ پھر تُو نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔ تُو میرے عہد کو بھُول گیا، اور میرے غصّہ کا معترض ہوا۔ قسم ہے اپنی عزّت اور جلال کی، اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے بھر دُوں کہ سب کے سب تجھ جیسی عبادت کریں، اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو اُنکو گنہ گاروں کے مقام میں اُتاروں گا یہ سُن کر حضرت آدم علیہ السّلام تین سو برس تک روئے۔

موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں

ایک دولت مند شخص تنہا جارہا تھا راستے میں کچھ قبریں پڑیں۔ اُس نے ان سے کوئی عبرت نہ حاصل کی۔ اپنے زور و قوّت، حُسن و جمال اور دولت و ثروت کے خیال میں سرمست مصروفِ خرام رہا۔ اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو ایک قبر کے پاس بیٹھا کسی مُردہ کی کھوپڑی کو بہ نگاہِ عبرت دیکھ رہا تھا اور تاثر و عبرت کا ایک خاص عالم اس پر طاری تھا۔ وہ دولت مند شخص قریب آیا اور تمسخر و استہزاء کے رنگ میں اُس نے پوچھا۔ اے شخص مجھے بتا، اس کھوپڑی میں کیا رکھا ہے جسے تُو اتنے غور اور توجّہ سے دیکھ رہا ہے۔ یہ تو محض ٹوٹی پھوٹی اور بے جان ہڈیوں کا ایک

شکستہ ڈھانچہ ہے۔ اس میں ایسی کونسی چیز ہے جس پر تجھے حیرت ہو، یا تُو اتنی یکسوئی سے اس پر غور کرے؟ اُس مردِ مفکر نے خشکی اور سرد مہری کے ساتھ دولت مند شخص کو دیکھا اور کہا۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ کھوپری کسی امیر کی ہے یا غریب کی؟ کسی بڑے آدمی کا سر ہے یا چھوٹے آدمی کا؟ یہ سُن کر دولت مند آدمی بہت متاثر ہوا۔ اپنی عظمت و بڑائی اور کبر و نخوت کو بھُول گیا، اور اپنی حیثیت کا صحیح احساس کر کے اُس نے کہا۔

"موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں"

اس لئے خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مع "مرنے کے بعد کیا ہوگا" کا مطالعہ فرماویں۔

رُوح اور جسم کا جھگڑا حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رُوح جسم سے جھگڑا کرے گی اور کہے گی تُو نے سب کچھ کیا ہے۔ اور جسم کہے گا کہ تُو نے حکم دیا، تُو نے جس چیز کو اچھا بنا کر دکھایا، مَیں نے کیا۔ اس لڑائی کے فیصلے کے لئے اللہ ایک فرشتہ کو بھیجے گا، جو کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک اپاہج آدمی ہے اور دوسرا اندھا ہے۔ یہ دونوں ایک باغ میں گئے۔ اپاہج نے اندھے سے کہا کہ مَیں نے ایک پھل دیکھا ہے مگر مَیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر اندھے نے کہا۔ تُو میرے اُوپر سوار ہو جا اور پھل توڑ لے۔ چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہو گیا اور اس نے پھلوں کو توڑ لیا۔ یہ مثال دے کر فرشتہ جسم و رُوح سے کہے گا کہ بتاؤ ان دونوں آدمیوں میں سے کون شخص حد سے تجاوز کرنے والا ہے؟ رُوح و جسم کہیں گے کہ دونوں ہی برابر ہیں۔ اس پر فرشتہ کہے گا کہ تم دونوں نے اپنی جانوں کو حکم دیا۔ اور جسم رُوح کے لئے مثل سواری کے ہے اور رُوح اُس پر سوار ہے۔ حضرت انسؓ نے مرفوع روایت بیان کی کہ رُوح و جسم قیامت کے

دن جھگڑا کریں گے۔ جسم کہے گا مَیں تو کھجور کے تنے کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اگر رُوح نہ ہوتی تو مَیں نہ ہاتھ ہلا سکتا نہ پاؤں۔ اور رُوح کہے گی، مَیں تو ایک ہوا تھی، اگر جسم نہ ہوتا تو مَیں کچھ کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ اس کے بعد مذکورہ بالا رُوح و جسد کی مثال اپاہج اور اندھے کی بیان فرما کر رُوح و جسم دونوں کو شریکِ کار کر لیا جائے گا

حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہمراہ ہم لوگ مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علیؓ نے قبر والوں پر سلام کر کے کہا۔ تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم بتائیں؟ سعید کہتے ہیں۔ ہم نے وعلیکم السلام کی آواز سُنی۔ اور یہ جواب سُنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا اے امیرالمومنین! تم ہم کو خبر دو، ہمارے بعد کیا ہوا؟ حضرت علیؓ نے کہا۔ سُن لو تمہاری بیویوں نے شادی کر لی۔ تمہارے مال بٹ گئے۔ تمہاری اولاد یتیموں میں شامل ہو گئی۔ اور جس مکان کو تم نے بڑا مستحکم بنایا تھا اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔ یہ سُن کر ایک مُردہ نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا۔ ہمارے کفن پارہ پارہ ہو گئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے۔ کھالیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ آنکھیں بہ کر رخسار پر آ گئیں اور نتھنوں سے پیپ بہ رہی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا، اُس کو پایا۔ اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہوا۔ ہم تو اپنے اعمال ہی کے ممنونِ کرم ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

"ہر جان دار (جی) چکھنے والا ہے مزہ موت کا۔"

تیرا اصلی گھر قبر ہے جو تجھ کو ہر روز تین بار پکارتی ہے —— کہ

اے فرزندِ آدم! —— مَیں وحشت کا مکان ہوں

مَیں تنہائی کا مقام ہوں، مَیں اندھیری کوٹھڑی ہوں۔ مَیں خاک اور دُھول سے پُر ہوں، میرے اندر سانپ ہیں بچھو ہیں۔ تُو میری پیٹھ پر چلتا پھرتا ہے،

میرے اندر آکر تُو ہل بھی نہ سکے گا۔ تُو میری پیٹھ پر حرام کھاتا ہے، میرے اندر تجھے کیڑے کھائیں گے۔ تُو میری پیٹھ پر دن رات گناہ کرتا ہے، میرے اندر آکر سخت عذاب پائے گا۔ تُو میری پیٹھ پر ہنستا کھیلتا ہے، میرے اندر روئے گا اور چلائے گا۔ تُو میری پیٹھ پر خوشیاں مناتا ہے، میرے اندر سخت غمگین ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر غرور اور تکبّر کرتا ہے، میرے اندر سخت ذلیل و خوار ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر دوستوں اور آشناؤں کے ساتھ چلتا پھرتا ہے، میرے اندر بالکل اکیلا اور تنِ تنہا ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر بُرے عمل کرتا ہے، میرے اندر تجھے بُرے عملوں کی نسبت سوال ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر فضول بکواس کرتا ہے میرے اندر چُپ چاپ اور گونگا ہو جائے گا۔ تُو میری پیٹھ پر اپنی حالت میں مست ہے، میرے اندر آکر حیران و پریشان ہوگا ——— اب تو جاگ ! میری پیٹھ پر مہلت کو غنیمت جان اور نیک عمل کرلے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کو اپنا مونس بنا۔ نمازِ تہجّد کو میرا چراغ تیار کر کے ساتھ لا۔ خوفِ الٰہی سے روتا رہ۔ کثرت سے ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کرتا رہ، تاکہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب تم پر آسان ہو جائیں وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ آگاہ ہو جاؤ، تمام تعریفیں اور حمد اسی پاک ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے دوستوں کو دنیا کے مہلکات اور اس کی آفات سے واقف کر دیا اور دنیا کے عیوب اور اس کے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کر دیا یہاں تک کہ ان حضرات نے دنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اس کی بھلائی اور برائی کا موازنہ کر کے یہ جان لیا کہ اس کی برائیاں اس کی بھلائی پر غالب ہیں اور جو امیدیں دنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو اس پر مرتب ہیں۔ دنیا ایک چٹ پٹی عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے گرفتار کرتی ہے اور اپنی بدکرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں

کو ہلاک کرتی ہے یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے ان کی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے اور اگر متوجہ بھی ہوتی ہے تو اس کی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے اگر ایک دفعہ احسان کرتی ہے تو ایک سال تک برائیاں کرتی رہتی ہے۔ جو اس کے دھوکے میں آجاتا ہے اس کا انجام ذلّت ہے اور جو اس کی وجہ سے تکبّر کرتا ہے وہ آخر کار حسرت و افسوس کی طرف چلتا ہے اس کی عادت اپنے عُشّاق سے بھاگنا ہے اور جو اس سے بھاگے اس کے پیچھے پڑنا ہے جو اس کی خدمت کرے اس سے علیٰحدہ رہتی ہے اور جو اس سے اعراض کرے اس کی ملاقات کی کوشش کرتی ہے۔ اِس کی صفائی میں بھی تکدّر ہے۔ اِس کی خوشی میں بھی رنج اور غم لازم ہیں اِس کی نعمتوں کا پھل حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بڑی دھوکا دینے والی مکار عورت ہے۔ بڑی بھگوڑی اور ایک دم اُڑ جانے والی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کے لیے نہایت زیب و زینت اختیار کرتی ہے اور جب وہ اچھی طرح اِس میں پھنس جاتے ہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے اور اُن کے منظم احوال کو پریشان کرتی ہے اور اپنی نیرنگیاں اُن کو دکھاتی ہے پھر اپنا زہر قاتل ان کو چکھاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے۔ اُس کے دوستوں کی دشمن ہے۔ اُس کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دشمنی اِس طرح سے کہ اُس کی طرف چلنے والوں کی رہزنی کرتی ہے۔ اُس کے دوستوں کے ساتھ دشمنی اِس طرح کرتی ہے کہ اُن کے دل لبھانے کے لیے طرح طرح کی زینتیں اپنے اُوپر لادتی ہے جس سے وہ اِس طرف ملتفت ہو کر اس سے قطع تعلق پر صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ اپنے مکر و فریب سے اُن کو شکار کرتی ہے اور جب وہ اِس کی دوستی پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں تو ایسے وقت اُن کو ایک دم اَدھر میں چھوڑ دیتی ہے جس وقت کہ وہ اس کے سخت محتاج ہوں جس سے وہ دائمی حسرت اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جب خداوند کریم نے حضرت موسیٰؑ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بھیجا تو اُن کو ارشاد فرمایا کہ تم اس کے لباسِ دنیاوی سے مت ڈرنا۔ اس کی کل میرے ہاتھ میں ہے۔ بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہے نہ آنکھیں بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اس کے دنیاوی ٹھاٹھ سے کچھ تعجب مت کرنا۔ یہ صرف دنیا ہی کی ٹیپ ہے اور دولت مندوں کی زینت۔ اگر میں چاہوں تو تم کو بھی دنیا کی آرائش سے ایسا آراستہ کر دوں کہ فرعون بھی دیکھے تو جان لے کہ مجھ سے اتنی زیبائش ممکن نہیں۔ مگر میں تمھارے لیے اس بات کو پسند نہیں کرتا اور تم سے یہ سب آرائش علیٰحدہ رکھوں گا۔ میں اپنے دوستوں سے ایسا ہی کرتا ہوں۔ دنیا کی نعمتوں سے ان کو ایسا علیٰحدہ رکھتا ہوں جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلّے کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی مشفق ساربان اپنے اونٹوں کو خارش والے اونٹوں کے پاس بٹھانے سے روکتا ہے اور یہ بات اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہوں بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت و انعام کو صحیح و سالم توقیر کے ساتھ پُورا حاصل کریں۔ میرے دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہیں انکسار اور خوفؒ اور خضوع اور تقویٰ سے کرتے ہیں یہ باتیں ان کے دلوں میں جمی رہتی ہیں اور جسموں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہی امور ان اشعارُ آثار میں ہیں اور انکے دلوں کی متاعِ پائدار جس نجات پر کہ ان کی فلاح ہے اور جس رجاءَ کی کہ ان کو توقع ہے یہی باتیں ہیں اور بُزرگی پر ان کا ناز ہے اور جس علامت سے کہ ان کی شناخت ہے وہ بھی یہی ہیں جب ایسے لوگ تم کو ملیں تو ان کی تعظیم کرنا اور بہ انکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ مجھ سے برسرِ پرخاش آتا ہے۔ قیامت کو میں اس سے اس کا عوض لوں گا اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جان لو کہ تم کو مرنا ہے اور بعد موت کے اُٹھنا اپنے اعمال پر وقوف پاکر ان کی جزا کو پہنچنا ہے

پس زندگی دنیا پر مت بھولو اور ان باتوں کو مت بھولو کہ دنیا مصیبت کا گھر ہے فنا ہونا اس کا معروف ہے اور دھوکا دینے میں موصوف اس کی ہر چیز کا انجام زوال ہے اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال۔ نہ اس کے حالات تبدیلی سے مامون ہیں نہ اس کے باشندے آفات سے مصئون۔ جب آدمی کو اس میں راحت و سرور پہنچتا ہے، یکایک مصیبت آجاتی ہے۔ اس کے احوال مختلف باہمد گر ہیں اور مرتب متغیر نہ اس کے عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے ہدف ہیں کہ جن کو اپنے تیروں کا نشانہ بناتی ہے اور موت سے سب کی خاک اڑاتی ہے۔ موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اس کا چکھنا ہر ایک پر لازم ہے اے اللہ تعالیٰ کے بندو! آج دنیا میں تمھارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگوں کا تھا جو تم سے عمر میں زیادہ اور قوت میں قوی اور آبادی میں اکثر اور مکانات میں اعلیٰ تھے مگر دنیا کے طول انقلاب سے اب ان کی آواز نہیں نکلتی۔ ان کے جسم سڑ گئے اور سر الٹ گئے اور مکانات گر گئے۔ یا وہ مکان عالی شان، گاؤ تکیے اور عمدہ فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹیں اور خاک گور اور گوشۂ لحد ہے۔ انکی قبریں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان کے رہنے والے اجنبی اور غریب ہیں۔ موحش عمارت والوں اور متشاغل اہل محلہ میں جا پڑے ہیں کہ نہ ان کو آبادی سے موانست ہے نہ بھائی بندوں اور ہمسایوں کی طرح آپس میں ملاوٹ و رغبت ہر چند کہ مکان قریب ہیں مگر میل کی صورت نہیں۔ اس لیے کہ ان کو کہنگی نے پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے کچومر نکالا زندگی کے بعد اسیر پنجۂ موت ہوئے اور اجسام نازنین راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے خاک میں اپنے یاروں میں جا ملے اور ایسے گئے کہ پھر کبھی نہ پھرے پھرنے کا ذکر کیا ہے جس صورت میں کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون (ترجمہ: کوئی نہیں یہ بات ہے کہ وہ کہتا ہے اور ان کے

پیچھے لٹکا دیا ہے جس دن تک اُٹھائے جاویں۔ اب تم بھی قطعاً جان لو کہ جیسا ان کا حال ہوا وہی تمہارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک میں گلنا اس خواب گاہ میں سونا اور اسی ٹھکانے میں رہنا علاوہ ازیں تم کو جب کیسی بنے گی، جب یہ باتیں تمہارے پیش نظر ہوں گی اور قبروں میں سے نکالے جاؤ گے جی کی باتیں تحقیق کی جاویں گی۔ بادشاہ علی الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی۔ گزشتہ گناہوں کے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہوں گے اور دل تھراتے پردے تمہارے فاش ہوں گے۔ عیوب اور چھپی باتوں کے سامنے کیے جاؤ گے۔ خداوند کریم سے التجا ہے کہ ہم کو اور تم کو تابع اپنی کتاب کا اور پیرو اپنے احباب کا رکھے۔ یہاں تک کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہ یعنی آخرت میں پہنچا دے وہی حمید اور صاحب بزرگی ہے۔ اے دوست! جب عاقلوں اور عالموں اور عارفوں اور ادیبوں کو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی حقارت کی اور اس کو اپنے دوستوں کے لیے اچھا نہیں جانا اور وہ اس کے نزدیک بہت حقیر اور ادنیٰ چیز ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں زہد فرمایا اور اپنے یاروں کو اس کے فتنہ سے ڈرایا تو انھوں نے اس میں سے میانہ روی کے طور پر کھایا اور زیادتی کو اپنا توشۂ آخرت بنایا اس میں سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو میں پڑیں اس کو ترک کیا۔ پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور غذا میں سے ادنیٰ مقدار دفع گرسنگی کھائی اور دنیا کو اس نظر سے دیکھا کہ فانی ہے اور آخرت کو جانا کہ باقی ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں سے اسی قدر توشہ لیا جس قدر مسافر لیتا ہے۔ پس دنیا کو اُجاڑا اور آخرت کو آباد کیا۔ آخرت کی طرف چشم دل سے دیکھا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بھی دیکھیں گے۔ اسی لیے اس کی طرف جانا پڑے گا۔ تھوڑی سی مشقت دنیا میں اٹھا کر بہت دنوں کا عیش حاصل کیا۔ یہ سب باتیں ان کو خدا تعالیٰ

کی تکلیف سے ہوئیں کہ جو کچھ اس نے اُن کے لیے محبوب جانا اسی کو انھوں نے محبوب سمجھا اور جس چیز کو برا سمجھا، اس کو انھوں نے بُرا تصور کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک پوپلی بڑھیا کی صورت میں آئی جو ہر ایک طرح کی زینت سے آراستہ وپیراستہ تھی۔ آپ نے پوچھا کہ تُو نے کتنے شوہر کیے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو شمار نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سب تجھ کو چھوڑ کر مر گئے یا تجھ کو طلاق دے دی؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے ان کو ذبح کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تیرے شوہروں کی خرابی ہے کہ پہلوں کا حال دیکھ کر عبرت نہیں کرتے، تُو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجھ سے نہیں ڈرتے۔ اس اعتبار سے دنیا کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔ اس کی مثال ایسی تصور کرنی چاہیے کہ ایک بڑھیا بدصورت اپنے اوپر خوب عمدہ پوشاک وزیور پہن لے اور مُنہ پر برقعہ ڈال کر لوگوں کو فریب دے۔ جب اُن کو اس کے باطن کا حال معلوم ہو اور منہ پر سے گھونگھٹ اٹھا کر دیکھیں تو اس کے اتباع سے نادم وخجل ہوں اور اپنی کم عقلی اور دھوکا کھانے سے شرمندہ، علاء بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جس کی کھال سکڑی تھی اور زیور ولباس میں لدی تھی۔ آدمی اُس کے گرد تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پاس آکر اس کو دیکھا تو لوگوں کے اُس کی طرف دیکھنے سے نہایت متعجب ہُوا کہ یہ کیوں اس کی طرف مائل ہیں۔ آخر اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا کہ تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں دنیا ہوں۔ میں نے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے۔ اس نے کہا کہ میرے شر سے بچنا چاہتے ہو تو روپے پیسے کو بُرا جاننا۔ اور ابوبکر بن عباشؒ کہتے ہیں کہ میں نے قبل اس کے بغداد میں پہنچوں، دُنیا کو خواب میں ایک بُڑھیا پھُوس بدصورت دیکھی کہ تالیاں بجا رہی ہے اور اس کے پیچھے

خلقت اس کی خواستگار رہے۔ وہ بھی تالیاں بجاتے اور ناچتے ہیں۔ جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اگر مجھ کو موقعہ ملا تو یہی حال تیرا بھی کروں گی جو اُن کا ہے۔ اس خواب کو کہہ کر ابو بکر رو پڑے۔ اور فضیل بن عیاض رحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑھیا بد صورت گیرو آنکھوں والی شکل میں لائی جاوے گی۔ دانت آگے کو نکلے ہوں گے۔ لوگوں کے سامنے کر کے پوچھا جاوے گا کہ تم اس کو بھی پہچانتے ہو؟ عرض کریں گے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اس کو جانیں۔ حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جس کے لیے تم فخر اور حسد اور بغض اور قطع رحم اور فریب و مکر کیا کرتے تھے اور اس کے پھندے میں آگئے تھے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جاوے گا۔ وہ عرض کرے گی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہاں ہیں؟ حکم ہوگا اُن کو بھی اسی کے ساتھ کر دو۔ اور حضرت فضیلؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی رُوح سے اُوپر کو چڑھا۔ راستے میں اس نے ایک عورت ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی۔ جو اس کے پاس سے نکلتا ہے وہ اس کو زخمی کر دیتی ہے۔ پشت کی طرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بُڑھیا پھوس نیلی چندھی آنکھوں کی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو خدا تجھ سے بچاوے۔ اس نے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھ کو مجھ سے نہیں بچانے کا جب تک روپیہ پیسہ کو بُرا نہ جانے اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ جواب ملا کہ دنیا ہوں۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھ کھا کر پھر پانی اور دودھ پیتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ پھر اس غذا کا کیا بنتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا وہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ دنیا کو اسی چیز سے مشابہ فرماتا ہے جو انجام کو غذا سے بن جاتی ہے۔ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا

ہوں کہ اوّل غذا میں خوب مسالہ وخوشبو ڈالتے ہیں اور پھر اس کو کہاں ڈالتے ہیں۔
ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے کچھ پُوچھنا چاہتا ہوں مگر شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شرمانا نہ چاہیے۔ پوچھ لو۔ اس نے عرض کیا جب آدمی پاخانے سے فارغ ہو تو کیا اس کو دیکھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں فرشتہ اس کو یوں کہتا ہے کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تھا' اس کو دیکھ کہ اس کا انجام کیسا ہُوا؟ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت میں ایسی ہے کہ جیسے کوئی سمندر میں انگلی ڈال کر دیکھے کہ انگلی پر کس قدر پانی آیا۔ یعنی آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہے اور اس وجہ سے کہ دنیا دار دنیا کی لذتوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی طرف سے غافل رہتے ہیں اور پھر بڑی بڑی حسرتیں اٹھاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوتے اور ایک جزیرے میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ملاح نے ان کو اجازت دی کہ جن کو قضائے حاجت منظور ہو وہ یہاں اُتر جاوے مگر یہ مقام خوف ناک ہے۔ یہاں سے جلد اپنا کام کر کے واپس آنا ورنہ کشتی کھُل جاوے گی۔ یہ لوگ کشتی سے اتر پڑے اور اطرافِ جزیرہ میں پھیل گئے۔ پھر بعضوں نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضا حاجت کرتے ہی کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کو دیکھ کر خوب فراغت کی جگہ اور خاطر خواہ آسائش کا مکان لے لیا اور بعضوں نے جزیرہ میں توقف کر کے اس کے شگوفوں اور غنچوں اور بیابانوں اور نغمات دل آویز اور جانوروں کے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلموں اور معاون گوناگوں اور نقوش غریبہ اور اشکال عجیبہ کی سیر کی، مگر بخوف کشتی کے نہ ملنے کے' سیر کرتے ہی پھر آئے۔ ان کو گو پہلوں کا سا وسیع مقام نہ ملا تاہم اچھی طرح بیٹھ گئے اور بعضوں نے جو ان اشیاء مذکورہ بالا کو دیکھا' لٹو ہو گئے اور صدف وجواہر اور میوہ وگل کی خوبی اس قدر دل میں کھبی کہ ان کو چھوڑنے کو دل نہ چاہا۔ اس

میں سے کچھ ساتھ لے لیے۔ کشتی میں آکر مکان میں اتنی گنجائش بھی نہ دیکھی کہ خود اچھی طرح بیٹھ سکیں۔ بوجھ کے رکھنے کا تو کیا ذکر ہے، بمجبوری ان کو اپنے سر پر لاد کر کشتی میں بیٹھ گئے مگر اپنی اس حرکت پر نادم تھے کہ ناحق ان کو لیا اور مفت میں دردِ سر اور وبال مول لیا۔ اور کچھ لوگ جنگلوں میں گھس کر کشتی کو بالکل بھول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ سُنی مگر باوجود اس کے درندوں کا خوف دل میں تھا اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس نشیب وفراز میں لغزش بھی ہوگی اور مصیبت اُٹھانی پڑے گی۔ پاؤں اور کپڑوں میں کانٹے بھی چبھیں گے۔ ٹہنیوں سے بدن چرے گا۔ آواز ہولناک سے کلیجہ کانپے گا۔ جھاڑیوں سے کپڑے پھٹ کر ننگے رہ جاویں گے اور پھر اگر لوٹنا چاہیں گے تو بن نہ آوے گا۔ اسی اثنا میں آواز کشتی والوں کی سُن کر بوجھ کے گٹھے سر پر لادے جو کنارے پر پہنچے تو کشتی پر جگہ نہ پائی۔ کنارے پر ہی بھوکے پیاسے مر گئے اور بعضوں کو کشتی والوں کی بھی آواز نہ سنائی دی اور کشتی بھی چل دی تو ان کا یہ حال یہ ہُوا کہ کچھ تو درندوں کی خوراک بن گئے۔ کچھ حیران پریشان بھٹک بھٹک کر مر گئے۔ بعضے دلدل میں گرے، بعضوں کو سانپ بچھو کھا گئے۔ غرضکہ سب اچھی طرح خوار و مردار ہوگئے۔ اب جو لوگ کہ کشتی میں بوجھ سمیت سوار ہوئے تھے، ان کو ان چیزوں کی حفاظت کی فکر ہوئی۔ مکان تنگ پہلے ہی سے تھا کچھ عرصہ بعد پھول مرجھا گئے۔ پتھر وغیرہ کے رنگ متغیر ہوگئے، میوے وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے۔ بدبُو آنے لگی اور یک نہ شد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکھنے ہی کی دِقت تھی اب بدبو سے ایذا ہونے لگی۔ پھر تو کچھ علاج نہ سوجھا بجز اس کے کہ اس کو دریا میں ڈال دیا مگر اس کی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گھر پہنچنے تک بیمار پڑ گئے اور بہت دنوں تک تکلیف میں رہے اور جو ان سے پہلے کشتی میں آئے تھے ان کو البتہ بیٹھنے میں خاطر خواہ آسائش تو نہ ملی الاوطن پہنچ کر صحیح

سالم رہے، کچھ دُکھ روگ نہ ہُوا اور جو لوگ اوّل ہی اوّل چلے آئے تھے وہ کشتی میں بھی چین سے رہے اور طبع میں بھی راحت و آرام سے رہے۔ پس اگر تامل دیکھو تو یہی حال دنیا کے لوگوں کا ہے کہ وطن اصلی کو بھول کر اس جزیرے کے گل و گلزار اور پتھروں اور چاندی پر ایسے غافل ہیں کہ انجام کی ذرا فکر نہیں کرتے۔ یہ معلوم نہیں کہ مرنے کے وقت زینت کی یہ سب چیزیں گردن پر وبال ہوں گی۔ گو اب ان کے آنے کی خوشی اور جانے کا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت میں سب ہی مبتلا ہیں اِلّا جس کو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے فریب میں آجاتی ہے اور باوجود خدا تعالیٰ کے خوف دلانے کا اللہ تعالیٰ کے قول پر ایمان ضعیف رکھتی ہے۔

اس کی مثال اس حدیث میں ہے جو حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ میری اور تمھاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسی کسی قوم کے لوگ کسی جنگل پر غبار میں چلیں اور چلتے چلتے یہ نوبت پہنچ جاوے کہ یہ بھی خبر نہ رہے کہ جتنی راہ طے کر چکے ہیں وہ زیادہ ہے یا جو باقی رہی ہے وہ زیادہ ہے پس ان کا کھانا پینا تمام ہو جاوے اور اسی جنگل میں کمریں کھول کر بے زاد و راحلہ پڑ رہیں اور جینے سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ جب ان کی یہ نوبت پہنچے تو دور سے ایک آدمی کی صورت دیکھیں کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اس کے کپڑوں سے پانی ٹپکتا ہے گمان کریں کہ یہ شخص کسی زرخیز زمین سے آتا ہے۔ وہ جگہ یہاں سے قریب معلوم ہوتی ہے۔ جب وہ پاس آ کر اُن سے پوچھے کہ میاں تمھارا کیا حال ہے؟ اس سے کہیں کہ جو حال ہے وہ عیاں ہے۔ عیاں راچہ بیان وہ جواب میں کہے کہ بھلا میں اگر تم کو پانی اور باغ بتا دوں تو کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ ہم تیری اطاعت کسی چیز میں فروگذاشت نہ کریں گے۔ اس نے کہا اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کر دو۔ انھوں نے خدا کی قسم کھا کر عہد مستحکم کیا کہ ہم ہرگز ہرگز

نافرمانی کسی بات میں نہ کریں گے۔ غرض کہ اس عہد کے بعد اس نے عمدہ پانی اور باغِ سبز حسب وعدہ بتایا اور چند روز خود ان میں رہا۔ پھر ان سے کہا کہ بھائیو! سُنتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ یہاں سے چل دو۔ پوچھا کہاں جائیں؟ کہا ایسے چشمہ اور باغ میں جو اس سے کہیں اعلیٰ ہے۔ اس کو سُن کر بعضوں نے تو یہ کہا کہ خدا خدا کر کے ہم کو یہ جگہ نعمت غیر مرقبہ ملی ہے۔ اس سے بہتر لے کر کیا کریں گے اور کم لوگوں نے یہ کہا کہ صاحبو اس کے ساتھ عہد کر چکے ہو کہ بات میں نافرمانی نہ کریں گے پہلے جو کچھ اس شخص نے کہا تھا ویسا ہی ہُوا۔ اب بھی اس کا قول بے شک درست ہے اور اسی خیال سے اس کے ساتھ ہو لیے اور باقی لوگ وہاں ہی پڑے رہے۔ صبح کو دشمن نے تاخت کر کے بعضوں کو قتل اور بعضوں کو اسیر کر لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں اس شخص سے مراد ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ امت کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں۔ پس جس نے والاخرة خير لك من الاولى (ترجمہ: اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے) کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر ان کا اتباع کیا، وہ تو سلامت رہا ورنہ دشمن جانی شیطان کے زمرہ میں داخل ہو کر خسرة الدنیا والآخرة ہُوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا میں اوّل اوّل مزے اُڑاتے ہیں اور آخر کو اس کی جدائی سے درد سہتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص مکان بناوے، اس کو خوب آراستہ کرے اور پھر ایک ایک قوم کو جُدا جُدا اپنے یہاں بلا کر دعوت کرے جب ایک قوم گھر میں آوے تو ایک سونے کے عطردان میں اس کے سامنے عطر وغیرہ رکھ دے کہ اس کو سُونگھ کر اوروں کے واسطے چھوڑ جاوے اس نے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن سمیت ہم کو ملا ہے، اسی جہت سے دل کو خوب اس پر متعلق کر لیا۔ جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دل کے باعث کمال رنج ہُوا اور جس کو دستور معلوم تھا، اس نے خوشبو بھی

سونگھی اور مالک کا شکر گزار بھی ہُوا اور خوشی سے برتن مالک کے حوالے کیا' اسی طرح جو شخص دنیا میں خدا تعالیٰ کی عادت سے واقف ہے جانتا ہے کہ یہ ضیافت خانہ ہے۔ گزرنے والوں پر وقف ہے اس لیے کہ توشہ آخرت لیں اور جس طرح مُسافر عاریت کی چیزوں سے متمتع ہوتے ہیں' اسی طرح اشیاءِ دنیاوی سے فائدہ اُٹھا دیں اور اس میں بہ ہمہ تن مصروف نہ ہوں کہ جدا ہونے کے وقت مصیبت سہیں۔ یہ ہیں دنیا کی مثالیں اور اس کے افات و عمل کی تشبیہیں۔ خداوند کریم ہم کو بھی توفیق اس سے بچنے کی عنایت فرماوے۔

جہاں بھی جاؤ موت آ کر رہے گی

روایت ہے خثیمہ رضؓ سے کہ ملک الموت ایک بار حضرت سلیمان علیہ السّلام کی مجلس میں آئے اور ایک شخص کی طرف تعجّب سے کچھ دیر تک دیکھتے رہے۔ جب ملک الموت چلے گئے تو اُس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام سے پُوچھا: "یہ کون شخص ہے؟" آپ نے فرمایا ملک الموت۔ اس نے کہا وہ میری طرف اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا میری رُوح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تُو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا مجھے ہندوستان میں پہنچا دیجیے۔ آپ نے ہَوا کو حکم دیا کہ اِس کو اُٹھا کر ہندوستان میں رکھ دے۔ ہَوا نے اُس کو ہندوستان میں پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے پُوچھا: تم کیوں اس شخص کو غور سے دیکھتے تھے؟ کہا مجھے تعجب اس بات سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا ہے کہ اس کی رُوح ہندوستان میں قبض کرو اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے۔

مَلکُ الموت اور اُن کے ساتھ والے فرشتوں کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالیٰ نے حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ٥ (ترجمہ) یہاں

تک کہ تُم میں کسی کی موت آجاتی ہے، تو لے لیتے ہیں اُس کو ہمارے فرشتے اور یہ زیادتی نہیں کرتے۔ ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے ملک الموت کے مددگار فرشتے مُراد ہیں۔ اور وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جو فرشتے انسان کے پاس آتے ہیں اور اس کی عُمر لکھتے ہیں، وہی اس کی رُوح قبض کرتے ہیں اور بعد قبض کرنے کے مَلکُ الموت کو دیتے ہیں اور ملک الموت ان کے سردار ہیں۔

روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا، تو جو فرشتے عرش اُٹھائے ہُوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کو زمین کی طرف بھیجا کہ کُچھ مٹی لادے۔ جب مٹی لینے کا ارادہ کیا، تو زمین نے کہا تجھ کو قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے تجھ کو بھیجا ہے کہ مجھ سے مٹی نہ لے کہ کل کے روز اُس کو آگ میں جلنا ہوگا، فرشتے نے یہ سُن کر مٹی نہ لی۔ جب پروردگار کے پاس گیا، تو پروردگار نے پُوچھا: "تم کو کس نے میرا حکم بجالانے سے باز رکھا؟ فرشتے نے عرض کیا، خداوندا! اُس نے تیری قسم دی، اس لیے میں نے نہیں لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دُوسرا فرشتہ زمین کی طرف بھیجا۔ اُس کو بھی زمین نے اِسی طرح قسم دی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کُل فرشتوں کو ایک ایک کر کے بھیجا اور مٹی لانے سے سب عاجز رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ملک المَوت کو بھیجا۔ ملک الموت نے مٹی لینے کا ارادہ کیا، تو زمین نے اُسی طرح قسم دی۔ ملک الموت نے کہا جس نے مجھ کو بھیجا ہے اُس کا حُکم بجالانا ضروری ہے۔ پھر زمین کے ہر حصّہ بھلے اور بُرے سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر پروردگار کے پاس حاضر ہُوئے اور جنّت کے پانی سے خمیر کر کے آدم کا بدن تیّار کیا۔ زہری نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور کہا اوّل فرشتہ اسرافیل تھے اور دوسرے فرشتے میکائیل اور ابنِ مسعود اور بہت سے صحابہ نے کہا کہ اوّل فرشتہ جبرئیل، مکائیل تھے۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجہیز الاموات

جس میں نقشہ تفصیل کفن اور مسائل ضروریہ حسب ذیل آٹھ فصل میں منقسم ہے:

پہلی فصل : جان کندنی کے بیان میں۔

دُوسری فصل : غسل دینے کے بیان میں۔

تیسری فصل : کفن دینے کے بیان میں۔

چوتھی فصل : جنازہ لے جانے کے بیان میں۔

پانچویں فصل : نمازِ جنازہ کے بیان میں۔

چھٹی فصل : قبر اور دفن کے بیان میں۔

ساتویں فصل : زیارتِ قبر کے بیان میں۔

آٹھویں فصل : مسائل ضروریہ کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو اس سے نفع بخشے اور نیک عمل کی توفیق دے۔

پہلی فصل

جان کندنی کے بیان میں : جب کسی پر موت کے آثار ظاہر ہوں یعنی اُس کے دونوں قدم ڈھیلے ہو جائیں اور ناک کج ہو جائے اور کنپٹیوں میں گڑھے پڑ جائیں اور چہرہ کا چمڑہ کھچ جائے، تو چاہیے کہ اس کو قبلہ رُخ داہنی کروٹ لٹائیں اور مستحب ہے کہ کلمہ شہادت کی تلقین اس طرح کریں کہ نیک آدمی اس کے پاس بلند آواز سے کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور اس کو پڑھنے کے لیے اصرار نہ کرے، اس واسطے کہ وہ اپنی تکلیف میں مُبتلا ہے۔ اگر وہ ایک بار پڑھ لے تو کافی ہے۔ اِس کے بعد اگر وہ کوئی بات کرے، تو پھر اسی طرح ایک بار تلقین کر دے اور مُستحب ہے کہ اِس کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھے اور اچھے آدمی متقی و پرہیزگار وہاں پر آئیں جب مُر جائے، تو کپڑے کی پٹی سے اُس کی ڈاڑھی سر کے ساتھ باندھیں اور نرمی سے آنکھیں بند کر دیں اور باندھتے وقت کہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَ اَسْعِدْہُ بِلِقَائِکَ وَ اجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْہُ

اور اس کے ہاتھ پیر سیدھے کر دیں اور مستحب ہے کہ اس کے کپڑے اُتار کر ایک چادر اُڑھا دیں اور چارپائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں۔ پھر اُس کے دوست آشنا محلّہ والوں کو خبر کر دیں تاکہ اِس کی نماز میں شریک ہوں اور اس کے لیے دُعا کریں اور مستحب ہے کہ اس کے ذمّہ جو کچھ قرض ہو اس کو ادا کر دیں اور تجہیز و تکفین میں جلدی کریں۔ غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن شریف پڑھنا منع ہے۔

دُوسری فصل

غسل دینے کے بیان میں: میّت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ جب غسل دینے کا ارادہ کریں، تو غسل کی چوکی کو خوشبو کی دھونی دیں۔ یعنی ایک بار یا تین بار یا پانچ بار اس کے چاروں طرف دھونی پھیریں اور اس پر مُردہ کو لٹائیں اور بہتر ہے کہ چاروں طرف پردہ کر لیں، پھر کپڑے اُتاریں اور ناف سے زانو تک چھپائیں اور ایک کپڑا ہاتھ میں لپیٹیں اور آگے پیچھے سے اس کا ستر پانی ڈال کر پاک کریں اور وضو کرائیں، لیکن میّت اگر بچّہ ہو تو وضو کی حاجت نہیں۔ اس وضو کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے منہ دھوئیں، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھو کر مسح کریں، پھر دونوں پاؤں دھوئیں اور داہنے عضو کو پہلے دھوئیں اور مُنہ اور ناک میں پانی نہ ڈالیں بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کپڑا تر کر کے اس کے منہ میں پھیریں اور دانت مل کر صاف کریں اور لب کی میل چھڑائیں اور

ناک کو تر کپڑے سے اندر سے صاف کریں اور غسل کا پانی گرم کرلیں اور اگر ہو سکے تو بیر کی پتی ملا کر پکائیں اور چھان لیں اور اگر سر میں بڑے بال ہوں تو خطمی پانی میں خوب مل کر چھان لیں۔ اس پانی سے سر اور داڑھی دھوئیں یا صابون سے دھوئیں۔ پھر میّت کو بائیں کروٹ لٹا کر داہنے پہلو کو سر سے پاؤں تک غسل دیں، پھر داہنی کروٹ لٹا کر غسل دیں تاکہ سب جگہ پانی پہنچ جائے، پھر پیٹھ کی طرف سہارا دے کر بٹھائیں اور شکم اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں، اگر کچھ نجاست نکلے تو صاف کریں اور غسل یا وضو نہ دہرائیں اور سر اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں نہ ناخن تراشیں نہ لب اور بغل کے بال دور کریں۔

جو شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا اس کو بھی غسل دینا واجب ہے اگر اس قدر پھول گیا ہے کہ غسل نہیں دے سکتے تو بھی اس پر پانی بہانا واجب ہے اور جو لڑکا پیدا ہو کر مر گیا، اس کا بھی غسل واجب ہے۔ چاہیے کہ اس کا نام رکھیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں اور جو مُردہ پیدا ہو یا کچا بچہ پیدا ہوا یعنی اس کے اعضا درست نہیں ہوئے اُس کو بھی غسل[1] دیں اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کریں اس پر نمازِ جنازہ نہیں ہے۔ جس میّت کے مومن یا کافر ہونے کا حال معلوم نہ ہو پس اگر اسلام کی علامت اس میں پائی جائے یا دارالاسلام میں ہو تو اس کا حکم مسلمان کا ہے اور جو شخص سمندر کے سفر میں مرے، تو غسل و کفن و نمازِ جنازہ کے بعد اس کو وزنی چیز سے باندھ کر سمندر میں ڈال دیں۔ بہتر ہے کہ غسل دینے والا بھی باوضو ہو اور اگر جنابت والا یا حیض و نفاس والی عورت یا کافر غسل دے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اور مستحب ہے کہ میّت کی قرابت والا غسل دے اور اگر اس کو غسل دینے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو پرہیزگار آدمی غسل دے اور غسل دینے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح غسل دے کہ تمام بدن میں

---

[1] اور نام رکھیں اگر لڑکا، لڑکی کا نشان نہ معلوم ہو تو اس کا نام ایسا رکھیں جو عورت مرد میں ملتا جلتا ہو جیسے بسم اللہ رحمت۔ نعمت، حشمت وغیرہ کذا فی الصحاح - ۱۲
محمد نذیر صابر دہلوی عفی عنہ

پانی پہنچ جائے اور اگر میت کی خوبی دیکھے، تو اس کو بیان کرے اور اگر بُرائی دیکھے مثلاً بدبُو یا اس کی صورت کی بے رونقی یا کسی عضو میں بُرائی تو اس کو ظاہر نہ کرے۔ مردوں کو مرد غسل دے اور عورتوں کو عورت اور چھوٹے لڑکے لڑکی کے غسل میں اختیار ہے چاہے مرد دے چاہے عورت۔ اور ضرورت کے وقت عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی بی بی کو غسل نہیں دے سکتا۔ اگر عورت مر گئی اور غسل دینے والی عورت نہیں ہے تو اگر مرد محرم موجود ہے تو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر شوہر ہے تو ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اگر اجنبی ہے تو بھی کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور ہاتھ کے تیمم کرانے کے وقت نگاہ نیچی رکھے۔ بڈھی اور جوان عورت کا ایک حکم ہے اور اگر مرد مر جائے اور غسل دینے والا مرد نہیں ہے، تو عورت ذی رحم محرم تیمم کرائے اور اگر یہ نہ ہو اجنبی عورت ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے۔ اگر لڑکا مر گیا اور باپ کافر ہے، تو اس سے غسل دلانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ مسلمان غسل دے۔ اگر کوئی شخص سفر میں مر گیا اور پانی نہیں ملتا، تو تیمم کرا کے نماز جنازہ پڑھے پھر اگر پانی مل جائے، تو غسل دے کر دوبارہ نماز پڑھے۔

تیسری فصل

کفن دینے کے بیان میں: میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لیے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔ ازار، کرتا، لفافہ اور صرف ازار لفافہ بھی کافی ہے اور مجبوری کے وقت جو مل جائے اسی کا کفن دے۔ ازار، لفافہ سر سے قدم تک اور کرتا بغیر آستین اور کلی کا گردن سے قدم تک ہو اور متاخرین فقہائے میت عالم کے واسطے عمامہ باندھنا بھی بہتر لکھا ہے، مگر شملہ منہ کی طرف رکھے اور عورت کے لیے مسنون پانچ کپڑے ہیں۔ کرتا، ازار، اوڑھنی، لفافہ، سینہ بند اور صرف ازار لفافہ اوڑھنی بھی کافی ہے۔ کرتا مونڈھوں سے ٹخنوں تک اور سینہ بند سینہ سے گھٹنوں تک یا ناف تک اور اوڑھنی دو ہاتھ لمبی، دو بالشت چوڑی اور ازار و لفافہ سر سے پیر تک ہونا چاہیے۔ ناچاری کے وقت عورت کو دو کپڑے اور مرد کو ایک کپڑا بھی جائز ہے اور بغیر ناچاری کے مکروہ ہے۔ اور جو لڑکے

لڑکیاں جوان ہونے کے قریب ہوں، ان کا حکم مرد اور عورت کا ہے اور جو لڑکا چھوٹا ہو اُس کے لیے ادنیٰ درجہ ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کے واسطے ادنیٰ درجہ دو کپڑے ہیں۔

مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑے اور کسم زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے اور عورت کے لیے جائز ہے۔

سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے اور نیا پرانا یکساں ہے جو میّت مالدار ہو اور اس کے ورثہ کم ہوں اس کو کفن مسنون دینا افضل ہے اور جس کے مال کم اور ورثہ زیادہ ہوں اس کو کفایتی افضل ہے۔

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کفن کو پہلے ایک بار یا تین بار یا پانچ بار خوشبو کی دھونی دیں، پھر مرد کے لیے پہلے لفافہ بچھائیں۔ اُس کے اُوپر ازار پھر میّت کو اس پر لٹا کر کُرتا پہنائیں اور سَر اور داڑھی اور بدن میں خوشبو لگائیں، مگر مرد کے واسطے زعفران کی خوشبو نہ لگائیں اور میّت کی پیشانی، ناک اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانوں اور دونوں قدم پر کافور لگائیں۔ اس کے بعد ازار کو پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے لپیٹیں۔ اسی طرح لفافہ بھی لپیٹیں اور گرہ دیں۔

عورت کے لیے پہلے سینہ بند پھر لفافہ بچھائیں۔ اِس پر ازار پھر میّت کو اُس پر رکھ کر کُرتا پہنائیں اور بال کے دو حصّے کر کے دونوں طرف سے کُرتے کے اُوپر کر دیں اور اوڑھنی اس کے سر پر اوڑھا کر دونوں کناروں سے دونوں طرف کے بال چھپائیں اور اس کے اُوپر ازار پھر لفافہ پھر سینہ بند سینہ کے اُوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں کے نیچے تک لپیٹیں۔ کفن پہنانے اور خوشبو لگانے میں حج کے احرام والے اور بے احرام والے برابر ہیں۔ جس کے پاس مال نہ ہو اُس کا کفن اُس شخص کے ذمہ پر ہے جس پر اس کا نان نفقہ واجب ہے اور عورت کا کفن شوہر کے ذمہ ہے اور اگر شوہر غریب ہے، تو بھی اس کا کفن عورت پر واجب نہیں، بلکہ محلّہ والوں پر واجب ہے۔ اگر کوئی مسافر یا غریب مر گیا اور لوگوں سے چندہ کر کے اس کا کفن خریدا

اور جو کچھ روپیہ بچ گیا۔ پس اگر معلوم ہو کہ یہ فلاں کا روپیہ ہے تو اس کو دے دینا چاہیے، ورنہ دُوسرے کسی غریب کے کفن میں لگائیں۔ اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو صدقہ کر دیں۔

نقشہ تفصیل کفن

نام پارچہ	طُول	عرض	اندازاً پیمائش	کیفیت
۱ ازار	۲ گز	۱ گز سے ۲ گز	سر سے پاؤں تک	۱۴ یا ۱۵ یا ۱۶ گرہ عرض کا کپڑا ہو، تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا۔
۲ لفافہ	۲½ گز	"	ازار سے ۴ گرہ زائد	"
۳ قمیض یا کفنی	۲ گز تا ۲½ گز	۱ گز	کندھے سے نصف ساق تک	۱۴ گرہ یا ایک گز عرض کی تیار ہوتی ہے۔ دو برابر حِصّہ کر کے اور چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں۔
۴ سینہ بند	۲ گز	۱½ گز	زیر بغل سے گھٹنوں تک	"
۵ سر بند	۱ گز	۱۲ گرہ	جہاں تک آجاوے	سر کے بال دو حِصّے کر کے اور اس میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینے کے رکھے جاتے ہیں۔

متعلّقاتِ کفن: تہ بند۔ بدن کی موٹائی سے ۳ گرہ زائد۔ بڑے آدمی کے لیے ۱ گز طُول کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک ۱۴ گرہ عرض کافی ہے، یہ دو (۲) ہونے چاہئیں۔ دستانہ ۶ گرہ طُول ۳ گرہ عرض۔ بقدر پنجہ دست بنالیں۔ یہ بھی دو عدد ہوں۔ باقی سامان۔ گھڑے ۲ عدد۔ لوٹا ۱ عدد۔ تختہ غسل ایک۔ لوبان، رُوئی، گُل خیرو، کافور حسبِ ضرورت۔ تختہ یا لکڑی برائے پٹاؤ قبر بقدر پیمائش۔

چوتھی فصل

جنازہ لے جانے کے بیان میں: جنازہ لے جانے کے واسطے مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی چاروں پایہ پکڑ کر لے چلیں۔ اس طرح کہ دس دس قدم پر مونڈھے بدلیں اور چاروں پائے پر اسی طرح کریں۔ اس سے بھی افضل طریقہ یہ ہے کہ سرہانے کا پایہ پہلے اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے۔ دس قدم کے بعد اس کے پیچھے والا پایہ پھر دس قدم کے بعد سرہانے کا دُوسرا پایہ اپنے بائیں مونڈھے پر رکھے، پھر دس قدم کے بعد اس کے پیچھے والا پایہ مونڈھے پر رکھے۔ اسی طرح ہر شخص ردّوبدل کرتا جائے اور جو بچہ شیر خوار ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو اس کی لاش ہاتھ پر لے جانا جائز ہے اور جنازہ لے کر تیزی سے چلنا چاہیے، لیکن نہ اس قدر کہ جنازہ ہلنے لگے اور جنازہ کا سر آگے رہنا چاہیے۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والے داہنے بائیں نہ چلیں، بلکہ پیچھے پیچھے اطمینان سے چلیں۔ آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن اگر جنازہ دُور نکل گیا، تو تیز چل سکتے ہیں اور دَوڑ بھی سکتے ہیں۔ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری سے بھی جانا جائز ہے، مگر اس کو جنازہ کے آگے جانا مکروہ ہے۔ اگر جنازہ اپنے ہمسایہ کا ہے یا قرابت دار کا یا کسی نیک آدمی کا، تو اس کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ جنازہ کے ساتھ جانے والے خاموش رہیں۔ بات چیت کرنا یا دُعا تلاوت قرآن بلند آواز سے کرتے ہوئے جانا مکروہ ہے۔ جب قبرستان میں پہنچیں، تو جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ جب تک مٹی دے کر قبر برابر نہ ہو تب تک نہ بیٹھے۔ میّت کے مکان پر یا جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنا، آواز سے رونا، مصیبت کا بیان کرنا، کپڑے پھاڑنا حرام ہے، یہ رسم جاہلیت کی ہے اس سے بچنا چاہیے۔ چپکے رونے میں گناہ نہیں اور صبر کرنا ہر حال میں افضل ہے اور عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نہ جانا چاہیے۔ اگر کوئی عورت رونے والی ساتھ ہو جائے، تو اس کو منع کریں۔ بہتر ہے کہ اپنے آدمی جنازہ لے چلیں اور اُجرت دے کر بھی لے جانا جائز ہے۔

پانچویں فصل

نماز جنازہ کے بیان میں: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگر

ایک آدمی پڑھ دے تو بھی فرض ادا ہو جائے گا۔ ورنہ سب کے سب گنہگار ہوں گے۔ نماز جنازہ کے واسطے شرط ہے کہ میّت کو غسل دیا گیا ہو۔ اگر کسی کو بغیر غسل کے اور بغیر نماز جنازہ کے دفن کیا یا نماز جنازہ پڑھ کر غسل دیا اور دفن کر دیا یا بغیر غسل کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا، تو تین دن کے اندر قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور جو شخص مُسلمان بادشاہ کے حکم سے پھر گیا یا ٹھگیتی کرنے لگا یا ماں باپ کو قتل کیا، ان سب پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور جس نے دُشمن پر تلوار چلائی اور دھوکے سے اپنی گردن پر پڑی اور قتل ہو گیا یا کسی نے خودکشی کر لی یا قصاص میں یا سنگسار کر کے مارا گیا، ان سب پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نماز جنازہ کی امامت کا مستحق شہر کا امام ہے۔ اس کے بعد محلّہ کا امام پھر میّت کا قرابت دار۔ اور عورتوں اور نابالغوں کو امامت کا حق نہیں ہے۔ اگر میّت نے وصیّت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔ اگر میّت کا کوئی رشتہ دار ولی نہیں ہے، تو اگر میّت عورت ہے تو اس کا شوہر ولی ہوگا، ورنہ اہلِ محلّہ جو اس کے ہمسایہ ہیں۔ جس پر ایک بار نماز ہو چکی اس کا فرض ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ اس پر نماز نہیں ہے۔ اگر مغرب کے وقت جنازہ آیا، تو فرض ادا کر کے نماز جنازہ پڑھیں اس کے بعد سُنّت۔ جو شرطیں پنج وقتہ نماز کی ہیں، وہی نماز جنازہ کی بھی ہیں اور جن چیزوں سے وقتی نماز فاسد ہوتی ہے، اس سے نماز جنازہ بھی فاسد ہوتی ہے۔ نیت نماز جنازہ کی یہ ہے کہ میں اللہ کے واسطے اس فرض کو ادا کرتا ہوں، کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر اور مقتدی یہ بھی نیّت کریں کہ میں اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ اگر صرف یہ نیّت کرے کہ میں نے اس امام کی اقتدا کی، تو بھی صحیح ہے۔ نماز جنازہ کی صحّت کے لیے یہ شرط ہے کہ میّت سامنے رکھی ہو اور افضل یہ ہے کہ مقتدیوں کی تین صف کرے۔ مثلاً اگر سات آدمی موجود ہوں، تو ایک امام اور تین آدمی کی پہلی صف اور دو کی دُوسری صف اور ایک کی تیسری صف کی جائے اور امام میّت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

ترکیب اس کی یہ ہے کہ پہلے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے اور سُبحانَکَ

اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰـهَ غَیْرُكَ پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر جو درود یاد ہو پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ پڑھے اور جس کو یہ دُعا یاد نہ ہو تو جو دُعا یاد ہو پڑھے، پھر اللہ اکبر کہے اور اگر میت لڑکا ہے تو یہ دُعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو اس طرح پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً جس کو یہ دُعا یاد نہ ہو تو جو دعا یاد ہو پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔ صرف امام تکبیر بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ کہیں اور جو شخص درمیان نماز کے آئے، تو کھڑا رہے۔ جب امام تکبیر کہے تو شریک ہو جائے اور جب امام سلام پھیرے تو باقی تکبیریں پوری کر کے سلام پھیرے۔ اگر بہت سے جنازے جمع ہو گئے ہیں تو اختیار ہے چاہے ہر ایک کی نماز الگ الگ پڑھے، چاہے سب کو سامنے رکھ کر ایک نماز سب کی نیت سے پڑھے۔ نماز جنازہ میدان میں، عید گاہ میں، گھر میں جائز ہے؛ البتہ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے، اس میں مکروہ ہے، لیکن بارش وغیرہ کے وقت حرج نہیں۔

چھٹی فصل

قبر اور دفن کے بیان میں: میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور قبر دو قسم کی ہوتی ہے ایک لحد یعنی بغلی اور دوسری صندوقی لحد وہ ہے کہ قبر تیار کرنے کے بعد لمبائی میں پچھم کی طرف ایک گڑھا نہر کے مثل کھود کر اس میں میّت کو رکھیں اور یہ طریقہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ اور جہاں زمین نرم ہو وہاں صندوقی کھودنا جائز ہے اور صندوقی وہ ہے کہ قبر تیار کرنے کے بعد قبر کی لمبائی میں ایک گڑھا نہر کی صورت بیچ قبر کے کھودیں اور اس میں مُردہ کو رکھیں۔ اس کے اُوپر تختہ رکھ کر بند کر دیں اور مٹی ڈالیں۔ قبر کی گہرائی آدمی کے سینہ تک ہو، اگر قد کے برابر ہو تو افضل ہے اور چوڑائی بقدر آدھے قد کے ہونی چاہیے

میّت کو قبر میں اُتارنے والے مضبوط، نیک بخت اور پرہیز گار ہوں۔ پہلے میّت کو قبر کے کنارے پچھّم کی طرف رکھ کر قبر میں اُتاریں اور لحد میں رکھتے وقت کہیں بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ میّت اگر عورت ہو تو قبر میں اُتارنے کے لیے اِس کے قرابت دار محرم ہوں، تو افضل ہے اور عورت کو اُتارتے وقت قبر پر پردہ کرلیں پھر میّت کو داہنی کروٹ قبلہ رُخ لٹائیں اور کفن کی گرہیں کھول دیں اور کچّی اینٹ یا بانس وغیرہ سے لحد بند کریں اور مٹی گرائیں اور دُوسری مٹی اس میں نہ ملائیں بہتر ہے کہ سرہانے سے مٹی گرائیں اور ہر شخص کو تین بار مٹی دینا چاہیے۔ پہلی بار مٹی ڈالتے وقت کہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دُوسری بار میں کہے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ تیسری بار میں کہے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پھر قبر کو دستور کے موافق بنادیں اور پانی چھڑکیں۔ قبر کو چبوترہ کی شکل پر بنانا یا قبر پر گچ کرنا منع ہے اور قبر پر مسجد یا مکان بنانا یا اس پر بیٹھنا یا سونا یا اس پر چلنا یا پاخانہ پیشاب کرنا یا پتھر وغیرہ لگا کر اس پر لکھنا مکروہ ہے۔ اور مستحب ہے کہ دفن کے بعد قبر کے پاس دو گھنٹہ تک بیٹھیں اور قرآن شریف پڑھیں اور دُعا کریں۔ اس سے میّت کی مغفرت ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے اور عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ اس کے بعد قبر کی زیارت کرتے رہیں اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر جو کچھ ہو سکے پڑھ کر اس کا ثواب میّت کی رُوح کو بخشیں جو شخص سفر میں مرے، اس کو وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے اور قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے، اور قبرستان کی گھاس کاٹنا اور اُس کے درختوں کی تازی شاخ کاٹنا مکروہ ہے۔

ساتویں فصل

زیارت قبر کے بیان میں: قبر کی زیارت ہر ہفتہ میں کرنا مستحب ہے اور جمعہ و شنبہ و دوشنبہ و پنجشنبہ کا دن افضل ہے اور شب برات میں اور ذی الحجہ کے دس دنوں میں اور عیدین میں اور عشرہ محرم میں بھی قبروں کی زیارت کرنی افضل ہے۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ پنجشنبہ و جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کو مردہ پہچانتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہر سال شہداء اُحد کی زیارت کو مدینہ منوّرہ سے جاتے تھے اور آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر

وعمر رضی اللہ عنہما بھی جاتے تھے علّامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اگر زیارت کرنے والے قبر کے پاس بدعات اور بُرے کام کرتے ہوں یا مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ہجوم ہوتا ہو، تو اس وجہ سے زیارت قبر کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے۔ چاہیے کہ قبر کی زیارت کرتے رہیں اور برائیوں کے روکنے اور بند کرنے کی کوشش کریں۔ اگر بوڑھی عورت موت کو یاد کرنے اور ثواب پہنچانے کی نیت سے قبر کی زیارت کو جائے، تو جائز ہے۔ جب زیارتِ قبر کا ارادہ کرے، تو مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے آیت الکرسی ایک بار اور قُل ھو اللہ تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میّت کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اِس کی قبر منوّر کرتا ہے اور اس کو بھی بڑا ثواب ملتا ہے۔ اُس کے بعد سیدھا قبرستان چلا جاوے اور جُوتا اُتار دے اور قبر کے سامنے قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے کھڑا ہو اور کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ پھر جو کچھ ہوسکے پڑھ کر ثواب پہنچائیں۔ اگر ہو سکے تو سورۂ فاتحہ اور الٓمٓ مُفلحون تک اور آیت الکرسی اور آمن الرسول سے آخر سورہ تک اور سورہ یٰسٓ اور تبارک الذی، الھٰکم التکاثر اور قُل ھو اللہ گیارہ بار یا سات بار پڑھے اور کہے یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔ ابوبکر بن سعید فرماتے ہیں مستحب ہے کہ قل ھو اللہ دس بار یا سات بار پڑھ کر ثواب پہنچائے۔ اگر میّت گنہگار ہے تو اس کی مغفرت ہوگی۔ اور اگر نیک ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوگی۔ عُلمائے نے فرمایا ہے کہ جو نوافل ادا کرے چاہیے کہ اس کا ثواب کُل مومنین و مومنات کو بخشے۔ ہر ایک کو پُورا پُورا ثواب ملتا ہے اور کسی کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔ یہی مذہب اہلِ سنت والجماعت کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ ہر سال آپؐ کے واسطے عمرہ کرتے تھے اور ابن موفق نے آپؐ کے واسطے ستر حج کیے اور ابن سراج نے دس ہزار سے زیادہ آپؐ کے واسطے ختم قرآن کیا۔

فائدہ: جس کے گھر میں غمی ہو اس کے یہاں تین دن تک غمخواری کے لیے جانا

مستحب ہے اور محلّہ والوں اور قرابت داروں اور دوست آشنا کو غمخواری کے واسطے جانا باعث ثواب ہے اس کے گھر کے سب چھوٹے بڑے کو صبر کے کلمات کہے اور تسلّی دے۔ تسلّی دینے میں اس طرح کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری میّت کی مغفرت کرے، اُس کے گناہ معاف فرمائے۔ اس پر اپنی رحمت نازل کرے اور تم لوگوں کو صبر کی توفیق دے۔ غمخواری کے واسطے چاہیے کہ میت والے اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھنے کا انتظام کریں۔ ایک دن یا دو دن یا تین دن تک اس کے یہاں جائیں اور صبر و تسلّی کی تلقین کریں۔ بلند آواز سے رونا، کپڑے پھاڑنا، اپنے منہ پر یا سینہ پر مارنا، سر پر خاک ڈالنا اور مردوں کو سیاہ لباس پہننا یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور دل سے رونے آنسو بہانے میں مضائقہ نہیں۔ ہمسایہ اور قرابت داروں کو میّت کے گھر والوں کے واسطے دو ایک وقت کھانا پکوا کر بھیجنا جائز ہے اور جو یہ دستور ہے کہ تیسرے یا چوتھے دن یا اس کے بعد میّت کے گھر والے کھانا پکاتے ہیں اور محلّہ کی اور قرابت والوں کی دعوت کرتے ہیں، یہ جائز نہیں۔ ایسے دستور کو چھوڑ دینا چاہیے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب چاہے کھانا پکوا کر غریبوں اور محتاجوں کو کھلائے اور اس کا ثواب میّت کو بخش دے۔

آٹھویں فصل

مسائل ضروریہ کے بیان میں: (۱) اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مرگیا ہو، تو وہ جس وقت نکالا جائے، اس کا غسل دینا فرض ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ میّت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا۔ ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر میّت کے اُوپر پانی برس جائے یا اور کسی طرح پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔

(۲) اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جاوے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا، بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے، تو اس

کا غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ لے یا بے سر کے۔ اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو، بلکہ نصف ہو تو اگر سر کے ساتھ ہو تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

(۳) اگر کوئی میت کہیں دیکھی جاوے اور کسی قرینے سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر۔ تو اگر دارالاسلام (مراد وہ جگہ جہاں مسلمان زیادہ بستے ہوں) میں یہ واقعہ ہوا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جاوے گی۔

(۴) اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز باقی نہ رہے، تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اور اگر تمیز باقی رہے، تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر کے لے جائیں اور صرف انہیں کو غسل دیا جائے۔

(۵) اگر مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے، تو اس کی نعش ہم مذہب کو دی جاوے۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو، مگر لینا قبول نہ کرے، تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر نہ مسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرائے اور سر اس کا صاف نہ کرایا جائے۔ کافور وغیرہ اس کے بدن میں نہ ملا جاوے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں اور کافر اس غسل سے پاک نہیں ہوتا۔

(۶) مرتد اگر مر جاوے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اہلِ مذہب اس کی نعش مانگیں، تو ان کو بھی نہ دی جاوے۔

(۷) اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہیے۔

(۸) نماز جنازہ: بعد غسل میت اگر نجاست حقیقۃ اُس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے، تو کچھ مضائقہ نہیں، نماز درست ہے۔

(۹) اگر بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو، تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو، تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی۔ جب تک کہ اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اور نعش

پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے اس کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ یہی اصح ہے اور بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ کی مدت بیان کی ہے۔

(۱۱) دفن: بلا عذر جنازہ کو کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ مثلاً قبرستان بہت دُور ہو۔

(۱۲) یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کُھد سکے، تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

(۱۳) عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میّت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

(۱۴) بعد دفن کر چکنے کے قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبے وغیرہ کے بنانا بغرض زینت حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔

(۱۵) میّت کی قبر پر کوئی چیز بطور یادداشت کے لکھنا جائز نہیں۔

(۱۶) جب قبر میں مٹی پڑ چکے، تو اس کے بعد میّت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوئی ہو، تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال: (۱۷) جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دُوسرے کی ملک ہو اور وہ اُس کے دفن پر راضی نہ ہو۔ (۱۸) کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو (۱۹) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اُس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔

(۲۰) قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لیے لے جانا خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ دُوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور بعد دفن کے نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔ (۲۱) تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر تعزیت کرنیوالا یا میّت کے اعزا سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں، تو اس صُورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں۔ (۲۲) اپنے لیے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں۔ قبر کا تیار رکھنا البتہ مکروہ ہے۔

دُنیا کی حقیقت

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب انھوں نے اس درخت میں سے کھایا تو ان کے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہوئی اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤں میں نہ تھی کہ کھانے سے حاجتِ پاخانہ ہو۔ صرف اسی درخت میں تاثیر رکھی گئی تھی اور اسی وجہ سے ممانعت بھی ہوئی تھی۔ غرضکہ قضاء حاجت کے لیے گھومنا شروع کیا۔ ایک فرشتے کو حکمِ خداوندی ہُوا کہ ان سے پُوچھو کہ کیا چاہتے ہو؟ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ میں جو بلا ہے، اُس کو کہیں ڈال دوں فرشتے نے بموجبِ ایماء ربانی کہا کہ یہاں کون سی جگہ اس قابل ہے؟ فرش اور تخت اور نہریں اور درختوں کے سایہ ہیں ان میں سے کوئی جگہ اس قابل نہیں۔ اس کے لیے دنیا میں جاؤ

حضرت ابُوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجُھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں دُنیا کی حقیقت دکھاؤں۔ مَیں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر ایک کوڑی پر تشریف لے گئے۔ جہاں آدمیوں کی کھوپڑیاں، پاخانے اور پھٹے ہُوئے چیتھڑے اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، ابُوہریرہ یہ آدمیوں کی کھوپڑیاں ہیں۔ یہ دماغ اسی طرح دُنیا کی حرص کرتے تھے جس طرح تم سب زندہ آج کل کر رہے ہو۔ یہ بھی اسی طرح اُمیدیں باندھا کرتے تھے جس طرح تم لوگ اُمیدیں لگائے ہُوئے ہو۔ آج یہ بغیر کھال کے پڑی ہوئی ہیں اور چند روز اور گزر جانے کے بعد مٹی ہو جائیں گی۔ یہ پاخانے وہ رنگ برنگ کے کھانے ہیں جن کو بڑی محنت سے کمایا، حاصل کیا، پھر ان کو تیار کیا اور کھایا۔ اب یہ اس حال میں پڑے ہیں کہ لوگ اس سے (نفرت کرکے) بھاگتے ہیں (وہ لذیذ کھانا جس کی خوشبو دُور سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی آج اُس کا منتہا یہ ہے کہ اُس کی بدبُو سے لوگوں کو اپنے سے متنفر کرتی ہے) یہ چیتھڑے وہ زینت کا لباس (تھا جس کو پہن کر آدمی اکڑتا تھا آج یہ اس حال میں) ہے کہ ہوائیں اس کو ادھر سے اُدھر پھینکتی ہیں، یہ ہڈیاں ان جانوروں کی

ہڈیاں ہیں جن پر لوگ سواریاں کیا کرتے تھے (گھوڑوں پر بیٹھ کر مٹکتے تھے) اور دُنیا میں گھومتے تھے۔ بس جسے ان احوال پر (اور ان کے عبرت ناک انجام پر) رونا ہو وہ ان کو دیکھ کر روئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب بہت روئے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا (ظاہر کے اعتبار سے) میٹھی اور سرسبز ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ نے تم کو اس میں اپنے اسلاف کا جانشین اس لیے بنایا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو۔ بنی اسرائیل پر جب دُنیا کی فتوحات ہونے لگیں تو وہ اس کی زیب وزینت اور عورتوں اور زیوروں کے چکّر میں پڑ گئے۔ دوستو غور کرو کہیں آج ہم بھی تو عورتوں کے چکّر میں نہیں پڑ گئے۔

لوگو! آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو اور زندگی پہ مت بھُولو۔

اور موت کو نہ بھُولو اور دنیا کے طالب نہ ہو اور نہ اس کے راغب، کیونکہ وہ بڑی مکار ہے اور دغا شعار۔ اول اپنے مغالطوں کو چکناتی ہے، پھر آرزوؤں میں پھنساتی ہے طالبین کے واسطے اس کی زینت ایسی ہے جیسے جلوہ کے وقت دُلہن کی صورت۔ سب کی نگاہ اس پر پڑتی ہے اور سب دل اس کے مشیفتہ ہیں اور جانیں اس پر فریفتہ۔ بہت سے عاشقوں کو اس نے خاک میں ملادیا اور جس نے اس پر اطمینان کیا، اس کو ذائقہ رُسوائی چکھایا۔ بھائیو! اس کو چشمِ حقیقت سے دیکھو کہ اس میں کتنی آفتیں ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہے کہ خود خالق نے اس کی مذمت کی ہے۔ اس میں جو نیا ہے وہ پُرانا ہوگا اور جو موجود ہے وہ فناپذیر ذلیل ہوگا اور کثیر و قلیل ہر زندہ کو موت آوے گی اور خیر سب فوت ہوجاوے گی۔ بھائیو خواب غفلت سے جاگو اور بے ہوشی سے دُور بھاگو پیشتر اس سے کہ تم کو کہیں کہ فلاں شخص بیمار ہے اور مرض میں گرفتار ہے کوئی کچھ دوا بتادو یا حکیم کو بُلادو پھر طبیب تمھارے لیے آویں مگر تم میں توقع شفا کی نہ پاویں۔ پھر یہ مشہور ہو کہ فلاں شخص نے وصیّت کی اور اپنے مال کو یوں تقسیم کیا اور جس کے پاس سے اپنا لینا تھا اس سے لیا پھر

یہ کہیں کہ لو صاحب اس کی زبان بند ہو گئی، نہ بھائیوں سے بولیں نہ ہمسایوں کو پہچانیں اور نہ لب کھولیں اور اس وقت تمھاری پیشانی عرق سے تر ہو اور سینہ پیاپے آہ سے مضطر اور گمان موت کا کرسی صدق پر جلوہ گر معلوم ہو اور اپنا سفر تم کو بنظرِ یقین مفہوم پلکیں بند ہونے سے اور زبان صحیح لفظ بولنے سے عاری ہو اور بھائی اور برادر سب مبتلائے گریہ زاری، کوئی کہے کہ یہ تیرا فلاں برادر ہے۔ یہ تیرا بیٹا لختِ جگر ہے مگر تم کچھ جواب نہ دو۔ زبان پر مہر خاموشی پھر قضا نازل ہو اور اعضاً میں سے رُوح نکل کر عالمِ بالا میں داخل ہو اس وقت تمام برادری جمع ہو اور کفن سیا جاوے اور غسل دے کر تم کو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گھر بیٹھ رہیں اور حاسد خوب شد کہیں تمھارے گھر والوں کے مدِ نظر تمھارا اماں ہو اور تم پر جواب دہیٔ اعمال ہو۔

یہ حقیقت ہے اس زندگی کی۔

اگر موت آئے نہ رنجور ہو — جو چھٹی ہو مزدور مسرور ہو،
بدل جائے جینے کا دکھ چین سے — جو مر جائے سو جائے سکھ چین سے
ملا مرنے والوں کو آرام وہ — کہ اُٹھنے کا لیتے نہیں نام وہ

طالبِ دُعا

خواجہ محمد اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

احوالِ برزخ

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعتِ دینیات
سعید منزل دربار
انارکلی، لاہور

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ ھُدَاۃِ الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط

حضورِ اقدسؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل وعیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے۔ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے، اس وقت ایک بھائی کو وہ بُلائے اور پُوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا، وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تُو مر جائے گا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اُٹھا کرلے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکرِ خیر کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل وعیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے سوال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تیرا میرا واسطہ زندگی کا ہے۔ جب تُو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ بھائی مال ہے، پھر وہ تیسرے بھائی کو بُلا کر پوچھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہُوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے گا تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اُس کو جھکاؤں گا۔ یہ بھائی عمل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اب بتلاؤ کون سا بھائی کارآمد ہُوا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کارآمد بھائی ہے، پہلے دونوں تو بے فائدہ ہی رہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین ہر آدمی سے روزانہ دس باتیں کہا کرتی ہے، اور زبانِ حال سے کہا کرتی ہے کہ اے فرزندِ آدم تو میری پشت پر بڑی تگ و دو کر رہا ہے، دنیا سمیٹنے کی غرض سے بہت دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔ مگر افسوس تجھے اس کا احساس بالکل نہیں، کہ ایک دن تجھے میرے جوفِ شکم میں آنا پڑے گا۔ میری پشت پر تو مسلسل گناہ کئے چلا جا رہا ہے لیکن تجھے اس کی فکر نہیں ہے کہ تو میرے اوپر خدا سے غافل ہو کر ترنگوں اور قہقہوں میں اپنی زندگی کے لمحاتِ گراں مایہ صرف کر رہا ہے۔ لیکن جب میرے اندر آئے گا تو پاداشِ عمل کو دیکھ کر خوب روئے گا چلّائے گا، اور نالہ و شیون کے بسترِ خار زار پر تڑپتا رہے گا۔ تو میرے اوپر اللہ کے احکام سے بے پرواہ ہو کر عیش و طرب اور رنگ رلیوں میں مصروف ہے لیکن تجھے معلوم ہوگا، کہ جب تو میرے اندر آئے گا تو تجھ پر کیا بنے گی اور اُس وقت تو پیکرِ اندوہ و ملال اور تصویرِ حزن و یاس بن جائے گا۔ تو میرے اوپر سیم و زر کے انبار اور مال و دولت کے ڈھیر اکٹھا کرتا جا رہا ہے لیکن جب تو میرے اندر آئے گا اور اپنا انجام بد دیکھے گا تو کفِ افسوس و دستِ حسرت و یاس ملے گا، اور بصد شرم و ندامت پچھتائے گا۔ تو میری پشت پر مالِ حرام جمع کر رہا ہے، اور غذائے حرام سے اپنے تنورِ شکم کو ایندھن بہم پہنچا رہا ہے۔ لیکن جب تو میرے شکم میں پہنچے گا تو میرے اندر بھرے ہوئے کیڑے تجھے اپنے شکم کی غذا بنا لیں گے۔ تو میرے اوپر اترا رہا ہے، اکڑ رہا ہے اور ناز و تبختر سے چلتا پھرتا ہے۔ لیکن جب میرے اندر آئے گا تو ذلت و نامرادی کے سوائے تجھے کچھ نہ ملے گا، اور

ناکامی و سیاہ روئی کے شکنجہ میں تو کسا جائے گا۔ تو میرے اُوپر اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے مسرت و شادمانی میں زندگی گذار رہا ہے لیکن میرے اندر چلے آنے کے بعد دُکھ درد اور رنج و غم کا دائمی شکار بنا رہے گا۔ تو میرے اُوپر دن میں خورشیدِ درخشاں کی روشنی میں چلتا پھرتا ہے اور رات میں چاند تاروں کی ضیا اور بجلی کے قمقموں کی جگمگاہٹ میں رہتا سہتا ہے مگر جب میرے اندر پہنچے گا، تو ظلمتوں اور تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہے گا۔ تو میرے اُوپر مجمعوں، ہجوم اور بھیڑ میں بسیرا کرتا ہے لیکن جب میرے اندر آئے گا تو تنہائی اور درماندگی میں تجھے رہنا پڑے گا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والے کو گو ہم بظاہر مردہ سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوتا ہے۔ گو اس کی زندگی ہماری اس زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مُردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اُس کی ہڈی توڑی جائے۔ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو ایک قبر سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا دیکھ کر فرمایا کہ اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔[۱]

جب انسان مرجاتا ہے تو اس عالم سے منتقل ہو کر عالمِ برزخ میں پہنچ جاتا ہے خواہ ابھی اسے قبر میں بھی نہ رکھا جائے یا آگ میں بھی نہ جلایا جائے۔ اس میں سمجھ اور شعور ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب نعش (چارپائی وغیرہ پر) رکھ دی جاتی ہے اور اس کے بعد قبرستان لے جانے کے لیے لوگ اسے اُٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک تھا تو کہتا ہے مجھے جلد لے چلو اور اگر وہ نیک نہ تھا تو گھر والوں سے کہتا ہے کہ ہائے مو مئی بربادی مجھے کہاں لے جاتے ہو (پھر فرمایا) کہ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ

اگر انسان اُس کی آواز سُن لے تو ضرور بیہوش ہو جائے۔[1] موت کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک ہر شخص پر جو زمانہ گزرتا ہے اسے برزخ کہا جاتا ہے۔ برزخ کے لغوی معنیٰ پردہ اور آڑ کے ہیں۔ چونکہ یہ زمانہ دنیا و آخرت کے درمیان ایک آڑ ہوتا ہے اس لیے اسے برزخ کہتے ہیں۔

چونکہ عام انسان اپنے مُردوں کو دفن کیا کرتے ہیں، اس لیے احادیثِ شریفہ میں برزخ کی راحت یا عذاب کے بارے میں قبر ہی کا لفظ آتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن انسانوں کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے یا پانی میں جو بہا دیے جاتے ہیں وہ برزخ میں زندہ نہیں رہتے۔ دراصل عذاب و ثواب کا تعلق روح سے ہے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ جل شانہٗ جلے ہوئے ذرّوں کو بھی جمع کر کے عذاب و ثواب دینے پر قادر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ (پہلے زمانہ میں) ایک شخص نے بہت زیادہ گناہ کیے۔ جب وہ مرنے لگا تو اُس نے اپنے بیٹوں کو وصیّت کی کہ جب میں مر جاؤں، تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ کو آدھی ہوا میں اُڑا دینا اور آدھی سمندر میں بہا دینا۔ یہ وصیّت کر کے اُس نے کہا کہ اگر خدا مجھ پر قادر ہو گیا اور اس نے اس کے باوجود بھی مجھے زندہ کر لیا تو مجھے ضرور بالضرور زبردست عذاب دے گا۔ جو (میرے علاوہ) سارے جہانوں میں سے اور کسی کو نہ دے گا۔ جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اُس نے وصیّت کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ اس شخص کے جسم کے سارے ذرّوں کو جمع کر دے۔ سمندر نے اپنے اندر کے سارے ذرّوں کو جمع کر دیا اور اسی طرح ہَوا کو حکم دیا۔ اس نے بھی اس شخص کے جسم کے سارے ذرّوں کو جمع کر دیا۔ سارے ذرّے جمع فرما کر اللہ جل شانہٗ نے اسے زندہ فرما دیا۔ پھر اس سے فرمایا کہ تُو نے ایسی وصیت کیوں کی؟ اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار تیرے ڈر سے مَیں نے ایسا کیا اور آپ خُوب جانتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔[2] جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے بخش دیتا ہے۔

حدیث شریف کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مومن بندے برزخ میں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں اور اس عالم سے جانے والے سے یہ بھی دریافت

---

[1] (بخاری) [2] (بخاری و مسلم)

کرتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے اور فلاں کس حالت میں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے تو برزخ میں اس کی اولاد اس کا اس طرح استقبال کرتی ہے جیسے دُنیا میں کسی باہر سے آنے والے کا استقبال کیا جاتا ہے اور حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے تو عالم برزخ میں اس کے عزیز و اقارب جو پہلے مر چکے ہیں اسے گھیر لیتے ہیں اور وہ آپس میں مل کر اس خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو دُنیا میں کسی باہر سے آنے والے سے مل کر ہوتی ہے[1] حضرت قیس بن قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن نہیں ہوتا اُسے مُردوں سے بات چیت کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا مُردے کلام بھی کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ہاں، اور ایک دُوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں[2]

---

[1] ابن ابی الدنیا [2] ابن حبان

برزخ کا بیان

عربی لغت میں برزخ دو چیزوں کے درمیان "روک" کو کہتے ہیں۔ اور شرعی اصطلاح میں وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ دُنیا اور آخرت کے درمیان وہ عالم برزخ کہلاتا ہے، جس میں مَرنے کے بعد سے قیامت تک آدمی رہتا ہے۔ فرار نے کہا ہے برزخ مرنے کے دن سے دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک کا زمانہ ہے جو مراوہ برزخ میں داخل ہو گیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور تمام اشیاء کے نام ان کو سکھائے، مسجودِ ملائک بنایا اور بہشت کو ان کا مسکن بنایا۔ پھر ان کی منشاءِ تخلیق کو پورا کرنے کے لیے ان کو زمین پر اُتارا۔ اس طرح ان کے لیے پہلا گھر جنّت، دُوسرا گھر دُنیا، تیسرا گھر برزخ، چوتھا گھر پھر جنّت مقرر کیا۔ اور اولادِ آدم کے لیے اوّل گھر ماں کا پیٹ، دُوسرا دُنیا، تیسرا برزخ، چوتھا جنّت یا دوزخ مقرر کیا۔ ہر گھر کے لیے مناسب احکام معین فرمائے۔ دُنیا کو دارِ عمل اور مزرعِ آخرۃ قرار دیا۔ پسندیدہ اور غیر پسندیدہ اعمال کی تعلیم کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما کر انسان پر عظیم احسان فرمایا۔ سب انبیاء کی نبوّت اور ان کی تعلیم کا حق ماننے والے مومنین اور انکار کرنے والے کافر ہوئے۔ موت سے قیامت تک کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے۔ اس میں مومن راحت میں اور کافر تکلیف میں رہتا ہے۔ حقیقی جزا سزا حساب وکتاب کے بعد ہوگی۔

موت کا آغاز

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور اُن کی ذریت کو پیدا کیا، تو فرشتوں نے

عرض کیا کہ الٰہی! یہ تمام ذریت آدمؑ زمین میں سما نہ سکے گی۔ فرمایا میں موت کو پیدا کروں گا۔ فرشتوں نے عرض کیا موت کو پیدا کیا گیا تو اُن کی زندگی خوشگوار نہ رہے گی۔ ارشاد ہوا میں اُمید کو پیدا کروں گا۔ (ابن ابی شیبۃ فی المصنف، امام احمد فی الزہد)

(۲) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا گیا تو اُن سے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے آدمؑ! بگڑنے کے لیے بناؤ اور فنا ہونے کے لیے اولاد جنو (ابونعیم فی الحلیہ) اے بلند ترین محل کے رہنے والے، تو عنقریب مٹی میں دفن کیا جائے گا۔ ایک فرشتہ روزانہ یہ ندا دیتا ہے۔ جنو موت کے لیے اور تعمیر کرو اجاڑ کے لیے۔

احوالِ قبر

جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو فرشتے اُس کو قبر میں بٹھاتے ہیں۔ وہ ایسی حالت میں بیٹھتا ہے کہ نہ اُس کو کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے نہ اُس پر کوئی غم مسلط ہوتا ہے۔ پھر اُس سے اوّل تو اسلام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ تُو اسلام کے بارہ میں کیا کہتا تھا؟ اس کے بعد پھر اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ تُو اس شخص کے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں کیا کہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ، کے پاس سے ہمارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے۔ ہم نے ان سب کو سچّا مانا جو حضورؐ لے کر آئے تھے۔ اس کے بعد اس کو اوّل دوزخ کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ آدمی ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑے ہیں۔ پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ کو دیکھ حق تعالیٰ شانہ، نے تجھے اس آفت سے نجات عطا فرما دی۔ اس کے بعد اُس کو جنّت کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے۔ جہاں وہ نہایت زیب و زینت دیکھتا ہے اور اُس کے لُطف کے مناظر دیکھتا ہے۔ پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ جگہ تیرے رہنے کی ہے (قیامت کے بعد تُو یہاں لایا جائے گا)، تُو دنیا میں آخرت کا یقین کرنے والا تھا اور اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر قیامت میں تُو قبر سے اُٹھایا جائے گا اور جب کوئی بُرا آدمی مرتا ہے تو اُس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے وہ نہایت گھبراہٹ اور خوفزدہ ہو کر بیٹھتا ہے اور اُس سے بھی وہی سُوال ہوتا ہے جو پہلے گزرا) وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ لوگوں کو میں نے جو کہتے سُنا تھا وہی میں بھی کہہ دیتا تھا۔ اُس کے لیے اوّل

جنّت کا دروازہ کھول کر اس کو وہاں کی زیب و زینت اور جو نعمتیں وہاں ہیں دکھائی جاتی ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہاں تیرا اصل مقام تھا مگر تجھے یہاں سے ہٹا دیا گیا۔ پھر اس کو جہنّم دکھائی جاتی ہے جہاں ایک پر دُوسرا ٹوٹا پڑا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ اب تیرا ٹھکانا یہ ہے تُو دُنیا میں شک ہی میں رہا، اُسی پر مرا اُسی پر قیامت میں اُٹھایا جائے گا۔[۱]

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ حضورؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت ہو گئی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ تو مر کر دُنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے راحت پا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کے اندر چلا جاتا ہے۔ (یہ تو راحت پانے والا ہوا) اور فاجر آدمی جب مرتا ہے تو دُوسرے آدمی اور آبادیاں اور درخت اور جانور سب کے سب اُس کی موت سے راحت پاتے ہیں۔[۲] اس لیے کہ اُس کے گناہوں کی نحوست سے دُنیا میں آفات نازل ہوتی ہیں۔ بارش بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شہروں میں فساد ہوتا ہے اور درخت خشک ہونے لگتے ہیں۔ جانوروں کو چارہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی موت سے سب کو راحت ملتی ہے کہ اُس کی نحوست سے سب کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ دُنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تُو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت کے زمانہ میں مرض کے زمانہ کے لیے توشہ لے لے (کہ جو اعمال صحت میں کرتا ہو گا مرض میں اُن کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی زندگی میں موت کے لیے توشہ لے لے۔[۳]

قبر کی پُکار

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کے ساتھ چلے۔ قبرستان میں پہنچ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان

---

[۱] ترغیب [۲] مشکوٰۃ [۳] ایضاً

نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے تو مجھے بھول گیا۔ میں تنہائی کا گھر ہوں، اجنبیت کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں نہایت تنگی کا گھر ہوں، مگر اس شخص کے لیے جس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے وسیع بنادے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر کا خوف

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں تشریف لائے، تو بعض لوگوں کے ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لذّتوں کو توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ ان چیزوں میں مشغول ہونے سے روک دیتی جن سے ہنسی آئی۔ ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہ میں بالکل تنہائی کا گھر ہوں، میں سب سے علیحدہ رہنے کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب نیک مومن دفن ہوتا ہے، تو قبر اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا مبارک ہے، تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوئی، جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے اُن میں تو مجھے بہت پسند تھا، آج تو میرے پاس آیا ہے تو میں اپنا طرزِ عمل تجھے دکھاؤں گی۔ اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک مُردہ کی نظر جائے وہاں تک زمین کھل جاتی ہے اور ایک کھڑکی جنّت میں کھل جاتی ہے (جس سے وہاں کی خوشبوئیں، ہوائیں وغیرہ آتی رہتی ہیں)، اور جب کوئی بدکار یا کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا نامُبارک ہے۔ تیرے آنے سے بہت جی بُرا ہوا، جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے، تو اُن میں مجھے بہت ہی بُرا لگتا تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے، تو میں اپنا طرزِ عمل تجھے دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ ایسی ملتی ہے (یعنی اُس کو بھینچتی ہے) کہ مُردہ کی ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دُوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ہڈیاں پسلیاں ایک جانب کی دُوسری جانب میں گھس جاتی ہیں اور ستّر اژدھے اس کو ڈسنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین کے اُوپر پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر گھاس اُگنا بند ہو جائے یہ سب کے سب قیامت تک اس کو کاٹتے رہیں گے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر یا

تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے زیادہ سمجھ دار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہو اور موت کے لیے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہو، یہی لوگ ہیں جو دُنیا کی شرافت اور آخرت کا اکرام حاصل کرنے والے ہیں۔[1]

قصّہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ کسی نے عرض کیا امیر المومنین! آپ اس جنازہ کے ولی تھے آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے؟ فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دے دی اور مجھ سے یُوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیزؒ! تُو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں؟ مَیں نے کہا تُو ضرور بتا۔ اُس نے کہا ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں، خُون سارا چُوس لیتی ہُوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں، مونڈھوں کو باہوں سے جُدا کر دیتی ہوں اور باہوں کو پہنچوں سے جُدا کر دیتی ہُوں اور سُرینوں کو بدن سے جُدا کر دیتی ہوں اور سُرینوں سے رانوں کو جُدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جُدا جُدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیزؒ رونے لگے اور فرمایا کہ دُنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکا بہت زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے، وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا۔ اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا۔ اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی مُنہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔ کہاں گئے اس کے وہ دلدادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے، بڑی بڑی نہریں نکالیں، بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے

---

[1] ترغیب

دن رہ کر سب کو چھوڑ کر چل دیے۔ وہ اپنی صحّت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مُبتلا ہوئے۔ وہ لوگ خدا کی قسم! دُنیا میں مال کی کثرت سے قابلِ رشک تھے۔ باوجودیکہ مال کے کمانے میں اُن کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خُوب کماتے تھے۔ ان پر لوگ حسد کرتے تھے، لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے، لیکن اب دیکھ لو کہ مٹّی نے اُن کے بدنوں کا کیا حال کر دیا اور خاک نے اُن کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے اُن کے جوڑوں اور اُن کی ہڈیوں کا کیا حال بنایا وہ لوگ دُنیا میں اُونچی اُونچی مسہریوں پر اُونچے اُونچے فرش اور نرم نرم گدّوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے۔ عزیز و اقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو تیّار رہتے تھے، لیکن اب کیا ہو رہا ہے۔ آواز دے کر اُن سے پُوچھ کہ کیا گزر رہی ہے؟ غریب، امیر سب ایک میدان میں پڑے ہُوئے ہیں۔ اُن کے مال دار سے پُوچھ کہ اُس کے مال نے کیا کام دیا، اُن کے فقیر سے پُوچھ کہ اُس کے فقر نے کیا نقصان کیا، ان کی زبان کا حال پُوچھ جو بہت چہکتی تھی، اُن کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھیں، ان کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر، ان کے خوبصورت اور دِل رُبا چہروں کا حال پُوچھ کیا ہوا، اُن کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا اور کیڑوں نے ان سب کا کیا حشر بنایا، اُن کے رنگ کالے کر دیے، ان کا گوشت کھا لیا، اُن کے منہ پر مٹی ڈال دی، اعضاء کو الگ الگ کر دیا، جوڑوں کو توڑ دیا، آہ کہاں ہیں اُن کے وہ خدّام جو ہر وقت "حاضر ہُوں جی" کہتے تھے، کہاں ہیں انکے وہ خیمے اور کمرے جن میں آرام کرتے تھے، کہاں ہیں اُن کے وہ مال اور خزانے جن کو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے، ان حشم خدم نے اُن کو قبر میں کھانے کے لیے کوئی توشہ بھی نہ دیا اور اُس کی قبر میں کوئی بستر بھی نہ بچھا دیا، کوئی تکیہ بھی نہ رکھ دیا، زمین ہی پر ڈال دیا۔ کوئی درخت، پھُول، پھلواری بھی نہ لگا دی۔ آہ اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہیں، ان کے لیے اب رات دِن برابر ہے، دوستوں سے مِل نہیں سکتے، کسی کو اپنے پاس بُلا نہیں سکتے، کتنے نازک بدن مرد، نازک بدن عورتیں، آج ان کے بدن بوسیدہ ہیں، اُن

کے اعضاء ایک دُوسرے سے جُدا ہیں، آنکھیں نکل کر مُنہ پر گر گئیں، گردن جُدا ہُوئی پڑی ہے، مُنہ میں پانی پیپ وغیرہ بھرا ہُوا ہے اور سارے بدن میں کیڑے چل رہے ہیں، وہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کی جورؤں نے دُوسرے نکاح کر لیے، وہ مزے اُڑا رہی ہیں بیٹوں نے مکانوں پر قبضہ کر لیا، وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔ مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں بھی لذّتیں اُڑا رہے ہیں، تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام میں ہیں (لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس دھوکہ کے گھر میں اُس گھر کو یاد رکھا۔ اِس کی اُمیدوں سے اُس کی اُمیدوں کو مقدّم کیا اور اپنے لیے توشہ جمع کر دیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنے جانے کا سامان کر دیا) اے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائے گا۔ تجھے اس دُنیا کے ساتھ آخر کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ تجھے اُمید ہے کہ یہ کمبخت دُنیا تیرے ساتھ رہے گی، کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ تُو اس کُوچ کے گھر میں ہمیشہ رہے گا۔ تیرے یہ وسیع مکان، تیرے باغوں کے پکّے ہُوئے پھل، تیرے نرم نرم بستر، تیرے گرمی سردی کے جوڑے، یہ سب کے سب ایک دم رکھے رہ جائیں گے، جب مَلک الموت آ کر مسلّط ہو جائے گا، کوئی چیز اس کو نہ ہٹا سکے گی۔ پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدّت بڑھ جائے گی اور جان کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا رہ جائے گا۔ افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے بیٹے کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے۔ ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن دے رہا ہے کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے، کل کو تجھے بھی یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔ اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں۔ پھر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے "کہ آدمی ایسی چیز کے ساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب فنا ہونے والی ہے اور لمبی لمبی آرزوؤں اور دُنیا کی اُمیدوں میں مشغول رہتا ہے۔ ارے بیوقوف خواب کی لذّتوں سے دھوکہ میں نہیں پڑا کرتے، تیرا دن سارا غفلت میں گزرتا ہے اور تیری رات سونے میں گزرتی ہے اور موت تیرے اُوپر سوار ہے، آج تُو وہ کام کر رہا ہے کہ کل کو ان پر رنج کرے گا، دُنیا میں چوپائے اسی طرح زندگی گزارتے ہیں جس طرح تُو گزار رہا ہے۔" کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد

ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

موت کے وقت اور موت کے بعد مومن کا اعزاز اور کافر کی ذلت

حضرت جابر بن زیادؒ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا، کسی نے پوچھا کسی چیز کی رغبت ہے فرمایا کہ حسنؒ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ حسنؒ آگئے ہیں، تو حضرت جابرؒ فرمانے لگے بھائی یہ رخصت کا وقت ہے اب جا رہے ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ جنّت کی طرف یا جہنّم کی طرف۔ حضرت تمیم داریؒ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ' ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے فلاں ولی کے پاس جاؤ اور اس کی رُوح لے آؤ۔ میں نے اس کا خوشی میں اور غم میں دونوں میں امتحان لے لیا۔ وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ میں چاہتا تھا اس کو لے آؤ تاکہ دُنیا کی مشقتوں سے اُس کو راحت مِل جائے۔ ملک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اُس کے پاس آتے ہیں۔ ان سب کے پاس جنّت کے کفن ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں نئی خوشبو ہوتی ہے اور ایک سفید ریشمی رُومال میں مہکتا ہُوا مشک ہوتا ہے۔ ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اُس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اُس کے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مُشک والا رومال اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنّت کا دروازہ اُس کی نگاہ کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ اُس کے دِل کو جنّت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے جیسا کہ بچّے کے رونے کے وقت اس کے گھر والے مختلف چیزوں سے اُس کا دل بہلاتے ہیں کبھی اس کی حُوریں سامنے کر دی جاتی ہیں، کبھی وہاں کے پھل، کبھی عمدہ عمدہ لباس، غرض مختلف چیزیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اُس کی حُوریں (بیویاں) خوشی میں کُودنے لگتی ہیں۔ ان سب منظروں کو دیکھ کر اُس کی رُوح بدن میں پھڑکنے لگتی ہے (جیسا کہ پنجرہ میں جانور نکلنے کو پھڑکتا ہے) اور ملک الموت اُس سے کہتا ہے اے مُبارک رُوح چل ایسی بیریوں کی طرف جس میں کانٹا نہیں ہے اور ایسے کیلوں کی طرف جو تہ بتہ لگے ہُوئے ہیں اور ایسے سایہ کی طرف جو نہایت گہرا وسیع ہے اور پانی بہہ رہے ہیں۔

(یہ چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں سورۂ واقعہ کی اس آیت شریفہ میں ذکر کی گئی فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ الآیۃ ع ۱) اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچے سے کرتی ہے۔ اس وجہ سے کہ اُس کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ رُوح حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقرب ہے وہ اس رُوح کے ساتھ لُطف سے پیش آتا ہے تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس فرشتے سے خوش ہوں۔ وہ رُوح بدن میں سے ایسی طرح سہولت سے نکلتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔ جب رُوح نکلتی ہے تو سب فرشتے اُس کو سلام کرتے ہیں اور جنّت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے ہیں جس کو قرآن پاک میں اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ الآیۃ (نحل: ع ۴) میں ذکر فرمایا ہے اور اگر وہ مقرب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۂ واقعہ میں اُس کے متعلق ارشاد ہے فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ (ع: ۳) پس جس وقت رُوح بدن سے جُدا ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تجھ کو جزائے خیر دے تُو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں جلدی کرنے والا تھا، اُس کی نافرمانی میں سُستی کرنے والا تھا، تجھے آج کا دن مبارک ہو تُو نے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دی اور یہی مضمون بدن رخصت کے وقت روح سے کہتا ہے۔ اُس کی جُدائی پر زمین کے وہ حصّے روتے ہیں جن پر وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا۔ آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جن سے اُس کے اعمال اُوپر جایا کرتے تھے اور جن سے اُس کا رزق اُترا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ پانچ سو فرشتے میّت کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور جب نہلانے والے اُس کو کروٹ دیتے ہیں تو وہ فرشتے فوراً اس کو کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب وہ کفن پہناتے ہیں تو اس سے پہلے وہ فوراً اپنا لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں، جب وہ خوشبو ملتے ہیں تو وہ فرشتے اس سے پہلے اپنی لائی ہوئی خوشبو مل دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کے دروازہ سے قبر تک دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جنازہ کا دُعا اور استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ سارے منظر شیطان دیکھ کر اس قدر زور سے روتا ہے کہ اُس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے تمہارا ناس ہو جائے یہ تم سے کس طرح چھوٹ گیا۔ وہ

کہتے ہیں کہ یہ معصوم تھا۔

اس کے بعد جب حضرت ملک الموتؑ اُس کی رُوح لے کر اُوپر جاتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام ستّر ہزار فرشتوں کے ساتھ اُس کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ فرشتے اُس کو حق تعالیٰ شانہ، کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب ملک الموت علیہ السّلام اس کو عرش تک لے جاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر وہ رُوح سجدہ میں گر جاتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ، کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی رُوح کو سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ الآیۃ (واقعہ: ع ۱) میں پہنچا دو۔ جب اس کی نعش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اُس کی نماز اُس کے دائیں طرف آکر کھڑی ہو جاتی ہے، روزہ بائیں طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کا ذکر سَر کی طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور جماعت کی نماز کو جو قدم چلے ہیں وہ پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں اور (مصائب پر اور گناہوں سے) صبر قبر کے ایک جانب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُس کے بعد عذاب اُس قبر میں اپنی گردن نکالتا ہے اور مُردہ تک پہنچنا چاہتا ہے لیکن وہ اگر دائیں جانب سے آتا ہے تو نماز اس کو کہتی ہے کہ پرے ہٹ یہ شخص خُدا کی قسم دُنیا میں ہمیشہ مشقت اُٹھاتا رہا ابھی ذرا راحت سے سویا ہے۔ پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ اسی طرح اُس کو ہٹا دیتا ہے۔ پھر وہ سَر کی طرف سے آتا ہے تو تلاوت اور ذکر اُس کو روک دیتے ہیں کہ ادھر کو تیرا راستہ نہیں ہے۔ غرض وہ جس جانب سے جانا چاہتا ہے، اس کو راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ اللہ کے ولی کو ہر جانب سے عبادتوں نے گھیر رکھا ہے۔ وہ عذاب عاجز ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد صبر جو ایک کونہ میں کھڑا تھا اُن عبادتوں سے کہتا ہے کہ میں اس انتظار میں تھا کہ اگر کسی جانب (عبادت کی کسی قسم کی کمزوری سے) کچھ ضعف ہو تو میں اُس جانب سے مزاحمت کروں گا، مگر الحمدللہ کہ تم نے مل کر اُس کو دفع کر دیا اب میں (اعمال تُلنے کی) ترازو کے وقت اُس کے کام آؤں گا۔

اس کے بعد دو فرشتے اُس مُردہ کے پاس آتے ہیں جن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور آواز بادلوں کی زوردار گرج کی طرح ہوتی ہے۔ ان کے دانتوں کی کچلیاں گائے کے سینگوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اُن کے منہ سے سانس کے ساتھ آگ کی لپٹیں نکلتی ہیں بال

اتنے بڑے کہ پاؤں تک لٹکے ہوئے ان کے ایک مونڈھے سے دُوسرے مونڈھے تک اتنا فاصلہ کہ کئی دِن میں چل کر پُورا ہو مہربانی اور نرمی گویا ان کے پاس کو بھی نہیں گزری۔ (البتہ سختی کا معاملہ مؤمنوں کے ساتھ نہیں کرتے، لیکن ہیئت ہی کیا کم ہے) ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک اتنا بڑا اور بھاری ہتھوڑا کہ اگر ساری دُنیا کے انسان اور جنّات مل کر اُٹھائیں تو اُن سے اُٹھ نہ سکے۔ وہ آکر مُردہ سے کہتے ہیں بیٹھ جا مُردہ ایکدم بیٹھ جاتا ہے اور کفن اُس کے سر سے نیچے سُرین تک آجاتا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں، تیرا رب کون ہے، تیرا مذہب کیا ہے؟ تیرے نبی کا کیا نام ہے؟ مُردہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ جل شانہ، ہے جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے (وہ تنِ تنہا مالک ہے کوئی اُس کا شریک نہیں) میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں جو خاتم النبیّین ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں تو نے صحیح کہا ہے اس کے بعد وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں جس سے وہ اوپر سے اور چاروں جانب دائیں بائیں سرہانے پائنتی سے بہت زیادہ وسیع ہو جاتی ہے۔ اُس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اُوپر سَر اُٹھاؤ۔ مُردہ جب سَر اُٹھاتا ہے تو اس کو ایک دروازہ نظر آتا ہے جس میں سے جنّت نظر آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی وہ جگہ تمہارے رہنے کی ہے۔ اس وجہ سے کہ تُم نے اللہ تعالیٰ شانہ، کی اطاعت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، قسم ہے اُس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کو اُس وقت ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اُس کے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھو۔ وہ دیکھتا ہے تو جہنّم کا ایک دروازہ نظر آتا ہے (جس سے اُس کی حالت نظر آتی ہے) وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی تُو نے اس دروازہ سے نجات پالی۔ اُس وقت بھی مُردہ کو اس قدر خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اس کے بعد اُس قبر میں ستتّر دروازے جنّت کی طرف کُھل جاتے ہیں جن میں سے وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور قیامت تک یہی منظر رہے گا۔ (اس کے بعد دُوسرے کی حالت سنو کہ) حق تعالیٰ شانہ، ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے دُشمن کے پاس جاؤ اور اُس کی جان نکال لاؤ، میں نے اس پر ہر قسم کی فراخی رکھی۔ اپنی نعمتیں (دُنیا میں چاروں

طرف سے) اُس پر لاد دیں، مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہیں آیا۔ لاؤ آج اُس کو سزا دُوں۔ ملک الموت ؑ نہایت تکلیف دہ صُورت میں اُس کے پاس آتے ہیں۔ اس صُورت سے کہ بارہ آنکھیں ان میں ہوتی ہیں۔ ان کے پاس ایک گرز (لوہے کا موٹا سا ڈنڈا) جہنّم کی آگ کا بنا ہوا ہوتا ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ اُن کے ساتھ پانسو فرشتے جن کے ساتھ تانبہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور ہاتھوں میں جہنم کی آگ کے بڑے بڑے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو دہکتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ملک الموت آتے ہی وہ گرز اُس پر مارتے ہیں جس کے کانٹے اس کے ہر رگ و پے میں گھُس جاتے ہیں پھر وہ اُس کو کھینچتے ہیں اور باقی فرشتے ان کوڑوں سے اُس کے منہ کو اور سُرین کو مارنا شروع کر دیتے ہیں جس سے وہ مُردہ غش کھانے لگتا ہے۔ وہ اس کی رُوح کو پاؤں کی انگلیوں سے نکال کر ایڑی میں روک دیتے ہیں اور پٹائی کرتے رہتے ہیں، پھر ایڑی سے نکال کر گھٹنوں میں روک دیتے ہیں، پھر وہاں سے نکال کر (اور جگہ جگہ اس لیے روکتے ہیں تاکہ دیر تک تکلیف پہنچائی جائے) پیٹ میں روک دیتے ہیں اور وہاں سے کھینچ کر سینے میں روک دیتے ہیں۔ پھر فرشتے اس تانبہ کو اور جہنّم کے انگاروں کو اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک المُوت علیہ السّلام کہتے ہیں کہ اے ملعُون رُوح نکل اور اُس جہنّم کی طرف چل جس کی صفت (قرآن پاک سُورۂ واقعہ ع ۲ میں) فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ الآیہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ آگ میں اور کھَولتے ہُوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہو گا نہ فرحت بخش ہو گا (بلکہ نہایت تکلیف دینے والا ہو گا) پھر جب اُس کی رُوح بدن سے رُخصت ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تجھے بُرا بدلہ دے تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی سے لے جاتا تھا اور اُس کی اطاعت میں سُستی کرتا تھا تُو خود بھی ہلاک ہُوا اور مجھے بھی ہلاک کیا اور یہی مضمون بدن روح سے کہتا ہے اور زمین کے وہ حِصّے جن پر وہ اللہ کے گناہ کیا کرتا تھا اُس پر لعنت کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے ہُوئے اپنے سردار ابلیس کے پاس جا کر خوشخبری سُناتے ہیں کہ ایک آدمی کو جہنّم تک پہنچا دیا۔ پھر جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو زمین اُس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اُس کی پسلیاں ایک دُوسری میں گھُس جاتی ہیں پھر اُس پر کالے سانپ مسلّط ہو جاتے ہیں

جو اُس کی ناک اور پاؤں کے انگوٹھے سے کاٹنا شروع کرتے ہیں یہاں تک کہ درمیان میں دونوں جانب کے سانپ آکر مل جاتے ہیں، پھر اُس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر جن کی ہیئت ابھی گزر چکی ہے) آتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ وہ ہر سوال کے جواب میں لاعلمی ظاہر کرتا ہے اور اُس کے جواب پر اُس کو گرز سے اس قدر زور سے مارتے ہیں کہ اُس گرز کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں۔ اُس کے بعد اُس کو کہتے ہیں کہ اُوپر دیکھ۔ وہ اُوپر کی جانب جنّت کا دروازہ کھُلا ہُوا دیکھتا ہے (اُس کی باغ و بہار وہاں سے نظر آتی ہے) وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اللہ کے دُشمن اگر تُو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کو اس وقت ایسی حسرت ہوتی ہے کہ ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔ پھر دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کے دُشمن اب تیرا یہ ٹھکانا ہے۔

قبر میں لوگوں کی حالت

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مَیں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دِکھا دے۔ مَیں نے ایک رات کو دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے۔ ان کو مَیں نے دیکھا کہ کوئی تو سندس پر (جو ایک خاص اعلیٰ قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے، کوئی ریشم پر ہے، کوئی اُونچے اُونچے تخت پر ہے، کوئی پھُولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے۔ مَیں نے کہا یا اللہ اگر یہ سب ایک ہی حال میں ہوتے، تو کیسا اچّھا تھا۔ ایک شخص نے اُن مُردوں میں سے کہا کہ یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔ سندس والے تو اچھی عادتوں والے ہیں اور ریشم والے شُہدا ہیں اور پھُولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں اور رونے والے گنہگار ہیں اور اعلیٰ مراتب والے (یہ غالباً اُونچے تخت والے ہیں) وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی وجہ سے آپس میں محبّت رکھتے تھے۔ ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چُرایا کرتا تھا اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہُوئے دیکھے۔ قرآن پاک اُن کے سامنے رکھا ہُوا تھا۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہے

تھے اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی تھی۔ اُس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا، تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصّہ پُوچھا۔ اُس نے سارا حال سنایا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنّا کی۔ اُس سے پُوچھا کہ قبر بتا دے۔ اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں اس قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں اگر تُو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا۔ اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا۔

قبر میں عذاب کی وجہ سے میّت کا چیخنا اور لوہے کے گُرزوں سے اُس کا مارا جانا

حضرت براابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں! تو آسمان سے منادی آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا۔ اس کے نیچے آگ بچھا دو اور اسے آگ کا پہناوا پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ دوزخ کی تپش اور سخت گرم لُو آتی رہتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کو عذاب دینے کے لیے ایک (عذاب دینے والا) مقرّر کر دیا جاتا ہے جو اندھا اور بہرا ہوتا ہے۔ اس کے پاس لوہے کا گُرز ہوتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مار دیا جائے، تو پہاڑ ضرور مٹّی ہو جائے (پھر ارشاد فرمایا کہ) اس گرز کو ایک مرتبہ مارتا ہے تو اس کی آواز کو انسان اور جنّات کے علاوہ پُورب پچھم کے درمیان کی ساری مخلوق سُنتی ہے۔ ایک مرتبہ مارنے سے وہ مٹّی ہو جاتا ہے اور پھر رُوح لوٹا دی جاتی ہے۔[1]

بخاری اور مُسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس گُرز کے مارے جانے سے وہ اس زور سے چیختا ہے کہ انسان اور جنّات کے سوا اس کے قریب کی ہر چیز اس کی چیخ و پکار سُنتی ہے۔

---

[1] احمد و ابوداؤد

سوال: یہاں یہ بات دریافت طلب ہے کہ انسانوں اور جنّات کو میّت کے مارنے اور اس کے چیخنے کی آواز کیوں نہیں سنائی دیتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں اور جنّات کو عالمِ برزخ سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ان کو عذابِ قبر دکھا دیا جائے یا کانوں سے وہاں کے مصیبت زدوں کی چیخ و پکار کی آواز سنا دی جائے تو ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے لگیں۔ حالانکہ خدا کے یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات سُن کر مان لیں، چاہے سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ بہرحال آپ کی بات کو صحیح مانیں، اسی کو ایمان فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے، اور بڑا اجر ہے۔

اگر دوزخ و جنّت اور برزخ کے حالات آنکھوں سے دکھا دیے جائیں، تو پھر ایمان بالغیب نہ رہے اور سب مان لیں اور مومن ہو جائیں، مگر خدا کے یہاں آنکھوں سے دیکھے ہُوئے پر ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مرتے وقت ایمان لانے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس وقت عذاب کے فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (مومن) (سو ان کو ان کا ایمان لانا نفع مند نہ ہُوا جب کہ اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

جب قیامت کو اُٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر جنّت دوزخ آنکھ سے دیکھ لیں گے تو سب ہی ایمان لے آئیں گے اور رسولُوں کی باتوں کی تصدیق کر لیں گے، مگر اس وقت کا ایمان اور تصدیق معتبر نہیں ہے۔

انسانوں کو عذابِ قبر کے نہ دکھانے اور اس کی آواز نہ سنانے میں یہ مصلحت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر عذابِ قبر کا حال آنکھوں سے دیکھ لیں یا کانوں سے سن لیں، تو بے ہوش ہو جائیں جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ نافرمان کی میت کو جب لوگ اُٹھا کر چلتے ہیں، تو وہ کہتا ہے "ہائے میری بربادی! مجھے کہاں لے جا رہے

ہو۔ اس کی اس آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سُنتی ہے اور اگر انسان سُن لے تو بیہوش ہوجائے۔[1]

البتہ خداوندِ عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو برزخ کی چیزیں نہ صرف بتا دیں بلکہ دکھا بھی دیں۔ چونکہ آپ میں ان کو برداشت کا ظرف موجود تھا حتیٰ کہ دوزخ کے منظر کو دیکھ کر بھی آپ کے ہنسنے، بولنے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں فرق نہ آتا تھا۔ حضرت ابوایوّب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ایک مرتبہ آفتاب غروب ہونے کے بعد (مدینہ منّورہ سے) باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی (جو بھیانک آواز تھی) اس کو سُن کر فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم ایک مرتبہ اپنے خچّر پر سوار ہو کر قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ میں تشریف لے جا رہے تھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچّر بدک گیا اور ایسا بدکا کہ قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ وہیں پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کہ ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا میں پہچانتا ہوں۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا یہ کب مرے تھے؟ اس نے کہا کہ زمانۂ شرک میں مرے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ سو اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم آپس میں دفن کرنا چھوڑ دو گے، تو خُدا سے ضرور دُعا کرتا کہ تم کو (بھی) اس قبر کے عذاب کا کچھ حِصّہ سنا دیوے جسے میں سُن رہا ہوں۔

گنہگارانِ امّت کو حضورؐ نے خواب میں دیکھا!

۱۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اکثر اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کرتے تھے کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک دن صبح کو آپ نے از خود بیان کرنا شروع کیا کہ آج کی رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھ کو بیت المقدس

[1] بخاری شریف۔

کی طرف لے گئے اور ہم ایک آدمی پر گزرے جو لیٹا ہُوا تھا اور ایک دُوسرا آدمی اُس کے سر کو پتھر سے کُچل رہا تھا۔ پتھر مارتا تو سر چُور چُور ہو جاتا اور پتھر دُور لڑھک جاتا پھر وہ آدمی پتھر لینے جاتا اتنے میں اس کا سر صحیح سالم ہو جاتا اور وہ واپس آکر پھر پتھر سے مارنے لگتا۔ اسی طرح برابر ہوتا رہا۔ مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ سُبحان اللہ یہ دونوں کون شخص ہیں۔ میرے ساتھی نے کہا ابھی اور آگے چلیے۔ ہم آگے چلے تو دیکھا کہ ایک آدمی گدے پر لیٹا ہُوا ہے اور ایک شخص لوہے کے آنکڑا سے اُس کی باچھوں کو گدی تک چیرتا ہے۔ ایک طرف سے اس کا منہ چیر کر جب دُوسری طرف سے چیرنے لگتا ہے تو پہلا چیرا ہُوا درست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بار بار چیرتا ہے اور پھر دُرست ہو جاتا ہے۔ مَیں نے کہا سُبحان اللہ یہ کون ہیں؟ مُجھ سے کہا گیا ابھی اور آگے چلیے؛ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور ملا اس میں بڑا شور وغل ہو رہا تھا۔ تنور میں جھانکا تو ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ آگ کی لپٹیں اُن کے نیچے سے لپکتیں اور وہ شور مچانے لگتے۔ وہاں بدبُو ناقابل برداشت تھی۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون ہیں۔ مُجھ کو حکم ہُوا کہ ابھی اور آگے چلیے۔ ہم ایک نہر پر گزرے جس کا پانی خُون کی طرح سُرخ تھا۔ اس میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور ایک دُوسرا آدمی نہر کے کنارے بہت سے پتھر لیے کھڑا تھا۔ وہ تیرنے والا جب کنارے پر آتا تو اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے والا آدمی ایک پتھر اس کے منہ میں لُقمہ کے طور پر ڈال دیتا۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا ابھی اور آگے چلیے۔ ہم چلے تو ایک انتہائی بدصُورت آدمی پر گزرے۔ اس کے پاس آگ تھی وہ آگ کو سُلگاتا اور اس کے گرد چکر لگاتا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک سرسبز و شاداب باغ پر گزرے اور باغ کے بیچ میں ایک اتنا لمبا شخص تھا کہ مَیں اس کے سر کو نہیں دیکھ پاتا تھا۔ اس دراز قد شخص کے گرد بہت سے بچے تھے۔ مَیں نے ان بچوں کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلیے۔ پھر ہم ایک ایسے وسیع اور حسین باغ میں پہنچے کہ مَیں نے ایسا باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے ساتھی کے حُکم سے مَیں اندر داخل ہُوا۔ اس میں ایک ایسا شہر تھا کہ سونے چاندی کی اینٹوں سے اُس کی تعمیر ہوئی تھی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے۔

دروازہ کھلوایا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچے تو ہمارے سامنے چند آدمی آئے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت اور آدھا جسم بدصورت تھا۔ میرے ساتھی نے ان سے کہا کہ تم اس سامنے والی نہر میں کُود پڑو۔ وہ جا کر کُود پڑے۔ وہ نہر بہت وسیع تھی اور اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا۔ جب وہ نہر سے نکل کر واپس آئے تو اُن کی بدصورتی ختم ہو گئی اور پُورا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہارا ٹھکانہ ہے۔ مَیں نے نگاہ اُٹھائی تو ایک سفید محل نظر آیا۔ ساتھی نے کہا یہ بھی تمہارا ٹھکانا ہے مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے مجھے اپنے اس ٹھکانے میں ذرا داخل ہونے دو۔ انہوں نے کہا ابھی تو نہیں، مگر تم ضرور اس محل میں داخل ہو گے۔ مَیں نے شروع سے اب تک جو حیرتناک مناظر دیکھے تھے ان کے بارے میں اپنے ساتھی سے حقیقتِ حال دریافت کی۔ اُس نے بتایا کہ پہلا (۱) شخص جس کا سر پتھر سے کُچلا جا رہا تھا وہ شخص ہے جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے اس کو بھلا دیا اور فرض نماز ترک کر کے سو رہتا تھا۔ یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا اور وہ دُوسرا (۲) شخص جس کا جبڑا چیرا جا رہا تھا وہ آدمی ہے جو کہ صبح کو اپنے گھر سے چلتا ہے جھوٹ بولتا پھرتا ہے یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا اور تیسرے (۳) وہ مرد و عورت جو تنور میں ننگے جل رہے ہیں وہ زناکار لوگ ہیں۔ اور چوتھا (۴) شخص جو نہر میں تیرتا ہے اور کنارے پر پتھر کا لقمہ پاتا ہے وہ شخص ہے جو سُود کھایا کرتا تھا اور وہ پانچواں (۵) شخص جو آگ سُلگا رہا ہے وہ داروغۂ جہنم ہے اور چھٹا لمبا آدمی جو کہ باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم علیہ السّلام ہیں اور ان کے گرد وہ بچے ہیں جن کی مَوت فطرت پر یعنی اسلام پر ہوئی اور وہ ساتویں (۷) قسم کے لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا بدصورت ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک اعمال کے ساتھ بُرے اعمال بھی کیے ہیں، مگر پھر ان کو رحمت نے اپنے دامن میں لے لیا اور بُرائی کا داغ صاف ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس کے بعد ان دونوں ساتھیوں نے اپنا تعارف کرایا کہ مَیں جبرئیلؑ ہوں اور یہ میکائیلؑ ہیں۔ (بخاری و بیہقی)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عذاب برزخ کے ثبوت میں نصّ صریح ہے کیونکہ انبیاء کا خواب سچا ہوتا ہے اور واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ حدیث میں جو یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ

قیامت تک یہ برتاؤ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ برزخ کے واقعات ہیں۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکورہ بالا روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ جو شخص آگ سلگا کر چکر لگا رہا ہے وہ داروغہ جہنم ہے جب کوئی چیز اس آگ سے باہر نکلتی ہے تو فوراً وہ داروغہ اس کو آگ میں لوٹا دیتا ہے۔ نیز جو ننگے مرد و عورت تھے وہ زانی تھے اور بدبو ان کی شرمگاہوں سے نکلتی تھی اور ایک گروہ موٹے پیٹ والوں کا بھی نظر آیا تھا جن کی مقعدوں میں آگ بھری جاتی اور منہ سے باہر نکالی جاتی تھی۔ یہ قوم لوطؑ کا عمل کرنے والے تھے اور وہ نہر جو دودھ کی طرح سفید تھی وہ کوثر کی نہر تھی۔ (ابن عساکر)

(۳) حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے دسترخوان پر بھی ہوا جہاں بھنا ہوا عمدہ گوشت تھا، مگر وہاں کھانے والا کوئی نہ تھا اور ایک دسترخوان ایسا تھا جس پر بدبودار گوشت تھا۔ وہاں کچھ لوگ تھے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کو پسند کرتے ہیں۔

آنحضورؐ ایک ایسے گروہ پر بھی گزرے جن کے شکم گھر کی طرح وسیع و عریض تھے۔ جب وہ اٹھنا چاہتے تو گر پڑتے اور حسرت سے کہتے۔ اے خدا تو قیامت کو نہ قائم کر وہ گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ اُمّتِ محمدیہ کے سُود خوار ہیں۔ ایسے گروہ پر بھی گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے۔ اُن کے منہ میں پتھروں کا لقمہ دیا جاتا اور پتھر مقعد سے باہر آجاتے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھالیا کرتے تھے۔ ایسے گروہ پر بھی گزر ہوا جن کی پسلیوں سے گوشت کاٹ کر خود انہیں کو کھلایا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ کھائے جس طرح اپنے بھائی کا گوشت کھایا کرتا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ هَمَّازُون یعنی غیبت کرنے والے اور لَمَّازُون ہیں یعنی لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے۔ یہ برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ قیامت تک رہے گا۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات ایسے گروہ پر گزرے جن کے سر پتھروں سے کچلے جاتے اور پھر صحیح سالم

ہو جانے تو دوبارہ کچلے جاتے۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہو جاتے تھے۔ یعنی نماز کو بڑا بوجھ سمجھ کر اتار پھینکتے، جیسے تیسے ادا کرتے یا یہ کہ ادا ہی نہ کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک گروہ ایسا نظر آیا جن کی شرمگاہوں پر صرف لتّے تھے۔ اُونٹ بکریوں کی طرح چرتے تھے اور تھوہر، گرم پتھر وغیرہ کھا رہے تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں سے زکوٰۃ وصدقات نہیں نکالتے تھے۔ پھر ایک گروہ عورتوں اور مردوں کا نظر آیا جن کے سامنے پکا ہُوا عمدہ گوشت تھا اور ساتھ ہی کچا اور خراب گوشت تھا۔ وہ لوگ عمدہ اور پکے ہُوئے گوشت کو چھوڑ کر کچّے اور خراب گوشت کو کھانے لگے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر بدکار عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر غیر مردوں کے پاس جاتی ہیں۔

اس کے بعد ایک ایسا شخص نظر آیا جس نے ایک اتنا بڑا گٹھڑ جمع کر رکھا تھا کہ اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں تھی۔ اس کے باوجود اس پر اور زیادہ بوجھ لاد رہا تھا۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں جمع ہیں اور ان امانتوں کو ادا کرنے کی قُدرت اس میں نہیں ہے۔

اس کے بعد حضورؐ ایک گروہ پر گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ کترنے کے بعد صحیح سالم ہو جاتے اور پھر کترے جاتے۔ بار بار اسی طرح ہوتا رہا۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ فتنہ وفساد برپا کرنے والے واعظ وخطیب ہیں۔ (ابن عدی بیہقی)

(۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ مَیں نے ایک خواب دیکھا ہے اور یہ سچّا خواب ہے، تم اس کو خوب سمجھ لو۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے کر چلا۔ راستہ میں ایک بڑا پہاڑ نظر آیا۔ اس نے مجھ کو چڑھنے کے لیے کہا۔ مَیں نے کہا اس لمبے پہاڑ پر مَیں کیسے چڑھوں اُس نے

کہا مَیں تمہارے لیے اس پر چڑھنا آسان کر دوں گا۔ پھر میں نے قدم اُٹھایا تو ایک زینہ پر رکھا۔ اسی طرح قدم آگے بڑھاتا گیا اور ہر قدم پر زینہ ملتا گیا۔ پہاڑ پر چڑھ کر کچھ دُور گئے تو کئی مرد اور عورتیں ایسے نظر آئے کہ ان کی باچھیں کٹی ہوئی تھیں۔ مَیں نے پُوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عمل ان کے قول کے خلاف ہُوا کرتا تھا۔ پھر آگے چل کر کچھ عورت اور مرد ایسے ملے جن کے کانوں اور آنکھوں میں میخیں ٹھکی ہوئی تھیں۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں کہ ناجائز باتوں کے سُننے اور ناجائز چیزوں کے دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ پھر آگے چل کر کئی عورتیں لٹکی ہُوئی نظر آئیں۔ اُن کے سَر نیچے اور پیر اوپر تھے اور سانپ ان کی چھاتیوں کو ڈس رہے تھے۔ پُوچھنے پر بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو اپنا دودھ پلانے سے روکتی تھیں۔ آگے چل کر کئی عورت و مَرد ایسے نظر آئے جو سر نیچے کر کے لٹکائے گئے تھے اور وہ زمین کے کیچڑ کو چاٹ رہے تھے۔ پُوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ روزہ دار ہیں جو وقت سے پہلے روزہ کھول دیتے تھے۔ آگے چل کر تین آدمی شرابِ طہور پیتے ہُوئے اور خوشی کے نغمے گاتے ہُوئے ملے۔ پُوچھنے پر معلوم ہوا یہ زید بن حارثہؓ جعفر طیّارؓ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ابن خزیمہ ابن حبان وغیرہ)

قبر میں لوگوں کی مختلف حالتیں

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا مَیں نے آج کی رات عجیب و غریب چیزیں دیکھیں۔ میں نے اپنی اُمت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی رُوح قبض کرنے آیا۔ پس اس شخص کا اپنے والدین کے ساتھ سلوک و احسان کرنا آگے بڑھا اور ملک الموت کو اس کے پاس سے لوٹا دیا۔ مَیں نے اپنی اُمت کے ایک شخص کو دیکھا کہ قبر کا عذاب اس کے آس پاس گھیرے ہُوئے تھا لیکن اس کا وضو آیا اور اُس نے عذاب سے نجات دی۔ مَیں نے اپنی اُمت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے گھیر لیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آگے بڑھا اور شیاطین سے نجات دلائی۔ مَیں نے اپنی اُمت کے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو گھیر رکھا تھا۔ لیکن نماز نے ان کے عذاب سے

اس کو بچا لیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے ہے اور جس حوض پر جاتا ہے ناکام لوٹا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا روزہ آیا اور اس نے اس کو سیراب کر دیا۔ میں نے اپنی اُمت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء کرام اپنے اپنے حلقے بنا کر بیٹھے ہیں اور یہ شخص جب ان کے حلقے کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو نکال باہر کر دیتے ہیں چنانچہ اس کا غسل جنابت آیا اور اُس نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر میرے قریب بٹھا دیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اُس کے دائیں بائیں آگے پیچھے اور اُوپر نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے۔ وہ شخص اس تاریکی کی وجہ سے حیران و پریشان تھا کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس تاریکی سے اس کو نجات دلا کر نُور میں داخل کیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے بات کرتا ہے، لیکن وہ اس سے بے رُخی برت رہے ہیں؛ چنانچہ اس کا صلۂ رحم آیا اور اُس نے کہا کہ اے مومنو! اس شخص سے بے رُخی نہ کرو۔ اس سے بات چیت کرو۔ پھر اس سے باتیں کیں۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے آگ کی لپٹ کو اور شراروں کو روک رہا تھا کہ مُنہ نہ جلے چنانچہ اس کا صدقہ آیا اور اُس نے اس کے مُنہ اور سَر کی حفاظت کی۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ ملائکۂ عذاب نے اُس کے ہر عضو کو گرفت میں لیا، لیکن اس کی دعوتِ تبلیغ نے اُن سے بچا کر ملائکۂ رحمت سے ملا دیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اُس کے نامۂ اعمال نے ترازو کے بائیں پلڑے کو جھکا دیا؛ چنانچہ اس کا خوفِ خدا وندی آیا اور اس نے اس ترازو کے دائیں پلڑے کو جُھکا دیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ترازوِ اعمال سے ہلکی پھلکی رہ گئی تو اس کے پاس وہ بچّے آ گئے جو بچپن میں مر گئے تھے۔ اُنہوں نے آ کر اس ترازو کو وزنی کر دیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جہنّم کے کنارے پر کھڑا ہے۔ اُس کا اللہ سے ڈرنا آیا اور اُس نے جہنّم کے کنارہ سے دُور کر دیا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آگ میں گر پڑا۔ اس کا وہ آنسو وہاں آیا جو اللہ کے ڈر سے اُس کی آنکھوں سے بہا تھا۔ اس آنسو نے اس کو آگ سے نکالا۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پُل صراط پر کھڑا ہے اور تھر تھر کانپ

رہا ہے۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ جو اُس کو حُسنِ ظن تھا، اس حُسنِ ظن نے بڑھ کر اس کی تھرتھری دور کی اور پُل سے گزار دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پُل صراط پر کبھی چوتڑوں کے بَل چلتا ہے اور کبھی گھٹنوں کے بَل۔ چنانچہ مجھ پر اس کا درود بھیجنا آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا، پھر وہ پُل صراط پر سیدھا چلا گیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جنّت کے دروازوں کی طرف جب وہ پہنچا، تو اُس پر دروازے بند کر دیے گئے، پھر اس کا کلمۂ شہادت آیا اور اُس نے دروازوں کو کھول کر اس کو جنّت میں داخل کر دیا۔ مَیں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ کترے جا رہے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ چغلخور لوگ ہیں۔ مَیں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ اپنی زبانوں کے سہارے لٹکے ہُوئے ہیں۔ میں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر تہمت لگانے والے ہیں۔ (طبرانی۔ نوادر الاصول۔ ترغیب

امام شافعیؒ نے بعض بزرگوں سے روایت بیان کی ہے کہ اُنھوں نے اللہ سے دُعا کی کہ اہلِ قبور کے احوال ان پر ظاہر کر دے۔ چنانچہ ایک رات ان کے لیے قبریں شق ہو گئیں۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بعض مُردے سندس پر، بعض حریر پر، بعض دیباج پر اور بعض ریحان اور تختوں پر سو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض رو رہے ہیں اور بعض ہنس رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا اے رب اگر تُو چاہتا تو یہ تمام مُردے اپنے مراتب کے لحاظ سے برابر ہوتے۔ یہ سُن کر ایک قبر سے آواز آئی: اے شخص یہ مراتب سب اعمال کی وجہ سے ہیں۔ سندس پر سونے والے وہ لوگ ہیں جو اچھّے اخلاق رکھتے ہیں۔ حریر و دیباج والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہُوئے اور ریحان پر سونے والے روزہ دار ہیں اور تختوں پر سونے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ ہی کے لیے ایک دُوسرے سے محبت رکھتے تھے اور رونے والے گناہگار لوگ ہیں اور ہنسنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔ (روض الریاحین)

حافظ ابنِ قیمؒ نے فرمایا کہ عذاب کو لازم کرنے والے اسباب سے بچنا ضروری ہے اور عذابِ قبر سے بچانے والا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے،

تو گھڑی بھر پہلے بیٹھ کر اپنے نفس سے حساب لے کہ کیا کمایا اور کیا کھویا۔ پھر گناہوں سے خالص توبہ کرے اور پھر سو رہے اور جب بیدار ہو، تو عمل صالح کی طرف لپکے اور زندگی کو غنیمت خیال کر کے جو کچھ کمی رہ گئی ہے اس کی تکمیل کرے۔ اللہ تعالٰی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کو اس کی توفیق دیتا ہے۔ (کتاب الروح)

پانچ قبروں کے چشم دید حالات نے گناہ گار کو توبہ پر آمادہ کر دیا

حدیث میں منقول ہے کہ ایک جوان آدمی نہایت غمگین عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے اس کے رنج و غم کی وجہ پوچھی، تو غم زدہ نے کہا کہ میں اپنے گناہ کے سبب سے غمگین ہوں۔ عبدالملک نے اس سے کہا تیرا گناہ زمین و آسمان سے بڑا تو نہیں ہے؟ اُس نے کہا بڑا ہے۔ پھر عبدالملک نے کہا تیرا گناہ عرش سے بڑا تو نہیں ہے؟ اُس نے کہا اس سے بھی بڑا ہے۔ عبدالملک نے کہا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ تعالٰی کی رحمت؟ اس پر اس نوجوان نے خاموشی اختیار کی۔ پھر عبدالملک نے پوچھا تیرا گناہ کون سا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں کفن چور تھا۔ پانچ قبروں کے مُردوں نے مجھے توبہ پر آمادہ کیا۔ ان قبروں کے حالات یہ ہیں کہ میں نے ایک قبر کو جب کھودا تو اس کے مُردے کو دیکھا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا گیا تھا اور اس کو دُوسرا عذاب بھی دیا جا رہا تھا۔ میں ڈر کر وہاں سے لوٹا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تُو اس مُردہ سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وہ عذاب میں کس وجہ سے گرفتار ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ بات میں نہیں پوچھ سکتا۔ چنانچہ اس ہاتف نے بتایا کہ یہ شخص نماز کو حقیر سمجھتا تھا، اس لیے اس کو عذاب ہو رہا ہے۔

میں نے ایک دُوسری قبر کھودی، تو دیکھا کہ اِس قبر کا مُردہ بالکل سُور ہو گیا تھا اور طوق اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر ڈر سے لوٹنے لگا۔ ہاتف غیبی نے پکار کر مجھ سے کہا تو اس مُردہ سے عذاب کا سبب کیوں نہیں پُوچھتا؟ میں نے کہا یہ سوال میری قُدرت سے باہر ہے۔ ہاتف نے کہا یہ شراب پیتا تھا۔ اللہ کی حرام کی ہُوئی چیز کو اُس نے حرام نہیں کیا۔

مَیں نے ایک تیسری قبر کھودی تو دیکھا۔ اس کا مُردہ آگ کی میخوں سے بندھا ہُوا تھا اور اُس کی زبان گدّی کی طرف نکلی ہوئی تھی۔ مَیں ڈر کر واپس ہونے لگا، تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ میّت سے اس کی وجہ کیوں نہیں پُوچھتا۔ مَیں نے کہا سوال کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اُس نے کہا، یہ لوگوں کے مال دبانے کی کوشش کرتا تھا۔

مَیں نے ایک چوتھی قبر کھودی دیکھا کہ مُردہ آگ میں جل رہا تھا اور فرشتے اس کو مار رہے تھے اور وہ چیخ رہا تھا۔ مَیں ڈر کر واپس ہونے لگا۔ ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا کہ تو مردے سے اس عذاب کی وجہ کیوں نہیں پُوچھتا۔ مَیں نے کہا سوال کی مجھ میں قوت نہیں۔ ہاتف نے بتایا کہ یہ جھوٹا شخص تھا اور جھوٹی قسمیں کھایا کرتا تھا۔

مَیں نے ایک پانچویں قبر کھودی تو دیکھا کہ فرشتے اس مُردے کو آگ کے ستُون سے مار رہے تھے اور مُردہ خوب چلا رہا تھا۔ مَیں ڈر کر واپس ہونے لگا تو ہاتف غیبی نے پکار کر کہا کہ تو اس عذاب کا سبب کیوں نہیں پُوچھتا۔ مَیں نے کہا کہ میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے پھر ہاتف نے خود بتایا کہ یہ ایک کھلنڈرا تھا۔ شطرنج وغیرہ کھیلا کرتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے رسولؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قبر کا عذاب، دل، آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ پاؤں اور سارے بدن کے گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے اور ان اعضا سے جو نیک کام ہوتے ہیں ان پر اجر ملتا ہے۔

ایک عورت کا گناہ کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ (سورۂ آل عمران : ع ۲)

ترجمہ : اُور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور دوڑو اس جنّت کی طرف جس کا پھیلاؤ سارے آسمان اور زمین ہیں جو تیّار کی گئی ہے ایسے

متقی لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، فراخی میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصّہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ جلّ شانہٗ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔

ف۔ علماء نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے بنی اسرائیل کی اس بات پر رشک کیا تھا کہ جب کوئی شخص اُن میں سے گناہ کرتا تو اُس کے دروازے پر وہ لکھا ہوا ہوتا اور اس کا کفارّہ بھی کہ فلاں کام اس گناہ کے کفارّہ میں کیا جائے۔ مثلاً ناک کاٹ دی جائے کان کاٹ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات کو اس پر رشک تھا کہ کفارہ ادا کرنے سے اس گناہ کے زائل ہو جانے کا یقین تھا اور گناہ کی اہمیّت ان حضرات کی نگاہ میں اتنی سخت تھی کہ اس قسم کی سزاؤں کو بھی اس کے مقابلے میں ہلکا اور قابلِ رشک سمجھتے تھے۔ ان حضرات کے جو واقعات حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں وہ واقعی ایسے ہی ہیں کہ بشریت سے کسی گناہ کے سرزد ہو جانے کے بعد اس کی ہیبت اور اہمیت ان پر بہت زیادہ مسلّط ہو جاتی۔ مَرد تو مَرد تھے ہی عورتوں میں بھی یہی جذبہ تھا۔ ایک عورت سے زنا صادر ہو گیا، خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، خود اعترافِ جُرم کیا اور گناہ سے پاک ہونے کے شوق میں اپنے آپ کو سنگسار ہونے کے لیے پیش کیا اور سنگسار ہو گئیں۔ کیوں، اس لیے کہ گناہ کی ہیبت ان کے دل میں اس مرنے سے بہت زیادہ تھی۔

صدقہ جاریہ اور اولاد وغیرہ کی طرف سے استغفار کا نفع

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح ید عولہ۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ قلت وابو داؤد والنسائی وغیرھا۔

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے، تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ عِلم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے،

تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے مرنے کے بعد دُعا کرتی رہے۔

ف ۔ اللہ جل شانہٗ کا کس قدر زیادہ انعام واحسان ہے، لطف وکرم ہے کہ آدمی اگر یہ چاہے کہ مرجانے کے بعد جب کہ اس کے اعمال کا وقت ختم ہوجائے، وہ عمل کرنے سے بے کار ہوجائے، وہ قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور اس کے اعمالِ حسنہ میں اضافہ ہوتا رہے، تو اس کا ذریعہ بھی اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے فضل سے پیدا فرمادیا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان میں سے تین چیزیں اس حدیث پاک میں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک صدقہ جاریہ یعنی کوئی ایسی چیز صدقہ کرگیا جس کا نفع باقی رہنے والا ہو۔ مثلاً کوئی مسجد بنوا گیا جس میں لوگ نماز پڑھتے رہیں تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی۔ اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ اسی طرح سے کوئی مسافر خانہ، کوئی مکان کسی دینی کام کے لیے بنوا کر وقف کرگیا جس سے مسلمانوں کو یا دینی کاموں کو نفع پہنچتا رہا، تو اس نفع کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔ کوئی کنواں رفاہِ عام کے لیے بنوا گیا، تو جب تک اس سے لوگ پانی پیتے رہیں گے، وضو وغیرہ کرتے رہیں گے، اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب اُس کو ملتا ہے، ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو اور وہ صالح اولاد ہے جس کو چھوڑ گیا ہو اور وہ قرآن شریف جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد ہے اور مسافر خانہ ہے جن کو بنا گیا ہو۔ اور نہر ہے جو جاری کرگیا ہو اور وہ صدقہ ہے جس کو اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے[1]۔

ثواب ملتا رہے کا مطلب ہے کہ صدقۂ جاریہ کے طور پر دے گیا مثلاً وقف کرگیا ہو اور علم کی اشاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی مدرسہ میں چندہ دیا ہو یا کوئی دینی کتاب تالیف کی ہو یا پڑھنے والوں کو تقسیم کی ہو یا مسجدوں اور مدرسوں میں قرآن پاک یا کتابیں وقف کی ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے۔ کسی کو علم پڑھا گیا ہو، کوئی نہر جاری کردی ہو، کوئی کنواں بنا دیا ہو، کوئی درخت لگا دیا ہو،

---

[1] مشکوٰۃ شریف

کوئی مسجد بنا دی ہو، قرآن پاک میراث میں چھوڑا ہو یا ایسی اولاد چھوڑی ہو جو اُس کے لیے دُعائے مغفرت کرتی رہے۔ اور ان سب چیزوں میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری تنہا خود ہی کی ہوں بلکہ اگر کسی چیز میں تھوڑی بہت شرکت بھی اپنی ہو گئی، تو بقدر اپنے حصّہ کے اس کے ثواب میں سے حصّہ ملتا رہے گا۔ دُوسری چیز اُوپر کی حدیث میں وہ علمِ دین ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے مثلاً کسی مدرسہ میں کوئی کتاب وقف کر گیا۔ جب تک وہ کتاب باقی ہے، اس سے لوگ نفع اُٹھاتے رہیں گے، اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ کسی طالب علم کو اپنے خرچ سے حافظِ قرآن یا عالم بنا گیا۔ جب تک اس کے علم و حفظ سے نفع پہنچتا رہے گا چاہے وہ حافظ اور عالم خود زندہ رہے یا نہ رہے اس شخص کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ مثلاً کسی شخص کو حافظ بنایا تھا۔ اُس نے دس بیس لڑکوں کو قرآن پاک پڑھا دیا اور وہ حافظ اس کے بعد مر گیا تو جب تک یہ لڑکے قرآن پاک پڑھتے پڑھاتے رہیں گے۔ اس حافظ کو مستقل ثواب ملتا رہے گا اور اُس حافظ بنانے والے کو علیحدہ ثواب ہوتا رہے گا اور اسی طرح سے جب تک ان پڑھنے والے لڑکوں کا سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا قیامت تک چلتا رہے گا اس اصل حافظ بنانے والے کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ ثواب پہنچائیں یا نہ پہنچائیں۔ یہی صورت بعینہٖ کسی شخص کو عالم بنانے کی ہے کہ جب تک بلاواسطہ یا بالواسطہ اس کے علم سے لوگوں کو نفع کا سلسلہ چلتا رہے گا اس اوّل عالم بنانے والے کو ان سب کا ثواب ملتا رہے گا اور یہاں بھی وہی پہلی بات ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ پُورا حافظ یا پُورا عالم خود تن تنہا بنائے۔ اگر کسی حافظ کے حفظ میں اپنی طرف سے مدد ہو گئی، کسی عالم کے علم حاصل کرنے میں اپنی طرف سے کوئی اعانت ہو گئی تو اس اعانت کی بقدر ثواب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی کسی قسم کی جانی یا مالی کوشش علم کے پھیلانے میں، دین کے بقا اور حفظ میں لگ جائے کہ دُنیا کی زندگی خواب سے زیادہ نہیں، نہ معلوم کب اس عالم سے ایک دَم جانا ہو جائے، جتنا ذخیرہ اپنے لیے چھوڑ جائے گا وہی دیرپا اور کار آمد ہے۔ عزیز، قریب، احباب، رشتہ دار سب دو چار دن رو کر یاد کر کے اپنے اپنے مشاغل میں لگ کر بھول جائیں گے۔ کام آنے والی چیزیں یہی ہیں جن کو آدمی اپنی زندگی میں اپنے

لیے کبھی فنا نہ ہونے والے بنک میں جمع کر جائے کہ سرمایہ محفوظ رہے اور نفع قیامت تک ملتا رہے۔ تیسری چیز جو اس حدیثِ پاک میں ذکر کی گئی ہے وہ اولادِ صالح ہے جو مرنے کے بعد دُعائے خیر بھی کرتی رہے۔ اوّل تو اولاد کا صالح بنا جانا بھی مستقل صدقۂ جاریہ ہے کہ جب تک وہ کوئی بھی نیک کام کرتی رہے گی، اپنے آپ کو اس کا ثواب ملتا رہے۔ پھر اگر وہ نیک اولاد والدین کے لیے دُعا بھی کرتی رہے اور جب وہ صالح ہے تو دُعائیں کرتی ہی رہے گی یہ مستقل ذخیرہ والدین کے لیے ہے۔ ایک نیک عورت کا قصہ روض میں لکھا ہے جس کو باہیتہ کہتے تھے بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی جب اس کا انتقال ہونے لگا، تو اُس نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے اور اسی پر میرا زندگی اور موت میں بھروسہ ہے، مجھے مرتے وقت رسوا نہ کیجیو اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی، تو اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اس کے لیے اور سب قبرستان والوں کے لیے دُعا کرتا۔ ایک دن اُس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا کیا حال ہے؟ ماں نے جواب دیا، موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیے لگے ہوئے ہیں، قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اُس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آکر قرآنِ پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوشخبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آگیا۔ مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں اِسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا تم کون لوگ ہو، کیوں آئے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں، ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں، تم ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہو۔ اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے، اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد سے میں

نے اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا۔ ایک اور عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مُردے اُن میں سے باہر نکل کر زمین پر سے جلدی جلدی کوئی چیز چُن رہے ہیں، لیکن ایک شخص فارغ بیٹھا ہے وہ کچھ نہیں چُنتا۔ میں نے اُس کے پاس جا کر سلام کیا اور اس سے پُوچھا کہ یہ لوگ کیا چُن رہے ہیں۔ اس شخص نے کہا جو لوگ کچھ صدقہ، دُعا، درود وغیرہ کر کے اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں، اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ میں نے کہا تم کیوں نہیں چُنتے؟ اُس نے کہا مجھے اس وجہ سے استغنا ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جو فلاں بازار میں زلابیہ (حلوے کی ایک قسم ہے جو مُنہ کو چپک جاتی ہے) بیچا کرتا ہے۔ وہ روزانہ مجھے ایک قرآن شریف پڑھ کر بخشتا ہے۔ میں صبح کو اُٹھ کر اس بازار میں گیا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اُس کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ میں نے پُوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کیا کرتا ہوں۔ اس قصّہ کے عرصہ کے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اُسی طرح چُنتے دیکھا اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی چُنتے دیکھا جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے اس پر تعجب تھا۔ صبح اُٹھ کر پھر میں اسی بازار میں گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا۔[1] حضرت صالح مریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں اخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا تاکہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔ صبح میں دیر تھی، راستے میں ایک قبرستان تھا، وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہو گئیں اور ان میں سے مُردے نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اُترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نُور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ ہر شخص کو ایک خوان دیتے تھے اور جو خوان لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا۔

---

[1] روض

جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ کیا بات ہے تم اس قدر غمگین کیوں ہو اور یہ خوان کیسے تھے؟ اُس نے کہا کہ یہ خوان اُن ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مُردوں کو بھیجتے ہیں۔ میرے کوئی اور تو ہے نہیں جو بھیجے ایک والدہ ہے مگر وہ دُنیا میں پھنس رہی ہے، اُس نے دُوسری شادی کر لی۔ وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتی۔ میں نے اُس سے اس کی والدہ کا پتہ پُوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جا کر اس کی والدہ کو پردے کے پیچھے بلایا اور اس سے اس کے لڑکے کو پوچھا اور یہ خواب اُسے سُنایا۔ اس عورت نے کہا بے شک وہ میرا لڑکا تھا میرے جگر کا ٹکڑا تھا۔ میری گود اس کا بستر تھا۔ اس کے بعد اس عورت نے مجھے ایک ہزار درم دیے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس کو صدقہ کر دینا اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دُعا اور صدقے سے یاد رکھوں گی، کبھی نہ بھولوں گی۔ حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا۔ وہ میری طرف کو دَوڑا ہُوا آیا اور کہنے لگا کہ صالح حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ تمہارا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا۔

اس قسم کے ہزاروں واقعات کُتب میں موجود ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد میرے مرنے کے بعد بھی میرے کام آئے تو اپنے مقدور کے موافق اس کو نیک اور صالح بنانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ یہ حقیقت میں اولاد کے لیے بھی خیر خواہی ہے اور اپنے لیے بھی کار آمد ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (سورہ تحریم)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنّم کی) آگ سے بچاؤ۔

زیدؓ بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی، تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ اپنے اہل و عیال کو کس طرح آگ سے بچائیں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو ایسے کاموں کا حکم کرتے رہو جس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوں اور ایسی چیزوں سے روکتے رہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے

اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو خیر کی باتوں کی تعلیم اور تنبیہ کرتے رہو۔[۱] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس باپ پر رحم کرے جو اولاد کی اس بات میں مدد کرے کہ وہ باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے۔ یعنی ایسا برتاؤ اس سے نہ کرے جس سے نافرمانی کرنے لگے[۲] اولاد کو نیک بنانا بھی اس میں داخل ہے، اگر وہ نیک نہ ہوگی تو پھر والدین کے ساتھ جو کرے وہ برمحل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور جب چھ برس کا ہو اس کو آداب سکھائے جائیں اور جب نو برس کا ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے (یعنی دوسروں کے پاس نہ سوئے)، اور جب تیرہ برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے اور جب سولہ برس کا ہو جائے تو نکاح کر دیا جائے۔ پھر اُس کا باپ اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ میں نے تجھے آداب سکھا دیے۔ تعلیم دے دی، نکاح کر دیا۔ اب میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں دُنیا میں تیرے فتنے سے اور آخرت میں تیری وجہ سے عذاب سے۔[۳] تیری وجہ سے عذاب کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ ارشاد نبویؐ میں وارد ہُوا ہے کہ جو شخص کوئی بُرا طریقہ اختیار کرتا ہے، تو اس کو اپنے فعل کا گناہ بھی ہوتا ہے اور جتنے لوگ اس کی وجہ سے اُس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی اس کو ہو گا۔ اس طرح پر کہ کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ ان کو اپنے فعل کا مستقل گناہ ہوگا اور اس کو ذریعہ اور سبب بننے کا مستقل گناہ ہو گا۔ اس بنا پر جو اولاد اپنے بڑوں کی بُری حرکات ان کے عمل کی وجہ سے اختیار کرتی ہے ان سب کا گناہ بڑوں کو بھی ہوتا ہے اس لیے اپنے چھوٹوں کے سامنے بُری حرکات کرنے سے خصوصیت سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس حدیث شریف میں تیرہ برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم ہے اور بہت سی احادیث میں ہے کہ بچے کو جب سات برس کا ہو جائے نماز کا حکم کرو اور جب دس برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ یہ روایات اپنی صحت اور کثرت کے لحاظ سے مُقدم ہیں۔ بہر حال بچے کے نماز نہ پڑھنے پر باپ کو مارنے کا حکم اور اس پر نماز میں تنبیہ نہ کرنا اپنا جُرم ہے

---

[۱] در منثور [۲] احیاء [۳] احیاء

اور اس کے بالمقابل اگر اس کو نماز، روزہ اور دینی احکام کا پابند اور عادی بنا دیا تو اس کے اعمالِ حسنہ کا ثواب اپنے آپ کو بھی ملے گا۔ اور اس کے ساتھ جب وہ صالح بن کر والدین کے لیے دُعا بھی کرے گا تو اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب مِلتا رہے گا۔ ابن مالکؒ کہتے ہیں کہ حدیث بالا میں اولاد کو صالح کے ساتھ اس لیے مقیّد کیا ہے کہ ثواب غیر صالح اولاد کا نہیں پہنچتا اور اس کی دُعا کا ذکر اولاد کو دُعا کی ترغیب دینے کے لیے ہے۔ چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ والد کو صالح اولاد کے عمل کا ثواب خود پہنچتا رہتا ہے چاہے وہ دُعا کرے یا نہ کرے جیسا کہ کوئی شخص رفاہِ عام کے لیے کوئی درخت لگا دے اور لوگ اس کا پھل کھاتے رہیں، تو ان کھانے والوں کے کھانے کا ثواب اس کو ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ درخت لگانے والے کے لیے دُعا کریں یا نہ کریں۔ علّامہ مناویؒ کہتے ہیں کہ والد کو دُعا کے ساتھ تنبیہ اور تحریص کے طور پر ذکر فرمایا کہ وہ دُعا کرے، ورنہ دُعا ہر شخص کی نافع ہے چاہے وہ اولاد ہو یا نہ ہو۔ اس حدیث شریف میں تین چیزوں کا ذکر اہتمام کی وجہ سے کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں احادیث میں ایسی آئی ہیں جن کے متعلّق یہ وارد ہُوا ہے کہ ان کا دائمی ثواب مِلتا رہتا ہے۔ متعدّد احادیث میں یہ مضمون وارد ہُوا ہے کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کر دے اُس کو اپنے عمل کا ثواب بھی ملے گا اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس کو ملتا رہے گا اور کرنے والوں کے اپنے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص بُرا طریقہ جاری کر دے اس پر اپنے کیے کا بھی گناہ ہے اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے عمل کا ثواب مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر جو شخص اللہ کے راستے میں سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہے اس کا ثواب قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔

موت سے اعمال کا منقطع ہو جانا

(۱) حضرت ابو سعید معلیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ مرنے پر اعمال کے صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور مُردہ نہ عملِ صالح پر قادر ہوتا ہے نہ سلام کا جواب دینے پر۔

یعنی مُردہ ایسے سلام پر قدرت نہیں رکھتا جس پر عبادت کی حیثیت سے اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ بلکہ مُردہ کا سلام صرف "جواب سلام" ہوتا ہے جو السّلامُ علیکم یا اہل القبور کہنے والوں کے جواب میں دیا جاتا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کا ثبوت وارد ہے۔

(۲) مطرّف بن شخیرؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی رات میں ایک میدان پر میرا گزر ہوا اور مَیں جمعہ کی رات کے علاوہ اور راتوں میں بھی وہاں سے گزرتا تھا، تو میں نے وہاں ایک برہنہ قوم دیکھی۔ ان کو مَیں نے سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ مَیں ٹھہر گیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ مطرف بن شخیرؒ ہے۔ مَیں نے کہا تعجب ہے کہ تم میرا اور میرے باپ کا نام تو جانتے ہو اور سلام کا جواب نہیں دیتے۔ اُنہوں نے کہا اے مطرف ہم مُردے ہیں۔ ہمارے نامۂ اعمال اعمالِ صالحہ سے لپیٹ دیے گئے ہیں۔ ہم اگر سلام کا جواب دینے پر قادر ہوتے تو دُنیا اور دُنیا کی ساری اشیاء کے عوض ہم اس کو لے لیتے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ مَیں تم سب کو ننگے بدن دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔ اُنہوں نے کہا ہمارے کفن پھٹ گئے ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں پہنچی جس سے ہم اپنی شرمگاہ کو چُھپا سکیں۔ مَیں نے ان سے کہا تم سب کے جمع ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہر قبر میں ستّر مُردے جمع ہو گئے ہیں تو ہماری تعداد بہت ہو گئی۔ اس لیے آپ ہمیں ایک جگہ جمع دیکھتے ہیں۔ مَیں نے کہا کیا تم شرماتے نہیں ہو کہ عورتیں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور تم ننگے ہونے کی حالت میں ایک دُوسرے کو دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا اے مطرف موت کی تلخی اور سکرات نے ہماری عقلیں چھین لی ہیں جس کی وجہ سے مرد اپنے مرد ہونے اور عورت اپنے عورت ہونے کو نہیں جانتی۔ مَیں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ مَیں نے تم کو اس رات میں دیکھا بقیہ اور راتوں میں اس جگہ مَیں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ جُمعہ کی رات ہے۔ ہم اس رات کو نکلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہماری اولاد اور گھر والے یاد کرتے اور ہمیں ثواب پہنچانے کی نیّت سے خیرات کرتے ہیں یا نہیں۔ جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا اے مطرف ٹھہر جاؤ! ہمیں تم سے ایک بات کہنی ہے اور وہ یہ کہ جب جُمعہ آئے تو تم عام لوگوں میں وعظ بیان کرنا اور یہ کہنا کہ ہمارے کفن گل گئے، بدن گل سڑ گیا اور ہڈیاں

بوسیدہ ہوگئیں اور تم ہمیں بھول گئے۔ لہٰذا اب تم ہماری حالت پر رحم کرو اور نیک اعمال کے لیے اپنی زندگیوں کو غنیمت جانو کیونکہ ہم ان کے چھوڑنے سے یہاں پشیمان ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اموات کو صدقات کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ ہمارا کوئی عزیز ہمیں ثواب پہنچائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ طویل زمانہ گزرنے پر بھی موت کی تلخی زائل نہیں ہوتی اور اموات کے جسم بھی اور ان میں سے ہر ایک کی رُوح اپنے شخص سے وابستہ ہے لیکن یہ برزخی جسم کہلاتا ہے جو دُنیاوی جسم سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو بھی بُرا سمجھتے ہیں کہ زندہ لوگ دُنیا میں مشغول ہوں۔ اور ان کا یہ قول کہ ہمیں سلام کا جواب دینے پر قُدرت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ اموات سلام کا جواب دیتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سلام کا جواب ہم بطورِ عبادت نہیں دے سکتے کہ اس پر ثواب اور اجر مرتب ہو، بلکہ وہ بطورِ اُنس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، لیکن اُنہوں نے مطرف کو اس طرح بھی سلام کا جواب نہیں دیا۔ جس سے ان کا مقصد انتہائی حسرت کا اظہار تھا۔ بعض علماء نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم سلام کرنے پر قُدرت نہیں رکھتے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اس طرح سلام کا جواب دینا کہ زیارت کرنے والا اس کو سُن لے ہماری قُدرت سے خارج ہے ہم آہستہ سلام کا جواب دیتے ہیں جس کو زائر سُن نہیں سکتا۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ مومن کی باقیماندہ عُمر کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قیامت میں اگر دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب مومن کو مل جائے، تو یہ اس کے ایک گناہ کو بھی دُور نہیں کر سکتی اور دُنیا کی ایک گھڑی کی عُمر اگر اس میں مومن نادم ہو گیا اور توبہ کر لی تو برسوں کے گناہوں کو مٹا دے گی۔

علیم کندی کا بیان

علیم کندی بیان کرتے ہیں کہ مَیں ابو عبس غفاری کے ساتھ ایک چھت پر تھا۔ اُنہوں نے ایک قوم کو وبا کے خوف سے شہر چھوڑتے ہُوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے وبا تو مجھے اپنی طرف لے لے۔ یہ کلمہ ابو عبس نے تین بار کہا۔ علیم کندی نے ان سے یہ سُن کر کہا کیا تم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلّم سے یہ نہیں سُنا کہ آپ منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی موت کی تمنّا نہ کرے، اس لیے کہ موت کے وقت عمل منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا موقع نہیں رہتا کہ وہ توبہ کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرے۔ ابو عبس نے کہا میں نے رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تم چھ چیزوں کے واقع ہونے سے پہلے موت کی طرف سبقت کرو۔ (۱) بے وقوفوں کی حکومت (۲) کمینوں کی کثرت (۳) حُکم اور فیصلہ کی خرید و فروخت (۴) جب قتل کرنے کو ہلکا سمجھا جانے لگے (۵) صلۂ رحمی کے رشتے توڑے جانے لگیں (۶) گانے کے طریق پر قرآن کو پڑھنے کا سُننے کا ذوق بڑھنے لگے۔ (ابن عبدالبر، مروزی، احمد، طبرانی)

ملک الموت روزانہ ہر گھر میں چکّر لگاتا ہے

حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر گھر میں تین مرتبہ روزانہ چکّر لگا کر دیکھتے ہیں۔ کس کا رزق پُورا ہو گیا، کس کی مدّت عمر پُوری ہو گئی۔ جس کا رزق پُورا ہو جاتا ہے اس کی رُوح قبض کر لیتے ہیں اور جب اس کے گھر والے اس کی موت پر روتے ہیں تو ملک الموت دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ میرا کوئی گناہ نہیں مجھے تو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ واللہ میں نے نہ تو اس کا رزق کھایا نہ اس کی عُمر گھٹائی، نہ اس کی مدّت عمر سے کچھ حصّہ کم کیا۔ میں تمہارے گھروں میں بار بار آتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسن رضؓ نے فرمایا اگر میّت کے گھر والے ملک الموت کا کھڑا ہونا دیکھ لیں اور ان کا کلام سُن لیں تو اپنی میّت سے غافل ہو جائیں اور اپنے اُوپر روئیں۔ (ابن ابی الدنیا۔ ابوالشیخ)

پہلے ملک الموت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر رُوح قبض کرتے تھے

۱۔ ابوالشعثا جابر بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت بغیر دُکھ درد کے رُوح قبض کیا کرتے تھے لوگوں نے ان کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اُنھوں نے اللہ تعالےٰ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالےٰ نے بیماریوں کو مقرر کر دیا۔ لوگ موت کو بیماری کی طرف منسُوب کرنے لگے اور ملک الموت کو بھُول گئے۔ (مروزی، ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ)

مطلب یہ ہے چند مخصوص بندوں کو چھوڑ کر باقی سب ہی بیماری کی طرف منسوب کرنے لگے۔

۲ - اعمشؒ روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت پہلے لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے کہ تو اپنی حاجت پوری کرلے میں تیری رُوح قبض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ان کی شکایت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کو پیدا کیا اور موت کو مخفیہ کر دیا۔ (ابونعیم)

۳ - حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت لوگوں کے پاس آتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے، تو انہوں نے تھپڑ مار دیا۔ جس سے ملک الموت کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ ملک الموت نے بارگاہِ الٰہی میں شکایت کی۔ الٰہی تیرے بندے موسیٰؑ نے میری آنکھ پھوڑ دی اور اگر وہ آپ کے نزدیک مکرّم و محترم نہ ہوتے تو میں بھی اُن کی آنکھ پھوڑ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تم میرے بندے کے پاس جاؤ اور اُن سے کہہ دو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی کھال پر رکھ دیں۔ اُن کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال ہوں گے، ہر بال کے عوض ایک سال کی عُمر بڑھا دوں گا۔ ملک الموت نے اللہ رب العزّت کا یہ پیغام حضرت موسیٰؑ کو پہنچایا، تو موسیٰؑ نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہو گا؟ ملک الموت نے کہا کہ اس کے بعد بھی موت آئے گی۔ تو موسیٰؑ نے کہا جب موت آنی ہی ہے تو ابھی سہی۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو ایک سیب دیا جس کو انہوں نے سونگھنا شروع کیا اور ملک الموت نے اُن کی رُوح قبض کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ کو درست کر دیا۔ اس کے بعد ملک الموت لوگوں کے پاس پوشیدہ طور پر آنے لگے۔ (امام احمد۔ بزار۔ حاکم وصححہ)

والدین کی نافرمانی، قتلِ مسلم اور شیخین کو بُرا کہنا سوءِ خاتمہ کا سبب ہے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ یہاں ایک نوجوان شخص ہے اس وقت وہ نزع کے عالم میں ہے۔ اس کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کی جاتی ہے لیکن اس کے مُنہ سے یہ کلمہ ادا نہیں ہو رہا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا، کیا وہ اس کلمہ کو اپنی زندگی میں نہیں کہتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا وہ برابر کلمہ گو رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر کوئی وجہ نہیں کہ جو شخص زندگی

میں یہ کلمہ کہتا رہا ہو وہ آخر وقت میں نہ کہہ سکے۔ پھر حضورؐ اُٹھے آپؐ کے ساتھ ہم لوگ بھی اُٹھ کر چلے۔ آپؐ اس نوجوان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھ۔ اُس نے عرض کیا میں اس کو کہنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے دریافت کیا اس کی کیا وجہ ہے۔ اُس نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔ آپؐ نے دریافت کیا، کیا تیری والدہ زندہ ہے۔ اُس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس آدمی بھیج کر بلواؤ۔ چنانچہ وہ بلوائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت کیا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے سوال کیا اگر آگ دہکائی جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر تو اس لڑکے کی سفارش نہ کرے گی تو اس کو دہکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو کیا تو اس کی سفارش نہ کرے گی۔ عورت نے کہا اس وقت تو میں ضرور اس کی سفارش کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کو اور ہم سب کو گواہ بنا کر کہہ دے کہ میں اس بیٹے سے راضی ہو گئی؛ چنانچہ اُس نے رضامندی کا اظہار کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قریب الموت جوان سے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ۔ اس نے صاف صاف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ تعریف ہے اس خُدا کے لیے جس نے میرے سبب سے اس نوجوان کو آگ سے نجات دی۔ (بیہقی۔ طبرانی)

عبدالرحمٰن محاربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا، جب اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا گیا، تو اس نے کہا میں یہ پاک کلمہ ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کیونکہ میں اُن لوگوں کی صحبت میں رہا کرتا تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہا کرتے تھے۔ (ابنِ عساکر)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو چند آدمیوں کے ہمراہ مدینہ کے پہاڑ ضم کی طرف بھیجا۔ مسلمانوں کے اس لشکر سے عامر ابن ضبط نامی ایک شخص کی مُلاقات ہو گئی۔ اُنہوں نے اصحابِ رسولؐ کو دیکھ کر کلمۂ اسلام ادا کیا۔ مسلمان ان کے اسلام لانے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے سلام کا جواب نہ دیا اور محلم بن جثامہ نے آگے بڑھ کر ان کو قتل کر دیا۔ اسی بارے میں بطور ڈانٹ کے یہ آیت نازل ہوئی:

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ محلم حضور کی خدمت میں معافی کی درخواست لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا لا غفر اللہ لک یعنی اللہ تجھ کو معاف نہ کرے۔ یہ سُن کر محلم آبدیدہ ہو کر مجلس سے اُٹھے اور اسی ہفتہ میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ جب ان کو دفن کیا گیا، تو زمین نے ان کو باہر نکال کر ڈال دیا۔ تین بار دفن کیے گئے اور ہر بار اسی طرح زمین نے اپنے سینے سے نکال کر باہر ڈال دیا۔ آخر کار پتھروں کے درمیان ان کو چھوڑ دیا گیا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا زمین تو اس سے بھی بدتر لوگوں کو اپنے سینے میں جگہ دیتی ہے لیکن اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو عبرت دلانا چاہتا ہے تاکہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں۔

موت کے وقت فرشتوں کا اعضاء کو چھونا اور سونگھنا

داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار پڑا۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک بڑا سر اور پُر گوشت مونڈھے والا شخص نمودار ہوا۔ وہ سوڈانیوں کی ہمشکل تھا۔ میں نے اس کو دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ میری رُوح قبض کرے گا لیکن میں کافر تو نہیں ہوں کہ یہ کالا فرشتہ میری رُوح قبض کرے کیونکہ میں نے سُنا تھا کہ کافر کی رُوح کو کالا فرشتہ قبض کرتا ہے۔ اسی حیرت کے عالم میں گھر کی چھت کے ٹوٹنے کی آواز میں نے سُنی، پھر چھت بالکل کُھل گئی اور آسمان نظر آنے لگا۔ آسمان سے دو فرشتے سفید پوش اُترے اور دونوں نے ڈانٹ کر کالے شخص کو بھگا دیا۔ کالا شخص دُور ہٹ کر میری طرف دیکھنے لگا اور وہ دونوں فرشتے اس کو ڈانٹتے رہے، پھر ان سفید پوش فرشتوں میں سے ایک میرے سرہانے اور دُوسرا پاؤں کی جانب بیٹھا۔ سرہانے والے نے پاؤں کی طرف بیٹھنے والے سے کہا تو اس کے پیروں کو چھو کر معلوم کر، چنانچہ اُس نے میرے پیروں کو چھو کر کہا یہ ان پیروں سے نماز کی طرف چل کر جایا کرتا تھا۔ پھر پاؤں والے فرشتے نے سرہانے والے سے مُنہ کو چھونے کو کہا۔ اُس نے میرے کوّے کو چھو کر کہا کہ یہ مُنہ اللہ کی یاد سے

تروتازہ ہے۔ (ابن ابی الدنیا، کتاب من عاش بعد الموت)

حضرت ابوقلابہؓ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا جس کا نام ماجن تھا، شدید بیمار ہوا۔ ابوقلابہؓ نے شاید اس کی غلطیوں کی وجہ سے بیماری میں اس کی عیادت نہ کی لیکن جب نزع کا وقت ہوا تو ابوقلابہؓ کے دل میں محبت و شفقت نے جوش مارا۔ انہوں نے کہا یہ میرے عزیز بھائی کا بیٹا ہے۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے، عیادت کرنی ضروری ہے؛ چنانچہ اس رات ابوقلابہؓ اپنے بھتیجے کے پاس رات بھر بیٹھے رہے۔ اسی رات کا واقعہ ابوقلابہؓ بیان کرتے ہیں کہ دو کالے آدمی ہتھوڑے لیے نمودار ہوئے۔ پھر دو فرشتے گھر کی چھت سے اترتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں نے ان کی آواز سنی کہ ایک فرشتہ دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ تو اس مریض کے پاس جا کر معلوم کر کہ اس کے پاس کوئی نیکی بھی ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اس میں سے ایک فرشتہ میرے بھتیجے کے پاس آیا اور اس کے سر، پیٹ اور پاؤں کو سونگھا، پھر واپس جا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا میں نے سر کو سونگھا اس میں قرآن نہیں پایا۔ اس کے پیٹ کو سونگھا، تو روزہ کا نام و نشان نہ ملا اور اس کے پاؤں کو سونگھا، تو ایک رات بھی عبادت کے لیے کھڑے رہنے کا کوئی اثر نہ پایا۔ اس کے بعد دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے اس کا سر، پیٹ، ہتھیلی اور پاؤں کو سونگھا پھر میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لکھا ہے لیکن امتِ محمدیہ کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی اس میں نہیں پائی جاتی۔ پھر اسی حیرت کے عالم میں اس فرشتے نے میرے بھتیجے کا منہ کھول کر اس کی زبان کی نوک کو نچوڑا۔ ابوقلابہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے فرشتہ کو اللہ اکبر کہتے ہوئے سنا۔ نیز میں نے اس فرشتہ کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے اس کی زبان کی نوک پر ایک تکبیر پائی۔ یہ تکبیر اس نے روم کے شہر انطاکیہ میں بڑے اخلاص سے کہی تھی زبان نچوڑنے کے بعد مشک کی خوشبو پھیل گئی اور اسی وقت میرے بھتیجے کی روح قبض ہو گئی۔ ابوقلابہؓ کا بیان ہے کہ جب فرشتہ روح قبض کر کے چلا تو اس نے دروازہ پر کھڑے ہوئے دونوں سیاہ فام آدمیوں سے کہا تم دونوں لوٹ جاؤ اس میت پر تمہارا کوئی

قابو نہیں ہے۔ صبح کو ابو قلابہؓ نے جب اپنے بھتیجے کی یہ سرگزشت لوگوں کو سنائی، تو سب بہت متاثر ہوئے اور سب نے اُس کی نماز جنازہ پڑھ کر دعائے مغفرت کی۔

(نوادر الاصول)

موت کے وقت ملائکہ کی حضوری

حسن بن صالحؒ کا بیان ہے کہ میرے بھائی علی بن صالحؒ کی وفات جس رات کو ہوئی، اسی رات میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بھائی ذرا مجھے پانی پلاؤ میں نماز پڑھ رہا تھا، اس لیے نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے پانی پیش کیا، اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو ابھی پی چکا ہوں۔ میں نے دوبارہ پینے کو کہا تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ میں نے حیرت سے پوچھا اس بالاخانہ میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی نہیں، پھر کس نے پلایا۔ میرے بھائی نے جواب دیا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام پانی لے کر تشریف لائے اور مجھے پانی پلانے کے بعد انہوں نے خوشخبری دی کہ تو، تیرا بھائی اور تیری ماں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام کیا یعنی نبیین، صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ (ابن سندہ وغیرہ)

عبدالرحمٰن بن غنم اشعریؓ کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کا لڑکا طاعون عمواس[1] میں فوت ہوگیا۔ اس کی وفات پر حضرت معاذؓ نے صبر و شکر سے کام لیا۔ پھر جب حضرت معاذؓ کو ایک لڑائی میں کافروں کا نیزہ لگا اور وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے مُنہ سے یہ جملہ نکلا کہ "دوست اپنی ضرورت سے آیا ہے وہ شخص کامیاب نہ ہوگا جو دوست کی حاجت پوری کرنے میں ندامت و معذرت کرے۔" عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں نے یہ عجیب جملہ سن کر معاذؓ سے دریافت کیا آپ کو کچھ نظر آرہا ہے۔ اُنہوں نے جواب میں کہا ہاں۔ میں نے اپنے لڑکے کی وفات پر جس صبر سے کام لیا تھا اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی ہوئی ہے۔ میرے پاس اس وقت میرا لڑکا آیا اور اس نے

---

[1] شام میں ایک جگہ کا نام عمواس ہے۔ ابتداء اسلام میں وہاں شدید طاعون پھیلا تھا۔ اسی مناسبت سے طاعون عمواس پڑ گیا۔

خوشخبری دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مقرب فرشتوں اور شہداء و صالحین کی ایک سو صفوں کو لے کر معاذؓ کی رُوح پر نماز پڑھیں گے اور پھر جنّت میں لے جائیں گے۔ معاذؓ یہاں تک گفتگو کر کے پھر بیہوش ہو گئے۔ بیہوشی کے عالم میں ہم نے دیکھا کہ وہ کسی سے مصافحہ کر کے کہہ رہے ہیں "مرحبا، مرحبا، میں تمہارے پاس آیا۔ اتنا کہہ کر وہ دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ اُن کی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے آس پاس ایسے لوگوں کا ایک اژدھام ہے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہیں اور اسی مجمع میں معاذؓ یہ نعرہ لگا رہے ہیں۔ نیزوں کے زخم اور طاعون کی آفت پر صبر کرنے کی یہ جزاء ہے اور پھر یہ آیت پڑھ رہے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ[1] عبدالرحمٰنؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ (ابنِ عساکر)

حضرت سفیانؒ نے حضرت داؤد بن ابی ہندؒ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب داؤد طاعون کے مرض میں مُبتلا ہو کر بیہوش ہو گئے، تو تھوڑی دیر کے بعد پھر ہوش میں آکر بیان کرنے لگے کہ میرے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے دُوسرے سے پُوچھا اس کے پاس تُو نے کیا پایا۔ اُس نے کہا تسبیح و تکبیر اور مسجد کی طرف جانا نیز قرآن مجید کا کچھ حصّہ بھی اس کو یاد ہے۔ (ابونعیم)

توبہ کا وقت کب ختم ہوتا ہے

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ[2] کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس میں توبہ کا جو آخری وقت بیان کیا گیا ہے وہ ملک الموت

---

[1] سب تعریفیں اسی خُدا کو لائق ہیں جس نے وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم اس بہشت میں جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں۔ غرض کیا ہی اچھا صلہ ہے محنت کرنے والوں کا۔ (کشف الرحمٰن)

[2] پھر وہ قریب ہی وقت میں یعنی حضورِ موت سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں۔ (کشف الرحمٰن)

کو دیکھنے سے پہلے کا وقت مُراد ہے۔ (ابن ابی حاتم)

۲۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توبہ کا وقت بہت دراز ہوتا ہے۔ لیکن جب موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور بندہ بھی دُنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا گناہ گار شخص تھا' اس نے ستانوے ۹۹ انسانوں کو قتل کیا تھا۔ جب اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا' تو ایک راہب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے راہب میں نے کوئی بُرائی نہیں چھوڑی ہے، یہاں تک کہ میں نے ستانوے انسانوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ کیا میرے لیے توبہ کی کوئی راہ نکل سکتی ہے اور توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا اب تیرے لیے معافی کی کوئی صُورت نہیں ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص بڑا مایوس ہوا' اور اس راہب کو بھی قتل کر کے چلا گیا۔ جاتے جاتے ایک دُوسرے راہب کے پاس پہنچا اور اپنی سابقہ تمام برائیوں کو ذکر کر کے توبہ کی صُورت دریافت کی۔ دُوسرے راہب نے بھی اس کو نفی میں جواب دیا؛ چنانچہ مایوسی کے عالم میں اس نے دُوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے بڑھا۔ ایک تیسرے راہب کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح اپنے گناہوں کا ذکر کیا اور توبہ کی راہ دریافت کی تیسرے راہب نے بھی اس کو یہی جواب دیا۔ اب توبہ کی کوئی صُورت نہیں' یہ سُن کر اُس نے تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اب اس قاتل کے مقتولین کی تعداد ایک سو ہو گئی اس کے بعد ایک چوتھے راہب کے پاس آیا اور اس سے اپنے جرائم کا ذکر کر کے توبہ کی صورت دریافت کی۔ اس راہب نے کہا کہ اگر میں یہ جواب دوں کہ جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے اللہ اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا تو یہ جھوٹ ہوگا، اس لیے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تُو اب توبہ کر اور پھر اپنے اعمال درست کرنے کے لیے فلاں مقام کے دَیر میں جا کر وہاں کے عابدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ راہب کی یہ بات سُن کر اس کو اُمید بندھی اور اس نے توبہ کر کے اس دَیر کی راہ لی۔ جب وہ درمیانی راستہ تک پہنچا' تو اللہ نے اپنے

فرشتہ کو حکم دیا اور اس کی رُوح وہیں راستہ ہی میں قبض کر لی گئی۔ اس کے مرتے ہی عذاب و رحمت کے فرشتے اس کو اٹھانے کے لیے جھگڑنے لگے۔ اچانک ایک تیسرا فرشتہ آیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ یہ شخص جہاں سے چلا تھا اور جس گاؤں کی طرف جا رہا تھا ان دونوں گاؤں کا فاصلہ ناپو۔ اگر یہ توابین کے گاؤں سے زیادہ قریب ہو تو اس کو نیکوں میں شمار کرو، ورنہ گناہ گاروں میں۔ چنانچہ جب فاصلہ کی پیمائش ہوئی تو ایک بالشت توابین کے گاؤں سے زیادہ قریب تھا، اس لیے اس کو بخش دیا گیا اور رحمت کے فرشتوں نے اس کو اُٹھا لیا۔ (ابو نعیم)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان کردہ ایک واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص شدید بیمار ہوا ہم لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک بیمار بے حس و حرکت ہو گیا۔ ہم نے اُس کو مُردہ سمجھ کر کپڑا ڈھانک دیا اور اُس کی آنکھوں کو بند کر دیا۔ جب ہم اس کو غسل دینے کے لیے اُٹھانے گئے، تو اُس نے حرکت کی۔ ہم سب نے کہا سُبحان اللہ ہم تو سمجھتے تھے تم مَر چکے ہو۔ یہ سُن کر اُس شخص نے کہنا شروع کیا۔ بے شک میں مَر چکا تھا مَرنے کے بعد مجھ کو میری قبر میں لے گئے۔ ایک خوبصورت اور خوشبو دار آدمی نے مجھ کو قبر میں رکھ دیا۔ اچانک ایک کالی بدبُو دار عورت نمودار ہوئی اور اُس نے میری برائیاں ایک ایک کر کے اس طرح گنانی شروع کیں کہ مَیں اس سے شرمسار ہونے لگا۔ عورت سے میری بحث ہوتی رہی۔ عورت نے کہا اچھّا چل ہمارا جھگڑا وہاں طے ہو گا۔ چنانچہ میں چلا اور ایک کُشادہ گھر میں داخل ہُوا جس میں چاندی کا ایک چبوترہ تھا۔ اس کے ایک گوشہ میں مسجد تھی اور ایک شخص کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نمازی نے نماز میں سورۂ نمل پڑھنی شروع کی اور پڑھتے پڑھتے کسی آیت پر اٹک گیا۔ مَیں نے اس کو لُقمہ دے دیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا، تو اُس نے مجھ سے دریافت کیا تجھے یہ سُورت یاد ہے۔ مَیں نے کہا ہاں۔ یہ سُن کر اُس نے اپنے تکیہ کے نیچے سے ایک کتاب نکالی اور پڑھنے لگا اسی وقت وہ کالی عورت جلدی سے اُس کے پاس آ کر کہنے لگی۔ اِس نے یہ بُرائی کی، اس نے

یہ بُرائی کی اور پھر وہ خوبصورت اور خوشبودار شخص بھی آگیا۔ اُس نے عورت کی تردید کرتے ہُوئے میری خُوبیاں گنانی شروع کیں۔ اس پر اس مسجد کے ایک نمازی نے کہا بندہ نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کی برائیوں کو درگزر فرما دیا۔ مزید کہا ابھی اس شخص کی موت نہیں آئی ہے۔ ابھی تو پیر کے دن اُس کو موت آئے گی۔ ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ اس بیمار شخص نے کہا کہ تُم لوگ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر خیال رکھنا اگر میری وفات پیر کے دن ہُوئی تو مجھُے اُمید ہے کہ مَیں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سچ ہے اور مجھے نجات ملے گی اور اگر مَیں پیر کے دن نہ مَرا تو سمجھنا مَیں نے جو کچھ دیکھا اور کہا وہ بیماری کا ہذیان تھا۔ چنانچہ وہ شخص پیر تک اچھّا رہا اور پیر کے دن عصر کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ (ابن ابی الدنیا)

رُوحوں کا باہم تعارف

ابونعیم نے بیان کیا جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے حضرت حسن رض شدید بیمار ہُوئے تو ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہُوئی۔ اس وقت امام حسین رض ان کے پاس آکر کہنے لگا اے بھائی! تمہاری گھبراہٹ شاید اس لیے ہے کہ تمہاری رُوح تمہارے جسم سے جُدا ہو رہی ہے اور تم موت کی طرف جا رہے ہو۔ اگر اسی لیے گھبرا رہے ہو تو سُن لو تُم مرنے کے بعد اپنے ماں باپ حضرت علی رض اور فاطمہ رض سے ملو گے، اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور نانی حضرت خدیجہ رض کا دیدار حاصل ہو گا۔ اپنے چچا حمزہ رض و جعفر رض کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، اپنے ماموں قاسم و طیّب مطہر و ابراہیم علیہم السّلام کا شرفِ مُلاقات حاصل ہو گا اور اپنی خالاؤں رقیہ رض کلثوم رض و زینب رض سے مل کر خوش ہو گے۔ جب حضرت حسن رض نے سُنا کہ مرتے ہی ان حضرات سے مُلاقات ہونے والی ہے تو ان کی گھبراہٹ دُور ہوگئی (ابن عساکر)

حضرت لیث بن سعدؒ کی روایت ہے کہ مُلک شام کا ایک آدمی شہید ہو گیا شہادت کے بعد اس کا باپ جو کہ زندہ تھا ہر جُمعہ کی رات کو خواب میں اپنے شہید بیٹے سے مِلتا اور باتیں کر کے غم غلط کرتا۔ ایک جُمعہ کی رات ایسا ہُوا کہ باپ نے اپنے بیٹے کو نہیں دیکھا، پھر اس کے بعد والے جُمعہ کی رات میں باپ نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا تو اس سے شکایت کی کہ بیٹے تو ایک ہفتہ مجھُ سے غائب رہا جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی۔ بیٹے نے

کہا کہ گزشتہ جمعہ کی رات میں اس لیے نہ آسکا کہ ہم تمام شہیدوں کو حکم ہوا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی آمد آمد ہے۔ تمام لوگ ان کا استقبال کریں اور ان سے ملاقات کریں۔ میں ان سے ملاقات کرنے کے لیے رُک گیا تھا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہُوا تھا اور ان کے اعزاز میں شہیدوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس نیک بندے سے ملاقات کریں۔ (ابونعیم)

مومن سے فرشتوں کا کہنا کہ دُلہن کی طرح سوجا اور منافق و کافر کو زمین کا بھینچنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب میّت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو مُنکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پُوچھتے ہیں کہ تو کیا کہتا ہے ان صاحب کے بارے میں (جو تمہاری طرف بھیجے گئے)، وہ اگر مومن ہے، تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشُبہ محمد صلعم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سُن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تُو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر ستّر ہاتھ مربع کشادہ کر دی جاتی ہے، پھر منوّر کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ (اب تُو) سوجا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں کو (اپنا حال) بتانے کے لیے جاتا ہُوں۔ وہ کہتے ہیں کہ (یہاں آکر جانے کا قانون نہیں ہے)، تُو سوجا جیسا کہ دُلہن سوتی ہے جسے اس کے شوہر کے سوا کوئی نہیں اُٹھا سکتا (لہٰذا وہ آرام سے قبر میں رہتا ہے)، یہاں تک کہ اللہ اسے قیامت کے روز اس جگہ سے اُٹھائے گا۔

اور اگر مرنے والا منافق (یا کافر) ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ مَیں نے جو لوگوں کو کہتے سُنا وہی کہا (اس سے زیادہ مَیں نہیں جانتا) وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو خوب جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کو بھینچ دے۔ چنانچہ زمین اسے بھینچ دیتی ہے جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر

چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ قبر کے اندر عذاب ہی میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ (قیامت کو) خدا اسے وہاں سے اُٹھائے گا[1]۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والے عالمِ برزخ میں مطمئن ہوں گے اور اُن کے ہوش و حواس سالم رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان کو نماز کا دھیان ہوگا اور فرشتوں کے سوال کا جواب دینے میں بے خوف ہوں گے اور جب اپنا اچھا حال دیکھ لیں گے، تو گھر والوں کو خوشخبری دینے کے لیے فرشتوں سے کہیں گے کہ میں ابھی نہیں سوتا۔ گھر والوں کو خبر کرنے جاتا ہوں اور انتہائی خوشی میں اپنا انجام بخیر دیکھ کر فوراً ہی قیامت قائم ہونے کا سوال کریں گے تاکہ جلد سے جلد جنّت میں پہنچیں۔ جس پر خداوندِ عالم کا کرم ہو، اس کے ہوش و حواس باقی رہتے ہیں اور اس سے اللہ جل شانہٗ صحیح جواب دلاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں فرمایا: یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ (ایمان والوں کو اللہ اس پکی بات یعنی (کلمہ طیبہ) سے دُنیا و آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔)

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے عُمرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ لوگ تم کو قبر میں رکھ کر اور مٹی ڈال کر چلے آئیں گے، پھر تمہارے پاس قبر کے ممتحن (امتحان لینے والے) آئیں گے جن کی آواز سخت گرج کی ہوگی اور جن کی آنکھیں نظر اُچک لینے والی بجلی کی طرح ہوں گی۔ سو وہ تم کو ہلا ڈالیں گے اور تُم سے حاکمانہ گفتگو کریں گے۔ بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ کیا اس وقت ہماری عقلیں ہمارے ساتھ ہوں گی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں اسی طرح تمہاری عقلیں تمہارے پاس ہوں گی جیسی آج ہیں! یہ سُن کر حضرت عُمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ بس تو میں نبٹ لوں گا[2]۔

برزخ والوں کا مومن سے پُوچھنا کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

[1] ترمذی [2] طبرانی وغیرہ بحوالہ شوق وطن

روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی رُوح کو لے کر (ان) مومنین کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں (جو پہلے سے جا چکے ہیں) تو وہ ارواح اس کے پہنچنے پر ایسی خوش ہوتی ہیں کہ (اس دُنیا میں) تم بھی اپنے کسی غائب کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے۔ پھر اس سے پُوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؛ فلاں کا کیا حال ہے؟ پھر وہ (خود ہی آپس میں) کہتے ہیں کہ اچھا ابھی ٹھہرو پھر پُوچھ لینا۔ چھوڑ دو، ذرا آرام کرنے دو۔ چونکہ دُنیا کے غم میں مبتلا تھا پھر (وہ بتانے لگتا ہے کہ فلاں اس طرح ہے اور فلاں اس طرح ہے اور) وہ کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے جو اس سے پہلے مر چکا تھا کہ وہ تو مر گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ یہ سُن کر وہ کہتے ہیں کہ (جب وہ دُنیا سے آگیا اور ہمارے پاس نہیں آیا تو) ضرور اس کو دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔[۱]

مجاہد، مرابط[۳] اور شہید

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے پاس شہید کے لیے چھ انعام ہیں (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنّت میں جو اس کا ٹھکانا ہے وہ اسے دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲) اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے (۳) اور وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا (جو صور پھُونکے جانے کے وقت لوگوں کو ہوگی) اور (۴) اُس کے سر پر عزّت کا تاج رکھا جائے گا جس کا (ایک ایک) یاقُوت دُنیا اور جو کچھ دُنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہوگا اور (۵) بہتّر حور عین[ع] اس کے جوڑے کے لیے دی جائیں گی (۶) اور ستّر رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔[۲]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسلامی مُلک کی سرحد

---

[۱] احمد نسائی و لروایۃ طویلۃ۔ [ع] حور عین۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ۱۲۔

[۲] ترمذی، ابن ماجہ [۳] اسلامی مُلک کی سرحد کے محافظ کو مرابط کہتے ہیں۔

کی حفاظت ایک رات و دن کرنا ایک مہینہ کے (نفلی) روزے رکھنے اور راتوں رات نماز میں ایک ماہ تک کھڑے رہنے سے بہتر ہے اور یہ حفاظت کرنے والا اگر (اسی حالت میں) مرگیا تو جو عمل وہ کرتا تھا اس کا ثواب اس کے لیے برابر (قیامت تک) جاری رکھا جائے گا اور اس کا رزق جاری رہے گا (جو شہیدوں کے لیے جاری رہتا ہے) اور قبر میں فتنہ ڈالنے والوں سے امن میں رہے گا۔[1]

حضرت ابُو ایُّوب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دُشمن سے مقابل ہوا اور پھر ثابت قدم رہا یہاں تک کہ مقتول یا غالب ہوگیا، تو قبر کے اندر فتنہ میں نہ ڈالا جائے گا۔[2]

قبرستان کا گوشہ گوشہ مومن کے لیے بناؤ سنگار کرتا ہے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب کسی مومن کی وفات ہوتی ہے تو قبرستان کا گوشہ گوشہ اس کے لیے بناؤ سنگار کرتا ہے اور ہر گوشہ یہی آرزو کرتا ہے کہ یہ میرے پاس دفن ہو۔ لیکن جب کسی کافر کی موت ہوتی ہے تو قبرستان میں تاریکی پیدا ہوجاتی ہے اور قبرستان کا گوشہ گوشہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر فریاد کرتا ہے کہ یہ بدبخت میرے پاس دفن نہ کیا جائے۔ (حکیم ترمذی، ابنِ عساکر، ابنِ عدی، ابنِ مندہ)

قبر کا مُردوں سے خطاب

۱۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: لوگو! لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو یاد کیا کرو۔ قبر ہر دن اپنے مُردوں سے خطاب کرتے ہُوئے اعلان کرتی ہے۔ مَیں غربت و تنہائی کا گھر ہوں، مٹّی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب مومن کو دفن کیا جاتا ہے، تو قبر اس کو مرحبا کہتی ہُوئی خوشخبری سُناتی ہے کہ میری پُشت پر چلنے والوں میں تُو بڑا محبوب تھا۔ آج میں تیری ہوگئی اور تُو میری طرف آگیا تو اب میرے احسان کو بس دیکھ لے گا۔ یہ کہہ کر قبر تا حدِّ نگاہ کشادہ ہوجاتی ہے اور جنّت کا دروازہ کھُلا

---

[1] مشکوٰۃ شریف عن المسلم [2] نسائی و طبرانی۔

نظر آتا ہے۔ (ترمذی)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا یہ قبر ہر دن باوازِ بلند کہتی ہے۔ اے آدم کی اولاد تو کیوں مجھے بھول گیا۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ میں تنہائی کا گھر، غربت کا گھر، وحشت کا گھر، کیڑوں مکوڑوں والا گھر ہوں اور میں بہت تنگ گھر ہوں، مگر اللہ جس کے لیے کشادگی کا حکم فرمائے گا، اس کے لیے کشادہ ہو جاؤں گی۔ اس کے بعد آنحضورؐ نے فرمایا قبر یا تو جنت کا ایک چمن ہے یا آگ کا ایک تنور ہے۔ (طبرانی)

۳۔ حضرت ابو حجاج شمالیؓ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، تو قبر اس سے کہتی ہے اے ابنِ آدم تو ہلاک ہو۔ تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکے میں رکھا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں فتنہ و تاریکی اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں۔ تجھے کس چیز نے مجھ سے بھلا کر نڈر کر دیا تھا اور تو میری پشت پر خوب اکڑ کر چلتا تھا۔ اگر وہ مُردہ نیک ہوتا ہے تو اس کی طرف سے قبر کو جواب دینے والے جواب دیتے ہیں کہ اے قبر تو ذرا دیکھ تو کہ اس کے عمل کیسے ہیں، یہ اچھائی اختیار کرتا تھا اور برائی سے باز رہتا تھا۔ یہ سُن کر قبر کہتی ہے بیشک یہ نیک تھا۔ اب میں اس کے لیے سرسبز ہوئی جاتی ہوں۔ مُردے کا جسم اس وقت منوّر ہو جاتا ہے اور اس کی رُوح اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھا دی جاتی ہے۔ (حکیم ترمذی، ابوالعلی، ابن ابی الدنیا)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُردہ قبر میں بیٹھتا ہے اور ان لوگوں کے پیروں کی آواز بھی سُنتا ہے جو اس کے جنازہ کے ساتھ قبر تک گئے ہیں۔ مُردہ سے اس کی قبر کہتی ہے۔ اے ابنِ آدم تیری ہلاکت ہو، تُو نے میری تنگی، بدبُو، ہول اور کیڑوں مکوڑوں کا خوف نہ کیا، اسی لیے تُو نے ان چیزوں سے بچنے کے لیے تیاری نہ کی۔ (ابن ابی الدنیا)

۵۔ حضرت یزید بن شجرہؓ سے مروی ہے کہ کافر و فاجر مُردے سے قبر کہتی ہے کیا

تجھے میری تاریکی، میری وحشت، میری تنہائی و تنگی اور میرا غم یاد نہیں رہا۔ (ابن ابی شیبہ)

اعمال کا مجسّم ہونا

اعمالِ صالحہ و سیئہ جسم بن کر صاحبِ اعمال کو قبر و حشر میں راحت و تکلیف پہنچائیں گے۔ اعمال اگرچہ اعراض ہیں لیکن خُدا کی قُدرت سے کوئی بعید نہیں کہ اعراض کو مجسّم کر دے۔ ہم کو احوالِ آخرت پر ایمان لانا چاہیے۔ خواہ ہماری کوتاہ عقل میں نہ آئے۔

۱۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو لوگ قرآن پڑھتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ قیامت کے دن اس حالت میں ہوں گے کہ قرآن ان کے ساتھ ہو گا اور سورۂ بقرہ اور آل عمران اُس کے آگے آگے ہوں گی۔ یہ دونوں سُورتیں اپنے پڑھنے والے کی طرف سے حجت کریں گی۔ (مُسلم)

۲۔ حضرت ابن مُبارکؒ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن مومن کا عمل اچھی سے اچھی شکل و صُورت میں مجسّم ہو کر آئے گا۔ اس پر خُوب صُورت شباب ہو گا، چہرہ حسین ہو گا اور خُوشبو مہک رہی ہو گی۔ اسی شکل کے ساتھ یہ عمل اِس صاحبِ عمل کے پہلو میں بیٹھے گا۔ جب اس شخص کو کوئی گھبراہٹ ہو گی، تو یہ عمل اس کو امان میں رکھے گا اور خوف کے وقت اس کو سکُون پہنچائے گا۔ یہ دیکھ کر مومن کہے گا، اللہ تجھ کو جزائے خیر دے، تُو بڑا اچھّا ساتھی ہے۔ ذرا یہ تو بتا تُو کون ہے؟ عمل کہے گا کیا تُو مجھے نہیں پہچانتا؟ مَیں تو تیرے ساتھ ساتھ دُنیا میں بھی رہا اور قبر میں بھی۔ مَیں تیرا عمل ہوں، تیرا عمل اچھّا رہا، اس لیے تُو مجھے اچھّا پا رہا ہے۔ آجا، میرے اُوپر سوار ہو جا۔ مَیں دُنیا کی طویل مُدت تک تیرے اُوپر سوار رہا ہُوں، اب تو سوار ہو جا۔ چنانچہ اس مومن کو سوار کر کے وہ عمل اللہ تعالیٰ کی طرف لائے گا اور عرض کرے گا خداوندا! دُنیا میں جن لوگوں نے تجارت کی، ان کو تجارت کا نفع ملا۔ جن لوگوں نے صنعت و حرفت اختیار کی، ان کو اس کا حصّہ مل گیا۔ لیکن یہ ایسا شخص ہے کہ اس نے اپنے نفس کو میرے ساتھ مصروف رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، بتا تُو کیا مانگتا ہے۔ وہ عرض کرے گا، تیری مغفرت و رحمت۔ اللہ فرمائے گا مَیں نے اس کو بخش دیا۔ پھر اس کو عزّت و تکریم کا قیمتی جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سَر پر وقار و کرامت کا ایسا تاج رکھا

جائے گا کہ اس کا ایک موتی دو دن کی مسافت سے چمکے گا۔ اس کے بعد عمل کہے گا۔ اے رب! یہ شخص اپنے عمل کی مشغولیت سے محتاج و مسکین ہو گیا تھا اور اپنے والدین پر خرچ کرنے سے معذور ہو گیا تھا جب کہ دوسرے لوگ کاروبار دُنیا کر کے خود بھی نفع اندوز ہوئے اور والدین کو بھی دیا۔ اس درخواست پر اس کے والدین کو بھی وہی سب نعمتیں دی جائیں گی جو اس نیک شخص کو دی گئی ہیں۔ اس کے برعکس جو نافرمان بندہ ہو گا اس کے سامنے اس کا عمل بدترین شکل و صورت میں پیش ہو گا، بدبُو اٹھ رہی ہو گی۔ وہ نافرمان کے پہلو میں بیٹھے گا جب کوئی گھبراہٹ اور خوف اُس کو لاحق ہو گی تو یہ عمل اس میں اور اضافہ کر دے گا۔ اس پر نافرمان کہے گا تُو بُرا ساتھی ہے، تُو کون ہے؟ وہ کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا، میں تیرا عمل ہوں، تُو سر جھکا کہ میں تجھ پر سوار ہو جاؤں کیونکہ دُنیاوی زندگی میں تُو مجھ پر سوار رہا ہے۔

قبر میں غریب اور امیر کا حال

حضرت عمرو بن مسلمؒ کا بیان ہے کہ ایک گورکن نے اپنی زندگی کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ تین مُردوں کے لیے لگاتار قبریں کھودیں۔ میں دو قبروں کو کھود کر تیسری قبر کھود رہا تھا کہ مجھے شدید گرمی محسوس ہوئی۔ میں نے قبر پر کمبل ڈال دیا اور نیچے اس کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اِس دوران میں میں نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ دو شخص شہابی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور پہلی قبر پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے دُوسرے شخص سے کہا "لکھ" دوسرے نے کہا "میں کیا لکھوں"۔ پہلے شخص نے کہا "لکھ" ایک فرسخ طول اور ایک فرسخ عرض۔ اس کے بعد یہ دونوں شخص دُوسری قبر کے پاس آئے اور ایک شخص نے دُوسرے سے کہا لکھ۔ اس نے جواباً کہا کہ میں کیا لکھوں، چنانچہ پہلے شخص نے کہا کہ لکھ مدِّ بصر تک یعنی تاحدِّ نگاہ۔ پھر دونوں تیسری قبر کے پاس آئے اور میں اسی کے اندر سایہ میں تھا۔ ایک نے دُوسرے سے کہا لکھ۔ دُوسرے نے کہا میں کیا لکھوں؟ اس پر پہلے شخص نے کہا لکھ، شہادت کی اُنگلی اور اُنگوٹھے کے درمیان کا فاصلہ۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد میں بیٹھ کر تینوں جنازوں کا شدّت سے انتظار کر رہا تھا، چنانچہ ایک جنازہ آیا اس کے ساتھ بہت کم آدمی تھے۔ میں نے پُوچھا۔ یہ کس کی میّت ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ ایک، عیال دار غریب بہشتی سقّا ہے۔ اس

کے پاس کوئی سامان نہیں تھا ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کر دیا ہے۔ یہ سُن کر ٔمیں نے قبر کھودنے کی مزدوری یہ کہہ کر لوٹا دی کہ اس کے گھر والوں پر خرچ کر دو اور پھر اُس کو اس کی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ پھر دُوسرا جنازہ آیا۔ اس جنازہ کے ساتھ سوا اُٹھانے والوں کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ جنازہ اِس دُوسری قبر کے پاس آیا جس کے بارے میں دونوں سواروں نے "تاحدِ نگاہ" کہا تھا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ ایک مسافر غریب الوطن ہے۔ نہایت بیکسی میں ایک گھوڑے پر مرا پڑا تھا۔ چُنانچہ مَیں نے اس کی قبر پر کوئی مزدوری نہ لی اور پھر وہ دفن کر دیا گیا۔ پھر تیسرے جنازے کے لیے عشاء تک انتظار کیا۔ عشاء کے بعد ایک جنازہ آیا۔ مَیں نے پُوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ مشہور اور سرمایہ دار خاندان کی معتبر عورت کا جنازہ ہے۔ اس جنازہ میں کافی اژدھام تھا۔ یہ عورت اس تیسری قبر میں دفن کر دی گئی جس کے بارے میں دونوں سواروں نے کہا تھا کہ دو انگلیوں کے فاصلہ کے درمیان اس قبر کی وسعت ہے۔ (کتاب الدیباج۔ شرح الصدور)

عذابِ قبر جان و تن پر ہوتا ہے

ایک مجوسی امیر المومنین حضرت عمرُ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس کے پاس تین مُردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں۔ اُس نے کہا کہ اے عمرؓ! تمہارے صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دُوسرے دین پر مرے گا، وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ اس مجوسی نے یہ آیت بھی پڑھی[1] اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بیشک ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان صحیح ہے۔ یہ سُن کر اس مجوسی نے وہ تینوں سَر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے۔ یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سَر میری بہن کا ہے۔ یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں۔ مَیں اپنا ہاتھ اِن کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں، تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی۔ (یعنی تمہارے پیغمبر کے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہیے کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں) یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ

[1] صبح اور شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ (کشف الرحمٰن)

وجہہ کو بُلایا۔ جب حضرت علیؓ تشریف لائے، تو حضرت عمرؓ نے مجوسی سے کہا کہ اچھا اب تُو ذرا اپنے اعتراض کو دُہرا دے۔ اُس نے اعتراض دُہرایا۔ اعتراض سُن کر حضرت علیؓ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا۔ جب حاضر کیا گیا، تو آپ نے مجوسی سے کہا کہ تُو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد۔ مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا یہ تو سرد ہیں۔ حضرت علیؓ نے پھر فرمایا: اچھا تُو لوہے کو پتھر پر مار۔ جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے چنگاری نکل پڑی اس پر حضرت علیؓ نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قُدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ پیدا کر دی ہے، اسی طرح وہ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھ کو گرمی محسوس نہیں ہوتی اِن کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور تجھے محسوس و معلوم نہ ہو رہی ہو۔ یہ کھوپڑیاں جن کو سرد محسوس کر رہا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تُو اس کی گرمی محسوس نہیں کرتا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔ یہ بات سُن کر مجوسی لاجواب ہو گیا۔

پیشاب میں احتیاط نہ کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ایک دُوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سفر پر جا رہا تھا کہ دَورِ جاہلیت کی قبروں میں سے ایک قبر پر گزر ہُوا۔ اچانک قبر سے ایک آدمی نکلا۔ وہ آگ کے شعلوں سے گھِرا ہُوا تھا اور اُس کی گردن میں آگ کی ایک زنجیر تھی۔ میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے عبدُاللہ! ذرا مجھے پانی پلا دے۔ اتنے میں ایک دُوسرا شخص اسی قبر سے نکل کر کہنے لگا۔ اے عبدُاللہ! اِس کو ہرگز پانی نہ پلانا یہ کافر ہے۔ پھر اُس نے زنجیر پکڑ کر اُس کی قبر میں لَوٹا دیا۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ راستے میں یہ واقعہ دیکھ کر مَیں آگے بڑھا اور رات کے وقت ایک بڑھیا کے مکان میں ٹھہر گیا۔ اس مکان کے سامنے کچھ دُوری پر ایک قبر تھی۔ مَیں نے رات کو اس قبر سے ایک آواز سُنی۔ آواز سے یہ الفاظ ظاہر ہو رہے تھے۔ بَوْلٌ وَمَا بَوْلٌ شَنٌ وَمَا شَنٌ یعنی "پیشاب کونسا پیشاب۔ مشک اور کونسی مشک"۔ آواز سُن کر مَیں نے

بڑھیا سے پوچھا یہ کونسی قبر ہے اور کیسی آواز ہے۔ اُس نے جواب دیا اُس قبر کا مُردہ میرا خاوند تھا۔ جب پیشاب کرتا تھا تو احتیاط نہیں کرتا تھا۔ مَیں بارہا سمجھاتی رہی کہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہے کہ اُونٹ جب پیشاب کرتا ہے، تو ٹانگوں کو پھیلا لیتا ہے تاکہ پیشاب سے بچے اور تُو ذرا بھی احتیاط نہیں کرتا۔ لیکن یہ میری نصیحت پر عمل نہیں کرتا تھا اور اب اسی کا یہ انجام ہے کہ جب سے یہ مرا ہے برابر بَوْل وَمَا بَوْل چلّایا کرتا ہے۔ یعنی پیشاب اور کونسا پیشاب، وہی جس سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے آج عذاب اُٹھا رہا ہوں۔ وہ صاحب بہادر بھی غور کرلیں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اُن کا آدھا پیشاب پتلون میں ہوتا ہے، آدھا ٹانگوں پر۔ کُتا جب پیشاب کرتا ہے تو وہ بھی ٹانگ اُٹھا لیتا ہے۔ مگر یہ صاحب بہادر ویسے ہی کر لیتے ہیں۔ یہ کُتوں سے بھی بدتر ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بڑھیا سے پوچھا شن وماشن کیوں پکار رہا ہے؟ اس پر بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک دن ایک پیاسا شخص اس کے پاس آیا اور پانی مانگا۔ اس نے ایک خالی مشک کی طرف اشارہ کر کے کہا اس میں پانی بھرا ہوا ہے لے لے۔ پیاسے نے مشک کو دیکھا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ پیاس کی شدت سے وہ گر کر مر گیا۔ جب سے میرے خاوند کا انتقال ہوا ہے برابر شنّ وماشنّ پکارا کرتا ہے۔ یعنی ہائے وہ مشک جو میرے عذاب کا سبب ہوئی۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب میں سفر سے لوٹا تو اس سرگزشت کی تفصیل آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے اس وقت نصیحت کی کہ کوئی شخص اکیلا سفر نہ کیا کرے۔ (ابن ابی الدُنیا)

ناحق خُون کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے

صدقہ بن خالدؒ نے دمشق کے بعض مشائخ سے روایت بیان کی ہے

مشائخ کہتے ہیں کہ ہم حج کو گئے۔ ہمارا ایک ساتھی راستہ میں انتقال کر گیا۔ ہم نے وہاں کی آبادی میں سے ایک کدال عاریت میں لے کر اس کی قبر کھودی اور اس مردہ کو اس میں دفن کر دیا۔ دفن کرنے کے بعد یاد آیا کہ کدال قبر ہی میں بھول گئے۔ ہم نے قبر کو پھر کھودا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس مُردہ کی گردن اور دونوں ہاتھوں کو اس کدال میں

باندھ دیا گیا ہے۔ ہم نے یہ دہشتناک منظر دیکھ کر قبر کو مٹّی سے پاٹ دیا اور کُدال کو نہ نکال سکے۔ کُدال کے مالک کو اس کی قیمت دے کر راضی کیا۔ جب ہم سفر سے لوٹ کر آئے، تو اُس مُردہ کی بیوی سے اس کا حال پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ میرا خاوند ایک شخص کے ہمراہ جا رہا تھا۔ اس شخص کے پاس مال تھا۔ میرے خاوند نے اس کو قتل کر کے اس کا سارا مال لُوٹ لیا تھا اور اسی مال سے حج کو جا رہا تھا۔

قِصّہ ایک بادشاہ کی کھوپڑی کا

ابن جوزی ؒ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جا رہے تھے۔ راستہ میں کسی مُردے کی ایک کھوپڑی نظر آئی۔ آپ کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ اے رُوح اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اس کھوپڑی کو قوّت گویائی عطا فرما دے اور یہ کھوپڑی گزرے ہُوئے عجیب واقعات ہم کو سُنا دے۔ اس سے ہم کو عبرت حاصل ہو گی۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ آپ کی دُعا قبول ہُوئی اور کھوپڑی بول اُٹھی کہ اے رُوح اللہ پُوچھیے کیا پُوچھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مَیں آپ کی باتوں کا جواب دوں۔ آپ نے پُوچھا تو اس زمین میں کون شخصیّت رکھتا تھا۔ کھوپڑی نے جواب دیا۔ مَیں اس زمین کا بادشاہ تھا۔ ہزار برس زندہ رہا، ہزار اولاد مجھ سے ہُوئی، ہزار شہر فتح کیے، ہزار لشکروں کو شکست دی اور ہزار بادشاہوں کو قتل کیا۔ بالآخر اس فاتح زمانہ کو موت آئی میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ زُہد و تقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حرص و طمع میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے میں سب سے بڑی عزّت ہے۔ (مختصر مدمش)

حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ ہم لوگ مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علیؓ نے قبر والوں پر سلام کر کے کہا تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم بتائیں؟ سعید کہتے ہیں ہم نے وعلیکم السّلام کی آواز سُنی اور یہ جواب سُنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا: "اے امیر المومنین! تم ہم کو خبر دو، ہمارے بعد کیا ہوا؟" حضرت علیؓ نے کہا" سُن لو! تمہاری بیویوں نے شادی کر لی، تمہارے مال بٹ گئے۔ تمہاری اولاد

یتیموں میں شامل ہوگئی اور جس مکان کو تم نے بڑا مستحکم بنایا تھا، اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔" یہ سن کر ایک مُردہ نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا۔" ہمارے کفن پارہ پارہ ہو گئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے۔ کھالیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ آنکھیں بہہ کر رخسار پر آ گئیں اور نتھنوں میں سے پیپ بہہ رہی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اُس کو پایا اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہُوا۔ ہم تو اپنے اعمال ہی کے ممنونِ کرم ہیں (تاریخ نیشاپور)

رُوح اور جسم کا جھگڑا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رُوح جسم سے جھگڑا کرے گی اور کہے گی، تُو نے سب کچھ کیا ہے اور جسم کہے گا کہ تُو نے حُکم دیا۔ تُو نے جس چیز کو اچھا بنا کر دکھایا، مَیں نے کیا۔ اس لڑائی کے فیصلے کے لیے اللہ ایک فرشتہ کو بھیجے گا جو کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک اپاہج نے اندھے سے کہا، مَیں نے ایک پھل دیکھا، مگر مَیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر اندھے نے کہا تو میرے اُوپر سوار ہو جا اور پھل توڑ لے؛ چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہو گیا اور اُس نے پھلوں کو توڑ لیا۔ یہ مثال دے کر فرشتہ رُوح وجسم سے کہے گا کہ بتاؤ ان دونوں آدمیوں میں سے کون شخص حد سے تجاوز کرنے والا ہے؟ رُوح وجسم کہیں گے کہ دونوں ہی برابر ہیں۔ اس پر فرشتہ کہے گا کہ تم دونوں نے اپنی جانوں کو حُکم دیا اور جسم رُوح کے لیے مثل سواری کے ہے اور رُوح اس پر سوار ہے۔ (ابن مندہ)

حضرت انسؓ نے مرفوع روایت بیان کی کہ رُوح وجسم قیامت کے دن جھگڑا کریں گے۔ جسم کہے گا مَیں تو کھجور کے تنے کی طرح پڑا ہُوا تھا۔ اگر رُوح نہ ہوتی تو مَیں نہ ہاتھ ہلا سکتا نہ پاؤں۔ اور رُوح کہے گی مَیں تو ایک ہوا تھی اگر جسم نہ ہوتا تو مَیں کچھ کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ اِس کے بعد مذکورہ بالا رُوح وجسد کی مثال اپاہج اور اندھے کی بیان فرما کر رُوح وجسم دونوں کو شریکِ کار کر لیا جائے گا (دار قطنی۔ زوائد زہد)

قصہ ایک معصوم سیّدؒ کا

ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ مَیں حج کے لیے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی جب ہم کوفہ میں پہنچے، تو وہاں ضروریاتِ سفر خریدنے کے لیے بازاروں میں گھوم رہا

تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہُوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پُرانے بوسیدہ تھے۔ چاقو لیے ہُوئے اُس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہُوا کہ یہ مُردار گوشت لے جا رہی ہے اِس پر سکوُت کرنا ہر گز نہ چاہیے عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلاوے گی۔ مَیں چُھپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی اُونچا تھا۔ اُس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے اُس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں، جن کے چہرہ سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، وہ عورت اندر آگئی اور وہ زنبیل اِن لڑکیوں کے سامنے رکھ دی۔ مَیں کواڑوں کی درزوں سے جھانک رہا تھا مَیں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا۔ اُس عورت نے روتے ہوُئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکا لو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں۔ وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں۔ مجھے بہت ضیق ہُوئی۔ مَیں نے باہر سے آواز دی۔ اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا۔ وہ کہنے لگی تُو کون ہے؟ مَیں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں۔ اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار، تُو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ مَیں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مُردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندانِ نبوّت کے شریف (سیّد) ہیں۔ اِن لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جلیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اِس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہو گیا جو ترکہ اُس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مُردار کھانا جائز نہیں، لیکن اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے۔ ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں اس کے حالات سُن کر مجھے رونا آ گیا اور مَیں روتا ہوا دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور مَیں نے اپنے بھائی سے آ کر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا۔ اُس نے مجھے بہت سمجھایا، حج کے فضائل بتلائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس

پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔ مَیں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو۔ یہ کہہ کر مَیں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درم تھے وہ لیے اور ان میں سے سو درم کا آٹا خریدا اور سو درم کا کپڑا خریدا اور باقی درم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا۔ اِس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہٗ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنّت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہٗ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ دُوسری نے کہا اللہ جل شانہٗ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تُو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تُو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔ ربیعؒ کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ مَیں کُوفہ ہی میں مجبوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے۔ مجھے خیال ہُوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں۔ اُن سے اپنے لیے دُعا کراؤں، کسی کی مقبول دُعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا، تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان سے مِلا تو مَیں نے کہا اللہ جل شانہٗ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ یہ دُعا کیسی؟ مَیں نے کہا ایسے شخص کی دُعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم ہو، وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے اَب تُو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ تُو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا، تُو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی، تُو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیے؟ مَیں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لُطف ہے۔ اِتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا۔ مَیں نے کہا حق تعالیٰ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے۔ وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تُو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا یا رمی جمرات نہیں کی۔ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص

آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے، آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبرِ اطہر کی زیارت کر کے بابِ جبرئیل سے باہر کو آرہے تھے۔ اس وقت اژدہام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی۔ جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے)، یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا۔ اس کو لے کر گھر واپس آیا، عشاء کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کیا۔ اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے، اسی میں میری آنکھ لگ گئی، تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، میں نے حضورؐ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ حضورؐ نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا۔ اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا، تو مانتا ہی نہیں۔ سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی، صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرمادیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں۔ تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضورؐ نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ۔ ربیعؒ کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا۔ اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں (نزھۃ البساتین)

قصہ سخیوں کے بادشاہ کا

حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نذر (منّت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے صاحبزادوں کو صحت ہو گئی۔ ان حضرات نے شکرانے کے روزے رکھنے شروع فرما دیے، مگر گھر میں نہ سحر کے لیے کچھ تھا نہ افطار کے لیے، فاقہ پر روزہ شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر

تو کچھ اُون دھاگا بنانے کے لیے اُجرت پر دے دے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کردے گی۔ اُس نے اون کا ایک گٹھڑ تین صاع جَو کی اُجرت طے کرکے دے دیا۔ حضرت فاطمہ رضی نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جَو اُجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان اُس کے تیار کیے۔ ایک ایک اپنا میاں بیوی کا، دو دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں دِن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت علیؓ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو۔ اللہ جل شانہٗ تمہیں جنّت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ہاتھ روک لیا۔ حضرت فاطمہ رضی سے مشورہ کیا، اُنھوں نے فرمایا ضرور دے دیجیے۔ وہ سب روٹیاں اُس کو دے دیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے۔ اسی حال میں دُوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ دُوسرے دن پھر حضرت فاطمہ رضی نے دوسری تہائی اُون کی کاتی اور ایک صاع جَو کا اُجرت لے کر اُس کو پیسا، روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے، تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا اور صبح کو حضرت فاطمہ رضی نے اُون کا باقی حصّہ کاتا اور ایک صاع جَو کا جو رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے، تو ایک قیدی نے آکر آواز دے دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ اِن حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔ چوتھے دِن صبح کو روزہ تو تھا نہیں، لیکن کھانے کو بھی کُچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مُشکل ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تُمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ چلو فاطمہ کے پاس چلیں۔ حضورؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں۔ پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، حضورؐ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہٗ سے فریاد کی۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ دہر کی آیات وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا لے کر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارک باد دی۔ علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں بروایۃ ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ سے مختصراً یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

نیکوں کے ساتھ اللہ کا معاملہ قصّہ ایک نیک عورت کا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا۔ دفعۃً میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس کے کندھے پر ایک بچّہ بہت کم سن بیٹھا ہے اور وہ یہ ندا کر رہی ہے "اے کریم، اے کریم تیرا گزرا ہوا زمانہ (یعنی کیسا موجب شکر ہے)" میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو تیرے اور مولیٰ کے درمیان گزری۔ کہنے لگی کہ میں ایک مرتبہ کشتی پر سوار تھی اور تاجروں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ تھی۔ طوفانی ہوا ایسے زور سے آئی کہ وہ کشتی غرق ہو گئی اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ میں اور یہ بچّہ ایک تختہ پر رہ گئے اور ایک حبشی آدمی دوسرے تختہ پر۔ ہم تین کے سوا کوئی بھی اُن میں سے نہ بچا۔ جب صبح کا چاندنا ہوا، تو اس حبشی نے مجھے دیکھا اور پانی کو ہٹاتا ہٹاتا میرے تختہ کے پاس پہنچ گیا اور جب اُس کا تختہ میرے تختہ کے ساتھ مل گیا، تو وہ بھی میرے تختہ پر آ گیا اور مجھ سے بُری بات کی خواہش کرنے لگا۔ میں نے کہا اللہ سے ڈر ہم کس مصیبت میں مُبتلا ہیں، اس سے خلاصی اِس کی بندگی سے بھی مُشکل ہو رہی ہے، چہ جائیکہ اس کا گناہ ایسی حالت میں کریں۔ کہنے لگا اِن باتوں کو چھوڑ، خُدا کی قسم یہ کام ہو کر رہے گا۔ یہ بچّہ میری گود میں سو رہا تھا میں نے چُپکے سے ایک چٹکی اس کے بھرلی جس سے یہ ایک دم رونے لگا۔ میں نے اس سے کہا اچھا ذرا ٹھہر جا میں اس بچّہ کو سُلا دوں۔ پھر جو مقدر میں ہو گا ہو جائے گا۔ اس حبشی نے اس بچّہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس کو سمندر میں پھینک دیا۔ میں نے اللہ پاک سے کہا اے وہ پاک ذات جو آدمی کے اور اُس کے

دلی ارادہ میں بھی حائل ہو جاتی ہے، میرے اور اس حبشی کے درمیان تو ہی اپنی طاقت اور قدرت سے جُدائی کر۔ بے تردّد تو ہر چیز پر قادر ہے۔ خدا کی قسم میں ان الفاظ کو پُورا ابھی نہ کرنے پائی تھی کہ سمندر سے ایک بہت بڑے جانور نے مُنہ کھولے ہُوئے سر نکالا اور اس حبشی کا ایک لقمہ بنا کر سمندر میں گھس گیا اور مجھے اللہ جل شانہٗ نے محض اپنی طاقت اور قدرت سے اس حبشی سے بچایا، وہ ہر چیز پر قادر ہے، پاک ہے، اس کی بڑی شان ہے۔ اس کے بعد سمندر کی موجیں مجھے تھپیڑتی رہیں، یہاں تک کہ وہ تختہ ایک جزیرہ کے کنارہ سے لگ گیا۔ مَیں وہاں اُتر پڑی اور یہ سوچتی رہی کہ یہاں گھاس کھاتی رہوں گی، پانی پیتی رہوں گی جب تک اللہ جل شانہٗ کوئی سہولت کی صُورت پیدا کرے۔ اسی کی مدد سے کوئی صُورت ہو سکتی ہے۔ چار دن مجھے اس جزیرہ میں گزر گئے۔ پانچویں دن مجھے ایک بڑی کشتی سمندر میں چلتی ہُوئی نظر آئی۔ مَیں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر اس کشتی کی طرف اشارہ کیا اور کپڑا جو میرے اُوپر تھا اُس کو خوب ہلایا اس میں سے تین آدمی ایک چھوٹی سی ناؤ پر بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ مَیں اُن کے ساتھ اس ناؤ پر بیٹھ کر اس کشتی پر پہنچی، تو میرا یہ بچّہ جس کو حبشی نے سمندر میں پھینک دیا تھا، اُن میں سے ایک آدمی کے پاس تھا۔ مَیں اس کو دیکھ کر اس پر گر پڑی۔ مَیں نے اس کو چُوما، گلے سے لگایا اور میں نے کہا کہ یہ میرا بچّہ ہے۔ میرا جگر پارہ ہے۔ وہ کشتی والے کہنے لگے، تو پاگل ہے تیری عقل ماری گئی ہے۔ مَیں نے کہا نہ مَیں پاگل ہوں نہ میری عقل ماری گئی۔ میرا عجیب قصّہ ہے۔ پھر مَیں نے اُن کو اپنی سرگزشت سُنائی۔ یہ ماجرا سُن کر سب نے حیرت سے سر جھکا لیا اور کہنے لگے، تُو نے بڑی حیرت کی بات سُنائی اور اب ہم تجھے ایسی ہی بات سنائیں، جس سے تجھے تعجب ہو گا۔ ہم اس کشتی میں بڑے لُطف سے چل رہے تھے۔ ہَوا موافق تھی اتنے میں ایک جانور سمندر کے پانی کے اُوپر آیا اُس کی پُشت پر یہ بچّہ تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک غیبی آواز ہم نے سُنی کہ اگر اس بچّہ کو اس کی پُشت پر سے اُٹھا کر اپنے ساتھ نہ لیا، تو تمہاری کشتی ڈبو دی جائے گی۔ ہم میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس بچّہ کو اس کی پُشت پر سے اُٹھا لیا۔ اور وہ جانور پھر پانی کے اندر چلا گیا۔ تیرا واقعہ اور یہ واقعہ دونوں

بڑی حیرت کے ہیں اور ہم سب عہد کرتے ہیں کہ آج کے بعد سے اللہ جل شانہٗ ہمیں کبھی کسی گناہ پر نہ دیکھے گا۔ اس کے بعد ان سب نے توبہ کی، وہ پاک ذات کتنی مہربان ہے، بندوں کے احوال کی خبر رکھنے والی ہے، بہترین احسانات کرنے والی ہے، وہ پاک ذات مصیبت زدوں کی مصیبت کے وقت مدد کو پہنچنے والی ہے۔ (روض)

اللہ سے ڈرنے والے نوجوان کا قصّہ

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان عبادت گزار مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ اس کی عبادت سے تعجّب کرتے تھے۔ اُس کا باپ بہت ضعیف ہو گیا تھا۔ یہ جوان عشاء کی نماز پڑھ کر باپ کی خدمت کے واسطے جاتا۔ راستہ میں ایک عورت اس پر فریفتہ ہو گئی۔ ہر روز اس کو بُلاتی اور چھیڑتی تھی۔ ایک دن یہ جوان اُس کے ساتھ چلا۔ عورت گھر کے اندر گئی۔ جب یہ دروازہ پر پہنچا اور اندر جانے کا ارادہ کیا، تو یہ آیت یاد آئی اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ "یعنی جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ ڈالنے والا پیدا ہو جاتا ہے تو یاد کر لیتے ہیں اور دیکھنے لگتے ہیں (حقیقت امر کو)"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اُس کے دِل پر اس قدر غالب ہُوا کہ زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب بہت عرصہ گزرا تو اس کا باپ تلاش کرنے کو گھر سے نکلا، دیکھا کہ بے ہوش پڑا ہے۔ اُس کو گھر اٹھوا لایا۔ جب ہوش ہُوا تو پُوچھا کہ سچ بیان کر جو تجھ پر گزرا ہے۔ جوان نے وہ آیت پڑھی اور چیخ مار کر زمین پر گرا اور جان نکل گئی۔ لوگوں نے غسل و کفن کیا۔ صُبح کو یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے بیان کیا۔ آپ اِس جوان کے باپ کے پاس غمخواری کے واسطے گئے اور فرمایا کہ مُجھ کو اُس وقت خبر کیوں نہ دی۔ کہا اے امیرالمومنین رات کا وقت تھا تکلیف کے خیال سے آپ کو خبر نہ دی۔ آپ نے فرمایا مُجھ کو اس کی قبر کے پاس لے چلو۔ جب آپ اصحاب کے ساتھ قبر تک پہنچے، تو فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ "یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے سے ڈرے گا اس کو

دو جنّتیں ملیں گی۔" نوجوان نے قبر سے دوبارہ جواب دیا "اے عمرؓ! بے شک میرے رب نے مجھ کو دو جنّتیں دیں۔

فرشتہ کا لوگوں کی طرف مٹّی پھینکنا

روایت ہے انسؓ سے کہ جنازہ کے ساتھ جانے والوں پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرّر کرتا ہے جب لوگ میّت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں، تو وہ فرشتہ قبر سے ایک مٹھی مٹّی لے کر ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تم لوگ اپنی دُنیا کی طرف لوٹ جاؤ، اللہ تمہاری میّت کو تمہارے دِل سے بھلا دے۔ اَب یہ لوگ اپنی میّت کو بھول جاتے ہیں اور اپنے دُنیاوی کام میں لگ جاتے ہیں گویا کہ میّت اِن لوگوں میں سے نہ تھی اور نہ یہ لوگ میّت کے تھے۔ اِس کو مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور ابنِ عباس رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ نے قبرستان میں ایک فرشتہ مقرّر کر رکھا ہے۔ جب میّت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں، تو قبر کی ایک مٹھی مٹّی لے کر فرشتہ ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تم لوگ اپنی دُنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی میّت کو بھول جاؤ۔

قصّہ تین بھائیوں کا

روایت ہے ابن عساکر سے، کہ صدقہ بن یزید نے مُلک طرابلس میں تین قبریں بلند زمین پر دیکھیں پہلی قبر پر لکھا تھا کہ زندگی کا آرام وہ شخص نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ موت آئے گی اور ہمارا ملک ہم سے چھین لے گی اور قبر میں ہم کو سُلا دے گی۔ دُوسری قبر پر لکھا تھا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ ذرّہ ذرّہ کا سوال ہو گا اور اپنے کیے کا بدلہ پائے گا۔ تیسری قبر پر لکھا تھا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ قبر ہماری جوانی کو خاک میں ملا دے گی اور ہمارے چہرہ اور تمام اعضاء کو ریزہ ریزہ کر دے گی۔ یہ دیکھ کر مجھ کو تعجّب ہوُا اور مَیں اس کے قریب والی آبادی میں گیا۔ ایک بوڑھے سے مَیں نے اِن قبروں کی حالت دریافت کی۔ اُس نے کہا تین بھائی تھے۔ ایک اِن میں سے بادشاہ کا مُلازم تھا اور لشکر کا سپہ سالار تھا۔ دُوسرا مالدار سوداگر تھا۔ تیسرا درویش

تھا اور رات دن عبادت کرتا تھا۔ جب اس درویش کے انتقال کا وقت آیا، تو اس کے دونوں بھائی اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اگر تم کو کچھ وصیّت کرنی ہے، تو کرو۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میرے پاس مال ہے نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے نہ میرے پاس کچھ اسباب ہے، لیکن تم سے اس بات پر اقرار لیتا ہوں جب میں مر جاؤں، تو اس ٹیلہ پر دفن کرنا اور میری قبر پر یہ لکھ دینا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ ذرّہ ذرّہ کا سوال ہوگا اور اپنے کیے کا بدلہ پائے گا۔ اس کے بعد تین دن تک برابر میری قبر کی زیارت کرنا، اس سے تم کو نصیحت ملے گی۔ پھر بعد مرنے کے دونوں نے تین دن تک برابر اس کی قبر کی زیارت کی۔ تیسرے دن سپہ سالار نے زیارت کر کے جانے کا قصد کیا، تو قبر کے اندر سے دیوار گرنے کی آواز سنی۔ خوف سے کانپنے لگا۔ اور ڈرتا ہوا مکان چلا گیا۔ رات کو اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اے بھائی وہ کیسی آواز تھی؟ کہا کہ فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ فلاں دن ایک مظلوم نے تجھ سے فریاد کی تھی اور تو نے اس کی مدد نہ کی۔ یہ کہہ کر ایک گرز مارا۔ یہ آواز اسی گرز کی تھی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے بھائی سوداگر اور اپنے دوستوں کو بلا کر کہا کہ اب میں تم لوگوں کے درمیان نہیں رہوں گا اور بادشاہ کی صحبت اور ملازمت کی مجھ کو حاجت نہیں، اسی وقت عیش و آرام دنیا کا چھوڑا اور پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوا اور پہاڑ کا راستہ اختیار کیا۔ جب اس کی وفات کا زمانہ آیا، تو اس کا بھائی سوداگر آیا اور کہا اے بھائی اگر کچھ وصیّت کرنا ہو، تو کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس نہ مال ہے، نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے، لیکن میں تم سے اقرار لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں، تو میرے بھائی کی قبر کے پاس مجھ کو دفن کرنا اور میری قبر پر لکھ دینا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ موت آئے گی اور ہمارا ملک چھین لے گی اور ہم کو قبر میں سلا دے گی اور تین دن تک میری قبر کی زیارت کرنا، پھر جب اس نے انتقال کیا تو تین دن تک قبر کی زیارت کی۔ جب تیسرے دن زیارت کر کے جانے کا ارادہ کیا، تو قبر کے اندر سے ایک ایسی آواز سنی کہ اس کا ہوش اڑ گیا اور ڈرتا ہوا مکان پر آیا۔ رات کو خواب

میں اپنے بھائی کو دیکھا اور پُوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ کہا اچھّا ہُوں، توبہ سے میرے سب گناہ معاف ہو گئے۔ مَیں نے پُوچھا میرا بھائی کیسا ہے؟ کہا وہ نیک لوگوں کے ساتھ بڑے درجہ پر ہیں، پھر مَیں نے پُوچھا کہ میرا حال کیا ہوگا؟ کہا جو جیسا عمل کرے گا ویسا بدلہ پائے گا تم کو لازم ہے کہ فُرصت کو غنیمت جانو اور نیک عمل کا توشہ تیّار کرو۔ جب صبح ہُوئی تو اُس نے بھی دُنیا سے مُنہ پھیرا اور اپنا کُل مال فقراء و مساکین کو تقسیم کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی بسر کی۔ جب اس کے انتقال کا وقت آیا، تو اُس کا لڑکا آیا اور کہا اے باپ کچھ وصیّت کیجیے۔ باپ نے جواب دیا کہ میرے پاس مال نہیں کہ وصیّت کروں، لیکن تجھ سے اِس بات کا اقرار لیتا ہُوں کہ جب میں مَر جاؤں، تو اپنے دونوں چچا کی قبر کے پاس مجھ کر دفن کرنا اور میری قبر پر لکھنا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ قبر ہماری جوانی کو خاک میں ملا دے گی اور ہمارے چہرہ اور تمام اعضا کو ریزہ ریزہ کر دے گی اور تین دن تک برابر میری قبر کی زیارت کرنا۔ جوان لڑکے نے تین دن تک قبر کی زیارت کی۔ تیسرے دن قبر سے ایک آواز خوفناک سنی اور غمگین ہو کر گھر آیا۔ رات کو اپنے باپ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا کہ تو بھی جلد ہمارے پاس آئے گا۔ اپنے سفر کا سامان درست کر اور جس گھر میں تجھ کو آنا ہے اس کے واسطے مُستعد ہو جا اور دُنیا داروں کے مانند بے فکر نہ ہو کہ موت کے وقت تجھ کو افسوس اور شرمندگی ہو، جلدی کر اور جلدی کر اور جلدی کر۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس لڑکے نے جس رات کو یہ خواب دیکھا تھا، اُس کی صبح کو مَیں اس کے پاس گیا۔ اُس نے خواب کا حال مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ میری زندگی کے تین مہینے یا تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ کیونکہ باپ نے تین بار مجھ سے تاکید کی۔ تیسرے دن اُس نے گھر کے لوگوں کو جمع کیا اور سب سے رخصت ہُوا اور قبلہ رُخ ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا اور انتقال کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا

تب اُکھاڑ مارا اُن کو اُٹھا کر

احوال یوم القیامۃ

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعت دینیات
سعید منزل در انار کلی لاہور

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔

اَمّا بعد! اِس دنیا میں جو بھی آیا ہر ایک نے اس کو چھوڑ کر دُوسرے عالم کا راستہ لیا۔ یعنی اپنی عُمر کے سانس پُورے کر کے موت کی کٹھن گھاٹی کو طے کر کے برزخ میں پہنچا۔ برزخ میں عذاب اور تکلیفیں بھی ہیں اور آرام و راحت بھی ہے۔ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے برزخ میں مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ دُنیا سے جو جاتا ہے، برزخ میں جگہ پاتا ہے۔ غرضیکہ ہر آنے والا جائے گا اور ع

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

سنورتے تھے کہ اک عالم کی آنکھیں ہم کو دیکھیں گی
خبر کیا تھی ہماری مجلسیں ماتم کو دیکھیں گی!

ستم ہے جامۂ ہستی کا اس تن سے جُدا ہونا
لباس تنگ ہے اُترے گا آخر دھجیاں ہو کر!

جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی ہے
زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے،

نظر غور سے جو دُنیا کی حالت دیکھی
برپا ہم نے ہر روز یہاں قیامت دیکھی

جس طرح انسانوں اور جنّات کی عُمریں مقرر ہیں، اسی طرح اس عالم کی عمر بھی مقرر ہے۔ جب اس عالم کی عُمر تمام ہو گی۔ اچانک اس کے مجموعے کو موت آجائے گی۔ افراد کے چلے جانے کو موت اور پُورے عالم کے ختم ہو جانے کو قیامت کہتے ہیں۔ موت و حیات

کی حکمت بیان فرماتے ہوئے اللہ جل شانہ، نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو تاکہ تم کو جانچا جائے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔"

یعنی موت وحیات کا یہ سلسلہ اس لیے ہے کہ اللہ رب العلمین تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون بُرے کام کرتا ہے اور کون اچھے کام کرتا ہے اور اچھے اچھے کام کرنے والا کون ہے! پہلی زندگی میں عمل کا موقعہ دے کر اور طریقِ کار بتا کر انسان کو امتحان میں ڈالا، پھر دُوسری زندگی رکھی گئی جس کا اعلان پیغمبروں کی زبانی واضح کر دیا گیا کہ اے انسانو! تم کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا ہے اور جی اُٹھ کر خالق و مالک کے حضور میں جواب دہی کرنا ہے۔

برزخ کے بعد اس جسم کو جو دوبارہ خاص زندگی دے کر حساب وکتاب کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی پیشی میں تمام مخلوق کو بُلائیں گے، اس کو قیامت کہتے ہیں۔ یہاں کی زندگی پہلی دونوں زندگیوں سے مختلف ہے۔ یہاں پر کسی قسم کا کوئی عمل نہیں۔ نہ اب کوئی ثواب پہنچ سکتا ہے۔ تمام انسانوں کے اعمالنامے بند کر دیے گئے جو مسجد بنائی تھی وہ مسمار کر دی گئی۔ اس کا مدرسہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا گیا۔ اس کی کتابیں ضائع کر دی گئیں۔ اِس کے رشتہ دار، اولاد، شاگرد و احباب فنا ہو کر سب ایک جگہ جمع کر دیے گئے۔ آئندہ ہر قسم کی نیکی کا سلسلہ بند اور اُس کی سب اُمیدیں ختم کر دی گئیں۔ جو نیکیاں بذاتِ خود اُس نے کی تھیں یا اس کے لیے کی گئی تھیں، وہ سب کی سب قلم بند ہو کر دفتر میں پہنچ چکیں اور آج کے دن احکم الحاکمین کے یہاں جو لینے دینے والے (مدعی مدعا علیہم) ہیں وہ بھی سب کے سب حاضر ہیں۔ اِس لیے حکمت الٰہی ہرگز ہرگز اس کو نہیں چاہتی کہ اس کو دُنیا کے حال میں سزا جزا دی جائے، کیونکہ یہ شخص ابھی عمل میں مشغول ہے۔ اس کی زندگی باقی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اپنی جوانی کے زمانے میں جوانی کے جوش اور نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھے اور آخیر عمر میں اِس پر نادم ہو کر توبہ کر لے اور پھر اللہ کی غفاری جوش میں آ کر اُس کو معاف کر دے۔

روز قیامت کے ناموں کی تفصیل

روزِ قیامت اور اس کے مصائب اور ناموں کے ذکر میں اے مسکین اس دن کی تیاری کر، جس کی شان بڑی اور اس کا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہے۔ اس دن کے واقعات ایک سے ایک بڑھ کر ہوں گے۔ آسمانوں کو دیکھے گا کہ چر جائیں گے، اور ستارے اس کی دہشت سے جھڑ پڑیں گے، اور اُن کے نُور میلے ہو جائیں گے، اور آفتاب کی دُھوپ تہ ہو جائے گی، اور پہاڑ چلائے جائیں گے، اور بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں گی، اور جنگل کے وحشیوں میں ہول پڑے گی اور دریا اُبلنے لگیں گے، اور نفس بدنوں سے آملیں گے، اور دوزخ دہکائی جائے گی اور جنّت قریب لائی جائے گی، اور پہاڑ اُڑائے جائیں گے اور زمین پھیلائی جائے گی، اور زمین کو تُو دیکھے گا کہ بھونچال سے ہلائی جائے گی اور اپنے بوجھ سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکے گی۔ اُس دن آدمی بھانت بھانت کے ہو جائیں گے کہ اپنے کئے کو دیکھیں۔ اس دن پہاڑ اور زمین اُٹھائے جائیں گے۔ پھر ایک ٹپکی دیئے جائیں گے اور ہونے والی چیز ہو پڑے گی، اور آسمان پھٹ کر اُس روز سُست بنیاد ہو جائیں گے، اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے، اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتوں کے آٹھ اُٹھائیں گے۔ اس روز تمہارا سامنا ہو گا۔ تمہارا کوئی بھید چھپ نہ رہے گا۔ اس دن پہاڑ چلائے جائیں گے اور زمین کو تُو کھلی دیکھے گا، اور اس روز زمین لرزے گی کپکپا کر، اور پہاڑ ٹکڑے ہوں گے ٹوٹ

کر اور اُڑتے گرد ہو جائیں گے۔ اُس روز آدمی بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو دیں۔ اور پہاڑ رنگین اُون دھنی ہوئی کی طرح۔ اُس روز بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے کو، اور ڈال دے گی پیٹ والی اپنا پیٹ، اور تُو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا حالانکہ اُن پر نشہ نہ ہو گا، بلکہ خدائے تعالیٰ کا عذاب سخت ہو گا۔ اس روز بدل جائے گی اس زمین سے اور زمین اور آسمان۔ اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ یکتا زبردست کے۔ اُس روز پہاڑ اُڑا کر بکھیر دیئے جائیں گے اور زمین چٹیل میدان کر دی جائے گی کہ اس میں موڑ اور ٹیلا کچھ نہ نظر آئے۔ اس روز تُو جن پہاڑوں کو دیکھ کر جانتا ہے کہ جم رہے ہیں، وہ بادل کی طرح چلتے ہوں گے، اور آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح ہو جائیں گے، اور اس روز پوچھ ہو گناہ کی آدمی اور جن سے، اس روز گنہ گار کو حکم نہ ہو بولنے کا اور نہ گناہوں کی پرسش ہو، بلکہ ماتھے کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے۔ اس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پائے گا۔ آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق بہت سا پڑ جائے۔ اس روز معلوم کرے گا نفس جو لے کر آیا، اور حاضر ہو گا جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔ اس روز زبانیں گونگی ہو جائیں، اور ہاتھ پاؤں بولنے لگیں۔ وہ دن ایسا ہے کہ اس کی یاد نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا۔ یعنی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو سورۂ ہود اور اس کی بہنوں (یعنی سورۂ واقعہ اور مرسلات اور انباء اور کورت) نے بوڑھا کر دیا۔ پس اے قاری عاجز تجھ کو کلام مجید کی قرارت سے اتنا ہی بہرہ ہے کہ اس کے الفاظ زبان پر پھرا لے۔ اور جیب کو اُن سے حرکت دے لے۔ ورنہ اگر تو کچھ پڑھتا ہے اس کو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا پھٹ جاتا۔ احوال سے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید

ہو گئے تھے، اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر اکتفا کی، تو تو قرآن کے ثمرے
سے محروم رہا۔ دیکھ جن اُمور کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان میں سے ایک قیامت ہے
اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے نام بہت سے
ارشاد کئے ہیں تاکہ تو کثرتِ الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے۔ ناموں کی کثرت سے
یہ مقصود نہیں کہ ایک چیز کے بہت سے نام اور القاب معلوم ہوں، بلکہ ان سے
عقل والوں کی تنبیہ منظور ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے ایک بھید ہے
اور اس کی ہر ایک صفت میں ایک معنی ہیں۔ تو تجھ کو چاہیئے کہ ان کے معنی کی پہچان
کا حریص ہو۔ نام اس سب کے ہم تجھے بتائے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ روزِ قیامت[1]،
روزِ حسرت[2]، روزِ ندامت[3]، روزِ حساب[4]، روزِ محاسبہ[5]، روزِ اہوال[6]، روزِ سبقت[7]
جوئی، جھگڑے[8] کا دن، رعب[9] کا دن، زلزلے[10] کا دن، اُلٹ[11] دینے کا دن، کڑک[12] کا
دن، روزِ واقعہ[13]، روزِ قارعہ[14]، روزِ واجفہ[15]، روزِ آزفہ[16]، روزِ غاشیہ[17]، روزِ مصیبت[18]،
روزِ حاقہ[19]، روزِ طامہ[20]، روزِ صاخہ[21]، روزِ تلاق[22]، روزِ فراق[23]، روزِ مساق[24]، روزِ قصاص[25]،
روزِ تناد[26]، روزِ اماب[27]، روزِ عذاب[28]، روزِ گریز[29]، روزِ قرار[30]، روزِ لقا[31]، روزِ بقا[32]،
روزِ قضا[33]، روزِ جزا[34]، روزِ بلا[35]، روزِ گریہ[36]، روزِ حشر[37]، روزِ وعید[38]، روزِ پیشی[39]، روزِ
وزن[40]، روزِ حق[41]، روزِ حکم[42]، روزِ فصل[43]، روزِ جمع[44]، روزِ بعث[45]، روزِ فتح[46]، روزِ رسوائی[47]،
روزِ عقیم[48]، روزِ عسیر[49]، روزِ دین[50]، روزِ یقین[51]، روزِ نشور[52]، روزِ مصیر[53]، روزِ نفخہ[54]، روزِ
صیحہ[55]، روزِ رجفہ[56]، روزِ جنبش[57]، روزِ توبیخ[58]، روزِ نشر[59]، روزِ خوف[60]، روزِ اضطراب[61]،
روزِ منتہیٰ[62]، روزِ ماویٰ[63]، روزِ میقات[64]، روزِ میعاد[65]، روزِ مرصاد[66]، روزِ قلق[67]، روز
عرق[68]، روزِ افتقار[69]، روزِ انکدار[70]، روزِ انتشار[71]، روزِ انشقاق[72]، روزِ وقوف[73]،
روزِ خروج[74]، روزِ خلود[75]، روزِ تغابن[76]، روزِ عبوس[77]، روزِ معلوم[78]، روزِ موعود[79]، روزِ
مشہود[80]، وہ روز[81] جس میں شک نہیں، وہ روز[82] جس میں امتحان دل کے بھید دن

کا ہو، وہ روز جس میں نفس کسی نفس کے کام نہ آوے۔ وہ جس میں بھلا نہ کر سکے کوئی کسی کا کچھ۔ وہ روز جس میں آنکھیں اوپر کو تکیں۔ وہ روز کہ اس میں کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ کام نہ آوے۔ وہ روز جس میں دوزخ کی طرف کو دھکیلے جائیں گے۔ جس روز کہ آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔ جس روز کہ آگ میں اُن کے منہ اوندھے ڈالے جائیں گے۔ جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آوے گا۔ جس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے بھاگے گا۔ جس روز کہ نہ بولیں گے اور نہ ان کو اجازت ہو گی کہ عذر کریں اور وُہ دن کہ جسمیں کوئی شخص عذابِ الٰہی سے روکنے والا نہ ہو گا۔ جس روز لوگ نکل کھڑے ہوں گے۔ جس روز کہ لوگ آگ میں عذاب دیئے جائیں گے۔ جس روز کہ مال اور اولاد فائدہ نہ دے گی۔ جس روز کہ ظالموں کا عذر اُن کے کام نہ آئے اور اُن کو لعنت اور خراب ٹھکانا ملے۔ جس روز کہ عذر نامنظور ہوں اور بھیدوں کی جانچ ہو، اور دل کی پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں، اور پردے کُھل جائیں۔ جس روز کہ آنکھیں دبی ہوں اور آوازیں ساکن، اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو، اور اچھی باتیں علانیہ اور خطائیں واضح ہوں۔ جس روز بندے ہنکائے جائیں اور ان کے ساتھ گواہ ہوں، اور لڑکے بوڑھے ہو جائیں، اور بڑے نشے میں ہوں۔ تو ایسے دن ترازوئیں قائم ہوں گی اور دفترِ اعمال کھولے جائیں گے اور دوزخ ظاہر کی جائے گی، اور پانی گرم جوش دیا جائے گا اور آگ دھڑ دھڑ جلے گی، اور کافر نا اُمید ہوں گے، اور آتشیں بھڑکائی جائینگی اور رنگ متغیر اور زبانیں گونگی اور ہاتھ پاؤں بولتے ہوں گے۔ پس اے انسان! تجھ کو کس چیز نے خدائے تعالیٰ کریم پر مغالطہ دیا کہ تُو نے در بند کر کے اور پردے چھوڑ کر اور خلق سے چھپ کر گناہ کئے۔ اب بتا کیا کرے گا کہ تیرے ہی اعضاء

تجھ پر گواہی دیں گے۔ پس نہایت خرابی ہے ہم سب غافلوں کی کہ خدائے تعالیٰ تو ہمارے پاس سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے، اور اس پر کتاب مبین اُتارے اور ہم کو قیامت کے دن کی یہ سب صفات بتاوے، پھر ہماری غفلت کو بھی جتاوے اور یوں فرماوے۔ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُونَ ۝ مَا يَأۡتِيهِم مِّن ذِكۡرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحۡدَثٍ إِلَّا اسۡتَمَعُوهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمۡ ط پھر قرب قیامت کو یوں ارشاد فرماوے اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الۡقَمَرُ اور فرماوے إِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهُۥ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا اور وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ ہم کو چاہیئے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت سے جان کر اس پر عمل کرتے۔ نہ یہ کہ اس کے معنی میں تامّل نہ کریں اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے ناموں اور اوصاف کو لحاظ کریں اور نہ اس کی مصیبتوں سے چھوٹنے کی فکر کریں۔ پس ایسی غفلت سے خدائے تعالیٰ ہم کو بچائے اور اپنی رحمت واسعہ سے اس کا تدارک کرے۔ تکبر سے بچو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو شخصوں نے اس طرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پڑپوتا ہوں، اسی طرح نو پیڑھی گن گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہے، اُس سے کہہ دو کہ وہ نوکے نو دوزخ میں ہیں اور تُو دسواں ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادوں کا فخر کرتے ہیں حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہو گئے ہیں یا خدائے تعالیٰ کے نزدیک گبروٹے سے بھی ذلیل ہیں جو دن بھر اپنی ناک سے غلاظت کریدتا رہتا ہے۔ اگر آدمی ان حالات کو سوچے ابتدائے حال میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے پردے میں نہاں تھا، بہت دنوں ایسا ہی رہا، نیستی کا شروع بھی نہیں معلوم کہ کب سے نیست تھا اور جو چیز معدوم و نابود ہو اُس سے زیادہ کمتر

اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدائش سے پہلے ایسا ہی تھا پھر اُس کو اللہ تعالیٰ نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ اوّل مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خُون اور خُون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیاں بنائیں اور اُن پر گوشت و پوست چڑھایا تو ابتدائے پیدائش کی تو یہ صورت ہے جس سے دنیا میں اُس کا ذکر ہُوا اور پھر بھی پیدائش کے بعد وہی کینے اوصاف اُس میں رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہیں ہو گیا بلکہ اُس کو اوّل پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سُنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے نہ جانے نہ بُوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صُورت موجود تھی اور قوت سے پہلے بہرہ ہونے اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی تونگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا جیسا ابتداء میں جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو جاوے گا۔ اعضاء کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نہ رہے گی پھر مٹی میں رکھا جاوے گا تو ایک مُردار بدبُو اور ناپاک ہو جاوے گا جیسا اوّل میں نطفہ ناپاک تھا پھر اعضاء گلیں گے اور اُن کے اجزا بکھریں گے، ہڈیاں سڑ کر پاش پاش ہو جاویں گی، کیڑے بدن کو کھا جاویں گے، آنکھوں کے ڈھیلے سے کھانا شروع کریں گے جب وہ ہو چکیں گے تو رخسار کو چاٹیں گے اسی طرح سب کی صفائی کریں گے تو سارا بدن کیڑوں کے پیٹ میں جائے گا اور اُسوقت مُردے کا یہ حال ہو گا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے گا، آدمی اُس کو ناپاک سمجھے گا اور بدبُو کی شدت سے دُور بھاگے گا اور سب سے بہتر اس کے احوال میں سے یہ کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جائے گا تو اب گلنے اور سڑنے کے بعد خاک ہو جاوے گا جس سے برتن بنیں گے اور عمارت بنائی جائے گی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہو گا گویا کبھی ہُوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتوں تک نابُود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد چھوٹ جاتا بلکہ یہاں تو ایک اور شاخ لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزاء متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے نکلے گا تو دیکھے گا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی ہے آسمان پھٹے ہوئے ہیں اور زمین بدل گئی ہے، پہاڑ اِدھر سے اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں، ستارے اندھے ہیں، آفتاب کو گہن لگا ہُوا ہے۔ سب جا اندھیرا

ہے اور کڑے فرشتوں نے آگھیرا ہے، دوزخ جدا چلائی ہے جنّت کو دیکھ کر مجرموں کو حسرت آئی ہے، نامۂ اعمال کھلے ہیں اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ، اُس وقت پُوچھے گا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاوے گا کہ تیرے ایام حیات میں جس پر تُو راضی اور نازاں اور متکبّر تھا، تجھ پر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تُو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اُس میں لکھتے جاتے تھے، تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ اس میں موجود ہے تو کیا ہُوا خدا تعالیٰ نے سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو، اس خطاب کے سُنتے ہی دل بے تاب ہوگا اور خوف کے مارے زہر ہ آب ہوگا حالانکہ ابھی نامۂ اعمال کو دیکھا نہ ہوگا جب اس کو دیکھے گا تو کہے گا، ہائے افسوس، اس کتاب میں تو چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے، پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے، ثم اذا شاء انشرہ اب غور کا مقام ہے کہ جس کا یہ حال ہو اُس کو تکبّر سے کیا سروکار ہے۔

تجھے اعتماد ہے اپنے نفس پر۔ مخلوق پر۔ روپیہ پر۔ تجارت پر اور شہر کے حاکم پر۔ جس چیز پر تیرا اعتماد ہو وہی تیرا معبود ہے۔ جس سے تجھے خوف یا طمع ہے وہی تیرا معبود ہے جس کو تو نفع پہنچانے والا سمجھے وہی تیرا معبود ہے۔ واعظ مت بن ظاہر کو خوبصورت بنا کے جب کہ تیرا باطن بگڑا ہوا ہے۔ ریاکار منافق زبان سے دُنیا کمایا کرتے ہیں۔ اور باوجود نااہل ہونے کے نیکوں کی سی صُورت بناتا، ان جیسی باتیں کرتا اور اُن کا سا لباس پہنتا ہے حالانکہ اُن جیسے کام نہیں کرتا۔ کوشش تو کرو مدد کرنا اللہ کا کام ہے۔ اس سمندر میں ہاتھ پاؤں مارو۔ موجیں تمہیں اُٹھا کر اور پلٹے دے کر کنارہ تک لے ہی آویں گی۔ نصیحت وہی کارگر ہوتی ہے جو عمل کی زبان سے ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

احوالِ یوم القیامت

قیامت کی مختصر کیفیت

قیامت سے چالیس سال یا ماہ یا ہفتہ پہلے حضرت اسرافیل علیہ السّلام صُور (خاص قسم کا نرسنگھا) پہلی مرتبہ پھُونکیں گے۔ اس کی آواز اس قدر دہشت ناک اور خوفناک ہوگی کہ تمام جاندار چیزیں انسان، چرند، پرند، زمین کے اُوپر رہنے والے اور اندر رہنے والے اس ہولناک دہشت اور خوف سے کانپنے لگیں گے۔ بدن پر لرزہ اور کپکپی، چہروں کے رنگ فق، دلوں کی حرکت انتہائی تیز ہونی شروع ہو جائے گی، آنکھیں اندر کو بیٹھ جائیں گی اور اسی حالت پر سب کو موت آجائے گی۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ط قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ط (نازعات پ۳۰)

ترجمہ: جس دن ہلے گی ہلنے والی، پیچھے آئے گی اُس کے ایک چیخ۔ دِل اس زور سے کانپتے ہوں گے اور آنکھیں خوف زدہ ہوں گی، زمین پر اتنا زبردست زلزلہ آئے گا کہ تمام رُوئے زمین پہ کوئی عمارت، کوئی پہاڑ، کوئی درخت اپنی جگہ پر نہیں رہے گا، زمین کی بلندیاں اور پستیاں نشیب اور فراز سب ایک سا اور برابر ہو جائیں گی۔ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (پ۳۰) آسمان پھٹ کر بے جان جسم کی طرح ہو جائے گا۔ سُورج اور چاند ستارے ٹوٹ کر گدلے اور بے نُور ہو جائیں گے۔ دریاؤں میں آگ لگادی جائے گی۔ انسان پتنگوں کی طرح ہوا میں اُڑتے ہُوئے ہوں گے۔ غرضیکہ آسمان، زمین میں ایسا تغیّر و تبدل آئے گا جو اس سے پہلے کبھی خیال میں بھی نہ تھا اور موجودہ تمام نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ نہ کوئی پہاڑ رہے گا، نہ کوئی درخت۔ نہ یہ چشمے نہ کوئی بسنے والا۔ اس کے بعد عرش الٰہی سے ایک خاص بارش ہوگی جس کے پانی کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس پر وہ پانی پہنچ جائے گا اس کو سرسبز اور زندہ ہونے کے قابل کر دے گا۔

پھر دوبارہ اسرافیلؑ کو حکم ہوگا کہ پھر صُور پھونکو۔ چنانچہ اس دفعہ کی آواز میں یہ تاثیر ہوگی کہ تمام رُوحیں اپنے اپنے جسموں میں لوٹ آئیں گی اور اب کی دُنیا نئے ڈھنگ پر پیدا ہوگی۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ترجمہ: تیرے ہاتھ اختیار ہے بیشک اے اللہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ وُہی اسرافیلؑ ہیں، وُہی صور، وُہی آواز۔ پہلی مرتبہ تباہی ہی تباہی۔ دوسری مرتبہ آبادی ہی آبادی۔ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ترجمہ: جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے، فیصلہ کرتا ہے۔ اب جن لوگوں نے گزری ہوئی مُردار دُنیا میں خُدا کی اطاعت اور نفس کی مخالفت کی ہوگی۔ وہ اس حادثہ میں آرام وچین کے ساتھ بغیر کسی خطرہ اور خوف کے خوشیاں کرتے ہوئے سُرخرو ہو کر اُٹھیں گے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پ ۱۱)، وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (پ ۳۰)

ترجمہ: اس روز بہت سے چہرے بارونق اور اپنے نیک اعمال کی وجہ سے راضی خوشی ہوں گے اور جن لوگوں نے اس مُردہ دُنیا میں نفس کی اطاعت اور اس کی خواہشات پر عمل کیا وہ خوف زدہ ہوں گے، چہروں پر ہوائیاں اور دہشت کے آثار ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں بے رونق تاریک اور پھٹی ہوں گی۔ يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کہتے ہوئے اُٹھیں گے۔ یعنی ہائے افسوس ہم کو کس نے اٹھادیا ہماری آرام گاہ سے (سورہ یٰسین پ ۲۳)

جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا، تو ان سب آدمیوں کے علیحدہ علیحدہ جتھے اور لائنیں کر دی جائیں گی۔ یہودیوں کی ایک لائن نصاریٰ کی ایک لائن، مُشرکین کی ایک لائن، مُسلمانوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر ہر پیغمبر کی جماعت میں نیکوں کو ایک جگہ اور بدوں کو ایک جگہ۔ نمازیوں اور روزہ داروں کو علیحدہ علیحدہ، حرام کاروں کو جُدا، شرابیوں کو جُدا، چوروں کو الگ، ڈاکوؤں کو الگ، غرضیکہ ہر قِسم کے لوگ جُدا جُدا لائنوں میں ترتیب دے کر کھڑے کر دیے جائیں گے اور اسی ترتیب و انتظام کے ساتھ اللہ کی پولیس یعنی فرشتے خُدا کی عدالت میں پیش کریں گے۔ يَوْمَ

یُنفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًاۙ (سورہ نبا پ ۳۰)، اس کے بعد آسمان کھولا جائے گا تاکہ فرشتے انسانوں کے روزنامچے (اعمال نامے) لے کر وہاں سے اتریں اور ظاہر ہوں۔ وَ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًاۙ (پ ۳۰) اور یہ آسمان ڈراڑیں ہی جنت کے راستے بن جائیں گی۔ علماء نے آسمان کے پھٹنے کا یہ سبب لکھا ہے کہ عرشِ الٰہی پر خدا تعالیٰ خاص تجلّی ڈالیں گے جس کے باعث وہ نیچے کو سرکے گا اور اس کے صدمہ اور ٹکّر سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اب یہ فرشتے اِن اعمال ناموں کو لوگوں کے حوالہ کریں گے جنہوں نے مُردہ دُنیا میں یہ اعمال کیے تھے اور ان اعمال ناموں کے حوالہ کرنے کی یہ ترتیب ہوگی کہ فرماں برداروں کو داہنی طرف سے دیں گے اور نافرمانوں کو بائیں طرف سے۔ اوّل الذکر اصحاب الیمین، ثانی الذکر کو اصحاب الشمال کہتے ہیں۔ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِؕ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِؕ (واقعہ پ ۲۷)

دُوسری جگہ اس کی تفصیل اس طرح پر کی:

"پھر جس کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ خوش ہو کر فرشتوں سے کہے گا، لو پڑھو میری کتاب جس میں میری سراسر بھلائی ہی بھلائی ہے، میں دل سے یقین رکھتا تھا کہ آخرت میں مجھے حساب دینا ہوگا، اس لیے دُنیا میں میں اپنے نفس کا تابعدار نہ تھا بلکہ خدا کی فرماں برداری کا خیال رکھتا تھا پس ایسا ہی شخص پسندیدہ عیش و آرام میں ہوگا۔ اور اسی پر بس نہیں کریں گے، بلکہ اُونچے مرتبے والی جنت میں داخل ہوگا۔ جس کے مکانات عمدہ فرش نفیس برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور وہاں پر نہریں جاری ہوں گی۔ فوّارے اُبلتے ہوں گے، درخت سرسبز ہرے بھرے پھلوں سے اس قدر لدے ہُوئے ہوں گے کہ جُھکے پڑے ہوں گے۔ اس طور سے کہ جس پھل کی طرف جنّتی اشارہ کرے گا اس پھل کا درخت اپنی ٹہنی پھل سے لدی ہُوئی اس کے پاس لے آئے گا اور ان کو خوش خبری دی جائے گی کہ کھاؤ اور پیو، خوب مزے لے لے کر اس چیز کا بدلہ جو تم نے گزشتہ ایام میں مُردہ دُنیا میں اپنے نفس کے خلاف اور اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اپنے اصلی مالک کی اطاعت کی تھی۔ (سورۂ حاقہ۔ پ ۲۹)

سوال : نیک لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں کیوں دیے جائیں گے ؟

جواب : کیوں کہ داہنا ہاتھ بائیں پر غالب رہتا ہے اس ہاتھ میں دینے کے اندر اشارہ ہے کہ اس کی نیکیاں غالب اور وزنی ہیں، اس کی بدیوں پر فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ جس کی تولیں وزنی ہوگئیں وہ دِل چاہتے عیش و آرام میں ہوگا۔

سوال : جنّت کے پھل جنّتی کے جی چاہنے پر خود بخود بغیر توڑے اس کے منہ میں آکر کیسے پڑ جائیں گے ؟ کیا ان درختوں میں جان ہوگی پھر اگر جان بھی ہو، تو بغیر جنّتی کے اشارہ کیے اور اس کے بغیر بُلائے ان کو پتہ کیسے چلے گا ؟

جواب : جنّتی کے دل میں اللہ تعالیٰ بجلی کی طرح قوّت دے دیں گے اور ہر راز کے اس کا کنکشن جنّت کی ہر چیز سے ملا دیں گے اور اس کے ارادہ میں وہ خاصیّت ہوگی جو بجلی کے سوئچ (بٹن) میں ہوتی ہے۔ جب روشنی کو دل چاہا اِس کا بٹن دبا دیا روشنی ہوگئی۔ جب ہوا کو دِل چاہا، تو پنکھے کا بٹن دبا دیا، ہوا چل پڑی وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال وہ لوگ جن کے اعمالنامے بائیں ہاتھ دے دیے جائیں گے۔ پس وہ انتہائی حسرت کے ساتھ کہیں گے، اے کاش یہ اعمال نامے ہم کو نہ ملتے اور ہم کو خبر نہ ہوتی کہ ہمارا کیا کچھ حساب ہے کیونکہ اعمال نامے دیکھ کر ان لوگوں کو بداعمالیاں یاد آئیں گی اور اس سے اُن کی رُوح کو صدمہ پہنچے گا، تو یہ حسرت کے ساتھ کہیں گے :

" اے کاش دُنیا کی موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی اور میں دوبارہ زندہ نہ ہوتا جو اس عذاب میں مبتلا ہوتا۔ ہائے افسوس کچھ کام نہ آیا میرے میرا مال، ہائے میں کیا کروں ؟ برباد ہوگیا میرا زور اور میری طاقت "۔ (حاقہ پ ۲۹)

سوال : اگر مُجرمین (گناہ گار لوگ) اپنے اعمال نامے دیکھ کر خُدا کے سامنے انکار کر دیں، تو اس کا کیا انتظام ہے ؟

جواب : اوّل تو یہ لوگ اپنے اعمال نامے دیکھ کر خود ہی شرمندہ اور خوف زدہ ہو جائیں گے کیونکہ اعمال ناموں کے ساتھ ہر ہر جُرم کا فوٹو (تصویر) بھی اُن کے سامنے

موجود ہو گا۔ جیسے اگر کسی شخص نے زنا کیا یا چوری کی اور زنا کرتے وقت یا چوری کرتے وقت اس کا فوٹو لے لیا جائے اور جب یہ ملزم مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر ہو تو پولیس اس کی رپورٹ پیش کرتے وقت اس موقع کا فوٹو بھی پیش کر دے تو کیا یہ ملزم اپنے فعل سے انکار کر دے گا؟

جواب ۲: دوسرے زمین پر جو بھی جرم یا نیکی کی جائے گی۔ یہ زمین اللہ کے سامنے سب کچھ ظاہر کر دے گی۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (سورہ زلزال پ۳۰) (ترجمہ: اس روز زمین اپنے اُوپر کیے ہوئے تمام عملوں کو (بطور سلطانی گواہ کے) ظاہر کر دے گی)۔ اِس کی مثال اس طرح سمجھو کہ گراموفون کے ریکارڈ میں کسی قاری کا قرآن تلاوت بھر اگیا اور قاری نے اس ریکارڈ کے وقت قرآن غلط پڑھا۔ جب یہ ریکارڈ تیار ہو گیا، تو ان قاری صاحب کے سامنے اس ریکارڈ کو مشین پر چڑھایا گیا، تاکہ قرآن سُنیں۔ لیکن اب وہ ریکارڈ قرآن غلط سنانے لگا کیونکہ اس بے چارہ میں تو جس طرح بھر اگیا ہے۔ وہ غریب اسی طرح تو پڑھے گا۔ یہ قاری اس ریکارڈ کو سن کر کیا اپنی غلطی سے پھر جائے گا؟ ہر گز نہیں۔ اور اگر کوئی بے شرم قاری اپنی غلطی تسلیم نہ بھی کرے، تو کیا سُننے والے اس قاری کو سچّا سمجھ لیں گے، لیکن باوجود اس قدر انتظام کے بعض بے حیا پھر بھی صاف انکار کر بیٹھیں گے کہ یہ ہمارے اعمال نہیں تو حجت تمام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ یہ انتظام فرمائیں گے کہ ان کی زبانوں کو بند کر دیں گے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ (یٰسین پ۲۳) اور خود بخود ان کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دینی شروع کر دیں گے گویا کہ اللہ تعالیٰ انکے ہاتھ پاؤں کو بولنے کی طاقت دے کر ہمارے خلاف ہمارے ہی ہاتھ پاؤں کو گواہی میں پیش کریں گے اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ (ترجمہ: ہے اس کی مقدار ۵۰ ہزار سال۔) لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے حساب و کتاب سے ۷۔۸ گھنٹہ میں فارغ ہو جائیں گے اور پھر اصحاب الیمین پرہیزگاروں فرمانبرداروں

کو خطاب ہوگا۔ اے چین و آرام پانے والے نفس تُو اپنے رب کی رحمت کے سائے میں چل، اس طرح سے کہ تُو اپنے مولیٰ سے خوش ہو اور مولیٰ تجھ سے راضی ہو اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنّت میں داخل ہو یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ہ (فجر پ۳۰)
اب یہ لوگ جنّت میں جانے کے لیے چلیں گے۔ اُس وقت جنّت تو ان کو نظر آئے گی، لیکن وہاں پر جانے کا کوئی راستہ نہ ملے گا۔ تب یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور اُن سے کہیں گے۔ اے ہمارے باپ جنّت کا راستہ کھلوا دیجیے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے بھائی میں اس کا اہل نہیں، تم ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ غرضیکہ اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک پُل قائم کیا جائے گا جس کو پُل صراط کہتے ہیں، اس پر سے اِن کو گزرنا ہوگا اور اس وقت پھر شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کو وہاں سے لے کر گزریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی بھی دَم نہیں مارے گا اور رسولوں کی زبانوں پر صرف یہی کلمہ ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ الٰہی اُن کو سلامتی سے گزار، اے اللہ تُو ہی بیڑا پار لگانے والا ہے اور تُو ہی پار اُتارے گا۔ پس پیغمبروں کی اطاعت کرنے والے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت اپنے اپنے اعمال اور درجے کے موافق اُس پُل کو اس طرح عبور کریں گے کہ بعض تو پلک جھپکنے کی مقدار میں اُس کو پار کرلیں گے اور بعض بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض لوگ ہوا کی طرح ذرا سی دیر میں یہاں سے پار ہو جائیں گے۔ بعض پرندوں کی طرح اس پُل سے گزر جائیں گے۔ (بخاری شریف) حتیٰ کہ ادنیٰ درجہ کا مُسلمان جو گناہوں میں ڈوبا ہُوا ہوگا۔ گرتے پڑتے سات ہزار سال میں اس پُل کو پار کرے گا۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ پُل صراط کی حقیقی مسافت تین ہزار سال کی ہے۔ ایک ہزار سال کی چڑھائی۔ ایک ہزار سال کی اُترائی اور ایک ہزار سال کی اس کی چوٹی یعنی ہموار حصّہ ہے۔ غرضیکہ وہ اس قدر خطرناک مقام ہوگا کہ

نبی بھی وہاں اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہتے ہوں گے۔ (جواہر التفاسیر) اور یہ لوگ وہاں سے گزر کر گروہ گروہ ہو کر جنّت کی طرف روانہ کیے جائیں گے اور جب جنّت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے ان کے انتظار میں پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے، تاکہ اس کے اندر داخل ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگے، تو وہاں کے محافظ فرشتے جو ان کے استقبال کے لیے پہلے سے ہی وہاں پر موجود ہوں گے۔ ان کو اسلامی سلامی دیں گے۔ یعنی السّلام علیکم کہیں گے اور خوش آمدید کہہ کر کہیں گے کہ تُم اس جنّت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ اُس وقت ستّر برس، تو ایسی حالت میں کھڑے رہیں گے کہ ان کی طرف التفات بھی نہ ہو گا وہ اس پریشانی میں اتنا روئیں گے کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور آنسوؤں کی جگہ خُون نکلنے لگے گا۔ اس کے بعد میدان حشر کی طرف بُلائے جائیں گے اور فرشتے آسمانوں سے اُترنے شروع ہوں گے۔ ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک حلقہ بنا کر ایک آسمان والے دُوسرے آسمان والوں کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ○ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ○ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن آسمان بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے کثرت سے اُتارے جائیں گے۔ اُس دن حکومت رحمان ہی کی ہو گی (یعنی حساب کتاب، جزا سزا میں کسی کا دخل نہ ہو گا)، اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہو گا جس دن ظالم آدمی اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول (علیہ السّلام) کے ساتھ راستہ پر لگ لیتا۔ ہائے میری شامت (کہ میں نے ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ

میں فلاں شخص کو (جس نے نیک کام سے روکا) دوست نہ بناتا۔ اُس نے مجھ کو نصیحت آنے کے باوجود اُس سے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر سب کو کلی طور پر، امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے (جس کا مفصّل قصّہ سورۂ ابراہیم میں ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اُس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ارشاد ہوگا اے جن والانس! میں نے دُنیا میں تمہیں نصیحت کر دی تھی۔ آج تمہارے یہ اعمال تمہارے سامنے ہیں جو شخص اپنے اعمال نامہ میں بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرے اور جو نیکی نہ پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ نصیحت کی بات نہ مانی) اُس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ حکم فرمائیں گے اس کا عذاب سامنے آجائے گا جس کو دیکھ کر ہر شخص گھٹنوں کے بَل گر جائے گا۔ جس کو سورۂ جاثیہ ع :۴ میں ارشاد فرمایا ہے کہ تُو ہر جماعت کو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بَل گری ہوئی ہے اور ہر جماعت اپنے اعمال نامہ کی طرف بُلائی جائے گی۔ اُس کے بعد لوگوں کے درمیان میں فیصلے شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ جانوروں تک کے درمیان میں بھی انصاف کیا جائے گا اور بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ اُس کے بعد جانوروں کو حکم ہو جائے گا کہ تُم مٹّی بن جاؤ (تمہارا معاملہ ختم ہوگیا) اُس وقت کافر لوگ یہ تمنّا کریں گے اور کافر کہے گا: یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا (عمّ: ع :۲) کاش! مَیں مٹّی ہو جاتا۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ لوگ جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں، ایسے ہی ننگے میدانِ حشر میں ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ سب کے سامنے ننگا ہونے سے کیسی شرم آئے گی، ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اُس وقت لوگ اپنی مصیبت میں اس قدر گرفتار ہوں گے کہ ایک کو دُوسرے کے دیکھنے کی مُہلت ہی نہ ہوگی۔ سب کی آنکھیں اُوپر کی طرف لگی ہوئی ہوں گی۔ ہر شخص اپنے اعمالِ بد کی بقدر پسینے میں غرق ہوگا۔ کسی کا پسینہ پاؤں تک چڑھا ہوا ہوگا۔ کسی کا پنڈلی تک، کسی کا پیٹ تک، کسی کا مُنہ تک

آیا ہؤا ہوگا۔ فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہُوئے ہوں گے۔ اُس وقت
ایک ایک شخص کا نام لے کر پکارا جائے گا جس کو پکارا جائے گا۔ وہ مجمع سے نکل کر
وہاں حاضر ہوگا۔ جب وہ حق تعالیٰ شانہ، کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، تو اعلان کیا جائے گا
کہ اس کے ذمہ جس جس کا مطالبہ ہو وہ آئے۔ اُس کے ذمہ جس جس کا کوئی حق ہوگا
یا اُس کی طرف سے اُس پر کسی قسم کا ظلم ہوگا وہ ایک ایک کر کے پکارا جائے گا اور
اُس کی نیکیوں میں سے اُن کے حقوق ادا کیے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی یا نہیں
رہیں گی، تو ان لوگوں کے گناہ اُس پر ڈال دیے جائیں گے اور جب وہ اپنے گناہوں
کے ساتھ دُوسرے گناہوں کو بھی سر لے لے گا، تو اُس سے کہا جائے گا کہ جا اپنی ماں ہاویہ
میں چلا جا (القارعہ میں اس کا بیان ہے یعنی دہکتے ہُوئے جہنّم میں) حساب اور عذاب
کی اس شدّت کو دیکھتے ہُوئے کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ایسا نہ ہوگا جس کو اپنا خوف نہ
ہو، مگر وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ شانہ، محفوظ فرما دے۔ اس وقت ہر شخص سے چار چیزوں
کا سوال ہوگا کہ عمر کس کام میں ختم کی، بدن کس کام میں لایا گیا، اپنے علم پر کیا عمل کیا اور مال
کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ عکرمہؓ کہتے ہیں کہ اُس دن باپ اپنے بیٹے سے کہے گا کہ
میں تیرا باپ تھا، میں تیرا والد تھا۔ وہ بیٹا اُس کے احسانات کا اقرار کرے گا۔ اس کے بعد
باپ کہے گا کہ مجھ کو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے جو ایک ذرہ کی برابر ہو شاید اس کی وجہ
سے میرا پلّہ جھک جائے۔ بیٹا کہے گا کہ مجھے خود ہی مصیبت پیش آرہی ہے، مجھے اپنا حال
معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزرے گی میں تو کوئی نیکی نہیں دے سکتا۔ اُس کے بعد وہ شخص
اپنی بیوی سے اسی طرح اپنے احسان اور تعلقات جتا کر مانگے گا۔ وہ بھی اسی طرح انکار کر
دے گی (غرض اسی طرح سے ہر شخص سے مانگتا پھرے گا) یہی وہ چیز ہے جس کو حق تعالےٰ
شانہ، نے وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (فاطر
ع : ۳) فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے اور (اُس دن) کوئی دُوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اُٹھائے
گا (اور خود تو کوئی کسی کی کیا مدد کرتا) اگر کوئی بوجھ کا لدا ہُوا (یعنی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ
اٹھانے کے لیے بُلائے گا۔ تب بھی اُس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اُٹھایا جائے گا (یعنی کسی

قسم کی اُس کی مدد نہ کرے گا)، اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ عکرمہؒ کی یہ روایت دُرِّ منثور میں زیادہ واضح الفاظ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ بیٹے سے اوّل پوچھے گا کہ میں نے دُنیا میں تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا؟ وہ بہت تعریف باپ کے برتاؤ کی کرے گا۔ اُس کے بعد باپ کہے گا کہ میں آج تجھ سے صرف ایک نیکی مانگتا ہوں شاید اسی سے میرا کام چل جائے۔ بیٹا کہے گا کہ ابّا جان تم نے بہت ہی مختصر چیز کہی ہے، لیکن اس کے باوجود میں سخت مجبور ہوں کہ مجھے خود یہی خوف ہے جو تمہیں ہے۔ اُس کے بعد یہی سوال جواب بیوی سے ہوگا۔ یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ اور ارشاد ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ الآیۃ [2]۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ الآیۃ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا سا مطالبہ بھی ادا کر دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے (کہ یہ دن ضرور آنیوالا ہے) سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ تم اس میں منہمک ہو کر اس دن کو بھول جاؤ اور نہ تم کو دھوکہ دینے والا شیطان دھوکہ میں ڈال دے کہ اس کے بہکانے میں آکر تم اُس دن سے غافل ہو جاؤ) فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ الآیۃ پس جس دن کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا (یعنی قیامت کا دن آجائے گا، وہ ایسا دن ہوگا) جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (کوئی کسی کے کام نہ آئے گا)، اُس دن ہر شخص کو اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا، جو اُس کو دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں قتادہؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو یہ بات بہت شاق ہوگی کہ کوئی اُس کی جان پہچان والا قریبی رشتہ دار نظر پڑ جائے۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ اپنا کوئی مطالبہ پیش نہ کر دے [3]۔ قرآن پاک میں بہت کثرت سے یہ مضمون مختلف عنوانات سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کے رکوع ۶ میں ہے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ الآیۃ اور ڈرو تم ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ (جانی، بدلہ دے سکے گا (مثلاً

---

[1] تنبیہ الغافلین [2] دُرِّ منثور [3] دُرِّ منثور

ایک کی نماز کے بدلہ میں دوسرے کی نماز قبول کر لی جائے)، اور نہ کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی کی طرف سے کوئی فدیہ (مالی معاوضہ) لیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی (کہ کوئی اپنے زور سے ان کے عذاب کو روک دے۔ یہ ناممکن ہے)۔ اس آیت شریفہ میں اعانت کے جتنے ذریعے ہو سکتے تھے، سب کی نفی فرما دی، اس لیے کہ کسی کی مدد کے چار ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی زوردار شخص بیچ میں حائل ہو جائے اور اپنے زور سے روک دے، یہ نصرت ہے اس کی بھی نفی فرما دی۔ دوسرے بغیر زور کے کوئی شخص عذاب کو روک دے، اس کی دو قسمیں ہیں بغیر کسی قسم کا معاوضہ دیے روکے، یہ سفارش ہے۔ یا کوئی کسی قسم کا بدلہ دے کر روکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں کہ جانی بدلہ دے یا مالی بدلہ دے ان کی بھی دونوں کی نفی فرما دی گئی۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مواقع میں یہ مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے اس کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ایک تو کفار کا معاملہ ہے۔ ان میں تو بالاتفاق یہی سب چیزیں ہیں جو اوپر ذکر کی گئی کہ کوئی نبی یا ولی یا فرشتہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو کفار کے عذاب کو نہیں ہٹا سکتا

دوسرا معاملہ گنہگار مسلمانوں کا ہے۔ اُن کے بارہ میں بھی اس قسم کی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب ایک خاص وقت کے اعتبار سے ہیں۔ اس کے بعد سفارش کی اجازت ہو جائے گی؛ چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ یہ مضمون وارد ہے جن میں سے ایک جگہ ارشاد ہے: يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ الآیۃ (طٰہٰ: ع: ٦)

"اس دن کسی کو سفارش نفع نہ دے گی، مگر ایسے شخص کو (انبیاء اور اولیاء کی سفارش نفع دے گی) جس کے واسطے اللہ تعالیٰ شانہ، نے سفارش کی اجازت دے دی اور اس کے واسطے (کسی کا بولنا) پسند کر لیا ہو۔" اس قسم کے مضامین بھی کثرت سے وارد ہیں، لیکن یہ بات کہ کس کے لیے سفارش کی اجازت ہوتی ہے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ گو حق تعالیٰ شانہ، کے فضل سے اُمیدوار ہر شخص کو رہنا ہی چاہیے لیکن یقین کسی کا بھی نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ سخت ترین دن نہایت ہی خوف و خطر کا دن ہے۔ اس کی سختی کے واسطے جو کچھ بچاؤ کیا جا سکتا ہے وہ آج ہی کیا جا سکتا ہے۔ صدقہ کی کثرت کو اس دن کی شدت اور

سختی سے بچانے میں خاص دخل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا مشہور ارشاد ہے جہنّم کی آگ سے بچو، چاہے آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ صدقہ خطاؤں کو ایسا بُجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے[1]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا[2]۔ یعنی جس قدر آدمی کے صدقہ کی مقدار بڑھی ہوئی ہوگی اتنا ہی گہرا سایہ اس سخت دن میں ہوگا جس میں گرمی کی شدّت سے مُنہ تک پسینہ آیا ہُوا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ صدقہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصّہ کو بھی روکتا ہے اور سُوءِ خاتمہ (بُری موت) سے بھی حفاظت کا سبب ہے[3]۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیّت ہے کہ جب تجھ سے کوئی خطا صادر ہو صدقہ کیا کر[4]۔

مشہور واقعہ ہے ایک بدکار فاحشہ عورت کی کُتّے کو پانی پلانے سے مغفرت ہو گئی۔ عبید بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ میدانِ حشر میں لوگ انتہائی بھُوکے ہوں گے۔ انتہائی پیاسے اور بالکل ننگے ہوں گے۔ لیکن جس شخص نے اللہ کے واسطے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا، اُس کو حق تعالیٰ شانہٗ کھانا کھلائیں گے اور جس نے اللہ کے واسطے کسی کو پانی پلایا ہوگا اس کو سیراب کریں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے واسطے کسی کو کپڑا دیا ہوگا اس کو لباس پہنائیں گے[5]۔

قیامت کے دن جہنمی ایک صَف میں کھڑے کیے جائیں گے۔ ان پر ایک (کامل ولی) مُسلمان کا گُزر ہوگا۔ اُس صف میں سے ایک شخص کہے گا کہ تُو میرے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سفارش کر دے۔ وہ پُوچھے گا، تُو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا تُو مجھے نہیں جانتا میں نے فلاں وقت دُنیا میں تجھے پانی پلایا تھا۔ دُوسری حدیث میں گزرا کہ قیامت کے دن جب جنّتی اور جہنّمی لوگوں کی صفیں لگ جائیں گی، تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنّتی صفوں میں سے ایک شخص پر پڑے گی اور وہ یاد دلائے گا کہ میں نے دُنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اس پر وہ شخص اُس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالےٰ

---

[1] اتحاف [2] ایضاً [3] مشکوٰۃ [4] احیاء [5] احیاء

شانہٗ کی بارگاہ میں لے جائے گا اور عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے اُس کو بخش دیا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں گزرا کہ قیامت کے دن اعلان ہو گا کہ اُمّتِ محمّدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فقیر لوگ کہاں ہیں؟ اُٹھو اور لوگوں کو میدانِ قیامت میں سے تلاش کر لو جس شخص نے میرے لیے تم میں سے کسی کو ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لیے ایک گھونٹ بھی پانی پلایا ہو یا نیا پُرانا کپڑا دیا ہو اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنّت میں داخل کر دو۔ اس پر فقرائے اُمّت اُٹھیں گے اور ان کو چُن چُن کر جنّت میں داخل کر دیں گے۔ ایک اور حدیث میں گُزرا کہ قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں کا اور مسکینوں کا اکرام کیا۔ آج تُم جنت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

جو شخص کسی مُسلمان سے کسی مُصیبت کو زائل کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے مصائب میں سے اُس کی کوئی مُصیبت زائل فرما دیں گے اور جو شخص کسی مُسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرما دیں گے۔

جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو اُس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔

قیامت کے روز بدلہ دینا ہو گا

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! میرے کئی غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بھی بولتے ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں، کہنا بھی نہیں مانتے، مَیں اُن کو بُرا بھلا بھی کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔ میرا ان کا قیامت میں، کیا معاملہ رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جتنی مقدار کی اُنہوں نے خیانت کی ہو گی اور تیری نافرمانی کی ہو گی اور جھوٹ بولا ہو گا اُس ساری مقدار کا وزن کیا جائے گا (کہ وہاں ہر چیز کا وزن ہوتا ہے، چاہے وہ چیز جسم والی جوہر ہو یا بے جسم کی عرض ہو)، اور تُو نے جو سزا ان چیزوں پر دی ہے وہ بھی سب تولی جائے گی۔ پس اگر تیری سزا اور اُن کا جرم برابر رہا تب تو نہ لینا نہ دینا اور اگر تیری سزا اُن کے جُرم سے وزن

میں کم ہو گی، تو جتنی کمی ہو گی وہ تجھے دی جائے گی اور اگر سزا اُن کے جرم سے بڑھی ہوئی ہو گی، تو اس زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص افسوس کرتے ہوئے، روتے ہوئے مجلس سے ہٹ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، تم نے قرآن شریف کی آیت (سورۂ انبیاء ع:۴) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الآیۃ نہیں پڑھی؟ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے (جس میں اعمال کا وزن کریں گے) اور کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا، تو ہم اُس کو وہاں حاضر کریں گے (اور اُس کا وزن کریں گے) اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

ف۔ قیامت کے دن حساب کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں بہت کثرت سے اُس پر تنبیہیں اور اُس کی تفصیلیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر چند آیات اور چند احادیث اس جگہ ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ قف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ط (بقرہ: ع: ۳۸) اور اُس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم حق تعالیٰ شانہٗ کی پیشی میں لائے جاؤ گے، ہر شخص کو اُس کا کیا ہوا عمل (یعنی اُس کا بدلہ) پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۲) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ○ (آل عمران: ع ۳) جس دن پائے گا ہر شخص اپنے سامنے اُس چیز کو جو اُس نے کسی قسم کی خیر کی کی ہو یا کسی قسم کی بُرائی کی کی ہو اور تمنا کرے گا کہ کاش اس دن کے اور اُس کے درمیان بہت دُور کی مسافت ہوتی اور اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے تم کو اپنے آپ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے بندوں پر (اس شفقت ہی کی وجہ سے ڈراتا ہے کہ تم اُس کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ)۔ (۳) وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (آل عمران: ع: ۱۷) اور جو شخص خیانت کرے گا، وہ اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے

دِن (حشر کے میدان میں) لائے گا، پھر ہر شخص کو اُس کے کیے ہوئے کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔ (۴) کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اٰل عمران: ع: ۱۹) ہر شخص کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور تمہارے (نیک اور بد) اعمال کا پُورا پُورا بدلہ قیامت ہی کے دن ملے گا۔ (۵) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۞ یہ کلمہ بہت جگہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں (کہ ہر شخص کا حساب کتاب بہت جلدی پُورا کر دیا جائے گا اور اُس کے موافق بدلہ دیا جائے گا)۔ (۶) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (اعراف: ع: ۱) اور اُس دن (قیامت کے دن اعمال کا) وزن ضروری ہے بس جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلّہ بھاری ہوگا، تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلّہ ہلکا ہوگا یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اس وجہ سے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ (۷) اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (یُونس: ع: ۳) بلاشبہ ہمارے قاصد (فرشتے) تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں (اور ان سب کا بدلہ تم کو قیامت میں ملے گا جب یہ لکھا ہُوا سامنے لایا جائے گا۔ (۸) وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا لا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ (یُونس: ع: ۳) اور جن لوگوں نے بُرے کام کیے اُن کی بُرائی کی سزا اُس کے برابر ملے گی اور اُن کو ذلّت چھائے گی اور ان کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا (اور ان کے مُنہ ایسے کالے ہوں گے، گویا اُن کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیے گئے۔ (۹) هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ (یُونس: ع: ۳) اُس مقام پر ہر شخص اپنے پہلے کیے کاموں کو (جو دُنیا میں کیے تھے) جانچ لے گا (کہ وہ کس قسم کے نیک یا بد کیے تھے، پھر اُس کا حساب ہو جائے گا)۔ (۱۰) لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ط وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۞ (رعد: ع: ۲)

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا، اُن کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جنھوں نے اُس کا کہنا نہ مانا اُن کے پاس اگر دُنیا کی تمام چیزیں ہوں (بلکہ، اور اُس کے ساتھ اسی کے برابر اور چیزیں ہوں، تو سب کی سب اپنے فدیہ میں دے ڈالیں (اور) انکا سخت حساب ہو گا۔ (۱۱) فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (رعد: ع: ۶) پس آپ کے ذمّہ تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) صرف پہنچا دینا ہے (اور اس پر عمل کرنے نہ کرنے کا) حساب ہمارے ذمّہ ہے۔ (۱۲) رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم ع: ۶) اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی اور سب مؤمنین کی حساب ہونے کے دن مغفرت کر دیجیے۔ (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہے)۔ (۱۳) وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (ابراھیم: ع: ۷) اور تُو اس دن مجرموں کو زنجیروں میں میں جکڑا ہوا دیکھے گا اور اُن کے کُرتے قطران (چیڑ کے درخت کے تیل) کے ہوں گے (کہ اس تیل میں پٹرول کی طرح سے آگ جلدی لگتی ہے) اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی۔ (اور یہ ساری تکلیفیں کیوں ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اُس کے کیے ہوئے کی سزا دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۱۴) وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (بنی اسرائیل: ع: ۲) اور ہم نے ہر انسان کا عمل (نیک ہو یا بد ہو) اُس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمال نامہ اُس کے سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھُلا ہُوا دیکھے گا (اور اس سے کہا جائے گا) کہ اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے۔ آج تُو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے (یعنی خود ہی حساب کر لے کسی دُوسرے کی بھی ضرورت نہیں)۔ (۱۵) كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ الآیۃ (مریم: ع: ۵) (جو بات یہ کافر سمجھ رہے ہیں وہ) ہرگز نہیں ہے۔ ہم ہر وہ بات لکھ لیتے ہیں جو کوئی زبان سے کہتا ہے۔ (اس کے بعد قیامت کے دِن وہ لکھا ہُوا اعمال نامہ

اُس کے سامنے کر دیا جائے گا۔ (۱۶) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ (انبیاء: ع: ۱) لوگوں کے حساب کا وقت تو قریب آ گیا اور یہ ابھی تک غفلت ہی میں پڑے ہیں (اور اس کی تیاری سے) اعراض کیے ہوئے ہیں۔ (۱۷) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ○ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ج ○ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ○ (مومنون: ع: ۲) پھر جب (قیامت کے دن) صُور پھونکا جائے گا، تو (اس قدر خوف ہو گا کہ) باہمی رشتے بھی اُس دن نہ رہیں گے (یعنی سب اجنبی سے بن جائیں گے۔ باپ بیٹے سے بھاگے گا۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (الایۃ) اور نہ کوئی کسی کو پُوچھے گا (اور اعمال کی ترازو کھڑی کر دی جائے گی) پس جس شخص کا پلّہ بھاری ہو گا (یعنی اس کی نیکیاں جُھک جائیں گی) پس ایسے لوگ تو کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلّہ ہلکا ہو گا پس یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اور وہ جہنّم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ اُن کے چہروں کو آگ جُھلستی ہو گی اور اُس میں ان کے مُنہ بگڑے ہُوئے ہوں گے۔ (۱۸) وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ط وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○ (نُور: ع: ۵) اور جو لوگ کافر ہیں (اور نُورِ ہدایت سے دُور ہیں) اُن کے اعمال ایسے ہیں جیسا کہ ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہُوئی ریت کہ پیاسا آدمی اُس کو (دُور سے) پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب (اُس کے پاس آیا)، تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اُس کے پاس اللہ تعالیٰ شانہٗ کو پایا جس نے اُس کا پُورا پُورا حساب وہیں کر دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلدی حساب کر دینے والے ہیں۔ (۱۹) إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (ص: ع: ۲) جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکے ہُوئے ہیں۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے ہوئے ہیں۔ (۲۰) اَلْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○

(مومن: ع: ۲) آج (قیامت) کے دن ہر شخص کو اُس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔
آج ظلم نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ شانہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۲۱) وَتَرٰی
كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (جاثیہ ع ۴)
اور آپ (قیامت کے دن) ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (وہ لوگ خوف کی وجہ سے) گھٹنوں
کے بل گر پڑیں گے۔ ہر فرقہ اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف لایا جائے گا (اور ان سے
کہا جائے گا) کہ آج تم کو تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا (اور یہ کہا جائے گا) کہ یہ ہماری
کتاب (جس میں تمہارے اعمال لکھے ہوئے ہیں) تمہارے اعمال کو ٹھیک ٹھیک بتا
رہی ہے۔ ہم دنیا میں فرشتوں سے تمہارے اعمال کو لکھواتے رہتے تھے (جو اس وقت
یہ تمہارے سامنے ہے)۔ (۲۲) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ
قَعِيْدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (ق: ع: ۲) جب دو
اخذ کرنے والے (بات کو جلدی سے لے کر لکھنے والے فرشتے) لیتے رہتے ہیں اور دائیں
جانب اور بائیں جانب بیٹھے رہتے ہیں وہ (یعنی آدمی) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا
مگر ایک تاک لگانے والا تیار رہتا ہے (اور وہ فوراً اس کو لکھ لیتا ہے یہی اعمال نامہ ہے۔
(۲۳) يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ لا
فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ○ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ○ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ
رَّاضِيَةٍ لا فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي
الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ
كِتٰبِيَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ
مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ
فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ (الحاقہ: ع: ۱) جس
دن تم (خدا تعالیٰ کے سامنے حساب کے لیے) پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی بات پوشیدہ
نہ ہو گی پھر (نامۂ اعمال ہاتھوں میں دے دیے جائیں گے پس) جس شخص کا نامۂ اعمال

اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو (خوشی کے مارے آپس میں) کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو، میرا تو (پہلے ہی سے) اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے، (میں تو دنیا ہی میں اس کے لیے تیاری کر رہا تھا) پس یہ شخص تو پسندیدہ زندگی یعنی بہشتِ بریں میں ہو گا جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے (اور ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تم نے گزرے ہوئے زمانہ میں کیے ہیں اور جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس وہ (نہایت حسرت اور غم سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے؟ کاش موت (جو آچکی تھی وہی سب کام کا خاتمہ کر دیتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میری وجاہت بھی میرے سے جاتی رہی (اس شخص کے لیے حکم ہو گا کہ) اِس کو پکڑو اور اِس کے گلے میں طوق پہنا دو، پھر جہنم میں اس کو داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہو اِس کو جکڑ دو۔ (۲۴) وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿﴾ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۙ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿﴾ (انفطار) اور تم پر ایسے فرشتے جو تمہارے کاموں کو، یاد رکھنے والے ہیں، جو معزز ہیں (اور ہر کام کو) لکھنے والے ہیں، مقرر ہیں جو تمہارے سارے افعال کو جانتے ہیں (اور لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ سب مجموعہ پیش ہو گا)۔ (۲۵) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ﴿﴾ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ﴿﴾ وَ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿﴾ وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ﴿﴾ اِنَّهٗ کَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿﴾ ج (انشقاق) پس جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔ اُس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور وہ (اُس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اُس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ سو وہ موت کو پکارے گا (جیسا کہ مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے) اور جہنم میں داخل ہو گا یہ شخص (دنیا میں) اپنے گھر بہت خوش خوش رہتا تھا۔ اُس نے گمان کر رکھا تھا کہ اُس کو خدا کے یہاں جانا ہی نہیں ہے۔ (۲۶) اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ۙ﴿﴾

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ (غاشیہ) بے شک ہمارے ہی پاس ان سب کو لَوٹ کر آنا ہے، پھر ہمارا ہی کام ہے ان سے حساب لینا۔ (۲۷) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ جب زمین (زلزلہ کی وجہ سے) اپنی پوری حرکت سے ہلا دی جائے گی (اور جب ساری دُنیا میں زلزلہ آئے تو ظاہر ہے کہ کتنا بڑا زلزلہ ہوگا) اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ (خواہ دفینے ہوں یا مُردے) باہر نکال کر پھینک دے گی اور آدمی (ہکّا بکّا ہوکر) کہے گا، اِس کو کیا ہوگیا اور اُس دن زمین (جو کچھ اُس کے اُوپر اچھے یا بُرے کام کیے گئے ہیں) سب کی خبریں دے گی، اس وجہ سے کہ آپ کے رب کا اُس کو یہی حکم ہوگا۔ اُس دن لوگ مختلف جماعتیں (کوئی مقربین کی، کوئی نیک لوگوں کی کوئی جہنمیوں کی جماعت ہوگی اور پھر ہر جماعت میں مختلف گروہ ہوں گے۔ اسی طرح سے کوئی جماعت سواروں کی کوئی پیدل چلنے والوں کی، کوئی اِن لوگوں کی جن کو مُنہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ غرض ہر قسم کی مختلف جماعتیں) ہوکر لوٹیں گی تاکہ اپنے اعمال کو (جو دُنیا میں کیے تھے) دیکھ لیں۔ پس جو شخص (دُنیا میں) ذرّہ برابر نیکی کرے گا، وہ اُس کو وہاں دیکھ لے گا اور جو شخص ذرّہ برابر بُرائی کرے گا، وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

یہ نمونہ کے طور پر ستائیس آیات حساب کتاب اور اعمال کے بدلہ کی ذکر کی گئی ہیں۔ اِن کے علاوہ سینکڑوں آیات میں مختلف عنوانات سے یہ اور اسی قسم کے مضامین وارد ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی ہزاروں روایات میں اِس حساب کے دِن کے سخت حالات ذکر کیے گئے ہیں جن کا احاطہ بھی دُشوار ہے، لیکن ضروری ہے کہ اپنے ان اوقات کو جو محض دُنیا کمانے میں ضائع کیے جاتے ہیں۔ تھوڑا بہت ان کام آنے والی چیزوں میں بھی خرچ کیا جائے۔ ابھی وقت ہے کچھ کیا جاسکتا ہے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ افسوس کے سوا کچھ بھی نہ رہے گا۔

میدانِ حشر میں سفارش

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی آدمی ایک صف میں کھڑے کیے جائیں گے ساں پر ایک مُسلم (کامل جنتی) گزرے گا۔ اس صف میں سے ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کردے، وہ پُوچھے گا کہ تو کون ہے۔ وہ جہنمی کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا، تُو نے دُنیا میں ایک مرتبہ مجھ سے پانی مانگا تھا جس پر میں نے تجھے پانی پلایا تھا۔ اِس پر وہ سفارش کرے گا (اور وہ قبول ہو جائے گی)، اِسی طرح دُوسرا شخص کہے گا کہ تُو نے مجھ سے دُنیا میں فلاں چیز مانگی تھی وہ میں نے تجھ کو دی تھی [1] ایک اور حدیث میں ہے جہنمیوں کی صف پر ایک جنتی کا گزر ہوگا، تو ان میں سے ایک شخص اُس کو آواز دے کر کہے گا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہی تو ہوں جس نے فلاں دن تمہیں پانی پلایا تھا، فلاں وقت تمہیں وضو کے لیے پانی دیا تھا [2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتی اور جہنمی لوگوں کی جب صفیں لگ جائیں گی، تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے کسی شخص پر پڑے گی اور وہ اُس کو یاد دلائے گا کہ میں نے دُنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اِس پر وہ جنتی شخص اُس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ [3] ایک حدیث میں ہے کہ فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان کے اُوپر احسانات کیا کرو۔ اِن کے پاس بڑی دولت ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دولت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو، یا کپڑا دیا ہو اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، قیامت میں فقیر سے اس طرح معذرت کرینگے جیسا کہ آدمی آدمی سے کیا کرتا ہے اور فرمائیں گے کہ میری عزت اور جلال کی قسم میں

---

[1] کنز [2] مشکوٰۃ [3] کنز

نے دُنیا کو تجھ سے اِس لیے نہیں ہٹایا تھا کہ تُو میرے نزدیک ذلیل تھا، بلکہ اس لیے ہٹایا تھا کہ تیرے لیے آج بڑا اعزاز ہے۔ میرے بندے ان جہنمی لوگوں کی صفوں میں چلا جا۔ جس نے تجھے میرے لیے کھانا کھلایا ہو یا کپڑا دیا ہو، وہ تیرا ہے وہ اس حالت میں ان میں داخل ہو گا کہ یہ لوگ مُنہ تک پسینے میں غرق ہوں گے۔ وہ پہچان کر ان کو جنّت میں داخل کرے گا۔[1] ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہو گا کہ اُمّتِ مُحمّدیہ کے فقراء کہاں ہیں؟ اُٹھو اور لوگوں کو میدانِ قیامت میں سے تلاش کرو جس شخص نے تُم میں سے کسی کو میرے لیے ایک لُقمہ دیا ہو یا میرے لیے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لیے کوئی نیا یا پُرانا کپڑا دیا ہو اُن کے ہاتھ پکڑ کر جنّت میں داخل کر دو۔ اس پر فقرائے اُمّت اُٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ! اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اس نے مجھے پانی پلایا تھا۔ کوئی بھی فقرائے اُمّت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہو گا جو ان کو جنّت میں داخل نہ کرائے۔[2] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی جاندار کو جو بھوکا ہو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنّت کے بہترین کھانوں میں سے کھانا کھلائیں گے۔[3] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کِھلایا جاتا ہو، خیر اس گھر کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتی ہے جیسی تیزی سے چُھری اُونٹ کے کوہان میں چلتی ہے۔[4] حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ عُمدہ کھجوریں دُوسروں کو کھلاتے اور کہتے کہ جو شخص زیادہ کھائے گا اس کو فی کھجور ایک درہم دیا جائے گا۔[5] ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا۔ آج تُم جنّت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تُم پر کسی قسم کا خوف ہے نہ تُم غمگین ہو اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بیمار فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی، آج وہ نُور کے ممبروں پر بیٹھیں اور اللہ جل شانہٗ سے باتیں کریں اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مُبتلا ہوں گے۔[6] ایک حدیث میں ہے کتنی حُوریں ایسی ہیں جن کا مہر ایک مُٹھی بھر کھجور یا اتنی ہی مقدار کوئی اور چیز دینا ہے۔[7] ایک حدیث میں آیا ہے کہ

---

[1] روض الرّیاحین [2] کنز [3] ایضاً [4] ایضاً [5] احیاء [6] کنز [7] ایضاً

بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں ہے[۱] ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغفرت کے واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے[۲] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے یا اس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے یا بھوک کی حالت میں اُس کو کھلانا ہے[۳] یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں جو بھی ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مغفرت کی واجب کرنے والی چیزوں میں کسی مسلمان کو خوشی پہنچانا ہے، اُس کی بھوک کو زائل کرنا ہے۔ اُس کی مصیبت کو ہٹانا ہے[۴] ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی دُنیاوی حاجت پُوری کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کی بہتّر حاجتیں پُوری کرتے ہیں جن میں سے سب سے ہلکی چیز اس کے گناہوں کی مغفرت ہے[۵] یعنی اور حاجتیں مغفرت سے بھی بڑھ کر ہیں۔

چہروں پر بشاشت اور اُداسی

محشر میں سب ہی حاضر ہوں گے۔ اللہ کے نیک بندوں کے چہرے سفید اور ہشاش بشاش ہنستے کھیلتے ہوں گے اور کفّار و فجّار کے چہروں پر اُداسی اور ذلّت چھائی ہوگی۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

"جس روز بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ ہوں گے۔ سو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے، اُن سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہوئے بعد ایمان لانے کے۔ پس چکھو عذاب بوجہ اس کے کہ تم کُفر کرتے تھے اور جن کے چہرے سفید ہوئے، سو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" بعض کے چہروں پر ایمان و تقویٰ کا نُور چمکتا ہوگا اور عزّت و وقار کے ساتھ شاداں اور فرحاں نظر آئیں گے اُن کے بر خلاف دُوسروں کے مُنہ کُفر و نفاق کی سیاہی سے کالے ہوں گے۔ صُورت سے ذلّت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی۔ ہر ایک کا ظاہر اُس کے باطن کا آئینہ ہوگا۔

سورۂ عبس میں فرمایا: "کتنے چہرے اس دن روشن اور ہنستے اور خوشی

---

[۱] کنز [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً

کرتے ہوں گے اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر گرد پڑی ہوگی اور سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔ یہ لوگ کافر و فاجر ہوں گے۔"

ایمان اور اعمال صالح کی وجہ سے نیک بندوں کے چہرے روشن ہوں گے، ان کی صورتوں سے بشاشت اور خوشی ظاہر ہو رہی ہوگی اور جن نالائقوں نے دنیا میں خدا کو فراموش کیا۔ ایمان اور اعمال صالح کے نور سے علیحدہ رہے اور کفر و فجور کی سیاہی میں گھسے رہے۔ قیامت کے دن اُن کے چہروں پر سیاہی چڑھی ہوگی۔ ذلت اور رسوائی کے ساتھ حاضر محشر ہوں گے۔ اپنے اعمال بد کی وجہ سے اُداس ہو رہے ہوں گے اور خوفزدہ ہو کر یہ سوچتے ہوں گے کہ یہاں ہم سے برا برتاؤ ہونے والا ہے اور وہ آفت آنے والی ہے جو کمر توڑ دینے والی ہوگی۔ (تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ)

ارشاد فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیمؑ کی ان کے باپ آزر سے ملاقات ہو جائے گی۔ اُن کے باپ کے چہرے پر سیاہی ہوگی اور گرد پڑی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرمائیں گے: کیا میں نے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ اُن کا باپ کہے گا کہ آج آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے کہ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے آپ رسوا نہ کریں گے۔ اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ ہلاک ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے (تمہارا باپ عذاب سے بچ کر جنت میں نہ جا سکے گا) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ کے پاؤں میں کیا ہے؟ وہ نظر کریں گے تو ایک لتھڑا ہوا بجو نظر آئے گا، پھر اس بجو کی ٹانگیں پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری) —— اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی قدرت سے آذر کو بجو کی شکل میں کر دیں گے، تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسوائی نہ ہو اور ان کو اپنے باپ کی صورت دیکھ کر ترس بھی نہ آوے۔ اللہ اللہ! یہ کس کے باپ کا انجام ہوا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا! جو نبیوں کے باپ ہیں اور خدا کے دوست، جن کی ملت کا اتباع کرنے کا

حکم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا جنہوں نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ کافر باپ کے حق میں ان کی سفارش بھی نہ چلی! کہاں ہیں وہ پیر فقیر جو نسب اور رشتہ پر فخر کرنے والے ہیں اور جو بُرے کرتوتوں کے ساتھ رشتوں کی آڑ لے کر بخشے جانے کے اُمیدوار بنے ہوئے ہیں!

اعمال کا حساب اور اعمال کے تولنے کا ذکر

سب سے پہلے نماز کا حساب اس طور پر لیا جائے گا کہ اپنی تمام عمر میں کتنی نمازیں اُس نے پڑھی ہیں اور کتنی ذمّہ واجب ہیں اور ارکان و آدابِ ظاہری و باطنی کیوں کر ادا کیے ہیں اور کس قدر نوافل پڑھے ہیں اور اگر اس کے فرائض[1] ترک ہوئے ہوں، تو ایک فرض کے عوض میں ستّر نوافل قائم ہو سکیں گے۔ نماز انسانی صورت میں حاضر ہو جائے گی۔ جو نمازیں بلا خشوع و خضوع و ذکرِ الٰہی و درود و وظائف پڑھی گئی ہوں، وہ بے دست و پا ہوں گی۔ جن نمازوں میں اِن امورِ مذکورہ کا لحاظ رکھا گیا ہو، وہ نہایت آراستہ و پیراستہ ہوں گی۔ اس کے بعد دیگر عباداتِ بدنی کا بھی مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کا اسی طور پر حساب و کتاب ہو گا۔ نیز زُہد، حرصِ دینی علوم، خُون، زخم، اکل و شرب، ناجائز خرید و فروخت، حقوق العباد وغیرہ وغیرہ کا حساب ہو گا۔ ظالموں سے مظلوموں کو اس طور سے بدلہ دیا جائے گا کہ اگر ظالم نے نیکیاں کی ہیں، تو اس کے حسبِ ظلم مظلوموں کو دلوائی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہ حسب اندازۂ ظلم ظالم کی گردن پر ڈالے جائیں گے؛ البتہ ظالموں کا ایمان و عقیدہ نہ دیا جائے گا۔ بعض ایسے عالی ہمّت بھی ہوں گے کہ خُدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اپنی نیکیوں کو بغیر کسی عوض کے دُوسروں کو بخش دیں گے؛ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی مقامِ میزان میں اِس قسم کے حاضر ہوں گے کہ ایک کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گے دُوسرا ایسا ہو گا کہ جس کی صرف ایک نیکی ہو گی۔ اوّل الذکر کو حکم ہو گا کہ تُو کہیں سے اگر ایک نیکی مانگ لائے تو نیکیوں کا پلڑا بڑھ جائے گا اور تُو جنّت کا

---

[1] امام احمد و ابو داؤد

مستحق ہو جائے گا۔ وہ بے چارہ تمام لوگوں سے استدعا کرے گا، مگر کہیں سے کامیابی نہ ہوگی۔ آخر مجبوراً واپس آئے گا۔ جب آخر الذکر کو یہ حال معلوم ہوگا تو کہے گا کہ بھائی میری تو صرف ایک ہی نیکی ہے اور باوجود اتنی خوبیوں کے تجھ کو ایک نیکی بھی کسی نے نہ دی، بھلا مجھ کو کون دے گا۔ لے، یہ ایک نیکی بھی تو ہی لے لے، تاکہ تیرا کام تو بن جائے میرا اللہ مالک ہے۔ خداوند کریم اپنے بے انتہا فضل و کرم سے ارشاد فرمائے گا، اِن دونوں کو جنّت میں لے جا کر ایک درجہ میں چھوڑ دو۔

تمام چھوٹی و بڑی نیکیاں میزان میں داخل کر دی جائیں گی، لیکن اُن کا وزن حسبِ عقیدہ ہوگا یعنی جس قدر عقیدہ پختہ و خالص ہوگا، اتنی ہی زیادہ وزنی ہوگی۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کی ننانوے برائیاں ہوں گی اور صرف ایک نیکی۔ اور یہ تولتے وقت بارگاہِ ایزدی میں عرض کرے گا۔ اے خداوند میری اِس نیکی کی اتنی برائیوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے کہ تولی جائے۔ جب میں دوزخ کے لائق ہوں، تو بغیر تولے مجھ کو بھیج دے۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا کہ ہم ظالم نہیں، یہ ضرور تولی جائے گی؛ چنانچہ جس وقت وہ برائیوں کے مقابلہ میں تولی جائے گی، تو اُس کا پلڑا جھک جائے گا اور وہ مستحقِ جنّت قرار پائے گا۔ (شاہ رفیع الدین صاحبؒ فرماتے ہیں) کہ میرے علم میں یہ نیکی شہادت فی سبیل اللہ ہے جو تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اگرچہ پُلِ صراط اور میزان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، مگر اظہر یہ ہے کہ میزان بہت سی ہوں گی؛ چنانچہ یہ آیۂ کریمہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے یہی مفہوم ہے۔ اِسی طور سے یہ بھی قیاس میں آتا ہے کہ پُل صراط بھی بہت سے ہوں گے، خواہ ہر اُمّت کے لیے یا ہر قوم کے لیے۔ واللہ اعلم۔

قبل اس کے کہ میدانِ محشر سے پُل صراط پر گزرنے کا حکم ہو، تمام میدانِ محشر میں اندھیرا چھا جائے گا۔ پس[2] ہر اُمّت کو اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا۔ اہلِ

---

[1] یہ حدیث آخر تک ترمذی میں ہے۔

[2] قولہ تعالیٰ: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل)

ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں[1] عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی، دُوسری دائیں جانب اور جو اُن سے کم تر ہوں گے اُن کو ایک ایک مشعل دی جائے گی اور جو اُن سے کم ہوں گے اُن کے صرف پاؤں کے انگوٹھے کے آس پاس خفیف سی روشنی ہوگی اور ان سے بھی جو گئے گزرے ہوں گے اُن کو ٹمٹماتے ہُوئے چراغ کی طرح روشنی دی جائے گی، جو کبھی بجھے گی[2] اور کبھی روشن ہوگی۔ جو منافق ہوں گے جو ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے، بلکہ دُوسروں[3] کے نور کی مدد سے چلیں گے۔ یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے، تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اُوپر پُل صراط ہے، جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ حکم ہوگا کہ اِس پر ہو کر جنّت میں چلو۔

حاصل کلام جب میدانِ محشر سے پُل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی:

"اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کر لو تا کہ فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پُل سے گزر جائیں۔ اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح[4]، بعض ہوا، بعض گھوڑے، بعض اُونٹ، بعض معمولی رفتار کے مانند پُل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت و مشقت کے ساتھ پُل پر چلیں گے۔ اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے انکس نکلیں گے جو اُن میں سے بعض کو تو چھوڑ دیں گے، بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اسی طرح سے رشتہ' امانتیں لوگوں کے ساتھ ہو جائیں گی۔ پس جنھوں نے اُن کی رعایت نہ کی ہو ان کو دوزخ میں کھینچ کر ڈال دیں گے۔ اِس وقتِ اعمالِ صالح مثلاً نماز روزہ، درود وظائف وغیرہ لوگوں کے دست گیر

---

[1] قولہ تعالیٰ: یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ (سورہ حدید)

[2] معالم التنزیل

[3] قولہ تعالیٰ: یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ (الحدید)

[4] ترمذی و دارمی۔

ہوں گے اور خیرات آگ کے اور[ا] ان کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی، اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی، مگر پیغمبران اُمتوں کے حق میں ربِّ سلم ربِّ سلم فرمائیں گے۔

قیامت کے روز ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں دُنیا ایسی حالت میں لائی جائے گی کہ بہت بوڑھی عورت بدصورت، کیری آنکھیں، دانت آگے کو نکلے ہوئے لوگوں کے سامنے لاکر کھڑی کی جائے گی اور ان سے پُوچھا جائے گا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے خُدا کی پناہ یہ کیا بلا ہے؟ ان سے کہا جائے گا یہ وہی دُنیا ہے جس کی بدولت ایک نے دُوسرے کو قتل کیا، آپس میں قطع رحمی کی، اسی کی وجہ سے تُم آپس میں ایک دُوسرے سے حسد رکھتے تھے، بغض رکھتے تھے اور اس کے دھوکہ میں پڑے رہے۔ اس کے بعد اُس بڑھیا کو جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ چلّائے گی کہ میرے ساتھ ان کو بھی تو لاؤ، میرے پیچھے لگنے والوں کو بھی تو میرے ساتھ کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ اس کے پیچھے چلنے والوں کو بھی اس کے ساتھ کرو۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا "ہرگز خیال نہ کریں، ایسے لوگ جو ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بُخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل سے عطا کی ہے کہ یہ بات (یعنی بُخل کرنا) ان کے لیے کچھ اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت بُری ہوگی، اس لیے کہ وہ لوگ قیامت کے دن طوق پہنائے جائیں گے۔ اس مال کا جس کے ساتھ بُخل کیا تھا (یعنی سانپ بنا کر ان کی گردنوں میں) ڈال دیا جائے گا اور اخیر میں آسمان و زمین (اور جو کچھ اُن کے اندر ہے لوگوں کے مرجانے کے بعد) اللہ ہی کا رہ جائے گا (تم اپنے ارادہ سے اس کو دے دو۔ تو ثواب بھی ہو، ورنہ ہے تو اُسی کا) اور اللہ جل شانہٗ تمہارے سارے اعمال سے خبردار ہیں۔" (آل عمران: ع : ۱۸)

ف ۔ بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے

[ا] صحیح بخاری میں آیا ہے اتقوا النار ولو بشق تمرة

کہ جس شخص کو اللہ جل شانہ، نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جس کے زہر کی کثرت اور شدّت کی وجہ سے اُس کے سَر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جائے گا جس کے مُنہ کے نیچے دو۲ نقطے ہوں گے (یہ بھی زہر کی زیادتی کی علامت ہے) اور وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی سزا

"جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے خزانہ کے طور پر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپؐ ان کو بڑے دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجیے۔ وہ اس دن ہو گا جس دن ان کو (سونے چاندی کو) اوّل جہنّم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اُن سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پُشتوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جس کو تُم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا۔ اب اس کا مزہ چکھو جس کو جمع کر کے رکھا تھا۔" (توبہ : رکوع : ۵)

ف : عُلماء نے لکھا ہے کہ پیشانیوں وغیرہ کے ذکر سے آدمی کی چاروں اطراف مُراد ہیں۔ پیشانی سے اگلا حِصّہ، پسلیوں سے دایاں اور بایاں اور پُشت سے پچھلا حِصّہ مُراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو داغ دیا جائے گا۔ ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں مُنہ سے قدم تک داغ دیا جانا وارد ہُوا ہے، اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان تین۳ اعضاء کی خصوصیّت اس لیے ہے کہ ان میں ذرا سی تکلیف بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے اور بعض عُلمائے نے لکھا ہے کہ ان تین کو اس وجہ سے ذکر کیا کہ آدمی جب چہرہ سے فقیر کو دیکھتا ہے تو پہلو بچا کر اُس طرف پُشت کر کے چل دیتا ہے، اس لیے ان تینوں اعضاء کو خصوصیّت سے عذاب ہے۔

غریبوں پر خرچ نہ کرنے کی سزا

" اور جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (نہایت ہی حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو خبر ہی نہ

ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی سب ختم کر دیتی (قیامت ہی نہ آتی جو حساب کتاب ہوتا) میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آیا۔ میری جاہ (آبرو) بھی جاتی رہی (اس کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو، پھر جہنم میں اس کو داخل کر دو، پھر ایک ستّر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔ اس لیے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا (اور خود تو کیا کھلاتا) دوسرے آدمیوں کو بھی غریب کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا پس نہ تو آج اس کا کوئی یہاں دوست ہے اور نہ اس کے لیے کوئی چیز کھانے کو ہے بجز غسلین کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا۔"

ف: غسلین کا مشہور ترجمہ دھوون کا ہے۔ یعنی زخموں وغیرہ کے دھونے سے جو پانی جمع ہو جائے وہ غسلین کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے نقل کیا گیا کہ زخموں کے اندر سے جو لہو پیپ وغیرہ نکلتی ہے، وہ غسلین ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ غسلین کا ایک ڈول اگر دنیا میں ڈال دیا جائے، تو اس کی بدبو سے ساری دنیا سڑ جائے۔ نوف شامیؒ سے نقل کیا گیا کہ وہ زنجیر جو ستّر گز لمبی ہے۔ اس کا ہر گز ستّر باع ہے اور ہر باع اتنا لمبا ہے کہ مکّہ مکرّمہ سے کوفہ تک پہنچے۔ حضرت ابن عباس رض سے اور دوسرے مفسّرین سے نقل کیا گیا کہ یہ زنجیر پاخانہ کی جگہ سے داخل کر کے ناک میں سے نکالی جائے گی اور پھر اس پر لپیٹ دی جائے گی جس سے وہ بالکل جکڑا جائے گا (درمنثور) اس آیت شریفہ میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے پر بھی عتاب ہے، اس لیے آپس میں اپنے عزیزوں کو اپنے احباب کو ملنے والوں کو غربا پر اور مساکین کو کھلانے پلانے پر خاص طور سے ترغیب دیتے رہنا چاہیے کہ دوسروں کو ترغیب دینے سے اپنے اندر سے بھی بخل کا مادّہ کم ہوگا۔

مال کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی سزا

"بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لیے جو پشت پیچھے عیب نکالنے والا ہو، منہ در منہ طعنہ دینے والا ہو، جو مال جمع کر کے رکھتا ہے۔ (اور غایت محبّت سے) اس کو بار بار گنتا ہے۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا یہ مال اس کے پاس

ہمیشہ رہے گا، ہرگز نہیں ۔(یہ مال ہمیشہ نہیں رہے گا) خدا کی قسم یہ شخص ایسی آگ میں ڈال دیا جائے گا کہ اس میں جو چیز پڑ جائے، وہ آگ اس کو توڑ پھوڑ کر ڈال دے۔ آپؐ کو خبر بھی ہے، وہ کیسی توڑ دینے والی آگ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی آگ ہے جو دِلوں تک پہنچ جائے گی (یعنی دُنیا کی آگ تو جہاں بدن میں لگی، آدمی مرگیا اور وہاں چونکہ موت نہیں، اس لیے بدن میں لگتے ہی دل تک پہنچ جائے گی اور دل کی ذراسی جھلس بھی آدمی کو بہت محسوس ہوتی ہے)، اور وہ آگ ان لوگوں پر بند کر دی جائے گی۔ اس طرح پر کہ وہ لوگ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

حرام کاری کے لیے بن سنور کر نکلنے والوں کی سزا

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی معراج کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے مَردوں کی ایک جماعت دیکھی جن کے بدن قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زینت اختیار کرتے تھے (یعنی حرام کاری کے لیے بن سنور کر نکلتے تھے)، پھر میں نے ایک کنواں دیکھا جس میں نہایت سخت بدبُو آرہی تھی اور اس میں چلّانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پُوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو (حرام کاری کے لیے) بنتی سنورتی تھیں اور ناجائز کام کرتی تھیں۔ پھر میں نے کُچھ مرد اور عورتیں معلّق دیکھیں جو پستانوں کے ذریعہ سے لٹک رہے تھے۔ میں نے پُوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السّلام نے بتایا کہ یہ طعن دینے والے چُغل خوری کرنے والے ہیں (درمنثور) اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے ان چیزوں سے محفوظ رکھے، بڑی سخت وعیدیں ہیں۔

یتیموں کا مال کھانے والوں کی سزا

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ قبروں سے ایسے اُٹھیں گے کہ اُن کے مُنہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ کسی نے پُوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ کون لوگ ہوں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ

یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک قوم کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ اُونٹ کے ہونٹوں کی طرح سے بڑے بڑے ہیں اور فرشتے اُن پر مسلّط ہیں کہ وہ اُن کے ہونٹوں کو چیر کر اُن میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ٹھونس رہے ہیں کہ وہ آگ مُنہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلتی ہے اور وہ لوگ نہایت آہ وزاری سے چلّا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔ ان کو آگ کھلائی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ نہ تو جنّت میں داخل فرمائیں گے، نہ جنت کی نعمتیں اِن کو چکھنا نصیب ہوں گی ایک وہ شخص جو شراب پیتا ہو، دُوسرے سُود خوار، تیسرے وہ شخص جو ناحق یتیم کا مال کھائے، چوتھے وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرے۔

بے عمل واعظوں کی سزا

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اس نوع کے کتنے ہی آدمی ہوں) لایا جائے گا اور اُس کو جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ جس سے اُس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ اُن کے گرد اس طرح گھومے گا جیسا کہ چکّی کا گدھا چکّی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکّی کے چاروں طرف گھومتا ہے) جہنّم کے لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے اور اُس سے دریافت کریں گے۔ تجھے کیا ہُوا تو تو ہم کو بھی اچھّی باتوں کا حکم کرتا تھا، بُری باتوں سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ مَیں تم کو اس کا حکم کرتا تھا، لیکن خود اُس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مَیں نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ جہنّم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ مَیں نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمّت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اُس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ زبانیہ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فسق میں مُبتلا ہوں کافروں سے بھی پہلے پکڑیں گے، وہ کہیں گے یہ کیا ہُوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہورہی ہے۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ عالِم اور جاہل برابر نہیں ہوتے[1] یعنی تُم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں۔ زبانیہ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنّم میں پھینکنے پر مامور ہے۔

ایک اَور حدیث میں ہے کہ بعض آدمی جہنّم میں ڈالے جائیں گے جن کی بدبُو اور تعفّن سے جہنّمی لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن سے کہیں گے، تمہارا کیا عمل ایسا تھا جس کی یہ نحوست ہے؟ ہمیں اپنی ہی مصیبت جس میں ہم مُبتلا تھے کیا کم تھی۔ تمہاری اس بدبُو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے۔ (ترغیب)

بے نمازکی سزا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ، پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دُوسرے یہ کہ عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے جن کا حال سورۂ الحاقہ میں مفصّل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ نہایت خوش و خرّم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے، اور چوتھے یہ کہ پُل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے، اور جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقے سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دُنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دُنیا کے پانچ تو یہ ہیں: اوّل یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دُوسرے یہ کہ صلحا کا نُور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اس کی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی

---

[1] ترغیب

دعاؤں میں اُس کا استحقاق نہیں رہتا اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اوّل ذلت سے مرتا ہے، دُوسرے یہ کہ بھوکا مرتا ہے، تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے۔ اگر سمندر بھی پی لے، تو پیاس نہیں بُجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں: اوّل قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دُوسرے میں گھس جاتی ہیں، دوسرے قبر میں آگ جلادی جاتی ہے۔ تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلّط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اِتنے لمبے کہ ایک دن پُورا چل کر ان کے ختم تک پہنچا جائے، میّت کو زخمی کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں ہوں گنجا سانپ۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظُہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشا تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے، تو اس کی وجہ سے وہ مُردہ ستّر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اِسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد تین عذاب یہ ہیں: ایک حساب سختی سے کیا جائے گا، دُوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غصہ ہوگا، تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کُل میزان چودہ[۱۴] ہُوئی۔ ممکن ہے کہ پندرھواں بھُول سے رہ گیا ہو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر او اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص۔ تیسری سطر جیسا کہ تُو نے دُنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا، آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

متکبّر کی سزا

۱۔ حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوبِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ "متکبّر قیامت میں چیونٹیوں کے مثل ہوں گے، ان کو اہلِ محشر روندتے ہوں گے۔ آگ ان کو چاروں طرف سے گھیرے گی۔ جہنم کے ایک خاص قید خانہ میں ان کو عذاب کیا جائے گا جس کا نام

"بولس" ہے۔ اُن پر نہایت تیز آگ جلائی جائے گی اور ان کو دوزخیوں کے زخموں سے نکلا ہوا کچ لہو پینے کو دیا جائے گا۔" مراد یہ ہے کہ ان بدبختوں کی انتہائی تذلیل کی جائے گی۔ (ترمذی)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ (حدیث قدسی جو رب العزت کی جانب منسوب ہو) اکبر اور عظمت میری دو چادریں ہیں جو ان کو مجھ سے چھینتا اور کھینچا تانی کرتا ہے میں اُس کو جہنم میں ڈالوں گا۔" یعنی یہ دو وصف میرے ہی لیے خاص ہیں۔ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی میرے ہی لیے زیبا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

۳۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جہنم سے مطلع نہ کردوں۔ ہر وہ شخص جس کا دل سخت ہو، حرام کے مال سے موٹا ہو گیا ہو، تکبر کا عادی ہو۔ یاد رکھو! جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی غرور و تکبر ہو گا، تو اس کو خدائے تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔[1] (بخاری، مسلم)

۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کبر سے بچو، کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔ حرص سے بچو، حرص ایسی بُری چیز ہے جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکال پھینکا۔ حسد سے بچو، حسد وہ بُری بلا ہے جس نے قابیل سے ہابیل کو قتل کرا دیا۔" (ابن عساکر) مطلب یہ ہے شیطان نے تکبر کے باعث سجدہ سے انکار کیا

---

[1] بعض روایتوں میں متکبر کے ساتھ فقیر اور مسکین کی قید بھی آئی ہے۔ جیسے "طبرانی" میں ہے کہ جنت میں تین شخص داخل نہیں ہوں گے۔ ایک وہ فقیر جو باوجود غربت کے خود بینی اور تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ بوڑھا جو بڑھاپے میں بھی زنا نہیں چھوڑتا۔ تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر اپنی نیکی اور عبادت کا احسان رکھتا ہے۔ فقیر اور مسکین کی قید اس لیے بڑھائی کہ فقیری اور مفلسی کا تقاضا تو یہ تھا کہ متواضع ہوتا، لیکن اگر کوئی باوجود غربت اور احتیاج کے متکبر ہو تو نہ معلوم مالداری کی حالت میں اس کا کیا حال ہوگا۔

اور آدم علیہ السلام نے حرص کی وجہ سے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھالیا اور قابیل نے حسد کے باعث اپنے بھائی کو مار ڈالا۔

پیشاب میں احتیاط نہ کرنے والے کی سزا

حضرت شفی ابن ماتع اصبحی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "دوزخ میں ایک شخص اپنی انتڑیوں کو کھینچتا ہوگا۔ اہل دوزخ اس سے پریشان ہوکر دریافت کریں گے کہ تُو کیا عمل کرتا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں پیشاب احتیاط سے نہیں کرتا تھا اور بے پروائی سے ہر جگہ پیشاب کرنے بیٹھ جاتا تھا۔" (طبرانی، کبیر، ابن ابی الدنیا)

روزہ خور کی سزا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ اُلٹے لٹکے ہُوئے ہیں اور اُن کے جبڑے چرے ہُوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ روزہ خور ہیں جو رمضان کے ختم ہونے سے پیشتر ہی روزوں کو ختم کر دیا کرتے تھے۔ (ابنِ خزیمہ)

ضرورت سے زیادہ مکان بنانے کی سزا

حضرت ابنِ مسعودؓ سے طبرانی کی ایک منقطع روایت میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ضرورت سے زیادہ مکان بنائے گا، تو قیامت میں ان مکانات کو اس شخص پر لادنے کا حکم دیا جائے گا۔"

۲۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے فرمایا: "جب کوئی شخص بلاضرورت وحاجت اور بلااکراہ گیارہ فٹ سے زیادہ اونچی تعمیر لے جاتا ہے، تو اس کو "افسق الفاسقین" کہہ کر پکارا جاتا ہے اور اس سے پُوچھا جاتا ہے کہ آخر کہاں تک بلندی کا ارادہ ہے۔"

(ابن ابی الدنیا)

کسی کی زمین دبانے والے کی سزا

حضرت یعلیٰ بن مرہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی شخص کی ایک بالشت زمین ظلم سے دبالی، تو یہ زمین قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق ہوگی اور یہ ایک بالشت کی مقدار بھی ساتوں زمینوں تک ہوگی۔" یعنی زمین کے ساتوں حصے پورے کیے جائیں گے اور اوپر سے لے کر زمین کی گہرائی تک کا پورا حصہ طوق بنایا جائے گا اور اس غاصب کی گردن میں وہ طوق پہنایا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

مُراد یہ ہے کہ اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس وزن کو اُٹھائے یا اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور گردن تک دھنسنے کے بعد زمین خود بخود طوق کی طرح گردن میں آجائے گی۔

غیبت کرنے والوں کی سزا

حضرت علا بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "کسی بے عیب کو عیب لگانے والے اور چغل خوری کے لیے چلنے پھرنے والے، اِن دونوں جماعتوں کا حشر کُتوں کی صُورت میں ہوگا۔ (ابو الشیخ)

۲۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں دیکھا کہ ایک قوم مُردار اور مرے ہوئے جانور کھا رہی ہے۔ آپ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ یعنی غیبت کرتے تھے۔

۳۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے معراج میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اپنے ناخنوں سے اپنے منہ اور سینہ کو چھیل رہے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے عرض کیا جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی غیبت کرتے تھے اور اُن کی آبروریزی کیا کرتے تھے۔ (ابو داؤد)

۴۔ حضرت راشد بن سعدؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَیں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ چھاتی کے بَل لٹکے ہُوئے ہیں۔ مَیں نے دریافت کیا، یہ کون لوگ ہیں ؟ مجھے بتایا گیا یہ عیب چیں اور غیبت کرنے والے۔ (احمد)

۵۔ حضرت جابر بن عبدُاللہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ " ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے کہ ایک بدبُودار ہوا کا جھونکا آیا۔ فرمایا "تم جانتے ہو یہ ہوا کیسی ہے ؟ یہ اِن لوگوں کی بدبُو ہے جو مُسلمانوں کی غیبت کیا کرتے ہیں۔ (احمد۔ ابن ابی الدنیا)

۶۔ حضرت ابُوسعید خدریؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی سخت ہے۔ زنا توبہ سے معاف ہو جاتا ہے، لیکن غیبت جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے، معاف نہیں ہوسکتی۔" (طبرانی۔ ابن ابی الدنیا)

استہزاء بالمسلم اور دو رُخہ پالیسی کی سزا

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: " ایک شخص کو جنّت کا دروازہ کھول کر بُلایا جائے گا۔ جب وہ قریب پہنچے گا، تو بند کر لیا جائے گا۔ پھر دُوسرے دروازے سے آواز دی جائے گی، وہاں بھی یہی سلوک ہوگا۔ غرض یہاں تک کہ وہ نااُمید ہو کر جانا چھوڑ دے۔" (بیہقی)

یہ اُس شخص کی سزا ہے جو لوگوں سے مذاق کیا کرتا تھا اور لوگوں کو دھوکا دیا کرتا تھا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: " بدترین انسان وہ شخص ہے جو دو منہ رکھتا ہے۔ ایک منہ سے ایک کے پاس جاتا ہے، دُوسرے مُنہ سے دُوسرے کے پاس جاتا ہے۔" (مالک، بخاری، مسلم)

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے مروی ہے کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: " جو دُنیا میں دو منہ رکھتا ہے یعنی کسی سے کچھ اور کسی سے کچھ کہتا ہے، تو قیامت میں اس کے دو مُنہ ہوں گے اور دونوں مُنہ آگ کے ہوں گے۔" (طبرانی)

۴۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ " اس کے لیے آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

لواطت اور بہائم سے زنا وغیرہ

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بڑا ڈر مجھ کو اپنی اُمّت پر قومِ لُوط کے فعل کا ہے۔" (ابنِ ماجہ، ترمذی)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جب کسی قوم میں لواطت کی کثرت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیتا ہے اور اس کی کچھ پروا نہیں کرتا کہ یہ قوم کسی جنگل میں ہلاک کر دی جائے۔" طبرانی)

انتہائی استغنا اور بے پروائی کا اظہار فرماتا ہے۔

۳۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: سات قِسم کے گنہگاروں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہو جاتی ہے (۱) اغلام کرنے والا ملعون ہے، یہ تین بار فرمایا (۲) جو شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ (۳) جو شخص کسی جانور سے وطی کرے، وہ ملعون ہے۔ (۴) جس نے بیوی اور اُس کی ماں یعنی ساس کو جمع کیا، وہ ملعون ہے (جمع کرنا نکاح میں یا زنا میں) (۵) ماں باپ کا نافرمان ملعون ہے (۶) جس نے زمین کے حدود علامات کو بدل دیا وہ ملعون ہے۔ (۷) جس غلام نے اپنے آپ کو غیر مولیٰ کی طرف منسوب کیا وہ ملعون ہے (طبرانی، بیہقی وغیرہ)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ بہائم سے بُرا کام کرنے والا چوبیس گھنٹے خُدا کے غضب میں رہتا ہے۔" (طبرانی، بیہقی)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے زمین کے نشانات مٹائے، خُدا اُس پر لعنت کرے، جس نے اندھے کو راستہ سے بھٹکایا خُدا اُس پر لعنت کرے۔ جس نے والدین کو گالی دی، خُدا اس پر لعنت کرے۔ جس نے غیر مولیٰ اور آقا کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا، تو خدا اُس پر لعنت کرے۔ جس نے لُوط کی قوم کا سا عمل کیا، خدا اُس پر لعنت کرے۔" یہ آخری فقرہ

آپؐ نے تین بار فرمایا (بیہقی)

۶۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے۔ آپؐ نے جانور سے وطی کرنے والوں کے لیے فرمایا کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ (ابوداؤد)

اگرچہ جانور لائق توبیخ نہیں ہے، لیکن زجراً ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تین شخصوں کا لا الٰہ الا اللہ" بھی قبول نہیں۔ (۱) اغلام کرنے اور کرانے والا (۲) وہ دو عورتیں جو آپس میں ناجائز تعلق رکھتی ہیں۔ (۳) بادشاہ ظالم۔" (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں کا کلمۂ شہادت بھی اِن کو عذاب سے بچانے میں مفید نہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔

۸۔ حضرت ابنِ عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا جو کسی مرد سے لواطت کرے یا کسی عورت سے لواطت کا ارتکاب کرے۔" (ترمذی، نسائی، ابن حبان)

۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال لواطت صغریٰ ہے۔" (احمد۔ بزار)

۱۰۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال کرنے والا ملعون ہے۔[1] (طبرانی)

۱۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے لواطت کرنے والا کافر ہے۔" (طبرانی)

یعنی سخت نافرمان ہے کہ فطری چیز پر قادر ہوتے ہوئے غیر فطری چیز کا استعمال کر رہا ہے۔

۱۲۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی عورت سے حیض کی حالت میں جماع کیا یا عورت کے غیر فطری

---

[1] عربی میں اِس قسم کے فعل کو سحق اور اُردو میں چپٹی کہتے ہیں۔

مقام کو استعمال کیا یا کاہن اور نجومی کی تصدیق کی، تو اُس نے قرآن کا انکار کیا۔ (ترمذی، نسائی)

۱۳۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ سے حیا کرو۔ اللہ تعالیٰ حق کے اظہار سے نہیں شرماتا۔ عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال حلال نہیں۔" (دار قطنی)

دو بیویوں میں عدمِ مُساوات کی سزا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں مساوات نہ کرے اور عدل و انصاف سے جی چرائے، تو وہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں ہوگا کہ اس کا نصف بدن مفلوج ہوگا۔" (ترمذی)

تین شخص جنّت میں نہ جائیں گے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ہیں جو کبھی جنّت میں داخل نہ ہوں گے۔ ایک دَیُّوث، دوسرے شراب کا عادی، تیسرے عورتوں[1] کی نقل اُتارنے والا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! شراب کے عادی کو تو ہم سمجھ گئے۔ لیکن "دَیُّوث" کون شخص ہے؟ سرکار نے ارشاد فرمایا: "دَیُّوث" وہ بے حیا انسان ہے، جسے اس بات کی پروا نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے۔ (طبرانی)

ماں کی نافرمانی کی دُنیا میں سزا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "علقمہ" نامی ایک شخص جو نماز روزہ کا بہت پابند تھا جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو اُس کے مُنہ سے باوجود تلقین کے کلمۂ شہادت جاری نہ ہوتا تھا۔ علقمہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] بعض روایتوں میں مرد کے بجائے عورت کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عورت کی نقل اُتارنے والا مرد جنّت میں نہ جائے گا۔ اسی طرح وہ عورت بھی جنت سے محروم رہے گی جو عورت ہو کر مردوں کی مخصوص وضع قطع اختیار کرے۔

کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کرائی۔ آپؐ نے دریافت کیا، علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟ معلوم ہُوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے۔ آپؐ نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آتی ہو یا میں تمہارے پاس آؤں۔ علقمہ کی والدہ نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی، بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں۔ چنانچہ بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا، تو اُس نے کہا علقمہ نہایت نیک آدمی ہے، لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلہ میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے، اس لیے میں اس سے ناراض ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تُو اس کی خطا معاف کر دے، تو یہ اس کے لیے بہتر ہے، لیکن اس نے انکار کیا۔ تب آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلا دو۔ بڑھیا یہ سُن کر گھبرا گئی اور اُس نے حیرت سے دریافت کیا کہ کیا میرے بچّے کو آگ میں جلایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں! اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں ہمارا عذاب ہلکا ہے۔ خدا کی قسم جب تک تُو اس سے ناراض ہے، نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے۔ بڑھیا نے کہا میں آپ کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ میں نے علقمہ کا قصور معاف کر دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا: "دیکھو، علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہُوا یا نہیں؟" لوگوں نے بیان کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو گیا اور کلمۂ شہادت کے ساتھ اُس نے انتقال کیا۔ آپؐ نے علقمہ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ علقمہ کو دفن کرنے کے بعد فرمایا:

"مہاجرین و انصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی، تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل۔ یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اُس کو راضی کرے، اس کی رضا ماں کی رضامندی پر موقوف ہے اور خُدا تعالیٰ کا غصہ اس کے غصہ میں پوشیدہ ہے۔" (طبرانی)

بے گناہ مسلمان کے قتل کی سزا

۱۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اگر سارے زمین و آسمان والے مل کر کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کریں گے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔" (طبرانی)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت میں مقتول کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں قاتل کا گریبان پکڑے ہوئے ہوگا۔ مقتول کی رگوں سے تازہ خون بہہ رہا ہوگا۔ یہ اسی حالت میں عرش کے نزدیک پہنچ کر عرض کرے گا کہ الٰہی مجھے اس نے قتل کیا ہے۔ حضرتِ حق کی طرف سے قاتل کو پیغام ہلاکت سنایا جائے گا اور دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔" (ترمذی)

خودکشی کرنے والے کی سزا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنی جان کو ہلاک کیا، تو قیامت میں اس کو یہی عذاب دیا جائے گا کہ اپنی جان کو ہلاک کرتا رہے گا اور پھر جس طرح سے اپنی جان کو ہلاک کیا اسی طرح دوزخ میں ہلاک کرتا رہے گا۔ جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا، وہ پہاڑ سے گرایا جاتا رہے گا اور جس نے زہر پیا، وہ زہر پلایا جاتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چھری سے قتل کیا وہ چھری سے ذبح ہوتا رہے گا۔" (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس فعل سے خودکشی کا وقوع ہوا ہے دوزخ میں اس کا فعل اس کے ساتھ استعمال ہوتا رہے گا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا گلا گھونٹا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جائے گا اور جس نے اپنے آپ کو زخم لگایا، وہ زخم لگایا جائے گا۔ (بخاری)

۳۔ حضرت جندبؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ایک زخمی آدمی نے اپنے آپ کو مرنے سے پہلے قتل کر لیا، تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اے میرے بندے تُو نے اپنی جان دینے میں جلدی کی۔ مَیں نے تجھ پر جنت کو حرام کر دیا۔" (بخاری)

۴۔ حضرت ابو قلابہؓ ثابت بن ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس نے قسم کھائی کُفر پر تو وہ ویسا ہی ہے (یعنی بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باوجود جھوٹے ہونے کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر مَیں جھوٹا ہُوں تو یہودی ہو کر یا نصرانی ہو کر یا کافر ہو کر مروں، تو ایسے شخصوں کے لیے فرمایا کہ اس نے جیسا کہا اس کے لیے ویسا ہی ہوگا، جس نے اپنی جان کو قتل کیا۔ قیامت کے دن اس پر سخت عذاب ہوگا۔ مُسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے ہم پلّہ ہے۔ کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگانا اس کو قتل کر دینے کے برابر ہے۔ جس نے اپنی جان کو کسی چیز سے ذبح کیا، تو وہ قیامت کے دن اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔" (بخاری)

ظالم حاکم کی سزا

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "قیامت میں ظالم حاکم سے اس کی رعایا جھگڑا کرے گی اور حجت و دلائل بحث و مباحثے سے اس پر غالب آجائے گی، تو اس ظالم کو حکم ہوگا کہ جاؤ جہنّم میں ایک گوشہ تمہارے لیے خالی ہے اُسے پُر کرو۔" (بزار)

۲۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جہنّم میں ایک جنگل کا نام "ہب ہب" ہے۔ اس جنگل میں ظالم مجسٹریٹ عذاب کیے جائیں گے۔ اللہ کو یہ حق ہے کہ ہر ظالم کو اس جنگل میں عذاب کرے۔" (طبرانی)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

نے میرے حجرہ میں بیٹھ کر ظالم حاکم کو بددُعا دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا" اے اللہ! جو شخص میری اُمّت کا امیر یا ولی بنایا گیا، پھر اُس نے میری اُمت پر سختی کی تو تُو بھی اس ظالم پر سختی کر۔" (مسلم، النسائی)

۱۴۔ حضرت ابوعوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: "جس والی اور حاکم نے میری اُمّت پر سختی کی، اس پر اللہ کی لعنت۔" (ابوداؤد)

رشوت لینے والے کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہُوا، وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہُوا ہوگا، پھر اگر وہ "راشی" نہ تھا اور اس کے تمام فیصلے حق پر مبنی تھے، تو وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ راشی تھا اور لوگوں سے مال لے کر فیصلے حق کے خلاف کرتا تھا، تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔ (طبرانی)

شراب پینے والوں کی سزا

۱۔ حضرت ابوامامہ رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "اس اُمّت کے بعض افراد رات دن شراب اور لہو و لعب میں گزاریں گے، تو ایک دن صبح کو یہ لوگ بندر اور سؤر کی صُورتوں میں مسخ کر دیے جائیں گے۔ ان میں خسف بھی ہوگا (زمین دھنسا دینا) ان پر آسمان سے پتھّر بھی برسیں گے۔ لوگ کہیں گے آج کی رات فلاں محلّہ دھنس گیا۔ آج کی رات فلاں گاؤں زمین میں دھنس گیا۔ ان پر لُوط کی قوم کی طرح پتھّر برسیں گے اور قوم عاد کی طرح آندھیوں سے تباہ کیے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ لوگ شراب پئیں گے اور سُود کھائیں گے، ریشمی لباس استعمال کریں گے۔ گانے والیاں اُن کے پاس جمع ہوں گی اور قطع رحم کریں گے۔" (احمد، ابن ابی الدنیا)

مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کا فسق و فجور ان کے ہاں رائج ہوگا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس

نے زنا کیا یا شراب پی، تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا ایمان چھین لیتا ہے۔ جس طرح کسی سے اس کے کپڑے اُتروا لیے جائیں۔" (حاکم)

۳۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تین آدمی جنت میں نہیں جا سکتے۔ ایک شراب کا عادی، دُوسرا قاطع رحم، تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔ جو شراب سے توبہ کیے بغیر مر جائے گا۔ اس کو قیامت میں غوطہ کا پانی پلایا جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا غوطہ کیا ہے؟ فرمایا غوطہ ایک نہر ہے جس میں زانیوں کی شرمگاہ کا کچ لہو بہتا ہے۔ شرابیوں میں اس قدر بدبُو ہو گی کہ اس سے اہلِ دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔" (احمد، ابویعلیٰ، ابنِ حبان)

قرآن پاک کو بھلانے کی سزا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور پھر اُسے (غفلت و سُستی کی وجہ سے) بھلا دیا، وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اُجذم ہو گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اجذم ہو گا، یعنی کوڑھ ہو گا۔ اس کے ہاتھ کی انگلیاں گری ہوئی ہوں گی اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دانت گرے ہوئے ہوں گے۔ (لمعات) بظاہر یہ آخری معنیٰ ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ قرآن پڑھتے رہنے سے یاد رہتا ہے اور پڑھتے رہنا زبان اور دانتوں کا عمل ہے۔ لہٰذا اس کی سزا دانتوں کا ندارد ہونا ہی مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے، تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت آتی ہو اور پھر وہ اُسے بھول جائے۔ (ترمذی)

عہد توڑنے کی سزا

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ قیامت کے روز ہر غادر (یعنی عہد توڑنے والے) کے لیے ایک جھنڈا ہوگا، جو اس کے پاخانے کے مقام پر لگا ہوگا۔ (مسلم شریف)

زانیوں کی سزا

زانی مردوں کی شرمگاہوں کو میلوں لمبا کر دیا جائے گا، پھر اُن پر سانپ اور بچھو مسلّط کر دیے جائیں گے جو اُن کی شرمگاہوں کو کاٹیں گے۔ پیاس کی شدّت سے وہ چیخیں گے اور کہیں گے ہمیں پانی پلاؤ، پھر اُن کو بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلا ہوا پیپ اور خُون کھولتا ہُوا پلایا جائے گا۔ جس کے پینے سے زانیوں کی انتڑیاں کٹ کٹ کر اُن کے چوتڑوں کے راستہ سے باہر گر پڑیں گی۔ یہ عمل اُن کے ساتھ عرصہ دراز تک دُہرایا جائے گا۔ اور زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں میں آگ کے انگارے بھرے جاویں گے۔

پانچ برائیوں کی وجہ سے یہ اُمّت تباہ کر دی جاوے گی

حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب میری اُمّت میں پانچ باتیں شروع ہو جائیں گی تو یہ تباہ کر دی جائے گی۔ (۱) آپس میں ایک دُوسرے پر لعنت کرنا۔ (۲) شراب کا بکثرت پینا۔ (۳) ریشمی کپڑوں کا پہننا۔ (۴) گانے والیوں کی کثرت اور ان کا اجتماع (۵) مردوں کا مردوں اور عورتوں کا عورتوں سے اپنی خواہش پوری کر لینا۔" یعنی "لواطت" و "مساحقت" (اغلام و چپٹی بازی)، (بیہقی)

مُنافقین کی بدحالی

جب مُسلمان پل صراط پر چڑھ جائیں گے، تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر فریاد کریں گے: بھائیو! ذرا ٹھہرنا کہ تمہارے نُور کے طفیل سے ہم بھی چلے چلیں۔ وہ جواب دیں گے ذرا پیچھے چلے جاؤ۔ جہاں سے ہم نُور لائے ہیں تم بھی وہیں سے لے آؤ۔ پس جب پیچھے جائیں گے تو وہاں بے انتہا تاریکی اور ہَول دیکھیں گے۔ آخر کار نہایت بے قرار ہو کر واپس لوٹیں گے اور دیکھیں گے کہ پُل صراط کے سِرے پر ایک بہت بڑی دیوار قائم ہے اور دروازہ بند ہو گیا ہے۔ پس نہایت ہی گڑگڑا کر مسلمانوں کو پُکاریں گے کہ کیا دُنیا میں ہم تمہارے

ساتھ نہ تھے جواب ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ بیشک تم ساتھ تو تھے، لیکن بظاہر، اور دل میں شک و شبہہ کرتے ہُوئے ہمارے حق میں بُرائیاں اور کفار کی بھلائیاں چاہتے تھے؛ لہٰذا مناسب ہے کہ جن کا ساتھ دیتے تھے انہیں سے جا ملو۔ اِسی اثنا میں آگ کے شعلے اُن کو گھیر کر جہنّم کے سب سے نیچے کے درجے میں پہنچا دیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی و ہوا کی رفتار کے موافق پُل صراط پر سے گزریں گے۔ وہ پُل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی، لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں۔ اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پُل صراط سے اُتر کر میدان میں ان سے جا ملیں گے۔ دُنیا میں جو ایک دُوسرے سے شکایت رکھتے تھے۔ وہ سب ایک ہو جائیں گے۔

رسولِ پاکؐ جنّت کا قفل کھولیں گے

جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے دستِ مُبارک سے جنّت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے۔ یہاں پہنچ کر آپ اپنی اُمت کی تفتیشِ حال کریں گے۔ اُس وقت آپ کی اُمّت تمام اہلِ جنت کا چہارم حِصّہ ہوگی۔ دریافتِ حال کے بعد جب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابھی میری اُمّت میں سے ہزارہا آدمی دوزخ میں پڑے ہیں، تو بوجہ اِس کے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، غمگین ہو کر درگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے۔ "اے خُدا میری اُمّت کو دوزخ سے خلاصی دے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سات روز تک سر بسجود رہ کر عجیب و غریب حمد و ثنا بیان فرمائیں گے، تب بارگاہِ الٰہی سے حُکم ہو گا کہ جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان ہو اُس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ آپؐ کو دیکھ کر دُوسرے پیغمبرؑ بھی اپنی اپنی اُمّتوں کی شفاعت کریں گے۔ پس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بحکمِ الٰہی فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر معیتِ اُمّت دوزخ کے کنارے پہنچ کر فرمائیں گے۔ اپنے اپنے رشتہ داروں اور واقف کاروں کو یاد کر کے ان کی نشانی بتاؤ تاکہ یہ فرشتے اُن کو دوزخ سے نکال لیں؛ چنانچہ ایسا ہی ہو گا۔ علاوہ ازیں شہدا کو ستّر، حافظوں کو دس۔ علماء کو حسبِ

مراتب لوگوں کی شفاعت کا حق ہوگا۔ جب آپؐ اِن کو لے کر جنّت میں تشریف لائیں گے، تو آپؐ کی اُمّت اس وقت تمام اہلِ جنت کا تیسرا حصّہ ہوگی، پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم تفتیش فرمائیں گے کہ اب میری اُمّت میں سے کس قدر دوزخ میں باقی ہیں؟ جواب ہوگا: حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ابھی تو ہزارہا دوزخ میں موجود ہیں۔" آپؐ پھر بدستورِ سابق بارگاہِ ایزدی میں شفاعت کریں گے۔ حکم ہوگا کہ جس کسی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اُس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ پس آپ بدستورِ سابق علماء، اولیاء، شہداء وغیرہ کو دوزخ کے کنارے لے جاکر فرمائیں گے کہ اپنے اپنے رشتہ داروں، واقف کاروں وغیرہ کو یاد اور پہچان کر کے دوزخ سے نکلوا لاؤ۔ اس وقت بھی ہزارہا آدمی دوزخ سے رہا ہو کر جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ اب آپؐ کی تمام اہلِ جنّت کا نصف حصّہ ہوگی۔ اس شفاعت کے بعد آپ پھر دریافت فرماکر بدستور ہائے سابق شفاعت کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا کہ جس کے دل میں آدھے ذرّے[1] کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پس بدستورِ سابق ایک بہت بڑی تعداد جہنّم سے برآمد ہو کر جنت میں داخل ہوگی۔ اس وقت آپؐ کی اُمت تمام اہلِ جنّت سے دوچند ہو جائے گی اور موحدّین میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں رہے گا، مگر وہ موحدّین جن کو انبیاء علیہم السّلام کا توسّل حاصل نہ ہو یعنی ان کو پیغمبروں[2] کے آنے کا علم نہیں ہُوا ہو، وہ جو پیغمبروں کو معلوم کر کے منحرف ہو گئے ہوں، ان کے حق میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم شفاعت کریں گے، مگر خداوند کریم فرمائے گا کہ ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں، بلکہ اِن کو میں خود بخشوں گا۔ اسی اثنا میں مشرکین اور ان موحدّین میں نزاع ہوگا۔ مشرکین بطور طعنہ کہیں گے کہ تُم تو توحید[3] کے متعلق دُنیا میں ہم سے جھگڑتے تھے اور اپنے تئیں سچے بتاتے تھے، مگر معلوم ہُوا کہ تمہارا خیال محض خام تھا۔ دیکھو ہم اور تُم یکساں ایک ہی بلا میں مبتلا ہیں۔ پس اس وقت خدائے قدوس فرمائے گا۔ کیا انہوں نے شرک و توحید کو یکساں سمجھ لیا ہے۔ قسم ہے عزّت و جلال کی کہ

---

[1] صحیح بُخاری [2] صحیح بُخاری و مسلم شریف [3] صحیح بُخاری و مسلم شریف

میں کسی موحّد کو مُشرک کے برابر نہ کروں گا۔ پس ان تمام موحّدین کو اس روز کے آخر میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے، دوزخ سے اپنے دستِ قُدرت سے نجات دے گا۔ اُس وقت اُن لوگوں کے جسم کوئلے کی طرح سیاہ ہوں گے؛ لہٰذا آبِ حیات کی نہر میں جو جنّت کے دروازوں کے سامنے ہے غوطہ لگا دیں گے جس سے انکے بدن صحیح و سالم ہو کر تر و تازہ ہو جائیں گے اور ایک مُدّت کے بعد جنّت میں داخل ہوں گے، مگر اُن کی گردنوں پر ایک سیاہ داغ رہے گا اور اہلِ جنّت میں ان کا لقب جہنمی ہو گا۔ پس وہ ایک مُدّت کے بعد درگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے "خداوندا جب تُو نے دوزخ سے ہم کو نجات دی، تو اس نشان و لقب کو بھی اپنے فضل و کرم سے ہم سے دُور کر دے۔" پس خُدا کی مہربانی سے وہ نشان اور لقب بھی اُن سے دُور ہو جائے گا۔ سب سے[1] آخری شخص جو دوزخ سے برآمد ہو کر جنّت میں داخل کر دیا جائے گا، ایک ایسا شخص ہو گا کہ اس کو دوزخ سے نکال کر کنارہ پر بٹھا دیا جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اُس کو ہوش آئے گا، تو کہے گا کہ میرے مُنہ کو اس طرف سے پھیر دو۔ پس اس سے عہد لیا جائے گا کہ اس کے سوا اور کچھ تُو نہ مانگے گا۔ جب وہ پختہ عہد کر لے گا، تو اُس کا مُنہ پھیر دیا جائے گا۔ جب وہ جنّت کی جانب نظر کرے گا تو اس کو نہایت تر و تازہ درخت دکھائی دیں گے۔ پس وہ شور مچائے گا "الٰہی مجھ کو وہاں پہنچا دیا جائے اور اسی ترتیب سے خوشنما درخت و عُمدہ مکانات کو دیکھ کر نقضِ عہد کرتا ہُوا جنّت کے پاس پہنچ جائے گا، اور جب وہ جنّت کی تر و تازگی و رونق دیکھے گا، تو تمام عہودِ سابقہ کو توڑ کر نہایت گڑگڑا کر جنّت میں داخل ہونے کا خواستگار ہو گا۔ لیکن جب اِس کو جنّت میں داخل ہونے کی اجازت مِل جائے گی، تو اس خیال میں پڑ جائے گا کہ جنّت تو معمُور ہو چکی ہے اَب میرے لیے اس میں مکان کی گنجائش کہاں ہو گی۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: "جا وہاں جگہ کی کمی نہیں ہے۔" عرض کرے گا کہ خداوندا شاید تُو مجھ سے تمسخر کرتا ہے۔ حالانکہ تُو ربّ العالمین ہے۔ خداوندِ کریم فرمائے گا

---

[1] صحیح بُخاری و مسلم شریف [2] یہ مضمون آخر تک صحیح بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔

کہ جس قدر تجھے مانگنا ہو، مانگ لے، میں اس سے دوچند عطا کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوگا اور یہ اہلِ جنّت میں سے ادنیٰ مرتبہ کا ہے۔

اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت کی باہم گفتگو

جب تمام اہلِ جنت اپنے اپنے مقاموں پر برقرار ہوجائیں گے تو مُلاقات کے وقت ایک دُوسرے سے کہیں گے۔ فلاں دوزخی ہم سے حق باتوں پر جھگڑتا تھا۔ نہ معلوم اب وہ کس حالت میں ہے۔ پس ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور بینائی میں قوّت عطا کی جائے گی کہ جس سے وہ دوزخی بہت آہ وزاری کرکے جنّت کے کھانے اور پانی طلب[1] کرے گا۔ یہ جواب دیں گے کہ جنّت کی نعمتوں کو خُدا نے تم پر حرام کردیا ہے، مگر تم یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو کیوں کر سچّا پایا؟ کیونکہ ہم نے تو تمام وعدوں کو بے کم وکاست بجا اور درست پایا۔ وہ نہایت ہی پشیمانی اور عاجزی ظاہر کرے گا۔ اس کے بعد اہلِ جنّت کھڑکی بند کرلیں گے۔

سرداروں پر لعنت

سورۂ سبا میں فرمایا: "کاش تم وہ وقت دیکھو جب ظالم اپنے پروردگار کے پاس کھڑے ہوئے ایک دُوسرے پر بات ٹال رہے ہوں گے جو لوگ دُنیا میں چھوٹے سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو دُنیا میں بڑے سمجھے جاتے تھے اگر تُم نہ ہوتے، تو ہم یقیناً مومن ہوتے۔ (یہ سُن کر) بڑے لوگ چھوٹے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تُم کو ہدایت سے روکا تھا؟ جب تمہارے پاس ہدایت آئی تھی، بلکہ تُم خود محروم ہوئے۔ وہ بڑوں کو جواب دیں گے بلکہ تمہارے رات دن کے فریب اور چالبازیوں نے ہی (ہمیں گمراہ کیا) جب تُم ہمیں اللہ پاک کے ساتھ کُفر کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے۔

---

[1] قولہٗ تعالیٰ: وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (سورۂ اعراف)

اِن آیات میں باطل کے سرغنوں، کفر و شرک کے لیڈروں اور ان کی بات پر چلنے والوں کا آپس میں جو مباحثہ قیامت کے روز حضور خداوندی میں ہو گا اس کو نقل فرمایا ہے۔ چھوٹے کہیں گے کہ لیڈرو تُم نے ہمارا ناس مارا اور خُدا سے باغی کیا۔ لیڈر کہیں گے کہ ہم نے کب تُم کو کفر و شرک پر مجبور کیا اور کب تمہارا ہاتھ پکڑ کر روکا۔ تُم نے خود ہی کفر کیا۔ خود مُجرم ہو، چھوٹے کہیں گے کہ تُم نے زبردستی تو مجبُور نہ کیا تھا مگر تمہاری چالوں اور فریب کاریوں نے ہم کو حق ماننے اور اللہ کے رسولوں کے اتباع سے باز رکھا۔

سورۂ صافات میں فرمایا: "اور ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب و سوال کرنے لگیں گے جو تابع تھے وہ اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ ہمارے پاس تمہاری آمد بڑے زور سے ہوا کرتی تھی۔ لیڈر کہیں گے، بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تُم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں، بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے۔ سو ہم سب پر ہمارے رب کی بات ثابت ہو گئی کہ ہم کو مزا چکھنا ہے تو ہم نے تُم کو بہکایا، ہم خود بھی گمراہ تھے۔"

چھوٹے اور عوام اپنے لیڈروں اور سرغنوں پر الزام رکھیں گے کہ تُم نے ہمارا ناس کر دیا اور بڑے زور شور سے تم ہمارے پاس آتے اور تقریروں، تحریروں سے ہم پر زور ڈالتے اور باطل کی طرف بُلاتے اور حق کے ماننے سے روکتے تھے۔ لیڈر جواب میں کہیں گے کہ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو تمہارے دل میں ایمان نہ گھُسنے دیتے۔ تم خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے کہ بے لوث ناصحین کا کہنا نہ مانا اور ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ سمجھ اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے، تو ہماری باتوں پر کیوں کان دھرتے اور خُدا کے سچے پیغمبروں اور قاصدوں کی باتوں سے کیوں منہ موڑتے؟ ہم تو خود گمراہ تھے۔ گمراہ سے اور کیا اُمیّد ہو سکتی ہے، وہ تو گمراہ ہی کرے گا۔ اب کیا بن سکتا ہے۔ اب ہم کو اور تُم کو عذاب چکھنا ہے۔ آگے فرمایا:

"سو وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا

ہی کرتے ہیں۔ دُنیا میں جب ان سے لاالٰہ الا اللہ کہا جاتا، تو تکبر کرتے اور یُوں کہتے تھے کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے۔"

لیڈر ہوں یا عوام جس نے بھی لاالٰہ الا اللہ سے انکار کیا اور خُدا کو معبود ماننے کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور خدا کے رسولؐ کو جھٹلایا اور شاعر و دیوانہ بتایا۔ ایسے لوگ سب ہی عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ یہ نہ ہوگا کہ صرف گمراہ کن لیڈروں کو عذاب ہو اور ان کے راستہ پر چلنے والے عوام چھوڑ دیے جائیں۔

لیڈروں کی بیزاری

سورۂ بقر میں فرمایا:

"جن کے کہنے پر دُوسرے چلتے تھے۔ جب وہ ان سے صاف بیزاری ظاہر کریں گے جنھوں نے ان کا کہا مانا تھا اور عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تعلّقات آپس میں ٹوٹ جائیں گے۔"

قیامت کے روز گمراہ لیڈر اور کُفر کے سرغنے اپنے عوام سے بے زاری ظاہر کریں گے اور کوئی مدد نہ کریں گے اور نہ مدد کر سکیں گے۔ اس وقت ان کی بات پر چلنے والوں اور ان کی کفر و باطل کی تجویزوں اور ریزولیشنوں پر ہاتھ اُٹھانے والوں کو لیڈروں پر جو غصّہ آئے گا ظاہر ہے۔ اسی آیت کے آگے عوام کی پریشانی اور پشیمانی کا تذکرہ فرماتے ہُوئے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

"اور ان لیڈران باطل کے عوام کہیں گے کہ کسی طرح ایک مرتبہ ذرا ہم کو دُنیا میں جانا مل جاوے، تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے (اس وقت) صاف الگ ہو گئے اور ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔"

قرآن کریم نے صاف کھول کر میدانِ حشر کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ کیا ٹھکانا ہے ہمدردی اور خیر خواہی کا۔ بدنصیب ہیں جو اس کی دعوت پر کان نہیں دھرتے اور اس کی آیاتِ بیّنات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

اہلِ جہنّم سے اللہ تعالیٰ کا خطاب : جب فسّاق اور فجّار اور مستحقِ عذاب گناہ گار دوزخ میں جا رہے ہوں گے، اس وقت اُن کے پاس بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک فرشتہ دس سربمہر تختیاں لئے ہوئے جائے گا اور اُن میں لکھی ہوئی وعیدیں انہیں پڑھ کر سنائے گا، اور وہ نہایت غم وحسرت کے ساتھ سُنیں گے۔ پہلی تختی میں لکھا ہوگا۔ کم بختو! دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں نہ تم کبھی مروگے اور نہ ہی زندہ رہوگے۔ یعنی عذابِ الیم اور کرب واذیّت کا یہ عالم ہوگا کہ تمہارا شمار نہ زندوں میں ہوگا نہ مُردوں میں، اور کبھی تم جہنّم سے نکلنے بھی نہیں جاؤ گے۔ دوسری تختی میں مرقوم ہوگا۔ ہمیشہ مُبتلائے عذاب اور گرفتارِ بلا ہی تمہیں رہنا پڑے گا۔ حُزن وغم سے تمہیں چھٹکارا حاصل ہوگا اور نہ تمہیں راحت نصیب ہوگی۔ تیسری تختی میں یہ دھمکی ہوگی۔ تم میری رحمت سے ہمیشہ کے لئے مایوس ونا اُمید ہو جاؤ چوتھی تختی میں یہ وعید ہوگی۔ رنج وغم، دُکھ درد، آہ وکراہ، سوزش وتپش، کرب وبلا اور انبارِ حزن وملال کی ایک دنیا اپنے ساتھ لئے ہوئے جہنّم رسید ہو جاؤ۔ پانچویں تختی میں مرقوم ہوگا۔ تمہاری پوشاک آگ ہوگی۔ تمہیں خار دار سینڈ کی غذا ملے گی۔ تمہیں پینے کو گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ انگاروں کے بستر پر تمہیں لوٹنا ہوگا اور تمہارا اوڑھنا بھی لپکتے ہوئے شعلوں کا ہوگا۔ چھٹی تختی میں مرقوم ہوگا۔ زندگی بھر جو تم میری نافرمانی کرتے رہے اور گناہوں کے شرارے اپنے دامن میں بھرتے رہے، اُس کی یہ سزا تمہیں دی جا رہی ہے۔ ساتویں تختی میں درج ہوگا۔ ساری عُمر تُم جان بُوجھ کر گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہے۔ نہ اپنی بدکرداریوں پر تمہیں کبھی پشیمانی ہوئی اور نہ کبھی توبہ کا خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا۔

جس کا مآل یہ ہے کہ تم سزاوارِ لعنت ہو گئے۔ نویں تختی میں یہ وعید ہو گی۔ آتشِ دوزخ میں تمہارے یارانِ عزیز اور رفیقانِ بدتمیز شیاطینِ جن و انس ہی ہوں گے جو نہایت ہی بدترین ساتھی ہیں۔ دسویں تختی میں یہ مرقوم ہو گا۔ بدبختو! میں نے تمہیں دُنیا میں بھیجا تھا اپنی بندگی کے لئے لیکن تم بندگی کرتے رہے اپنے نفس کی، اور چلتے رہے اپنے دشمنِ ازلی شیطانِ لعین کے نقشِ قدم پر۔ اور آخرت کی ابدی راحتوں کو چھوڑ کر دُنیا کی بہارِ فانی پر ریجھ گئے۔ جس کا خمیازہ یہ آتشِ جہنم ہے۔ بھگتو اور خُوب بھگتو!

عالم آخرت میں اپنے پیروکاروں سے شیطان کا خطاب

جب شیطان کے پیروکار دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے اس وقت ایک آگ کا ممبر رکھا جائے گا۔ اور شیطان کو آگ کا لباس پہنا کر اس کے سر پر آگ کا تاج رکھا جائے گا۔ اور اس کے پاؤں میں آگ کی بیڑی پہنائی جائے گی پھر کہا جائے گا اے ابلیس اس ممبر پر چڑھ اور اہل دوزخ کو خطاب کر پس ابلیس ممبر پر چڑھے گا اور اہل دوزخ کو کہے گا اے اہلِ دوزخ! پس اس کی آواز سب دوزخی سُنیں گے اور سب کے سب خوب متوجہ ہوں گے پھر ابلیس لعین کہے گا، اے گروہ کفار اور منافقین۔ سنو خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کے ساتھ وعدۂ حق کیا تھا اس بات کا کہ تم سب مرو گے اور حشر کے دن جمع کیے جاؤ گے اور تم سے حساب لیا جائے گا۔ اور اس کے بعد دو گروہ کر دیئے جائیں گے۔ ایک گروہ بہشت میں اور دوسرا دوزخ

میں جائے گا۔ اے گنہگارو! تم گمان کرتے تھے کہ دنیا سے جُدا نہ ہو گے اور ہمیشہ دنیا میں رہو گے اور مجھ کو تم لوگوں پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر میں صرف وسوسے ڈالتا تھا تمہارے دلوں میں اور تم لوگوں نے حق سے منہ پھیر کر میری پیروی کی، پس اس میں تمہارا قصور ہے مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے نفس کو ملامت کرو کیونکہ تم سزاوار ملامت کے مجھ سے زیادہ ہو۔ کیوں نہ تم لوگوں نے خدا تعالیٰ کی بندگی کی۔ جب کہ تمہیں علم تھا۔ کہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا تھا اور طرح طرح کی نعمتوں سے تمہیں مالا مال کیا تھا، آج میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں اس بات پر قادر نہیں ہوں کہ تم لوگوں کو خدا کے عذاب سے بچالوں اور نہ تم قادر ہو مجھ کو بچانے پر۔ میں آج بری ہوں اس بات سے کہ جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے تمہیں اس بات کا علم تھا کہ میں درگاہِ خداوندی سے ملعون و مردود ہو کر نکلا تھا۔ پھر تم نے اللہ کے دوستوں یعنی نبیوں کی پیروی کرنے کی بجائے میری پیروی کیوں کی۔ جس وقت دوزخی ابلیس لعین سے اس بات کو سُنیں گے سب اس کو لعنت کریں گے۔ اس کے بعد دوزخ کے فرشتے شیطان اور اس کے پیروکاروں کو دوزخ میں گرادیں گے۔ اور پھر فرشتے کہیں گے نہ تمہارے لیے مدت ہے نہ راحت ہمیشہ رہو اس دوزخ میں۔

ابلیس کا شرعِ پیغمبرؐ سے خوف کھانا

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں
الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سُو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن ، مرد آزما ، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نَے کوئی فغفور و خاقاں ، نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اِس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خُوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں
اقبالؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

احوالِ جہنم

خواجہ محمد اسلام

ادارۂ اشاعتِ دینیات

سعید منزل ۲ انارکلی، لاہور

"لوگو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو

جہنّم کی اُس آگ سے بچاؤ جو ظالموں کے لیے

تیّار کی گئی ہے۔"

نگاہ عبرت

رابعہؒ عدویہ کا ایک شخص پر گذر ہُوا اُس کے پاس بُھنا ہوا حلوان تھا وہ بڑی دیر تک اُسے دیکھتی رہیں پھر رونے لگیں وہ شخص بولا شاید اس میں سے آپ کھانا چاہتی ہیں وہ بولیں میں نے اُس کی طرف کسی اور ارادہ سے نگاہ نہیں کی ہے بلکہ میں یہ دیکھتی ہوں کہ حیوانات آگ میں مُردہ ہو کر داخل ہوتے ہیں اور گناہ گار انسان اُس میں زندہ داخل ہوگا۔

عقلمند لوگ

کسی نے حسن بصریؒ سے پوچھا ابو سعید ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے ہیں جو ہمیں سخت خوف زدہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم کے خوف کا کیا علاج کریں؟ اُنہوں نے جواب دیا تمہارا اُن لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تمہیں امن و سلامتی کی باتیں سُنا سُنا کر خوف و ہلاکت کی منزل کو لے جائیں۔

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ پیشِ نظر اوراق میں جہنم کے حالات آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر کے سلیس اُردو زبان میں قلمبند کیے ہیں۔ وجہ تالیف یہ ہے کہ مُسلمانوں کی زبان پر یوں تو دوزخ کا ذکر آتا ہی رہتا ہے، مگر اس سے بچنے اور محفوظ رہنے کے افعال و اعمال سے اِس لیے غافل ہیں کہ اس کے دل ہلا دینے والے عذاب اور اُن مصیبتوں سے بے خبر ہیں، جو دوزخیوں پر گزُریں گی۔

مجھے یقین ہے کہ جو مُسلمان ان اوراق کو غور سے پڑھیں گے اور آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچّا جانتے ہوئے دوزخ کے حالات کا مراقبہ کریں گے وہ بآسانی گناہوں سے بچ سکیں گے اور پھر اُن کا نفس نیکیوں کے کرنے میں زیادہ مزاحمت بھی نہ کرے گا۔ خُدا کرے دین کی دُوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مُسلمانوں کو دیندار بننے میں مدد دے اور ان میں زیادہ سے زیادہ مقبُول ہو۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اپنی نیک دُعاؤں میں اس مسکین خواجہ محمد اسلام کو بھی یاد رکھیں۔

دوزخ اور دوزخیوں کا حال

دوزخ کی گہرائی

حضرت ابو مُوسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (دوزخ کی گہرائی بیان کرتے ہُوئے) فرمایا۔ اگر ایک پتھر جہنّم میں ڈالا جائے، تو دوزخ کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ستّر سال تک گرتا چلا جائے گا[1] اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمتِ بابرکت میں بیٹھے ہُوئے تھے کہ ہم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ (آواز) کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک پتھر ہے جس کو خُدا نے جہنّم کے منہ پر (تہ میں گرنے کے لیے) چھوڑا تھا اور وہ ستّر سال تک گرتے گرتے اب دوزخ کی تہہ میں پہنچا ہے۔ یہ اِس کے گرنے کی آواز ہے[2]۔

دوزخ کی دیواریں

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کو چار دیواریں گھیرے ہُوئے ہیں جن میں ہر دیوار کا عرض چالیس سال چلنے کی مسافت رکھتا ہے (ترمذی)، یعنی دوزخ کی دیواریں اتنی موٹی ہیں کہ صرف ایک دیوار کی چوڑائی طے کرنے کے لیے چالیس سال خرچ ہوں۔

دوزخ کے دروازے

قرآن شریف میں دوزخ کے دروازوں کے متعلق فرمایا ہے:

---

[1] ترغیب عن ابن حبان وغیرہ [2] مسلم

"اور ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے اِن لوگوں کے الگ الگ حصّے ہیں۔" (حجر پ ۱۴)

خود رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک اس کے لیے ہے جو میری اُمّت پر تلوار اُٹھائے۔ (مشکوٰۃ)

دوزخ کی آگ اور اندھیری

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ کو ایک ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کی آگ سُرخ ہو گئی۔ پھر ایک ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کی آگ سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کی آگ سیاہ ہو گئی؛ چنانچہ دوزخ اب سیاہ اندھیرے والی ہے۔ (ترمذی) ایک روایت میں ہے کہ وہ اندھیری رات کی طرح تاریک ہے اور دُوسری روایت میں ہے کہ اس کی لپیٹ سے اس میں روشنی نہیں ہوتی۔ (ترغیب) یعنی ہمیشہ اندھیرا ہی رہتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ (جس کو تم جلاتے ہو) دوزخ کی آگ کا سترواں حِصّہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا (جلانے کو تو) یہی بہت ہے۔ آپؐ نے فرمایا (ہاں اس کے باوجود) دُنیا کی آگوں سے دوزخ کی آگ گرمی میں ۶۹ درجہ بڑھی ہُوئی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخی اگر دُنیا کی آگ میں آجائیں، تو اُن کو نیند آجائے (ترغیب) کیونکہ بہ نسبت دوزخ کی آگ کے دُنیا کی آگ بہت ہی زیادہ ٹھنڈی ہے؛ لہٰذا اِس میں اُن کو دوزخ کے مقابلہ میں آرام معلوم ہو گا۔

عذابِ دوزخ کا اندازہ

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اُس شخص پر ہو گا جس کی دونوں جوتیاں اور تسمے آگ کے ہوں گے جن کی وجہ سے ہانڈی کی طرح اُس کا دماغ کھولتا ہو گا۔ وہ سمجھے گا کہ مجھے ہی سب سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اِس کو سب سے کم عذاب ہو گا۔

(بخاری و مسلم)

طبقاتِ جہنّم اور اہلِ جہنّم کے اجسام اور اُن کی غذائیں

دوزخ کی آگ یہاں کی آگ سے ستّر حصّے زیادہ گرم ہے۔ اُس کا رنگ شروع میں سفید تھا، پھر ہزار برس بعد سُرخ ہوگیا۔ اب سیاہ ہے۔ اِس کے سات طبقے ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے۔ اوّل طبقہ گناہ گار مُسلمانوں اور اُن کفار کے لیے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین، آتش پرست، دَہریے، یہودی، نصاریٰ اور مُنافقین کے لیے مقرّر ہیں، اِن طبقوں کے نام یہ ہیں:

(۱) جحیم (۲) جہنّم (۳) سعیر (۴) سقر (۵) لظٰی (۶) ہاویہ (۷) حُطَمہ۔

اِن طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسعت، قسم قسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں۔ مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غَیّ ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے۔ جس کو زمہریر کہتے ہیں اور ایک مکان ہے جس کو جُبُّ الحزن یعنی غم کا کنواں کہتے ہیں، اور ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی زہر و پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں۔ اُس کی مسافت ستّر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفّار کو چڑھا کر نارِ دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام آبِ حمیم ہے پانی اِس کا اِتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اُوپر کا ہونٹ اِس قدر سُوجھ جاتا ہے کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جاتی ہیں اور نیچے کا لب سُوج کر سینے و ناف تک پہنچتا ہے، زبان جل جاتی ہے اور مُنہ تنگ ہو جاتا ہے۔ حلق سے نیچے اُترتے ہی پھیپھڑے، معدے اور انتڑیوں کو پھاڑ دیتا ہے۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غسّاق کہتے ہیں اس میں کفّار کا پسینہ۔ پیپ اور لہو بہہ کر جمع ہوتا ہے ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے۔ اِس میں کفّار کا میل کچیل جمع ہوتا ہے۔ اِس قسم کے اور بھی بہت سے خوفناک مناظر ہیں۔ اہلِ دوزخ کے بہت چوڑے چکلے جسم بنا دیے جائیں گے تاکہ سختیٔ عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائیں گے، مثلاً جلانا، کچلنا، سانپ بچھو سے

کا کاٹنا، کانٹوں کا چبھونا، کھال کا چیرنا، مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ بسبب شدّتِ گرمی و آگ کے پہنچتے ہی اُن کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے، مگر یہ واضح رہے کہ جسم کے اصلی اجزا برقرار رہیں گے، صرف گوشت و پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم حسرت نا اُمیدی، خللِ شکم وغیرہ تکلیفات بقدرِ جسامت برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال بیالیس بیالیس گز موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑوں کی مانند، بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت کے برابر جگہ گھیریں گے۔ مدّتِ دراز کے بعد سوائے دیگر عذاب کے بھوک کا عذاب اِس قدر سخت کر دیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعے کے برابر ہوگا۔ آخر کار نہایت بے چین و بے قرار ہو کر غذا طلب کریں گے۔ حکم ہوگا کہ درخت زقّوم کا پھل جو نہایت تلخ خاردار اور سخت ہے اور جحیم کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے، اِن کو کھانے کو دے دو۔ جب اِس کو کھانا شروع کریں گے، تو گلے میں پھنس جائے گا۔ پس کہیں گے کہ دُنیا میں جب ہمارے گلوں میں لقمہ اٹک جاتا تھا، تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے، لہٰذا طالبِ آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ جحیم سے پانی لا دو۔ پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سُوج جائیں گے کہ پیشانی و سینہ تک پہنچ جائیں گے، زبان سکڑ جائے گی، حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پیخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ اِس حالت سے بیقرار ہو کر سردارِ جہنّم کے سامنے آہ و زاری کریں گے کہ ہم کو تُو مار دے تاکہ اِن مصائب سے نجات پالیں، ہزار سال کے بعد وہ جواب دے گا کہ تم تو ہمیشہ اسی میں رہو گے۔ پھر ہزار سال کے بعد خداوندِ کریم سے دُعا کریں گے کہ اے خدائے قدوس ہماری جان لے لے اور اپنی رحمت سے اس عذاب سے نجات دے دے۔ ہزار سال بعد بارگاہِ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا۔ خبردار خاموش رہو، ہم سے استدعا نہ کرو، تم کو یہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ آخر مجبور ہو کر کہیں گے آؤ بھائی صبر کرو کیونکہ صبر کا پھل اچھا ہے اور خداوندِ کریم کو تضرّع و آہ و زاری کے ساتھ ایک ہزار برس تک یاد کریں گے۔ آخر بالکل نا اُمید ہو کر کہیں گے بے قراری و صبر ہمارے حق میں برابر ہے۔ کسی طرح شکل نجات نظر نہیں آتی۔ اِن کو سر کے بل کھڑا کیا جائے گا۔

اِن کے جسم مسخ ہو کر کتوں، گدھوں، بھیڑیوں، بندروں، سانپوں اور دیگر حیوانات وغیرہ کی شکل میں ہو جائیں گے۔ دُنیا میں جو لوگ تکبّر کرتے ہیں اِن کو میدانِ حشر میں لٹا کر پاؤں میں رُوند دیا جائے گا۔ یہ کافروں کی حالت کا بیان ہے۔

دوزخ کا غیظ و غضب، چیخنا چِلّانا اور دوزخیوں کو آواز دے کر بُلانا اور دوزخیوں کا تنگ جگہوں میں ڈالا جانا

"اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں اُن کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور وُہ بری جگہ ہے۔ جب یہ لوگ اِس میں ڈالے جائیں گے، تو اِس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے اور وہ اِس طرح جوش مارتا ہو گا جیسے ابھی غصّہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گا۔" (سورۂ ملک پ ۲۹)

حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس میں ادراک (سمجھ) اور غصّہ[1] پیدا کر دے گا۔ مغضوبین حق پر اس کو بھی غصّہ آئے گا اور یا مثال دے کر سمجھانا مقصود ہے کہ ایسا معلوم ہو گا جیسے دوزخ کو غصّہ آرہا ہے۔

"جب وہ (دوزخ) اِن کو دُور سے دیکھے گا تو (وہ دیکھتے ہی اِس قدر غضبناک ہو کر جوش مارے گا کہ) وہ لوگ (دُور ہی سے) اس کا جوش و خروش سُنیں گے اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیے جائیں گے، تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔" (فرقان)

ف : ابھی جہنم دوزخیوں سے سو سال کے فاصلہ پر ہو گا کہ اِس کی نظریں اُن پر پڑیں گی اور اُن کی نظریں اس پر پڑیں گی۔ وہ دیکھتے ہی پیچ و تاب کھائے گا اور جوش و خروش سے آوازیں نکالے گا جن کو وہ سُن لیں گے اور جب اس میں دھکیل دیے جائیں گے، تو موت کو پُکاریں گے۔ یعنی جیسے دُنیا میں کسی مصیبت کے وقت کہتے ہیں ہائے مر گئے۔

---

[1] دُوسری بہت سی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنّت کو اللہ پاک سمجھ دے دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

اِبن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اِذَا رَاَتْھُمْ کو تلاوت فرما کر دوزخ کی دو آنکھیں ثابت فرمائیں۔ (ابن کثیر)

اگرچہ دوزخ بہت بڑی جگہ ہے، لیکن عذاب کے لیے دوزخیوں کو تنگ تنگ جگہوں میں رکھا جائے گا۔ بعض روایات میں خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس کی تفسیر منقول ہے کہ جس طرح دیوار میں کیل گاڑی جاتی ہے، اِس طرح دوزخیوں کو دوزخ میں ٹھونسا جائے گا۔ (ابن کثیر)

"دوزخ اِس شخص کو (خود) بُلائے گا۔ جس نے (دُنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہو گی اور اطاعت سے) بے رُخی کی ہوگی اور (مال) جمع کیا ہوگا پھر اٹھا رکھا ہوگا۔"

(سورہ معارج)

اِبن کثیر میں ہے کہ جس طرح جانور دانہ تلاش کرکے چُگتا ہے، اِسی طرح دوزخ میدانِ حشر سے بُرے لوگوں کو ایک ایک کرکے دیکھ بھال کے چُن لے گا۔ اِس آیت میں مال جمع کرنے والوں کا ذکر ہے۔ حضرت قتادہؓ اِس کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ جس نے مال جمع کرنے مین حلال وحرام کا خیال نہ رکھا اور فرمانِ خداوندی کے باوجود خرچ نہ کیا اِس سے وہ شخص مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن حکیم اِس آیت کے خوف کی وجہ سے کبھی تھیلی کا مُنہ ہی بند نہ کرتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اے ابنِ آدم! تُو خدا کی وعید سُنتا ہے اور پھر مال سمیٹتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"قیامت کے دن انسان کو بکری کے بچّے کی طرح (یعنی ذلّت کی حالت میں) لاکر خُدا کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ جلِ شانہٗ اِس سے فرمائیں گے۔ کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا، مویشی اور غلام وخادم نہیں دیے، تجھ پر انعامات نہیں کیے؟ بتا تُو نے (اس کے شکریہ میں) کیا کیا؟ اِس پر وہ جواب دے گا "اے میرے پروردگار! مَیں نے جمع کیا اور خُوب بڑھایا اور جتنا تھا اس سے کہیں زیادہ چھوڑا۔ لہٰذا مجھے اجازت دیجیے کہ اِس سب کو لے آؤں۔ حاصل یہ کہ وہ بندہ ایسا ہوگا کہ اُس نے کچھ خیر آگے

نہ بھیجی ہو گی۔ لہٰذا اس کو دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ دُنیا اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہے اور اُس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دُنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس کچھ بھی عقل نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آخرت میں کیا بھیجا ہے اور انسان کہتے ہیں کہ اس نے دُنیا میں کیا چھوڑا ہے۔

دوزخ کے سانپ اور بچھو

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دوزخ میں بڑی لمبی گردنوں والے اُونٹوں کے برابر سانپ ہیں (جن کے زہریلے مادّہ کی حقیقت یہ ہے کہ) ایک بار جب ان میں سے ایک سانپ ڈسے گا، تو دوزخی چالیس سال تک اِس کی سوزش محسوس کرتا رہے گا (پھر فرمایا) اور بے شک دوزخ میں پالان سے لدے ہُوئے خچروں کی طرح بچھو ہیں (جن کے زہریلے مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ) ایک بار جب ان میں سے ایک بچھو ڈسے گا، تو دوزخی چالیس سال تک اس کی سوزش محسوس کرتا رہے گا۔ (احمد)

قرآن شریف میں ہے: زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الآیۃ۔ (یعنی ہم اُن کے لیے عذاب پر عذاب بڑھا دیں گے اُس شرارت کے بدلے جو وہ کرتے تھے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ کے عام عذاب کے علاوہ اِن کے لیے یہ عذاب بڑھا دیا جاوے گا کہ اِن پر بچھو مسلّط کیے جائیں گے جن کے بڑے بڑے دانت لمبی لمبی کھجوروں کے برابر ہوں گے۔

دوزخیوں کا کھانا پینا

ضریع یعنی آگ کے کانٹے

"دوزخیوں کو کھولتے ہُوئے چشمے کا پانی ملے گا اور سوائے جھاڑ کانٹوں والے کھانے کے، ان کے

لیے کچھ کھانا نہ ہو گا جو نہ طاقت دے گا، نہ بھوک دُور کرے گا۔"

صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ ضریع حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے۔ اگر جانور اس کو کھالے تو مر جائے پھر لکھتے ہیں۔ یہاں ضریع سے آگ کے کانٹے مراد ہیں جو ایلوے سے کڑوے، مردہ سے زیادہ بدبُودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوں گے اور جن کو بہت زیادہ کھانے کے بعد بھی بھُوک دُور نہ ہوگی۔

غِسلین، زخموں کا دھوون

"آج اِس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کچھ کھانے کو ہی ہے۔ سوائے زخموں کے دھوون کے جسے صرف گنہگار کھاتے ہیں۔" (حاقہ)

زَقُّوم (سینڈھ)

"بے شک گنہگار کی غذا پگھلے ہُوئے تانبے جیسا زقوم کا درخت ہے جو پیٹوں میں گرم پانی کی طرح کھَولے گا۔ پھر اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو! تُم زقوم کے درخت کھاؤ گے اور اس سے اپنے پیٹ بھرو گے، پھر اُوپر سے کھَولتا ہوا پانی پیو گے جیسے پیاسے اُونٹ پیتے ہیں۔ قیامت کے روز اس طرح ان کی مہمانی ہو گی۔" (واقعہ)

"دراصل وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو دوزخ کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھَن۔" (صافات)

ف: زقوم کا ترجمہ سینڈھ کیا جاتا ہے جو مشہور کڑوا درخت ہے، لیکن یہ صرف سمجھانے کے لیے ہے۔ کیونکہ وہاں کی ہر چیز کڑواہٹ اور بدبُو میں یہاں کی چیزوں سے کہیں زیادہ بدتر ہے اور کیا ہی بُرا منظر ہوگا جب کہ اس درخت سے کھائیں گے اور پھر اُوپر سے کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور وہ بھی تھوڑا بہت نہیں، بلکہ پیاسے اُونٹوں کی طرح خُوب ہی پئیں گے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الزَّقُّوْمِ وَالْحَمِیْمِ وَسَائِرِ اَنْوَاعِ عَذَابِ الْجَحِیْمِ۔

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دُنیا

میں ٹپکا دیا جائے، تو وہ یقیناً تمام دُنیا والوں کی غذائیں بگاڑ ڈالے۔ (یعنی سب کڑوی ہو جائیں)، اب بتاؤ کہ اِس کا کیا حال ہو گا جس کی خوراک ہی زقوم ہو گی۔ (ترمذی و ابن حبان) حاکم کی روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر زقوم کا ایک قطرہ دُنیا کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے، تو وہ یقیناً تمام دُنیا والوں کی غذائیں کڑوی کر دے۔ تو اس کا کیا حال ہو گا جس کا کھانا ہی زقوم ہو گا۔ (ترغیب)

غَسَّاق

"وہ اس دوزخ میں کھولتے ہوئے پانی اور غسّاق کے علاوہ کسی ٹھنڈک اور پینے کی چیز کا مزہ تک نہ چکھ سکیں گے۔" (سورۂ نبا)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اگر غسّاق کا ایک ڈول دُنیا میں ڈال دیا جائے، تو تمام دُنیا والے سڑ جائیں۔ (ترمذی و حاکم)

غسّاق کیا چیز ہے؟ اِس کے متعلّق اکابرِ اُمّت کے مختلف اقوال ہیں۔ صاحبِ مرقاۃ نے چار قول نقل کیے ہیں۔

۱۔ دوزخیوں کی پیپ اور ان کا دھوون ہے۔

۲۔ دوزخیوں کے آنسو مراد ہیں۔

۳۔ زمہریر یعنی دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔

۴۔ غسّاق سڑی ہُوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے پی نہ جا سکے گی۔ (مگر بھوک کی وجہ سے مجبوراً پینی پڑے گی)، بہر حال غسّاق بڑی بُری چیز ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْہُ۔

مَآءٍ کَالْمُھْلِ (کیٹ)

"اور اگر پیاس سے تڑپ کر فریاد کریں گے تو اُن کو ایسا پانی دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ (کیٹ)، کی طرح ہو گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی بُرا پانی ہو گا اور دوزخ کیا ہی بُری جگہ ہے۔" (سورۂ کہف)

مَآءٍ صَدِیْدٍ (پیپ کا پانی)

"اِس (دوزخی)، کو پیپ کا وہ پانی پلایا جائے گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے

پیے گا اور اِس کو گلے سے مشکل سے اُتار سکے گا اور اِس کو ہر طرف سے موت دآتی ہوئی، نظر آئے گی، مگر وہ مرے گا نہیں۔ (ابراہیم)

یعنی ہر طرف سے طرح طرح کے عذاب دیکھ کر سمجھے گا کہ اب میں مرا اب مرا، مگر وہاں موت نہ ہو گی کہ مر کر ہی پاپ کٹ جائے اور عذاب سے رہائی ہو سکے۔

حَمِیمٌ (کھولتا ہُوا پانی)

"اور دوزخیوں کو کھولتا ہُوا پانی پلایا جائے گا جو اُن کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔" (سُورۂ محمد)

طَعَامٌ ذِیْ غُصَّۃٍ (گلے میں اَٹکنے والا کھانا)

بے شک (ان کافروں کے لیے) ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ کا ڈھیر اور گلے میں اَٹک جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔" (سورۂ مزمل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے تھے کہ طَعَامٌ ذِیْ غُصَّۃٍ ایک کانٹا ہو گا جو گلے میں اَٹک جائے گا۔ نہ باہر نکلے گا نہ نیچے اُترے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدّردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخیوں کو (اِتنی زبردست) بُھوک لگادی جائے گی جو اکیلی ہی اِس عذاب کے برابر ہو گی جو اُن کو بُھوک کے علاوہ ہو رہا ہو گا؛ لہٰذا وہ کھانے کے لیے فریاد کریں گے۔ اِس پر اُن کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے نہ بُھوک رفع کرے پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے، تو اُن کو طَعَامٌ ذِیْ غُصَّۃٍ (گلے میں اَٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اَٹک جائے گا۔ اُس کو اُتارنے کے لیے تدبیر سوچیں گے، تو یاد کریں گے کہ دُنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اَٹکی ہُوئی چیزیں اُتارا کرتے تھے؛ لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے۔ چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کی سنڈاسیوں کے ذریعہ اُن کے سامنے کردیا جائے گا۔ وہ سنڈاسیاں جب اِن کے چہروں کے قریب ہوں گی، تو اُن کے چہروں کو بُھون ڈالیں گی، پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا، تو پیٹ کے اندر کی

چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یُسْقیٰ مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُہٗ پڑھ کر فرمایا۔ مَآءٍ صَدِیْد (پیپ کا پانی)، جب دوزخی منہ کے قریب لے جائے گا، تو وہ اس سے نفرت کرے گا۔ پھر اور قریب کیا جائے گا، تو چہرے کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی۔ پھر جب اُسے پیے گا، تو انتڑیاں کاٹ ڈالے گا اور بالآخر پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

عذاب کے مختلف طریقے

دوزخ کی آگ اور اس کی سخت گرمی، سانپ، بچھو، کھانے پینے کی چیزیں، اندھیرا، یہ سب کچھ عذاب ہی عذاب ہوگا، مگر یہ جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا، دوزخ کے عذاب کا تھوڑا سا حصّہ ہے۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان طریقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقوں سے عذاب دیا جائے گا جن میں سے چند ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

صَھْر (گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا)

"ان کے سروں پر جلتا جلتا پانی ڈالا جائے گا۔ جس کی تیزی سے ان کے پیٹ میں سے اور کھال میں سے سب کچھ گل کر باہر نکل آئے گا۔" (حج)

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک کھولتا ہوا پانی ضرور دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا جو اُن کے پیٹوں میں پہنچ کر اُن تمام چیزوں کو کاٹ دے گا جو اُن کے پیٹوں کے اندر ہیں اور آخر میں قدموں سے نکل جائے گا۔ اس کے بعد پھر دوزخی کو ویسا ہی کر دیا جائے گا جیسا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آیت میں جو لفظ "یُصْھَرُ" ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ (ترمذی، بیہقی)

مَقَامِعُ (گرز)

"اور دوزخیوں (کے مارنے) کے لیے لوہے کے

گرز ہیں۔ وہ لوگ جب بھی دوزخ کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے، پھر اسی میں دھکیل دیے جاویں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔" (سورہ حج)

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ (دوزخ کا) لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے، تو اگر اس کو تمام جنّات اور انسان مل کر اُٹھانا چاہیں تو نہیں اُٹھا سکتے۔ (رواہ احمد وابویعلی) اور ایک اور روایت میں ہے کہ جہنّم کے لوہے کا گُرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے، تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہو کر راکھ ہو جائے گا۔ (ترغیب)

کھال پلٹ دی جائے گی

"جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی، تو ہم اِس کی جگہ دُوسری نئی کھال پیدا کر دیں گے تاکہ عذاب چکھتے ہی رہیں۔" (سورۂ نساء)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے منقول ہے کہ دوزخیوں کو روزانہ ستر(۷۰) ہزار مرتبہ آگ جلائے گی۔ ہر مرتبہ جب آگ جلائے گی، تو کہا جائے گا جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ ہر بار ایسے ہی ہو جائیں گے۔[۱]

شراب پینے والوں کا حشر

جابرؓ کہتے ہیں ایک شخص یمن سے آیا اور اُس شراب کا حکم دریافت کیا جو اُس کے ملک میں پی جاتی تھی۔ یہ شراب جوار کی بنتی تھی اور اس کو مزر کہا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو نشہ لائے حرام ہے اور خداوند تعالیٰ کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ کی چیز پیئے گا، وہ اُس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ صحابہؓ نے پُوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کی پیپ اور لہو۔" (مسلم)

تین آدمیوں پر جنّت حرام ہے

ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے تین آدمی ہیں جن پر خدا نے جنّت کو حرام کر دیا ہے۔ ایک وہ شخص جس نے ہمیشہ شراب پی۔ دُوسرا

---

[۱] ترغیب وترہیب۔

وہ شخص جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی۔ تیسرا دیوث جو اپنے گھر والوں سے ناپاک کام کرائے یعنی زنا۔ (احمد)

متکبّروں کا انجام

عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن تکبّر کرنے والوں کو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح جمع کیا جائے گا۔ مَردوں کی صورت میں یعنی اُن کی شکل وصورت تو مردوں کی سی ہوگی، لیکن جسم جثہ چیونٹیوں کی مانند۔ ذِلّت وخواری چاروں طرف سے اُن کو گھیرے ہُوئے ہوگی اور اُن کو جہنّم کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام بولس ہے ہانکا جائے گا۔ اُن کے اُوپر آگوں کی آگ ہوگی اور اُن کو دوزخیوں کا نچوڑ یعنی خُون پیپ اور کچلہو پلایا جائے گا جس کا نام طینۃ الخبال ہے۔ (ترمذی)

دوزخ والوں کی دو قسمیں

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے دوزخ والوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نہیں دیکھوں گا۔ ایک تو وہ لوگ جن کے پاس گایوں کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دُوسرے وہ عورتیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہُوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں (یعنی نہایت باریک کپڑا پہننے والی عورتیں)، اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں (یعنی نہایت تکلّف اور بناؤ سنگھار سے رہنے والی عورتیں)، اُن کے سَر یعنی اُن کے سَر کی چوٹیاں ایسی بلند ہوں گی جیسے بُختی اُونٹ کے کوہان۔ یہ عورتیں نہ تو جنّت میں داخل ہوں گی نہ جنّت کی بُو پائیں گی اور جنّت کی خُوشبو اتنی اتنی دُور سے آتی ہے یعنی بہت دُور کی مسافت سے۔ (مسلم)

سُود خوروں کا انجام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہُوا جن کے پیٹ گھڑوں کی مانند تھے۔ یعنی بڑے بڑے۔ اور اُن کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہُوئے تھے جو پیٹوں کے باہر سے نظر آتے تھے۔ مَیں نے دریافت کیا۔ جبرئیل یہ کون ہیں؟ کہا یہ لوگ

سُود خور ہیں۔ (احمد ابن ماجہ)

صَعُود (آگ کا ایک پہاڑ)

قرآن شریف میں ہے:
"عنقریب میں اُس کو صَعُود پر چڑھاؤں گا" (جو دوزخ میں آگ کا پہاڑ ہے)

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "صَعُود" آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر دوزخی کو ستّر سال تک چڑھایا جائے گا پھر ستّر سال تک اُوپر سے گرایا جائے گا۔ یعنی ستّر سال تو وہ اُوپر چڑھا تھا۔ اب ستّر سال تک گرتے گرتے نیچے پہنچے گا اور ہمیشہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ (ترمذی)

سِلسِلَہ (بہت لمبی زنجیر)

قرآن شریف میں ہے:
"(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اِس کو پکڑو، پھر اس کو طوق پہنا دو، پھر دوزخ میں داخل کر دو، پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستّر گز ہے۔" (سورہ الحاقہ)

حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس گز کی مقدار خُدا کو معلوم ہے کیونکہ یہ گز وہاں کا ہوگا۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: اگر رانگ کا ایک ٹکڑا زمین کی طرف آسمان سے چھوڑ دیا جائے، تو رات کے آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اگر وہ ٹکڑا دوزخی کی زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے، تو دُوسرے تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک چلتا رہے گا۔ (ترمذی)

اِس سے معلوم ہُوا کہ دوزخیوں کو جکڑنے کی زنجیریں آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ سے بھی لمبی ہوں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ یہ زنجیریں اِس کے جسم میں پرو دی جائیں گی۔ پاخانے کے راستہ سے ڈالی جائیں گی، پھر اسے آگ میں اِس طرح بھُونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی بھُونی جاتی ہے۔ (ابن کثیر)

طوق

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:
"اور ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں، طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔" (سورۂ دہر)

سورہ مومن میں ہے: "ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا جب کہ طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور (ان طوقوں میں) زنجیریں (پروئی ہوئی ہوں گی اور اس طرح وہ) گھسیٹتے ہُوئے گرم پانی میں لے جائے جائیں گے۔ پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔"

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک جانب سے سیاہ ابر اُٹھے گا جسے دوزخی دیکھیں گے، اُن سے پُوچھا جائے گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وُہ دُنیا پر قیاس کر کے کہیں گے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ابر برسے! چنانچہ اِس میں سے طوق، زنجیریں اور آگ کے انگارے برسنے لگیں گے جن کے شعلے اُنہیں جلائیں گے اور ان کے طوقوں زنجیروں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ (ابن کثیر)

جس کھولتے پانی میں دوزخی ڈالے جائیں گے، اس کے متعلق حضرت قتادہ رضؓ فرماتے تھے کہ گنہگار کے بال پکڑ کر اس پانی میں غوطہ دیا جائے گا، تو اس کا تمام گوشت گل کر گر جائے گا اور ہڈیوں کے ڈھانچے اور دو آنکھوں کے سوا کچھ نہ بچے گا۔

گندھک کے کپڑے

سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے:
"اُن کے کُرتے گندھک کے ہوں گے اور اُن کے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی۔"

ف: حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ چیڑ کے تیل کو قطِران' کہتے ہیں (جس کا ترجمہ گندھک کیا گیا ہے) اور اُس کے کُرتوں کا مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو قطِران لپٹی ہو گی تا کہ اس میں جلدی اور تیزی کے ساتھ آگ لگ سکے (بیان القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ "قطران" پگھلے ہُوئے تانبے کو کہتے ہیں۔ اس تانبے کے دوزخیوں کے لباس ہوں گے جو سخت گرم آگ جیسے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

مسلم شریف میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: میت پر چیخ پکار کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے گی۔ تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اُس کا ایک کُرتہ قطران (گندھک یا پگھلے ہوئے تانبے) کا ہوگا اور ایک کھجلی کا ہوگا۔ یعنی اس کے جسم پر خارش پیدا کر دی جائے گی اور اُوپر سے قطران لپیٹ دیا جائے گا۔ سورۂ حج میں ارشاد ہے:

"سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے لیے) آگ میں کپڑے تراشے جا دیں گے۔"

داروغہ ہائے دوزخ کے طعنے

قسم قسم کی جسمانی تکلیفوں اور مختلف عذاب کے طریقوں کے علاوہ ایک بہت بڑی رُوحانی اذیت دوزخیوں کو یہ پہنچے گی کہ دوزخ کے داروغہ ان کو طعنے دیں گے جس کو قرآن حکیم میں مختلف عنوانوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے؛ چنانچہ سورہ سجدہ پ ۲۱ میں ارشاد ہے:

"اور ان سے کہا جائے گا، اب چکھو اس آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے۔"

دوزخیوں کی بدصورتی

"اور جن لوگوں نے بُرے کام کیے، بدی کی سزا اس بُرائی کے برابر ملے گی اور اُن پر ذلّت چھا جائے گی، ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ (اُن کی بدصورتی کا یہ عالم ہوگا کہ) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیے گئے ہیں۔" (سورۂ یونس)

اس آیۃ شریفہ سے معلوم ہوا کہ دوزخیوں کے چہرے انتہائی سیاہ ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر دوزخیوں میں سے کوئی شخص دُنیا کی طرف نکال دیا جائے، تو اس کی وحشی صُورت کے منظر اور بدبُو کی وجہ سے دُنیا والے ضرور مر جائیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہت روئے۔ (ترغیب)

سورۂ مومنون میں ہے: "آگ اُن کے چہروں کو جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔"

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے "کَالِحُوْن" کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دوزخی کو آگ جلائے گی جس کی وجہ سے اُس کا اُوپر کا ہونٹ سُکڑ کر بیچ سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

دوزخیوں کے آنسو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضراتِ صحابہؓ سے فرمایا: اے لوگو! روؤ اور رو نہ سکو تو رونے کی صُورت بناؤ کیونکہ دوزخ میں دوزخی اِتنا روئیں گے کہ اُن کے آنسو ان کے چہروں میں نالیاں سی بنا دیں گے، روتے روتے آنسو نکلنے بند ہو جائیں گے، تو خُون بہنے لگے گا جس کی وجہ سے آنکھیں زخمی ہو جائیں گی (الحاصل آنسو اور خُون کی اتنی کثرت ہوگی کہ) اگر اُن میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں، تو وہ بھی چلنے لگیں۔ (شرح السنہ)

دوزخیوں کی زبان

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک کافر اپنی زبان تین کوس اور چھ کوس تک کھینچ کر باہر نکال دے گا۔ لوگ اس کو قدموں سے روندیں گے یعنی اُس پر چلیں گے (ترمذی)

ف: ایک فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے معلوم ہوا کافر کی زبان اتنی لمبی ہو جائے گی۔

دوزخیوں کے جسم

رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حِصّہ تین دن کے راستہ کے برابر لمبا ہوگا۔ جب کہ کوئی تیز رفتار سوار چل کر جائے اور کافر کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کے راستہ کے برابر ہوگی۔ (مسلم شریف)

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دِن اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی ران بیضا پہاڑ کے برابر ہوگی اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کے راستہ کے برابر لمبی چوڑی ہوگی جتنی دُور مدینہ سے زبدہ گاؤں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخی

کے بیٹھنے کی جگہ اتنی لمبی ہوگی جتنا مکہ اور مدینہ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

ف: بعض روایات میں ہے کہ کافر کی کھال کی موٹائی ۴۲ ہاتھ ہوگی اور مسلم شریف کی روایت میں گزر چکا ہے کہ تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی، مگر یہ کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ مختلف کافروں کو مختلف سزائیں ہوں گی، کسی کو کم کسی کو زیادہ۔

بعض روایات میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے بعض شخص دوزخ میں اتنے بڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ہی شخص دوزخ کے پُورے کونے کو بھر دے گا۔ (ترغیب وترہیب)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا تم جانتے ہو دوزخ کتنا چوڑا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا: ہاں، خدا کی قسم! خدا کی قسم! تم نہیں جانتے، بیشک دوزخی کے کان کی لَو اور مونڈھے کے درمیان ستّر سال چلنے کا راستہ ہوگا جس میں خُون اور پیپ کی وادیاں (نالے) جاری ہوں گی۔ (ترغیب)

کیفیتِ داخلہ

قرآن شریف کی آیات میں دوزخیوں کے داخلہ کی کیفیت کئی جگہ بیان کی گئی ہے جن میں یہ بھی ہے کہ دوزخی پیاس کی حالت میں جہنّم رسید کیے جائیں گے اور دوزخ میں جانے سے پہلے دروازے پر کھڑا کر کے ان سے فرشتے سوال وجواب بھی کریں گے۔ ذیل کی آیات سے یہ مضامین خوب واضح طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں۔

"اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔" (مریم)

"جس روز مجرمین منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے، تو اُن سے کہا جاوے گا کہ دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو۔ (سورۂ قمر)

"پھر وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیے جائیں گے۔" (شعراء)

"مجرم لوگ اپنے حُلیہ سے پہچانے جائیں گے (کیونکہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی)، پھر اُن کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے (اور ان کو گھسیٹ کر جہنم

میں ڈال دیا جائے گا۔ (سورۂ رحمٰن)

الترغیب و ترہیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ مجرم کے ہاتھ اور پیر موڑ کر اکٹھے کر دیے جائیں گے، پھر لکڑیوں کی طرح توڑ مروڑ دیا جائے گا۔ (اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا)

"(فرشتوں کو حکم ہو گا کہ) جمع کرو ظالموں کو اور اُن کے ہم مشربوں کو اور ان کے معبودوں کو جن کو وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پُوجا کرتے تھے۔ پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ (اور پھر حکم ہو گا اچھا ذرا) ان کو ٹھیراؤ۔ ان سے سوال کیا جائے گا۔ (چنانچہ یہ سوال ہو گا) کہ اب تم کو کیا ہوا، ایک دُوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ (اس پر بھی وہ ایک دُوسرے کی کچھ مدد نہ کریں گے) بلکہ سب کے سب سر جھکائے کھڑے رہیں گے۔" (صافات)

"جس روز ان کے چہرے دوزخ میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ وہ یُوں کہتے ہوں گے۔ اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی۔ (احزاب)

اہلِ دوزخ سے شیطان کا خطاب

اُدھر تو دوزخی اتباعِ شیطان پچھتاتے ہوں گے اور بارگاہِ خداوندی سے خطابِ بالا کے ذریعہ ان پر ڈانٹ پڑے گی، اِدھر شیطان اِس تقریر سے ان کو لتاڑے گا:

" اور (قیامت کے دن) جب سب مقدمات فیصل ہو چکیں گے، تو شیطان کہے گا (مجھے بُرا بھلا کہنا ناحق ہے کیونکہ) بلاشبہ اللہ نے تُم سے سچے وعدے کیے تھے۔ سو مَیں نے وہ وعدے خلاف کیے تھے اور تُم پر میرا اس سے زیادہ زور چلتا نہ تھا کہ مَیں نے تُم کو (گمراہی کی) دعوت دی سو تم نے (خود ہی) میرا کہنا مان لیا۔ تم مجھ پر ملامت مت کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو۔ میں تمہارے فعل سے خود بیزار ہوں کہ تُم اس سے پہلے (دُنیا میں) مجھے (خُدا کا) شریک قرار دیتے تھے یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔" (سورۂ ابراہیم)

دوزخیوں کو واقعی بڑی حسرت ہو گی جب کہ شیطان اپنی برأت ظاہر کرے گا اور

ہر قسم کی اعانت و مدد اور تسلّی سے دستبردار ہو جائے گا۔ اس وقت دوزخیوں کے غیظ و غضب کی جو حالت ہو گی ظاہر ہے۔

گمراہ کرنے والوں پر دوزخیوں کا غصّہ

جو لوگ گمراہ کرنے والے تھے اُن پر دوزخیوں کو غصّہ آئے گا اور اُن سے کہیں گے : "ہم تمہارے تابع تھے، تو کیا تم خُدا کے عذاب کا کچھ حصّہ ہم سے ہٹا سکتے ہو۔" (ابراہیم)

وہ جواب دیں گے : "(تمہیں کیا بچائیں ہم تو خود ہی نہیں بچ سکتے) اگر اللہ ہم کو بچنے کی کوئی راہ بتاتا تو تم کو بھی وہ راہ بتا دیتے۔ ہم سب کے حق میں دونوں صُورتیں برابر ہیں، خواہ ہم پریشان ہوں، خواہ ضبط کریں۔ ہمارے بچنے کی کوئی صُورت نہیں۔" (ابراہیم)

وہ فرطِ بغض اور شدتِ غیظ کی وجہ سے گُمراہ کرنے والوں کے بارے میں بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے۔ سورۂ حٰمٓ سجدہ میں ہے :

"اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ شیطان اور انسان دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ ہم ان کو پیروں کے نیچے کُچل ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں۔"

داروغہ ہائے دُوزخ اور مالک سے عرض معروض

دوزخی عذاب سے پریشان ہو کر معروضات اور گزارشات کی سلسلہ جنبانی شروع کریں گے۔ چنانچہ داروغہ ہائے دوزخ سے کہیں گے کہ "تم ہی اپنے پروردگار سے دُعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔"

وہ جواب دیں گے : "کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے تھے۔" (مومن)

اِس پر دوزخی جواب دیں گے کہ بَلٰی یعنی ہاں آتے تو تھے، لیکن ہم نے اُن کا کہنا نہ مانا، فرشتے جواب میں کہیں گے۔

ترجمہ: "تو پھر (ہم تمہارے لیے دُعا نہیں کر سکتے تم ہی دُعا کر لو (اور وہ بھی بے نتیجہ ہو گی)، کیونکہ کافروں کی دُعا (آخرت میں)، بالکل بے اثر ہے۔ (سورۂ مومن)

اِس کے بعد مالک یعنی دوزخ کے افسر کی جناب میں درخواست پیش کر کے کہیں گے: یَا مٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ. ترجمہ: "یعنی اے مالک (تم ہی دُعا کرو) کہ تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام تمام کردے۔"

وہ جواب دیں گے: اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ‎ۙ "تم ہمیشہ اِسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے، نہ مرو گے)

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ مالک علیہ السلام کے جواب اور دوزخیوں کی درخواست میں ہزار برس کی مدّت کا فاصلہ ہوگا۔

اِس کے بعد کہیں گے کہ آؤ اپنے رب سے براہِ راست ہی درخواست کریں اور اس سے دُعا کریں کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے؛ چنانچہ عرض کریں گے:

"اے ہمارے رب (واقعی) ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو اس سے نکال دیجیے۔ پھر ہم اگر دوبارہ (ایسا) کریں، تو ہم بلشبہ قصووار ہیں۔"

رب جلِ شانہٗ جواب میں فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ‎ؕ ترجمہ: اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ کے اِس ارشاد پر وہ ہر قسم کی بھلائی سے نا اُمید ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چیخنے چلّانے اور حسرت و واویلا میں لگ جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

ابن کثیر میں ہے کہ ان کے چہرے بدل جائیں گے، صُورتیں مسخ ہو جائیں گی حتیٰ کہ بعض مومن شفاعت لے کر آئیں گے، لیکن دوزخیوں میں سے کسی کو پہچانیں گے نہیں، دوزخی اُن کو دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں، مگر وہ کہیں گے کہ غلط کہتے ہو، ہم تم کو نہیں پہچانتے۔

اِخْسَئُوْا فِيْهَا کے جواب کے بعد دوزخ کے دروازے بند کر دیے جائیں گے اور وہ اِسی میں سڑتے رہیں گے۔

دوزخیوں کی چیخ پکار

سُورۂ ہُود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
" جو لوگ شقی ہیں وہ دوزخ میں اس حال میں ہوں گے کہ گدھوں کی طرح چلّاتے ہوں گے۔"

قاموس میں ہے کہ زَفِیرؔ گدھے کی شروع کی آواز کو کہتے ہیں اور شَہِیق اِس کی آخری آواز کو کہتے ہیں۔

خاتمہ

دوزخ سے بچنے کی چند دُعائیں

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح صحابہؓ کو قرآن کی سورت سکھاتے تھے اِسی طرح یہ دُعا سکھاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (ترغیب عن مسلم)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا فرمایا کرتے تھے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (بخاری)

(۳) حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتلایا تھا کہ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ کہا کرو۔ اگر اس کو کہہ لوگے اور اگر اسی رات مرجاؤ گے، تو دوزخ سے تمہاری خلاصی کردی جائے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو اور اس کو اسی طرح (سات مرتبہ کسی سے بولنے سے پہلے) کہہ لوگے اور اِسی دن مرجاؤ گے، تو دوزخ سے تمہاری خلاصی ضرور کردی جائے گی۔ (ابوداؤد)

(۴) رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ جو شخص تین مرتبہ خدا سے جنّت کا سوال کرے، تو جنّت اُس کے لیے خدا سے دُعا کرتی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ (اے اللہ! اِس کو جنّت میں داخل کر دے) اور جو شخص تین مرتبہ دوزخ سے پناہ چاہے تو دوزخ اس کے لیے خدا سے دُعا کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ (اے اللہ اس کو دوزخ سے بچا) (ترغیب)

فکر و اِعتبار

دوزخ اور دوزخیوں کے حالات جو اب تک آپ نے پڑھے یہ اِس لیے نہیں لکھے گئے کہ سرسری نظر سے پڑھ کر کتاب الماری کے سپرد کر دی جائے اور دوزخ اور دوزخیوں کے حالات کو پڑھ کر دیگر قصّوں اور افسانوں کی طرح بھلا دیا جائے۔

درحقیقت گزشتہ واقعات و احوال جو بیان کیے گئے ہیں، چونکہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا ترجمہ ہیں، اِس لیے بلاشک صحیح اور واقعی ہیں۔ اگر ان کو بار بار پڑھا جائے اور اپنی بداعمالیوں پر نظر کی جائے، تو سخت سے سخت دِل والا انسان بھی اپنی زندگی کو بہت آسانی سے پلٹ سکتا ہے اور اپنے نفس کو دوزخ کے حالات سمجھا کر نیکیوں کے راستہ پر ڈال سکتا ہے بشرطیکہ خداوندِ عالم اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو سچا سمجھتا ہو اور ان کے بتائے ہُوئے احوالِ دوزخ کو صحیح اور واقعی مانتا ہو۔ مومن بندے ہمیشہ اپنی زندگی کا حساب کرتے رہتے ہیں اور اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرتے رہتے ہیں، بھلا ہو سکتا ہے کہ جو شخص اِن حالات کو صحیح سمجھتا ہو وہ اپنی زندگی کو دُنیا کی لذّتوں اور فنا ہو جانے والی عزّت اور دولت کے حاصل کرنے میں گنوا دے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ دوزخ لذّتوں میں چھپا دیا گیا ہے۔ جنّت ناگواریوں میں چھپا دی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی لذّتوں میں پڑ کر زندگی گزارنے والے وہ کام کر رہے جن کے پردہ میں دوزخ

ہے اور نفس کو ناگواریوں میں پھنسا کر اچھے عمل کرنے والے وہ کام کر رہے ہیں جن کے پردہ میں جنّت ہے۔ آہ! اِن لوگوں کو جہنّم کے حالات کا پتہ ہی نہیں جو خودکشی کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ مصیبت سے چھٹکارا ہو جائے گا اور جو دُنیا کی سختی اور مشقت سے گھبرا کر یوں کہہ دیتے ہیں کیا خدا کے یہاں میرے لیے دوزخ میں بھی جگہ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دوزخ کی آگ، اِس کے سانپ، بچھو، آگ کے کپڑے، عذاب کے طریقے، دوزخ کی خوراک وغیرہ کا دھیان رہے، تو میونسپلٹی اور اسمبلی کی کرسیوں کے اعزاز حاصل کرنے والے، روپیہ جمع کرنے اور بلڈنگ وجائداد بنانے والے ہرگز ہرگز اِن چیزوں میں پڑ کر اور بڑے بڑے گناہوں میں مُبتلا ہو کر اپنی آخرت خراب نہیں کر سکتے۔

بھلا جسے دوزخ کی بھُوک کی خبر ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے؟ اور جو دوزخ کی بے چینی سے واقف ہو وہ ذرا سی نیند اور فانی آرام کے لیے نماز برباد کر سکتا ہے؟ اور جو دوزخ کے سانپ، بچھوؤں کے ڈسنے کی سوزش سے با خبر ہو، وہ یُوں کہہ سکتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنے سے کھُجلی ہوتی ہے؟ جنہیں جُبّ الحزن کی خبر ہو وہ ریا کاری کے لیے عبادت کیسے کر سکتے ہیں اور جن کو تصویر کشی کے انجام کا پتہ ہو، وہ تصویر بنا سکتے ہیں؟ جن کو یہ یقین ہو کہ شراب پینے کی سزا میں دوزخیوں کے جسموں کا دھوون یا نچوڑ پینا پڑے گا وہ شراب کے پاس جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کے حالات صرف زبانوں تک ہی محدود رہ گئے ہیں اور یقین کے درجہ میں نہیں رہے، ورنہ بڑے گناہ تو درکنار چھوٹے گناہوں کے پاس جانا بھی بعید از تصوّر ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ اگر جنّت اور دوزخ میرے سامنے رکھ دیے جائیں، تو میرے یقین میں ذرا سا بھی اضافہ نہ ہوگا یعنی میرا ایمان بالغیب اِس قدر مضبوط ہے کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی اِتنا ہی یقین ہو سکتا ہے جتنا بغیر دیکھے ہے جن کو دوزخ کے حالات کی خبر ہو وہ گناہ تو کیا کرتے اِس دُنیا میں نہ ہنستے نہ خوشی مناتے۔

الترغیب والترہیب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے میکائیل کو

کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ عرض کیا جب سے دوزخ کی پیدائش ہوئی ہے میکائیلؑ نہیں ہنسے۔ (رواہ احمد)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم نے وہ منظر دیکھا ہوتا جو میں نے دیکھا ہے تو تُم ضرور کم ہنستے اور زیادہ روتے! صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے کیا دیکھا؟ ارشاد فرمایا: مَیں نے جنّت اور دوزخ دیکھے۔ (ترغیب)

حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ مجھُے تعجب ہے کہ لوگ ہنستے ہیں، حالانکہ ان کو دوزخ سے بچنے کا یقین نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار (مکان سے) باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھِل کھِلا کر ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اگر تم لذّتوں کو ختم کر دینے والی چیز (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کرتے، تو تمہیں اس کی فرصت نہ ملتی جس حال میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

الحاصل ہوشیار وہی ہے جو اپنی آخرت کی زندگی بنائے اور دو چار روزہ مال و دَولت، عزّت و آبرو، جاہ و حکومت کے پھندوں میں پڑ کر اپنی جان کو دوزخ کے حوالے نہ کرے، جب عذاب میں مُبتلا ہو گا تو پچھتانے اور یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ج مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ج هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (الحاقہ) (ترجمہ: ہائے کاش! وہ موت ہی ختم کر دیتی، میرے کام کچُھ نہ آیا میرا مال، جاتی رہی میری حکومت) کہنے اور ہاتھ مَلنے سے کچُھ حاصِل نہ ہو گا۔ جنّت جیسی آرام کی جگہ کی طلب سے لاپرواہی اور دوزخ جیسے بے مثل دارالعذاب سے بچنے کی فکر سے غفلت، بے عقلوں کا ہی کام ہو سکتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جنّت کو طلب کرو، جتنا تم سے ہو سکے اور دوزخ سے بھاگو جتنا تم سے ہو سکے۔

نجات کا طریقہ

عذاب نارِ جہنم کا اس طرح مراقبہ کرے کہ جہنم اس وقت آنکھوں کے سامنے ہے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے اے اللہ! یہ جہنم آپ کی روشن کی ہوئی آگ ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الآیۃ اور اے اللہ! اس کا دُکھ دِلوں تک پہنچے گا تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ ○ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوْصَدَةٌ ○ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○ الآیۃ۔ اور اے اللہ! جہنمی لوگ لمبے لمبے ستونوں میں دبے ہوئے جل رہے ہیں۔ اور اے اللہ! جب اُن کی کھالیں جل کر کوئلہ ہوگئیں تو آپ نے اُن کی کھالوں کو پھر تازہ تازہ دوسری کھالوں سے تبدیل فرما دیا، تاکہ اُن کو احساس دُکھ اور الم کا زیادہ ہو۔ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا الآیۃ۔ اور اے اللہ! جب اُن کو بُھوک لگی تو آپ نے اُن کو خاردار درخت زقوم کھانے کو دیا، اور یہ بھی نہ ہوگا کہ وہ اس کے کانٹوں کی تکلیف سے انکار کرسکیں کہ مجھ سے تو اب نہیں کھایا جا رہا ہے بلکہ اُن کو مجبوراً پیٹ بھرنا ہوگا۔ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ○ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ○ الآیۃ۔ اور اے اللہ! جب ان لوگوں کو پیاس لگی تو آپ نے کھولتا ہوا پانی پلایا، اور اس پانی سے یہ انکار بھی نہ کرسکیں گے، بلکہ اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اُونٹ پیتا ہے فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ○ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ○ اور یہی اُن کی مہمانی ہوگی قیامت کے دن هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○ اور اے اللہ! جب انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جاوے گا تو اُن کی آنتیں

کٹ کٹ کر پاخانے کی راہ سے نکلنے لگیں گی فَسُقُوْا مَاءً فَقَطَّعَ اَمْعَاءَ هُمْ ○ الآية۔ اور اے اللہ یہ جہنمی آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکّر کریں گے یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ○ الآیة اور اے اللہ! جب رونا چاہیں گے تو آنسوؤں کے بجائے خون روئیں گے اور جب شدّتِ تکلیف سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کریں، تو ان کو، پھر جہنّم میں لوٹا دیا جائے گا کُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِیْهَا۔ اور اے اللہ جب ہر طرح سے ہار جاویں گے تو آپ سے فریاد کی اجازت چاہیں گے تو آپ فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ ○ اسی جہنّم میں ذلیل پڑے رہو، اور مجھ سے تم لوگ بات مت کرو۔ اے اللہ! دُنیا کی ایک چنگاری کی ہمیں برداشت نہیں تو جہنّم کی آگ کا، جو ستّر گُنا اس آگ سے زائد ہے کیسے تحمّل ہوگا۔ اے اللہ! ہمارے اعمال تو سزاوارِ جہنّم ہیں، مگر آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ جہنّم کے دردناک عذاب سے نجات کو میرے لئے مقدّر فرما دیجئے۔ یہاں پہنچ کر اِس دُعا کو تین بار عرض کرے اور خُوب روئے۔ رونا نہ آئے تو رونے والوں کا سا چہرہ بنالے اور دل سے خُوب ڈرے۔ شروع شروع میں عذابِ جہنّم کے تصوّر سے دل کو زیادہ خوف محسوس نہ ہوگا لیکن اس عمل پر دوام سے اور رونے والوں کی نقل کی برکت سے رفتہ رفتہ یقین و ایمان میں ترقی ہوتی رہے گی اور ایک دن ایسا آئے گا کہ گویا جہنّم کو آنکھوں سے دیکھو گے۔ پھر کسی نافرمانی کی ہمّت نہ ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

جنت کے نظارے

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعتِ دینیات
سعید منزل — انارکلی، لاہور

پیش لفظ

توکّل خدائے سبحانہٗ نے ایک پرندہ جس کو نعات کہتے ہیں پیدا کیا ہے۔ جب اس کے بچے نکلتے ہیں تو زرد ہوتے ہیں۔ نر مادہ سے کہتا ہے کہ یہ میرے بچے نہیں ہیں کیونکہ مجھ سے کچھ مشابہت ہی نہیں ہے۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہوتا رہتا ہے اور دونوں بچوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور بچے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ خدا چیونٹیوں کے پَر نکال دیتا ہے، وُہ ہوا میں اُڑ کر بچوں کے منہ میں جا پہنچتے ہیں۔ سچے زاہد کی یہی روزی ہے جو اس کو مِل جائے اور یہی لباس ہے جو اس کا بدن چھُپا دے اور وہی مسکن ہے جو میسّر آ جائے۔ دُنیا اس کا زندان ہے اور قبر اس کی خواب گاہ ہے۔ اور خلوت اس کی مجلس ہے اور نصیحت حاصل کرنا اس کی فکر ہے اور قرآن اس کی باتیں ہیں اور خدا اس کا انیس ہے اور ذکر اس کا رفیق ہے اور زُہد اس کا قرین ہے اور غم اس کی شان ہے اور بھُوک اُس کا شوربا ہے اور حکمت اس کا کلام اور مٹی اس کا فرش ہے اور تقویٰ اس کی چادر ہے اور خاموشی اس کی غنیمت ہے۔ صبر پر اس کا اعتماد ہے، توکّل اس کو کافی ہے، عقل اس کی رہنما ہے، عبادت اس کا پیشہ ہے اور انشاء اللہ جنّت اس کا وطن ہے۔

اللہ کا پیغام جنتیوں کے نام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتی ہیں کہ روزِ محشر محاسبۂ اعمال کے بعد جب اہلِ جنّت کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی فردوسِ گم گشتہ کو حاصل کرلیں اور وُہ خُلدِ بریں میں داخل ہونے ہی والے ہوں گے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک مقرب فرشتہ ہدیۂ شوق اور خلعتِ فاخرہ لے کر اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرے گا۔ فردوسِ بریں

کے مکینو! اور خلدِ نعیم کے وارثو! ذرا ٹھہر جاؤ، میں پروردگارِ عظیم اور ربِ عرشِ کریم کی طرف سے تمہارے لئے خلعتِ فاخرہ اور ہدیۂ ثمینہ لے کر آیا ہوں۔ انہیں لے کر جنت کو چلے جاؤ۔ یہ سُن کر وہ بے حد شاد و خُرّم ہو جائیں گے۔ خلعتِ فاخرہ کو زیبِ تن کر لیں گے اور جب ہدیۂ شوق کی بابت فرشتہ سے دریافت کریں گے تو وہ دس سر بہ مہر الواح اور تختیاں ان کے حوالے کرے گا۔ جن میں سے پہلی تختی پر اللہ کا یہ پیغام درج ہوگا۔ میرے پیارے بندو تُم پر رحمت و سلامتی ہو، تُم سدا خوش و خرّم رہو، خُلدِ بریں میں داخل ہو جاؤ، اور ہمیشہ وہیں رہو۔ دوسری تختی میں یہ خوشخبری ہوگی۔ تمہیں خوش ہو جانا چاہیئے کہ تمہارے آلام و افکار، آفات و حوادث، مصائب و تکالیف، دُکھ، درد اور غم و اندوہ کا آج خاتمہ ہو گیا ہے۔ تیسری تختی پر یہ مُژدۂ جاں بخش ہوگا۔ تُم آج جس بہشت میں داخل ہو رہے ہو، وہ وہی ہے جسے تمہارے افکارِ صالحہ اور اعمالِ حسنہ کی بدولت تمہاری میراث بنا دیا گیا ہے اور اس قدر اہتمام سے تمہارے لئے انواع و الوان کی نعمتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ چوتھی تختی میں یہ بشارت ہوگی۔ ہم تمہیں عمدہ پوشاک اور اعلیٰ زیورات پہنائیں گے۔ پانچویں تختی میں یہ خوش خبری ہوگی۔ ہم حسین و جمیل حورانِ بہشتی انہیں عطا کریں گے۔ جس حُسنِ عمل کی یہ جزا انہیں دی جا رہی ہے، درحقیقت یہ اس صبر کا صِلہ ہے جو راہِ حق کی مشکلات میں ان کا سپر بنا دیا، اور یقیناً کامیاب ہونے والے یہی ہیں۔ چھٹی تختی میں یہ نویدِ جاں فزا ہوگی۔ تمہیں آج جو یہ بدلہ دیا جا رہا ہے وہ درحقیقت تمہاری اطاعت و فرماں برداری اور حق پرستی و حق پسندی کا صِلہ ہے۔ ساتویں

تختی میں یہ بشارت ہوگی۔ تمہیں اب شباب اور اس کے ولولوں سے بہرہ ور کر دیا گیا ہے۔ تم اب کبھی پیرانہ سالی سے دو چار نہ ہوگے بلکہ ہمیشہ جوان ہی رہو گے آٹھویں تختی میں یہ پیامِ شوق ہوگا۔ تم امن و سلامتی کے جلو میں آگئے ہو، اور تمہیں اب یہاں بہشت میں کسی قسم کا کھٹکا اور دھڑکا نہ ہوگا۔ نویں تختی میں یہ نویدِ جاں فزا ہوگی۔ تمہارے لئے یہ کتنی عظیم الشان سعادت ہے، کہ تمہیں انبیاء، صدّیقین، شہیدانِ راہِ حق اور صلحاء کی رفاقت و صحبت حاصل ہوگئی۔ دسویں تختی میں یہ مژدہ جاں بخش ہوگا۔ خوش آمدید و مرحبا کہ تُم بزرگ عرش والے رحمان کی رحمتِ بے کراں کے جوارِ مقدس میں فروکش ہوگئے ہو۔ یہ ترانۂ خیر مقدم اور خطبۂ استقبالیہ سُنانے کے بعد فرشتۂ حق اہل جنّت سے گذارش کرے گا، کہ اپنی فردوسِ بریں میں خراماں خراماں چلے آؤ۔ اب تم امن و سلامتی کے ساتھ وہاں رہو۔ مشتاقانِ بہشت جیسے ہی فرشتہ کی گذارش سُنیں گے، یہ کہتے ہوئے خُلدِ بریں میں داخل ہو جائیں گے۔ ساری حمد و ستائش اُس اللہ کو سزاوار ہے جس نے ہمارے تمام رنج و غم کو دُور کر دیا۔ یقیناً ہمارا پروردگار ہی ہے جو ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو دُور کرتا ہے اور ہمارے اعمالِ صالحہ کا قدر دان ہے۔ تمام حمد و ثناء اُسی اللہ کو زیبا ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور سرزمینِ بہشت کا ہمیں وارث و جانشین بنایا۔ ہم جنّت میں جہاں چاہیں وہاں رہ سکتے ہیں دینِ حق کی خدمت کرنے والوں کا یہ بدلہ کیا ہی اچھا ہے، اور اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کی یہ جزا کس قدر مبارک ہے۔

نعت

○

وعدہ ہے مومنوں سے خدائے کریم کا
اُن کے لیے مقام ہے خُلدِ نعیم کا

قرآں کی اصطلاح میں جنّت کہیں جسے
اِک لازوال دارِ مسرّت کہیں جسے

نہریں رواں ہیں جس میں شرابِ طہُور کی
شیرِ لذیذ و شہدِ مصفّا کی، نُور کی

تسنیم و سلسبیل کے چشموں کی سرزمیں
جن کی نظیر گلشنِ آفاق میں نہیں

گلہائے زنگار رنگ کے تختے کھِلے ہوئے
پتّوں کی لرزشوں میں ترانے مِلے ہوئے

شیریں پھلوں کے بوجھ سے شاخیں جھکی ہوئیں
ساحل پہ جیسے نقرئی موجیں رُکی ہوئیں

باغوں میں موتیوں کے تراشے ہوئے خیام
جن میں جمالِ آفریں حوروں کا ہے قیام

ایسے خیام جن کا تصوّر محال ہے!
حُوریں وہ جن کا حُسن فقید المثال ہے

زینت دہ قصور ہیں غلمانِ پاک رُو
ساغر بکف، سلام بلب، نغمہ درگلو

جنّت کی کوئی چیز زوال آشنا نہیں
شائستہ بقا ہے، وہاں آشنا نہیں!

اس گھر میں جب خدا کے پرستار جائیں گے
آنکھوں میں نور، دل میں نیا کیف پائیں گے

○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جنّت کے معنی

ڈھکنا، پردہ کرنا، چھپانا، اس کے بعد سایہ دار درختوں کو کہنے لگے۔ پھر سایہ دار درختوں کے باغ کو بھی جنّت کہنے لگے اور پھر اسلامی اصطلاح میں اس مقام کا نام رکھ دیا گیا۔ جہاں پر اچھے عمل کرنے والے خُدا کے فرماں بردار بندے قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھہریں گے۔

وجہ تسمیہ جنّت کو جنّت کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ یہ مقام لوگوں کی نظروں سے اس دُنیا میں پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے اور ان آنکھوں سے اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا اور نہ کوئی شخص اپنے ان کانوں سے اس کی پُوری حقیقت سُن سکتا ہے۔

" اور اللہ تعالیٰ نے وہاں کی راحتیں اور ہر قسم کی آسائشیں اور انعامات مخلوق کی نظروں سے چھپا رکھے ہیں۔" لَا عَیۡنٌ رَأَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتۡ (الخ، بخاری)

جنّت کی لمبائی چوڑائی

(۱) جنّت کے عرض کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے کہ اس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے۔

(۲) اور اس کی لمبائی کا مسلم شریف کی حدیث سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کو جنّت میں جو رقبہ دیا جائے گا وہ تمام دُنیا کے رقبہ سے دس گنا زیادہ ہوگا۔

(۳) دُوسری جگہ ارشاد ہے کہ جنّت میں ایک درخت

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ

(سُورۂ سجدہ پ ۲۱)

وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۔

(پ : ۴)

اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اگر کوئی سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو اور تمہاری کمان رکھنے کی جگہ مشرق و مغرب سے بہتر ہو گی۔ (بخاری)

(۴) اور ایک خدا سے ڈرنے والے کو دو دو باغ اتنے بڑے بڑے ملیں گے جن کی لمبائی اور چوڑائی اتنی ہو گی کہ اگر اس کے پورے حصہ میں گھومنا چاہیں، تو سو برس میں ختم ہو۔ (جواہر التفاسیر۔ ص ۳۹۴)

(۵) ہر مومن کے لیے جنّت میں ایک موتی کا بنا ہوا خیمہ ہو گا جس کی لمبائی ساٹھ میل کی ہو گی۔ اور اس خیمہ کے ایک ایک کونہ میں اس کی بیویاں اس طرح قیام کریں گی کہ ایک کو دُوسری نہ دیکھ سکے۔ (بخاری و مسلم)

(۶) جنّت کے ایک ایک دروازے کی دو چوکھٹوں (بازؤوں) کے درمیان اتنی چوڑائی ہو گی کہ اگر کوئی شخص اس کے عرض میں چلے، تو پُورے چالیس سال میں اس کی چوڑائی ختم ہو۔ (مسلم شریف)

(۷) جنّت میں سو منزلیں ہیں۔ ہر دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان یعنی پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے اُوپر کے درجے کا نام ہے اور اسی سے جنّت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں۔ اور جنت الفردوس کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس کو مانگو۔ (ترمذی شریف)

(۸) جنّت والے اپنے اُوپر والوں کو بلندی کے باعث اس طرح دیکھیں گے، جس طرح تم اس چمک دار ستارے کو دیکھتے ہو جو باقی رہا ہو آسمان کے مشرقی یا مغربی حصہ میں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ تو پیغمبروں کی منزلیں ہیں۔ پیغمبروں کے سوا وہاں پر اور کون پہنچ سکتا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا کیوں نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ (وہاں پر) ضرور پہنچیں گے جو ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور تصدیق کی اُس کے رسولوں کی۔ (بخاری و مسلم)

(۹) جنّت میں سو درجے (منزلیں) ہیں اور ایک ایک منزل اتنی بڑی ہے کہ اگر سارے جہاں کے لوگ اس میں جمع ہو جائیں، تو ان کے لیے وہی ایک درجہ کافی ہو جائے۔

سوال : اتنی بڑی جنت کہاں ہوگی ؟

جواب : ساتویں آسمان کے اُوپر، عرش الٰہی کے نیچے۔ اور عرشِ الٰہی جنت کی اس طرح چھت ہوگا جس طرح آسمان زمین کی چھت بنا ہوا ہے۔

سوال : اس وقت یہ آسمان ہوگا یا نہیں؟

جواب : نہیں بلکہ آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں سے ہی جنت میں جانے والے راستے پیدا کر دیے جائیں گے۔

سوال : جب یہ سورج بے نُور کر دیا جائے گا اور اس میں کوئی روشنی نہ ہوگی، تو جنّت میں اندھیرا رہے گا یا کوئی روشنی بھی ہوگی؟

جواب : ہاں، وہاں پر عرشِ الٰہی سے خاص قسم کا نور پہنچایا جائے گا اور جب رات کا وقت ہوگا تو پردے ڈال دیے جائیں گے جس سے جنتی لوگ سمجھ جائیں گے اب آرام کا وقت آگیا ہے اور صبح ہوتے ہی پردے ہٹا لیے جائیں گے جس سے جنتی لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب صبح ہوگئی اور سیر و تفریح کے لیے اپنی اپنی آرام گاہوں سے نکل آئیں گے۔

جنّت کا مصالحہ

صحابہ کرامؓ نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے دریافت کیا جنّت کی عمارت کس چیز سے بنائی گئی ؟ آپؐ نے فرمایا اس کی ایک ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک ایک چاندی کی، کنکریاں موتیوں اور یاقوت کی ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی بنی ہوئی زرد اور خوشبودار ہوگی۔ جو کوئی اس میں داخل ہوگا چین و آرام میں رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہاں پر اس کو کبھی بھی موت نہ آئے گی نہ اس کے کپڑے کبھی پُرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی کبھی فنا ہو گی، بلکہ وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ جوان ہی رہے گا۔ (مسند احمد، ترمذی شریف)

سوال : جنّت کب ملے گی ؟

جواب : جب یہ سارا جہان فنا ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت قائم ہوگی اور تمام لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور پھر میزانِ عدل کے پاس ان کو جمع کیا جائے گا اور وہاں پر ہر شخص کا حساب کتاب کر کے نیک لوگوں کو جنّت میں داخل کیا

جائے گا اور بدوں کو جہنم میں۔

جنّت کی بابت ایک شُبہ

بظاہر قرآن و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّت انسان کی نیکی اور خُدا کے حکموں کی فرماں برداری کا بدلہ ہے، تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ عمل یہاں پر کریں اور اس کا بدلہ آخرت کے اُدھار پر رکھا جائے۔ کب مریں، کب قیامت ہو، کب حساب ہو اور کب جنّت میں جائیں۔ آخر اس دُنیا ہی میں نیکی کا بدلہ کیوں نہیں ملتا۔ کیا اللہ تعالیٰ اس دُنیا میں بدلہ دینے پر قادر نہیں؟

جواب: ہاں اللہ تعالیٰ دُنیا میں بدلہ دینے پر قادر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ حکمت والے بھی ہیں اور اس کی حکمت چاہتی ہے کہ ہر شخص کی جزا (نیکی کا بدلہ) جنت اور سزا (بدی کا بدلہ) دوزخ دینے میں قیامت کا انتظار کیا جائے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے تین حال ہیں۔

اوّل دُنیا کا حال

اس زندگی میں ہر انسان پر تین قسم کے حقوق ہیں مثلاً کھانے، پینے، سونے اور آرام کرنے غرضیکہ سینکڑوں قسم کی ضروریاتِ زندگی میں پھنسا ہوا ہے اس کو حقوق النفس کہتے ہیں۔

دُوسری قسم

جیسے میاں بیوی کا تعلق یا دوستوں اور ماں باپ، بیٹا بیٹی وغیرہ کی قرابتی ذمہ داریوں میں گھرا ہوا ہے۔ کسی کی خوشی میں شریک ہونا، کسی کی غمی میں شرکت کرنی ضروری، کسی کا کھانا پینا اور اخراجات اس کے ذمہ ضروری، اس قسم کو حقوق العباد کہتے ہیں۔

تیسری قسم

مالکِ اصلی خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کی ذمہ داری کہیں نماز ہے، کبھی روزہ کا حکم ہے، کبھی حج، کبھی جہاد، کبھی زکوٰۃ وغیرہ کی قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ غرضیکہ اس حال میں انسان ہر طرح سے پابند ہی پابند ہے اور فارسی کے اس مصرعہ کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ع

دم بدم پا بستہ دام توام

غرضیکہ کوئی وقت ایسا نہیں جس میں بے چارہ انسان ہر طرح سے آزاد اور بے فکر ہو اور اسی بنا پر اس جہان کو دارالعمل، دارالمحن تکلیف اور مشقت کا گھر کہتے ہیں۔

جنّت کی کہانی، خُدا کی زبانی

(۱) جس جنّت کا متقیوں اور فرماں برداروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا بھی تغیّر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کو بہت لذیذ اور مزیدار معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا اور جنتی لوگوں کے واسطے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ (سورہ محمد۔ پ ۲۶)

(۲) جو شخص قیامت کی پیشی کا خوف رکھ کر خُدا کی اطاعت کرے گا، اس کے لیے دو جنتیں ہوں گی۔ ایک خُدا کے خوف کا بدلہ، دُوسرے گناہوں کے چھوڑنے کا بدلہ۔ ان دونوں میں میوہ دار درخت کثرت سے ہوں گے اور ہر درخت میں قسم قسم کے پھل ہوں گے اور ان باغات کی لمبائی اتنی ہوگی جس میں درمیانہ رفتار سے اگر کوئی آدمی چلے، تو سو سال میں اس کی لمبائی ختم ہو سکے اور ان میں اعلیٰ درجہ کے مکانات ہوں گے اور ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔ ایک کا نام تسنیم، دُوسرے کا نام سلسبیل اور دونوں چشموں میں خصوصیت یہ ہوگی کہ جنّت میں رہنے والا شخص جہاں چاہے اور اپنے مکان کے جس درجے میں چاہے اسی جگہ بے تکلّف پانی لے لے۔ ان دونوں باغوں میں ایک یہ خصوصیت ہوگی کہ اِن میں دو قسم کے پھل ہوں گے۔ ایک کی صُورت دنیاوی پھلوں کی طرح دُوسرے کی صُورت نئی، جو دیکھی نہ سُنی اور یہ لوگ جنّت میں تکیے لگائے ہُوئے ایسے بستروں پر آرام کریں گے جن کے استر ریشمی کپڑے کے ہوں گے اور ان کے ابرے نُور کے ہوں گے اور ان کے پھلوں کی یہ خصُوصیت ہوگی کہ ان کی شاخیں جھکی ہُوئی ہوں گی اور ان کے پھل جب جی چاہے گا فوراً خود بخود ٹوٹ کر مُنہ میں گر پڑیں گے اور ان دونوں باغوں میں نیچی نظر والی شرمیلی دوشیزہ لڑکیاں ہوں گی جن کو انکے شوہروں کے علاوہ کسی نے بھی ہاتھ نہ لگایا ہوگا اور وہ عورتیں اس قدر خوب صُورت

ہوں گی جیسے کہ مونگے اور لعل کی تراشی ہوئی تصویریں۔ غرضیکہ یہ دونوں جنتیں سونے کی بنی ہوئی ہوں گی اور ان کا تمام سامان بھی سونے کا ہوگا۔ (بخاری و مسلم) جو سابقین کے حصّہ میں آئے گی اور ان دونوں کے علاوہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا سارا سامان بھی چاندی کا ہوگا (بخاری و مسلم) اور ان کا رنگ ایسا گہرا سبز ہوگا کہ دیکھنے سے آنکھوں میں نُور اور دل میں فرحت و تازگی بڑھے گی اور ان میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے اور کثرت سے پھل خصوصاً کھجوریں اور انار بھی ہوں گے جو خوشذائقہ ہونے کے ساتھ غذا بھی ہیں اور دوا بھی ہیں اور ان چاروں باغوں میں ایسی عورتیں ہوں گی جو خوبصورت بھی ہوں گی اور نیک سیرت بھی ہوں گی جو موتیوں کے تراشے ہوئے خیموں میں بیٹھی ہوئی ہوں گی۔ جن کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہوگا اور اس جنت کے رہنے والے سبز قالینوں اور قیمتی بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور یہ دونوں جنتیں اصحٰب الیمین کے حصّہ میں آئیں گے۔

سورہ واقعہ میں ارشاد ہے:

(۳) اور سب سابقین جڑاؤ تختوں پر تکیہ لگا کر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے ان کی خدمت گزاری کے لیے لڑکے پھرتے ہوں گے جو ہمیشہ بچے ہی رہیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں صاف شراب کے پیالے اور آب خورے ہوں گے اور وہ شراب بھی ایسی ہوگی جس سے نہ درد سر ہوگا اور نہ اس سے بدحواسی کی باتیں ہوں گی اور ان بچوں کے ساتھ پھل بھی ہوں گے جو دل کو بھائیں گے اور ان کے پاس پرندوں کے گوشت جو ان کی طبیعت کے موافق ہوں گے، موجود ہوں گے اور وہاں پر حوریں ہوں گی جن کی آنکھیں بڑی بڑی نہایت لطیف آبدار موتی کی طرح ہوں گی۔ بجز سلامتی کے کوئی بے ہودہ اور لغو بات نہ سنیں گے اور اصحاب الیمین بیریوں کے باغ میں رہیں گے جو دُنیا کی طرح کانٹے دار نہ ہوں گی اور پھلوں سے لدے ہوئے کیلوں اور ہمیشہ رہنے والے سائے اور بہتے ہوئے پانی اور قسم قسم کے پھلوں میں جو اس وقت تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور نہ ان کے استعمال پر کسی قسم کی پابندی ہوگی اور وہاں پر قیمتی بستر ہوں گے اور دُنیا کی عورتیں نئے طور سے

پیدا کرکے اور ان کو کنواری اور نازنین اور مناسب عمریں دے کر اصحاب الیمین کی دلجوئی اور دل بستگی کا سامان کریں گے۔ (واقعہ: پ: ۲۷)

(۴) اور ان کی پختگی اسلام کے بدلے میں کشادہ اور پُرفضا جنت ہے جس کا عرض (چوڑائی)، زمین و آسمان کے برابر ان کو پہننے کے لیے بڑھیا قسم کا ریشمی لباس دیا جائے گا اور یہ مسہریوں پر آرام و عزت سے تکیہ لگائے ہوئے جلوہ افروز ہوں گے۔ موسم اس قدر فرحت بخش ہوگا کہ نہ گرمی کی شدت نہ جاڑے کی زیادتی۔ اور جنت کے درخت ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان پھل دار درختوں کے خوشے اس قدر سب سے نزدیک ہوں گے کہ اگر کوئی جنتی ان کو توڑنا چاہے، تو چاہے بیٹھ کر، چاہے لیٹ کر، چاہے کھڑے ہوکر غرضیکہ جس طرح اس کا جی چاہے آرام سے توڑ لے۔ اور ان کے پاس چاندی کے برتن اور چاندی کے بنے ہوئے آبخورے اتنے شفاف اور ہلکے کہ دیکھنے سے شیشہ کے معلوم ہوں اور آبخوروں کا انداز اور ان کی بناوٹ اتنی صحیح ہوگی کہ پینے والوں کی پیاس اور خوراک کے موافق ہوں گے نہ کچھ زیادہ اور نہ کچھ کم۔ اور اس کے علاوہ ان لوگوں کو ایسی شراب کا جام پلائیں گے جس میں سونٹھ ملی ہوئی ہوگی جو اس شراب کو خوش ذائقہ اور مزیدار کردے گی۔ لیکن وہ دُنیا کی سونٹھ نہ ہوگی بلکہ ایک چشمہ جس کا نام سلسبیل ہے۔ اس کا کچھ حصہ لے کر اس شراب میں ملادیں گے اور ان کی خدمت کے لیے کچھ لڑکے مقرر کیے جائیں گے جن کی خصوصیات یہ ہیں۔ (۱) وہ ہمیشہ ہمیشہ لڑکپن ہی کی عمر میں رہیں گے کبھی جوان یا بوڑھے نہ ہوں گے۔ (۲) وہ نہایت ہی حسین و جمیل نازک ہوں گے رنگ اتنا پاکیزہ کہ دیکھنے والا ان کی نزاکت اور آب دیکھ کر گمان کرے گا کہ موتی کے دانے بکھرے ہوئے ہیں اور جب تم اس مقام کو دیکھو تو خیال کرو کہ وہاں پر قسم قسم کی بے انتہا نعمتیں ہیں اور لازوال سلطنت ہے۔ ان کے اُوپر کے کپڑے باریک اور نہایت ہی چمکدار ریشم کے بنے ہوئے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے جن کا رنگ سبز ہوگا اور شاہی مقرب اور درباریوں کی نشانی ظاہر کرنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں گے اور ان سب نعمتوں میں سب سے بڑھ کر یہ دولت ملے گی کہ رب العالمین خود اپنے ہاتھ سے

پاک کرنے والی شراب پلائے گا (جس کی کیفیت عشاق سے پوچھو) اور فرماتے ہونگے یہ تمہارا نیک کاموں کا انعام ہے کیونکہ تمہاری محنت ہم کو پسند آگئی۔ (دہر: پ ۲۹)

(۵) بے شک ڈرنے والوں کو مراد ملتی ہے اور ان کا درجہ بلند اور ممتاز ہوتا ہے کہ ان کے لیے پھلوں سے لدے ہوئے چار دیواری کے باغ ہیں اور ان باغات میں انگور کی ٹٹیوں کے سائبان ہیں اور نوجوان حسین کنواری ۱۷-۱۸ سال کی لڑکیاں ہیں اور شراب کے چھلکتے ہوئے پیالے اور اس کی محفل میں کوئی بے ہودہ اور جھوٹی بات نہ ہوگی۔ یعنی یہ نشہ سے پاک و صاف ہوگی۔ اور یہ بدلا ہے تیرے رب کی طرف سے جو اس نے اپنے فضل سے تیرے حساب کے موافق عطا فرمایا ہے۔ (سورہ نبا پ: ۳۰)

نوٹ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کی چیزوں کے نام دُنیا کی چیزوں کی طرح ہیں، لیکن ان کی حقیقتیں دُنیا کی چیزوں سے بالکل مختلف ہوں گی کیونکہ دُنیا کی چیزوں کا مادہ مٹی جیسی غلیظ چیز ہے اور جنت کی اشیاء کا مادہ نُور ہے جو انتہائی لطیف ہے۔

(۶) بے شک نیک لوگ آرام میں ہوں گے اور ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز ہونگے اور سونے کے جڑاؤ تختوں پر بیٹھ کر جنت کی بہاریں اور وہاں کے نظارے بلا تکلف اپنی اپنی جگہ سے دیکھیں گے اور ان کے چہروں پر انعام اور راحتوں کے باعث خاص قسم کی تروتازگی ہوگی۔ ان کو پینے کے لیے مشک و خاص مہر کی ہوئی (سیل کی ہوئی) شراب ملے گی۔ تاکہ اس مشک کی خوشبو اس شراب میں بس جائے اور پینے والے کے دماغ کو خوش اور معطّر کر دے۔ اور اگر اس میں ملانے کو جی چاہے گا تو (سوڈا نہیں) بلکہ تسنیم کی آمیزش کی جائے گی اور تسنیم جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جس کی خالص شراب اللہ کے خالص الخاص بندوں کو ہی دی جائے گی۔ لیکن اس میں سے کچھ حصّہ بطور خوشبو کے ابرار یعنی نیک بندوں کو بھی دیا جائے گا۔ پس چاہیے کہ (دوڑیں) اور رغبت کریں، (رغبت کرنے والے)

نوٹ: حدیث میں آتا ہے کہ اس مشک کی خوشبو اس قدر تیز ہوگی کہ اگر کوئی شخص اس میں ہاتھ ڈبو کر نکالے، تو دُنیا کی تمام جان دار مخلوق اس کی خوشبو سے مست

اور بے خود ہو جائے۔

(۷) بہت سے چہرے اس دن تروتازہ اور اپنی کمائی کے باعث سُرخرو ہوں گے۔ اُونچی اُونچی جنتوں میں نہایت چین اور آرام سے ہوں گے اور اس جگہ رنج پہنچانے والی کوئی بات نہ سنیں گے اور اس میں ایک چشمہ جاری ہو گا جس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں اور میٹھا ہو گا۔ اور وہاں پر اُونچے اُونچے تخت اور ان تختوں پر آبخورے قرینے سے رکھے ہوئے ہوں گے اور مخملی قالین ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے۔ یعنی فالتو پڑے ہوئے ہوں گے۔ تاکہ جہاں جنت والوں کی طبیعت چاہے ان کو بچھا سکیں۔ (سورہ غاشیہ : پ ۳۰)

(۸) تمام دنیاوی دوست اس روز یعنی قیامت کو ایک دُوسرے کے دُشمن ہو جائیں گے؛ البتہ خدا سے ڈرنے والے اصحاب کی دوستی دُنیا کی طرح اب بھی قائم رہے گی، جس طرح دُنیا میں یہ لوگ ایک دُوسرے کے کام آتے تھے۔ اس آڑے وقت میں بھی اسی طرح کام آئیں گے اور فرماں برداروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دی جائے گی جس کا مطلب یہ ہو گا (۱) اے میرے بندو تم پر آج کسی قسم کا کوئی خوف و اندیشہ نہیں اور نہ آئندہ ہی کسی قسم کا تُم پر کوئی غم ہو گا (۲) اے ہماری آیتوں پر ایمان لا کر ہماری تابعداری کرنے والو! تم اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ لے کر خوش بخوش جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ (۳) تمہارے خدمت گذار تمہارے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لے کر آتے رہیں گے۔ (۴) اور مختصر یہ کہ جنّت میں ہر وہ چیز دستیاب ہو گی جس کو دل چاہے گا اور جن کے دیکھنے میں آنکھوں کو لذّت حاصل ہو گی۔ غرضیکہ تم وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہو گے۔ نہ بیماری آئے گی اور نہ وہاں پر کبھی کوئی نعمت زائل ہو گی۔ نہ وہاں پر دنیاوی مالداروں کی طرح کسی قسم کی دُشمنی اور عداوت ہو گی۔ نہ بڑھاپا آئے گا اور نہ کسی کو موت آئے گی۔

بہشت اس جگہ کا نام ہے جہاں پر نہ کسی قسم کی تکلیف ہو گی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا ہو گا نہ لڑائی۔

جنّت کی کہانی، نبی کی زبانی

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ حضور میری سفارش قیامت کے روز فرمایئے گا۔ آپ نے فرمایا میں ضرور تیری سفارش کروں گا۔ اِس پر مَیں نے آپ سے عرض کیا کہ حضور میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے پُل صراط پر دیکھنا۔ مَیں نے عرض کیا۔ اگر وہاں پر آپ نہ ملیں۔ آپ نے فرمایا، تو پھر میزان کے پاس دیکھنا۔ مَیں نے پھر دریافت کیا، اگر آپ وہاں بھی نہ ملے؟ اِس پر آپ نے فرمایا، تو حوضِ کوثر کے پاس ڈھونڈ لینا۔ مَیں ان تینوں جگہوں میں سے کسی ایک جگہ پر ضرور ہی تم کو ملوں گا (ترمذی وقال حدیث غریب)

موت کی موت

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنّت میں پہنچ جائیں گے اور جہنمی جہنّم میں تو موت کو (دُنبہ کی شکل میں) لایا جائے گا اور جنّت اور دوزخ کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور پھر ایک آواز دینے والا آواز لگائے گا۔ اے جنّت والو! اب موت نہیں۔ اے دوزخ والو! اب کسی کو موت نہ آئے گی۔ یہ منظر دیکھ کر جنتیوں کی خوشی دوچند ہو جائے گی اور دوزخ والوں کے غموں میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

جنّت کی عورت

(۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں صبح کو یا شام کو نکلنا دُنیا اور اُس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنّت والوں کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو اس کی خوبصورتی کے باعث مشرق و مغرب روشن ہو جائے اور مشرق سے مغرب تک تمام فضا کو خوشبو سے مہکا دے اور اس کی اوڑھنی (سر پہ اوڑھنے کا کپڑا) دُنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

نوٹ: فی سبیل اللہ کے راستے سے مراد جہاد۔ طلب علم اور ترجمہ قرآن شریف کے لیے یا تبلیغ کے لیے گھر سے نکلنا ہے۔ جیسے رائے ونڈ ضلع لاہور کے تبلیغی مرکز سے تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی جماعت جو جنّت میں داخل ہو گی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گی اور یہ صورت انبیاء علیہم السلام کی ہوگی اور دوسری جماعت کی شکلیں چمکدار ستاروں کی طرح ہوں گی۔ ہر ایک آدمی کے واسطے دو دو بیویاں ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور ان کی پتلی انتہائی سیاہ ہوگی اور ان کی آنکھیں انتہائی فراخ ہوں گی۔ ہر بیوی کے اوپر ستر حلے ہوں گے۔ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا نزاکت اور لطافت کی وجہ سے ہڈی اور گوشت کے باہر نظر آئے گا۔ ہمیشہ صبح و شام یہ بہشتی لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے۔ نہ وہ بیمار ہوں گے، نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ تھوکیں گے، نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان کی انگیٹھیوں کا کوئلہ عود (اگر) ہوگا اور ان کے پسینہ کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ سب کے سب آپس میں بااخلاق ہوں گے اور ان کی صورت اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہوگی اور ان کے قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم شریف)

(۵) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنّت میں ایک مجلس ہوگی۔ جس میں حوریں، ایسی خوش آوازی سے گائیں گی کہ اس طرح کی آواز مخلوق نے اس سے پہلے کبھی بھی نہ سنی ہوگی اور ان کے گیت یہ ہوں گے:

(ترجمہ) ہم ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی، کبھی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم ہیں آرام اٹھانے والی۔ پس کبھی تنگ نہ ہوگی؛ ہم ہیں راضی خوشی رہنے والی اور کبھی ناخوش نہ ہوں گی۔ مبارکبادی ہے اس شخص کے واسطے جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔ (ترمذی)

حُور، اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی نہایت چمکیلی اور پتلی انتہائی گہری سیاہ ہو۔ عین کے معنی فراخ چشم یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی۔

(۶) فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی مرد جنّت میں ستر تکیوں پر اس طرح آرام کرے گا۔ ایک پہلو سے جب دوسرا پہلو بدلے گا، تو اس عرصے میں قسم قسم

کے سر تکیے لگائے گا۔ اسی اثنا میں ایک عورت آئے گی اور ناز کرتے ہوئے اس مرد کے کندھوں پر اچانک، ہاتھ مارے گی۔ وہ مرد منہ موڑ کر جو دیکھے گا تو اس عورت کا رخسارہ آئینہ سے زیادہ چمکدار اور صاف ہوگا۔ اور اس شخص کو اس کے منہ میں اپنی صورت نظر آئے گی اور اس عورت کا لباس کا یہ حال ہوگا کہ اس میں جو موتی لگے ہوئے ہوں گے ان میں ادنیٰ درجہ کے موتی کی یہ کیفیت ہوگی کہ اگر وہ موتی دُنیا میں کبھی موجود ہو تو اپنی چمک کی وجہ سے مشرق سے لے کر مغرب تک کو روشن کر دے اور پھر سورج کی ضرورت نہ رہے۔ اس وقت یہ عورت اس جنتی مرد کو سلام کرے گی۔ یہ مرد اس کے سلام کا جواب دے کر دریافت کرے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی باقی نعمتوں کے علاوہ اس ناچیز کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا ہے۔ جس قدر آپ کا حق تھا وہ تو آپ کو مل ہی گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مزید مجھے دیا ہے اور اس عورت کے اُوپر رنگ رنگ کے ستر کپڑے اس طرح کے باریک ہوں گے کہ اس مرد کی نظر ان کپڑوں سے گزر کر عورت کے جسم پر اس طرح پڑے گی جیسے کہ ننگے جسم پہ نظر پڑتی ہے اور اس عورت کے جسم کی اور کھال کی نزاکت کا یہ عالم ہوگا کہ اس کی پنڈلی کا گودا گلی، ان کپڑوں کے اندر سے نظر آئے گا۔ اور اس عورت کے سر پر ایسا بیش قیمت تاج ہوگا جس کا ادنیٰ درجہ کا موتی تمام جہان کو روشن کر دے۔ (مسند احمد)

سوال: اوّل تو ستر کپڑے، پھر کھال، پھر گوشت، پھر ہڈی کے درمیان سے گودہ کس طرح نظر آئے گا؟

جواب: آج کل ایک آلہ چلا ہے جس کو ڈاکٹر لوگ ایکسریز کہتے ہیں۔ اس کو لگا کر جسم کے اندر کی تمام چیز ہڈی اور اس کا گودہ تک نظر آجاتا ہے، تو کیا اللہ تعالےٰ دُنیا کے انسانوں سے بھی عاجز ہیں۔

جنتی مرد کی مردانگی

(۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی مرد کو جنت میں اتنی قوّت دی جائے گی دجو بہتر عورتوں کے لیے کافی ہوگی، صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

اتنی عورتوں سے صحبت کرنے کی اس مَرد میں طاقت ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اُس کو سو مردوں کی قوت دی جائے گی، تو پھر اتنی عورتوں سے صحبت کرنے کی کیوں طاقت نہ ہوگی۔ (ترمذی شریف)

(۸) جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر جنّت کی چیزوں میں سے ناخن کی مقدار دُنیا میں ظاہر ہو جائے، تو تمام رُوئے زمین کو مزیّن و آراستہ و پیراستہ کردے۔ اور اگر ایک جنتی آدمی دُنیا میں جھانکے اور اس کے کپڑے دُنیا میں ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سُورج کی روشنی کو مٹا دے اور سُورج اس کی روشنی میں اس طرح غائب ہو جائے جس طرح کہ سُورج نکل کر ستاروں کو غائب کر دیتا ہے اور ستاروں کی روشنی سُورج نِکلتے ہی غائب ہو جاتی ہے۔

(۹) فرمایا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جنتی مردوں کے چہروں پر ڈاڑھی نہ ہوگی جس طرح نئی نئی جوانی میں رخساروں (کلّوں) پر بال نہیں نکلتے ان کی آنکھیں قدرتی سرمگیں ہوں گی۔ ان کی جوانی فنا نہ ہوگی۔ ان کے کپڑے پرانے اور میلے نہ ہوں گے۔ (ترمذی شریف، دارمی)

کیونکہ حدیث میں کحلی کا لفظ آیا ہے اور مکحول اس کو کہتے ہیں جس کی پلکوں کی جڑیں قدرتی سیاہ ہوں اور دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ اُس نے سُرمہ لگایا ہوا ہے اور جرد کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بدن پر بالکل بال نہ ہوں اور مرد کے معنی وہ لڑکا جس کے ڈاڑھی نہ آئی ہو۔

(۱۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی لوگ جنّت میں اس طور سے داخل ہوں گے کہ ان کے بدن کے اُوپر کوئی بال نہ ہوگا بلکہ تمام بدن کی کھال صاف ہوگی۔ یعنی بدن کے کسی حصّہ پر بال نہ ہوں گے۔ نہ سینہ پر نہ بغلوں میں نہ اور کہیں اور چہروں پر ڈاڑھی نہ آئی ہوگی۔ آنکھیں قدرتی سرمگیں (سُرمہ لگی ہوئی) معلوم ہوں گی۔ ان کی عمر ۳۰ تا ۳۳ سال کی ہوگی یہاں پر حضرت معاذؓ بھول گئے کہ آپ نے ۳۰ سال کی عمر فرمائی یا ۳۳ سال کی۔ (ترمذی)

ادنیٰ درجہ کا جنتی

(۱۱) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ شخص ہوگا کہ اس کے لیے اسی ہزار خدمت گزار ہوں گے اور بہتر ۷۲ بیویاں ہوں گی اور اس کے واسطے ایک خیمہ لگایا جائے گا جو موتی اور زبرجد اور یاقوت کا بنا ہوا ہوگا اور اس خیمہ کا طول و عرض یعنی لمبائی چوڑائی اتنی ہوگی جتنی جابیہ سے لے کر صنعا تک۔ جابیہ ایک شہر ہے شام میں اور صنعا یمن میں ایک مقام ہے گویا کہ ادنیٰ درجے کے جنتی کا خیمہ لمبائی اور چوڑائی میں اتنا ہوگا کہ جتنا یمن اور شام کے درمیان فاصلہ ہے۔ (ترمذی شریف)

ادنیٰ جنتی سے رب العالمین کے تین خطاب

(۱۲) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنت میں ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس جنتی سے فرمائیں گے جو تیری مُراد ہو مانگ۔ اب یہ شخص جس قدر بھی اس کی مرادیں ہوں گی وہ سب کچھ ہی مانگ لے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ دوبارہ فرمائیں گے جتنی تیری مرادیں تھیں، تُو نے مانگ لیں۔ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ میں سب کچھ مانگ چکا۔ تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ پھر فرمائیں گے کہ تیرے لیے تمام وہ چیزیں ہیں جس کی تُو نے تمنّا کی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اتنی ہی اور بھی ہماری طرف سے یعنی ایک تیرے مانگنے پر اور ایک ہم نے اپنی طرف سے شامل کر کے ان کو دوگنا کر دیا۔ (مسلم شریف)

(۱۳) فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ شخص ہوگا جو اپنے باغوں، اپنی عورتوں، اپنی نعمتوں اور اپنے خدمت گذاروں کو اپنے آرام کرنے کے تختوں کو ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا۔ یعنی ادنیٰ درجہ کے جنتی کی ملکیّت جنّت میں اتنی وسیع ہوگی جس کا رقبہ ایک ہزار سال کا ہوگا۔ (ترمذی شریف)

جنّت کا بازار

(۱۴) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت میں ایک بازار لگایا جائے گا اور جنتی لوگ ہر جمعہ کو اس بازار میں آیا کریں گے۔ اور جس وقت یہ لوگ بازار میں آئیں گے، تو شمالی ہوا چل کر ان کے چہروں اور کپڑوں پر قسم قسم کی خوشبوئیں چھڑک دے گی اور اس ہوا کی خاص تاثیر یہ ہوگی کہ اس

ہوا کے لگنے کے بعد جنتی لوگ پہلے سے زیادہ خوبصورت حسین وجمیل ہو جائیں گے اور جب یہ لوگ یہاں سے فارغ ہو کر اپنے اپنے مکانوں میں واپس جائیں گے تو گھر والے تعجّب کے ساتھ ان لوگوں سے کہیں گے کہ آپ تو یہاں سے جا کر بہت ہی خوبصورت ہو گئے ہو (آخر اس کی کیا وجہ؟) یہ لوگ کہیں گے خدا کی قسم ہماری غیر حاضری میں تمہارا حسن وجمال بھی بے حد دل کش ہو گیا (اس کی کیا وجہ ہے؟) گھر والوں کی خوب صورتی کا سبب بھی غالباً وہی ہوا ہو گی جس نے مردوں کو خوبصورت بنا دیا تھا۔ (مسلم شریف)

(۱۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک بازار ہو گا، لیکن اس میں کسی قسم کی خرید وفروخت نہ ہو گی۔ اس میں مردوں کی مورتیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔ پس جب کسی کو کوئی صورت (مورتی) اچھّی معلوم ہو گی، تو وہ جنتی اس میں داخل ہو جائے گا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صُورت بھی اس کو پسند ہو گی، ویسی صُورت اُس کی کر دی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

(۱۶) سعید بن مسیبؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مدینہ منورہ کے بازار میں ملاقات کی۔ اِس پر ابوہریرہؓ نے فرمایا اے سعید میں دُعا کرتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ تیری اور میری اسی طرح جنّت کے بازار میں ملاقات کرائیں اور ہم دونوں کو وہاں پر جمع کرا دیں۔ اس پر حضرت سعیدؒ نے عرض کیا۔ کیا جنّت میں بازار بھی ہو گا؟ ابوہریرہؓ نے فرمایا: ہاں ضرور ہو گا۔ خبر دی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ اہلِ جنّت جب جنّت میں داخل ہوں گے، تو اپنے اپنے عملوں کے مطابق اس کی منزلوں میں فروکش اور قیام پذیر ہوں گے، جس کے عمل زیادہ اور بہتر ہوں گے ان کے درجے بھی بلند اور اعلیٰ ہوں گے پھر ہر ہفتہ جمعہ کے روز ان لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے اپنے مقام سے نکلیں، یہ لوگ حکم پاتے ہی اپنی اپنی منزلوں سے باہر نکلیں گے اور اپنے رب کی زیارت سے شرف اندوز ہوں گے اور اس روز اللہ تعالیٰ اپنے لُطف اور خاص عنایات سے ان کو مالا مال فرمائیں گے اور خُدا تعالیٰ جنّت کے سب سے بڑے باغ میں دربار کریں گے اور وہاں پر حسبِ حیثیت مختلف قسم کی کُرسیاں لگائی جائیں گی۔ کچھ تو نور کی

بنی ہوں گی، کچھ موتیوں کی بنی ہوئی اور کچھ یاقوت کی بنی ہوئی، کچھ زمرد کی اور کچھ سونے کی اور کچھ چاندی کی بنی ہوئی ہوں گی اور اپنے اپنے درجہ کے مطابق ہر جنتی ان کرسیوں پر بیٹھے گا اور سب سے ادنےٰ درجے کے جنتی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور خوبی یہ ہو گی کہ ٹیلوں پر بیٹھنے والی قوم کو یہ خیال بھی نہ آئے گا کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے لوگ ہم سے اعلےٰ درجے میں ہیں یا ہم۔ کیونکہ جنّت میں ہر کوئی شخص اپنے اپنے مقام اور مرتبے پر راضی اور شکر گذار ہو گا اور اس سے اُونچے درجے کی خواہش بھی نہ کرے گا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا، ہاں ضرور دیکھو گے۔ کیا تم سورج اور چودھویں رات میں چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح شک نہ کرو گے تم اپنے پروردگار کے دیکھنے میں اور اس مجلس میں کوئی بھی ایسا نہ ہو گا جس سے اللہ تعالیٰ بلا واسطہ گفتگو (بات چیت) نہ فرماویں اور آمنے سامنے بالکل بے حجاب تشریف فرما ہوں گے اور اس دوران میں ایک آدمی سے فرمائیں گے۔ اے فلاں کے بیٹے فلاں کیا تجھ کو وہ دن یاد ہے جس میں تُو نے یہ فلاں فلاں بات کہی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی بعض وہ عہد شکنیاں یاد دلائے گا جو اس نے دُنیا میں کی تھیں۔ پس یہ عرض کرے گا۔ اے اللہ! کیا تُو نے میرے گناہ معاف نہیں کر دیے؟ ارشاد ہو گا۔ کیوں نہیں، میری مغفرت کی وسعت اور فراخی کے باعث ہی تُو اس مرتبہ میں پہنچا۔ اسی اثناء میں ان پر ایک بادل آئے گا اور ایسی خوشبو کی بارش برسائے گا کہ اس وقت تک کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہو گی اور اس بارش کے درمیان ارشاد ہو گا کہ کھڑے رہو اور آؤ اس چیز کی طرف جو مَیں نے تمہارے لیے تیّار کر رکھی تھی اور جس چیز کو تمہارا دل چاہے بے تکلف اس کو لے لو۔ اس ارشاد کے سنتے ہی ہم ایک بازار میں آئیں گے۔ جس کے چاروں طرف فرشتے کھڑے ہُوئے ہوں گے۔ اور اس بازار میں ہم ایسی ایسی چیزیں دیکھیں گے جو اس وقت تک نہ آنکھوں نے دیکھی ہوں گی اور نہ کانوں نے سنی ہوں گی اور نہ

دلوں پر اس کا خیال گزرا ہو گا۔ اور اس کے بعد ہماری پسند کی چیزیں ہم کو مفت دے دی جائیں گی۔ کیونکہ اس بازار میں خرید و فروخت نہ ہو گی اور اس بازار میں جنّت والے ایک دُوسرے سے مُلاقاتیں کریں گے اور ایک اُونچے مرتبے والا شخص اپنے سے کم درجے کے جنتی سے مُلاقات کرے گا اور اس کو اپنا لباس اس ادنیٰ درجے کے جنتی کے مقابلے میں اچّھا معلوم نہ ہو گا، لیکن فوراً ہی معلوم ہو گا کہ میرا خیال غلط ہے اور اس سے زیادہ کچھ خوبصُورت نہیں اور یہ خیال کی تبدیلی اس وجہ سے ہو گی تاکہ اِس کو کسی قسم کا غم نہ ہو۔ میرے ناقص خیال میں اس کی یہ صُورت معلوم ہوتی ہے کہ ادنیٰ درجے کے جنتی کا جو لباس ہو گا، غالباً فوراً ہی اس کے لباس کو دُوسرے شخص کی طرح کر دیا جائے گا۔ تاکہ اس کو غم نہ ہو اور دُوسرے کو بُرائی نہ ہو' اس کے بعد ہم اپنے اپنے گھروں میں پہنچیں گے تو ہماری عورتیں ہم سے مُلاقات کر کے کہیں گی مرحبًا و اہلاً۔ تم اس قدر خوب صورت ہو کر کیسے آئے ہو۔ جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے، تو اس وقت تو تم پر اس قدر حسن و جمال نہ تھا۔ اس کے جواب میں ہم لوگ کہیں گے کہ ہم کو آج خدا کے قرب کی سعادت حاصل ہُوئی ہے۔ پس اس کا قُرب اور صحبت اس کے لائق ہے کہ ہم اسی خوب صُورت حالت میں تمہارے پاس واپس ہوں (ترمذی۔ ابنِ ماجہ شریف)

جنّتی مَرد اور عورتیں

(۱۷) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے 'جنّت میں پہنچ کر جنّت والے مَرد عورت جنّت میں کھائیں گے، پئیں گے، لیکن کھانے کے باوجود یہ لوگ نہ تھُوکیں گے نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے۔ نہ ان کو ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا؛ تو کھانے کے فضلات (بدن سے) کس طرح پر خارج ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: اِس کی دو صُورتیں ہوں گی۔ اوّل ڈکار آئے گی۔ دُوسرے ان کو مشک کی طرح خوشبودار پسینہ آئے گا' اور فضلات اِن دونوں کے ذریعے بدن سے خارج ہو جائیں گے اور ان لوگوں سے تسبیح و تحمید اس طرح سے بے اختیار جاری ہو گی جس طرح سانس بغیر کسی مشقت کے خود بخود نکلتا رہتا ہے۔ (مسلم شریف)

جنّت والوں سے چار باتیں

(۱۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (جب جنّت میں جنتی لوگ پہنچ جائیں گے) تو ایک آواز دینے والا ان کو آواز دے گا۔ (۱) اے جنّت والو تم لوگ ہمیشہ ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے (۲) اور تم زندہ رہو گے اور تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ (۳) اور تم لوگ ہمیشہ جوان رہو گے، کسی وقت بوڑھے نہ ہو گے (۴)، تمہارے لیے فیصلہ ہے کہ تم ہمیشہ چین اور آرام میں رہو اور کبھی تکلیف اور مصیبت نہ دیکھو۔ (مسلم شریف)

جنّت میں داخل ہونے والوں کے دل

(۱۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جنّت میں بہت سی قومیں اس طرح کی داخل ہوں گی کہ ان کے دِل پرندوں کے دل کی مانند نرم اور صاف یعنی بے کینہ اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک ہوں گے۔ (مسلم شریف)

جنّت والوں سے اللہ کی خاص باتیں

(۲۰) ایک دفعہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ اللہ تعالیٰ جنتی مردوں اور عورتوں کو پکار کر کہیں گے اے جنت والو! اس کے جواب میں جنت والے لبیک کہیں گے یعنی اے ہمارے رب ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں اور بھلائی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جس کو چاہے عنایت فرمادے اور جس کو چاہے نہ دے۔ کیوں کہ تو مالک ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان جنّت والوں سے ارشاد فرمائے گا: کیا تم لوگ ہم سے خوش ہو؟ جنتی لوگ عرض کریں گے، اے ہمارے رب تجھ سے خوش نہ ہوں گے تو کس سے خوش ہوں گے کیونکہ تُو نے ہم کو وہ چیزیں اپنے فضل وکرم سے عطا کیں جو اپنی مخلوق میں کسی کو بھی نہیں دیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا: کیا اس سے بہتر اور اعلیٰ چیز تم کو نہ دے دوں؟ جنّت والے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ان نعمتوں سے زیادہ کون سی چیز بہتر ہو گی (جو تُو نے ہم کو جنّت میں دے رکھی ہیں۔ یعنی ہر قسم کی کھانے کی چیزیں، عمدہ سے عمدہ لباس، اعلیٰ سے اعلیٰ مکانات اور باغات وغیرہ)، اِس پر حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: اچھا میں تم کو اپنی خوشنودی کا پروانہ

عطا کرتا ہوں اور اب کبھی بھی تم سے ناراض اور ناخوش نہ ہوں گا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پروانہ اتنا قیمتی ہے کہ جنّت کی تمام نعمتیں اُس کے مقابلے میں ہیچ اور بے قدر ہیں۔ (بخاری و مسلم شریف)

(۲۱) فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جس وقت جنتی لوگ اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے، اچانک ان کے واسطے ایک نُور ظاہر ہو گا، تو یہ لوگ اپنے سروں کو اُٹھائیں گے تاکہ اس نور کو دیکھیں۔ پس دیکھیں گے کہ رب العالمین نے اُوپر سے اِن لوگوں پر اپنی تجلّی ڈالی ہے۔ اس وقت اللہ رب العزّت کا پہلا جُملہ یہ ہو گا: السلام علیکم یا اھل الجنّة اور یہ وہی سلام ہو گا جس کا وعدہ قرآن شریف میں اس طرح سے کیا گیا: سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ الرَّحِيْمِ ۔ (سورہ یٰس پ ۲۳)

اس کے بعد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف (محبّت سے) دیکھے گا اور (اسی طرح) یہ لوگ بھی کُھلم کُھلا بغیر کسی پردے کے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اس دیدارِ الٰہی کا اِن لوگوں پر یہ اثر ہو گا کہ جب تک ان کی نظروں کے سامنے خدا کا دیدار رہے گا جنّت کی کسی نعمت کی طرف بالکل ہی توجہ نہ کریں گے، بلکہ دیدارِ الٰہی میں (ایسے) محو اور مستغرق ہو جائیں گے کہ جنّت کی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نُور یعنی اپنی ذات کے درمیان پھر پردہ ڈال لیں گے اور ان لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائیں گے، لیکن اس نُور کا اثر اور مشاہدے کی کیفیت و لذت اب بھی باقی رہے گی۔ (ابن ماجہ)

سوال : ہمیشہ ہمیشہ اِن کو مشاہدۂ جمال کیوں کر رہے گا جب کہ وہ سب نعمتوں سے زیادہ اعلیٰ نعمت ہو گی؟

جواب : یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کیونکہ باوجود جنّت کی لطافت کے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا جمال بلاواسطہ دیکھنے کی انسانوں میں طاقت ہو گی، اس لیے تھوڑی دیر کے لیے اپنا دیدار دکھایا، پھر جنّت کی نعمتوں میں لگا دیا تاکہ ہر مرتبہ نئی لذّت ان کو حاصل ہو۔ سُورج روز نکلتا ہے۔ اس کو کوئی بھی شوق کے ساتھ نہیں دیکھتا۔ لیکن عید کا چاند

سال میں ایک دفعہ نکلتا ہے، تو کتنے شوق سے اس کو دیکھتے ہیں۔

جنّت کا اُڑنے والا گھوڑا

(۲۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک دیہاتی آکر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں گھوڑوں کا بہت شوقین ہوں۔ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تُو جنّت میں داخل ہُوا تو تجھ کو یاقوت کا بنا ہُوا ایک گھوڑا دیا جائے گا۔ اور اس کے دو پَر ہوں گے، پھر تجھ کو اس پر سوار کرایا جائے گا اور پھر تُو جس جگہ چاہے گا وہ تجھ کو اُڑا لے جائے گا۔ (ترمذی شریف)

گویا کہ یہ گھوڑا جنّت کا ہوائی جہاز ہوگا، لیکن ہمارے یہاں کے ہوائی جہاز کی صورت مچھلی کی طرح ہوتی ہے اور جنّت کے ہوائی جہاز کی شکل گھوڑے کی طرح ہو گی۔ یہ ہوائی جہاز الومنیم کا بنا ہوا ہوتا ہے، وہ جہاز یاقوت کا ہوگا، پھر تعجب کاہے کا۔ بعض دہریوں کو اس حدیث کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا اور قسم قسم کے اعتراضات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم پر کیا کرتے تھے، لیکن ہوائی جہاز کی ایجاد نے ان ظاہر پرستوں کو خاموش کر دیا۔

جنّت کے درخت

(۲۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جنّت میں کوئی درخت بھی ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔ (ترمذی شریف)، اور ہر درخت کی شاخیں ٹہنیاں مختلف ہیں کسی کی سونے کی کسی کی چاندی کی، کسی کی یاقوت کی اور کسی کی زمرد کی اور کسی کی موتی کی اور قسم قسم کے خوشوں اور طرح طرح کے پھلوں سے ان کو سجایا گیا ہے۔ اور ہر ہر درخت کے نیچے نہر چلتی ہوئی ہوگی۔ (مظاہرِ حق، ج ۴، ص ۴۳۸)

(۲۴) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس مبارک میں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر آیا، تو آپؐ نے فرمایا: وہ اتنا بڑا ہے کہ اگر تیز رفتار سوار اس کی شاخوں ٹہنیوں کے سائے میں چلے تو سو سال میں اس کے سائے کو ختم کرے اور اس درخت پر

سونے کی ٹڈیاں ہیں۔ شاید ان ٹڈیوں سے مُراد نورانی فرشتے ہوں جو اس درخت پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ان کے چمکدار پروں کو سونے کی ٹڈیوں سے تشبیہہ دی گئی ہو اور اس کے پھل اتنے بڑے ہیں جتنے مٹکے ہوتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت کا نام ہے جس کی ابتدا چھٹے آسمان سے ہے اور اس کی انتہا ساتویں آسمان میں ہے گویا کہ سدرۃ المنتہیٰ کی لمبائی پانچ سو برس کی راہ ہے اور اسی مقام پر اوّلین و آخرین کا علم ختم ہو جاتا ہے اور اس کے اُوپر کا مخلوق میں سے کسی کو بھی علم نہیں اور نہ وہاں سے اُوپر کوئی فرشتہ جا سکتا ہے اور یہی جبریل علیہ السلام کا مقام ہے اس کے اُوپر وہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس مقام سے بھی اُونچے اور ایسی جگہ پہنچے جہاں نہ کوئی پیغمبر پہنچا نہ کوئی فرشتہ پہنچا۔ وصلی اللہ علیہ وسلّم۔

(۲۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دوزخی مسلمان فقیروں کی طرح جنت والوں کے راستہ میں صف باندھ کر (لائن بنا کر) کھڑے ہوں گے۔ اتفاق سے ان کے سامنے سے ایک جنتی شخص کا گزر ہو گا۔ اس کو دیکھ کر ایک دوزخی گنہ گار مسلمان شور مچانے لگے گا اے فلاں یعنی اس کا نام لے کر اس کو آواز دے گا۔ کیا آپ مجھ کو نہیں جانتے؟ مَیں وہ شخص ہوں جس نے ایک مرتبہ آپ کو دُنیا میں پانی پلایا تھا اور کوئی یہ کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضو کرنے کے لیے پانی دیا تھا۔ یہ جنتی اس کا اعتراف کرے گا اور اس احسان کے بدلے میں وہ جنتی مسلمان اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنّت میں داخل کرا دے گا۔ یعنی اگر دُنیا میں کوئی فاسق گنہ گار اہلِ تقوےٰ دینداروں اور علماء و صُلحاء کی خدمت کرے گا، تو یہ لوگ اس خدمت کا پھل قیامت کے بعد یہ پائیں گے کہ اِن حضرات کی سفارش سے جنّت میں داخل ہوں گے اور اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کو رغبت دلائی ہے کہ علماء صُلحا کی خدمت کیا کرو۔ شاید تم اپنے اعمال کے باعث جہنم میں پہنچ جاؤ، تو تمہاری خدمت اس وقت

کام آجائے اور ان لوگوں کی خدمت کے باعث تم بھی جنت میں پہنچ جاؤ اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور علماء کی محبت دل سے کیا کرو کیونکہ ان لوگوں کی صحبت اور محبت دُنیا کی زینت ہے اور آخرت کی نجات اور نورانیت کا سبب ہے۔ (ابنِ ماجہ شریف)

جنّت میں کھیتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی بیٹھے تھے اور آپؐ یہ بات فرما رہے تھے کہ جنتیوں میں سے ایک شخص اپنے پروردگار سے کھیتی کرنے کی اجازت طلب کرے گا۔ خداوند تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو اِن (بھرپور) نعمتوں میں نہیں ہے جو حسبِ خواہش تجھے ملی ہوئی ہیں؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں (ہے تو سب کچھ) مگر میرا دل چاہتا ہے (چنانچہ اس کو اجازت دے دی جائے گی)، وہ زمین میں بیج ڈالے گا، تو پلک جھپکنے سے قبل ہی سبزہ اُگ جائے گا اور بڑھ جائے گا اور کھیت تیار ہو کر کٹ جائے گا اور پہاڑوں کے برابر انبار لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے آدمؑ کے بیٹے یہ لے لے! تیری حرص کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد سُن کر گاؤں والے صحابی نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! وہ شخص قریشی یا انصاری ہوگا۔ اس لیے کہ یہی لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ہمارا پیشہ تو زراعت نہیں ہے۔ (بھلا) ہم کیوں ایسی درخواست کرنے لگے۔ یہ بات سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہنسی آگئی۔

جنّت کے پرندے

اہلِ جنّت کو کھانے کے لیے پرندوں کا گوشت بھی ملے گا۔ جیسا کہ سورۂ واقعہ میں وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنّت میں لمبی لمبی گردنوں والے اونٹوں کے برابر پرندے ہیں۔ جو جنّت کے درختوں میں چرتے پھرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم)، وہ تو بڑی ہی اچھی زندگی میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اُن کے کھانے والے اُن سے زیادہ

بہترین زندگی میں ہوں گے۔ تین بار یوں ہی فرمایا۔ (پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بشارت دیتے ہُوئے ارشاد ہوا کہ) مَیں اُمید کرتا ہوں کہ تُم اُن لوگوں میں سے ہوگے جو ان پرندوں سے کھائیں گے[1]۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (جب) کسی جنتی کو پرندہ کھانے کی اشتہا ہوگی، تو (خود بخود) پرندہ اس کے سامنے آکر گر جائے گا، جو پکا ہُوا ہوگا اور اس کے ٹکڑے بنے ہُوئے ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ پرند جنتی کے دسترخوان پر خود بخود گر پڑے گا جو بغیر آگ اور دھوئیں کے دُھنا اور پکا ہوا ہوگا جنتی اس میں اس قدر کھائے گا کہ اس کا پیٹ بھر جائے گا۔ بعد میں وہ پرندہ اڑ جائے گا[2]۔

اہلِ جنّت کی دل لگی

سورۂ طور میں فرمایا:

" وہاں آپس میں جامِ شراب کی چھینا جھپٹی کریں گے۔ اس شراب میں (نشہ نہ ہوگا، لہٰذا اس کے پینے سے) بک بک نہ ہوگی اور نہ کوئی بیہودہ بات۔" (عقل و متانت کے خلاف نِکلے گی)

یہ چھینا جھپٹی بطورِ خوش طبعی اور دل لگی کے ہوگی۔ کیونکہ وہاں کسی کے لیے کُچھ بھی کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ دوستوں میں چھین جھپٹ کر کھانے سے لطف دوبالا ہو جاتا ہے جسے اجتماعیت کے خوگر جانتے ہیں۔

حورعین کی ایک خاص دُعا اور شوہروں سے ہمدردی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بلاشبہ رمضان کے لیے شروع سال سے ختم سال تک جنّت سجائی جاتی ہے۔ پس جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے حورعین پر جنّت کے پتّوں کی ہوا چلتی ہے جس سے متاثر ہو کر وہ یُوں دُعا کرتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اپنے بندوں سے ہمارے لیے ایسے شوہر مقرر فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان

---

[1] رواہ احمد باسناد جید [2] کذا فی الترغیب عن ابن ابی الدنیا وہو حدیثِ ضعیف۔

ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا میں جو کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے، تو حورعین میں سے اس کی بیوی اسے کہتی ہے کہ تیرا بُرا ہو، اس کو تکلیف نہ دے کیونکہ وہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جُدا ہو کر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

اِن دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنّت اور اِس کی دُوسری نعمتیں اس وقت موجود و مخلوق ہیں۔ حورعین بھی موجود و مخلوق ہیں۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب والترہیب میں اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (جنّت میں) دُنیا والی (مومن) عورتیں افضل ہوں گی یا حورعین؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دُنیا والی (مومن) عورتیں حورعین سے اس قدر افضل ہوں گی جیسے (لحاف کا) اُوپر کا کپڑا اس کے اندر والے استر سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ کس وجہ سے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اس لیے کہ دُنیا والی عورتیں نمازیں پڑھتی ہیں اور روزے رکھتی ہیں اور اللہ عزّ وجل کی عبادت کرتی ہیں! حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ بعض مرتبہ ایک عورت دُنیا میں (یکے بعد دیگرے) دو یا تین یا چار مردوں سے نکاح کرلیتی ہے، پھر اسے موت آجاتی ہے۔ وہ جنّت میں داخل ہوگی اور اس کے شوہر بھی اس کے ساتھ جنت میں ہوں گے، تو (اس صورت میں) ان میں سے اس کا شوہر کون ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب دیا کہ اے اُمِ سلمہؓ! اس کو اختیار دے دیا جائے گا جس کے ساتھ چاہے رہے؛ لہٰذا وہ اس کو اختیار کرلے گی جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا تھا اور کہے گی اے رب دُنیا کے اندر یہ ان سب سے زیادہ میرے ساتھ بااخلاق تھا، اسی کو میرا جوڑا بنا دیجیے۔ یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُمّ سلمہؓ خوش خلقی دُنیا و آخرت کی بھلائی لے اُڑی[1]

---

[1] ھٰذہ الروایۃ ضعیفۃ شدیدۃ الضعف از صددہ المنذری بُرِدی

یہ روایت سند کے اعتبار سے قوی نہیں ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ دنیا میں جس عورت نے پہلے شوہر کے بعد نکاح کر لیا وہ جنت میں آخری شوہر کو ملے گی۔ جو بھی صورت ہو بہر حال یہ حق ہے کہ جنتی مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہ ہو گا جو بغیر جوڑے کے رہ جائے۔ بعض لوگ اکثر پوچھتے پھرتے ہیں کہ دو شوہروں والی کا کیا ہو گا؟ اس مسئلہ پر مدار ایمان تو ہے نہیں جو معرکۃ الآرا بنا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو تجویز فرمائیں گے سب کے حق میں بہتر ہی ہو گا۔

جنّت میں حور عین کا ترانہ

حضرت علی مُرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں حور عین کے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے جس میں آوازیں بلند کرتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ چین و آسائش میں رہیں گی کبھی محتاج نہ ہوں گی ہم اپنے شوہروں سے ہمیشہ خوش رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اس کے کیا کہنے جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔ یہ ترانہ ایسی دلکش آوازیں گاتی ہیں کہ ایسی آوازیں مخلوق میں کسی نے نہیں سُنی ہیں [1]

مردوں کے لیے کثرتِ ازدواج

جنّت میں ایک مرد کو کتنی بیویاں ملیں گی۔ اِس کے متعلق بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

لکل امرئ منه زوجتان من الحور العین (یعنی حور عین میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی)، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس پر مفصّل بحث کی ہے اور بہت سی روایات جمع کی ہیں۔ مسند احمد کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ادنیٰ جنتی کے لیے دُنیاوی بیویوں کے علاوہ بہتّر بیویاں ہوں گی۔ ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ دو بیویاں بنی آدم میں سے ہوں گی اور بہتّر بیویاں وہ ہوں گی جن کی تخلیق اللہ تعالیٰ (اس عالم میں) فرمائیں گے۔

---

[1] ترمذی شریف

ابنِ ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بہتر[۲] بیویاں حورعین سے اور بہتر[۷۲] دُنیا کی عورتوں میں سے ملیں گی۔ ان کے علاوہ اور بھی چند روایات صاحب فتح الباری نے نقل کی ہیں۔ اس سلسلہ کی روایات سنداً قوی بھی ہیں اور ضعیف بھی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جنتیوں کو دُوسری نعمتوں کے ساتھ کثرتِ ازواج کی نعمت سے بھی نوازا جائے گا۔ اور ایسا تو کوئی بھی نہ ہوگا جس کو کم از کم دو بیویاں نہ ملیں۔ کما قال الحافظ فی آخر البحث والذی یظہر ان المراد ان اقل مالکل واحد منہم زوجتان۔ باقی رہا اختلاف اعداد، سو یہ تفاضل اعمال پر محمول کیا جا سکتا ہے یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اپنے اعمال صالحہ کے بقدر جو درجات میں اختلاف ہوگا اس اختلاف درجات کی وجہ سے ازواج کی تعداد بھی مختلف ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

بعض لوگ یہ بھی سوال کیا کرتے ہیں کہ ایک مرد کو بہت سی بیویاں ملیں گی، تو ایک عورت کو کتنے مرد ملیں گے؟ یہ سوال بہت بے ہودہ ہے کیونکہ مرد کے لیے بہت سی بیویاں ہونا نعمت ہے اور عورت کے لیے بہت سے شوہر ہونا شریفوں، حیاداروں اور غیرتمندوں کے نزدیک سخت معیوب ہے جب کہ ایسی بے غیرتی دُنیا میں گوارا نہیں کی جاتی، تو جنت میں کون گوارا کرے گا؟ جنتی عورتوں کی صفت قرآن شریف میں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ بیان ہوئی ہے۔ وہ نظریں پست رکھنے والی اور اپنے شوہر کے علاوہ دُوسرے پر نظر ڈالنے سے گریز کرنے والی ہوں گی۔ یُوں کہیے کہ وہ تو ایک ہی شوہر پر راضی ہوں گی اور دل وجان سے نثار ہوں گی اور یہاں کے لوگ خواہ مخواہ اِن کو زیادہ شوہر دلانے کی وکالت کر رہے ہیں جب کہ ایک شوہر سے جی بھرا ہوا ہے اور دل لگا ہُوا ہے، تو دُوسرے کی حاجت ہی کیا؟ افسوس کہ نادان معترضین نے جنتی عورتوں کو فاحشہ عورتوں پر اور یورپ کی جدید تہذیب والی ہرجائی لیڈیوں پر قیاس کر لیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جنتی عورتوں کے طرز پر اپنے یہاں کی عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر قٰصِرٰتُ الطرف اور مقصورات فی الخیام بناتے، مگر نادانوں نے حُوروں سے پردہ کا سبق لینے کے بجائے اُلٹا یہ کیا کہ جنتی عورتوں کے لیے بے غیرتی تجویز کر دی۔

اہلِ جنّت کے تاج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہلِ جنّت کے سروں پر تاج ہوں گے جن میں سے ادنیٰ موتی کی چمک، اس قدر ہوگی کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان (کے خلا) کو روشن کر سکتا ہے[1] یعنی اِن تاجوں میں سے اگر ادنیٰ موتی اس دُنیا میں آجائے، تو پُورب سے پچھّم تک پُوری فضا کو روشن کر دیوے۔

جنّت کی نہر یعنی کوثر کی حقیقت

فرمایا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حوضِ کوثر) اتنا ہوگا جتنا کہ عدن اور عمّان البلقاء یعنی یمن اور شام کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور میٹھا ہے اور اس کے آبخوروں کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ آسمان کے ستاروں کی۔ جو اس کا پانی ایک دفعہ پی لے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اور سب سے پہلے اس نہر کے پاس پانی پینے کے لیے فقیر مہاجرین آئیں گے (یعنی جو لوگ مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ہجرت کر کے تشریف لے گئے تھے، جن کی غربت کی وجہ سے سَر کے بال بکھرے ہُوئے کپڑے میلے کچیلے تھے جن سے مالدار عورتیں نکاح نہ کرتی ہوں اور جب کسی کے دروازے پر پہنچ جائیں، تو اُن کے لیے دروازے نہ کھولے جائیں یعنی دُنیاداروں کے گھروں پر اگر چلے جائیں، تو وہ لوگ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ جس طرح غریب اور مُفلس لوگوں سے اس زمانہ میں اُمرا سلوک کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے، جب میں شبِ معراج میں بہشت کے اندر پہنچا، تو میں سیر کرتے کرتے ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی کے گنبد بنے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ اندر سے خالی ہیں تاکہ جنتی لوگ اُن میں رہ سکیں۔ مَیں نے جبریل علیہ السلام سے کہا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا۔ یہ وہ کوثر ہے جو تمہارے رب نے تم

---

[1] ترمذی شریف۔

کو عنایت فرمائی ہے۔ اس نہر کی مٹی کو جو میں نے دیکھا، تو وہ نہایت تیز اور خوشبودار مشک کی طرح خوشبودار تھی۔ (بخاری شریف)

نوٹ: علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ ہمارے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حوض عنایت ہوں گے۔ پہلا حوض تو حشر کے میدان میں دیا جائے گا تاکہ جو لوگ اپنی قبروں سے پیاسے نکلیں، وہ اپنی پیاس آپ کی سبیل پر بجھاسکیں اور اسی طرح ہر پیغمبر کو ایک ایک حوض دیا جائے گا تاکہ ان کی اُمّت والے اس حوض سے پانی پی سکیں اور وہ پیغمبر آپس میں فخر کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے حوض پر لوگ سب سے زیادہ ہوں گے اور دُوسرا حوض جنّت میں خاص کر آپ کو دیا جائے گا جو کسی اور پیغمبر کو نہیں دیا گیا اور دونوں حوضوں کو کوثر کہتے ہیں۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حوض کی لمبائی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک خالص سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے آبخورے یعنی پانی پینے کے برتن تاروں کی مانند چمک دار ہیں جو شخص بھی اس حوض سے ایک دفعہ پانی پی لے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم شریف)

سوال: جب حوض کوثر کا پانی پی کر کبھی پیاس نہ لگے گی، تو جنّت کے دودھ، شہد، شراب کی نہریں فضول ہوئیں۔

جواب: جنّت میں ان سب نہروں کی چیزیں استعمال کرے گا، لیکن پیاس کی وجہ سے نہیں، بلکہ لذّت کی وجہ سے ہوگا کیونکہ جنّت میں نہ کوئی بھُوکا ہوگا نہ پیاسا ہوگا نہ ننگا ہوگا۔ نہ دھوپ کی گرمی پاوے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کا درمیانی فاصلہ ساحلِ شام اور عدن ساحل یمن کے درمیانی فاصلہ سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس حوض کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس شہد سے زیادہ شیریں ہے جو دُودھ کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اور اس

کے پینے کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں غیر لوگوں کو اس حوض سے اس طرح روکوں گا جس طرح کوئی آدمی اپنے حوض سے اور لوگوں کے اُونٹوں کو روک دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہم آپ کو اس دن بھی پہچانیں گے؟ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے اندر ایسی خاص علامتیں اور نشانیاں ہوں گی جو اور لوگوں کے اندر نہ ہوں گی۔ آؤ گے تم میرے پاس اس حالت میں کہ تمہاری پیشانی اور ہاتھ پاؤں وضو کی نورانیت سے چمکدار ہوں گے۔ (مسلم شریف)

نوٹ: حوض کوثر کے درمیان مختلف فاصلے ارشاد فرمائے ہیں۔ بعض جگہ عدن سے عمّان بلغار تک فرمایا اور بعض جگہ ایک ماہ کی مسافت بتلائی کسی جگہ عدن سے ایلیہ تک کا فاصلہ بتایا۔ یہ ہر شخص کے سمجھانے کے واسطے اس موقعہ کا لحاظ فرماتے ہوئے فاصلہ بتلا دیا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی حقیقی حدود اربعہ بیان نہیں فرمائیں؛ لہٰذا اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے "میں حوض کوثر پر تمہارا امیر سامان ہوں گا" یعنی تمہاری ضروریات کے لیے تم سے پہلے ہی حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا، وہ اس کا پانی پیے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہو گا۔ البتہ میری اُمّت میں سے بہت سی قومیں میرے سامنے آئیں گی، میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے۔ پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی۔ پس میں کہوں گا کہ یہ لوگ میری اُمّت سے ہیں۔ تب مجھ سے کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعتیں اور نئی نئی رسمیں تمہارے بعد دین میں اپنی طرف سے پیدا کر لیں۔ اس بات کو سن کر میں کہوں گا۔ دُور ہو جائیں اور دفع ہو جائیں، وہ لوگ جنہوں نے میری وفات کے بعد میرے دین اور میرے طریقے کو بدل دیا اور اپنی طرف سے نئی نئی باتیں یعنی بدعتیں اختیار کر لیں۔ (بخاری و مسلم شریف) گویا کہ بدعتی لوگ بدعت کی نحوست اور پلیدی کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے، اِس لیے ہم کو ہر قسم کی بدعات سے بچنا چاہیے اور حضورِ انور

صلی اللہ علیہ وسلّم کی مُبارک سُنتوں پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

(۱) وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنّت کے اندر عنایت فرمائی ہے۔

(۲) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔

(۳) اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔

(۴) اس کے کناروں پر ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اتنی لمبی ہیں جتنی اُونٹوں کی ہوتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ وہ پرندے موٹے تازے ہونگے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ موٹے تازے ہوں گے۔ (ترمذی شریف)

آخری جنّتی

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کی ایک جماعت میری شفاعت کی وجہ سے جہنّم سے نکالی جائے گی اور اِن کو جنّت میں داخل کر دیا جائے گا۔ لیکن وہاں پر ان لوگوں کو جہنّمی یعنی جہنّم والے کہا جائے گا۔ (بخاری شریف)

فرمایا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میں جانتا ہوں اس شخص کو جو سب سے آخر میں جہنّم سے نِکلے گا اور جانتا ہُوں اس شخص کو جو سب سے آخر میں جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک آدمی ہوگا جو نکلے گا دوزخ سے گھٹنوں چل کر (یعنی جس طرح بچّہ اپنے گھٹنوں کے بل چلتا ہے)، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا اور جنّت میں داخل ہوجا۔ یہ دوزخی اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جنّت میں آئے گا، تو اس کے خیال میں یہ بات آئے گی کہ جنّت بھری ہوئی ہے اور اس میں کوئی جگہ ایسی نہیں جس جگہ میں ٹھہر جاؤں۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا "اے اللہ جنّت تو بھری ہوئی ہے اس میں جگہ کہاں ہے؟ جو میں بھی وہاں قیام کروں۔ اس پر حق تعالیٰ فرمائیں گے، جا تو جنّت میں داخل ہوجا اور تیرے لیے

دُنیا کے رقبہ سے دس گنا زیادہ رقبہ ہے۔ اس کو سن کر یہ بندہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرے گا۔ اے اللہ تو بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جُملہ کے فرمانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے اور ہنسی کی وجہ سے آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں اور یہ شخص جنت میں ادنیٰ درجے کا ہو گا۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہُوں اس آدمی کو جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا۔ ایک آدمی ہو گا اس کو قیامت کے روز بلایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو اور اس کے بڑے گناہ روکے رکھو؛ چنانچہ اس شخص کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں اور اس سے کہا جائے گا کہ فلاں روز تُو نے ایسا کیا؟ اور فلاں روز تُو نے یہ کام کیا، تو یہ شخص اس کے جواب میں اقرار کرے گا اور ان گناہوں سے یہ انکار نہ کر سکے گا اور اس کو خوف ہو گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑے بڑے گناہ میرے اُوپر پیش کیے جائیں اور ان پر خُدا جانے کتنا بڑا عذاب دیا جائے گا۔ اسی حال میں رب العالمین کی طرف سے ارشاد ہو گا۔ جاؤ ہم نے تمہاری ایک ایک بدی کو ایک ایک نیکی میں بدل دیا ہے۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر یہ گنہ گار انسان عرض کرے گا کہ اے اللہ ابھی تو بڑے بڑے گناہ باقی ہیں۔ وہ گناہ تو اس اعمال نامے میں موجود ہی نہیں۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بہت ہنسے۔ یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری چار آدمی دوزخ سے نکالے جائیں گے اور ان کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ ان کو جہنم میں دوبارہ داخل کر دیا جائے۔ اس وقت ان میں سے ایک آدمی اللہ کی طرف متوجہ ہو گا اور عرض کرے گا اے میرے رب جب آپ نے مجھ کو اس دوزخ سے ایک دفعہ نکال دیا، تو آپ کی رحمت سے مجھے قوی

اُمید ہے کہ دُوسری دفعہ اس میں نہ داخل کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی یہ درخواست سُن کر اس کو نجات دیں گے اور جنّت میں داخل کر دیں گے۔ (مسلم شریف)

جنّت و دوزخ کی بحث

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے (ایک مرتبہ) جنّت اور دوزخ نے آپس میں بحث کی۔ پس دوزخ بولی کہ میرے اندر بڑے بڑے تکبّر کرنے والے فرعون، شدّاد، نمرود جیسے ظالم شہنشاہ۔ قارون، ابوجہل، ابولہب جیسے بڑے بڑے سرمایہ دار قیام کریں گے جنّت افسوس کے ساتھ کہنے لگی کہ عموماً میرے اندر ضعیف، کمزور، حقیر، گمنام اور لوگوں کی نظروں سے گرے ہُوئے بے عزّت اور بھولے لوگ داخل ہوں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے جنّت تو میری رحمت کا مقام ہے میں جس پر رحمت کرنا چاہوں گا اس کو تیرے اندر داخل کروں گا۔ اور دوزخ سے فرمایا اے دوزخ تو میرے عذاب کی جگہ ہے جس پر عذاب کرنا چاہوں گا، اس کو تیرے اندر داخل کروں گا اور تم دونوں کا پیٹ بھرا جائے گا۔ لیکن دوزخ نہیں بھرے گی جب تک کہ رب العزّت اپنا پاؤں اس میں نہ رکھیں گے اس کے بعد دوزخ عرض کرے گی بس، بس، بس۔ پس اس وقت بھر جائے گی۔ اس کے بعض اجزاء بعض اجزاء سے مِل جائیں گے اور وہ سمٹ جائے گی اور تنگ ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ نہیں ظلم کرتا اپنی مخلوق پر اور جنّت بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

شعوانہ عابدہ جنّت میں

محمد بن معاذؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عبادت گزار عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں جنّت میں داخل ہونے کو جا رہی ہوں۔ وہاں دیکھا کہ سارے آدمی جنّت کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا یہ کیا بات ہے۔ یہ سب کے سب دروازہ پر کیوں جمع ہوگئے؟ کسی نے بتایا کہ ایک عورت آ رہی ہے جس کے آنے کی وجہ سے جنّت کو سجایا گیا ہے۔ یہ سب اُس کے استقبال کے واسطے باہر آگئے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا وہ عورت کون

ہے ؟ کہنے لگے کہ ایکہ کی رہنے والی ایک سیاہ باندی ہیں جن کا نام شعوانہؒ ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم وہ تو میری بہن ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ شعوانہؒ ایک نہایت عمدہ خوشنما اصیل اونٹنی پر بیٹھی ہوا میں اُڑی آرہی ہیں۔ میں نے اُن کو آواز دی کہ میری بہن تمہیں اپنا اور میرا تعلق معلوم ہے، اپنے رب سے دُعا کر دو کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ کر دے۔ وہ یہ سُن کر ہنسیں اور کہنے لگیں ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں آیا، لیکن میری دو باتیں یاد رکھنا (آخرت کے) غم کو اپنے ساتھ چپٹالو اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی ہر خواہش پر غالب کر دو اور اس کی پروانہ کرو کہ موت کب آئے گی، یعنی ہر وقت اُس کے لیے تیار رہو۔

جنّت میں اللہ کے دوستوں کے مرتبے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج رات جنّت کو اور اُس میں تم لوگوں کے مرتبوں کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنّت کے جس دروازہ پر بھی جاتا تھا، وہاں سے مرحبا مرحبا (تشریف لایئے۔ تشریف لایئے) کی آوازیں آتی تھیں (ہر نیک عمل کے لیے جنّت میں ایک خاص دروازہ ہے، ہر دروازہ سے درخواست کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک عمل میں اس کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے) حضرت سلمان رضؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جس شخص کا یہ مرتبہ ہے وہ تو کوئی بہت ہی بلند پایہ شخص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ شخص ابوبکر رضؓ ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمر رضؓ کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں نے جنّت میں سفید موتی کا ایک گھر دیکھا جس میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ مکان کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے (اس مکان کی نہایت عمدگی، چمک، رونق اور اپنے سید المرسلین ہونے کی وجہ سے) مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مکان میرا ہی ہے۔ میں اس میں داخل ہونے لگا، تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر رضؓ کا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمان رضؓ، حضرت علیؓ وغیرہ متعدد حضرات کے مراتب ارشاد فرمائے۔ اُس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی طرف متوجہ

ہو کر ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے تُم بہت دیر میں میرے پاس پہنچے۔ مجھے تو تمہارے متعلق یہ ڈر ہو گیا تھا کہ کہیں ہلاک تو نہیں ہو گئے اور تم پسینہ پسینہ ہو رہے تھے میں نے تم سے پُوچھا کہ اتنی دیر آنے میں تمہیں کہاں لگ گئی تھی تو تم نے جواب دیا کہ میں اپنے مال کی کثرت کی وجہ سے حساب میں مبتلا رہا۔ مجھ سے اس کا حساب ہُوا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ اپنے متعلق یہ سُن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! رات ہی میرے پاس مصر کی تجارت سے سو اُونٹ آئے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے فقراء اور یتامیٰ پر صدقہ ہیں شاید اللہ جل شانہٗ اسی کی وجہ سے اس دِن کے حساب میں مجھ پر تخفیف فرما دیں[1]۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمٰن تم میری اُمّت کے غنی لوگوں میں ہو اور جنّت میں گھسٹ کر جاؤ گے (پاؤں پر کھڑے ہو کر نہ جاؤ گے)، تُم اللہ تعالیٰ شانہٗ کو قرض دو تاکہ تمہارے پاؤں کھل جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے پُوچھا یارسول اللہ کیا چیز قرض دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اپنا سارا مال۔ یہ سن کر فوراً اُٹھے تاکہ اپنا سب مال لا کر حاضر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے پیچھے قاصد بھیج کر ان کو بُلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل ؑ ابھی آئے اور یہ پیام دے گئے کہ عبدالرحمٰن سے کہہ دیجیے کہ مہمان نوازی کیا کریں، غریبوں کو کھانا کھلایا کریں، سوال کرنے والوں کا سوال پُورا کیا کریں اور جو ان کے عیال ہیں، ان سے صدقہ میں ابتداء کیا کریں۔ یہ چیزیں اُن کے تزکیہ (درست ہونے) کے لیے کافی ہیں[2]۔

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ بڑے جلیل القدر صحابی، بڑے فضائل اور مفاخر کے مالک ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں اِن کا شمار ہے۔ یعنی ان دس صحابۂ کرام میں ہیں جن کو دُنیا ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم جنّت کی خوش خبری دے گئے۔ نیز ان چھ حضرات میں ہیں جن پر حضرت عمر رضؓ نے اپنی شہادت کے وقت خلیفہ بنانے کا دارو مدار رکھا تھا اور یہ کہا تھا کہ اِن حضرات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم راضی ہو کر دُنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور

[1] ترغیب [2] حاکم

پھر ان چھ حضرات میں سے بقیہ پانچ حضرات نے بالآخر ان ہی کی رائے پر خلیفہ کے چننے کا مدار رکھا تھا اور ان کی تجویز سے حضرت عثمان رضؓ خلیفۂ ثالث مقرر ہوئے تھے۔ سابقین اولین میں اِن کا شمار ہے جن کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الآیۃ (توبہ رکوع ۱۲:۶)

ترجمہ: "اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں اُمّت سے سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص سے اِن کے پیرو ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اس کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے دونوں ہجرتیں کیں۔ غزوۂ بدر اور سب غزووں کے شریک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ ہی میں اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ میں ان کا شمار ہے۔ محض ان کی رائے پر حضرت عمر رضؓ نے بعض امور کو اختیار کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ سفر میں صبح کی نماز ان کا مقتدی بن کر ادا فرمائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ضرورت کے لیے تشریف لے گئے۔ صحابہ رضؓ نے مل کر ان کو امام بنایا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، تو نماز ہو رہی تھی ایک رکعت ہو چکی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب حضرت عمر رضؓ خلیفہ بنے، تو پہلے سال میں اپنا قائم مقام امیر الحج بنا کر ان کو بھیجا[1]۔

غرض بے انتہا فضائل کے باوجود اس مال کی کثرت نے ان کو اپنے مرتبہ کے لوگوں میں پیچھے کر دیا اور مال بھی محض حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل اور اس کی عطاء اور اُس کے انعام ہی سے ملا تھا، ورنہ بہت غریب تھے۔ ہجرت کی ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب مہاجرین اور انصار کا آپس میں بھائی چارہ کیا تھا تاکہ فقراء مہاجرین کی اعانت اور مدد خصوصی تعلق پر انصار کرتے رہیں، تو ان کو حضرت سعد بن الربیع انصاری رضؓ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت سعد رضؓ نے ان سے کہا تھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ مال اور دولت اللہ جلّ شانہٗ

---

[1] اصابہ

نے مجھے عطا فرمارکھا ہے۔ مَیں سب مال میں سے آدھا آدھا تمہیں دیتا ہُوں اور میری دو بیبیاں ہیں، ان میں سے جو سی تمہیں پسند ہو میں اس کو طلاق دے دوں گا۔ عدت کے بعد تم اُس سے نکاح کر لینا۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو تم یہاں کے بازار کا راستہ بتا دو۔ بازار گئے اور خرید و فروخت شروع کی اور شام کو نفع میں تھوڑا سا گھی اور پنیر بچا کر لائے۔ اسی طرح روزانہ جاتے۔ اور کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بچت اتنی ہو گئی کہ نکاح کر لیا۔[۱]

پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صدقہ کی ترغیب دی، تو اپنے سارے مال کا آدھا حِصّہ صدقہ کیا اور مال کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے جو ابھی گزرا کہ صرف مصر کی تجارت سے سو اُونٹ سامان کے لدے ہُوئے آئے تھے جو صدقہ کر دیے۔ اور اس کے بعد ایک مرتبہ چالیس ہزار دینار (اشرفیاں)، صدقہ کیں۔ ایک موقعہ پر پانچ سو گھوڑے، پانچ سو اُونٹ جہاد کے لیے دیے۔ اور تیس ہزار غلام آزاد کیے اور ایک روایت میں ہے کہ تیس ہزار گھرانے آزاد کیے[۲] ہر گھرانہ میں نہ معلوم کتنے مرد، عورت، بڑے بچے ہوں گے۔ ایک مرتبہ ایک زمین چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت کی اور سب کی سب فقراء مہاجرین اور اپنے رشتہ داروں اور ازواج مطہرات پر تقسیم کر دیں[۳]۔ اور اپنے انتقال کے وقت جو وصیت کی اس میں ہر اس شخص کو بدر کی لڑائی میں شریک تھا فی آدمی چار سو دینار (اشرفیاں)، کی وصیت کی تھی۔ اُس وقت اہل بدر میں سے سَو آدمی زندہ تھے[۴] اور ایک باغ کی وصیت ازواج مطہرات کے لیے کی جو چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت ہُوا[۵] اور خود اپنا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ غسل کر کے کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک پیالہ میں روٹی اور گوشت (ثرید)، سامنے رکھا گیا۔ اُس کو دیکھ کر رونے لگے۔ کسی نے رونے کی وجہ پُوچھی، تو فرمایا کہ حضور کا ایسی حالت میں وصال ہُوا کہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی۔ ہمیں یہ حالات جو اپنے سامنے ہیں کچھ اپنے لیے خیر نہیں معلوم ہوتے[۶]۔ یعنی اگر وسعت کچھ خیر کی چیز ہوتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہوتی۔ جب حضور

---

[۱] بخاری [۲] مستدرک [۳] ایضاً [۴] اصابہ [۵] مستدرک [۶] اصابہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ چیزیں نہ تھیں، تو کچھ خیر کی چیزیں معلوم نہیں ہوتیں۔ ان کمالات پر وہ محاسبہ ہے جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔

نیک لوگوں کے لیے جام شراب ہوں گے

بے شک نیک لوگ (جنّت میں) ایسے جامِ شراب پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی ایسے چشموں سے بھرے جائیں گے جن سے اللہ کے خاص بندے پیتے ہیں۔ (ان چشموں میں یہ عجیب بات ہوگی) کہ وہ جنّتی لوگ اُن چشموں کو جہاں چاہے لے جائیں گے (یعنی یہ چشمے ان کے اشاروں کے تابع ہوں گے) یہ ایسے لوگ ہیں جو منتوں کو پُورا کرتے ہیں (اور اسی طرح دُوسرے واجبات کو) اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن کی سختی پھیلی ہوئی ہوگی (یعنی عام ہوگی کہ ہر شخص اُس دن کچھ نہ کچھ پریشانی میں مُبتلا ہوگا) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو (باوجودیکہ وہ قیدی کافر اور لڑائی میں برسرِ پیکار ہوتے تھے) اور وہ لوگ (اپنے دل میں یا زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم کو صرف اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم اس کام سے بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں (بلکہ اس وجہ سے کھلاتے ہیں) کہ ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا (یعنی قیامت کے دن کا خوف رکھتے ہیں۔ پس اللہ جل شانہٗ اُن کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور سرور عطا کرے گا اور ان کو اس پختگی کے بدلہ میں جنّت اور ریشمی لباس عطا کرے گا اس حالت میں کہ وہ جنّت میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ وہاں گرمی کی تپش پاویں گے نہ سردی (بلکہ معتدل موسم ہوگا) اور درختوں کے سائے ان لوگوں پر جُھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے خوشے ان کے مطیع ہوں گے (کہ جس وقت جس کو پسند کریں گے وہ قریب آجائے گا) اور ان کے پاس (کھانے پینے کے لیے) چاندی کے برتن اور شیشے کے آب خورے لائے جائیں گے ایسے شیشے جو چاندی کے ہوں گے (یعنی وہ شیشے بجائے کانچ کے چاندی کے بنے ہوں گے جو اس عالم میں دشوار نہیں)، اور ان کو بھرنے والوں نے صحیح اندازہ سے بھرا ہوگا۔ (کہ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ)، اور وہاں (کافوری شراب کے علاوہ) ایسی شراب

کے جام بھی پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی (جیسا کہ جھنجر کی بوتل میں ہوتا ہے)، یہ ایسے چشمے سے بھرے جائیں گے جس کا نام سلسبیل ہے (کافور ٹھنڈا ہوتا ہے اور سونٹھ گرم (مقصد یہ ہے کہ وہاں مختلف المزاج شرابیں ہیں) اور اس کو ایسے لڑکے لے کر آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور ایسے (حسین) کہ اگر تو ان کو دیکھے تو یہ گمان کرے کہ یہ موتی ہیں جو بکھرے ہوئے ہیں (اور جو چیزیں اُوپر ذکر کی گئیں یہی فقط نہیں بلکہ)، جب تُو اس جگہ کو دیکھے گا، تو وہاں بڑی بڑی نعمتیں اور بہت بڑا ملک نظر آئے گا اور ان لوگوں پر وہاں باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور موٹے ریشم کے بھی (غرض مختلف انواع کے بہترین لباس ہوں گے)، اور ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کو ایسی شراب پلائیں گے جو نہایت پاکیزہ ہوگی اور یہ کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے اور تُم نے جو کوشش دُنیا میں کی تھی وہ قابلِ قدر ہے۔

ف : اس کلامِ پاک میں شراب کا تین جگہ ذکر آیا ہے اور تینوں جگہ نوعیتِ شراب اور طریقۂ استعمال جُدا ہے پہلی جگہ ان کا پینا مذکور ہے، دُوسری جگہ خدام کے پلانے کا تذکرہ ہے اور تیسری جگہ خود رب العالمین مالک الملک کی طرف سے پلانے کی نسبت ہے کیا بعید ہے کہ یہ ابرار کی تین قسموں ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ کے اعتبار سے ہو۔ ان آیات میں جتنے فضائل اکرام اور اعزاز نیک کام کرنے والوں کے بالخصوص اللہ کی رضا میں کھلانے والوں کے ذکر کیے گئے ہیں۔ اگر ہم میں ایمان کا کمال ہُوا، تو ان وعدوں کے بعد کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو حضرتِ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی چیز بھی گھر میں اللہ اور اس کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام کے سوا چھوڑے۔ اِن آیات میں چند امور قابلِ غور ہیں:

(۱) پہلے چشموں کے بارے میں ذکر ہُوا ہے کہ جنتی لوگ ان چشموں کو جہاں چاہے لے جائیں گے۔ مجاہدؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ ان چشموں کو جہاں چاہیں گے کھینچ لیں گے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ ان کے لیے کافور کی آمیزش ہوگی اور مُشک کی مُہر اُن پر لگی ہُوئی ہوگی اور وہ اِس چشمے کو جدھر کو چاہیں گے ادھر کو اس کا پانی چلنے لگے گا۔ ابن شوذبؒ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس سونے کی چھڑیاں ہوں گی وُہ اپنی چھڑیوں سے جس طرف اشارہ

کریں گے اسی طرف کو وہ نہریں چلنے لگیں گی۔

(۲) منتوں کے پورا کرنے کے متعلق قتادہ رضؓ سے نقل کیا گیا کہ اللہ کے تمام احکام کو پورا کرنے والے لوگ ہیں اسی وجہ شروع میں ان کو ابرار سے تعبیر کیا گیا۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس سے وہ منتیں مُراد ہیں جو اللہ کے حق میں کی گئی ہوں (یعنی کوئی شخص روزوں کی نذر کر لے، اعتکاف کی نذر کرلے۔ اسی طرح عبادات کی نذر کرلے) عکرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ شکرانہ کی منّتیں مُراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے یہ منّت مان رکھی تھی کہ اپنے آپ کو اللہ کے واسطے ذبح کردوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کسی چیز میں مشغول تھے، اِلتفات نہیں فرمایا۔ یہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سکوت سے اجازت سمجھے اور (حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کردینے کے بعد) اُٹھے، دُور جاکر اپنے آپ کو ذبح کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس کا علم ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا کیے جو منّت کے پُورا کرنے کا اس قدر اہتمام کریں۔ اس کے بعد اُن کو اپنے ذبح کرنے سے منع فرمایا اور) اُن سے فرمایا کہ اپنی جان کے بدلہ سو اُونٹ اللہ کے نام پر ذبح کریں (اس لیے کہ اپنے آپ کو ذبح کرنا ناجائز ہے اور جان کا فدیہ دیت میں سو اُونٹ ہے)۔

(۳) قیدیوں کے کھلانے سے آیت شریفہ میں مشرک قیدی مُراد ہیں، اس لیے کہ اس زمانہ میں مُشرک قیدی ہی ہوتے تھے۔ مسلمان قیدی اس وقت نہ تھے اور جب کافروں کے کھلانے پر یہ ثواب ہے تو مسلمان قیدی اس میں بطریقِ اُولیٰ آگئے۔ مجاہد رضؓ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم بدر کے قیدیوں کو (جو کافر تھے) پکڑ کر لائے، تو سات حضرات صحابۂ کرام رضؓ حضرت ابو بکر رضؓ، عمر رضؓ، علی رضؓ، زبیر رضؓ، عبدالرحمٰن رضؓ، سعد رضؓ، ابو عبیدہ رضؓ نے ان پر خاص طور سے خرچ کیا۔ جس پر انصار نے کہا کہ ہم نے تو اللہ کے واسطے اُن سے قتال کیا تھا، تم اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہو۔ اس پر ان الابرار سے اُنیس آیتیں ان حضرات کی تعریف میں نازل ہوئیں۔ حضرت حسن رضؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت قیدی مُشرکین

تھے۔ حضرتِ قتادہؒ کہتے ہیں کہ جب اللہ جلِ شانہٗ نے ان آیات میں قیدی کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے، حالانکہ اُس وقت قیدی مشرک تھے، تو مسلمان قیدی کا حق تجھ پر اور بھی زیادہ ہوگیا۔ ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں مسلمان قیدی نہ تھے۔ مشرک قیدیوں میں یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خیر خواہی کا حکم فرماتے تھے۔ ابورزینؒ کہتے ہیں کہ میں شقیقؒ بن سلمہ کے پاس تھا۔ چند مشرک قیدی وہاں سے گزرے تو شقیقؒ نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ آیتِ شریفہ تلاوت کی۔

(۴) نہ اِس کا بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اس کو بھی گوارا نہ کرتے تھے کہ اِن کے احسان کا کوئی بدلہ چاہے شکر گزاری اور دُعا ہی کے قبیل سے ہو، ان کو دُنیا میں ملے، یہ اپنا سب کچھ آخرت ہی میں لینا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کا معمول نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی فقیر ضرورت مند کے پاس کچھ بھیجتیں تو قاصد سے کہتیں کہ چپکے سے سُننا کہ وہ اس پر کیا الفاظ کہتا ہے اور جب قاصد وہ الفاظ دُعا وغیرہ کے آکر نقل کرتا، تو اِسی نوع کی دُعائیں وہ فقیر کو دیتیں اور یہ کہتیں کہ اس کی دُعاؤں کا یہ بدلہ ہے تاکہ ہمارا صدقہ خالص آخرت کے واسطے رہ جائے۔ حضرتِ عمرؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ کا بھی اسی نوع کا معمول نقل کیا گیا[1]۔ حضرت زین العابدینؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال خرچ کرنے کے واسطے طلب کرنے والے کا انتظار کرے وہ سخی نہیں۔ سخی وہ ہے جو اللہ کے حقوق کو از خود اس کے نیک بندوں تک پہنچائے اور ان سے شکریے کا اُمیدوار نہ رہے، اس لیے کہ اس کو اللہ کے ثواب پر کامل یقین ہو[2]۔

(۵) جنّت کے خوشے اُن کے مطیع ہوں گے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُن کی خواہش کے تابع ہوں گے۔ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جنّتی لوگ جنّت کے پھلوں کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے جس حال میں چاہیں گے کھا سکیں گے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اگر کھڑے ہوں گے، تو وہ پھل اُوپر کو ہو جائیں گے اور وہ لوگ اگر بیٹھیں گے، تو وہ جُھک جائیں گے اور اگر وہ لیٹیں گے، تو وہ اور زیادہ جُھک جائیں گے۔ دُوسری روایت میں اُن سے نقل

[1] احیا [2] احیا۔

کیا گیا کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے درختوں کی جڑیں سونے کی ہیں اور ان کی ٹہنیاں اور پتّے موتیوں کے اور زبرجد کے ہیں جن کے درمیان پھل لٹکے ہُوئے ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہُوئے کھانا چاہیں گے، تو کوئی دقّت نہیں بیٹھ کر یا لیٹ کر کھانا چاہیں گے، تو وہ اُس کی بقدر جھک جائیں گے۔

(۶) چاندی کے شیشوں کا مطلب یہ ہے کہ چاندی سے ایسے بنائے جائیں گے جیسا کہ شیشہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اگر دُنیا میں تو چاندی کو لے کر اس قدر باریک کرے کہ مکھی کے پَر کے برابر کردے جب بھی اُس کے اندر کا پانی نظر نہ آئے گا۔ لیکن جنت کے آبخورے چاندی کے ہو کر شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔ دُوسری روایت میں ہے کہ جنّت کی ہر چیز کا نمونہ دُنیا ہے، لیکن چاندی کے ایسے آبخوروں کا نمونہ دُنیا میں نہیں ہے۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ اگر ساری دُنیا کے آدمی جمع ہو کر چاندی کا ایسا برتن بنا دیں جس میں شیشے کی طرح سے اندر کی چیز نظر آئے تو نہیں بنا سکتے۔

جنّت اور اُس کی نعمتیں

دُنیا کی ہر راحت و لذت جنّت کا نمونہ ہو چکا ہے، اور اُس کے آگے ایسی نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی انسان کے دِل میں اُن کا تصوّر آیا۔ بہشت کے سو درجات ہیں جن میں سونے چاندی کے محلّات ہیں۔ اسی طرح دُنیا میں جو دُکھ اور تکلیف ہے، وہ دارِ آخرت کا نمونہ ہے اور اس کے بعد ایسے رنگا رنگ کے عذاب ہیں جن کو عقل نہیں سمجھتی۔ غرض دوزخ کے تمام دُکھ دوزخیوں کے لیے اللہ کے غضب سے اور جنّت کی تمام نعمتیں جنتیوں کے لیے اللہ کی رحمت سے حاصل شدہ ہیں جو بندہ دُنیا کی چیزوں میں سے مباح (نعمت)، کو اللہ کا شکر کرے گا۔ اُس کو اس کے عوض جنّت میں ایسی نعمت ملے گی کہ اُس کے مقابلہ میں یہ نعمت بہت حقیر ہے۔ اور جو دُنیا کی ممنوعہ (نعمت)، کو کھائے گا وہ آخرت کے درجات سے اپنے نفس کو محروم کر دے گا اور جو آخرت کو سچّا نہیں سمجھے گا وہ اپنے نفس کو جنّت کی ہر نعمت سے محروم بنا دے گا۔ جنّت والوں کے لیے کھانے تین قسم کے ہوں گے۔ کچھ عرائس ہوں گے۔ کچھ ولیمے، کچھ مہمانیاں۔ عرائس تو وہ دعوتی طعام ہوگا،

جس کے لیے اللہ تمام اہلِ بہشت کو دارالسلام کے اندر بُلائے گا تاکہ اُن کے اجسام کو تروتازہ اور عُمریں غیر فانی ہو جائیں۔ ویسے بیبیوں کے ہوں گے اور مہمانیاں بوقتِ مُلاقات۔ کیونکہ اہلِ جنّت کی باہم ملاقاتیں بھی ہوں گی۔

مقامِ اُلفت میں باہمی باتیں کرنے کی جگہیں بھی ہوں گی۔ طوبیٰ کے باہر اُن کا اجتماع بھی ہوگا۔ جہاں پیغمبروں کی زیارت اور مُلاقات ہوگی۔ اور آپس میں فرشتوں کے جلسے بھی ہوں گے۔ اللہ کی طرف سے اوقات نماز میں تحفے بھی ملا کریں گے۔ صبح و شام قسم قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور پھل بھی ملیں گے۔ اُن کا مقررہ رزق جاری رہے گا اور روزانہ اللہ کی طرف سے زیادتی ہوتی چلی جاوے گی۔

نہر کوثر کے کنارے پر باغوں میں اُن کی تفریح گاہ بھی ہوں گی جہاں وہ جایا کریں گے۔ نہر کوثر کے کنارے موتی کے خیمے لگے ہوں گے۔ ہر خیمہ ساٹھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہوگا اور ایک موتی کا بنا ہُوا ہوگا۔ اُس کا کوئی دروازہ نہ ہوگا۔ اس کے اندر جھکتی ہُوئی خوشبو والی باندیاں ہوں گی جن کو نہ کسی فرشتہ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی خادم نے۔ اُن خیموں کے اندر اعلیٰ خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ جب اللہ نے خوبصورت فرمایا ہے تو کون اُنکے حسن کو بیان کر سکتا ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: خیموں کے اندر حُوریں ہوں گی محفوظ۔ یعنی ہر شخص کی نظر اور چھُونے سے محفوظ یا نیچی نظر والیاں جن کی نظریں صرف اپنے جنتی شوہروں پر مقصود ہوں گی۔ وہ اللہ کی منتخب کردہ ہوں گی۔ تمام صُورتوں میں اللہ نے خوبصُورت شکلوں کا انتخاب فرمایا ہے۔ اُن کی پیدائش ابرِ رحمت سے ہوگی۔ ابرِ رحمت اللہ کی مشیّت کے مطابق خوبصورت نوجوان لڑکیوں کو برسائے گا۔ اُن کے چہروں کا نُور عرش سے متضاد ہوگا۔ اُن کے لیے موتیوں کے خیمے نصب ہوں گے۔ جب سے اللہ نے اُن کو پیدا کیا ہے کسی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ پس وہ صرف اپنے شوہروں کے لیے خیموں کے اندر محفوظ ہوں گی۔ اہلِ جنّت محلوں کے اندر اپنی بیبیوں کے ساتھ راحت اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ چاہے گا اس نعمت میں رہیں گے۔ جب حسب مشیت خدائے پاک نعمت و تفریح کی تجدید کا دن آئے گا، تو بہشت کے درجات میں اُن کو ندا دی جائے گی

یہ تفریح خوشی سیر اور زینت کا دن ہے، اپنی تفریح گاہ کی طرف نکلو۔ لوگ موتی اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے شہروں کے دروازوں سے نکل کر اُن میدانوں کی طرف جاویں گے، پھر میدانوں کی سیر کرتے ہوئے اُن باغوں کی طرف پہنچیں گے جو نہر کوثر کے کنارے پر ہوں گے۔ اللہ ان کو اُن کی فرو گاہوں کا راستہ بتا دے گا۔ ہر شخص اپنے خیمے کے پاس جا کر اُترے گا۔ خیمہ کا کوئی دروازہ نہ ہوگا۔ اُس وقت اللہ کے دوست کی نظر کے سامنے خیمہ پھٹ کر دروازہ بن جاوے گا تاکہ اُس کو معلوم ہو جائے کہ جو عورت خیمہ کے اندر ہے، اُس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ اُس وعدہ کی تکمیل ہوگئی جو اللہ نے اِس دُنیا میں کیا تھا۔ یعنی جنتیوں سے پہلے اُن حُوروں کو نہ کسی انسان نے چھُوا ہوگا نہ جن نے۔ جنتی لوگ حُوروں کے ساتھ تفریح کے تخت پر مسہری پر بیٹھیں گے اور اُن کے سامنے ولیمہ کا کھانا لایا جاوے گا۔ جب کھانا کھا چکیں گے، تو اللہ اُن کو پاکیزہ شربت پلائے گا اور تازہ پھل کھائیں گے جو اللہ اُن کو عطا فرمائے گا۔ زیور اور لباس کے جوڑے بھی اللہ کی طرف سے پہنائے جاویں گے اور خوبصورت بیبیوں سے شغل بھی کریں گے۔ اپنی حاجت اُن سے پوری کریں گے۔ پھر اُن باغوں میں نہروں کے کنارے رنگارنگ کی بنت کاری کی ہوئی نفیس نشست گاہوں کی طرف آئیں گے، وہاں آکر سبز موٹے نرم گدوں پر بیٹھ جاویں گے اور اُن سے سہارا لگائیں گے۔ جب جنتی نرم صوفوں پر بیٹھ جاویں گے، تو حضرت اسرافیلؑ گانا شروع کریں گے۔ حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ خوش آواز اللہ کے فرشتوں میں سے کسی کی بھی نہیں حضرت اسرافیلؑ جب گانا شروع کریں گے، تو ساتوں آسمان والوں کی نمازیں اور تسبیحیں ختم ہو جاویں گی۔ حضرت اسرافیلؑ اللہ کی تسبیح و تقدیس کے رنگارنگ کے گانے گائیں گے اور اُن کے گانے کے وقت جنت کا ہر درخت پھولدار اور پھلدار اور ہر پردہ اور دروازہ گونج جائے گا اور کھل جائے گا۔ دروازہ کی ہر زنجیر طرح طرح سے بجنے لگے گی۔ سونے اور چاندی کی جھاڑیوں کے نیستانوں کو جب اسرافیلؑ کی آواز کی سرسراہٹ پہنچے گی، تو اُن سے قسم قسم کے زمزمے پیدا ہوں گے۔ اُس وقت ہر حُور اپنے راگ میں اور ہر پرندہ اپنی آواز میں گانے لگے گا۔ اللہ پاک ملائکہ کو حُکم دے گا کہ تُم بھی اُن کو جواب دو اور میرے ان

بندوں کو گانا سناؤ جنھوں نے دُنیا میں شیطانوں کے باجوں سے اپنے کانوں کو پاک رکھا تھا۔ فرشتے جوابًا رُوحانی نغمے اور راگ گائیں گے اور تمام آوازیں مل کر ایک گونج سی ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ حکم دے گا: داؤدؑ اٹھ اور ساقِ عرش کے پاس کھڑا ہو کر میری بزرگی بیان کر۔ حضرت داؤدؑ اللہ کی بزرگی اور حمد ایسی بیان کریں گے کہ آپ کی آواز تمام آوازوں پر چھا جائے گی اور سب کو نکھار دے گی۔ اس وقت لذّت چند در چند ہو جائے گی اور خیموں والے اپنے صوفوں پر متمکن ہوں گے۔ زنگارنگ کی لذّتیں اور راگ گانے اُن کو گھیرے ہوں گے؟

اہلِ جنّت کے بعض مجلسی تذکرے

سورۂ صافات میں ارشاد ہے:

"پس (جب وہ ہم مجلس ہونگے تو) ایک دُوسرے کی طرف متوجّہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دُنیا میں)، میرا ایک ملاقاتی تھا جو مجھ سے (بطور تعجب یوں) کہتا تھا کہ کیا تو بھی قیامت کے ماننے والوں میں سے ہے؛ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹّی اور ہڈیاں بن جائیں گے، تو کیا اپنے کاموں کے بدلے پائیں گے؟"

"(پھر) وہ جنتی اپنے ہم مجلسوں سے کہے گا: کیا تم اسے (دوزخ میں) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ پھر (خود ہی) جھانکے گا اور اپنے ملاقاتی کو دوزخ کے درمیان دیکھ لے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جنّت میں روشندان کی طرح جھروکے ہوں گے جن میں سے اہلِ جنّت اہلِ دوزخ کو دیکھیں گے اور جنتی شخص اپنے ملاقاتی کو دوزخ میں دیکھ کر کہے گا کہ:

"خدا کی قسم تُو تو مجھ کو تباہ کرنے ہی کو تھا اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا، تو میں (بھی تیری طرح)، دوزخ میں حاضر کر دیے جانے والوں میں ہوتا۔"

سورۂ طور میں اہلِ جنّت کی ایک گفتگو اس طرح نقل فرمائی ہے:

"اور وہ ایک دُوسرے کی طرف متوجّہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے (دنیاوی)، گھر بار میں رہتے ہُوئے (انجام کار سے)، بہت ڈرا کرتے تھے"

سو اللہ پاک نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔ اس سے پہلے ہم اس سے دُعائیں مانگا کرتے تھے، واقعی وہ بڑا محسن اور مہربان ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ

سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

"بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے ایمان کے سبب ان کا رب انہیں ان کے مقصد کو (یعنی جنّت میں) پہنچا دے گا ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی آرام کے باغات میں (اور وہ) جنّت میں (داخل) ہوں گے، تو دفعتہً عجائباتِ جنّت کو دیکھ کر وہاں (بیساختہ) یُوں کہیں گے کہ سُبحان اللہ (کیا نعمتیں ہیں اور کیسی عُمدہ جگہ ہے اور پھر ایک دُوسرے کو وہاں دیکھیں گے تو) ان کا باہمی سلام السلامُ علیکم ہو گا اور جب اطمینان سے وہاں جا بیٹھیں گے اور پُرانے مصائب و متاعب کا اس وقت کے غیر مکدّر دائمی عیش سے موازنہ کریں گے تو ان کی (اس وقت کی) آخری بات یہ ہو گی کہ الحمدُ للہ رب العالمین (یعنی سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے خاص ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔)"

ترجمہ سے جو اس آیت کی تفسیر واضح ہو رہی ہے یہ صاحب بیان القرآن کی تفسیر ہے اور صاحب معالم التنزیل اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اہلِ جنّت جب کھانے کی خواہش کریں گے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہہ دیں گے۔ اس کلمہ کو سُن کر ان کے خُدّام دستر خوانوں پر کھانے لگا دیں گے۔ جب کھا کر فارغ ہو جائیں گے، تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہیں گے اور تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ کی تفسیر کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ جنتی حضرات ملاقات کے وقت ایک دُوسرے کو سلام کریں گے اور یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ فرشتے اہلِ جنّت کو سلام کریں گے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ فرشتے اُن کے پاس اللہ کا سلام لے کر آئیں گے اور تینوں طرح تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ کی تفسیر ہو سکتی ہے۔

مفسر ابن کثیر ابن جریج سے نقل فرماتے ہیں کہ اہلِ جنّت کے پاس جب کوئی پرندہ گزرے گا، تو وہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے اس پر فرشتے ان کی خواہش کے مطابق (پرندہ) کو، لے کر آئیں گے اور سلام کریں گے جس کا وہ جواب دیں گے۔ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ

میں اسی کا ذکر ہے۔ جب کھا کر فارغ ہو جائیں گے، تو اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہیں گے جس کا
آخِرُ دَعوَاھُم اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ میں ذکر ہے۔ اس کے بعد ابن کثیر
لکھتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ جنتی جب کسی چیز کے منگانے کا ارادہ کریں گے،
تو سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہہ دیں گے (پس وہ حاضر ہو جائے گی)، اس سے معلوم ہوا کہ ابن جریج
نے آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے جو پرند کا ذکر کیا ہے بطور تمثیل ہے، ورنہ ہر نعمت کی خواہش
کے اظہار کے لیے جنتی حضرات سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہیں گے یہ جو فرمایا کہ پرندہ کو فرشتہ لے
کر حاضر ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعض اوقات کی بات ہے کیونکہ روایات میں پہلے گزر
چکا ہے کہ پرندہ خود اہل جنت کے سامنے آگرے گا۔

نعمائے جنّت کی پُوری کیفیّت اور کمیّت دُنیا میں نہیں سمجھی جا سکتی ہے!!

جنّت کے متعلق جو کچھ سُن کر اور پڑھ کر سمجھ میں آتا ہے جب جنّت میں جائیں گے تو اس سے بہت
بلند اور بالا پائیں گے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ جنّت کی جن نعمتوں کا تذکرہ قرآن و حدیث
میں موجود ہے وہاں ان کے علاوہ بہت زیادہ نعمتیں ہیں۔ دُوسرے اس وجہ سے کہ
کسی چیز کے دیکھنے اور استعمال کرنے سے جو پُوری واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ محض
سُننے سے حاصل نہیں ہوتی؛ لہٰذا اس دُنیا میں رہتے ہُوئے نعمائے جنّت کی واقعی حقیقت
اور کیفیت کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے
فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ وہ
چیزیں تیّار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل
پر ان کا گزر ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ (قرآن سے) اس بات کی
تصدیق کرنا چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ فَلَا تَعلَمُ نَفسٌ مَّآ اُخفِیَ لَھُم مِّن قُرَّۃِ اَعیُنٍ[1]
مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُوپر والا مضمون

---

[1] بخاری و مسلم شریف

ارشاد فرما کر آخر میں فرمایا کہ بَلْهَ مَا اَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ آیاتِ قرآنی یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی جن نعمائے جنّت کا تذکرہ فرما دیا ہے۔ ان کے علاوہ جو نعمتیں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ (قال النودی فالذی لم یطلعکم علیہ اعظم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جنّت میں ایک کوڑے کی جگہ ساری دُنیا سے اور دُنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے (بخاری و مسلم شریف)، نیز فرمایا کہ جتنی جگہ میں آدھی کمان رکھی جاتی ہے جنّت میں اتنی سی جگہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سُورج طلوع یا غروب ہوتا ہے[1]

جب سواری سے سوار اُترنے لگتا ہے تو جگہ پر قبضہ کرنے کے لیے پہلے اپنا کوڑا (یعنی چابک زمین پر گرا دیتا ہے اور پیدل چلنے والا جب بیٹھنے لگتا ہے تو پہلے اپنی کمان ڈال دیتا ہے، پھر بیٹھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت کی عظمت اور قیمت سمجھانے کے لیے ارشاد فرمایا کہ جنّت کی اتنی سی جگہ جس میں ایک کوڑا یا آدھی کمان رکھی جا سکے، ساری دُنیا کی عریض طویل اور وسیع جگہ سے افضل ہے، چہ جائیکہ ساری جنّت جس کی وسعت کے سامنے ہزار ہا دُنیا کی وسعت بھی ہیچ در ہیچ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دُنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی جنت میں نہیں ہے صرف ناموں کی مشابہت ہے[2]

مطلب یہ ہے کہ جنّت کی نعمتوں کے تذکرہ میں جو سونا، چاندی، موتی، ریشم، درخت، پھل، میوے، تخت، گدے، کپڑے وغیرہ آئے ہیں۔ یہ چیزیں وہاں کی چیزیں ہوں گی اور اُسی عالم کے اعتبار سے ان کی خوبی اور بہتری ہو گی۔ دُنیا کی کوئی بھی چیز جنّت کی کسی بھی چیز کے پاسنگ نہیں ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّشَمِّرٍ لَّهَا؟ کیا کوئی جنّت کے لیے تیاری کر رہا ہے؟	جنّت کے احوال آپ نے پڑھ لیے، وہاں کی نعمتوں کی تفصیلات معلوم کریں۔ وہاں رہنے کو دِل بھی چاہتا

[1] بخاری شریف [2] رواہ البیہقی باسناد جید کذا فی الترغیب

ہوگا۔ بارہا دخولِ جنّت کے لیے اللہ تعالیٰ سے آپ نے دُعا بھی کی ہوگی اور بلاشبہ ہر مسلمان کے دل میں جنّت کا شوق اور وہاں جائے قیام ملنے کی تڑپ ہونا ضروری ہے، لیکن تڑپ اور طلب اور ذوق و شوق کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی پُونجی کا اہتمام کرنا بھی لازم ہے۔ جنّت جیسی چیز کی طلب رکھنے والا اعمالِ صالحہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بیوقوف ہیں وہ لوگ جو جنّت کی تمنّا کرتے ہیں، مگر گناہوں میں لت پت ہیں اور اعمالِ صالحہ کے سرمایہ سے غافل ہیں۔ حسبِ تصریح قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے جنّت کے بدلے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید فرمالیا ہے؛ لہٰذا مومن بندوں پر لازم ہے کہ شریعت کے تقاضوں پر جان و مال لگاکر مستحق جنّت بنیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ نماز کے لیے مؤذن پکارے تو سوتے رہ جائیں یا کاروبار پر نماز کو قُربان کر ڈالیں، زکوٰۃ کا حکم عاید ہو تو جان چُرانے لگیں، رمضان آئے تو روزے کھا جائیں۔ حج فرض ہو تو مال کی محبت میں بے حج کیے مر جائیں کاروبار میں حرام و حلال کا ذرا خیال نہ کریں۔ تیرا میرا روپیہ مار لینے کو کمال جانیں۔ قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے کو عیب کا کام سمجھیں، ضعیفوں پر ظلم کریں۔ تنگدستوں سے بیگاریں لیں۔ رشوتوں کے لین دین کو فرض سمجھیں۔ یتیموں کا مال کھاجائیں اور میراث شریعت کے مطابق تقسیم نہ کریں۔ نوافل کی ادائیگی سے گھبرائیں اور ذکراللہ سے گریز کریں اور پھر جنّت کے بلند درجات کی تمنّا کریں۔ یہ بہت بڑی نادانی ہے۔ جنّت کے بلند مراتب کے لیے نفس کو قابو میں کرنا پڑتا ہے۔ احکامِ شریعت پر عمل کرنے میں جو نفس کو ناگواری ہوتی ہے۔ اسے سہنا پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ: "دوزخ کو خواہشوں سے گھیر دیا گیا ہے اور جنّت کو ناگواریوں سے گھیر دیا گیا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ عبادات میں محنت کرنے اور برابر خداوند قدوس کا فرمانبردار رہنے اور حرام خواہشوں سے پرہیز کرنے میں جو نفس کو ناگواری ہوتی ہے اسی ناگواری کے پیچھے جنّت ہے ناگواری کو برداشت کرنا جنّت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے اور برعکس اس کے جو شخص نفس کی خواہشوں کا پابند بن گیا اور حرام و حلال کے سوال سے بے نیاز

ہو گیا، تو شہوتیں اور خواہشیں اسے دوزخ میں پہنچا دیں گی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشوں کے پیچھے لگائے رہے اور بلا عمل کے اللہ سے اُمّید رکھے۔" (ترمذی)

جسے دوزخ سے بچنے اور جنّت میں پہنچنے کا فکر ہو دُنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا اور جان و مال کو جنّت کے مقابلہ میں عزیز نہ جانے گا۔ جتنی نیکیاں کرے گا کم سمجھے گا اور اپنے درجات بڑھانے کے لیے فرائض و نوافل کا اہتمام کرے گا۔ درحقیقت آخرت کی فکر رہی ہی نہیں۔ جنّت جیسی بے نظیر اور انمول چیز کا یقین ہوتے ہُوئے طاعت و عبادت میں کوتاہی کرنا بڑی ناسمجھی ہے۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ:

"دوزخ جیسی چیز مَیں نے نہیں دیکھی جس کے (عذاب و مصیبت سے) بھاگ کر بچنے والا سو رہے اور (اسی طرح) جنّت جیسی رغبت اور لذّت کی چیز میں نے نہیں دیکھی جس کا طلب گار سوتا رہے۔" (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے مصائب و تکالیف کا یقین کرنے پر دوزخ ہی کے کام کرتا چلا جائے اور جنّت کی نعمتوں کی رغبت رکھنے والا غفلت کی نیند سویا کرے اور اعمالِ صالحہ کی فکر نہ کرے۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ یُوں دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سستی کی وجہ سے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور اپنی مرغوبات حاصل کرنے سے محروم ہیں، لیکن دوزخ سے بچنے کا ارادہ رکھنے والا غفلت میں پڑا رہے اور جنّت کا طالب سُستی میں عمر گذار دے یہ بہت زیادہ حیرت ناک ہے۔

دُنیا کی زندگی ایک سفر ہے جس کی آخری منزل مومن بندوں کے لیے جنّت ہے مگر جنّت کے لیے محنت کی ضرورت ہے کیونکہ جو چیز جس قدر عُمدہ اور بہترین ہوتی ہے اسی قدر بیش قیمت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

"جس شخص کو (سفر کی دوری اور دشواری سے) خطرہ ہو وہ شروع رات ہی میں روانہ

ہو جاتا ہے اور جو شخص شروع رات میں روانہ ہوتا ہے منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے، خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔ (جس کے خریدار بندے ہیں)

دنیاوی ضرورتوں کے لیے جب کسی اہم سفر پر جانا ہوتا ہے، تو کافی پہلے سے چل دیتے ہیں اور آرام و راحت کو قربان کر کے ٹھیک وقت پر بلکہ وقت سے پہلے منزل کو جا لیتے ہیں۔ مسافرِ آخرت کو اس سے سبق لینا چاہیے اور نفس کی فرمانبرداری کے بجائے احکامِ شریعت کی خوب اچھی طرح پابندی کر کے آخرت کے سفر کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانا چاہیے تاکہ مہنگا سودا یعنی جنت ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ دُنیا کے ساز و سامان اور مکان دوکان پر کتنی رقمیں لگتی ہیں اور کیسی کیسی جوانیاں فنا ہوتی ہیں اور کیسے صحت مند اور تنومند انسان برباد ہوتے ہیں۔ ایک عورت سے نکاح کرنے کے لیے کس قدر کھڑاگ کیے جاتے ہیں اور کتنی دولتیں لٹائی جاتی ہیں۔ جب حقیر دُنیا کے لیے دولت و ثروت صحت و جوانی برباد ہو رہی ہے اور بڑے بڑے مجاہدے کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ فانی ہے اور اسے چھوڑ کر چل دینا ہے، تو جنت جیسے "دارالمقامہ" کے لیے اور وہاں کی نعمتوں اور لذتوں کی تحصیل کے لیے تو بہت زیادہ جانی و مالی قربانی اور ہمت و محنت کی ضرورت ہے۔

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں ۔۔۔ دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزرِ دُنیا ہے یہ بستی نہیں ۔۔۔ جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

دُنیا کو جنت بنانے والو اپنے باپ کی جنت کا حال دیکھ لو

قوم عاد میں دو بادشاہ ہوئے، شدید، شداد۔ اِن کا پایہ تخت ملک یمن میں عدن کے نزدیک تھا۔ یہ دونوں بادشاہ تمام رُوئے زمین پر سلطنت کرتے تھے۔ اِن کے پاس بے انتہا فوج اور بے شمار خزانہ تھا لیکن شدید کے مرنے کے بعد زمامِ سلطنت اُس کے بھائی شداد نے سنبھالی اور وہ تخت نشین ہوا۔ شداد نے حکومت سنبھالتے ہی حکومت کو اور بھی ترقی دی اور اس کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ دُنیا میں جس قدر بھی بادشاہ اور حکمران تھے۔ کوئی شخص بھی اس کے خلاف دم

مارنے کی طاقت نہ رکھتا تھا اسی بناء پر اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس پر زمانے کے عالموں اور واعظوں نے اس کو بہت کچھ سمجھایا، بہت روکا۔ علماء کہتے تھے کہ تُو خدا کا خوف کر، اس کی عبادت کر۔ اُس کی عبادت میں یہ یہ فائدے ہیں۔ اس کم بخت نے جواب دیا کہ جو دولت اور ثروت و حکومت اور عزت مجھ کو اب حاصل ہے، اللہ کی عبادت کرنے میں اس سے زیادہ اور کیا چیز ملے گی اور جو شخص کسی کی غلامی کرتا ہے اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں: (۱) یا تو عہدہ کی ترقی کے واسطے (۲) یا دولت حاصل کرنے کے واسطے۔ اور تُم لوگوں کو معلوم ہے کہ آج جو میرا عہدہ ہے دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی عہدہ نہیں اور جتنی میرے پاس دولت ہے اس سے زیادہ کسی شخص کے پاس کوئی دولت نہیں۔ اِن حالات میں مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں کسی کی اطاعت، غلامی اور چاکری کروں۔ علماء نے جواب دیا کہ یہ سلطنت، دولت اور حکومت سب فانی ہیں۔ سب پر زوال آئے گا، کوئی چیز تیرے پاس نہ رہے گی۔ اگر تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، تو اس کے بدلے میں ہمیشہ رہنے والی ایسی جنّت انعام پائے گا جو تمام دُنیا کی حکومت اور ان خزانوں سے بہتر ہے۔ یہ سن کر علماء سے مندرجہ ذیل گفتگو کی۔

شدّاد: اس جنّت میں کیا کیا چیزیں ہوں گی؟

علماء نے اس کی تعریفیں اور اس کی خوبیاں جو انبیاء علیہم السّلام سے سُنی تھیں۔ وُہ سب اُس کے سامنے بیان کر دیں کہ اس کے درخت ایسے ہوں گے، اُس کی نہریں ایسی ہوں گی، اُس کی تعمیر اُس کے لباس، اس کی عورتوں کی کیفیت، غرض کہ جو کچھ اُن کی معلومات تھیں، سب کچھ شدّاد کو تفصیل سے بتلا دیں۔ اِس تفصیل کو سُن کر شدّاد نے کہا لو میں تو سمجھتا تھا جانے وہ جنّت کیسی ہو گی۔ اگر تمہارے خُدا کی یہی جنّت ہے تو مجھ کو اس جنّت کی ضرورت نہیں کیوں کہ میں بھی ایسی جنّت اپنی سلطنت میں تیار کرا سکتا ہوں۔ علماء اس بکواس کو سُن کر خاموش ہو گئے اور سمجھ گئے یہ نہیں مانے گا، پھر مزید اس سے کوئی بات کہنی فضول اور بیکار ہے؛ چنانچہ علماء اپنے گھر چلے آئے اور شدّاد نے خُدا سے مقابلے کی اسکیم شروع کی۔

جنّت کی تیّاری کا حُکم

شدّاد نے اپنے معتبر سرداروں میں سے اس کام کے لیے سو آدمیوں کو منتخب کیا اور ہر ایک کی ماتحتی میں ایک ایک ہزار آدمی دیے گویا کہ جنّت کی تیّاری کے لیے ایک جدید محکمہ بنایا جس کے ملازمان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ کسی افسر کے ذمّے سپلائی کا کام مقرر کیا۔ کسی کے ذمّے انجینئرنگ اور نقشوں کی تیّاری وغیرہ۔ کسی کے ذمّے حساب وکتاب وغیرہ لگا دیے گئے اور دُنیا کے ہر مُلک اور صُوبے میں شاہی طور سے احکام روانہ کیے۔ جس قدر بھی سونا چاندی دستیاب ہو سکے اس کی گنگا جمنی اینٹیں بنوا کر ہمارے پایۂ تخت کو روانہ کر دی جائیں اور جس قدر بھی سونا، چاندی اور جواہرات خزانوں میں موجود ہوں ان کو نکلوا لیا جائے اور حکم پہنچتے ہی تمام کا تمام روانہ کر دیا جائے۔ محکمہ تعمیر کو حکم دیا کہ عدن پہاڑ کے نزدیک چالیس کوس مربع رقبہ لیا جائے اور اس مقام پر جنّت کی داغ بیل ڈالی جائے اور اس کی بُنیادیں اس قدر گہری کھودی جائیں کہ وہ بنیادیں پانی کے قریب پہنچ جائیں اور ان کو سنگ سلیمانی سے بھر دیا جائے جب (بنیادیں) بھر چکیں اور زمین کے برابر ہو جائیں، تب ان بنیادوں پر اس طرح پر چنائی شروع کی جائے کہ ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی رکھی جائے۔ چنانچہ اس کی منشا کے مطابق تعمیر کا کام شروع ہوا۔ بنیادیں بھری گئیں۔ دیواروں میں سونے چاندی کی اینٹیں لگائی گئیں اور دیوار کی بلندی اس زمانے کے گزوں سے پانچ سو گز کی رکھی گئی اور دیواریں اس قدر خوبصورت اور چمکدار تھیں کہ جب سورج نکلتا تھا، تو اس کی چمک سے دیواروں پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ پھر اس چار دیواری میں ہزار محل تیّار کرائے گئے اور ہر محل میں ایک ایک ہزار ستون رکھے گئے اور ہر ہر ستون میں جواہرات سے میناکاری کرائی گئی اور اس احاطے کے اندر ایک نہر بنوائی اور ہر ایک محل میں حوض اور چہ بچے تیّار کرائے گئے اور اس نہر سے ہر ہر محل کے نیچے ایک ایک نہر جاری کرائی تاکہ ہر مکان میں ہمیشہ ہمیشہ فوارے اُبلتے رہیں، حوض اور چہ بچے ہر وقت پانی سے بھرے رہیں اور ان نہروں کا درمیانی حصّہ یاقوت اور زمرد، مرجان اور نیلم سے بھر دیا گیا اور ان نہروں کے کناروں پر مصنوعی درخت لگائے گئے جن کی جڑیں سونے کی اور

شاخیں اور پتے زمرد کے اور پھول و پھل سچے موتیوں اور سرخ یاقوت اور دوسرے قسم قسم کے جواہرات کے بنا کر لٹکائے گئے۔ دکانوں اور دیواروں کو مشک و زعفران، عنبر اور گلاب کے ساتھ مخلوط کر کے سچی کاری کرائی گئی اور سونے کے پانی کے ساتھ اس کی مینا کاری کرائی گئی اور خوب صورت اور خوش آواز جانور اس جنت میں چھوڑے گئے اور اس جنت کے چاروں طرف ایک ہزار سونے اور چاندی کے چبوترے بنوائے تاکہ چوکی دار اُن پر بیٹھ کر اپنی اپنی باری سے چوکیداری کیا کریں اور جب اس جنت کی تعمیر ہو چکی تو حکم دیا گیا کہ تمام جنت میں قالین اور ریشمی اور زرروزی کے فرش بچھائے جائیں اور سونے چاندی کے پیالے اور رکابیاں وغیرہ سب مکانات میں ترتیب سے چُن دیے جائیں اور کسی نہر میں میٹھا پانی اور کسی میں شراب اور کسی میں دودھ اور کسی میں شہد جاری کروایا جائے اور بازار اور دکانوں کو کم خواب اور زر لفبت کے پردوں سے سجا دیا جائے اور ہر پیشہ والے کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے پیشہ میں ہر شخص مشغول رہے۔ اور جو چاہے کرے اور تمام قلمرو میں حکم بھیجا کہ ہر ہر جگہ سے ہر موسم میں اعلیٰ قسم کے پھل اور قسم قسم کی عمدہ عمدہ غذائیں یہاں پر روانہ کی جائیں۔ غرض کہ ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے تین سو سال میں اس شان و شوکت کے ساتھ یہ جنت تیار کی۔ اِس کی تیاری کے بعد اپنے تمام اراکین سلطنت وزراء اور امراء، رئیسوں کو حکم دیا کہ سب لوگ نہایت زیب و زینت اور شان و شوکت کے ساتھ میری جنت میں جا کر رہیں اور خود بھی اپنی جنت میں ٹھہرنے کی غرض سے اپنی فوج اور سپاہ کو اپنے ساتھ لے کر انتہائی غرور اور تکبّر کے ساتھ اپنے اصلی دارالخلافہ سے کوچ کیا اور اپنے ساتھ ان عالموں کو بھی لیا جو اس کو خدا کی جنت کا لالچ دیتے تھے اور ان کو بیباکی اور بدزبانی سے روکتے تھے۔ راستہ میں اِن عالموں سے کہنے لگا کہ تم اسی بہشت کی خاطر مجھ کو کہتے تھے کہ کسی دوسرے کے سامنے سر جھکاؤں اور ذلیل ہو جاؤں اور اب میری قدرت اور تمہارے خدا سے بے نیازی تم لوگوں کو اچھی طرح سے معلوم ہو جائے گی! چنانچہ اسی شان و شوکت کے ساتھ اِس جنت کے قریب پہنچا۔ جنت والے اس کے استقبال کے لیے جنت سے باہر نکلے، سونے چاندی اور جواہرات اس پر قربان کرنے لگے اور نذرانے

جو قسم قسم کے تھے اس کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ شدّاد اِس غرور اور تکبّر کے ساتھ اپنی جنّت کی طرف چلا جا رہا تھا۔ جب جنّت کے دروازے پر پہنچا، تو اس کے پیچھے لاکھوں کروڑوں تماشائی تھے، آگے آگے شدّاد کی سواری چل رہی تھی۔ شادیانے بج رہے تھے۔ نفیری کی آواز مست کر رہی تھی۔ شدّاد کا چہرہ خوشی کے باعث پھول کی طرح کھِل رہا تھا، لیکن اس ساز و سامان، شان و شوکت کے ساتھ جوں ہی شدّاد نے جنّت کے دروازے پر قدم رکھّا اسی وقت آسمان کی طرف سے ایک ایسی کڑک اور سخت آواز آئی کہ تمام ساتھی ہلاک ہو گئے اور شدّاد بھی اسی کڑک کی ہیبت ناک آواز سُن کر بے ہوش ہو کر گھوڑے پر سے گر گیا اور نو سو سال کی عمر میں لاکھوں حسرتوں کے ساتھ ہلاک ہو گیا اور اپنی بنائی ہوئی جنّت کے دیکھنے کی کروڑوں تمنّائیں دل کی دل ہی میں لے گیا اور اس کی لاکھوں تمناؤں اور کروڑوں حسرتوں کو خاک میں ملا دیا گیا یہاں تک عزرائیلؑ بھی حکم الٰہی سے اُس کی جان قبض کر رہے تھے لیکن دل میں رقّت اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عزرائیل علیہ السّلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے کسی کی جان نکالتے ہُوئے کبھی رحم نہ آیا؛ البتّہ دو شخصوں کی جان نکالتے ہُوئے بڑا ہی رحم آیا۔ اگر آپ کا حکم نہ ہوتا، تو میں ہرگز ہرگز اُن کی جان نہ نکالتا۔ ایک تو اس بچّہ پر جس کی ماں کشتی کے تختے پر رہ گئی تھی اور وہ نوزائیدہ بچّہ اپنی ماں کے ساتھ اس تختے پر رہ گیا اور تیرا حکم ہُوا کہ اس کی ماں کی جان قبض کرے، اس وقت مجھ کو ترس آیا کہ اس بچّے کی خبر گیری کون کرے گا؟ دوسرا ایک وہ بادشاہ جس نے بڑی بڑی آرزوؤں کے ساتھ ایک بے مثال جنّت تیار کرائی اور جب وہ تیّار ہو گئی اور اس کے دیکھنے کے واسطے وہ آیا، جس وقت اس نے اپنا قدم دروازے میں رکھّا حکم ہوا کہ جا اس کی رُوح قبض کر۔ اس وقت بھی مجھے بہت رقّت آئی کہ تو ہی جانتا ہے کہ اس کی کیا کیا حسرتیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بادشاہ وہی لڑکا تھا جس کو ہم نے بغیر ماں باپ کے پرورش کرا کے اس درجے کو پہنچایا تھا۔ لہٰذا اے عزرائیلؑ تُو نے ساری مخلوقات میں دونوں مرتبہ شدّاد ہی پر رحم کھایا۔ (تفسیر فتح العزیز)

جنّت نیک کام کرنے والوں کے لیے مزّین کی
گئی ہے۔ لوگو! نیک کام کر کے جنّت میں اپنا
ٹھکانا بنا لو۔

اللہ اکبر

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا
وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

ایمان پر اخلاقی جرائم کا اثر

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعتِ دینیات
سعید منزل
انارکلی، لاہور

یاد رکھیے!

طبلے کی تھاپ پر، باجے کی آواز پر
سرنگی کی کیں کیں پر
گھنگروؤں کی جھنکار پر
رنڈیوں کے گانے کی آواز پر
جھومنے والی ماؤں کے بطن سے طارق بن زیادؒ۔
محمد بن قاسمؒ۔ خالد بن ولیدؓ پیدا نہیں ہوتے بلکہ اُن
کے بطن سے بدکار لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

خواجہ محمد اسلام

اظہارِ حقیقت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ ـ

آج سے تقریباً پونے چودہ سو سال قبل جب آج کی طرح دُنیا کفر و ضلالت، جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی۔ بطحا کی سنگلاخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب غرض دُنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نُور سے منوّر کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوعِ انسان کو اُس معراجِ ترقی تک پہنچایا کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور رشد و ہدایت، صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں وہ ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان و شوکت سے دُنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے، لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دہرانا نہ تسلّی بخش ہے اور نہ کار آمد اور مفید۔ جب کہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزّت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں۔ لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذِلّت و خواری، افلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ نہ زورِ قوّت ہے نہ شان و شوکت ہے نہ باہمی اخوت و الفت، نہ عادات

اچھی نہ اخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے، ہر برائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دُور۔ آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ ماسبق سے بھی زیادہ خطرناک اور تاریک نظر آرہا ہے، ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جدوجہد نہ کرنا ایک ناقابل تلافی جُرم ہے اور ویسے بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اہم ترین فریضہ کو ترک کرنا خُدائے وحدہٗ لاشریک کی لعنت اور غضب کو دعوت دینا ہے اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا ایک ایسا زبردست رُکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اِس کو انجام دینے کے لیے اللہ پاک نے تمام انبیاء کرام کو مبعُوث فرمایا۔ اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے، تو دیانت جو شرافتِ انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی۔ کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی۔ گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھُل جائیں گی۔ جہالت عالمگیر ہو جائے گی۔ تمام کاموں میں خرابی آجائے گی۔ آپس میں پھُوٹ پڑ جائے گی۔ آبادیاں خراب ہو جائیں گی۔ مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کی تباہی و بربادی کی اس وقت خبر ہوگی جب روزِ محشر خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور بازپُرس ہوگی۔ افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس سر سبز ستون کے علم و عمل کے نشانات مِٹ چکے۔ اِس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابُود ہو گئیں۔ لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکّہ قلوب پر جم گیا۔ خدائے پاک کے ساتھ قلبی تعلق مِٹ چُکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں کُتّوں کی طرح بے باک ہو گئے۔ رُوئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں، بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔ اگر کوئی مردِ مومن اس تباہی و بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنّت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مُبارک بوجھ کو لے کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنّت کے زندہ کرنے کے لیے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا۔

ایمان پر اخلاقی جرائمِ کا اثر

اخلاق اور قرآن

" بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو انصاف، احسان اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم فرمایا ہے اور بے حیائیوں، بیہودہ باتوں اور ظُلم سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اِس لیے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کر لو۔" (القرآن)

اس آیت میں اجمالی طور پر امر بالمعروف، انصاف، احسان، اہلِ قرابت کی امداد اور نہی عن المنکر ——— بے حیائیوں، بے ہُودہ باتوں اور ظلم کے انداز میں اِن تین اخلاقی فضیلتوں اور تین اخلاقی رذائل کی نشاندھی کر دی گئی ہے جو اخلاق اور بداخلاقی کی بُنیادیں قرار دی جاسکتی ہیں۔ فضائلِ اخلاق کے حفظ و بقا کے لیے معروف سے تمسک اور مُنکر سے اجتناب اشد ضروری ہے اور ان کا تعلق حقوق العباد سے ہے، لیکن حقوق العباد کی ادائیگی کی فضیلت کا یقین اور ان سے صرفِ نظر سے نقصانات کا احساس اللہ تعالیٰ پر قوی ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مقولہ ان معنوں کی خُوب ترجمانی کرتا ہے کہ "حق کے ساتھ اس طرح تعلق رکھو کہ مخلوق درمیان میں حائل نہ ہو اور خُدا کی مخلوق کے ساتھ اس طرح وابستگی رکھو کہ نفس بیچ میں حائل نہ ہو۔"

اِسی اخلاقی تعلیم کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "خلقِ عظیم" بنا کر بھیجا گیا تھا تاکہ آپ اخلاقِ کریمانہ کو ان کی آخری بلندیوں پر پہنچائیں، اسی لیے آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا جس پر خُود قرآن شاہد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کامل اتباع کے ذریعہ پُوری زندگی اطاعتِ الٰہی کا نمونہ

بن جائے اور حقوق الٰہیہ و حقوق العباد کی کماحقہ ادائیگی ہو جائے۔ اگر ان دو حقوق سے کسی وقت بھی تغافل برتا گیا، تو اس سے توحید و رسالت پر ایمان میں ضعف پیدا ہونا لازمی ہے، اس لیے کہ اسلام میں ہر اخلاقی فضیلت پر کاربند ہونا اور بُرے امُور سے بچنا، اس لیے ضروری نہیں کہ اس میں کوئی مصلحت مضمر ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے جو ضرور کسی نہ کسی مصلحت پر مبنی ہے۔ چنانچہ اگر ہم جھوٹ سے بچتے ہیں اور سچ کو اپناتے ہیں تو محض اس لیے کہ ہم از روئے قرآن ایسا کرنے کے مکلّف ہیں۔ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ "اور جھوٹی باتوں سے کنارہ کش رہو" (القرآن)، خواہ بظاہر جھوٹ بولنے میں فائدہ ہی نظر آئے۔ اور سچ سے نقصان کا احتمال ہی کیوں نہ ہو۔

جرائم کا اثر

اخلاق ذمیمہ ایمان پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "انسان کے دِل میں ایمان شروع میں ایک سپید نقطہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور جوں جُوں ایمان میں ترقّی ہوتی ہے سپید نقطہ آہستہ آہستہ پھیلتا جاتا ہے اور جب وہ کامل الایمان ہو جاتا ہے، تو تمام قلب نُورانی اور روشن ہو جاتا ہے۔ اور نفاق ایک سیاہ نقطہ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے اور جب وہ منافق کامل ہو جاتا ہے، تو تمام قلب سیاہ اور تاریک بن جاتا ہے"۔ اور وہ ارتکاب جرم پر اُتر آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث بھی اِنہی معنی کی غمازی کرتی ہے کہ "زانی ارتکاب زنا کے وقت مومن نہیں رہتا۔ چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا اور شرابی شراب پیتے وقت ایمان پر قائم نہیں رہتا۔" (بخاری، مسلم)، گویا زنا، لواطت، چوری، شراب نوشی، ترکِ نماز اور اسی قسم کے دُوسرے دینی فرائض کی خلاف ورزی اور گناہ کبیرہ کرتے وقت وہ صفتِ ایمان سے وہ متصف نہیں رہتا اور ارتکاب جرم کے بعد وہ دو حالتوں سے باہر نہیں ہوتا ـــــ یا تو بلا عمد سرزد ہونے والے رذیل اخلاقی جرم پر نادم ہو کر خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہو جائے۔ اس صورت

میں ایمان اسکی جانب لوٹ آتا ہے۔ اور یا وہ اِس جُرم کو بنظرِ استحسان دیکھنے لگ جائے جس سے وہ قساوتِ قلبی کا شکار ہو کر اپنے رب اور دین کو فراموش کر دیتا ہے اور گھٹیا اخلاقی جرائم اور شہواتِ فاسدہ اس کے نفس پر مسلط ہو جاتے ہیں اور وہ اس کے ارتکاب کا عادی بن جاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے وہ اس سے محروم رہ جائے، تو اس ناکامی کے سبب جزع و فزع کرنے لگ جاتا ہے اور اسے حرام ٹھہرانے والے اور منع کرنے والے اللہ کے خوف کو نظر انداز کر کے اس کے حصول میں کوشاں رہتا ہے۔ اس حالت میں اس کا ایمان اس کی طرف لوٹ کر نہیں آتا اور جب وہ اسی حالت پر اصرار کرتے ہوئے موت سے ہم آغوش ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں چلا جاتا ہے۔

انہی معانی کی حامل دُوسری صریح احادیث موجود ہیں کہ "جب کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو تو اس سے اس کا ایمان خارج ہو کر ایک سایہ کی مانند اس پر چھایا رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے ہٹ جاتا ہے، تو اس کی جانب لوٹ آتا ہے۔" (ابوداؤد) اس ضمن میں دُوسری حدیث یہ ہے کہ "بیشک ایمان ایک لباس کی مانند ہے اللہ جسے چاہتا ہے اس سے آراستہ کر دیتا ہے۔ پس جب انسان زنا میں مبتلا ہوتا ہے، تو ایمان کا لباس اُس سے اُتر جاتا ہے اور اگر وہ اس فعل سے توبہ کرے، تو ایمان کا لباس دوبارہ اُس کی طرف لوٹ آتا ہے۔" (بیہقی)

توبہ کا طریقہ

اِن دو حدیثوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ارتکابِ جُرم کے دوران ایمان خارج ہو جاتا ہے اور اِس جُرم سے توبہ کیے بغیر واپس نہیں آتا۔ بشرطیکہ وہ جرم صرف حقوق الٰہیہ کے ضیاع سے متعلق ہو جیسا کہ شراب نوشی اور ترکِ فرائض۔ تو اُن سے توبہ کی صُورت یہ ہے کہ ان کا مرتکب محرماتِ مذکورہ سے یکسر منہ موڑ لے اور اُن کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرے اور اگر جُرم کا تعلق حقوق العباد سے ہو، تو اس سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ غصب کردہ حقوق یا تو متعلقہ افراد کو واپس کیے جائیں یا ان سے اِس سلسلہ میں

معافی مانگی جائے۔

لیکن توبہ کا یہ طریقہ عصمت دری کے جُرم میں متحقق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اگر کسی شخص نے کسی دُوسرے کی بیوی سے زنا کیا ہے تو یہ بات کسی طرح بھی معقول دکھائی نہیں دیتی کہ وہ متعلقہ شخص سے اِس ضمن میں رجُوع کرے اور اسی طرح یہ بات بھی قرینِ دانش نہیں کہ مجرم اس شخص سے معافی کا طالب ہو۔ ایسے جُرم کا ذکر کرنا ہرگز ضروری نہیں بلکہ معافی مانگتے وقت اِس امر کی نیّت کرنا ہی کفایت کرے گا: البتہ اگر وہ اس امر کا اعتراف کر کے زنا کی مقررہ سزا بھگت کر اپنے نفس کو پاکیزہ کرنے کا متمنی ہو، تو اِس صُورت میں عورت کے خاوند سے طلب و عفو کی ضرورت نہیں بلکہ وہ صرف مذکورہ بالا طریق سے سزا دینے والے کے سامنے اپنے جُرم کا اعتراف کرے۔

گناہ اور سزا

اِس سلسلہ میں دوسری رائے یہ ہے کہ اخلاقی جرائم انسان کو کسی صُورت میں بھی ایمان سے عاری نہیں کرتے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے والا کسی اخلاقی جُرم سے لتھڑا ہُوا مر جائے، تو وہ اس جُرم کے باعث ایمان سے خارج نہیں ہوتا، بلکہ گناہگار مرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا اطلاق ہوتا ہے کہ "اللہ تعالےٰ مُشرک کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جسے وہ چاہے بخش دیتا ہے۔" (القرآن)

اِن معنوں کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں اور ان میں سے ایک صحیح حدیث یہ ہے کہ اگر مکلّف کی موت حالتِ ایمان پر آئے، تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ خواہ وہ چوری اور زنا کا مرتکب ہی کیوں نہ رہا ہو، لیکن اس میں اور ان احادیث میں جو گناہ گاروں کو سزا دینے یا اُن کے ضیاعِ ایمان کے سلسلے میں وارد ہُوئی ہیں کوئی تعارض نہیں۔ جہاں تک اوّل الذکر کا تعلّق ہے گناہ ہائے کبیرہ کے لیے وقتی عذاب دیا جائے گا اور ایسے جُرم کا مرتکب کافر کی مانند ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں نہیں رہے گا اور یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاقی جرائم کے مجرموں کو ان کے کسی اچھے فعل کی بدولت بخش دیں اور بالکل سزا نہ دیں۔

رہا مؤخر الذکر کا معاملہ، تو ایمان عبارت ہے توحید و رسالت پر یقین سے اور اِس عقیدہ میں باوجود ارتکابِ جرم ایمان کی قطعی نفی نہیں ہوتی اور علماء کا قول ہے کہ ہر شخص جسے اس امر کا یقین محکم ہے کہ اس سوراخ میں اژدھا ہے تو وہ کبھی بھی جان بوجھ کر اس میں ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہ کرے گا۔ یہ بات تو درست ہے، لیکن زیرِ بحث موضوع پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتکابِ جرم کی سزا کا ایک وقت معین کر رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ جس کسی نے اپنے جرم سے توبہ کی، اس سے اس جرم کا اثر مٹا دیا گیا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے گا۔ پس توحید اور جزا و سزا پر ایمان کی اس جرم سے نفی نہیں ہوتی جیسے توبہ کے بعد کالعدم ہو جانا ہوا اس لیے کہ جس وقت اِس سے کوئی اخلاقی جرم سرزد ہوتا ہے تو اس کا اس اللہ پر ایمان ہوتا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرما کر ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کیے بغیر ایک طویل مدت تک اِن پر ڈٹا رہے اور پھر توبہ کرنے سے پیشتر فوت ہو جائے، تو اسے عذاب دینا یا معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔

عملِ صالح کی نفی

اور یہ جو اِن دو حدیثوں اور اِن جیسی دُوسری احادیث میں مذکور ہے کہ اخلاقی جرائم سے ایمان کی نفی ہو جاتی ہے تو اِس سے مراد کامل ایمان کی نفی ہے۔ بالفاظِ دیگر اسے عمل صالح کی نفی بھی کہا جا سکتا ہے اور نیک عمل ایمان کی حقیقت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے متحقق ہونے کی شرط ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے صدقِ دل سے کلمہ طیّبہ تو پڑھا مگر کبھی بھی عمل صالح نہ کیا تو اس شرط کے فقدان کے سبب اس کا ایمان متحقق نہیں ہوا اور یہ رہا اس کا عمل خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہی معنی احادیثِ مذکورہ کے واضح ہوتے ہیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "کوئی زانی ارتکابِ زنا کے وقت مومن نہیں رہتا" اِن معانی کا حامل ہے کہ وہ ایمانِ کامل جو عمل کی شرط ٹھہری، اِس سے متحقق نہیں ہو پایا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ زنا وہ اخلاقی جرم ہے جس سے شارع

علیہ السلام نے منع فرمایا۔ پس اس کے ارتکاب سے عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے۔ اسی پر دُوسری صُورتوں کا قیاس کریں اور اسی کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ "جب کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو، تو اس سے ایمان خارج ہو کر ایک سایہ کی مانند اس پر چھایا رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے ہٹ جاتا ہے، تو اس کی جانب لوٹ آتا ہے۔" یہاں ایمان سے مُراد وہ کامل ایمان ہے جو مذکورہ بالا بیان کے مطابق عمل صالح کی شرط ٹھہری۔ اِن صحیح احادیث اور اللہ کے قول کہ "اللہ تعالیٰ مُشرک کو ہرگز نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے" کے مابین کوئی تعارض نہیں۔ اس آیت کریمہ سے بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ مُشرک کی قطعاً مغفرت نہیں کرتا اور دُوسرے گناہ ہائے کبیرہ کا فیصلہ اُس کی مرضی پر منحصر ہے چاہے انہیں بخش دے چاہے انہیں عذاب دے۔ اندریں حالات اگر اخلاقی جرائم کا مرتکب توبہ کیے بغیر مر جائے، تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذریعہ نص قرآنی اس امر سے آگاہ کر دیا کہ وہ کافر کو قطعی طور پر اپنی مغفرت سے نہیں نوازیں گے اور اس کے علاوہ تمام کو اپنی رضا پر چھوڑ دیا ہے۔

حقوق العباد کی معافی

جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے وہ گو صرف بندوں سے مخصوص ہیں، مگر حق تعالیٰ اس بات کی قُدرت رکھتے ہیں کہ اصحابِ حقوق سے کی گئی زیادتی اور ظُلم کے عوض انہیں اِن نعمتوں سے مالا مال کر دیں جو اُن کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں۔ جس پر اکثر علماء کرام کا اتفاق ہے۔

اِس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے، اُن پر کُتب سماوی نازل کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی قرآن حکیم کے ذریعہ تخصیص کی۔ جس میں اوامر و نواہی، پند و نصائح اور حکایات کے علاوہ جملہ فضائل کے اکتساب کا حکم دیا اور تمام رذائل سے منع فرمایا اور انسانوں کے لیے ایسا قانون نافذ کیا جس میں اُن

کی دنیوی و اُخروی فلاح کا راز مضمر ہے۔ اس نے عامل مومنوں سے دائمی اور ابدی سعادت و کامرانی کا وعدہ کیا ہے اور گناہ گاروں اور باغیوں کو ایسے شدید اور دردناک عذاب سے ڈرایا ہے، جسے برداشت کرنے کی انسانوں میں ہمّت نہیں بعض قرآنی آیات میں تو کچھ مجرموں کو دائمی سزا کا حکم صادر فرمایا کہ "جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے اُس کی سزا دائمی جہنّم یا اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت کی صُورت ہوگی۔"

اس میں بھلا کیا شک کہ اللہ تعالیٰ کی بات سچّی ہے اور وہ اپنے قول کی کبھی بھی خلاف ورزی نہیں کرتا — جب کہ وہ اِرادہ کاملہ اور قدرتِ مطلقہ سے متصف ہے۔ عفو و درگذر اور سزا اور عقوبت میں نہ کوئی قوّت اُس کو منع کرسکتی ہے اور نہ ہی کوئی شے اُس کے ارادہ کی تکمیل میں حائل ہوسکتی ہے وہ اپنے بندوں پر ہر طرح غالب ہے لیکن اس نے اپنے بندوں کے لیے فلاح و کامرانی کے روشن طریقے متعیّن کر کے اُن کے حصول کے لیے معقول اور جائز ذرائع بہم پہنچائے ہیں۔ خوش بختی اور بدبختی کی راہوں کے انجام و عواقب سے آگاہ کرنے کے بعد اس دُنیا میں گناہوں کی معافی کا طریقہ، توبہ اور اُن سے کنارہ کشی کی صُورت میں واضح کیا۔ ہاں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔" (النساء)

"کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی۔ تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

لیکن ان محکم آیاتِ قرآنی کے باوجود کسے حتمی طور پر یہ کہنے کی جُرأت ہوسکتی ہے کہ وہی ایسا ہے جس کے لیے اللہ کی رضا میں مغفرت مضمر ہے اور وہ اس کے درگذر کا مستحق ہے اور اسے بلا توبہ مغفرت حاصل ہوجائے گی۔ جب کہ دُوسری آیات اِس اُمر پر صریحاً دلالت کرتی ہیں کہ اس سے مغفرت صرف خلوصِ دل سے توبہ کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔

اللہ جل شانہ، نے فرمایا:

"اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس پر عذاب بڑھایا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔" (۶۸-۷۰) "اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا" (طٰہٰ-۸۲) "اور ہر جان کو اُس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی" (البقرہ-۲۸۱) "(تیز رد) زمانہ کی قسم، بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے"۔ العصر

اِسی نوع کی اور بہت سی آیات ہیں جو اس اَمر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انسان کے لیے اپنے نیک یا بد اعمال کی جزا و سزا پانا ضروری ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ نیکی کے لیے نیک (جزا)، اور برائی کے لیے بُری (سزا)" اور اللہ جل شانہ، نے فرمایا: "تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے گا اُسے دیکھ لے گا" (الزلزال)، جس سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر توحید و رسالت پر ایمان اور عملِ صالح فرض ٹھہرائے ہیں اور اگر وہ اس سلسلہ میں کوتاہی کریں، تو قیامت کے روز انہیں اس کی سزا کے طور پر دردناک عذاب بھگتنا ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایک کام تو نیک کرے اور دوسرا بد۔ تو اس کی نیکیاں اللہ کے ہاں جمع نہیں رہتیں بلکہ وہ انہیں سے اپنے گناہوں کا بدلہ چکاتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ان کے سبب اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے زیادہ قریب ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے۔ کچھ بھلے اور کچھ بُرے۔ سو اللہ سے اُمید ہے کہ ان کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائیں گے۔" (القرآن)

یہ آیت اس جماعت کے بارہ میں اُتری جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ جہاد کرنے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حالانکہ وہ آپ کا ساتھ دینے پر ہر طرح قدرت رکھتے تھے۔ بعد میں اُنھوں نے اِس لغزش پر ندامت کا اظہار کرکے اپنے جُرم کا اعتراف کیا اور اس گناہ کے کفارہ کے طور پر اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شریکِ جنگ نہ ہونے والوں میں سے سات افراد اپنے کیے پر اتنے نادم ہُوئے کہ اُنھوں نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم جب سفر سے واپس تشریف لائے تو حسبِ معمول مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں کو بندھا ہُوا دیکھ کر اُن کے بارے میں دریافت فرمایا، تو آپ کو بتایا گیا کہ اِن لوگوں نے اِس وجہ سے خود کو باندھ رکھا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جب تک ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نہ کھولیں گے وہ اسی طرح بندھے رہیں گے، جس پر آپؐ نے فرمایا: "مَیں بھی اِس امر کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک مجھے اِس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے حکم نہ ملے، مَیں انہیں ہرگز نہیں کھولوں گا۔" اِس پر یہ آیت نازل ہُوئی: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ الخ کہ "کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی خطا کے اِقراری ہیں جنھوں نے مِلے جُلے عمل کیے کچھ بھلے اور کچھ بُرے۔ سو اللہ سے اُمّید ہے کہ اِن کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں۔" (القرآن)، اس پر انہیں کھول دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ فعل ان کی ظاہری توبہ پر دلالت کرتا ہے۔ اُن کے بڑے گناہ اُن کی اس توبہ سے مٹا دیے گئے، اس لیے کہ خلوصِ نیّت سے کی ہُوئی توبہ گناہوں اور جرموں کو کالعدم کر دیتی ہے۔

لیکن اس مقام پر محتاجِ التفات بات یہ ہے کہ اخلاقی جرائم مثلِ زنا، چوری وغیرہ سے مروّت اور شرافت کا خاتمہ ہو جاتا ہے، تو اس کے مرتکب کے لیے ان کا علانیہ بیان کرنا کسی طرح بھی درست نہیں بشرطیکہ وہ پاکیزگیٔ نفس کے لیے ضروری سزا کا خواہشمند ہو۔ پس مالِ مسروقہ واپس کرتے وقت مال کے مالک سے یہ کہنے کی ہرگز

ضرورت نہیں کہ میں نے اِس مال کو چرایا تھا، بلکہ اِتنا کہنا ہی کافی ہو گا کہ یہ تمہارا وہ مال، جو مجھے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پس اسے لے لے۔ اور یہی حال اِن تمام جرائم کا ہے جو بڑی رازداری اور پوشیدہ طور پر کیے گئے ہوں۔ پس مرتکب جرائم پر لازم ہے کہ اگر اِن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ضیاع ہو، تو اللہ تعالیٰ سے خلوص نیت سے توبہ کرے اور دوبارہ اِن گناہوں کی طرف رجوع نہ کرے اور اگر لوٹائے جانے کے قابل ہوں، تو اُن کے مالکوں کو لوٹا دے یا اُن سے معافی کا طالب ہو۔ غرض کہ گناہ ہائے کبیرہ کو توبہ اور عملِ صالح کے سوا اور کوئی شے نہیں مٹا سکتی۔ اور اس ضمن میں جو کچھ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ ہائے کبیرہ بھی بخش دیں گے، تو وہ اِس بات پر مشروط ہے کہ انسان اپنے جُرم سے توبہ کرے۔
باقی رہا یہ قول کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب کافر ہو کر آگ کی دائمی زندگی کا مستحق ہوگا۔ اِس آیت کریمہ کی روشنی میں دُرست معلوم نہیں ہوتا کہ جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا، اُسے بھی دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر بُرائی کرے گا اُسے بھی دیکھ لے گا (الزلزال)، یہ بات کسی طرح بھی معقول دکھائی نہیں دیتی کہ اللہ، اُس کے رسُولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے والا مومن، اُس کافر کے مساوی ہو جو اپنے خالق کا ہی منکر ہے اور اس کے ساتھ کُفر کا شیوہ اختیار کرتا ہے۔ پس وہ تو ضرور آگ کے عذاب میں دوامی زندگی بسر کرے گا، لیکن اس سے بھی اِنکار نہیں۔ جیسا کہ بہت سی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ مومنوں میں سے بغاوت کرنے والوں کو اُن کے بُرے اعمال کی نسبت سے سزا دی جائے گی اور جب اُن کی اصلاح ہو چکے گی، تو انہیں دوزخ سے نکال کر جنّت میں داخل کر دیا جائے گا۔

اخلاقی جرائم کے نقصانات

رہے وہ نقصانات جو کسی کی عزّت اور اموال پر ڈاکہ ڈالنے سے واقع ہوتے ہیں۔ وہ سزا پر ہی ختم نہیں ہو جاتے بلکہ ان کا ضرر اور بُرے نتائج، نسلوں کا نقصان اور اولاد سے قانونی جُرم کی شکل میں بھی رُونما ہوتے ہیں۔ اگر زانیوں کو اس

امر کا احساس ہوتا کہ ان کی وقتی لذت سے کس قدر بڑے شر اور فساد کے دروازے کھلتے ہیں، تو انہیں اس شرمناک جرم کے ارتکاب کی نسبت اپنے وجود کو فنا کر دینا آسان دکھائی دیتا۔ بالخصوص جب کہ ان کے اس عملِ قبیح کا نتیجہ اس بچّے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے، جسے ایک عیاش اور بدمعاش عورت کبھی تو اس کے پنگھوڑے میں ہی اس کا گلا گھونٹ دیتی ہے اور کبھی حالتِ جنین میں اسقاط کروا کر جان چھڑوا لیتی ہے اور کبھی اُسے وضع حمل کے بعد زندگی کی مشکلات اور زمانے کے مصائب جھیلنے کے لیے لاوارث پھینک دیتی ہے۔ اُس معصوم کو اپنی ماں معلوم نہیں ہوتی جو اُس پر مہرِ مادری نچھاور کرتی اور وہ اپنے باپ کو نہیں جانتا جو اُس کے سر پر دستِ شفقت رکھتا۔ اور اُسے اتفاقاتِ زمانہ کبھی ایسے شخص کے سپرد کر دیتے ہیں جو اس کی تربیت ایسے دین کے مطابق کرتا ہے جو اس کے ماں باپ کا دین نہیں ہوتا یا وہ ایسے ہاتھوں میں آجاتا ہے جن کی تربیت سے وہ اخلاق باختہ بن جاتا ہے اور ایسا بچّہ سوسائٹی کے لیے ایک ضرر رساں عضو بن کر بہت بڑی مصیبت کا باعث بنتا ہے۔

اگر کوئی زانی عورت شادی شدہ ہو تو وہ اور بھی شدید خیانت اور شرمناک گناہ کی مرتکب ہوتی ہے۔ اِس لیے کہ وہ اپنے خاوند سے دھوکہ کر کے اپنی صحیح اور جائز اولاد میں ایک اجنبی عنصر داخل کر لیتی ہے اور بالآخر اس کا یہ فعل پورے خاندان کے لیے بدبختی کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ قدرتی طور پر ایسا بچّہ اخلاق و عادات میں اپنے حقیقی (زانی) باپ کے نقشِ قدم پر چل کر اس کے بُرے اخلاق کا اتباع کرے گا اور اس طرح سوسائٹی میں زنا کی بیماری پھیلائے گا۔

ممکن ہے کوئی فاسق یہ کہے کہ اِس خطرہ کو مانع حمل طریقوں سے روکا جا سکتا ہے لیکن نوعِ انسانی کے لیے یہ حرکت اور بھی زیادہ بُری اور نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا نسلوں کا از خود صفایا کرنا اور قوم کو تیزی سے تباہی کے کنارے لے جانا ہے اور افراد کی تدریجی کمی سے قوم کو ذلّت و نکبت سے دوچار کرنا ہے اور حیوانات سے کم عقل ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ حیوانات بھی رضائے الٰہی کے مطابق ایک مدّتِ معیّنہ تک افزائشِ

نسل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اِس سے بڑی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان ہر قسم کے غم و فکر سے آزاد ہو کر صرف حیوانی خواہشات کی تسکین کے درپے رہے اور وہ نہ تو اِس خواہش کے ودیعت کیے جانے کی غرض و غایت کی معرفت حاصل کرے اور نہ ہی اس کے غلط استعمال کے نتیجہ کا شعور ہو۔ جب یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس خواہش کی تخلیق کا واحد مقصد نوعِ انسانی کی بقا تھا۔ جب انسان میں ایک انسان نما وحشی موجود ہو، جسے نہ تو انسان کی قدر ہو نہ پروا۔ تو جب وہ دُوسرے انسانوں کی خرابی کا باعث ہو ـــــ بلکہ بالآخر خود اپنے گھر کی عورتوں، اپنی بیٹیوں اور اپنے اہل و عیال کے اخلاق کی تخریب کا سبب بنے۔ اِس لیے کہ وہ بھی اِسی کے اخلاقِ رذیلہ کی پیروی کریں گے، تو پھر ایسے تباہ کُن خطرے سے حفظ و امان میں رہنے کا کونسا وسیلہ ہو سکتا ہے؟

زنا کا دنیوی انجام

ایک زانی اور زانیہ ایسے شرمناک فعل کے الزام سے قبل اس بات کا تصوّر کریں کہ اگر ان کے اس معاملہ کا راز افشا ہو جائے اور زانیہ کا باپ، خاوند یا بھائی اِس کو عین ارتکابِ فعل کی حالت میں دیکھ لیں، تو اس وقت اُن پر کیا گزرے گی۔ کیا اِس انکشاف کو خاطر میں لائے بغیر انہیں شہوت کا غلبہ اور جوش باقی رہے گا یا ان کے اِس بُرے ارادے میں ضعف واقع ہو کر ان کے دِل دھڑکنے لگیں گے اور ان کی شہوت اِسی طرح کالعدم ہو جائے گی جیسا کہ ان میں یہ چیز ودیعت ہی نہ کی گئی تھی۔ پھر اُس غریب خاوند پر کیا گزرے گی اور اس زانیہ کے باپ اور بھائی پر کیا بیتے گی۔ کیا اُس منظرِ شنیعہ کو دیکھ کر اسے ہر شے کی قُربانی کرنا آسان معلوم نہ ہو گا۔ اور اکثر لوگ ایسے کریہہ منظر سے مشتعل ہو کر زانی اور زانیہ کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر خود بھی بے جانے بُوجھے خُودکشی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کا فرض اور تقدیر سے کچھ واسطہ نہیں، بلکہ ایسے واقعات انسانوں میں اکثر وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

زنا کا اُخروی خسارہ

ہمارا فرض ہے کہ ہم زانیوں کو اُخروی ذِلت سے

نجات دلائیں کہ وہ نہیں جانتے کہ انہیں آخرت میں ذِلّت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہیں اصحابِ حقوق کو اپنے ان بُرے کرتُوتوں کی مہنگی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ کیا انہیں وہ دن یاد نہیں جب ظالموں سے ان کے ظلم وستم کے بارے میں پُرسش ہوگی۔ اور اپنے لیے کسی کو دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔ کیا انہیں اس بات کا علم نہیں کہ اگر انہوں نے اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا، اللہ تعالیٰ تو اُن کے حال اُور بُرے افعال سے پُوری طرح آگاہ ہیں اور بے شک وہ حقوقُ العباد میں سے ایک ذرّہ برابر نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ اِن مُجرموں کو اپنے جرموں کا پُورا پُورا بدلہ اپنی نیکیوں میں سے دینا ہوگا۔ بشرطیکہ ان کے کوئی نیک اعمال ہُوئے اور اگر ان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا کوئی اندراج نہ ہُوا تو انہیں اپنے گناہوں کے علاوہ اصحابِ حقوق کے گناہوں کو بھی اُٹھانا ہوگا کیونکہ اس دن کسی کے حقوق سے رائی برابر ضائع نہیں ہوگا۔

زنا اور انفرادی واجتماعی زوال

جب انسانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو جائے جو قساوت قلبی کا شکار ہو گئے ہوں جن کی بصیرتیں اندھی ہو چکی ہوں، جو حقوقُ العباد کے احساس سے عاری ہوں اور جو اللہ تعالیٰ سے حیا نہ کرتے ہوں اور اللہ کے یومِ حساب کے خوف کو خاطر میں نہ لاتے ہوں، تو کیا ان کے لیے واجب نہیں کہ وہ اپنی ازواج اور اولاد کا محاسبہ کریں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کے مطابق ایک زانی اپنے اہل وعیال اور بیٹیوں کے لیے بہت بُرا نمونہ ہے۔ "عفوا تعف نساؤکم" (خود بچو اور اپنی عورتوں کو بچاؤ) پس جب اِنسانوں میں کوئی فریق اپنی نسل کی پروا نہ کرے اور اپنی عزّت کا خیال نہ رکھے اور اپنی عورتوں اور اولاد میں فسادِ اخلاق سے بے اعتنائی برتے اور نہ ہی دُوسرے لوگوں اور ان کی اولاد کے اخلاق خراب ہونے کو چنداں اہمیّت دے، تو ایسا گروہ جنگلی گدھوں اور بندروں اور دُوسرے حیوانات کے مرتبہ سے بھی گر جاتا ہے جو اپنی اناث پر حملے کرتے ہیں۔ پس جب اقوامِ عالم میں سے کوئی قوم زنا اور بدکاری کو جائز متصوّر کر کے اس میں مُبتلا ہو جائے تو اس قوم کے زوال پذیر ہونے اور صفحۂ ہستی

سے مٹنے کے آثار بڑی سُرعت سے پیدا ہو جاتے ہیں اور علاوہ اس کے وہ غضبِ الٰہی کے باعث دائمی عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اس میں کیا شک کہ خالی یہی بات زنا سے نفس کو زجر و توبیخ کے لیے کافی و وافی ہے اور اس امر کی کوئی ضرورت نہیں کہ زانیوں کے باہمی اختلاط سے پیدا ہونے والے خطرناک اخلاقی و جسمانی امراض سے بچنے کی لوگوں کو تاکید کی جائے اور نہ ہی اس کی حاجت ہے کہ حرام کردہ کاموں کے ارتکاب سے جو جرائت اور مالی نقصان ہوتا ہے اس کا ذکر کیا جائے۔ ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے ایک بدکار عورت کی خاطر اپنا مال و منال ضائع کیا اور حقیر و ذلیل ہُوئے اور ایسوں کی بھی کمی نہیں ہے جو کسی زانی عورت کے جنون میں اس طَور اخلاق باختہ ہو گئے کہ وہ قوم کے جسم میں ایک عضوِ فاسد کی حیثیت اختیار کر گئے۔

زنا کا نقصان بہت واضح ہونے کے باوجود زانی دین کی پروا نہیں کرتے۔ نہ اس کی فضیلت کا شعور رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے محرمات کو پہچانتے ہیں اور نہ آنکھوں کی خیانت جاننے والے اللہ کی عظمت کو قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ پس وہ چوپاؤں کی مانند ہیں۔ نہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ!

زنا اور شریعتِ اسلامی

اِسی سبب سے شریعتِ اسلامیہ نے زنا کے معاملے میں بے حد تشویش کا اظہار کیا ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کتابِ عزیز میں اسے بے حیائی کا کام اور بدترین نتائج کا ذمّہ دار ٹھہرایا ہے۔ "زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ" (بنی اسرائیل ۳۲) دُوسری جگہ فرمایا؟ "اور جو اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبود کو نہیں پُوجتے اور اُس جان کو جس کی اللہ نے حُرمت رکھی، ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اَور جو یہ کام کرے سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اُس پر عذاب بڑھایا جائے گا اَور ہمیشہ اِس میں ذلّت سے رہے گا، مگر جو توبہ کرے۔" (الفرقان ۶۸-۷۰)

یہ آیت اِس ضمن میں واضح ہے کہ کسی نفس کا ناحق قتل کرنا اور زنا، اِن جرائم

میں سے ہیں۔ جن کے لیے آگ کی دائمی سزا ہے اور اگر زنا کا مرتکب اپنے گناہ سے توبہ نہ کرے، تو زنا کے خلاف یہ زجر و توبیخ بہت کافی ہے اور جسے یہ خیال ہو کہ زنا کی سزا آسان ہے، اِس لیے کہ حد قائم کرنے کے لیے زنا کا اثبات ناممکن ہے۔ پس اُسے اِس بات کا تصور کرنا چاہیے کہ اگر وہ دُنیا کے عذاب سے بچ گیا، تو کیا ہوا قیامت کے دن وہ اپنے سامنے کئی گنا زیادہ ہمیشہ رہنے والا عذاب پائے گا۔

اِسی سبب سے عہدِ نبوی میں مومن قیامت کے دن اللہ کے دائمی عذاب سے نجات پانے کے لیے دنیاوی سزا کو ترجیح دیتے تھے اور انہی نیک ہستیوں کا کہنا ہے: "ایک خراب اور گھٹیا شہوت سے پرہیز کرو جو فی الفور ختم ہو جاتی ہے، لیکن اس کی کم از کم سزا موت ہے۔"

اخلاقی جرائم اور شرعی حدود

اِس ساری بحث سے شریعتِ اسلامیہ کا مقصد اخلاقی جرائم کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنا ہے اور ان کے دنیوی اور اُخروی نقصانات کے پیشِ نظر مسلمانوں کو ان سے باز رکھنے کے لیے عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں۔ بصورتِ اقرار، عینی شہادت یا حمل قرار پانے پر زنا کار مَرد اور عورت کے لیے سنگساری اور کوڑے لگانے کی سزا مقرر کی۔ عملِ قومِ لُوط غیر فطری کی سزا بھی زنا سے کسی طرح کم نہیں، اس لیے کہ ان سے قبل یہ رذیل حرکت انسانوں سے تو درکنار کُتوں سے بھی سَرزد نہیں ہوئی تھی۔ چور کے لیے چوری کے اثبات کی صُورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہایت موزوں ہے، اس لیے کہ چور دُوسروں کے خون پسینہ کی کمائی پر رات کی تاریکی یا دِن کی روشنی میں ہاتھ صاف کرتا ہے۔ جس کا اُسے کسی طرح حق نہیں پہنچتا۔ شراب کے رسیا کو بُت پرست اور مُشرک کے مساوی بتایا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام نے اخلاقی جرائم کی سزاؤں میں بہت زیادہ تشدّد رَوا رکھا ہے تو اسے اس بات سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے کہ اسلامی سوسائٹی کا سادہ سا تصوّر یہ ہے کہ ایک مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان بھائیوں کی جان، مال، اور

عزّت محفوظ رہے۔ اور اگر ایسی مثالی سوسائٹی میں کوئی ایسا عنصر پیدا ہو جائے جس سے پوری سوسائٹی کے گندہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اسلام کے نزدیک اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ ایسے غلیظ اور ناپسندیدہ عناصر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے تمام سوسائٹی کو اس کے بُرے اثرات سے بچا لیا جائے اور اسلامی حدود کے قیام میں غریب اور امیر، ادنیٰ و اعلیٰ کی تمیز روا نہ رکھی جائے۔

حفظِ ناموس، مال اور جان اور قیامِ امن کے لیے یہی وہ اسلامی طریقہ ہے جس سے دنیوی زندگی میں جنّت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جاویں گے جب کہ ہم میں صلحاء لوگ موجود ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب آجاوے گی۔ اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو ایک بستی کے اُلٹ دینے کا حکم دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اس بستی میں فلاں بندہ ایسا ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہُوا کہ صحیح ہے، مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہُوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ ہر اس شخص کے ذمّے ہے جو ناجائز بات کو ہوتے ہُوئے دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت ہو تو ٹوکے۔ جب گناہ مخفی طور پر کیے جاتے ہیں، تو اس کا وبال صرف کرنے والوں پر ہوتا ہے لیکن جب کُھلم کُھلا کیے جاویں اور اُن کو روکا نہ جاوے، تو اِس کا وبال عام ہوتا ہے۔ آپ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ تم اچھے کاموں کی دعوت دیتے رہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو اور ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔ ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیے جاویں گے جس طرح اُن لوگوں کے کر دیے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہو گی جس طرح بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔

آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور درخواست کی: "مجھے زنا کی اجازت

دے دیں۔" آپؐ نے فرمایا: "قریب ہو جاؤ اور پھر فرمایا کہ کیا تُو یہ چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے۔ عرض کیا، نہیں چاہتا۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ اُن کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جاوے۔ پھر فرمایا کہ کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی کے ساتھ زنا کرے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا اِسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی بیٹیوں سے زنا کیا جاوے۔ غرض بہن، پھوپھی، خالہ کا دریافت فرما کر آپ نے دستِ مبارک اُس شخص کے سینہ پر رکھ کر دُعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص نے توبہ کی۔

مجرم کی بھی بُرائی نہ کرو

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ماعز اسلمیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس امر کا اقرار کیا کہ اُس نے ایک عورت سے حرام کیا ہے۔ چار مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس سے اعراض کیا یعنی منہ پھیر لیا کہ وہ خاموش ہو کر چلا جائے، لیکن جب اُس نے پانچویں مرتبہ اعتراف کیا، تو آپؐ نے دریافت کیا کیا تُو نے محبت کی ہے اُس عورت سے ؟ اُس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا عضوِ مخصوص اُس کی اُس میں (یعنی اندامِ نہانی میں داخل ہُوا۔ عرض کیا ہاں۔ پھر آپ نے پُوچھا تیرا عضوِ مخصوص اُس کی اندامِ نہانی میں اس طرح غائب ہُوا جس طرح سلائی سُرمہ دانی میں غائب ہو جاتی ہے اور رسّی کنوئیں کے اندر چلی جاتی ہے۔ اُس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا تو جانتا ہے زنا کس کو کہتے ہیں۔ عرض کیا ہاں میں اس عورت سے اس طرح حرام کا مرتکب ہُوا، جس طرح کوئی شخص اپنی بیوی سے حلال طریقہ پر محبت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس قول سے تیرا کیا مقصد ہے۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں آپ مجھے اس گناہ سے پاک کر دیں، چنانچہ آپ نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا اور اُس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو شخصوں کو یہ گفتگو کرتے ہُوئے سُنا کہ ایک نے اُن میں سے کہا اس شخص کی طرف دیکھو اللہ تعالیٰ نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی، لیکن اُس نے

اپنے نفس کی خواہش کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ سنگسار کیا گیا، کُتے کی مانند سنگسار کیا جانا۔ آپؐ یہ سُن کر خاموش ہو رہے اور تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ ایک مرے ہُوئے گدھے کے قریب سے گزرے جس کا پیٹ پھُول گیا تھا اور ایک پاؤں اُوپر اُٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ فلاں فلاں شخص کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ آپؐ نے فرمایا آؤ اور اس مُردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ اُنہوں نے عرض کیا خُدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم، اس کا گوشت کون کھا سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تُم نے ابھی ابھی اپنے بھائی کی جو آبروریزی کی ہے وہ اس گدھے کا گوشت کھانے سے زیادہ بُری ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت وہ جنّت کی نہروں میں غوطے لگاتا ہوگا۔ (ابوداؤد)

گناہوں کی سزائیں خود پیش ہونا

ابوہریرہؓ اور زید بن خالدؓ کہتے ہیں کہ دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لڑتے جھگڑتے آئے اُن میں سے ایک نے کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجیے۔ دُوسرے نے کہا ہاں یا رسُول اللہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجیے اور مُجھ کو واقعہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے فرمایا بیان کرو۔ اُس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ لوگوں نے مُجھ سے کہا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا۔ مَیں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی۔ پھر مَیں نے عُلما سے مسئلہ پُوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو سَو دُرّے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور سنگساری کی سزا اس کی عورت کو ملے گی، اس لیے کہ وہ شادی شُدہ ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے واقعہ سُن کر فرمایا خبردار! قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مَیں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ تیری لونڈی اور تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی اور تیرے بیٹے کو سَو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔ پھر فرمایا اے اُنیس تُو اُس

کی عورت کے پاس جا اگر وہ جُرم کا اعتراف کرے، تو اس کو سنگسار کر دے۔ عورت نے اقرار کیا اور اُنیس نے اُس کو سنگسار کیا۔ (بخاری و مُسلم)

عمر رضؓ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور ان پر اپنی کتاب نازل کی ہے اور خداوند تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں سنگساری کی آیت بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم و سنگسار کیا ہے۔ اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے اور رجم خدا کی کتاب میں مقرر ہے۔ اِس شخص پر جو زنا کرے اور وہ غیر شادی شُدہ ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ شاہد موجود ہوں یا حمل پایا جائے یا جرم کا اعتراف۔ (بخاری و مسلم)

شادی شُدہ اور غیر شادی شُدہ زانیوں کی سزا

عبادہ بن صامت رضؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھ سے (زانی و زانیہ کی بابت) حکم حاصل کر لو (ہاں) مجھ سے (ان کی بابت) حکم لے لو۔ خداوند تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے کنواری عورت اگر کنوارے مَرد سے زنا کرے، تو اُس کے سَو دُرّے لگائے جائیں۔ اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے اور شادی شُدہ مرد اگر شادی شُدہ عورت سے زنا کرے تو سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے (دونوں کو)۔ (مسلم)

زانیوں کو سنگسار کر دو

عبدُاللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان کی قوم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا توراۃ میں رجم کی بابت کیا لکھا ہے؟

انہوں نے عرض کیا ہم زنا کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور اُن کو دُرّے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضؓ نے کہا تم جھوٹے ہو۔ توراۃ لاؤ اُس میں بھی رجم کا حکم ہے؛ چنانچہ وہ توراۃ لائے اور اُن میں سے ایک شخص نے توراۃ کی آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپا لیا اور آگے پیچھے کی آیتوں کو پڑھتا رہا۔ عبداللہ بن سلام رضؓ نے کہا اپنا ہاتھ ہٹا دیکھا

تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ یہود نے کہا عبد اللہ بن سلامؓ نے سچ کہا اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن دونوں زانیوں کو رجم کا حکم دیا اور ان کو سنگسار کیا گیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن سلامؓ نے فرمایا: اپنا ہاتھ ہٹا۔ اُس نے ہاتھ ہٹایا، تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ ہاتھ رکھنے والے نے کہا۔ محمدؐ توراۃ میں رجم کی آیت موجود ہے ہم اس کو چھپاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں کی سنگساری کا حکم دے دیا اور دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

زناکاری کے ایک جُرم کا واقعہ

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسُول اللہ علیہ وسلّم میں نے زنا کیا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ شخص پھر آپؐ کے سامنے آیا اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے پھر مُنہ پھیر لیا۔ جب اُس نے چار مرتبہ یہی الفاظ کہے اور شہادت کامل ہو گئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو اپنے قریب بُلایا اور فرمایا کیا تُو دیوانہ ہے؟ اُس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تُو نے شادی کی ہوئی ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ فرمایا اِس کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو۔

اِس حدیث کے ایک راوی ابن شہاب کا بیان ہے کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا ہے جس نے جابرؓ بن عبد اللہؓ سے یہ سُنا تھا کہ ہم نے یعنی جابرؓ نے اُس کو سنگسار کیا۔ مدینہ کے اندر جب اُس کے جسم پر پتھر جا کر لگے، تو وہ بھاگا یہاں تک کہ ہم نے اُس کو مدینہ کے سنگستان میں جا کر پکڑا اور پھر سنگساری شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری کی روایت میں جو جابرؓ سے منقول ہے یہ الفاظ ہیں کہ جب اس شخص نے اپنا شادی شدہ ہونے کا اعتراف کیا، تو آپؐ نے اُس کو سنگسار کیے جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اُس کو عید گاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب اُس کے جسم پر پتھر جا کر لگے، تو وہ بھاگا۔ اُس کو پکڑ لیا گیا اور پھر سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی تعریف کی، اس کے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے لیے دعا کی۔

واقعہ زنا کی تحقیق

بریدہؓ کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھ کو پاک کیجیے۔ آپ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر، واپس جا خدا سے استغفار کر اور توبہ کر۔ وہ چلا گیا اور تھوڑی دُور جا کر پھر واپس آیا اور عرض کیا: یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھ کو پاک کیجیے۔ آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے جو پہلے فرمائے تھے۔ چار مرتبہ اِسی طرح ہُوا چوتھی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس سے پُوچھا: "کس چیز سے پاک کروں میں تجھ کو" عرض کیا "زنا سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کیا یہ دیوانہ ہے؟ عرض کیا گیا دیوانہ نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کیا اس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اُس کا منہ سونگھا، لیکن شراب کی بُو نہ پائی، پھر آپؐ نے ماعز سے پُوچھا کیا تُو نے زنا کیا ہے؟ عرض کیا ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کی سنگساری کا حکم دے دیا اور اُس کو سنگسار کر دیا گیا۔ دو تین روز اسی طرح گزر گئے یعنی ماعز کی سنگساری کا ذکر آپؐ کے حضور میں نہ آیا۔ ایک روز حسبِ معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا، ماعز بن مالک کی مغفرت کی دُعا کرو اُس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو ساری اُمّت پر تقسیم کیا جائے، تو اُس کا ثواب سب کے لیے کافی ہو۔

ایک عورت کا گناہ کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا

ایک عورت جو قبیلہ ازد کی شاخ غامد سے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مُجھ کو پاک کیجیے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے واپس جا اور خُدا سے توبہ و استغفار کر۔ عورت نے عرض کیا: آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپؐ نے ماعز کو واپس کر دیا تھا مجھ کو بھی واپس کر دیں۔ وہ تو زنا کے نطفہ سے حاملہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو حاملہ ہے۔ عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا ٹھہر یہاں تک کہ تُو پیٹ کے بچے کو جنے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک انصاری نے اس عورت کی کفالت کی۔ یہاں تک کہ اُس

نے بچّہ جنا، پھر کچھ عرصہ بعد وہ انصاری حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اُس عورت نے بچہ جن لیا ہے آپؐ نے فرمایا ہم ابھی اُس عورت کو سنگسار نہیں کریں گے اور اُس کے بچّے کو اس حال میں نہ رہنے دیں گے کہ کوئی اُس کو دُودھ پلانے والا نہ ہو۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس کی رضاعت کا میں ذمہ دار ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب اُس عورت نے اپنے حمل کا اظہار کیا، تو آپؐ نے فرمایا: واپس جا اور ٹھہر جب تک کہ بچّہ جنے۔ پھر جب اُس نے بچّہ جن لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو فرمایا کہ بچّہ کو دودھ پلا اور ٹھہر جب تک کہ اُس کا دُودھ چھڑائے۔ جب اُس نے دُودھ چھڑا دیا، تو وہ بچّہ کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بچّہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اُس نے کہا اے خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اِس بچّہ کا دودھ میں نے چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بچّہ کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا اور پھر حکم دیا کہ عورت کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے سینہ تک اور پھر لوگوں کو اُس کے سنگسار کیے جانے کا حکم دیا؛ چنانچہ سنگساری شروع کی گئی۔ خالد بن ولیدؓ نے ایک پتھر اُس کے سر پر مارا اور اُس کے سر کا خُون خالدؓ کے منہ پر آن کر پڑا۔ خالدؓ نے اُس کو بُرا کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: خالدؓ خاموش رہو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اُس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ محصول یا عُشر لینے والا کرے، تو اُس کے ظلم و ستم کو بخش دیا جائے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور دفن کر دیا جائے۔

زبردستی زنا کرنے والے کی سزا

وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ایک عورت نماز کے ارادہ سے باہر نکلی۔ ایک مَرد نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس پر کپڑا ڈال کر اس سے اپنی حاجت پُوری کر لی (یعنی اُس کے ساتھ زنا کیا) وہ عورت چلّائی اور مرد اُس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاجرین کی ایک جماعت اُس عورت کے قریب سے گزری۔ عورت نے اُن سے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ اُنہوں نے اُس مرد کو پکڑ لیا اور

اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے عورت سے فرمایا، تُو جا خُدا نے تجھ کو بخش دیا، اِس لیے کہ تُو نے اپنی خواہش سے یہ کام نہیں کیا۔ اور اُس مَرد کی نسبت جس نے زنا کیا تھا یہ فرمایا اس کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو؛ چنانچہ اُس کو سنگسار کر دیا گیا۔ (ترمذی۔ ابُو داؤد)

عمل قوم لُوط کی سزا

عکرمہؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جس شخص کو تُم قومِ لُوط کا عمل کرتے ہُوئے پاؤ، فاعل اور مفعول دونوں کو مار ڈالو۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

جانوروں سے بدفعلی کی سزا

ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو شخص جانور سے بدفعلی کرے۔ اُس شخص اور اُس جانور دونوں کو مار ڈالو۔ ابن عباسؓ سے پُوچھا گیا، جانور کا اِس میں کیا قصُور رہے؟

اُنہوں نے کہا اس کی نسبت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کچھ نہیں سُنا البتّہ میرا خیال ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا یا اس سے نفع اُٹھانا (یعنی اُس کا دُودھ وغیرہ پینا جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی ہے، مکروہ ہے۔) ترمذی۔ ابن ماجہ۔

زنا اور تہمتِ زنا کی سزا

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ بن بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اقرار کیا کہ اُس نے ایک عورت سے چار مرتبہ زنا کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو دُرّے لگوائے، اِس لیے کہ وہ کنوارا تھا۔ پھر عورت کے خلاف شہادتیں حاصل کیں۔ عورت نے کہا خُدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص جھوٹا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس شخص کو دُوسری سزا تہمت کی دی اور کوڑے لگوائے (ابُو داؤد)

لُوطی ملعون ہے

ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو شخص قومِ لُوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔

رزین اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ علیؓ نے لواطت کے فاعل و مفعول

کو جلوا دیا اور ابو بکرؓ نے اُن پر دیوار گرا دی۔ (احمد)

عادی چور کی سزا

ابو سلمہؓ، ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چور جب چوری کرے تو اُس کا دایاں ہاتھ کاٹو اور پھر چوری کرے، تو بایاں پاؤں کاٹ دو اور پھر چوری کرے، تو بایاں ہاتھ کاٹ دو اور پھر چوری کرے، تو دایاں پاؤں کاٹ دو۔ (شرح السنۃ)

چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد کیا کیا جائے

فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا اور آپؐ کے حکم سے اُس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر آپؐ نے فرمایا اِس کا کٹا ہُوا ہاتھ اُس کی گردن میں باندھ دو تاکہ لوگ اس کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

مرتد کی سزا

قبیلہ عقل کے چند آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور اسلام قبول کیا، لیکن مدینہ کی ہوا اُن کو موافق نہ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ کے اُونٹوں کے رہنے کی جگہ چلے جائیں وہیں رہیں ——— چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ اچھے ہو گئے۔ پھر وہ دینِ اسلام سے پھر گئے اور اُونٹوں کے محافظوں کو قتل کر کے اُونٹوں کو ہانک کرلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پیچھے سواروں کو روانہ کیا۔ وہ اُن کو پکڑ لائے اور اِس جُرم میں اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور اُن کی آنکھیں پھوڑی گئیں اور پھر اُن کے ہاتھ پاؤں کا خُون بند کرنے کے لیے اُن کو گرم تیل میں داغ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اُن کی آنکھوں میں گرم سلاخیں ڈالی گئیں اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاخوں کے گرم کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ گرم ہو گئیں تو اُن کو اُن کی آنکھوں میں پھیرا گیا اور پھر اُن کو مدینہ کے سنگستان میں ڈال دیا گیا اور وہ پانی مانگتے تھے اور اُن کو پانی نہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (بخاری و مسلم)

زنا کوئی شبہ نہیں کہ زنا ایک ایسا فعل ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان جلد ہوتا ہے اور اس میں انسانی طبیعت کے لئے بڑی کشش اور ظاہری طور پر بڑی لطف اندوزی ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے "حدود" میں شمار کیا اور اس جرم کی سزا میں بڑی شدت اور سخت گیری سے کام لیا۔ نرمی کا کوئی نام ونشان نہیں، اور طرزِ سزا بڑا ہی عبرت انگیز اور دردناک ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ زنا میں وطی ہوتی ہے، اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے وطی اور جماع میں لذت صرف خاص اعضاء ہی کو نہیں ملتی بلکہ اس وقت جسم کے کونے کونے میں اس لذت کی بجلی دوڑ جاتی ہے اور وقتِ خاص میں بال بال آدمی کا لذت اور لطف محسوس کرتا ہے اس لئے اسلام نے مناسب یہی سمجھا کہ سزا بھی اسی طرح کی تجویز کی جائے جس کی وجہ سے اذیت ظاہری طور پر بھی تمام جسم کو پہنچے۔

زنا کار کی سزا اتنی بات جب معلوم ہوگئی تو آیئے بتائیں کہ اسلام نے زنا کی سزا کیا مقرر کر رکھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا	زنا کرنے والی عورت اور زنا
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	کرنے والا مرد، سو ان میں سے
مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ	ہر ایک کو سو درے مارو، اور
بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ	تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ	میں ان دونوں پر ذرا رحم نہ آنا
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (نور-۱)	چاہیئے، اگر تم اللہ تعالےٰ اور

قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ اکبر! لب و لہجہ پر غور کرکے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یہاں اپنی ساری نرمی اُٹھا رکھی ہے اور اس کے غضب کی تلوار بے نیام ہے۔ مجرم کی جو سزا ہے وہ ظاہر ہے مگر حاکم کو بھی تنبیہ اور تہدید ہے اور اُس کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ ترحم اور ترس کھانا یہاں بھول جاؤ۔

اُس شخص پر کیسے ترس کھایا جائے جس کے سامنے اسلام نے عفت و عصمت کی اہمیت کھول کر رکھی۔ ساتھ ہی زنا کے مفاسد اور اس کے دینی و دُنیوی نقصانات اس پر ظاہر کئے۔ اور جائز طریقے سے جنسی میلان کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی، اور پھر بایں ہمہ اُس نے حدود اللہ کو توڑا۔

اس موقعہ پر عدمِ رافت کی تاکید غالباً اس وجہ سے بھی ہے، کہ عموماً ایسے موقع پر آدمی کو یہ سوچ کر رحم آجاتا ہے کہ یہ انسان کی فطری خواہش ہے جس سے کبھی وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ جو کچھ ہوا، دونوں کی رضامندی سے ہوا۔ آیت میں اس شیطانی وسوسہ کی بھی مدافعت مقصود ہے۔

زنا کار کی سزا کی تشہیر بے رحمی سے سو کوڑے مارے جانے کے علاوہ یہ بھی قرآنی ہدایت ہے کہ جب زنا کار نے اپنی عفت کو داغ لگایا اور اس کی شرم و حیا کو زمین و آسمان نے جذب کر لیا۔ تو پھر اس کی سزا پردہ میں کیوں ہو، بلکہ اس سزا کے وقت ایمان والوں کا ایک ہجوم ہو

کہ سزا کی خوب تشہیر ہو، اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ عبرت و بصیرت بن سکے۔

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا	اور دونوں کی سزا کے وقت
طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔	مسلمانوں کی ایک جماعت کو
(سورہ نور۔ ع ۱)	حاضر رہنا چاہیئے۔

شاید لوگوں کی موجودگی سے یہ بھی مقصود ہو کہ عوام کو اس کا علم ہو جائے کہ اس مجرم نے عذابی کیڑوں کو جذب کر لیا ہے جو ممکن ہے موقع پر ان کو معاف نہ کریں اور دوبارہ جُرم پر آمادہ کر دیں۔ اس لئے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

قرآن پاک کی یہ آیت اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ۔ نور۔۱ (زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے۔ اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے) سے معلوم ہوتا ہے کہ جو زنا کار ہوتا ہے، اُس کی اوّل نظر زنا ہی پر جاتی ہے اور اس فعل کی وجہ سے بطور عذاب زنا کا خیال اس کی طبیعت میں رس بس جاتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔

بے حیا عورت پر پابندی بے حیا عورت کے متعلق قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کی بے حیائی ظاہر ہو چکی تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے اور خیال رکھا جائے کہ وہ گھر کی چار دیواری سے نکلنے

نہ پائے کیونکہ اس کا نکلنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ یا عورت خود پھر بے حیائی کے کام کا موقع ڈھونڈ نکالے گی، یا بُرے مرد اس کو خواہ مخواہ چھیڑیں گے، گو وہ نہ بھی چاہے۔ کیونکہ یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ جس نے ایک مرتبہ زنا کا ارتکاب کر لیا، اُس سے دوبارہ اس جرم کا ارتکاب لوگ بعید نہیں سمجھتے۔ ہاں شادی کے ذریعہ، اگر شادی نہیں ہوئی ہے، اصلاح کی اُمید کی جاتی ہے۔ جس آیت سے پابندی عائد کرنے کا حُکم سمجھ میں آتا ہے، یہ ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ	اور تمہاری عورتوں میں سے جو
مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا	عورتیں بے حیائی کا کام کریں
عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج	تو تم لوگ اُن پر اپنے میں سے
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ	چار گواہ کر لو۔ سو اگر وہ گواہی
فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ	دے دیں تو تم ان کو گھروں کے
الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ	اندر مقید رکھو۔ یہاں تک کہ موت
لَهُنَّ سَبِیْلًا ○	اُن کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ
(سورہ النساء۔ ۲)	اُن کیلئے کوئی راہ تجویز کر دیں۔

گو علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہی خیال ہے کہ زانیہ عورت کی شروع میں یہی سزا تھی، اب باقی نہ رہی اور اس طرح یہ آیت منسوخ ہے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو بلکہ زنا کی سزا تو وہی ہو، جو اُوپر کی آیت میں سَو کوڑے بیان کی گئی ہے اور اس آیت کا

منشا، یہ ہو کہ اجراء حد کے بعد عورت پر پابندی لگا دی جائے کہ وہ گھر سے نکلنے نہ پائے۔ تاکہ اُس کی عصمت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو۔ چنانچہ صاحبِ کشاف کے قول سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

و یجوزان تکون غیر	یہ بھی جائز ہے کہ یہ آیت منسوخ
منسوخة ان یترك	نہ ہو اور حد کا ذکر یہاں اس لئے
ذکر الحد لکونه معلوما	چھوڑ دیا گیا ہو کہ یہ کتاب و
بالکتاب والسنّة ویوصی	سُنّت سے معلوم ہے اور یہاں
بامساکهن فی البیوت	اس کی تاکید کی جا رہی ہو کہ
بعد ان یحدون	زناکار عورتوں کو حد کے اجراء
صیانة لهن عن مثل	کے بعد گھروں کے اندر رہنے
ماجری علیهن بسبب	کی پابندی لگا دی جائے کہ
الخروج من البیوت	وہ اب سزا سے محفوظ رہیں،
والتعرض للرجال۔	جو گھر سے نکلنے اور مردوں کی
(کشاف جلد ۱ ص۲۵۶)	چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ ہے۔

بہرحال اتنی بات ضرور ہونی چاہیئے کہ زناکار مرد اور عورت کے ساتھ سلوک اس طرح ہو کہ وہ محسوس کرے کہ جو کچھ میں نے کیا، بُرا کیا۔ اتنا بُرا کہ سماج اور سوسائٹی بھی اُسے برداشت نہیں کر سکتی ہے اور اس طرح وُہ اپنے کئے پر پچھتائے۔ کسی لفظ سے اُس کے اس

بُرے فعل پر تائید کا پہلو پیدا نہ ہونے پائے۔ تاکہ دوسرے پر بھی یہ معاملہ اثر انداز نہ ہو۔

عہدِ نبوی میں "حدِ زنا" کی عملی مثال موجود ہے۔ کتب حدیث میں واقعات پڑھے جا سکتے ہیں۔ اُوپر جو سزا بیان کی گئی وہ اس شخص کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور غیر محصن ہو، یعنی غیر شادی شدہ ہو اور ایسے شخص نے بخوشی زنا کا ارتکاب کیا ہو، تو اُس کی سزا ۱۰۰ سَو کوڑے ہے۔ جو تمام بدن کے متفرق حصّوں پر لگائے جائیں گے۔ صرف چہرہ اور اُن اعضا کو جن پر ضرب لگنے سے انسان مرجاتا ہے، محفوظ رکھیں گے۔

انسان کا قانونِ رجم اور یہ شخص مکلّف اگر آزاد ہونے کے ساتھ محصن بھی ہو، یعنی نکاح صحیح کر کے اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو، تو اُس کی حد "رجم" ہے۔ یعنی ایسے زنا کار مرد اور عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔

رجم کا طریقہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک کھلی ہوئی جگہ مجرم کو لے جایا جائے گا۔ جہاں قاضی اور گواہ موجود ہوں گے۔ اگر اعترافِ جرم سے یہ فیصلہ ہوا ہے تو حاکم بسم اللہ کرے گا۔ اور اگر گواہی سے جُرم ثابت ہوا ہے تو گواہ ابتدا کریں گے۔ یعنی یہ پتھر اُٹھا کر اُس پر ماریں گے پھر عام پبلک۔ اور اس طرح پتھر مارتے مارتے اُس کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ عورت کو رجم کرنا ہوگا تو اُس کے لئے گڑھا کھودا جائے گا اور نصف بدن اس میں گاڑ دیا جائے گا تاکہ بے پردگی کا خوف باقی نہ رہے۔

لواطت

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں خُدا نے کسی قوم کو قومِ لوطؑ سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا کہ اسے جڑ بن سے اکھاڑ دیا ہو۔ اس قوم کو اس فعلِ بد کی وجہ سے خدا نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی۔ اور اسے ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ اُن کی آبادی۔ اُن کے مکان اُن پر الٹ دیئے گئے اُنہیں زمین کے اندر دھنسا دیا۔ آسمان سے اُن پر پتھر برسائے گئے اور اُنہیں سنگسار کیا گیا۔ اُن کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب اُن پر لازم کر دیا گیا۔

اِس قوم پر خدا کی خفگی اسلئے ہوئی کہ یہ جُرم بہُت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ اتنا بڑا جُرم ہے کہ اس سے زمین کانپنے لگتی ہے اور جس وقت زمین پر یہ گناہ ہوتا ہے زمین کے کنارے جنبش کر جاتے ہیں۔ فرشتے یہاں سے بھاگ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور زمین کے دور دراز گوشوں میں جاکر پناہ لیتے ہیں جبکہ وہ اِس فعلِ بد کو دیکھ پاتے ہیں اور اِس لئے بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں عذاب الٰہی اتر آیا تو یہ بھی اُس کی زد میں آجائیں گے۔ زمین بارگاہ خداوندی میں پکار اُٹھتی ہے پہاڑ لرز جاتے ہیں۔ لوطی فطرتِ انسانی کے خلاف اقدام کرتا ہے اور یہی وجہ تھی جس کی بنا پر قومِ لوط کی آبادیوں کو خدا نے اُلٹ دیا۔ منقلب کر دیا۔ سر کے بل دے مارا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَت تَّعْمَلُ الْخَبَائِثَ (سورۃ الانبیاء ع ۵)

اور لوطؑ کو ہم نے اُس لبستی سے نجات دی جو ناپاک کام کرتی تھی

اُس کے بعد خدا اُس قوم کے دو مکروہ وصف بیان کر کے اس کی انتہا درجہ کی قباحت کو واضح فرماتا ہے۔

فرماتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ (سورۃ الانبیاء ع ۵)

واقعی وہ لوگ برُے اور بدکار لوگ تھے۔

اپنے پیغمبر کی زبان سے یہ کہلواتا ہے۔

رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ (سورہ العنکبوت ع ۳)

اے میرے پروردگار! ان فتنہ انگیز لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد کر۔

اور پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے قومِ لوط کو ظالم کہا۔

إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ (سورہ العنکبوت)

ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ یہاں کے باشندے یقیناً ظالم ہیں۔

غور کرو۔ یہ عقوبت و سزا کسی اور کے لئے بھی بیان کی گئی ہے؟ ایسی مذمت کسی دوسرے گناہ کی بھی نہیں کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قوم کے بارے میں کچھ حجت پیش کرتے ہیں۔ اور عذاب کے ٹل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ

اٰتِیْہِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ (سورۃ ہود)

اے ابراہیم! یہ بات چھوڑ دو۔ تمہارے رب کا حکم آپہنچا ہے۔ ان پر عذاب اتر کر رہے گا۔ ٹلنے والا نہیں ہے۔

اِن لوطیوں کے تمرد و غرور پر غور کرو۔ ان کی خباثت و سرکشی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی؟ جب یہ فرشتے حضرت لوطؑ کے یہاں پہنچتے ہیں۔ لوطی حضرت لوطؑ کے مکان پر دوڑ پڑتے ہیں۔ خدا کا یہ پیغمبر جب اُن کو دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

یَاقَوْمِ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ (ہود)

اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔

اپنے مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لوگو! میری لڑکیوں سے تم شادی کر لو۔ مگر میرے مہمانوں کو نہ چھیڑو۔ میرے لئے یہ شرم و عار کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ اُن سے کہتے ہیں۔

یَاقَوْمِ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ؟ (ہود)

اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ نہایت پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔ تم خدا سے ڈرو۔ اور مہمانوں کے مقابلہ میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ متمرد لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی غور کرو۔ جواب

دیتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ (ہود)

تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو ہماری غرض ہے۔ وہ تم خوب جانتے ہو۔

یہ سن کر خدا کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

لَوْ اَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ:

کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کسی زبردست سہارے کی پناہ مل جاتی

یہ سن کر خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ وہ نہ ہمارا کچھ لگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے ہیں۔ ہم کو خدا نے ان کی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے۔

اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ : (ہود)

ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اُن کی رسائی تم تک نہیں ہو گی۔

پھر انہیں خدا کی بشارت سناتے ہیں۔ اور لوطیوں کے لئے جو عذاب لے کر آئے ہیں اس کی اطلاع دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ۔ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَا اَصَابَهُمْ۔ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ

الصُّبۡحُ ۔ اَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ ۔ (ہود)

تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ ...... اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بی بی ضرور مڑ کر دیکھے گی اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان لوگوں پر آئے گا۔ ان کا مقرّرہ وقت صبح ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے ؟

جب خدا کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے تو کہتا ہے۔ عذاب جلد اترنا چاہیئے فرشتے کہتے ہیں۔ ہاں جلد سے جلد عذاب اترے گا۔

اَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ ؟ (ہود)

کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے ؟

قسم خدا کی خدا کے اِن دشمنوں کی ہلاکت و بربادی۔ اور خدا کے پیغمبر۔ اور خدا کے دوستوں کی نجات میں سحر سے لے کر طلوعِ فجر سے زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خدا کے دشمنوں کی آبادیاں بیخ و بن سے اکھاڑ دی گئیں۔ آسمان کے قریب تک لے جائی گئیں۔ اور اس قدر اونچی لے جائی گئیں۔ کہ آسمان کے فرشتے اُن کے کتوں اور گدھوں کی آوازیں سنتے تھے۔ اور وہ فرمان الٰہی جو رد نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندے حضرت جبرئیل کے سامنے دہرایا گیا۔ کہ ان کو الٹ دو۔ اوندھا کر دو۔ اور ہلاک کر مارو۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۔ (ہود)

غرض جب ہمارا عذاب آپہنچا۔ تو ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا

اور کنکریلے پتھر ہم نے ان پر تہہ بتہ برسائے۔

اور اُن کی ہلاکت و بربادی کو خدا نے دنیا جہاں کے لئے عبرت و یادگار چھوڑا۔ اور پرہیزگاروں کے لئے موعظت و نصیحت کا سامان مہیا کر دیا۔

اِنَّ فِی ذَالِكَ لَاٰیَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ

اِنَّ فِی ذَالِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ : (سورۃ الحجر)

اس میں سمجھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور وہ بستی سیدھے راستہ پر ہے۔ اس میں ایمانداروں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے اس طبقہ کو اس حالت میں اٹھایا کہ یہ لوگ بے خبر تھے۔ غرور و تمرد کے نشہ میں سوئے پڑے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ سب کے سب عذاب الٰہی کا شکار بن گئے۔ اور کوئی چیز اُن کے لئے نفع بخش ثابت نہ ہوئی۔

مآرب کانت فی الحیاۃ لاھلھا عذابا فصارت فی الممات عذابا

وہ مقاصد جو اُن کی زندگی میں اُن کے لئے عذاب تھے۔ موت کے بعد بھی اُن کے لئے عذاب ہی رہے۔

افسوس صد ہزار افسوس ساری لذتیں مسرتیں ختم ہو گئیں۔ اور حسرتیں ساتھ لے گئے۔ شہوات و خواہشات کی ساری رگیں ٹوٹ گئیں۔ اور شقاوت و بدبختی ورثہ میں لے گئے۔ عیش و عشرت کی ساعتیں بہت کم ملیں۔ لیکن دائمی عذاب ساتھ لے گئے۔ پرخار چراگاہوں سے چارہ کھایا۔ لیکن دردناک عذاب

اپنے سروں پر لاد گئے۔ افسوس شہوات وخواہشات کے نشہ نے انکو افاقہ کا موقع ہی نہ دیا۔ ہوش آیا تو اس وقت جبکہ ان کی آبادیاں دردناک عذاب میں دھر لی گئیں۔ غفلت نے اُن کو ایسا بے خبر سلا دیا کہ ہلاکت و بربادی کے وقت تک جاگ ہی نہ سکے۔ افسوس وہ اس وقت بیدار ہوئے اور نادم ہوئے جبکہ بیداری اور ندامت ان کے کام نہیں آسکتی۔ اور اب وہ اپنی بدکرداریوں بداعمالیوں پر آنسو کے بدلے خون رونے لگے۔

اے کاش؛ تم ان لوگوں کے حالات دیکھ لیتے۔ کہ وہ کس طرح اُلٹ دیئے گئے۔ تلے اوپر کر دیئے گئے۔ اور اب اُن کے منہ اور جسم سے آگ جھڑ رہی ہے جہنم کے پُرخطر طبقوں میں جل رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی رہے ہیں۔ اُن کے چہرے جھلس گئے ہیں۔ اور اُنہیں کہا جا رہا ہے۔ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: (طور)

اس میں داخل ہو۔ اور صبر کرو یا نہ کرو۔ تمہارے کئے کی سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ اس قوم کے پیروں۔ اور بدکرداروں کو سخت سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ: (ہود)

اور وہ مقہور آبادی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔

معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں لیکن افسوس کہ بندے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی گوناگوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بدمست ہیں کہ اُن کی عقلیں، اور فکریں۔ مخذر۔ اور بے حس ہو چکی ہیں۔ بندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ اپنے آلام و مصائب تک کا اُنہیں احساس نہیں۔ اُنہیں اس کا شعور و احساس اُس وقت ہوگا جب وہ بیدار ہوں گے۔ نشہ اور مستی اتر جائے گی۔ مخذر حالت شعور و احساس سے متبدل ہو گی۔ اس وقت انہیں گناہوں کی سزاؤں کا احساس ہو گا جس طرح جلنے والے کو جلنے کا، اور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانے والے کو اس کے ٹوٹنے کا۔ اور ڈوبنے والے کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اُس کو یقین ہو گا جس طرح زہر کھا جانے والے کو اپنی ہلاکت کا اور مریض کو اپنے مرض کے اسباب کا یقین ہو جاتا ہے۔ عاصی گنہگار اپنے نفس کو معصیتہ میں چھپاتا ہے اور اس معصیتہ کو بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ حالانکہ وہ خود اپنی نگاہوں میں گر چکا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گر چکا۔ خدا کی دوسری مخلوق کے نزدیک گر چکا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت۔ نیکی بندے کو بڑا بناتی ہے۔ عزت بخشتی ہے۔ بلند مرتبہ بنا دیتی ہے۔ تا آنکہ اسے ہر چیز سے اشرف۔ بزرگ۔ پاک اور رفیع المرتبہ بنا دیتی ہے اور باوجود ان ہمہ قسم کی عزتوں سربلندیوں کے بھی جب وہ اپنے کو خدا کے سامنے جھکا دیتا ہے اور حقیر و ذلیل بنا لیتا ہے تو اسی ذلت و حقارت کی وجہ سے اُسے عزت و شرافت اور سربلندی حاصل ہو جاتی ہے

پس حقیقت یہ ہے کہ معصیت و گناہ سے زیادہ بندے کو ذلیل و حقیر کردینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور طاعت و عبادت سے زیادہ شرافت اور سربلندی عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں ۔ اصل مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص اس مرض و مصیبت میں مبتلا ہوگیا۔ اور پھر اُس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور خدا نے اسے توبۂ نصوح کی توفیق بخشی۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کی۔ اور بچپن کی بُری خصلت کو بڑا ہونے کے بعد اس نے ترک کردیا ۔ برائیوں کو نیکیوں سے دھو ڈالا۔ طاعات بعبادات اور تقرب خداوندی کے وسائل و ذرائع اختیار کرکے پچھلی بدعملیوں۔ بدکرداریوں کو صاف کردیا۔ اور حرام سے آنکھیں بند کرلیں۔ اور خدا کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرلیا، تو ایسے شخص کے لئے مغفرت و بخشش ضروری ہے ۔ اور وہ جنتی ہوگا۔ کیونکہ خدا ہر قسم کے گناہ معاف کردیتا ہے۔ کیونکہ جب توبہ کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ شرک تک توبہ سے معاف ہوجاتا ہے ۔ اور خدا کے پیغمبروں اور خدا کے دوستوں کو قتل کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہوجاتا ہے۔ کفر و جادو کا گناہ توبہ سے معاف ہوجاتا ہے۔ تو پھر یہ گناہ توبہ سے معاف کیوں نہ ہوگا؟ جبکہ حکمت الٰہی کی حکمت عدل و فضل ہی پر قائم ہے کہ

التائب من الذنب کمن لا ذنب بہ :

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

قومِ لُوط کا عمل

لواطت اپنی بیوی کے ساتھ ہو یا کسی دوسری عورت یا مرد کے ساتھ، یہ بہرحال حرام ہے۔ یہ ایسی برائی ہے جس پر تقریباً تمام اہلِ علم، سلیم الطبع کا اتفاق ہے۔ غالباً کچھ ملحد اور زندیق قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اپنی بیوی سے لواطت کو جائز کہتے ہیں، اور اپنی دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا	تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں
حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ۔	پس تم اپنے کھیت میں آؤ،
(سورہ بقرہ۔ ع ۲۸)	جس طرف سے چاہو۔

وطی فی الدبر مگر تعجب ہے کہ وہ اس آیت کو اپنی دلیل میں کیسے پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت تو ان کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ "حرث" کا لفظ کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ "موضع کاشت" عورت کے آگے کا مقام ہے، نہ کہ پیچھے کا۔ کیا کوئی مثال ہے کہ پیچھے کے حصہ (دبر) سے کسی عورت کے کوئی بچہ پیدا ہوا ہو۔ یا کوئی ڈاکٹر اپنے فن کے اعتبار سے اس کی کاشت کو ثابت کر سکتا ہے۔ جب یقینی طور پر ایسی بات نہیں، تو پھر کوئی ذی عقل اور سمجھ دار اس آیت سے کیونکر ثابت کر سکتا ہے۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ وطی فی الدبر کو جائز قرار دیا جائے تو مقاصدِ نکاح کا کیا حشر ہوگا۔ کوئی بدطینت مرد فرض کر لیجئے کہ اپنی جنسی خواہش

عورت کے پچھلے حصّہ (دبر) سے پوری بھی کرلے۔ مگر سوال یہ ہے، کہ عورت کیا کرے گی؟ قرآن پاک میں اس کی تفسیر خود موجود ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ (بقرہ۔ ۲۸)	سو تم اُن کے پاس آؤ جس جگہ میں اللہ نے تم کو اجازت دی ہے

کتب حدیث میں بیسیوں حدیثیں صراحتاً بتاتی ہیں کہ عورت کے ساتھ بھی وطی فی الدبر حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی النساء فی اعجازھن فقد کفر۔	عورتوں سے جس نے وطی فی الدبر کی، اُس نے کُفر کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی

من اتی حائضا او امرأۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل اللہ علیٰ محمدؐ (رواہ الترمذی)	جو شخص حائضہ سے یا اس کے دُبر سے جنسی میلان پورا کرے یا کاہن کے پاس آئے، اُس نے دینِ محمدؐ سے انکار کیا۔

کا مطلب بھی یہی ہے کہ عورت کے ساتھ لواطت کسی حال میں جائز نہیں۔ صحابۂ کرامؓ میں کوئی بھی اس کی حلّت کا قائل نہیں ہے۔ آئمۂ اربعہ بھی لواطت کو (عورت کے ساتھ بھی) حرام ہی کہتے ہیں۔

جس حدیث میں یہ ہے کہ عورت کے پیچھے سے آسکتے ہیں اُس کا مطلب خود صحابۂ کرامؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ پیچھے کی طرف سے اگلے حصّہ

سے استمتاع کرے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

واتفق علماء الذین	بہت سی احادیث مشہورہ کے
یعتد بھم علیٰ تحریم	پیش نظر قابل اعتماد علماء کا اتفاق
وطی المرأۃ فی دبرھا	ہے کہ عورت سے وطی فی الدبر
حائضا کانت او طاھرا	کرنا، خواہ حائضہ ہو خواہ پاک
لاحادیث کثیرۃ مشھورۃ۔	حرام ہے۔

بہرحال یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے عقلی طور پر بھی اور نقلی لحاظ سے بھی۔

استلذاذ بالمثل مرد کا مرد سے اپنے جنسی میلان کا پورا کرنا۔ یہ اپنے پیچھے ایک لمبی تاریخ رکھتا ہے۔ قرآن پاک کی شہادت یہ ہے کہ اس فعل بد کی ابتداء قوم لوط نے کی۔ اس قوم سے پہلے کوئی اس کا مرتکب نہ تھا۔ قوم لوط کے اس فعل بد کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ	اور ہم نے لوط کو بھیجا۔ جب کہ
اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ مَا	انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔
سَبَقَکُمْ بِھَا مِنْ اَحَدٍ	تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو
مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○ اِنَّکُمْ	تم سے پہلے دنیا جہان والوں
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَھْوَۃً	میں سے کسی نے نہیں کیا۔ کیا
مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ	تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی
اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○	کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر۔ بلکہ
(سورہ الاعراف۔ ۱۰)	تم حد سے گذر گئے ہو۔

اس معنی کی، اور بھی متعدد آیات قرآن پاک میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "استلذاذ بالمثل" مردوں میں قومِ لوط سے شروع ہوا۔ یہی قوم اس کی موجد ہے۔ حضرت لُوط علیہ السّلام کے لب ولہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی قوم نے اس فعل کو اس طرح شروع کیا کہ ان کی قوم کے سامنے اس طرح کی کوئی مثال نہ تھی۔

قرآن پاک ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قومِ لُوط کی خباثت اس سلسلہ میں بڑھی ہوئی تھی۔ اس بُرائی پر اُن کو ذرہ برابر ندامت محسوس نہ ہوتی تھی۔ بلکہ قوم علی الاعلان اس بُرائی کا ارتکاب کرتی تھی۔ اُن کی شیطنت کا یہ حال تھا کہ جب کسی خوب صورت کو دیکھا، لوگ ٹُوٹ پڑے مہمان کی بھی اس سلسلہ میں پرواہ نہ تھی، زبردستی کرنا چاہتے تھے۔

قومِ لوط اور اُس کا انجام سورۂ ہُود، ساتویں رکوع میں ربّ العزت نے اس وقت کا نقشہ کھینچا ہے جب عذاب کے فرشتے، نوجوان انسان کی صورت میں مہمان بن کر لُوط علیہ السّلام کے یہاں پہنچے ہیں، اور قومِ لُوط ان مہمانوں کی بے حُرمتی کے لئے آمادہ ہوگئی ہے۔ یعنی چاہا گیا ہے کہ ان سے اپنی جنسی پیاس بجھائیں۔

لُوط علیہ السّلام کی پریشانی کا عجیب عالم ہے۔ قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ عورتوں سے اپنی جنسی تسکین چاہو۔ اس غیر فطری فعل پر تم کیوں مُصر ہو۔ پھر درد کے ساتھ فرما رہے ہیں، اور اللہ کا واسطہ دے رہے ہیں، کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ اگر تم نے کوئی بات کی تو میری رُسوائی ہو گی۔ مگر ملعون

قوم ہے کہ ایک نہیں سنتی۔

بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب آیا، اور قومِ لوط بری طرح سے تہ و بالا ہوئی۔ زمین کو اُلٹ کر اس قوم پر دے مارا گیا۔ اور پھر پتھر کی بارش بھی ہوئی۔ عذاب کا نقشہ قرآن میں کھینچتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا	پس جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم
جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا	نے اس زمین کا اوپر کا تختہ تو
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً	نیچے کر دیا، اور اس سرزمین پر
مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ	کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ۔	جو لگاتار گر رہے تھے۔ جن پر
(سورۂ ہود۔ رکوع ۷)	اُن کے رب کے پاس خاص
	نشان بھی تھا۔

قومِ لوط کے بعد قومِ لوط کے بعد بھی اس فعل کا وجود ثابت ہے۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ لواطت کا وجود قبل مسیح بھی تھا۔ یونان اور روما کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہاں یہ ذوق انتہائی عروج پر تھا۔ اس تلذذ بالمثل یا امرد پرستی کے سلسلہ میں لوگوں نے سقراط، ارسطو، سکندرِ اعظم، جولیس سیزر وغیرہ کا نام بھی لیا ہے۔

فرانس کے متعلق لکھا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں "امرد پرستی" اور "تلذذ بالمثل" کا بڑا زور تھا اور حکومت کو اس سلسلہ میں ۱۲۱۲ء میں یہ قانون پاس کرنا پڑا کہ اس فعل کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح چودھویں اور

اٹھارھویں صدی عیسوی کے متعلق بھی بیان ہے کہ فرانس میں بڑی کثرت تھی۔ جرمنی کا بھی یہی حال تھا۔

آپ یہ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ نازی دور سے پہلے ایک صاحب ڈاکٹر ماگنوس ہرشفیلڈ تھے جو دنیا کی مجلسِ اصلاحِ صنفی کے صدر رہ چکے ہیں۔ انہوں نے عملِ قومِ لوط کے حق میں چھ سال پروپیگنڈا کیا آخر کار جمہوریت کا اِلٰہ اس حرام کو حلال کر دینے پر راضی ہو گیا اور جرمن پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے یہ طے کر دیا کہ اب یہ فعل جُرم نہیں ہے بشرطیکہ طرفین کی رضامندی سے اس کا ارتکاب کیا جائے اور معمول کے نابالغ ہونے کی صورت میں اُس کا ولی ایجاب و قبول کی رسم ادا کرے۔

مشرقی ممالک میں ایران کا نام بدنام ہے۔ فارسی کی شاعری سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اِس سلسلہ میں کراچی کا نام بھی لیا گیا ہے۔ کہ ۱۹۴۵ء میں تین اڈے اس شہر میں ایسے پائے گئے جہاں ہیجڑے لڑکے عصمت فروشی کیا کرتے تھے۔ افغانستان کے متعلق بھی بعض مصنفوں کا ایسا بیان ہے۔

مغربی ممالک میں جیسا کہ کنسے رپورٹ کے تذکرے سے معلوم ہو چکا ہے، اب تک اس کا چرچا ہے اور کافی ہے۔ ہندو پاکستان کو بھی اس سلسلہ میں پاک نہیں کہا جا سکتا۔

استلذاذ بالمثل اسلام کی نظر میں اسلام نے دوسری بُرائیوں کے ساتھ، اِس بُرائی سے بھی سختی کے ساتھ روکا، اور اس فعلِ بد کی سزا

نہایت سخت سے سخت تجویز کی۔ ذرا سی بھی رو رعایت ملحوظ نہیں رکھی
اوّل تو قرآن پاک میں قومِ لُوط کا واقعہ تفصیل سے متعدد مقامات میں ذکر کیا گیا۔ اِس برائی کے سلسلہ میں حضرت لُوط علیہ السلام نے جس جس طرح سے اپنی قوم سمجھایا، اُسے نقل کیا گیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ جس قوم کو تلذّذ بالمثل اور "امرد پرستی" کی عادت ہو جاتی ہے اُس کی اخلاقی حالت کس قدر پست اور ذلت آمیز حد تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر قوم کی عبرت انگیز سزا کا نقشہ پیش کیا۔ تاکہ قرآن کے پڑھنے والے اس بُرائی کے انجام سے اچھی طرح واقف ہو جائیں، اور اس طرح اپنے آپ کو اس غیر فطری فعل سے محفوظ رکھیں۔

قرآن و حدیث میں اس اُمّت کے لئے اس غیر فطری فعل کی سزا بھی بیان کی گئی ہے، اور اس سے روکنے اور اُمت کو بچانے کے لئے بڑا مواد فراہم کر دیا گیا ہے۔ شروع میں قرآن پاک میں اس غیر فطری فعل کے کرنے والوں کے متعلق اِرشاد ہُوا۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا (نساء-۳) — تم میں سے جو دو مرد بدکاری کریں، اُن کو سزا دیں۔

پھر رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دل نشیں پیرایہ میں اس غیر فطری فعل کی بُرائی ذہن نشین کرنے کی سعی فرمائی۔ طرح طرح سے روکا اس کی سخت سے سخت سزائیں بیان کیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

ان اخوف ما اخاف علی اقتی عمل قوم لوط۔ (جمع الفوائد جلد ا ص۲۸۹)

مجھے اپنی امّت میں سب سے زیادہ خطرہ قومِ لُوط کے عمل کا ہے۔

گویا یہ پیش بندی تھی کہ قوم کا رُخ اِدھر نہ ہونے پائے اور اُمّت محسوس کرے کہ یہ ایسی بُرائی ہے، جس کا اندیشہ ظاہر کر کے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم روک چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنا جنسی میلان مرد سے پُورا کرتا ہے یعنی لواطت کرتا ہے۔ ربّ العزّت اُس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔

لُوطی نقل و عقل کی روشنی میں خالقِ کائنات کو لوطی سے اتنی شدید نفرت ہوگی اور اس پر اتنا غضب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ قوم لُوط کا عمل دنیا میں سب سے بدترین عمل ہے، بالکل غیر فطری ہے جو حیوانوں اور جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اس عمل کا ارتکاب کر کے انسان انسانیت کی مٹی پلید کرتا ہے۔ نسل کُشی کا اعلان کرتا ہے۔ اور یہی نہیں عورتوں کی تباہی و بربادی بھی اس میں مضمر ہے۔ خود اس کے کرنے والے مُجرم کی بھی ہلاکت ہے۔ اپنے آپ کو طرح طرح کی بیماریوں کا شکار بناتا ہے۔ کیونکہ اس کے اعضائے رئیسہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے کسی کام کا نہیں رہتا۔ یہ محروم القسمت انسان اولاد جیسی نعمت اور "عفّت" جیسی عظیم الشان دولت

سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ جو اس غیر فطری بُرائی میں مُبتلا ہوا، دُنیا میں بھی عذابی کیڑے ہمیشہ کے لئے اس سے چپک گئے یعنی پھر اس لت اور عادت کا دُور ہونا قریب ناممکن ہے۔ فاعل اور مفعول بہ دونوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ موت ہی اس بُری عادت کو چھڑا سکتی ہے، اس سے پہلے کوئی اُمید نہیں۔ بوڑھے ہونے کے بعد بھی اس بُرے فعل میں مُبتلا رہتے ہیں۔ یعنی فاعل بڑھاپے تک اس فعلِ بد کے کرنے کی سعی کرتے ہیں اور مفعول بہ کروانے کی۔

لُوطی کی سزا غالباً یہی وجہ ہے کہ نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی سزا قتل بیان فرمائی۔

من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ۔ (ترمذی)	تو لوط کے عمل میں جس کو بھی مبتلا دیکھو، قتل کر ڈالو۔ فاعل (کرنے والے) کو بھی اور مفعول (جس کے ساتھ کیا جائے) کو بھی۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح الاسناد ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔

اس حدیث کی بنیاد پر جمہور کا مسلک یہ ہے، کہ جو شخص لواطت کا مرتکب ہو، اُس کو قتل کر دیا جائے، خواہ محصن ہو یا غیر محصن۔ یہ ایسا جرم ہے جس میں معافی کی کوئی صورت ہے ہی نہیں۔

کیونکہ اس غیر فطری فعل کو زنا سے بھی بدتر سمجھا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت خالدبن زید، حضرت عبداللہ بن معمر رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور پھر زہریؒ، ربیعہ بن عبدالرحمنؒ، امام مالکؒ، اسحاق بن راہویہؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ، ان تمام بزرگوں کا یہی قول ہے اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ جو زانی کی سزا شریعت میں مقرر ہے، وہی لوطی کی بھی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے قائلوں میں عطاء بن رباحؒ، حسن بصریؒ، سعید بن المسیبؒ، ابراہیم نخعیؒ، قتادہؒ، اوزاعیؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ (اپنے ظاہر قول میں) ہیں ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے۔

اس کے خلاف دوسری جماعت کہتی ہے کہ زنا اور لواطت میں بڑا فرق ہے۔ زنا پر حد مقرر ہے اور لواطت پر کوئی حد مقرر نہیں۔ اس لئے لوطی کی بعینہ وہی سزا نہ ہوگی جو زنا کار کی ہے۔ ہاں حاکم کو البتہ اختیار ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت اور دردناک سزا دے۔ لوطی کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کر کچلوا دیا جائے۔ پہاڑ کے اوپر سے گرا کر مار ڈالا جائے اور یا آگ میں جلا کر مار دیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حاکمؒ کا یہی قول ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اجماعِ صحابہؓ اسی پر ہے کہ قتل کر دیا جائے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زنا والی حد جاری کی جائے اور

بعض علماء کہتے ہیں کہ جس طریقہ سے بھی لوطی کو مارا جائے جائز ہے بہر حال اتنی بات مشترک ہے کہ لوطی کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ قتل کی نوعیت میں البتہ اختلاف ہے۔

لوطی کی سزا عقل کی روشنی میں لوطی کی سزا کے متعلق صحابہ کرامؓ اور آئمہ دین کے فیصلے پڑھ کر تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ قومِ لوط کا جو حشر ہوا اس کو سامنے رکھنے کے بعد کسی سختی کو سختی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ لوطی کی خباثت اور شیطنت کو مدِ نظر رکھا جائے تو کہنا ہوگا کہ درست ہے اگر آسمان اس پر ٹوٹ پڑے پہاڑ گر جائے، زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنسا دیا جائے۔

مفعول بہ (جس نے فعلِ بد کروایا ہے) یہ تو اس درجہ میں ہے کہ اس کا قتل ہو جانا ہی بہتر ہے کیونکہ جب اس کی رضا سے اس سے لواطت کی گئی تو اس پر ایسی موت طاری ہو گئی جس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں۔ زمین پر متعفن زندہ لاش ہے۔ بے گناہ قتل ہوتا تو اچھا تھا کہ لوگوں میں محبت و شفقت سے یاد کیا جاتا اور مظلوم شہید کا درجہ حاصل کرتا۔ مگر اس (وطی فی الدبر) کے بعد اس کے حق میں کوئی رحم و کرم نہیں، نہ شریعت کی نظر میں اور نہ انسانی سوسائٹی میں سوچیئے تو کہ قاتل کو اگر مقتول کا وارث چاہے تو بچا سکتا ہے مگر لواطت کرنے والے اور کیے جانے والے کیلئے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ یقیناً نہیں!

عہدِ صحابہؓ کا ایک واقعہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو اطلاع دی گئی کہ ایک ایسا شخص ہے جو لواطت کراتا پھرتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ خلیفۃ المومنین صدیقِ اکبرؓ کو لکھ بھیجا اور مشورہ طلب کیا۔ چونکہ یہ نئی طرح کا واقعہ تھا۔ حضرت

صدیقِ اکبرؓ نے مجلسِ مشاورت بُلائی اور یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ نے رائے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل کا تعلق قومِ لُوط کے عمل سے ہے سزا بھی اسی نوعیت کی مناسب ہے۔ میری رائے ہے کہ اس کو جلا ڈالا جائے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے پسند آئی اور آپ نے یہی سزا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کو جب یہ فرمان مِلا تو آپ نے اُسے گرفتار کیا اور آگ میں جلوا ڈالا۔

یہ وہ ملعون فعل ہے جس کے ارتکاب کرنے والے پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بار بار لعنت فرمائی اور اس کی قباحت کا اظہار فرمایا۔

بچنے کی تدبیر اسلام چاہتا ہے کہ اس غیر فطری فعل سے انسان اپنے کو محفوظ رکھے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ خوبصورت لڑکوں سے اجتناب کیا جائے اور جو اس کے دواعی ہو سکتے ہیں، اُن سے الگ تھلگ رہنے کی سعی کی جائے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نقل کرتے ہیں :

"مالداروں کے لڑکوں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اپنی شکل و صورت اور لباس و پوشاک سے سراپا فتنہ ہیں۔ ایسا فتنہ کہ بسا اوقات عورتوں سے بڑھ کر فتنہ ثابت ہوتے ہیں"۔

پھر اُنہوں نے حضرت سفیان ثوریؒ کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن حضرت سفیانؒ غسل خانے میں داخل ہوئے۔ اتّفاق سے اسی وقت ایک لڑکے نے بھی غسل خانہ میں داخل ہونا چاہا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا۔ اسے یہاں سے نکالو اور جلد نکالو۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی :

فانی اری مع امراۃ شیطانا و مع کل صبی بضعۃ عشر شیطانا۔ (مفتاح الخطابہ ص ۲۱۷)

عورت کے ساتھ مجھے ایک ہی شیطان دکھائی دیتا ہے مگر "امرد" کے ساتھ کچھ اوپر دس شیطان۔

امرد سے پرہیز اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہے کہ امام موصوف کی خدمت میں ایک شخص کسی ضرورت سے حاضر ہوا۔ اُس شخص کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ اُسے دیکھ کر آپ نے پوچھا۔ یہ کون ہوتا ہے؟ اُس شخص نے بتایا بھانجا ہوتا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا۔ دیکھو، اب دوبارہ اسے ہمارے یہاں نہ لانا اور تم بھی اس کو ساتھ لے کر بازار میں چکر نہ لگانا۔ تاکہ کسی کو تمہارے متعلق بُرا گمان کرنے کا موقع نہ ملے۔

یہ اُن بزرگوں کی رائے ہے جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں مسلم ہیں۔ پھر کیا یہ رائے بے وجہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے جو ہدایت فرمائی، وہ بالکل درست ہے اور قابلِ عمل بھی۔

ہمارے زمانہ کے ان حضرات کے لئے ان واقعات میں عبرت و بصیرت ہے جو تنہائی میں "امرد لڑکوں" سے پاؤں دبواتے ہیں، اور بے تکلف بن کر اُن کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا، کہ اُن کی نیّتوں میں فساد ہے۔ بلکہ آگاہ یہ کرنا ہے کہ فتنہ کے دواعی سے اپنی حفاظت ایک ضروری فریضہ ہے۔

امرد کا چہرہ دیکھنا فقہاء شہوت کے اندیشہ کے وقت "امرد" کے چہرہ کو دیکھنا حرام کہتے ہیں۔

فانه يحرم النظر الى وجهها و وجه الامرد اذا شك فى الشهوة۔	جنسی میلان کا خطرہ ہو، تو اس وقت عورت اور "امرد" کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہوتا ہے۔

(در مختار بر حاشیہ رد المحتار ج ا ص ۲۸۵)

"امرد" اس لڑکے کو کہتے ہیں، جس کی ڈاڑھی ابھی نہ نکلی ہو، مونچھ آرہی ہو۔ بعض علماء تو کہتے ہیں کہ امرد اگر حسین ہو تو عورت کے حکم میں ہے یعنی سر سے پاؤں تک اس کا جسم ستر ہے، اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ مگر ابوالقاسمؒ کی رائے ہے کہ شہوت کے ساتھ دیکھنا تو جائز نہیں۔ مگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو پھر مضائقہ بھی نہیں۔ ماحصل یہ ہے کہ تلذذ مقصود ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

قال ابن القطان اجمعوا على انه يحرم النظر الى غير الملتحى بقصد تلذذ وتمتع البصر بمحاسنه واجمعوا على جوازه بغير قصد اللذة	ابن القطان فرماتے ہیں "امرد" جس کی ڈاڑھی نہیں نکلی ہے۔ تلذذ اور اس کی خوب صورتی سے متمتع ہونے کے ارادہ سے ایسے لڑکوں کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے، اور اگر تلذذ مقصود نہ ہو اور دیکھنے

والناظر مع ذلك امن	والا فتنہ سے مامون ہو ، تو
الفتنة (رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۵)	بالاجماع جائز ہے ۔

شہوت کس کو کہتے ہیں؟ اس کی تفسیر میں مختلف قول ہیں ۔ مگر زمانہ کے لحاظ سے علامہ شامی کی یہ تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ :

انها ميل القلب مطلقا	شہوت نام ہے دل کے
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۵)	میلان کا ۔

دو مردوں کا ایک ساتھ لیٹنا سونا اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسی فتنہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ایک چادر میں دو مرد نہ سوئیں ۔ ارشادِ نبوی ہے :

لا يفض الرجل الى الرجل	ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ
فی ثوب واحد ۔ (مشکوٰۃ)	ایک کپڑے میں نہ آئے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کپڑے میں لیٹنے سونے سے اس لئے روکا گیا ہے ، کہ اس سے جنسی میلان میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے کبھی کبھی لواطت کی رغبت پیدا ہوتی ہے ۔

اس حدیث کو دلیل بنا کر امام رازیؒ فرماتے ہیں :

ولا يجوز للرجل مضاجعة	دو مردوں کا ایک ساتھ سونا
الرجل و ان كان كل واحد	لیٹنا جائز نہیں ہے گو دونوں
منهما فی جانب من	بستر کے کنارے کنارے ہی

الفراش (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۵۹) کیوں نہ ہوں۔

یہ حُکم نفسیات کے بالکل مطابق ہے۔ دو شخصوں کا یکجا سونا کسی حال میں ضرر سے خالی نہیں، اور غالبًا اور وجوہ کے ساتھ یہ وجہ بھی تھی — کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مرّوا اولادکم بالصّلوٰۃ و	تمہارے بچے سات سال کے
ھم ابناء سبع سنین	ہو جائیں تو اُن کو نماز کا حُکم
واضربوھم علیھا وھم	کرو، اور دس سال کی عُمر کو
ابناء عشر و فرقوا بینھم	پہنچ جائیں تو نماز کے لئے
فی المضاجع۔	پیٹو بھی، اور اُن کو الگ الگ
(ریاض الصالحین عن ابی داؤد ص ۱۵۹)	بستر پر ڈالو

عمر کے اس حصہ میں بچوں کا بستر علیحدہ کر دینے سے نفسیاتی طور پر بھی بڑا فائدہ ہوگا اور صحت کے اعتبار سے بھی بچے فائدہ میں رہیں گے۔ عمر کے اس حصہ سے انسان میں جنسی میلان کی سُوجھ بوجھ شروع ہونے لگتی ہے۔

ہمارے اس دَور میں خصوصیّت سے اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ اِس دَور میں ایسی چیزوں کی کثرت ہے جو جنسی میلان کو مشتعل کرتی رہتی ہیں اور کم و بیش ہر شخص پر اس کا اثر بھی پڑتا رہتا ہے۔

پھر یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ جس طرح یہ حرام ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے اُن حصّوں کو دیکھے جن کو ستر سے تعبیر کرتے ہیں اِسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ بغیر ضرورت دو مَردوں کے جِسم اس طرح مِل جائیں،

کہ بیچ میں کوئی چیز حائل باقی نہ رہے۔ ہاں اس حکم سے مصافحہ وغیرہ طرح کی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔

حافظ ابنِ حجرؒ اس کی بھی صراحت فرماتے ہیں:

ویحرم لمس عورۃ غیرہ بای موضع بدنہ کان بالاتفاق۔ (فتح الباری پ۲۱ ص۱۴۸)	غیر مرد کے ستر کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بدن کے جس حصہ سے بھی "ستر" چھوئے سب حرام ہے

ہمارے اس دور میں ان لوگوں کے لئے عبرت وبصیرت کا سبق ہے جو لڑکوں کے سامنے گھٹنے کھولنا اور تیل کی مالش کرانا عیب نہیں سمجھتے۔ ارشادِ نبوی ہے:

لا ینظر الرجل الیٰ عورۃ الرجل (مشکوٰۃ عن مسلم)	ایک مرد دوسرے مرد کی "ستر" نہ دیکھے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔

غیرتِ حق حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا۔ چار عینی گواہ پیش کرے۔ مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو فطرتاً غیر معمولی غیور تھے، وہ بولے۔ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو میری غیرت برداشت نہ کر سکے گی، میں اسی وقت تلوار اُٹھاؤں گا اور دو ٹکڑے کر دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ سعدؓ کی غیرت پر تعجب کیوں کرتے ہو، خدا گواہ ہے کہ میں خود ان سے بہت زیادہ باغیرت ہوں، اور میری غیرت سے بڑھ کر خود ربّ العزّت کی غیرت ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن تمام فواحش کو حرام قرار دے دیا۔ یہ کھُل کر ہو یا پردہ پوشی کے ساتھ۔

نگاہ کے فتنے حافظ ابن القیمؒ تحریر فرماتے ہیں:

"نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرم گاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا، اُس نے اُس کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور نظر ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے۔ پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے، اور فکر شہوت کو اُبھارتی ہے۔ شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہوتا ہے۔ جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی

چارۂ کار نہیں رہتا، جب کوئی مانع حائل نہ ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے :

الصبر علی غض البصر ایسر	آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر بعد
علی الصبر علی الم بعدہ۔	کی تکلیف پر صبر مشکل۔

کیونکہ نظر کا تیر اگر پیوست ہوگیا تو پھر اس سے حسرت، سوزشِ قلب، جگر کی ٹیس اور آہ و فغانِ نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اس وقت بے قابو ہو جاتا ہے اور اُس کے لئے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا، اور یہ ایک مستقل عذابِ جان بن جاتا ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے

النظرۃ سھم مسموم	نظر ابلیس کے تیروں میں سے
من سھام ابلیس (الجواب الکافی)	ایک زہر آلود تیر ہے۔

ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :

العینان زناھما النظر و	آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور
الاذنان زناھما الاستماع	کانوں کا زنا سننا ہے، اور
واللسان زناھا الکلام	زبان کا زنا بات کرنا ہے
والید زناھا البطش،	اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور
والرجل زناھا الخطا،	پیر کا زنا چلنا ہے اور دل کا
والقلب یھوی ویتمنّٰی و	وہ آرزو اور تمنا کرنا ہے،
یصدق ذلک الفرج او	اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا

یکذبہ۔ تکذیب کرتی ہے۔

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر ص۲۰)

بعض سلف نے کہا ہے:

النظر سھم سم الی القلب نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں

(ابنِ کثیر جلد ۳ ص۲۸۲) زہر ڈال دیتی ہے۔

نظر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ قوم اور مُلک کا امن و امان خطرہ میں گھر جاتا ہے۔ اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہو جاتی ہے، اور عِفّت و عصمت دم توڑ دیتی ہے۔

عورتوں کو ہدایت اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو عفّت کی تعلیم دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا۔ کیونکہ مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے۔ کم و بیش کا فرق ہے۔ عورت کی فطرت بھی شہوت سے اور اُس کے دواعی سے خالی نہیں۔ اس لئے ربّ العٰلمین نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ (سورہ نور آیۃ ۳۱)

ایمان والیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھیں ذرا نیچی رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہوں کو تھامے رکھیں اور اپنی زیبائش نہ دکھلائیں۔ مگر جو اُن میں سے کُھلی چیز ہے۔

اِن آیتوں کا لب و لہجہ بتا رہا ہے کہ آنکھوں کی بیباکی اور ان کی آزادی شہوت میں انتشار اور شرم گاہ میں اُبھار پیدا کرتی ہے۔ عقلی طور پر سنجیدگی سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آنکھوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے جو موقع پاکر انسانی دل و دماغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعیِ پیہم کرتا ہے، اور جب سرایت کر جاتا ہے تو دل و دماغ کو ماؤف کر ڈالتا ہے چنانچہ آپ نے دیکھا اور سُنا ہوگا کہ اجنبی مرد نے جب کسی اجنبی عورت کو زینت میں دیکھا اور بار بار دیکھا، تو اُس کی دبی دبائی چنگاری، انگارہ میں تبدیل ہوگئی۔

عورت کہاں سے کہاں پہنچتی ہے اب آیئے اور دیکھئے کہ تمدّنِ جدید کے ہاتھوں عورت کو کیا ملا اور اس کی وجہ سے اُس نے کیا کھویا۔ خیر سے مغربی یا مغرب زدہ عورت اب آزاد ہوگئی ہے۔ اُس پر نہ گھر کی پابندی باقی رہی ہے اور نہ خاوند اور اولاد کی۔ وہ دن رات ہوٹلوں میں، سنیماؤں میں، تھیٹروں میں، بازاروں میں، پارکوں میں، راستوں میں اور گلی کوچوں میں سر برہنہ، سینہ عریاں، ننگی باہیں نکالے، چہرہ بے نقاب کئے، رخساروں پر سُرخی اور پوڈر تھوپے، مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، مارے مارے پھرتی نظر آتی ہے۔ گھر کے کاموں سے اُسے کوئی واسطہ نہیں۔ شوہر کی اطاعت اس کے لئے ضروری نہیں۔ بچوں کی غور و پرداخت کرنا اُس کا کام نہیں۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو، اُس نے بڑی مشکلوں سے آزادی حاصل کی ہے اور اب وُہ آزادی

سے، زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ اخلاق، آداب مذہبی پابندیاں، شرم و حیا، یہ سب چیزیں اُس کے نزدیک پُرانی ہو گئی ہیں۔ چنانچہ وہ ان میں سے کسی کو نہیں مانتی۔

اس آزادی سے مغربی یا مغرب زدہ عورت کو جو کچھ ملا، وہ تو آپ نے دیکھ لیا۔ لیکن اس کی وجہ سے جو اُس نے کھویا وہ ملاحظہ کیجئے۔

مغرب میں خانگی زندگی بالکل تہ و بالا ہو چکی ہے۔ عورت مرد سے آزاد ہو کر ہوس کی بندی اور خواہشات کی غلام بن گئی ہے۔ وہاں کی عام زندگی فسق و فجور کا دوسرا نام ہے۔ گھر کی راحت جو انسانی زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے مغرب میں مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ اوّل تو اُن کے ہاں اولاد پیدا کرنا ہی زندگی کا جنجال سمجھا جاتا ہے اور اگر اولاد پیدا ہو بھی جائے تو ماں کو گھر سے باہر کی دلچسپیوں سے اتنی فرصت نہیں ملتی، کہ وہ اولاد کی تربیت کی طرف توجہ دے سکے۔ الغرض اس بے مہار آزادی کی وجہ سے عورت گھر کی ملکہ ہونے کی بجائے بازار کی رونق بن کر رہ گئی ہے۔

ذوقِ بے حجابی اور شوقِ تبرّج صرف چہرہ کی بے نقابی پر ہی قناعت نہیں کرتا۔ پہلے نقاب اُٹھتی ہے۔ پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں۔ پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے۔ پھر آرائش اور بناؤ سنوار میں یہ جذبہ کار فرما ہوتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شوق و قدر دانی کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہوسناکیوں، بے اعتدالیوں اور بُرائیوں کا یہ سلسلہ شاخ در شاخ

بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرہ کو بے نقاب کرتے ہوئے فرطِ شرم و غیرت سے پسینہ پسینہ ہوگئی تھی وہ آگے چل کر کلب گھروں میں غیر مردوں سے بغل گیر ہو کر ناچتی اور تھرکتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کا اعلانِ حق یوسف علیہ السلام کا واقعہ جسے قرآن پاک نے نقل کیا ہے، اس سے بھی زنا کی بُرائی اور اُس کے مفاسد پر روشنی پڑتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کو خرید کر جب عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا کے سپرد کیا کہ اس غلام کی نگہداشت کرو۔ تو زلیخا نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ مگر کچھ ہی عرصہ گذرا تھا اور یوسف علیہ السلام نے جوانی کے میدان میں قدم رکھا ہی تھا کہ زلیخا، یوسف علیہ السلام کے حُسن و جمال پر مفتون ہوگئی، اور دل کشی اور ہوش رُبائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کو اس کام پر آمادہ کرلے، جس کی تعلیم زلیخا کو اُس کے نفس نے دی تھی۔ عیش و نشاط کے سارے سامان فراہم، نفسانی جذبات اپنے شباب پر، محبّت اور پیار کی مسلّح فوج سامنے، تنہائی کا عالم، سارے دروازے اور کھڑکیاں بند، تمام خطروں اور کُل اندیشوں سے بظاہر اطمینان، پھر جوانی قیامت کا رُوپ بھرے کھڑی، شبابی قوّت و طاقت کا سمندر موجزن، تجرّد کی زندگی میں جنسی میلان کا صبر آزما تلاطم، اور ایسے وقت میں ایک غارت گرِ ہوش و خرد اپنے آپ کو خود حضرت یوسف علیہ السلام پر پیش کرتی ہے۔ الغرض:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ	اور جس عورت کے گھر میں
بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ	یوسف علیہ السّلام رہتے تھے وہ
غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ	عورت اُن سے اپنا مطلب
هَیْتَ لَكَ ۔	حاصل کرنے کو اُن کو پھسلانے
(سورہ یوسف۔ ع ۳)	لگی اور سارے دروازے بند

کر دیئے، اور کہنے لگی آجاؤ، تم ہی سے کہتی ہوں۔

کی صورت جب پیش آئی، آسمان دیکھ رہا تھا، زمین دیکھ رہی تھی، ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کا چشم و چراغ اب کدھر جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے بُلانے میں شیطانی قوّت کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا گیا تھا۔ مگر اللہ کے بندے یوسف علیہ السّلام سب کچھ دیکھتے تھے۔ اور اگر چاہتے تو جو کچھ امرأۃ عزیز چاہتی تھی، اُسے کر گزرتے۔ لیکن جیسا کہ قرآن پاک ہی میں اطلاع دی گئی ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ	یوسف علیہ السّلام نے کہا۔ اللہ
رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ	بچائے وہ میرا مربی ہے۔ اُس نے
اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○	مجھ کو کیسی اچھّی طرح رکھا بیشک
(سورۂ یوسف۔ ع ۳)	بے انصافوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی۔

زانی ظالم ہے اور ظالم کو دُنیا اور آخرت میں فلاح نصیب نہیں

ہو گی ، اور اگر مَیں زنا کا ارتکاب کروں تو خود مَیں بھی ظالم بن جاؤں گا۔ پھر کیسے جرأت کی جائے۔ رب کریم کا احسان بُھول جانا اور اس کی دی ہوئی قوت کو اُس کے ہی حکم کے خلاف استعمال کرنا، اسی کا نام تو شیطنت ہے۔ شیطان کا قصور ہی اس کے سوا کیا ہے کہ توانائیوں کا جو ذخیرہ خالق کائنات کی طرف سے اُس کو ملا ہے ، بجائے مرضیِ حق کے اُن کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔

زنا مظالم کی جڑ اس آیت میں زانی کو جو ظالم قرار دیا گیا ہے یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ سوچیے تو یقین کرنا پڑے گا کہ زنا دنیا کے سارے مظالم کی جڑ ہے۔ دُنیا کی ساری بُرائی زنا کاری میں پائی جاتی ہے۔ پھر زانی کے ظالم ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

زنا کے نقصانات (۱) زانی کا فعلِ زنا خود اپنے اُوپر بھی ظلم ہے کہ اس سے اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہوتی ہے۔ خون اور روپیہ بے فائدہ ضائع ہوتا ہے۔ مادۂ تولید جو باعثِ افزائشِ نسلِ انسانی ہے ، ناحق برباد ہوتا ہے۔ صحت پر ناخوش گوار اثر پڑتا ہے۔ ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔ ذاتی خوف و ہراس میں مبتلا رہتا ہے۔ حزن و ملال سے دوچار ہوتا ہے۔ امراضِ متعدی سوزاک و آتشک وغیرہ کے خطرے میں اپنے کو گرفتار کرنا پڑتا ہے۔ بے حیائی ، فریب کاری ، جھوٹ ، بدنیتی ، خود غرضی ، نفسانی خواہش کی غلامی ، ضبطِ نفس کی کمی ، خیالات کی آوارگی ، اور دوسری بیسیوں جسمانی ، ذہنی اور رُوحانی امراض میں، زنا

آدمی کو مبتلا کر دیتا ہے۔

② زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے کہ زنا کار خاندان کی عزت کو داغ لگاتا ہے۔ اور پھر خاندان کے لئے بُرائی کا ایک نمونہ قائم کرتا ہے اہلِ خاندان اور اپنے بال بچوں کے لئے زنا کی شاہراہ بناتا ہے۔

③ زنا نسوانی عفت و عصمت کی لُوٹ ہے۔ زانی ڈاکو ہے، ایک کمزور ارادے والی ذات کو ہوسناکیوں کا تختۂ مشق بناتا ہے۔ شرم و حیا کی چٹانوں کے نیچے عورت کی فطرت جو قدرتاً دبی ہوئی ہے، اُن چٹانوں کو یہی احمق زانی اُٹھا لیتا ہے، جس کے بعد عورت جس کے لئے کسی مرد سے خواہ اُس کا باپ اور بھائی کیوں نہ ہو، خطاب میں حیا دامن گیر ہوتی تھی، اب وہ ایک بے باک و فتنہ پرداز عورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ آنکھوں کا پانی اس کے ڈھل جاتا ہے۔ بے حیائی کے کاموں پر دلیر ہو جاتی ہے۔ اور آج عصمت فروشیوں کے سارے بازار جو شہروں میں نظر آتے ہیں، درحقیقت زانی مردوں ہی کے کھولے ہوئے بازار تو ہیں۔ یہ سب انھی کے کرتُوتوں کا نتیجہ ہے۔

④ عورت بہرحال کسی خاندان ہی کی عورت ہوتی ہے۔ کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی یا کسی کی ماں ہوگی۔ سوچئے تو سہی کہ زانی مرد کن رسوائیوں کی سیاہی عورت کے خاندان والوں کے چہروں پر پھیرتا ہے کہ بسا اوقات خودکشی تک ان ہی رسوائیوں کے غیر معمولی احساس نے لوگوں کو پہنچا دیا۔

⑤ اور عورت کسی مرد کی اگر باضابطہ منکوحہ ہے، تو دوسرے مفاسد کے ساتھ غیر کے حقِ ناموس پر یہ کیسی شرم ناک مداخلت اور بے جا اور ظالمانہ حملہ ہے۔

⑥ زنا بچّہ پر بھی ظلم ہے۔ کیونکہ یا تو اُسے ضائع کر دیا جائے گا، اور بے قصور قتل کیا جائے گا، یا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اسکی نگرانی و تربیت اور تعلیم کی ذمّہ داری کا کوئی مرکز باقی نہیں رہتا، اور کسی طرح بچّہ کو پروان چڑھنے کا موقع بھی مل جائے تو سیاہی کے اس داغ کو اس غریب کی پیشانی سے کون دھو سکتا ہے، جو خود اُس کے ناجائز باپ کے ہاتھوں اس کی پیشانی پر لگ گیا ہے۔ سوسائٹی میں ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ بسا اوقات زنا سے پیدا ہونے والے بچّے امراضِ خبیثہ کو اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں، اور پھر وہ امراضِ خبیثہ دوسروں تک پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں ——— یعنی نوعی کمالات میں سے کسی کمال سے محروم ہو کر پیدا ہوتے ہیں۔ بظاہر قدرت کی طرف ان کوتاہیوں کو منسوب کرنے والے منسوب کر دیا کرتے ہیں لیکن موجودہ طبی تحقیقات کی روشنی میں پتہ چل رہا ہے کہ ان کوتاہیوں کی زیادہ تر ذمّہ داری ان لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے جن سے گذر کر بچے دنیا میں قدم رکھتے ہیں۔ آئندہ نسلوں کی امانت جن کے سپرد ہوتی ہے ——————— وہ امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے پھولنے پھلنے کا دار و مدار ہی "جذبہ

امانت" کے اس احساس پر مبنی ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں ہلکی سی غفلت قوم کی قوم کو جسمانی، دماغی اور روحانی بربادیوں کی آندھیوں کے سامنے لے آتی ہے۔

اس مسئلہ کی ہمہ گیری کے لئے "طبیات" کا مطالعہ کرنا چاہیئے زنا کا لفظ تو ایک بسیط مختصر سا لفظ ہے لیکن اس کے مفاسد کا دائرہ خاندانوں اور قوموں کو اپنے احاطہ میں لے آتا ہے۔

زنا پر کال کوٹھڑی کو ترجیح کچھ بھی ہو، اسی سے اندازہ کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کی کال کوٹھڑی میں قید کی زندگی کو اس جرم کے اقدام پر ترجیح دی اور دعا مانگی:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ	اے میرے رب! جس کام کی
مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ	طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی
وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ	ہیں، اس سے تو جیل خانہ میں
كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ	جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے
وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ○	اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو
(سورہ یوسف۔ ع ۴)	مجھ سے دفع نہ کریں گے تو اُنکی

طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

حدیثوں میں بھی اس جرم کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر جو اشارے کئے گئے ہیں، غور کرنے والے سوچیں گے تو عبرت و بصیرت کے مسلسل اسباق ان ہی حدیثوں میں ان کو ملتے چلے جائیں گے۔

مثالاً چند حدیثوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

زنا کے سلسلہ میں ارشاداتِ نبوی ﷺ ایک دفعہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دریافت کیا کہ "آیات بیّنات" کیا ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا:

لا تشرکوا باللہ شیئا	اللہ تعالیٰ کا نہ کسی کو شریک ٹھہراؤ
ولا تسرقوا ولا تزنوا	نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، اور نہ
ولا تقذفوا محصنۃ۔	کسی پاک دامن کو زنا سے
(مشکوۃ باب الکبائر)	متہم کرو۔

جس سے معلوم ہوا کہ جن جرائم کی برائیاں فطرتِ انسانی کے لئے واضح اور کھلی ہوئی ہیں، اُن میں ایک زنا بھی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یعنی اکبر الکبائر کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، حالانکہ اُس نے ہی پیدا کیا۔ اُس شخص نے پوچھا۔ اس کے بعد کونسا کام؟ آپ نے فرمایا اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ ساتھ کھائے گا۔ اُس نے پُوچھا پھر کونسا، یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا:

ان تزنی حلیلۃ جارک	تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی سے
(بخاری باب اثم الزناۃ)	زنا کرنا۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کی بُرائی مختلف پیرایہ

میں بیان کی، اور چاہا کہ لوگ اچھی طرح اس کی بُرائی سے واقف ہو جائیں، اور بدترین کام سے باز آجائیں۔ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ دوزخ میں لوگ زیادہ تر اپنے منہ اور اپنی شہوت کی جگہ کی بدولت ڈالے جائیں گے۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب قیامت کی علامتیں ہیں۔ ۱: علم کا اُٹھ جانا۔ ۲: جہالت کا عام ہونا۔ ۳: شراب کا پینا۔ ۴: زنا کاری کا پھیل جانا۔ ۵: اور یہ کہ مردوں کی تعداد کم پڑ جائے، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار صرف ایک مرد باقی رہ جائے۔

زنا کی ہلاکتیں اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما ظهر الربا والزنا	کسی بستی میں سُود اور زنا جب
فی قریة الا اذن الله	پھیل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ
باهلاكها۔	اس بستی کی ہلاکت کی اجازت
(الجواب الکافی ص۲۲)	مرحمت فرما دیتا ہے۔

جس سے معلوم ہُوا کہ زنا کاری کبھی آبادی کی ویرانی کا موجب بن جاتی ہے اور پوری آبادی کو برباد کر ڈالتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس آبادی پر مسلّط ہو جاتا ہے جس میں زنا کاری پھیل پڑتی ہے۔

مصیبت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے

اور بیعتِ عامہ ہو چکی، جس میں تمام مسلمان شریک ہوئے تو آپ ممبر پر تشریف لائے اور بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دوسرے مہمات کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا:

"دیکھو جس قوم نے بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیا اللہ نے اُسے ذلیل کر دیا ہے، اور جس قوم میں بھی بدکاری پھیل جاتی ہے، خدا اس میں مصیبت کو پھیلا دیتا ہے"۔

پہلے خلیفۂ رسول ؐ نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں ان کلمات کو فرما کر "عفّت و عصمت" کے متعلق اسلام کے جس نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے، اس سے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ عروج و اقبال کی زندگی کے تباہ کرنے میں سیاہ کاریوں کو کس حد تک دخل ہے گویا جو کچھ اب پیش آیا اسی کی پیشین گوئی مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ نے کر دی تھی۔

کثرتِ موت اور طاعون خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی تھا

ولا فشا الزنا فی قوم	زنا کسی قوم میں عام نہیں ہوتا
الا کثر فیھم الموت۔	مگر ان میں بکثرت موت ہوتی ہے

ایک لمبی حدیث ہے جس میں آپ نے پانچ عیوب اور اُس کے اثرات کو بتایا ہے، منجملہ اور باتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اور کُھلم کُھلا ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کو طاعون (پلیگ) کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے درد اور دُکھ میں ڈالتا ہے جس سے اُن کے

اسلاف نا آشنا تھے۔

خشک سالی اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من قوم یظھر فیھم الزنا الا اخذوا بالسنۃ وما من قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب۔ (مشکوٰۃ کتاب الحدود ص ۳۱۳)	کسی قوم میں جب زنا پھیل پڑتا ہے تو اُسے قحط سالی کی مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اور رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اُس پر خوف طاری کر دیا جاتا ہے۔

انسان جب "عفّت و عصمت" کے چہرہ کو داغ دار بناتا ہے، شرعی و دینی حُدود کی اس راہ میں پرواہ نہیں کرتا، اور جائز و ناجائز کی تفریق مٹا دیتا ہے، تو اُس وقت پوری قوم فتنہ میں ڈال دی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل جو دنیا کی چُنی ہوئی اُمّتوں میں ایک خاص تاریخی اُمّت ہے اُس میں بھی فتنہ عورتوں ہی کی راہ سے آیا، اور فتنہ جب آیا تو پوری کی پُوری اُمّت ہی تہس نہس ہو کر رہ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اوّل فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء (مشکوٰۃ)	دنیا اور عورتوں سے بچو، اس لئے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔

اِسلامی تعلیم سے رُوگردانی کا انجام

اسلامی نقطۂ نظر کا اجمالی نقشہ بقدر ضرورت آپ کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔ اب آیئے! ذرا اپنے زمانہ کی کچھ روداد سُن لیجئے۔

امریکہ جو اس وقت دنیا میں ممتاز مُلک مانا جاتا ہے وہاں زناکاری کی وبا کا نتیجہ یہ ہے کہ "تیس چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں.... سوزاک میں نوجوان کم از کم ساٹھ فیصدی مبتلا ہیں۔ اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں ہیں.... شادی شدہ عورتوں کے اعضائے جنسی پر جتنے آپریشن کئے جاتے ہیں ان میں پچھتر فیصدی ایسی نکلتی ہیں، جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔

امریکہ میں زنا اور اس کے نتائج جج لنڈسے لکھتا ہے جو "ڈنور" کی عدالت جرائمِ اطفال کا صدر رہا ہے اور اس حیثیت سے وہ جرائم کا کافی تجربہ رکھتا ہے:

"ہائی اسکول کی عمر والی چار سو پچانوے ۴۹۵ لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ اُن کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں سے صرف پچیس لڑکیاں ایسی تھیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا۔"

اسی جج لنڈسے کا امریکہ کے متعلق بیان ہے:

"امریکہ میں ہر سال کم از کم پندرہ لاکھ حمل ساقط کئے جاتے ہیں۔ اور ہزارہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جاتے ہیں"۔

اسی امریکہ کی ایک رپورٹ اور بھی پڑھ لیجئے اور ان سے اندازہ لگائیے کہ زناکاری کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہی لنڈسے جن کا قول پہلے نقل ہو چکا ہے ان کا اپنا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم پینتالیس فیصدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکتی ہیں۔

آتشک، سوزاک اور دوسری برائیاں زنا کی جسمانی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" جلد ۴ صفحہ ۴۵ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ، اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ساڑھے چھ سو دواخانے صرف انہی امراض کے لئے مخصوص ہیں۔ مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے۔ جن کے پاس اکسٹھ ۶۱ فیصد آتشک کے اور نواسی ۸۹ فیصدی سوزاک کے مریض جاتے ہیں۔

امریکہ میں جن عورتوں نے مستقل پیشہ اختیار کر لیا ہے ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔ قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے ہیں جو اس غرض کے لئے آراستہ کئے جاتے ہیں کہ "شریف" اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات کرنا چاہیں، تو اُن کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے اٹھتر ۷۸ مکان تھے۔ دوسرے شہر میں تینتالیس، ایک اور شہر میں تینتیس ۳۳۔ ان مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں، بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گذر ہوتا ہے۔

ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ "نیویارک" کی شادی شدہ آبادی کا پورا تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمّہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔

"زنا نے امریکہ میں یہ قیامت برپا کردی ہے کہ بلوغ سے پہلے لڑکی لڑکے کی محبت اور مباشرت دونوں شروع ہو جاتی ہیں، اور لڑکیاں قبل از وقت بالغ ہو جاتی ہیں۔

کنسے رپورٹ ۱۹۴۸ء میں ڈاکٹر "ہنلی کنسے" نے ایک مبسوط رپورٹ پیش کی ہے اور یہ رپورٹ ڈاکٹر کنسے اور اُن کے ساتھیوں نے بارہ ہزار امریکی مردوں سے مِل کر تیار کی ہے اور ان کے مخفیہ حالات معلوم کئے ہیں۔ کنسے رپورٹ کے بموجب:

"استلذاذ بالنفس" میں نوّے ۹۰ فیصدی امریکی مرد زندگی کے کسی نہ کسی حصہ میں مُبتلا رہے۔

"استلذاذ بالمثل" امریکی مردوں کی ایک تہائی آبادی نے کم از کم اپنی زندگی میں ایک مرتبہ اس شوق کی تکمیل کی۔

گویا ستّر لاکھ امریکی مرد استلذاذ بالمثل میں مُبتلا ہیں۔

چار فیصدی لوگ تمام عمر "امرد پرست" رہتے ہیں ہائی اسکول میں یہ زیادہ ہے۔

"استلذاذ بالضد" (زنا) پندرہ سال کی عمر تک پچیس ۲۵ فیصدی، چھبیس ۲۶ سے چالیس ۴۰ سال تک نوّے ۹۰ فیصدی،

سولہ سے پچیس سال کی عمر تک غیر فاحشہ عورتوں سے اختلاط کی تعداد چالیس فیصدی ہے۔

"تعلیم کے اعتبار سے" جن کی تعلیم "گرامر اسکول" تک ہوتی ہے۔ اس میں چوراسی فیصدی کو عورتوں سے اختلاط کا سابقہ رہا ہے۔

ہائی اسکول تک تعلیم پانے والوں کا تناسب غیر عورتوں سے اختلاط میں ۷۷ فیصدی ہے۔ اور "کالج" کے تعلیم یافتوں کا تناسب زنا میں ۴۹ فیصدی ہے۔ یہ اکیس سال عمر والوں کی تعداد ہے۔

شادی شدہ مَردوں میں نصف تعداد ایسی ہے جنہوں نے اپنی بیوی کے سوا غیر عورتوں سے دورانِ ازدواج میں اختلاط کیا ہے۔

یہ اعداد و شمار جو پیش کیے گئے ہیں، ۱۹۴۸ء کے ہیں۔ اندازہ کریں کہ اب تک یہ قوم جس شوق سے بدکاری اور فحاشی کے طوفان میں بڑھتی جا رہی ہے، اعداد و شمار کس حد تک بڑھ گئے ہوں گے۔ امریکہ کے صدر ٹرومین کی میڈم کی وہ تقریر پیش کی جاتی ہے جو انہوں نے "اخلاقی پستی" کے عنوان پر کی تھی۔ فرماتی ہیں:

"یہ لڑکیاں نہ بازاری ہیں نہ حُسن فروش۔ پندرہ بیس برس کی کمسن اور بھولی بھالی لڑکیاں ہیں۔ اکثر یونیورسٹی، کالج اور اسکول

کی طالبات ہیں ...... اس وقت حکومتِ امریکہ اور امریکن قوم کے سامنے نامعلوم باپ کے بچّوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا اہم مسئلہ ہے۔ کنواری ماؤں کے ان بچّوں کی تعداد گذشتہ سال سوا لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ بچّوں کی مائیں یونیورسٹی کی طالبات ہیں۔ تیز تربیت و تعلیم کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے کہ ان بچوں کے باپ کالج ہی کے ہونہار طلبہ ہیں ...... اصل یہ ہے کہ امریکہ میں تمام خاندانوں نے اپنی لڑکیوں کو کامل آزادی دے رکھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جو اپنی گھریلو زندگی میں محبّت و شفقت سے محروم رہتی ہے، کالج میں قدم رکھتے ہی کسی طالب علم سے مل کر عشق و محبت کے تجربہ کا شکار ہو جاتی ہے۔"

انگلستان میں زنا کی وبا انگلستان جو اپنی جدّت پسندی میں بہت مشہور ہے، اس کے متعلق وہیں کا ایک انگریز "جارج رائیلی اسکاٹ" اپنی کتاب "تاریخ الفحشاء" میں لکھتا ہے:

"پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بڑی تعداد اُن عورتوں کی بھی ہے جو آمدنی میں اضافہ کے لئے زناکاری کے پیشہ کو بھی ضمنی طور پر اختیار کئے ہوئے ہیں ...... اب جوان لڑکی کے لئے بدچلنی اور بے باکی بلکہ سوقیانہ اطوار تک فیشن میں داخل ہو گئے ہیں ...... ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد

روز بروز بڑھتی جارہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلا تکلف قائم کرلیتی ہیں۔ اور وہ لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنی میں دوشیزہ ہوتی ہیں"۔

ایک اور صاحب تحریر کرتے ہیں کہ انگلستان میں کم از کم اندازہ کے مطابق ہر سال نوّے ۹۰ ہزار حمل اسقاط کئے جاتے ہیں شادی شدہ عورتوں میں اس کا تناسب اس سے بھی زیادہ ہے۔

فحاشی کو جس انداز سے ان قوموں نے اپنی معاشرت پر غالب کرلیا ہے، اس سے یہ اندازہ کرلینا کچھ مشکل نہیں کہ اسقاطِ حمل کے واقعات آجکل لاکھوں سے بھی تجاوز کرگئے ہوں گے۔

برطانیہ میں اغلام بازی کی آئینی اجازت آج کی مہذّب کہلانے والی قوم برطانیہ کو دیکھئے کہ اس نے پچھلے دنوں اپنی پارلیمنٹ میں ایک بِل پاس کروایا ہے، جس کے تحت اس ملعون لوطی فعل (اغلام بازی) کو بالکل مباح اور جائز قرار دے دیا گیا ہے، اور فاعل ومفعول دونوں پر کوئی قانونی گرفت نہیں ہے۔ ان ظالموں نے یہ غیر فطری بل پاس کرکے یہ گمان کرلیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے اعمال سے بے خبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ ان کا پیمانۂ شقاوت لبریز ہوجائے۔ اللہ تعالےٰ کے حِلم کی کوئی حد نہیں۔ وہ مُہلت دیتا ہے تو طویل مہلت دیتا ہے۔ لیکن یاد رکھو، برطانوی پارلیمنٹ نے

یہ قانون پاس کر کے خدا کے عذاب کے لئے اپنے دروازے چوپٹ کھول دیئے ہیں۔ اب دیکھئے یہ مدّت مہلت کتنی دراز ہوتی ہے۔

فرانس میں بدکاری انگلستان کے بعد تھوڑا سا حال فرانس کی بدکاری اور اُس سے نقصانات کا بھی سُن لیجئے:

"جنگ عظیم سے پہلے موسیو بیولو فرانس کے اٹارنی جنرل نے اپنی رپورٹ میں اُن عورتوں کی تعداد پانچ لاکھ بتائی تھی جو اپنے جسم کو کرایہ پر چلاتی ہیں ..... اس پیشہ میں اشتہار سے پورا کام لیا جاتا ہے"۔

"جنگ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں جن سپاہیوں کو محض آتشک کی وجہ سے رخصت دے کر ہسپتالوں میں بھیجنا پڑا ان کی تعداد پچھتر ہزار تھی ..... ایک متوسط درجہ کی چھاؤنی میں بیک وقت دو سو بیالیس (۲۴۲) سپاہی اس مرض میں مُبتلا ہوئے"۔

ایک ماہر فرانسیسی ڈاکٹر کا بیان ہے کہ فرانس میں ہر سال صرف آتشک اور اس کے پیدا کردہ امراض کی وجہ سے تیس ہزار جانیں ضائع ہوتی ہیں۔

یہ مختصر سے اعداد و شمار اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ آپ غور کر سکیں کہ زنا کاری کے مفاسد کیا ہوتے ہیں، اور ان سے قوم و ملک کا کتنا زبردست جانی، مالی، اخلاقی اور سیاسی نقصان ہوتا ہے، اور پھر

یہ بھی سوچیں کہ زنا کاری کی سزائیں جو امراض پیدا ہوتے ہیں، وہ کتنے سخت اور مہلک ہوتے ہیں۔ مزید یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ دنیا کا کوئی کامیاب علاج زنا کاری کے "دنیاوی عذاب" سے نہیں بچاسکتا اور ان بڑے مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ اسلام نے جن مفاسد کی طرف اشارے کئے ہیں، وہ کتنے صحیح ہیں اور قوانینِ عفت مرتب کرکے اس نے دنیا پر کتنا زبردست احسان کیا ہے۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے عرض کرنا ہے کہ اسلام کے ان قوانین سے عصمت و عفت کی جو اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ اس پر بار بار غور کیا جائے۔ اگر اسلام کا یہی قانون پوری دنیا میں نافذ کردیا جائے تو کیا یقین نہیں ہے کہ دنیا سے بدکاری (جو وبا کی طرح پھیل پڑی ہے) ختم ہو جائے گی؟ دنیا چاہتی ہے کہ اخلاق و اعمال کی بلندی اور عفت و عصمت کا تحفظ عمل میں آئے تو اسے اسلام کے ان قوانین پر غور کرنا چاہیئے۔

توبہ

بغداد میں ایک شخص گنہگار تھا اور اس کی ماں صالحہ تھی جب کبھی اس سے کوئی گناہ ہو جاتا تھا تو وہ ایک کتاب میں لکھ لیا کرتا تھا ایک رات کا ذکر ہے کہ

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ نکل کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت عورت کھڑی ہے اُس سے پوچھا تیری کیا حاجت ہے وہ بولی میرے پاس یتیم بچے ہیں تین دن سے انھوں نے کھایا نہیں ہے اس شخص نے کہا اچھا اندر چلی آ وہ عورت تاڑ گئی کہ اُس کے جی میں کچھ بُرائی ہے کہنے لگی پناہ اِس پر اُس نے اُسے زبردستی کھینچنا شروع کیا وہ کہنے لگی اے مصیبت کے ڈور کرنے والے اس سے مجھے بچایئے پھر کہنے لگی اچھا میری ایک بات سنو یہ کہہ کر اشعار ذیل پڑھنے لگی۔

اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ لِیَوْمِ رَحِیْلِہٖ	اے اپنی کوچ کے دن کو فراموش کرنے والے
اَرَاکَ عَنِ الْمَوْتِ الْمُفَرِّقِ لَاھِیًا	تفرقہ انداز موت سے مجھے تو تو غافل نظر آتا ہے
اَلَمْ تَعْتَبِرْ بِالظَّاعِنِیْنَ اِلَی الْبِلٰی	کیا ان باتوں نے تجھے کچھ بھی پند آموزی نہیں کی
وَتَرْکِھِمُ الدُّنْیَا جَمِیْعًا کَمَا ھِیَا	کہ بہتیرے لوگ دیارِ کہنگی کو سفر کر گئے اور تمام دُنیا کو جس حالت میں تھی اُس میں خیرباد کہہ کر چل دیئے
وَلَمْ یَخْرُجُوْا اِلَّا بِقُطْنٍ وَخِرْقَۃٍ	انہیں دنیا سے سوائے تھوڑی سی روئی اور کپڑے کے
وَمَا عَمَرُوْا مِنْ مَّنْزِلٍ کَلٍّ خَالِیًا	کچھ بھی لے جانا نصیب نہ ہوا اور جو منزل انہوں نے آباد کی وہ خالی ہو کر رہ گئی۔
وَاَنْتَ غَدًا اَوْ بَعْدَہٗ فِیْ جَوَارِھِمْ	اور تُو بھی کل یا اس کے بعد کسی روز تنِ تنہا
وَحِیْدًا فَرِیْدًا فِی الْمَقَابِرِ ثَاوِیَا	گورستان میں جا گزین ہو کر انہیں کی ہمسائیگی میں جا لگے گا۔

پھر وہ عورت رونے لگی اور بولی اے میرے رب میری فریاد کو پہنچ اور

اِس مرد سے مجھے بچا اُس نے جب اُس کی یہ بات سُنی بہت رویا پھر وہ عورت کہنے لگی تجھے خدا کی قسم جب تیرے اور تیرے مالک کے مابین صلح ہو گئی تو اب مار کو نہ بھول اس پر اس نے عورت کو کچھ دیا اور بولا جا اپنے بچوں کو کھلا اور اُن سے میرے لئے دعا کی درخواست کر کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ مٹ جائے اُس نے کہا اچھا چنانچہ جب اس نے اپنے بچّوں کے لیے کھانا تیار کیا تو اُن سے اس کے لیے دعا کی درخواست کی وہ کہنے لگے جب تک ہم اُس کے لیے دعا نہ کرلیں گے کھانا نہ کھائیں گے کیونکہ اجیر جب تک کام نہ کرلے اُجرت کا مستحق نہیں ہوتا پھر وہ شخص اپنی ماں کے پاس گیا اور اُس نے کتاب جا کر دیکھی تو اُس کو سفید پایا اُس میں کوئی گناہ نہ تھا یہ خبر اُس نے اپنی ماں کو دی اس نے پوچھا، اُس کا کیا سبب ہے اُس نے کہا ایک عورت مجھ سے اپنے بچوں کے لیے کھانا مانگنے آئی تھی اُسی کے ہاتھ پر میری خدا سے صلح ہو گئی اس کے بعد اُس نے وضو کیا اور کہنے لگا اے اللہ جیسے آپ نے میرے لکھے ہوئے گناہ مٹا دیئے مجھے اپنے پاس بلا لے پھر سجدہ کیا اُس کی ماں نے جو اُسے حرکت دی تو کیا دیکھتی ہے کہ اُس کا انتقال ہو چکا ہے۔

توبہ:

بایزید بسطامی رحؒ کے زمانہ میں ایک آراستہ مکان میں کوئی خوبصورت عورت رہتی تھی اور کسی کو نہ روکتی تھی جس کا جی چاہے چلا آئے ایک روز اُس کے دروازہ پر بایزید جا بیٹھے کوئی اُس کے پاس اُس روز نہ آیا اُس نے اپنی لونڈی سے اس کا سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا دروازہ پر ایک مرد صالح بیٹھا ہے وہ بولی تو اُسی کو آنے دے جب وہ اندر آئے تو پوچھنے لگی آپ کی کیا حاجت

ہے انھوں نے فرمایا میرے ساتھ ایک رات رہ وہ بولی میری ایک رات کی دوسو اشرفیاں ہوتی ہیں انھوں نے جیب سے سو اشرفیاں نکالیں اس کے سوا اور اُن کی جیب میں ایک درہم تک نہ تھا اُس عورت نے جب سو اشرفیاں لے لیں تو پوچھنے لگی آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے فرمایا میرے کپڑے پہن کر میرے سامنے چار قدم چل اُس نے ایسا ہی کیا اس کے بعد انہوں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہا، اے اللہ آپ نے اس کا ظاہر درست کیا ہے تو آپ ہی اِس کا باطن بھی درست کر دیجئے اِس کے بعد اُس سے کہا میرے کپڑے اُتار دے وہ بولی خدا کی پناہ میں خدا سے توبہ کر چکی ہوں جفا کے بعد صفائی وحشت سے اُنس جدائی کے بعد وصال غضب کے بعد رضا میسّر ہوئی ہے المختصر وہ اُس عورت کو چھوڑ کر چل دیئے ایک مدّت کے بعد بایزید نے اس کو خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا اُس نے انھیں بے فصل کے میوے کھلائے اِس کے بعد غائب ہو گئی۔

گنہگار جب پشیمانی سے روتا ہے تو اُس کے نُور کی تابش عرش کے نیچے تک پہنچتی ہے فرشتے کہتے ہیں یہ کیسا نُور ہے ان کو جواب ملتا ہے کہ یہ بندۂ چاہِ معصیت سے فضاءِ طاعت کی طرف نکل کر آیا ہے یہ اس کا نُور ہے۔

توبہ | توبہ چھ قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل دِل سے، دوم زبان کی توبہ تیسرے کان کی توبہ. چوتھے ہاتھ کی توبہ، پانچویں پیر کی توبہ چھٹے نفس کی توبہ۔ توبہ یہ ہے کہ خطائے سابق پر آتشِ ندامت سے باطن کا پگھلنا۔ اس تعریف میں صرف رنج دل کا اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضوں نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے

اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ دل میں بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہیں ہوتا اور بعضوں نے بلحاظ ترک گناہ کے تعریف یوں لکھی ہے کہ توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جفا کا لباس دور کر کے بساطِ وفا بچھائے اور سہل بن عبداللہ تستریؒ یوں فرماتے ہیں کہ حرکاتِ مذمومہ کو افعالِ محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان ہے اور ان کو توبہ کا پانی دیتے رہے یہاں تک کہ ندامت اور حزن کا پھل اُن پر لگا پس بدون جنون کے دیوانے ہو گئے اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے غبی بن گئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا رسول کے عارف وہی ہیں پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر ان کے دِل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہ ہائے جبرات کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے اور ندامت کے جھروکے میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے نفسوں پر خوف چھا گیا یہاں تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترکِ دنیا کی تلخیِ شیریں اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتیٰ کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی اور ان کی روحیں چرتی چرتی بستانِ نعیم میں پہنچ گئیں اور دریائے حیات میں جو گھسے اور ناامیدی وواویلا کے خندقوں کو پاٹا اور ہوائے نفسانی کے پلوں کے پار اُترے تو میدانِ علم میں جا پہنچے اور چشمۂ حکمت سے سیراب ہوئے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحر سلامت میں لنگر اٹھا کر ساحل راحت اور عزت

اور کرامت پر پہنچ گئے۔ ایک حبشیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا، فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا۔ بے شک توبہ قبول ہوگی۔ وہ چلا گیا، اور پھر لوٹ کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب میں خطا کیا کرتا تھا تو مجھ کو خدائے تعالےٰ دیکھتا تھا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا، کہ ہاں دیکھتا تھا۔ یہ سُنتے ہی حبشی نے نعرہ مارا کہ اسی کے ساتھ اُس کی رُوح پرواز کر گئی۔

پیش لفظ

گناہوں سے بچو

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں جن سے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ انعامات الٰہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ اور فنا کرنے۔ اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے اپنے انعامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے القاء فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری اطاعت کرے۔ اور جب کسی سے اپنے انعامات چھین لینا چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی نافرمانی۔ اور گناہوں میں صرف کرے

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے انعامات الٰہیہ سلب کر لی گئیں۔ ان کے حالات پڑھتے اور سُنتے ہیں۔ پھر بھی معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے گویا یہ سمجھ رہے ہیں کہ خُدا کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ

نہیں۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور خدا کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ سزا ہے ان کے لئے نہیں۔ بتاؤ دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟

فالحکم للہ العلیٰ الکبیر۔

سخن دلنشیں

کریم کی شان یہ ہے کہ گناہ نہ کرے اور حکیم کی شان یہ ہے کہ دنیا کو اختیار نہ کرے۔ جس نے دعوتِ ابلیس پر لبیک کہی اس کا دین رخصت ہوگیا۔ جس نے نفس کی بات قبول کر لی اس کی جانِ ایمان فنا پذیر ہوگئی جس نے خواہشات کے سامنے سر جھکا دیا عقل و دانش نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، جس نے دنیا کا کہنا مان لیا آخرت اس کے قبضہ سے نکل گئی، جس نے اعضاء کی خواہش پوری کر دی وہ جنّت سے محروم ہوگیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہی اس کے گناہ دُھل گئے اور اُس نے دین و دنیا کی تمام بھلائیاں جمع کر لیں۔

دنیا رب العالمین کا کشت زار ہے اور لوگ اُس کی زراعت ہیں اور ملک الموت اس کے کاٹنے والے قبریں اُس کی روندن اور جنّت اور دوزخ اُس کی پیدا وار ہیں۔ خدا نے پانچ چیزوں میں پانچ چیزیں رکھی ہیں قناعت[1] میں عزت گناہ[2] میں ذلّت[3] شب[4] بیداری میں ہیبت اور گرسنہ شکم میں حکمت اور ترک طمع[5] میں تونگری۔ معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسہ جماع کا قاصد ہے اور گانا زنا کا، نگاہ عشق کا۔ بیماری موت کا قاصد ہے۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے۔ گناہوں کے بیشمار قبیح و مذموم اثرات ہیں، جو قلب و جسم، دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں۔ جس کی تفصیلات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ نیکی سے چہرہ پر روشنی ہوتی ہے قلب میں نُور پیدا ہوتا ہے، رزق سے فراخی ہوتی ہے بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آجاتی ہے، قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور روزی میں تنگی ہو جاتی ہے، اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ گناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندے کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں، بار بار گناہ کرنے سے اُس کی بُرائی کا تصوّر ختم ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے۔ معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے گناہ گار پر جانور، چوپائے، پرندے، کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں۔ اور گناہوں کی مداومت ذلت کا موجب ہوتی

ہے۔ معصیت سے نُورِ عقل فنا ہو جاتا ہے۔ معصیت اور گناہوں سے قلب پر مُہر لگ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہا تا آنکہ قلب اندھا ہو کر رہ گیا۔ معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے معاصی کی وجہ سے بندہ اس لعنت کے ماتحت آجاتا ہے۔ معصیت کرنے والا آنحضرتؐ، اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت اترتی ہے، زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، انسانوں کی عمر میں کمی ہو جاتی ہے۔ معاصی سے غیرت کا نُور بجھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول سب سے زیادہ غیور ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ شریف۔ بلند رتبہ۔ بلند حوصلہ۔ بلند مرتبہ۔ عالی قدر۔ عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لئے اپنے خواص کے لئے اور بندگانِ خدا کے لئے انتہا درجہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو آنحضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی اُمّت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ غیور تھے اور اللہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ آنحضرتؐ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

أتعجبون من غيرة سعد ؟ لأنا أغير منه . والله أغير مني

کیا سعد بن عبادہؓ کی غیرت پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے۔ یقین کرو میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔

معاصی اور گناہوں سے حیاء و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے حالانکہ قلب کی حیات حیاء سے وابستہ ہے معاصی سے بندے کے دل میں پروردگارِ عالم کی

عظمت وجلالت کم ہو جاتی ہے۔ بندہ نافرمانی کرتا ہے۔ تو پروردگار عالم اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفس وشیطان کے حوالے کر دیتا ہے۔

عاصی ونافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے اور اپنے کو دائرہ احسان سے خارج کر دیتا ہے جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل ایمان کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں وابستہ ہیں۔ ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ معاصی سیر الی اللہ۔ اور سلوک آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے انسان بلا کی سختی، بدبختی کی گرفت، فیصلہ کے برُے نتائج اور دشمنوں کی ہنسی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ گناہ بندے کو انعامات الٰہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ خدا کی ناراضی کا موجب ہیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور خدا کی اطاعت وعبادت کی جگہ معصیت وگناہ۔ اور شکر گزاری کی جگہ کفرانِ نعمت کرنے لگتا ہے۔ اسباب رضامندی کی جگہ اسباب خشم وناراضی پیدا کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے۔ اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب تمہیں کوئی نعمت حاصل ہو تو تم اس کی رعایت کرو کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں۔ رب العباد کی طاعت سے گناہوں کو جھاڑ دو کیونکہ رب العباد بہت جلد انتقام لیا کرتا ہے جہاں تک ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو کیونکہ ظلم کرنا بہت بھاری بوجھ ہے اپنے قلب سے دنیا کا سفر کرو تاکہ ظلم کرنے والوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے۔ ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد ان کے خلاف شہادت دیتے

ہیں۔ اور تم ان کو جھٹلا نہیں سکتے۔ ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مضر چیز نہ تھی۔ اسی نے ان کو توڑ کر رکھ دیا۔ ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل چھوڑے اور خود ان پر ملبوں کے ڈھیر لگ گئے لیکن مرنے کے بعد سیدھے جہنم رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہوگئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب سا بن کر رہ گیا۔ معاصی قلب کے اندر خوف وہراس اور وحشت پیدا کر دیتے ہیں اور دل ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے معاصی سے قلب مریض ہو جاتا ہے اور معاصی سے اجتناب دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز کرتا ہے معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے اور علم وہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ گناہ نفس کو ذلیل۔ نجس۔ تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں۔ عاصی شیطان کا اسیر ہے اور شہوات وخواہشات کے جیل خانہ میں مقید ہو جاتا ہے معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں۔ معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خیر و فلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔ معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں انسان رفعت وبلندی کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے مگر معاصی اسے سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ اگر خدائے تعالےٰ کا حلم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان وزمین تہ وبالا ہو جاتے۔ معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن بن جاتی ہے۔ معاصی کی زد۔ انسان کی معاد ومعاش۔ دنیا و آخرت دونوں پر پڑتی ہے۔ خاتمہ بالخیر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ توکل علی اللہ۔ اور انابت ختم ہو جاتی ہے اور جمعیت خاطر سے محرومی ہو جاتی ہے۔ معاصی سے قلب کی بصیرۃ ختم ہو جاتی

ہے۔ حق و باطل کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے۔ اور انسانی کمال کا مدار صرف دو ہی اصول پر ہے۔ حق و باطل کا امتیاز اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں۔ گنہگار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ خود مہیا کر دیتا ہے۔ معاصی شیطان کی فوج ہے۔ جس کے ذریعہ وہ انسان کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ قلب انسانی حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماجگاہ ہے۔ عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے۔ اپنے آخرت کے حصّہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی جان کو بے قدر کر دیتا ہے۔ دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کر دیتا ہے۔ معاصی حاضر اور مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

- گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں۔ دور بھاگ جاتے ہیں اور شیطان جو آدمی کا دشمن ہے۔ قریب تر ہو جاتا ہے۔ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں معاصی قلب کو بہرہ۔ گونگا۔ اندھا اور مسخ کر دیتے ہیں۔ معاصی اور گناہوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھوں اور کانوں پر محرومی کی مہر لگ جاتی ہے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ دلوں پر قفل لگ جاتے ہیں۔ قلوب مختلف قسم کے بوجھل پردوں میں دب جاتے ہیں۔ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ دل اور آنکھیں مقلوب و معکوس ہو جاتی ہیں۔ معاصی انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اور پروردگار عالم کے ذکر سے قلب کو غافل کر دیتے ہیں۔ گناہ بندے کو خود اپنی جان سے بھی غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گنہ گار کے قلب کی تطہیر و صفائی ترک کر دیتا ہے۔ گناہ سینوں کو تنگ و تاریک کر دیتے ہیں۔ قلوب کو حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔ دلوں پر مختلف قسم کے امراض قابو پا لیتے ہیں۔ دلوں کو غلط راہ پر

لگا دیتے ہیں۔ اور دل ہمیشہ کے لئے معکوس و مقلوب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے انسان کو طاعات الٰہی اور عبادت خداوندی سے نفرت ہو جاتی ہے اور طاعت و عبادت سے انسان دور بھاگنے لگتا ہے۔ گناہ قلب کو بہرہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ حق بات سننا گوارہ نہیں کرتا۔ گونگا بنا دیتا ہے۔ زبان سے حق بات نکل نہیں سکتی۔ اندھا بنا دیتا ہے۔ حق بات دیکھ نہیں سکتا۔ قلب اور حق کے درمیان باعتبار سماعت بینائی اور کلام کے درمیان وہ بُعد ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے، اندھے کو رنگ سے، اور گونگے کو بات چیت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ ایک انسان کا قتل تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے

یاد رکھیں تمام حوادث کا مبدا نظر ہے۔ اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی لگتی ہے۔ نگاہ ابلیس کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ نگاہ تکالیف اور حسرتوں کا سبب ہوتی ہے۔ جب کسی انسان کی آنکھ۔ نگاہ و نظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ و نظر کی خرابی کی وجہ سے قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کا حال مزبلہ کا سا ہو جاتا ہے جہاں نجاستیں اور ناپاکیاں، کوڑا اور میل کچیل پھینکا جاتا ہے۔ اور اب وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ اس کے اندر خدا کی معرفت۔ رجعت الی اللہ خدا سے اُنس تقرب الٰہی۔ اور سرور تقرب کو اس کے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر وہی امور رستے بستے ہیں جو ان مقدس اوصاف کی اضداد ہیں۔ جس انسان کا وقت غفلت۔ شہوت رانی۔ باطل تمناؤں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہو رہا ہو۔ اُس کا سونا اُس کے جاگنے سے بہتر ہے اس کا دنیا میں جینا ہی بے کار ہے۔ اُس

کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے، آنکھوں کی حفاظت و نگرانی سے خدا نورِ بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے قلب کو ثابت و مستقیم رکھتا ہے۔ جو آدمی محض اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن اور خوبصورتی سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی حلاوت اور شیرنی سے بھر دیتا ہے۔

جہنم میں جانے والوں میں اکثر زبان کی وجہ سے جائیں گے غیر ضروری باتوں سے احتراز کرنا دین کی بہتری ہے۔ جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے۔ وہ آدمی نہایت ہی دون ہمّت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمناؤں اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ اور اپنی تمناؤں اور آرزوؤں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کرتا ہے قسم خدا کی۔ یہ غلط تمنائیں، جھوٹی آرزوئیں مفلس کنگلوں کا سرمایہ اور غلط کار سودے بازوں کا راس المال ہے۔ یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حقائق کی غلط اُمیدیں باندھتے ہیں۔ وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل و کم سمجھ کہا جائیگا؟ جو موتی کو مینگنی کے عوض مُشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء صدیقین۔ شہداء صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب اُتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو بہت ہی بُرا مقام ہے۔ گنہگار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح و ستائش۔ شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہ گار سے سلب کر لئے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت

سے اُسے یاد کیا جاتا ہے۔ یا تو وہ مومن۔ محسن۔ نیک۔ متقی۔ پرہیزگار۔ اطاعت گزار منیب ولی۔ متورع۔ مصلح۔ عابد۔ خائف من اللہ۔ کثیر التوبہ۔ طیب۔ خدا کا پسندیدہ بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اُسے فاسق۔ فاجر۔ بدکار۔ نافرمان۔ دُشمن دین۔ بدعمل۔ بدکردار۔ مفسد۔ خبیث۔ مردُود۔ زانی چور۔ قاتل۔ کذاب۔ خائن۔ لوطی۔ عہد شکن۔ قاطع رحم۔ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں۔ اور فسق و فجور کے نام بہت ہی بُرے نام ہیں۔ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ؕ (حجرات ع ۲)

اور ایمان لانے کے بعد فاسق کا نام بہت ہی بُرا ہے۔

اے اللہ! ـــ ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دنیا اور آخرت میں عزّت عطا فرما۔ معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق اور بندوں کی نگاہ سے گر جاتا ہے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی ختم ہو جاتی ہے۔ طاعت و عبادت سے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی میں ترقی ہوتی ہے۔ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خُدا اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ و منزلت۔ عزّت و کرامت ختم ہو جاتی ہے۔ جو بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ گر جاتا ہے۔ اور جس کی قدر و منزلت مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر اور بے عزّت ہو گیا تو مخلوق اس کے ساتھ برتاؤ اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی جو اس کی قدر و منزلت کے خلاف ہے خستہ حال۔ بے عزّت۔ بے آبرو۔ بے وقعت

بے دست و پا بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر یہ ہمہ قسم کی مسرتوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے ذکرِ خیر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قدر و منزلت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جاہ و عزّت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اب سرتاپا رنج و غم حزن و ہم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام ساعتیں اور سارے لمحے فرح و مسرّت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہوت کا نشہ اسے بدمست نہ کر دیتا تو اسے پتہ چلتا کہ شہوت رانی اور شہوت کی لذّت اندوزی کے مقابلے میں معصیت و نافرمانی کے یہ مصائب و آلام کس قدر دلدوز اور دردناک ہیں؟

خدائے ذوالجلال و ذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا زبردست انعام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کا ذکرِ خیر عام کر دے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کر دے اور اس کی جاہ و منزلت۔ قدر و عظمت غیرت و مقبولیت۔ اس کا ذکرِ جمیل اور شہرت اس قدر بڑھا دیوے کہ دوسرے کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ تسکین قلب۔ سرورِ نفس۔ حیاتِ قلب۔ لذتِ روح۔ لذّت آنگین عیش۔ خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں منعمِ حقیقی کی رضامندیاں شامل ہوں۔ خوش نصیب وہ ہیں جنہوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیا کے فانی کو آخرت کے نفائس کے عوض دنیا کے خسائس و رزائل کو آخرت کے عظیم و برتر کے عوض دنیا کے حقیر کو فروخت کر دیا۔ پس وہ لوگ جو متقی۔ پرہیزگار۔ نیک اعمال و نیک کردار ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے کیوں کہ نفس کی فرحت۔ سرورِ قلب۔ فرحتِ قلب۔ لذّتِ قلب۔ ابتہاج

قلب۔ طمانیت قلب۔ انشراحِ قلب۔ نور قلب۔ وسعتِ قلب۔ عافیتِ قلب سے وابستہ ہے۔ اور یہ چیزیں اسی وقت حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ شہواتِ محرمہ۔ خواہشاتِ مکروہہ۔ اور شبہات باطلہ سے اجتناب واحتراز کیا جائے۔

گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ اور شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلّت وخواری۔ عاجزی وانکساری۔ خاکساری وفروتنی۔ خضوع وخشوع۔ رجعت الی اللہ۔ اجتناب معاصی۔ خوف وخشیتہ۔ تضرع وزاری کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے مولیٰ۔ سید۔ آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی۔ انکساری۔ فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اُس کی دہلیز پر رگڑنے لگتا ہے اور خدا کی قدر ومنزلت پہچاننے لگتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے کسی، بے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے۔ اپنی حفاظت اور عفو وترحم۔ مغفرت ونجات کے لئے اپنے کو اپنے سیّد مولیٰ اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

لعنت سے بچو

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔ نظام عالم کی برہمی انساب کی بے حرمتی۔ عصمت وعفت کی بربادی کا موجب ہے زنا کے مفاسد۔ نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ایسی خرابیاں جو مصلحت نظامِ عالم بحفظ انساب تحفظ آبرو۔ صیانت وحرمت اور عفت وعصمت کے سراسر خلاف اور منافی ہیں۔ ہر انسان کی بی بی۔ بیٹی بہن۔ ماں کی عصمت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اس لئے سخت ترین عداوتیں اور بغض وکینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں وابستہ ہیں۔ جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دینے کا حکم صادر فرماتا ہے۔ جب لوگ علم کا مظاہرہ کرنے لگیں اور عمل کو چھوڑ بیٹھیں اور زبان سے تو محبت کا اظہار کریں اور دلوں میں بغض وکینہ رکھیں، اور رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرتا ہے اور اُن کو بہرہ اندھا کر دیتا ہے آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی زد میں آجاتا ہے۔ آنحضرت ؐ نے نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدرجہ اولےٰ اس لعنت کا مستحق ہوگا چنانچہ آنحضرت ؐ نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن پر گودے لگوا کر اس میں رنگ بھریں اور بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر بالوں کو لمبے کریں اور جو ایسا کرنے کا پیشہ اختیار کریں اور چہرے سے بال اکھاڑیں اور اپنے دانتوں کو گھس کر تیز کریں اور اس کا پیشہ کریں۔ آپ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کے لکھنے والے

اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے چور پر، شراب پینے والے پر، پلانے والے پر اور اس پر جس کے لئے بنائی جائے، اور اس کے بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کی قیمت لینے والے پر اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے لئے اٹھائی جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ اور اُن پر لعنت بھیجی ہے جو حد بندی کے نشانات اِدھر اُدھر ہٹا دیں، والدین پر لعنت بھیجنے والوں پر، غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والوں پر۔ اور ان عورتوں پر جو مرد کی وضع بنائیں لعنت بھیجی ہے۔ دین میں بدعت جاری کرنے والے پر اور اس پر عمل کرنے والے پر۔ تصویر بنانے والے پر، لواطت کرنے والے پر، ماں باپ کو گالی دینے والے پر۔ اندھے کو راستہ سے بھٹکا دینے والے پر۔ اور کسی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے اور اس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ دے یا اس کی شکل بگاڑے مسلمانوں کو ضرر پہنچانے والے اور اُن کو دھوکہ دینے والے پر، قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر، اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر، عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے والے پر۔ بی بی کے ساتھ دبر میں جماع کرنے والے پر ان سب پر آپنے لعنت بھیجی ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے سرکش ہو کر علیحدہ سوئے گی صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کا بیٹا گردانے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ آنحضرتؐ نے

یہ بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان بھائی کو کسی ہتھیار سے ڈرائے گا اُس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، صحابہؓ کو گالی دینے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔ لوگوں میں فساد کرانے والے پر، قطع رحمی کرنے والے پر۔ اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچانے والے پر۔ اللہ تعالےٰ کی آیات و ہدایت کو چھپانے والوں پر۔ ایماندار و پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر۔ اور اس آدمی پر جو کافروں کی راہ کو مسلمانوں کی راہ سے بہتر کہیں لعنت بھیجی ہے۔ جو مرد عورت کے کپڑے پہنے، اور جو عورت مرد کے کپڑے پہنے۔ اس پر بھی آنحضرتؐ نے لعنت بھیجی ہے ان امور کے علاوہ دوسرے بہت سے امور پر آنحضرتؐ نے لعنت بھیجی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف یہی سمجھ لے کہ یہ گناہ ایسے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کی تنبیہ کے لئے کافی ہے۔ اس کا صرف یہ سمجھنا ہی اس کو ان معاصی سے بچنے کا تقاضہ کرے گا۔

امام احمد بن حنبلؒ حضرت مالک بن دینارؓ سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم تھا۔ اس کے مکان پر ہمیشہ مردوں، عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا یہ انہیں وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا عبرت و نصیحت کے لئے تاریخی واقعات پیش کر کے نیکی کے لئے آمادہ کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے دیکھا کہ اُس کا لڑکا کسی عورت کو آنکھیں مار رہا ہے۔ وہ بولا بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آگرا۔ اور اس کا بھیجا پھٹ گیا۔ اُس کی بی بی بھی گر پڑی۔ اور اُس کے لڑکے قتل کر دیئے گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دیدو کہ تیری پشت

میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہوگا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس صرف اسقدر تھا۔ آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے گناہ دنیا کی اگلی امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ اور میراث ہے چنانچہ لواطت، قوم لوط کا ترکہ ہے۔ لین دین میں لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے زمین پر اکڑنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے تکبر و غرور جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس اُمت کا گناہ کرے گا اسی میں اس کا شمار ہوگا حالانکہ یہ امتیں اللہ تعالیٰ کی دشمن تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن احمد اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر اپنے والد سے اور وہ حضرت مالک بن دینارؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

اوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل ان قل لقومك لا تدخلوا مداخل اعدائی، ولا تلبسوا ملابس اعدائی ولا ترکبوا مراکب اعدائی ولا تطعموا مطاعم اعدائی فتکونوا اعدائی کما ھم اعدائی۔

انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالےٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ میرے دشمن جہاں داخل ہوں وہاں تم داخل نہ ہونا میرے دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہننا میرے دشمن جس سواری پر سوار ہوئے تھے تم سوار نہ ہونا۔ میرے دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا اگر تم ایسا کروگے تو جیسے وہ میرے دشمن

ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔

امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا

ان المومن یری ذنوبہ کانھا فی اصل الجبل یخاف ان یقع علیہ، وان الفاجر یری ذنوبہ کذباب وقع علٰے انفہ فقال بہ ھکذ افطار

صاحب ایمان گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگرے اور فاجر آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی ہے۔ ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔

گناہوں کا اثر

ایک اثر گناہوں کا یہ بھی ہے کہ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے خصوصاً ارباب خیر و صلاح سے اُس کو کچھ ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دُور بھاگتا ہے۔ اور جس قدر یہ وحشت اُس کے اندر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دُور بھاگتا رہتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے سے گریز کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے ہی محروم ہو جاتا ہے اور اِس طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دُور ہوتا جاتا ہے، شیطانی گروہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور یہ وحشت شُدہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کو اپنی بی بی، بچوں، اقربا، اعزہ بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے

چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر میں اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں بھی محسوس کرتا ہوں۔ معاصی کی وجہ سے زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ زلزلے آنے لگتے ہیں۔ زمین کی برکتیں۔ اور اُس کی روئیدگی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قوم ثمود کی آبادیوں سے گزرنے والوں کو حکم دیا تھا۔ کہ یہاں سے روتے ہوئے جلد سے جلد نکل جاؤ اور ان آبادیوں کا پانی نہ پیو۔ تاآنکہ حکم فرمایا کہ اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا ہے۔ پھینک دو۔ اپنے اونٹوں کو بھی نہ کھلاؤ۔ ا یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا تھا کہ قوم ثمود کے گناہوں کی نحوست اِس پانی میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ غرض! گناہوں کی شومی پھلوں۔ اور دیگر اشیاء میں بھی آتی ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے۔ جب مرد، مرد سے بدفعلی کرتا ہے۔ تو زمین چلاتی ہوئی بارگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہے۔ اور فرشتے بھاگے ہوئے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں اور شکایت پیش کرتے ہیں۔ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان بندے کے دل میں مرعوبیت اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ گنہگار آدمی کو تم ہمیشہ مرعوب و خوف زدہ پاؤ گے۔ کیوں کہ طاعت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دنیا اور آخرت کی عقوبتوں سے بندے کو محفوظ رکھتی ہے۔ طاعت عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو آدمی بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔ دنیا و آخرت کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اس قلعہ سے باہر نکلے گا خوف و ہراس مصائب و آلام کا شکار ہو جائے گا

جو بندہ طاعت الٰہی کو اپنا شیوہ بنالے گا۔ ہمہ قسم کا خوف وہراس اُس کے لئے امن وسکون۔ اطمینان وتسکین سے تبدیل ہو جائے گا۔ عاصی ونافرمان کا حال ہمیشہ تم ایسا پاؤ گے گویا اُس کا دل کسی پرندے کے پروں میں جوڑ دیا گیا ہے دروازہ کھٹکا سمجھا شکاری آگیا۔ قدم کی آہٹ سی سمجھا عزرائیل آگیا۔ کہیں سے کوئی آواز آئی سمجھا اسی کو کچھ کہہ رہا ہے اور ہر ناگوار چیز گویا اُسی کی تلاش میں پھر رہی ہے۔ پس حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا۔ ہر چیز اُسے ڈراتی ہے۔

گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رساں چیز ہے

یہ یقینی امر ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ کیا دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت، کوئی خرابی، کوئی تباہی اور بربادی۔ اور بیماری ایسی ہے جس کی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہوں؟ حضرت آدمؑ اور حضرت حواءؑ کو جنّت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنّت اور جنّت کی نعمتوں، لذتوں اور جنّت کی مسرّتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنّت الخلد اور دار بہجت و سرور سے نکال کر دار محن اور دار مصائب و آلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا۔؟ ابلیس معلم الملکوت تھا اس کو ملکوت سماوات سے کس چیز نے ملعون، مطرود اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر و باطن مسخ کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی، اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربین بارگاہ الٰہی میں بلند درجہ رکھتا تھا، لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب سے بڑا ملعون اور مردود بارگاہ بنکر رہ گیا۔ "رحمت" "لعنت" سے تبدیل ہو گئی، خوبصورتی

بدصورتی سے تبدیل ہوگئی۔ جنّت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب سے بڑا دشمن بن کر رہ گیا یا تو وہ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتا تھا. یا اب وہ کفر و شرک، کذب و دروغ، فحش و یاوہ گوئی کا دل دادہ ہے۔ لباس ایمان، لباس کفر، لباس فسق و فجور، لباس عصیان سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور نگاہِ خداوندی میں وہ انتہا درجہ ذلیل و خوار بن کر رہ گیا۔ رحمت الٰہی کی بلندیوں سے بالکل تحت الثریٰ میں جاگرا۔ پروردگار عالم کا قہر و غضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جاگرا، فجار، فساق بدکاروں اور جرائم پیشہ لوگوں کا بڑا سے بڑا قائد، اور سپہ سالار بن کر رہ گیا، یا تو وہ عبادات و طاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کیا کرتا تھا، یا اب وہ خدا کی ساری مخلوق سے بدتر۔ اور سب سے بڑا منکر و کافر بن کر رہ گیا۔ اے خدائے قادر و توانا تیری نافرمانی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آہ وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قومِ عاد پر بادِ صرصر مسلط کر دی؟ یہ لوگ مرکھپ گئے۔ اور زمین پر ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوٹے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں سے گزری شہروں، آبادیوں، باغوں اور کھیتوں، چوپایوں، جانوروں کو تباہ و برباد کرتی چلی گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔ اور وہ کونسی چیز

ہے جس نے قومِ ثمود پہ بادلوں کی گرج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے دل اور شکم شق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام مر کھپ گئے؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قومِ لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا۔ اور اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتّوں کے بھونکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کو تلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر ان پر جہنم کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی قوم کو نہیں دی گئی، کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قومِ شعیبؑ پر بادلوں کا عذاب بھیجا؟ یہ بادل چھتری کی طرح چھا گئے اور جب ان کے سروں پر آ گئے تو ان پر آگ برسانے لگے۔ اور وہ کونسی چیز ہے جس نے فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا۔ اور ان کی روحوں کو جہنم میں پہنچا دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہونے ہی کے لئے اور ان کی روحیں جہنم میں جلنے ہی کے لئے تھیں۔ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کا گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل و عیال کو زمین میں دھنسا دیا؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوحؑ کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع و اقسام کے عذابوں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب یٰسین کی قوم کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کر مارا تا آنکہ ایک نفر بھی زندہ نہ بچ سکا؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر و ظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں

تاراج و برباد کرادیا، اور ان کے سامان، گھر، مال واسباب سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ مرد قتل کئے گئے بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں۔ شہر کے شہر جلا کر خاکستر کر دیئے گئے۔ اور مال و دولت، غارتگری کے نذر ہو گئے، بار بار جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ و برباد کر دیئے گئے، کونسی چیز تھی جس نے ان کو انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے قتل وغارتگری کا نشانہ بنائے گئے۔ کبھی اسیر کئے گئے، کبھی ان کی آبادیاں تاراج کر دی گئیں۔ کبھی بادشاہوں کے جور و ستم کے نشانہ بنے اور کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بندر اور خنزیر کی صورتیں بنادی گئیں، اور آخری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی۔

گناہوں کی سزائیں

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرینِ عقل ہیں۔ اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں اور تم اپنے قلب کے اندر ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے۔ تو پھر تم جنایات و جرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے سامنے رکھو جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ نے مشروع فرمائی ہیں۔ اور ان پر غور کرو۔ مثلاً شارع نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق راہزن، ڈاکو کا ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محصن پر تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کے لئے کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ کہ کوڑوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ کسی کی شرمگاہ میں عضو تناسل کا صرف حشفہ بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے۔ تو اسے رجم کر دیا جائے۔ اگر غیر محصن سے زنا سرزد ہو

تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کوڑے مارنے۔ اور ایک سال جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے۔ فرض نماز ترک کرنے والے زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے لواطت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ حرام کاری کرے تو حکم دیا کہ حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے کو دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز کی جماعت ترک کرنے والے کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے۔ یہ اور اس قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات و جرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک جنایات و جرائم کے دواعی اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تجعل الله ندا وهو خلقك

تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل گردانو۔ حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے

انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

ان تقتل ولدك مخافة ان يطعم معك :

یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تزنی بحلیلۃ جارک :

یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرو۔

اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۔ وَلَا يَزْنُونَ : الاٰیۃ (فرقان)

اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں اور ناحق کسی کو جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام کیا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں الخ!

آنحضرتؐ نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا۔ جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت کر رہا تھا۔ تو آپؐ نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اور بڑے بڑے گناہ بتلا دیئے۔ قتل کرنے میں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے کو اسلئے قتل کر دے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہوگا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم ترین زنا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے۔ زنا کے درجے دو چند سہ چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے زناکاری کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور موجب عقوبت و سزا ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر کی حرمت و عزت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے۔ اس کا بستر بگاڑا جاتا ہے غیر کا نطفہ اور نسب اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی تکالیف اس کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لئے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے زناکاری کرنے سے زیادہ بھاری اور زیادہ وزنی گناہ ہے اور پھر اگر اس عورت

کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے۔ کہ زنا کے ساتھ پڑوسی کی بے حرمتی اور بے عزتی بھی ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے آنحضرتؐ نے زنا کے اقسام میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ایذا رساں ہے۔ اسی طرح مہلک جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم ہے اور اسی زنا کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

لا یدخل الجنة من لا یا من جارہ بوالقہ۔

وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

اور بڑے سے بڑا شر یہی ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زنا کاری کی جائے۔ اور عند اللہ پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا بے شوہر کی سو عورتوں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری ہے۔ اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو اس جنایت و جرم کے علاوہ قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور گناہ اور زیادہ وزنی ہو جائے گا۔ اور اگر پڑوسی خدا کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے گیا ہے۔ یا تبلیغ کے لئے گیا ہے یا تحصیل علم کے لئے گیا ہے۔ یا جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کسی غازی فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زنا کاری کی تو قیامت کے دن اسے غازی کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا۔ اور غازی سے کہا جائے گا۔ اس کی جس قدر نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔ آنحضرتؐ نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا فما ظنکم؟ یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اس وقت کیا کریگا؟ یعنی یہ اس وقت جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اس قدر ضرورت ہوگی کہ ایک ایک نیکی کے لئے آدمی مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔

کیا غازی اس وقت اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دیگا؟ جبکہ اسے کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر تو چاہے لے لے۔ اور اگر ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطع رحمی۔ اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور کہیں اتفاق ہو گیا کہ آدمی محصن بی بی والا ہے۔ تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائے گا! اور اگر زانی بڈھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی بڈھا زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور جن کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ یہ شامل ہو جائے۔ کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے مہینوں میں کیا جائے۔ یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعا کے اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نمازیں یا اوقات اجابت دعا میں تو یہ جرم زیادہ سنگین ہو جائے گا۔ اسی پر تم گناہوں، اور گناہوں کے مفاسد۔ جنایات، جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے درجات و مراتب کو قیاس کر لو۔ ان اللہ المستعان۔

زنا کے، مفاسد اور خرابیاں

صلاح عالم۔ فلاح دنیا کے سراسر خلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ وہ اپنے سارے کنبے اور قرابتداروں اور ماں باپ بھائی بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گھرانے۔ اور کنبے والوں کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔

اور اگر کہیں وہ زنا سے حاملہ ہوگئی۔ تو پھر ان کے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا۔ اور قتل نفس دو گنا ہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بلا وجہ تھوپا جاتا ہے اور اجنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً اس کنبے سے الگ ہے اور پھر وہ اسکو ان کا وارث اور حقدار بنا دیتی ہے حالانکہ وہ غیر ہے اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب و خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے زنا سے وابستہ ہیں۔ اگر مرد زنا کار ہے تو اس سے بھی اختلاط نسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و مامون عورت کو خراب۔ تباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ پس اس کبیرہ گناہ سے دین و دنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برزخ اور آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرماتِ الٰہیہ حلال کر لی جاتی ہیں بے شمار حقوق فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و مذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں میں عموماً روسیاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی زنا کی خاصیت ہے۔ کہ زانی کا "قلب" مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کی گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن و غم اور خوف و ہراس کا مخزن ضرور بن جاتا ہے اور خدائے مالک الملک اور فرشتوں سے اسے دُور پھینک دیتا ہے۔ اور شیطان کے قریب۔ بلکہ شیطان کی گود میں بٹھا دیتا

ہے۔ زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے۔ نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔ جب کسی قریہ، اور آبادی میں سود خوری اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد جاری کی جاتی ہے تنہائی میں نہیں۔ اور یہ مصلحت حدود۔ اور حکمت زجر و توبیخ کے عین مطابق ہے۔ محصن زانی کی حد قوم لوط کی سزا سے مشتق و ماخوذ ہے خدا نے اس قوم کو اوپر سے پتھر برسا کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ زنا۔ اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق۔ اور امر الٰہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت میں بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا احصاء و شمار مشکل ہے۔ مفعول کو قتل کر دینا مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ رعائت کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی تمام راہیں اس کے لئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور خدا کی زمین اس کے منہ اور پیشانی سے شرم و حیاء کا سارا پانی اور جوہر جذب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیاء بے شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ خدا سے شرماتا ہے، اور نہ خدا کی مخلوق سے، اور فاعل کا نطفہ اس کے اندر پہونچ کر وہ کام کرتا ہے جو زہر کام کرتا ہے۔ لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر۔ اور ذلیل و خوار۔ اور خبیث و ناپاک ہے۔ اور اس سے کسی خیر و فلاح کی امید نہیں ہے۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کے گناہ۔ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں غالب آجاتی ہیں اور خدا سے اعراض وغفلت۔ معاصی وگناہ کی جانب جرأت واقدام کا حصہ غالب آجاتا ہے۔ اور اس کے قلب پر یہ امور غالب آجاتے ہیں۔ قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور اس کی عقل وبصیرت کو اسیر وغلام بنا لیتے ہیں۔ انوار الٰہی کی قندیلیں بجھ جاتی ہیں خدا کی جانب بڑھنے کی راہوں میں دیواریں حائل ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی تذکرہ۔ کوئی نصیحت اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت وتذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پنجہ اسے آدبوچتا ہے۔

ایسے ہی لوگوں میں سے کوئی نزع میں تھا۔ اُسے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ کہنے لگا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے"۔ حمام منجاب کا قصہ ایک عجیب وغریب قصہ ہے ایک شخص اپنے گھر کے دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری۔ اور اس نے اس سے پوچھا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس پڑی پیچھے پیچھے یہ بھی پہنچ گیا۔ لڑکی نے اندر جا کر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کردی۔ خوشی ومسرت کا نہایت گرمجوشی سے اظہار کیا۔ اور کہنے لگی ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس طرح یہاں جمع ہو گئے اور پھر اس نے اسے دھوکہ دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر نکالی کہنے لگی۔ موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں

اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں ہیں۔ اس نے کہا اچھا جو کچھ تم کہو ابھی مہیا کر دوں۔ یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بازار کی طرف دوڑا۔ جاتے ہوئے دروازے کو کنڈی اور قفل بھی لگانا بھول گیا جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی ندارد۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچالے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں۔ بازاروں میں۔ گلی کوچوں میں گھومتا۔ اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

یارب قائلة یومًا وقد تعبت   این الطریق الی حمام منجاب؟

اے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی   کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر کو ہے؟

ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک باندی نے قریب کی کھڑکی سے یہ شعر پڑھا۔

ھل لاجعت سریعًا اذ ظفرت بہا   حوزا علی الدار او قفلا علی الباب

جب تو اس پر کامیاب ہو گیا تو تو نے جلد سے جلد   اسے گھر میں محفوظ کیوں نہ کر لیا اور دروازے پر تالا کیوں نہ چڑھا دیا۔

باندی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور صدمہ کی آگ بھڑکا دی۔ اور اس کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل پاگل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار نکلتے رہے وہ یہی شعر تھے۔

دوسرا واقعہ

"ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہو گیا۔ اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار

کرلی۔ اور بالآخر صاحب فراش ہوگیا۔ معشوق کا یہ حال تھا کہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افاقہ حاصل کر سکے۔ معشوق نے وعدہ کرلیا اور اسے خبر دی کہ وہ عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور رنج و غم کچھ کم ہوگیا۔ لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ فلاں راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کردیا ہے۔ اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے۔ اس لئے میں نہیں آسکتا۔ باوجودیکہ میں نے سخت اصرار کیا۔ لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی وقت بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے۔

اسلم یا راحة العلیل　　ویا شفاء المدنف النحیل

لے بیمار کی راحت اور اے حقیر و نحیف کی شفا میں تجھ پر سلامتی بھیجتا ہوں

رضاك اشهر الی فوادی　　من رحمته الخالق الجلیل

مرے دل میں تیری رضامندی خالق جلیل کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔

سننے والے نے کہا۔ اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے۔ ذرا خدا سے ڈر۔ اس نے جواب دیا۔ یہ تو ہو چکا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ یہ کہتا ہے۔ یہ سن کر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوءِ عاقبت اور برے انجام۔ اور منحوس خاتمہ سے محفوظ رکھے۔

قصہ ایک نوجوان کا

سمنون محب کہتے ہیں کہ ہمارے ہمسائے میں ایک شخص رہتا تھا۔ اُس کے پاس ایک لونڈی تھی، جس سے اُس کو کمال محبّت تھی۔ اتفاقاً وُہ بیمار پڑی۔ ایک روز وُہ شخص اس کے لیے خرما اور پنیر کا گھی میں حلوہ بنا رہا تھا۔ جس وقت وُہ چمچہ پھیر رہا تھا، اس لونڈی نے کرب و مرض میں آہ کہا، اُس شخص نے جو یہ آواز سُنی اس کے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب میں انگلیوں ہی سے ہانڈی چلانے لگا۔ یہاں تک کہ انگلیاں سب جل کر گر گئیں، اس لونڈی نے پُوچھا: یہ کیا ہے، اس نے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہے ـــــ محمّد بن عبداللہ بغدادی کہتے ہیں کہ مَیں نے بصرے میں ایک جوان کو اُونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگوں سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا ـــــ

مرنا ہو جسے عشق میں یُوں جی سے گزر جائے
بے موت نہیں عشق میں کچھ خیر تو مر جائے

پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور مر گیا۔

شراب پینے والے عبرت پکڑیں

حکایت: کسی بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ایک دلہن بیاہ کر دی۔ بادشاہ زادے نے شب عروسی کو دُلہن کے پاس جانے سے پہلے بہت زیادہ شراب پی لی۔ اور نشے میں دُھت جب دُلہن کی طلب میں باہر نکلا اور حجلۂ عروسی کی طرف چلا تو غلط راستے پر چل نکلا (راہ بھول گیا) اور گھر سے باہر ہی نکل گیا۔ چلتے چلتے ایک ایسی جگہ جا نکلا کہ وہاں اسے ایک گھر دکھائی دیا اور چراغ کی روشنی نظر آئی۔ وہ سمجھا کہ دلہن کے کمرے میں پہنچ گیا ہوں جب اندر گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو سو رہے ہیں۔ ہر چند انھیں پکارا لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سمجھا کہ گہری نیند میں ہیں۔ اُن میں سے ایک کو دیکھا کہ نئی

چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہی دُلہن ہے۔ پس اُس کے آغوش میں جا لیٹا اور چادر اُس پر سے ہٹائی تو خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ سوچا بلاشبہ یہ دُلہن ہے کہ یُوں خوشبو میں بسی ہوئی ہے، وہیں لیٹ گیا اور مباشرت میں مشغول ہوا۔ اپنی زبان جو اُس کے منہ میں ڈالی تو اُس میں رُطوبت نکل کر اُس کے اپنے منہ میں آنے لگی۔ وہ سمجھا کہ اُس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے اور گلاب اُس پر چھڑک رہی ہے۔ جب دن چڑھے ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ (گھر نہیں بلکہ) آتش پرستوں کا کمرہ ہے جس میں وہ لوگ مُردے ڈال جایا کرتے ہیں اور جنھیں وہ سوئے ہوئے سمجھ رہا تھا، دراصل وہ مُردے ہیں اور وہ جس نے نئی چادر اوڑھ رکھی تھی اور جسے وہ اپنی دلہن سمجھ بیٹھا تھا، ایک انتہائی بدصورت بُوڑھی عورت تھی جس کی موت تازہ تازہ واقع ہوئی تھی (یعنی وہ نیا نیا مُردہ تھا، جسے اسی روز وہاں ڈالا گیا تھا) اور وہ خوشبو جو اُس سے آ رہی تھی دراصل (عطر کی نہیں بلکہ) کافور کی تھی (جو مُردوں پر مل دیتے ہیں) اور وہ رطوبتِ دہن جو اُس تک پہنچی تھی سب کی سب اُس کی نجاست تھی اور پھر بغور دیکھا تو اپنے آپ کو سرتاسر اُس نجاست سے بھرا ہوا پایا۔ تب تو اپنے منہ اور تالو میں اُس نجاست کی تلخی بھی محسوس کرنے لگا۔ جس سے جی متلانے لگا۔ بس یہی چاہتا تھا کہ اس خجالت، ندامت، پلیدگی اور ذلت و رُسوائی میں پڑے رہنے کی بجائے ہلاک ہو جائے کیونکہ اُسے ڈر تھا کہ مبادا بادشاہ (اُس کا باپ) اور اُس کا لشکر اُسے اس حالت میں دیکھ لے۔ اِسی اندیشے میں غرق تھا کہ بادشاہ اپنے باحشمت لشکریوں سمیت اُسے تلاش کرتا ہُوا (سچ مچ) وہاں پہنچ گیا اور اُس کی وہ گت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ پس اُس وقت تو وہ چاہتا تھا کہ کاش زمین فی الفور شق ہو جائے اور وہ اُس کے نیچے سما جائے کہ اِس شرمندگی سے رہائی مل جائے۔

پس کل (قیامت کے دن) اہلِ دُنیا' دنیا کی تمام لذتوں اور شہوتوں کو اسی صُورت میں دیکھیں گے اور مبتلائے شہوات رہنے کے باعث اُن کا جو اثر اُن کے دل میں باقی رہ گیا ہوگا وہ اُنھیں ویسا ہی تلخ اور بیزار کُن محسُوس ہوگا جیسا کہ نجاستوں کے باعث اُس شہزادے کے کام و دہن سے محسوس کیا تھا' بلکہ اُس سے رُسواتر اور عظیم تر۔ کیونکہ وہاں کی سختیوں کی مثال اِس دنیا میں تلاش نہیں کی جا سکتی۔ تاہم (اس حکایت سے) اُس آگ کا ایک نمونہ سا البتہ سامنے آجاتا ہے جو وہاں پر دل وجان میں لگ رہی ہوگی (اور جو دراصل اب بھی موجود ہے) لیکن جسم اس سے بے خبر ہے اور اِسی کو ندامت و رُسوائی کی آگ کہتے ہیں۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

ایک نیک بخت عورت تھی اور اس کا خاوند سناری کا پیشہ کیا کرتا تھا، اُس عورت کے یہاں تیس برس سے ایک بہشتی آیا جایا کرتا تھا لیکن کبھی اُس نے اُسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک روز جو وہ آیا تو اُس نے بڑے زور سے اس عورت کا ہاتھ پکڑ لیا، جب اُس کا خاوند آیا تو اس عورت نے پوچھا کیا آج تم سے کوئی گناہ صادر ہُوا ہے اُس نے جواب دیا اور تو کچھ نہیں اتنا ضرور ہُوا، کہ ایک عورت نے مجھ سے کنگن خریدے تھے، اُس کے ہاتھ جو مَیں نے دیکھے تھے تو مجھے بڑے پسند آئے، مَیں نے زور سے اس کی کلائی پکڑ لی تھی وہ عورت بولی جیسا تم نے اپنے مسلمان بھائی کی بی بی کے ساتھ کیا تھا خدا نے اُس کا بدلہ تمھیں دیا کہ تمھاری بی بی کو بھی وہی پیش کیا، جب دوسرا دن ہُوا تو وہ بہشتی آکر معذرت کرنے لگا، اس عورت نے کہا تمھاری کوئی خطا و قصور نہیں یہ ساری خرابی میرے خاوند کی جانب سے ہے، چنانچہ اس مضمون کی تائید حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ لوگوں کی عورتوں کے ساتھ پارسائی برتو تو لوگ بھی تمھاری عورتوں کے ساتھ پارسائی کا برتاؤ کریں گے۔

حسن پرستوں کے عشق کی انتہائی غرض و غایت معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے وابستہ ہے

آخرت کو چھوڑ کر دنیا سے محبت کرنے والے کی حالت بعینہٖ اس نشہ باز بدمست کی سی ہو جاتی ہے جو نشہ و شراب میں چور ہے اس کا گھر جل رہا ہے مال و اولاد تباہ ہو رہی ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا، تباہ و برباد ہونا اور اس تباہی و بربادی کی تکلیف اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اس کی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے۔" لیکن جب یہ صحیح و تندرست ہو جاتا ہے۔ نشہ اُتر جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی و مدہوشی سے اُسے افاقہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنے حالات کا پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے جب دنیا سے کوچ ہو گا۔ جو امور پردۂ غیب میں ہیں شہود میں آئیں گے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئیں گی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچ رہا ہے اور اب وہ اپنے سامنے آلام و حسرتوں کا میدان پاتا ہے۔" مصائب و عذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام و حسرتیں و مصائب عذاب اس کے سامنے ہیں وہ اس قدر خطرناک ہیں کہ دنیوی آلام و تکالیف سے کئی ہزار گنا



قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

درسِ عبرت

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اِشاعتِ دینیات ○ انارکلی لاہور پاکستان

پیش لفظ

وہ حسین جس کی زُلف آج گھونگھر والی، مُشک بار اور عقل کو اُڑانے والی ہے، چند ہی دن بعد بڑھاپا اُسی زلف کو بوڑھے گدھے کی دُم بنا دیتا ہے اور بالکل بے قدر ہو جاتی ہے۔

وہ حسین بچّہ جس کو اہلِ ہوس اپنا سردار اور مولےٰ بنائے ہوئے ہیں، اور اس کی خوشامدیں کر رہے ہیں، تعریفیں اور خاطر و تواضع کر رہے ہیں، بوڑھا ہونے کے بعد کھوسٹ بندر کی طرح رسوائے زمانہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اسی بدنامی کی حالت میں اس حسین لڑکے کی داڑھی نکل آتی ہے، تو اب شیطان بھی اس کی خیریت معلوم کرنے سے شرماتا ہے ؎

گیا حُسنِ خوباں دل خواہ کا ہمیشہ رہے نام اللہ کا

جب حُسن کا اُس کے چہرہ سے نکھار جاتا رہتا ہے تو عشقِ مجازی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ اسی سبب سے عشقِ مجازی کے تمام ہنگامے جلد ہی خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور عشقِ حقیقی کا ہنگامہ ہمیشہ گرم تر، اور ترقی پذیر رہتا ہے اور جو لذّت رُوح کو عطا ہوتی ہے وہ صدہا حیات قربان کر دینے پر بھی ارزاں ہے۔

گاؤں میں اہلِ دیہات جانوروں کا پائخانہ ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ ہوائیں اس پر خاک کی تہ جما دیتی ہیں۔ بارش اُس پر نہایت عُمدہ

سبزہ اُگا دیتی ہے۔ نیچے گوبر جس نے نہیں دیکھا، اُس کی آنکھ اِس سبزہ پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ عقل کہتی ہے کہ تِرِ سبزہ کیا چیز ہے، اس کی تحقیق کرو۔ دُنیا مُردار ہے۔ اُوپر سے مزیّن اور حسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلّم دنیا کی بے ثباتی اور فنائیت سے آگاہ فرماتے ہیں۔ کفّار پھر بھی اسی پر عاشق ہیں، اور موت کے وقت محروم کفِ افسوس مَلتے ہوئے اس رنگین دُنیا کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دِل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے
جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بُلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے، نہ لگانا دل کو بہار سے

دُنیا کے اندر دو حالتیں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں بنتا ہے، کہیں بِگڑتا ہے، کہیں شادی کہیں غمی، کہیں ولادت کہیں موت۔ ہر وقت تعمیر و تخریب کے مناظر سامنے ہیں۔ بس ہر چیز کا شباب اور اُسکی زیبائش اپنی طرف دعوت دیتی ہے۔ یہی اس کا کون یعنی وجودِ تعمیری ہے۔ اور ہر چیز کا بڑھاپا اور اس کی انحطاطی حالت کہتی ہے کہ جاؤ اپنا کام کرو، وقت ضائع نہ کرو۔ مَیں بالکل ناقابلِ توجّہ بے قدر ہوں یہی اُس کا فساد ہے۔

اے وہ شخص جو خوبیٔ بہار کو دیکھ کر فرطِ لذّت سے ہونٹ کاٹتا ہے تو دھوکا نہ کھا، بلکہ سردی کے زمانہ اور موسمِ خزاں کی زردی بھی پیش نظر رکھ

اور سمجھ کہ یہ حالت ہمیشہ نہ رہے گی محض چند روزہ بہارِ حُسن سے دل مت لگا۔

اے شخص کہ آفتاب کی خوشنمائی اور اسکی آب و تاب سے تُو اس پر فریفتہ ہے۔ ذرا اُس کی حالت غروبِ آفتاب کے وقت بھی دیکھ کہ اس کا زوال کیسا ہوتا ہے۔ اے شخص تو آسمان پر چودھویں رات کے چاند پر فریفتہ مت ہو کہ عنقریب اس کے زوال کا منظر بھی سامنے ہوگا کہ چاند اپنے نُور سے محروم ہوگا اور حسرت کرے گا۔

پس اگر تم کو ان سیم تن بُتوں کے تن سیمیں نے پھانس لیا ہے تو تم کو اس کی آخری حالت پر غور کرنا چاہیئے کہ حُسن بالکل ناپائیدار ہے، اور بڑھاپے میں یہ منظرِ حُسن روئی کا کھیت معلوم ہوگا۔

اے شخص جو آنکھیں تجھے آج بہت نشیلی مشابہ نرگس معلوم ہو رہی ہیں اور جان کی طرح محبوب ہیں، ایک دن تُو دیکھے گا کہ یہ چندھی ہوگئی ہیں اور ان سے کیچڑ اور پانی بدبودار جاری ہے۔

صُورتوں پر فریفتہ ہونے اور اُن پر جان چھڑکنے سے بچو نجات پا جاؤ گے۔

خواجہ محمدؐ اسلام

گانا۔ زنا کا زینہ

راگ کی آوازیں سُن سُن کر بہت سے عابد اور زاہد فتنہ میں پڑ گئے ہیں گانے کی آواز عقل میں تغیر لاتی ہے اور انسان جب طرب و نشاط میں آتا ہے تو باوجود صحتِ ہوش و حواس کے ایسی حرکتیں کر گذرتا ہے جو عقلِ سلیم کو بُری معلوم ہوتی ہیں۔

عبرت آمیز واقعہ صفوان بن اُمیہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ اتنے میں عمرو بن قرہ نے آکر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے لئے اللہ تعالےٰ نے شقاوت اور بدبختی مقرر فرمائی ہے کہ مجھ کو بغیر دف بجانے کے رزق نہیں مل سکتا۔ آپؐ مجھ کو گانے بجانے کی اجازت دے دیں مَیں فحش گانا نہیں گاؤں گا۔ حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مَیں تجھے ہرگز اجازت نہیں دوں گا، نہ تیری عزّت کروں گا، اور نہ ہی تجھ کو چشمِ عطا سے دیکھوں گا۔ اے خدا کے دشمن تُو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تجھ کو حلال اور پاک رزق عطا فرمایا ہے اور تُو خدا کے رزق میں حرام اختیار کرتا ہے۔ اگر مَیں تجھ کو اس سے پیشتر منع کر چکا ہوتا تو اس وقت تجھ سے بری طرح پیش آتا۔ چل میرے پاس سے اُٹھ جا، اور خدا کے سامنے توبہ کر۔ یاد رکھ، اگر اب تُو نے ایسا کیا تو مَیں تجھ کو دردناک سزا دوں گا، تیرا منہ

بگاڑ دوں گا، تجھ کو تیرے گھر بار سے نکال کر شہر بدر کر دوں گا اور تیرا ساز و سامان مدینہ کے نوجوانوں میں لٹوا دوں گا۔

یہ باتیں سن کر عمرو بن قرہ نہایت غم ناک اور اندوہگیں ہو کر وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ جب وہ جا چکا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہی لوگ عاصی اور نافرمان ہیں۔ جو کوئی ان میں سے بغیر توبہ کے مرے گا، حشر میں اللہ تعالےٰ اُس کو ننگا کر کے اُٹھائیں گے ایک چیتھڑا بھی بدن پر نہ ہوگا اور جب کھڑا ہونے لگے گا تو لڑکھڑا کر گر پڑے گا۔ یزید بن ولید کہتے ہیں۔

اے بنی اُمیہ! تم غنا سے دُور رہو کیونکہ غنا شہوت کو بڑھاتا ہے، اور آدمیت کی بُنیاد ڈھاتا ہے، شراب کا قائم مقام ہے، اور نشہ کا عمل کرتا ہے۔ عورتوں کو اس سے دُور رکھو کیونکہ غنا حرام کاری کی طرف بُلاتا ہے۔

ناچ گانے کی محفلیں، بندروں اور خنزیروں کا مجمع حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہونگے؟ فرمایا۔ ہاں! وہ (برائے نام) نماز، روزہ اور حج بھی کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا۔ وہ آلاتِ موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلہ و سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے، اور

شرابیں پیا کریں گے (بالآخر) وہ رات بھر مصروفِ لہو رہیں گے اور صُبح ہوگی تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے معاذاللہ۔

ایک عابد کی حُسن پرستی کا انجام

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ اس کے زمانہ میں کوئی عابد اس کے مقابل نہ تھا۔ اُس کے وقت میں تین بھائی تھے، اُن کی ایک بہن تھی جو باکرہ تھی۔ اس کے سوائے وُہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتّفاقًا ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا۔ اُن کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں اور اُس پر بھروسہ کریں۔ لہٰذا سب نے اس رائے پر اتّفاق کیا کہ اس کو عابد کے سپُرد کر جائیں۔ وہ عابد اُن کے خیال کے موافق تمام بنی اسرائیل میں ثقہ اور پرہیزگار تھا۔ چنانچہ اُس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالہ کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں، ہماری بہن آپ کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ عابد نے انکار کیا اور اُن سے اور اُن کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ وہ نہ مانے اور اصرار کرتے رہے کہ اُن کی بہن کو اپنی نگرانی میں رکھنا منظور کرلیں۔ حتّٰی کہ عابد نے اُن کی درخواست کو منظور کرلیا اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ۔ اُنہوں نے ایک مکان میں اُس کو

لا اُتارا اور چلے گئے۔

وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مُدّت تک رہتی رہی۔ عابد اُس کے لئے کھانا لے کر چلتا تھا اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پر رکھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اور واپس اندر چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا وہ اپنے گھر سے آکر کھانا لے جاتی تھی۔

شیطانی مکر و فریب راوی نے کہا کہ پھر شیطان نے عابد کو نرمایا اور اُس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا اور لڑکی کا دن میں عبادت خانہ تک آنا اُس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی دن میں کھانا لینے کے لئے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی عصمت میں رخنہ انداز ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا کھانا لے کر اُس کے دروازے پر رکھ آیا کرے، اس میں اجرِ عظیم ملے گا۔ غرضیکہ عابد کھانا لے کر اُس کے گھر جانے لگا۔ بعد ایک مُدّت کے پھر شیطان اُس کے پاس آیا اور اُس کو ترغیب دی اور اس بات پر اُبھارا کہ اگر تُو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے یہ مانوس ہو، کیونکہ اُس کو تنہائی سے سخت وحشت ہوتی ہے۔ شیطان نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ عابد اُس لڑکی سے بات چیت کرنے لگا۔ اپنے عبادت خانہ سے اُتر کر اُس کے پاس آنے لگا۔

پھر شیطان اُس کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ بہتر یہ ہے، کہ تُو عبادت خانہ کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور دونوں

باہم باتیں کرو، تاکہ اُس کو اُنس ہو۔ آخر کار شیطان نے اُس کو صومعہ سے اُتار کر دروازے پر لا بٹھایا۔ لڑکی بھی گھر سے دروازے پر آئی۔ عابد باتیں کرنے لگا۔ ایک زمانے تک یہ حال رہا۔ شیطان نے عابد کو پھر کارِ خیر کی رغبت دی، اور کہا۔ بہتر ہے کہ تُو خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہم کلامی کرے، اس میں زیادہ دلداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا۔ شیطان نے پھر تحصیلِ ثواب کی رغبت دی اور کہا کہ اگر لڑکی کے دروازے سے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ اس کو دروازے تک آنے کی بھی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔ عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعے سے لڑکی کے دروازے پر آکر بیٹھتا تھا، اور باتیں کرتا تھا۔

ایک عرصہ تک یہ کیفیت رہی۔ شیطان نے پھر عابد کو اُبھارا کہ اگر عین گھر کے اندر جا کر باتیں کیا کرے تو بہتر ہے تاکہ لڑکی باہر نہ آوے، اور کوئی اُس کا چہرہ نہ دیکھ پائے۔ غرض عابد نے یہ شیوہ اختیار کیا، کہ لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اُس سے باتیں کیا کرتا، اور رات کو اپنے صومعے میں چلا آتا۔ اس کے بعد پھر شیطان اُس کے پاس آیا۔ اور لڑکی کی خوب صورتی اُس پر ظاہر کرتا رہا، یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کے زانو پر ہاتھ مارا اور اُس کے رُخسار کا بوسہ لے لیا۔

پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا۔ اور اُس کے دل پر غلبہ کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ اس سے ملوّث ہو گیا، اور لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک لڑکا جنا۔ پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے

لگا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آ گئے اور اس بچہ کو دیکھا تو تم کیا کرو گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ یا وہ تمہیں رُسوا کریں۔ تم اس بچہ کو لو، اور زمین میں گاڑ دو۔ یہ لڑکی ضرور اس معاملہ کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی، اس خوف سے کہ کہیں وہ نہ جان لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی۔ عابد نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو زمین میں گاڑ دیا۔

پھر شیطان نے اُس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو کہ یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکت کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں۔ تم اس کو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ دفن کر دو۔ غرض اس عابد نے لڑکی کو بھی ذبح کیا اور بچے سمیت گڑھے میں ڈال کر اُس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا۔ اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک مُدّت گذرنے کے بعد لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور عابد کے پاس جا کر اپنی بہن کا حال پُوچھا۔ عابد نے اُن کو اُس کے مرنے کی خبر دی اور افسوس ظاہر کر کے رونے لگا، اور کہا کہ وہ بڑی نیک بی بی تھی۔ دیکھو یہ اُس کی قبر ہے۔ بھائی قبر پر آئے اور اُس کیلئے دُعائے خیر کی اور روئے، اور چند روز اُس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔

راوی نے کہا۔ جب رات ہوئی اور وہ اپنے بستروں پر سوئے تو شیطان اُن کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت بن کر نظر آیا۔

پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا اور اُس کی بہن کا حال پُوچھا۔ اُس نے
عابد کا اُس کے مرنے کی خبر دینا اور اُس پر افسوس کرنا اور مقامِ قبر
دکھانا بیان کیا۔ شیطان نے کہا۔ سب جھُوٹ ہے۔ تم نے کیونکر
اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا۔ عابد نے تمہاری بہن سے فعلِ بد کیا۔ وُہ
حاملہ ہوگئی اور ایک بچّہ جنا۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اُس بچّے
کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور ایک گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا۔
جس گھر میں وہ تھی، اُس کے اندر داخل ہونے میں وہ گڑھا داہنی جانب
پڑتا ہے۔ تم چلو اور اُس گھر میں جا کر دیکھو۔ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹے
ایک جگہ ملیں گے جیسا کہ مَیں تم کو بیان کرتا ہوں۔ پھر شیطان منجھلے
بھائی کی خواب میں آیا، اُس سے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر چھوٹے کے پاس
گیا، اُس سے بھی یہی گفتگو کی۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے
اور یہ تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجّب میں تھے۔ ہر ایک آپس
میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ مَیں نے رات عجیب خواب
دیکھا۔ سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا
یہ خواب فقط ایک خیال ہے اَور کچھ نہیں، یہ ذکر چھوڑو اور اپنا کام
کرو۔ چھوٹا کہنے لگا کہ مَیں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لُوں گا، باز نہ
آؤں گا۔ تینوں بھائی چلے۔ جس گھر میں اُن کی بہن رہتی تھی آئے۔ دروازہ
کھولا، اور جو جگہ اُن کو خواب میں بتائی گئی تھی، تلاش کی۔ اور جیسا
اُن سے کہا گیا تھا، اپنی بہن اور اُس کے بچّے کو ایک گڑھے میں ذبح

کیا ہوا پایا۔ اُنھوں نے عابد سے کُل کیفیت دریافت کی۔ عابد نے شیطان کے قول کی اپنے فعل کے بارے میں تصدیق کی۔ اُنھوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر نالش کی۔ عابد صومعے سے نکالا گیا اور اُس کو دار پر کھینچنے کے لئے لے چلے۔

جب اُس کو دار پر کھڑا کیا گیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ مَیں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو عورت کے فتنے میں ڈال دیا، یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ اب اگر تم میرا کہنا مانو اور تم مجھ کو سجدہ کرو، تو مَیں تم کو اس بلا سے نجات دوں۔ عابد نے سجدہ کیا خدا تعالیٰ سے کافر ہو گیا۔ پھر جب عابد نے کُفر باللہ کیا۔ شیطان اُس کو اُس کے ساتھیوں کے قبضہ میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اُنھوں نے اُس کو دار پر کھینچا۔

اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ الآية یعنی شیطان کی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ کُفر کر۔ جب وُہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا، مَیں تجھ سے الگ ہوں مَیں اللہ رب العٰلمین سے خوف کرتا ہوں۔ اس شیطان اور اُس کافر دونوں کا انجام یہی ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

مکّار عورتوں کے چکر سے اللہ بچائے۔

بنی اسرائیل میں ایک مرد صالح تھا اس کی عورت خوبصورت تھی ایک جوان اُسے دیکھ کر عاشق ہو گیا، اس عورت نے اس جوان کو ایسی کنجی بتادی کہ جب چاہے اس کے پاس چلا آوے ایک روز اس کے خاوند نے کہا، مجھے تیری حالت اچھی نہیں معلوم ہوتی لہذا تجھے قسم کھانا چاہیئے کہ کوئی خیانت نہیں ہوئی اُس نے کہا اچھا، پھر جب اس کا خاوند چلا گیا اور وہ جوان آیا تو اس نے یہ ماجرا اُس سے بیان کیا، اُس نے کہا پھر اس سے خلاصی کی کیا صورت ہے وہ بولی گدھے کو کرایہ پر چلانے والوں کا سا لباس پہن کر اور ایک گدھا لے کر شہر کے دروازے پر کھڑا رہنا پھر جب اُس کا خاوند آیا اور اُس نے قسم کھلانے کے لیے باعظمت پہاڑ پر جس پر جا کر وہ لوگ قسم کھایا کرتے تھے اُسے لے جانا چاہا تو وہ اُس کے ہمراہ نکل کھڑی ہوئی جب اُس نے گدھے والے کو دیکھا تو کہنے لگی ہیں تو ضرور سوار ہو کر چلوں گی خاوند نے اُسے سوار کرا دیا اور یہ سب پہاڑ پر چڑھنے لگے جب پہاڑ پر پہنچ گئے تو وہ گدھے پر سے گر پڑی اور اس کا کچھ بدن کُھل گیا پھر کہنے لگی خدا کی قسم تیرے سوا مجھے کسی نے نہیں دیکھا ہے مگر ہاں اس گدھے والے نے اس پر پہاڑ شدت سے مضطرب ہوا۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ کے قول میں اسی قسم کا ذکر ہے۔

وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ — اگرچہ ان کا ایسا مکر ہو کہ اس سے پہاڑ ہل جائیں۔

عبدالحق الاشبیلی رحؒ کہتے ہیں کہ" ایک واقعہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان و نماز کا سخت پابند تھا اور صرف اذان و نماز کے لیے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعات و عبادات کی وجہ سے اس کے منہ اور پیشانی پر نور برستا تھا۔ ایک روز وہ اپنی عادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ پر چڑھا۔ منارہ کے نیچے عیسائی کا گھر تھا اتفاق سے اُس گھر پر اُس کی نظر پڑی۔ دیکھا ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اُس وقت یہ بے قابو ہو گیا۔ اذان و نماز کو خیر باد کہہ کر منارہ سے نیچے اُترا اور سیدھا اُس عیسائی کے مکان پر پہنچا۔ لڑکی نے اس سے کہا یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے میرا دل تُو نے چھین لیا ہے میرے قلب کی تُو مالک ہو گئی ہے۔ لڑکی نے کہا میں بُرا کام ہرگز نہیں کر سکتی۔ اُس نے کہا میں تجھ سے شادی کر لیتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان۔ میں عیسائی میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں۔ لڑکی نے کہا ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی ہو گیا۔ اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے گر پڑا اور اسی وقت مر گیا اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین بھی کھو بیٹھا۔ اور آخرت بھی برباد کر لی۔

سجاح اور مسیلمہ کذّاب

جس طرح موسم برسات کے آغاز میں بسیطِ ارض پر طرح طرح کی نئی مخلوق ظاہر ہونے لگتی ہے سینکڑوں قسم کے کیڑے مکوڑے اِدھر اُدھر رینگتے دکھائی دیتے ہیں، اور ہزاروں لاکھوں پتنگے فضائے محیط پر مسلّط ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح حضرت فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم جب قصرِ نبوت کی تکمیل فرما کر اس خراب آباد عالمِ صوری سے اوجھل ہوئے تو بیسیوں ہوا پرست مدّعی اُٹھ کھڑے ہوئے، اور بہتوں نے خود ساختہ نبوّت کی دکانیں کھول کر اپنے تقدّس کی ڈفلی بجانی شروع کر دی۔ سجاح بھی انہی برساتی نبیوں میں سے ایک نبیہ تھی۔ جسے مسیلمہ کذّاب کی دیکھا دیکھی نبوّت کی دکان آرائی کا حوصلہ ہوا۔ بعض مؤرخوں نے اُسے سجاح بنت حارث بن سوید بن عقفان لکھا ہے، دوسروں نے اُسے سوید بن یربوع کی دختر قرار دیا ہے۔ ہوازن کے قبیلہ بنی تمیم میں پیدا ہوئی اور اُس کا نشو و نما عرب کے شمال مشرق میں اس سرزمین میں ہوا، جو آج کل عراق عرب کہلاتا ہے اور شاید اسی کو دو دریاؤں دجلہ و فرات کے مابین واقع ہونے کی وجہ سے الجزیرہ بھی کہتے ہیں۔ سجاح مذہباً عیسائی اور نہایت فصیحہ و بلیغہ اور بلند حوصلہ عورت تھی۔ اسے تقریر و گویائی میں ید طولےٰ حاصل تھا اور جدّتِ فہم، جودتِ طبع اور اصابتِ رائے

میں نظیر نہ رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے زمانہ کی مشہور کاہنہ تھی، اور کہا کرتی تھی کہ میری اور سطیح کی ایک ہی رائے ہے، اور ان سب خوبیوں پر مستزاد یہ کہ ابھی شباب کا عالم اور دل ربائی کا زمانہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ صفات ایسے نہ تھے جو کسی کی صید افگنی میں ناکام اور بے مراد رہتے۔

دعوائے نبوّت جب سجاح نے اپنی ہونہار فطرت پر نظر کی اور دیکھا کہ مسیلمہ نے بسترِ پیری پر دعوائے نبوّت کر کے اتنا عروج و اقتدار حاصل کر لیا تو اُسے بھی اپنے جوہرِ خداداد سے فائدہ اُٹھا کر کچھ کرنا چاہیئے تو مسیلمہ کی طرح نبوّت کا کاروبار جاری رکھنے کے قضیہ پر غور کرنے لگی۔ آخر جونہی سیّد العرب والعجم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خبرِ وفات سُنی، نبوّت اور وحیِ الٰہی کی دعوے دار بن بیٹھی۔ سب سے پہلے بنی تغلب نے اُس کی نبوّت کو تسلیم کیا۔ جن کی وجہ سے اُس میں ایک گونہ قوّت آگئی۔ ہذیل بن عمران جو بنو تغلب کا ایک نامور سردار اور عیسائی مذہب رکھتا تھا، دینِ مسیحی چھوڑ کر سجاح پر ایمان لے آیا۔ سجاح کو جب اتنی قوّت حاصل ہو گئی تو اُس نے تبلیغ و دعوت کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ مسجّع اور مقفّا عبارتوں میں خطوط لکھ لکھ کر تمام قبائل عرب کو اپنے کیشِ جدید کی دعوت دی۔ جن کی وجہ سے صدہا عرب نعمتِ اسلام سے محروم ہو کر ہاویۂ جہالت اور بادیۂ ضلالت میں سرگردان ہونے لگے۔ مالک ابن ہبیرہ رئیس بنی تمیم کے نام بھی ایک خط لکھا تھا۔ وہ اس

مکتوب کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر اس کا گرویدہ ہوگیا۔ سر آنکھوں پر چل کر جبہ سائی کی، اور ترکِ اسلام کر کے مرتد ہوگیا۔ بہت سے دوسرے قبائل بھی ترکِ اسلام کر کے سجاح کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ جن میں احنف بن قیس اور حارث بن بدر جیسے معزز شرفا۔ اس کی حمایت میں نمایاں سرگرمی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس کے بعد زیاد ابنِ ہلال، بنی ایاد کے لوگوں کے ساتھ، عقہ ابنِ ہلال بنی نمر کے ساتھ، سلیل بن قیس بنی شیبان کی معیت میں اس کے لشکر میں آ شامل ہوئے۔ اور سجاح کے جھنڈے تلے ایک لشکرِ جرّار جمع ہوگیا۔ اس لئے اب وہ اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی اسلام کے (معاذ اللہ) قلع قمع کی تدبیریں سوچنے لگی۔ حضرت سیّد العرب والعجم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت قبیلہ بنی تمیم کے اندر اسلامی عُمّال اس تفصیل سے تھے۔ قبائل رباب، عوف اور انبار میں زبرقان بن بدر، قبائل مقاعس اور بطون میں قیس بن عاصم، بنو عمرو میں صفوان بن صفوان، بنو مالک میں وکیع بن مالک اور حنظلہ میں مالک بن نویرہ۔ جب خواجۂ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر مشہور ہوئی تو صفوان صدقاتِ بنی عمرو اور زبرقان رباب، عوف اور انبار کے صدقات لے کر خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ لیکن قیس ابنِ عاصم، مقاعس اور بطون کے صدقات وصول کر کے مستقبل کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ باقی رہے وہ لوگ جو اسلام پر ثابت قدم تھے وہ ان لوگوں کے فتنہ و فساد میں اُلجھ گئے جو عواقبِ اُمور

کا انتظار کر رہے تھے یا علانیہ مرتد ہو گئے تھے۔ اس اثنا میں سجاح بنتِ حارث نے بھی دعوائے نبوّت کے ساتھ خروج کیا اور اپنے پیروؤں کو لئے ہوئے مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں سے لڑنے کو چلی۔

عُروج و اقبال کا دَور بنی تمیم میں اختلاف تو پہلے ہی سے تھا سجاح کے خروج نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ مالک بن نویرہ نے سجاح سے مصالحت کر لی اور اُسے مدینہ پر فوج کشی کرنے سے روکا اور کہا کہ آپ سرِ دست مسلمانوں سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں اس لئے سجاح نے اسلامیوں سے اُلجھنے سے پیشتر عربوں کو باہم لڑانے اور غیر مسلم اعداء سے نپٹنے کی صلاح ٹھہرائی۔ مالک بن نویرہ نے اُسے بنی تمیم پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔ سجاح کا لشکر سیل کی طرح بنی تمیم پر جا پڑا۔ بنی تمیم سجاح کے حملہ کی تاب نہ لا کر بے اوسان بھاگے، اور وکیع بن مالک سجاح سے مِل گیا۔ البتہ قبائل بنی رباب اور ضبہ نے متّفق ہو کر سجاح کا خُوب جم کر مقابلہ کیا۔ ایک گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں سجاح کو ہزیمت ہوئی اور اس کے کئی زبردست اور کار آزمودہ افسر گرفتار ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد دونوں قبیلوں نے سجاح سے مصالحت کر لی۔ اب سجاح اپنی سابق قرارداد کے بموجب اپنا لاؤ لشکر لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جب نباح کے مقام پر پہنچی تو اوس بن خزیمہ نے بنی عمرو کو لے کر راستہ ہی میں اُس پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں بڑا بھاری رن پڑا۔ سجاح کے پیروؤں میں سے ہذیل اور عقبہ گرفتار ہو گئے۔ لیکن پُرفن سجاح کی حکمتِ عملی

کامیاب ہوئی اور فریقین نے ان شرائط پر کہ اوس بن خزیمہ سجاح کے قیدیوں کو چھوڑ دے، اور سجاح بلادِ اوس میں کسی قسم کی دست درازی نہ کرے، مصالحت کر لی۔ اس واقعہ کے بعد مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک اس سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں چلے گئے۔ سجاح نے انہیں باز رکھنے کی بہتیری کوششیں کیں، لیکن بالآخر اُن کی اعانت سے دست بردار ہونا پڑا۔

سجاح کی فوج کشی یمامہ پر سجاح نے اُسی رات ایک مسجع عبارت تیار کی اور صبح کے وقت فوج کے سرداروں کو جمع کر کے کہنے لگی کہ اب مَیں وحی الٰہی کی ہدایت کے بموجب یمامہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں۔ یمامہ وہ جگہ تھی جہاں مسیلمہ کذّاب مشہور مدعیٔ نبوّت کوسِ اَنَا وَلاغیری بجا رہا تھا سجاح فوج کثیر کے ساتھ ارضِ یمامہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اِدھر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ سجاح کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ شرجیل بن حسنہؓ اور حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل بھی ساتھ تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو خبر ملی کہ اسلام کے دو مشترک دشمن باہم نبرد آزما ہونے کو ہیں، تو وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔

جب مسیلمہ کو سجاح کے دعوائے نبوّت اور اُس کے لشکر کے سر پر آپہنچنے کی اطلاع ملی تو اس کی کشتیٔ خاطر دریائے اضطراب میں ہچکولے کھانے لگی۔ مسیلمہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر سجاح سے تعرّض کیا جائے گا

اور اُس سے مڈبھیڑ کی نوبت آئے گی تو ادھر ثمامہ بن اثال یمامہ میں اُس سے ضرور چھیڑ چھاڑ کرے گا، اور دوسری طرف شرجیل بن حسنہ بھی عساکرِ اسلام کو لے کر شبخوں اور غارت گری پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس لئے اُس نے آج کل کی یورپین قوموں کی طرح حرب و پیکار کے بجائے عیّاری اور کیّادی سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ سجاح کے پاس ہدایا و نفائس بھیج کر اُس سے دوستی پیدا کرنے کا ڈھنگ نکالا اور کہلا بھیجا کہ پہلے عرب کے کُل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے، لیکن چونکہ قریش نے بدعہدی کی، اس لئے وہ نصف تمہیں دیتا ہوں، اور یہ بھی پیغام دیا کہ مجھے آپ کی مُلاقات کا کمال اشتیاق ہے، اگر حاضری کی اجازت ہو تو بڑی ذرہ نوازی ہوگی۔ سجاح نے ملاقات کی اجازت دی۔

عشق و محبت کی کمند میں پھانسنے کی تدبیر مسیلمہ بنی حنیفہ کے چالیس ہوشیار پیروؤں کو ساتھ لے کر سجاح کے پاس پہنچا اور بڑے تپاک اور اُلفت سے ملا۔ اس کی صورت و سیرت اور صباحت و بلاغت کا نظرِ غائر سے مطالعہ کیا اور حالات گرد و پیش کا اندازہ کر کے یقین ہو گیا کہ اس سے جنگ و جدال سے پیش پانا دشوار ہے۔ عورت ذات عشق و محبت کے کمند میں پھنسا کر ہی رام کی جا سکے گی مسیلمہ نے سجاح سے درخواست کی کہ آپ میری دعوت قبول کریں اور میرے خیمہ تک تشریف لے جا کر مجھے سرفراز فرمائیں۔ وہیں پہنچ کر میں آپ کی رنگیں بیانی سے فائدہ اُٹھاؤں گا، اور اسی مقام پر ہم دونوں اپنی اپنی نبوّت کا

تذکرہ درمیان میں لائیں گے۔ سجاح جو پیرایۂ حزم و دور اندیشی سے بالکل عاری تھی، فوراً رضامند ہو گئی اور یہ بھی وعدہ کر لیا کہ دونوں کے آدمی خیمہ سے دُور رہیں گے۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہو گی۔ اس کامیابی پر اس پیرِ فرتوت کی باچھیں کھِل گئیں اور چشمِ دل حصولِ مقصد کے نُور سے روشن ہو گئی۔ مسیلمہ ملاقات کر کے واپس آیا اور جوشِ مسرّت اور فرطِ انبساط سے پھُولا جامے میں نہ سماتا تھا۔ حُکم دیا کہ ایک نہایت خوشنما اور پُر تکلّف خیمہ فوراً نصب کیا جائے۔ اس حُکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ مسیلمہ نے اس محبوبِ دل نواز کا کشورِ دل فتح کرنے کے لئے اُسے اعلیٰ قسم کے اسبابِ عشرت اور سامانِ زینت سے آراستہ کیا۔ انواع و اقسام کے عطریات مہیّا کئے اور خیمہ کو ہر طرح سے بنا سجا کر حجلۂ عروسی بنا دیا۔ جب تمام تیاریاں مکمّل ہو گئیں تو حُور طلعت سجاح بن سنور کر اور جوبن نکھار کر حُسن و لطافت کے پھُول برساتی معشوقانہ انداز کے ساتھ خراماں خراماں آپہنچی۔ مسیلمہ نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ نہایت نرم اور گدگُدے ریشمیں گدیلے پر بٹھایا اور اُس سے میٹھی میٹھی باتیں شروع کیں۔ خوشبو کی لپٹوں نے سجاح کو مست و مسرور کر دیا تھا۔ مسیلمہ جانتا تھا کہ جب عورت خوشبو سے مست ہوتی ہے تو وہ مرد کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور گو مسیلمہ اُس وقت سن رسیدہ تھا لیکن اُس کے قویٰ کچھ زیادہ مضمحل نہ ہوئے تھے۔ مسیلمہ نے کہا۔ اگر جناب پر حال ہی میں کوئی وحی نازل ہوئی ہو تو سُنایئے۔ سجاح بولی۔ نہیں، پہلے آپ اپنی وحی کے الفاظ سُنائیں کیونکہ میں پھر بھی

عورت ذات ہوں۔ اس جواب سے مسیلمہ بھانپ گیا کہ سجاح میں نبوّت کا حوصلہ اُس کی نسبت بہت پست ہے اور سجاح کی پیغمبری بھی اس کے دعوائے نبوّت کی طرح محض بناوٹی اور خانہ ساز ہے۔

چٹ منگنی، پٹ بیاہ اب مسیلمہ اپنی نبوّت سے محبّت و عشق بازی کا کام لینے لگا اور بولا۔ مجھ پر یہ وحی اُتری ہے:

الم تر الی ربّك	کیا تم اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتے
کیف فعل بالحبلی	کہ وہ حاملہ عورتوں سے کیا سلوک
اخرج منھا نسمة	کرتا ہے۔ ان سے چلتے پھرتے
تسعی بین صفاقٍ	جاندار نکالتا ہے جو نکلتے وقت
وحشیٰ۔	پردوں اور جھلیوں کے درمیان
	لپٹے ہوتے ہیں۔

چونکہ یہ وحی بمقتضائے جوانی سجاح کی نفسانی خواہشوں سے مطابقت رکھتی تھی، شباب کی اُمنگوں نے گدگُدانا شروع کیا، اور بولی۔ اچھا کوئی اور وحی بھی سُنائیے۔ جب مسیلمہ نے دیکھا کہ اس نازنین نے اتنی نوک جھوک کو گوارا کر لیا ہے اور بُرا ماننے کی بجائے خوش ہوئی تو اس کا حوصلہ اور بڑھا۔ تکلّف، شرم اور جھجک کا پردہ درمیان سے اُٹھ گیا، اور کہنے لگا حق تعالیٰ نے یہ آیتیں بھی نازل فرمائی ہیں:

ان اللہ خلق للنساء افواجًا وجعل الرّجال

لھن ازواجًا فتولج فیھن ایلاجًا ثم نخرجنا

اذا انشاء اخراجًا فینتجن لنا سخالًا انتاجًا۔[1]

اس شرم ناک اور شہوت انگیز ابلیسی وحی نے سجاح پر پورا پورا اثر کیا۔ اب کیا تھا، مسیلمہ کی منہ مانگی مُراد پوری ہوئی۔ کہنے لگا۔ سُنو! خدائے برتر نے نصف زمین مجھے دی تھی اور نصف قریش کو۔ مگر قریش نے ناانصافی کی، جس کی وجہ سے ربّ العزّت نے قریش سے اُن کا نصف حصّہ چھین کر تمہیں عطا کر دیا۔ لیکن کمال صدق و اخلاص سے کہتا ہوں کہ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم مجھے اپنی ہم نشینی کے لئے قبول کرو، اور ہم تم دونوں باہم عقد کرلیں۔ کیونکہ اگر ہماری یہ دونوں فوجیں مل گئیں تو ہم سارے عرب پر قبضہ کرلیں گے۔ اب اس کمزور دل عورت پر مسیلمہ کا جادو پوری طرح چل چکا تھا۔ بولی مجھے منظور ہے۔ یہ حوصلہ افزا جواب سُن کر مسیلمہ کے دل کا کنول کِھل گیا اور وفورِ مسرّت سے کہنے لگا۔ پھر دیر کاہے کی ہے۔ آؤ ذرا گلے لگ جاؤ۔ اب گستاخی و بے حیائی کا حوصلہ اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ مسیلمہ مندرجہ ذیل نشاط انگیز، مہیج اور نہایت ہی فحش اشعار زبان پر لایا ؎

الا قومی الی المخدع فقد ھیی لك المضجع
فان شئت فرشناك و ان شئتی علیٰ اربع

---

[1] ابن اثیر وغیرہ۔ چونکہ مضمون سخت فحش ہے اس لئے ترجمہ قلم انداز کر دیا گیا۔

وان شئتی بثلثیہ　　وان شئتی بہ اجمع

اس کے بعد چند ان سے بھی زیادہ فحش اشعار زبان پر لایا۔ سجاح خوشبوؤں سے پہلے ہی برانگیختہ ہو چکی تھی۔ فواحشات نے اُسے اور بھی دو آتشہ کر دیا۔ چنانچہ نظام حواس درہم برہم ہو گیا اور شرم کی آنکھیں بند ہو گئیں ؎

ہوائے دل ہوس را شد عناں گیر
شکیب از سینہ بیروں جست چوں تیر

آخر بے حیائی کا مُنہ کھول کر بے خود ہو کر کہنے لگی۔ اچھا اپنی خواہش جس طرح چاہو پوری کر لو۔ یہ سُن کر مسیلمہ کا نخلِ اُمید بار ور ہوا اور نہایت مسرت کے لہجہ میں مُسکرا کر کہنے لگا۔ ہاں مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حُکم مِلا ہے۔ الغرض ہر دو شیفتگانِ محبت نے "میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی" کے مشہور مقولہ پر عمل کر کے باہمی رضامندی سے "چٹ منگنی پٹ بیاہ" کی مثل پوری کر دکھائی، اور بغیر کسی کو اطلاع کئے اندر ہی اندر باہم عقد کر لیا۔

دُولہا دُولہن بساطِ عیش پر باہر دونوں مدعیانِ نبوت کے پیرو انجامِ ملاقات معلوم کرنے کے لئے چشم براہ اور گوش بر آواز بنے ہوئے تھے، اور خوش اعتقاد اُمتی یہ گمان کر رہے تھے کہ ہر مسئلہ پر بہت کچھ ردّ و قدح ہو رہی ہو گی۔ اور بحث و اختلاف کے تصفیہ کے لئے وحی خداوندی کا انتظار کیا جاتا ہو گا۔ مگر یہاں پُرشوق دُلہا دلہن بساطِ نشاط

اور سریرِ طرب پر بیٹھے بہارِ کامرانی کے مزے لوٹ رہے تھے۔ شوقِ وصال اِس قدر بڑھا ہوا تھا کہ تین دن تک باہر نہ نکلے خصوصاً مسیلمہ کی بلند طالعی کا کیا کہنا ہے کہ جیسے آفتابِ حیات کے لبِ بام آنے پر بھی سجاح جیسی ہم پایہ محبوبۂ گل عذار کی دولت میسّر ہوئی اور جس نے اس پیرِ فرتوت کے مُردہ دل کو حیاتِ تازہ بخشش دی، اور اس ہزرنگ ساز کی قدرت کے کرشمے دیکھو کہ جس نے دشمنِ خونخوار کو مہمانِ دل نواز کی حیثیت سے پہلو میں لا بٹھایا۔

سجاح کا مہر جب تین روز کے بعد ارمان بھرے دلوں کی آرزوئیں پوری ہوگئیں، تو سجاح اپنی نبوّت کو خاک میں مِلا کر اور مسیلمہ سے شکست کھا کر عرقِ انفعال میں ڈُوبی اپنے لشکر میں واپس آئی۔ اس کے سرداروں اور فوجیوں نے جن کے صبر و انتظار کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ صُورت دیکھتے ہی پوچھا کہ مسیلمہ سے کیا ٹھہری؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ بھی نبی برحق ہے۔ مَیں نے اُس کی نبوّت تسلیم کر کے اُس سے نکاح کر لیا ہے کیونکہ تمہاری مرسلہ کو ایک مرسل کی اشد ضرورت تھی۔ انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پُوچھا کہ مہر کیا قرار پایا؟ سجاح نے شرمگیں آنکھیں نیچی کر لیں۔ نادم چہرہ زمین کی طرف جُھک گیا اور نہایت سادگی کے عالم میں کہنے لگی کہ میں مسیلمہ سے یہ بات پوچھنا تو بھُول ہی گئی۔ معتقدوں نے بصد نیاز عرض کیا۔ حضور بہتر ہے کہ آپ اِسی وقت تشریف لے جا کر اپنے مہر کا تصفیہ کر لیجئے کیونکہ کوئی عورت مہر کے بغیر

اپنے آپ کو کسی کی زوجیت میں نہیں دیتی۔ سجاح جو اپنا جوہرِ عصمت بے داموں بیچ چکی تھی اُن کے مجبور کرنے سے اسی وقت خجلت زدہ پلٹی۔ لیکن اس اثناء میں مسیلمہ نہایت شتاب زدگی کے ساتھ رخصت ہو کر قلعہ میں متحصن ہو چکا تھا اور دروازے بند کر لئے تھے۔ وہ دل میں اس بات پر سہما ہوا تھا کہ مبادا سجاح کے پیرو اس عقد کو اپنی توہین خیال کر کے اس پر یورش کر دیں۔ سجاح قلعہ پر پہنچی۔ جب دروازے پر پہنچ کر اطلاع کرائی تو مسیلمہ کو اس کا خوف دامن گیر ہو رہا تھا، کہ اُسے باہر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چھت پر آکر سامنے کھڑا ہوا، اور پُوچھا، اب کس لئے آنا ہوا؟ سجاح کہنے لگی، مجھ سے نکاح تو ہوا مگر میرا مہر تو بتاؤ؟ مسیلمہ نے دریافت کیا۔ تمہارے ساتھ تمہارا منّاد بھی آیا ہے؟ سجاح نے جواب دیا۔ ہاں، شیث بن ربیع میرا مؤذن موجود ہے۔ مسیلمہ نے اُس سے کہا۔ تم جا کر منادی کرا دو کہ محمدّ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے پاس سے پانچ نمازیں لائے تھے۔ ربّ العزّت نے اُن میں سے عشا اور صبح کی دو نمازیں مومنوں کو سجاح کے مہر میں معاف کر دیں۔

سجاح یہ مہر پا کر واپس چلی، تو اس کے اصحابِ کبار میں سے عطار ابنِ حاجب، عمرو ابنِ ایہم، غیلان ابنِ خرشہ اور اس کا مؤذن شیث بن ربیع نہایت خاموش اور شرمسار اس کے ہمراہِ رکاب جا رہے تھے۔ عطار ابنِ حاجب نے اپنی حالت پر غور کیا، تو اُسے استعجاب سا معلوم ہوا، اور اُس نے یہ شعر پڑھا۔

امست نبیّنا انثٰی نطوف بها
و اصبحت انبیاء للناس ذکرانا

ترجمہ : ہماری پیغمبر عورت ہے جسے ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں حالانکہ اور لوگوں کے پیغمبر مرد ہوتے ہیں۔

شرائطِ صُلح مسیلمہ سے صُلح تو ہو گئی تھی۔ دوسرے دن شرائطِ صلح کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مسیلمہ نے کہا۔ میں تمہیں علاقہ یمامہ کے ایک سال کے محاصل دیتا ہوں۔ نصف تو اب لے لو، اور باقی نصف کے لئے اپنا کوئی مختار چھوڑ جاؤ۔ سجاح نے یہ شرط قبول کر لی، اور اپنے معتمدین میں سے ہذیل، عقبہ اور زیاد کو یمامہ میں چھوڑ کر خود اپنا لاؤ لشکر لئے جزیرہ کی طرف واپس روانہ ہوئی۔ اتفاق سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسلامی لشکر لئے ہوئے اس سے سرراہ مُلاقی ہوئے سجاح کی فوج اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی بدحواس ہو کر بھاگی اور خود سجاح جزیرہ میں جا کر مقیم ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ علم اسلامی لئے یمامہ پہنچے۔ مسیلمہ قتل ہُوا، اور جن لوگوں کو سجاح مُلک کی نصف آمدنی وصول کرنے کے لئے یمامہ میں چھوڑ گئی تھی، وہ پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

سجاح کا قبولِ اسلام سجاح کے بہت سے سمجھ دار اُمتی نکاح کے واقعہ سے بداعتقاد ہو کر اس سے الگ ہو گئے تھے، اور اس دن سے اس کی جمعیت میں بجائے ترقی کے انحطاط شروع ہو چلا تھا، اور

شاید یہی وجہ تھی کہ اُس نے دار الخلافہ مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال ہمیشہ کے لئے دل سے نکال دیا۔ آخر کار وہ قبیلہ بنی تغلب میں جس سے وہ ننھیالی قرابت رکھتی تھی، رہ کر امن و امان اور خموشی کی زندگی بسر کرنے لگی۔ یہاںتک کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا زمانہ آیا تو ایک سال سخت قحط پڑا۔ جس میں اُنہوں قبیلہ بنی تغلب کو بصرہ میں آباد کرایا۔ سجاح بھی اُن کے ہمراہ بصرہ میں آگئی۔ اور اُس نے اور اُس کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ سجاح سے مسلمان ہونے کے بعد پوری دیانت داری اور پرہیزگاری ظاہر ہوئی، اور اُس نے اسی حالتِ ایمان میں توسنِ حیات کی باگ مُلکِ آخرت کو پھیر دی۔ حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ نے، جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور اُن دنوں بصرہ کے حاکم تھے، اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک عابد اور فاحشہ کا واقعہ

بنی اسرائیل کی کتب میں آیا ہے کہ ایک گانے والی عورت نہایت خوب صورت اور بدکار تھی۔ وہ ایک تخت پر ہمیشہ ناچتی رہتی تھی۔ اور اس کا دروازہ ہمیشہ کھُلا رہتا تھا جو بھی اُدھر سے گزرتا، اس کی نگاہ اُس پر پڑتی اور وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا چنانچہ وہ کم از کم دس دینار لیے بغیر اس شخص کو پاس نہ آنے دیتی تھی۔ ایک دن ایک اسرائیلی عابد وہاں سے گزرا، اس کی نظر اس پر جا پڑی اور وہ بھی فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ آہیں بھرتا پھرتا تھا۔ اپنے نفس سے خوب جنگ کی، آخر اس کےلیے

اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرے کہ یہ خیال اس کے دل سے نکل جائے مگر اس عورت نے اس کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا تھا کہ زائل نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اپنا سارا مال و اسباب فروخت کر کے اس سے جو وصول ہو اس کے ذریعہ اس عورت تک رسائی حاصل کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب روپیہ لے کر اُس کے پاس گیا تو عورت نے کہا کہ میری مطلوبہ رقم میرے وکیل کے پاس جمع کرا دو اور فلاں وقت آجاؤ۔ چنانچہ اُس نے روپیہ جمع کرا دیا اور وقتِ مقررہ پر اس کے پاس آیا۔ وہ عورت اس وقت بناؤ سنگھار کر کے تخت پر بیٹھی تھی۔ عابد بھی اس کے پاس تخت پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے لگا اچانک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوئی اور اس کی اطاعت و عبادت کے عوض خدا نے اسے اس بدی سے بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ عابد کے دل میں خیال آیا، اگرچہ میں لوگوں سے پوشیدہ ہوں مگر خدا تو مجھے دیکھتا ہے۔ اگر میں نے حرام کاری کی تو میرے تمام اچھے اعمال غارت ہو جائیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی خوفِ الٰہی سے اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ عورت نے معلوم کر لیا۔ پوچھا تجھے کس کا خوف ہے؟ اس نے جواب دیا، مَیں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اجازت دے کہ مَیں یہاں سے فوراً چلا جاؤں۔ عورت نے کہا، تجھ پر افسوس ہے، کہ کتنے لوگ تو اس بات کی خواہش کرتے ہیں جو تجھے حاصل ہوئی اور تُو اس سے منہ موڑتا ہے، آخر کیوں؟ عابد نے جواب دیا، مَیں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو مال مَیں نے تیرے وکیل کو دے دیا ہے وہ تجھ پر حلال ہے (تیرا ہو گیا) اور مَیں جاتا ہوں، عورت نے کہا، معلوم ہوتا ہے تُو نے اس کا ذائقہ کبھی نہیں چکھا، اس نے جواب دیا، ہاں، نہیں چکھا، عورت نے پُوچھا، تم کہاں رہتے ہو اور تمھارا نام کیا ہے۔ اس نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ تب عورت نے اُسے جانے کی اجازت دے دی اور عابد اپنی حالت پر روتا اور افسوس کرتا ہُوا وہاں سے چلا گیا۔ خدا کی قدرت کہ اس عابد کے سبب سے اس عورت کے دل میں

خوفِ الٰہی غلبہ پانے لگا۔ وہ دل میں کہنے لگی کہ اس شخص نے پہلی مرتبہ برائی کا ارادہ ہی کیا تھا کہ خدا کے خوف سے ڈرنے لگا اور ایک میں ہوں کہ اتنی مدت سے برائی کر رہی ہوں اور ابھی تک خدا سے نہیں ڈری، مجھے تو اس عابد سے کہیں زیادہ ڈرنا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہن لیے، لوگوں کو اپنے پاس آنے سے روک دیا، پھر جہاں تک ہو سکا، اللہ کی عبادت میں لگی رہی۔ کچھ مدت بعد اسے خیال آیا کہ اگر میں اُس عابد کے پاس جاؤں تو شاید وہ مجھ سے نکاح کر لے اور میں اس کی خدمت میں رہ کر دین کی باتیں سیکھوں اور خدا کی راہ میں وہ میری مدد کرے۔ چنانچہ وہ اپنا مال اور خادم ساتھ لے کر پتہ پوچھتی ہوئی عابد کے گاؤں پہنچی۔ اور عابد کو پہچان لیا، پھر اپنے چہرے سے نقاب اُٹھائی تاکہ عابد بھی اسے پہچان لے، چنانچہ اس نے بھی پہچان لیا اور اسے پرانا واقعہ یاد آ گیا، جس کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی اور اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ عورت کہنے لگی، میں تو اس کی تلاش میں ماری ماری بڑی مشکل سے یہاں پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھتے ہی جان دے دی پھر اُس نے پوچھا، عابد کے خاندان میں کوئی ہے جو مجھ سے نکاح کرے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا ایک مفلس بھائی ہے جس کے پاس کچھ نہیں۔ عورت نے کہا، اس کی پرواہ نہیں۔ زندگی گزارنے کیلیے میرے پاس مال موجود ہے چنانچہ اس نے اس کے بھائی سے نکاح کر لیا۔ اس صالح شخص کے یہاں اُس عورت سے سات بیٹے پیدا ہوئے جو سب کے سب نیک ہوئے۔

حضرت ابوعبداللہ اُندلسی کا واقعہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى

لیل و نہار کا انقلاب، دُنیا کا عُروج و نُزول، قوموں کی ترقّی و تنزّل، سلف و خلف کے واقعات ایک چشمِ بصیرت کے لئے ہزاروں عبرتیں اپنے دامن میں رکھتے ہیں اور بہ آوازِ بلند کہہ رہے ہیں ؎

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الغرض تمام تاریخِ عالم انہیں عبرتوں کا آئینہ ہے جس کا ایک ورق ناظرینِ کرام کے سامنے کھولا جاتا ہے۔ کیا خُوب فرمایا، حضرت شیخ اللہؒ نے ؎

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں دیکھو
ہر تغیّر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

ذیل کا عبرت آموز واقعہ علّامہ دمیری کی حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر سے نقل کیا جاتا ہے ؎

غافل نروکہ مرکبِ مردانِ مرد را
در سنگلاخ بادیہ بپہا پریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

سن ہجری کی دوسری صدی ختم پر ہے۔ آفتابِ نبوّت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدّت نہیں گذری۔ لوگوں میں امانت، دیانت، اور تدیّن و تقویٰ کا عنصر غالب ہے۔ اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھ پر اس کو فروغ ہونے والا ہے، کچھ برسرِ کار ہیں اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں۔ ائمہ دین کا زمانہ ہے۔ ہر ایک شہر عُلماء دین و صُلحائے مُتقین سے آباد نظر آتا ہے خصوصًا مدینۃ الاسلام (بغداد) جو اس وقت مسلمانوں کا دارالسلطنت ہے، اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا ہے۔ ایک طرف اگر اس کی دل فریب عمارتیں اور اُن میں گذرنے والی نہریں دل لُبھانے والی ہیں، تو دوسری طرف علماء اور صلحاء کی مجلسیں، درس و تدریس کے حلقے، ذکر و تلاوت کی دل کش آوازیں، خداتعالیٰ کے نیک بندوں کی دل جمعی کا ایک کافی سامان ہے۔ فقہاء و محدّثین اور عباد و زہاد کا ایک عجیب و غریب مجمع ہے۔ اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ ابو عبداللہ اُندلسی کے نام سے مشہور ہیں، جو اکثر اہلِ عراق کے پیر و مُرشد اور اُستاد محدّث ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ جن کا ایک عبرت ناک واقعہ ہمیں اس وقت ہدیۂ ناظرین کرنا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زاہد و عابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث و تفسیر

میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایاتِ قراءت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا۔ تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بہت سے آدمی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ جن میں حضرت جنید بغدادی، اور حضرت شبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی ہیں۔

حضرت شبلی قدس اللہ سرہ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت امن و امان اور آرام و اطمینان کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ہمارا گذر عیسائیوں کی ایک بستی پر ہوا۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ لیکن پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکے تھے بستی میں پہنچ کر پانی کی تلاش ہوئی۔ ہم نے بستی کا چکر لگایا۔ اس دوران میں ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے۔ جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے رہبان اور پادریوں کا مجمع تھا۔ جن میں سے ہر شخص ع

ہر کس بخیالِ خویش بر بطے دارد

کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ کوئی آفتاب کو پوجتا، اور کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا، اور کوئی صلیب کو اپنا قبلۂ حاجات بنائے ہوئے تھا۔ ہم یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارے پر ہم ایک کنویں پر پہنچے۔ جس پر

چند نوجوان لڑکیاں پانی نکال رہی تھیں۔ اتفاق سے شیخ مرشد ابو عبداللہ اُندلسی کی نظران میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے خدا داد حُسن وجمال میں سب ہجولیوں میں ممتاز ہونے کے ساتھ زیور اور لباس سے آراستہ تھی شیخ کی اُس سے آنکھیں چار ہوتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ چہرہ بدلنے لگا۔ اسی انتشارِ طبع کی حالت میں شیخ ان کی ہجولیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ یہ کس کی لڑکی ہے؟

لڑکیاں: یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے۔

شیخ: پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنویں سے خود ہی پانی بھرتی ہے۔ کیا وہ اس کے لئے کوئی ماما نوکر نہیں رکھ سکتا، جو اس کی خدمت کرے۔

لڑکیاں: کیوں نہیں۔ مگر اس کا باپ ایک نہایت عقیل اور فہیم آدمی ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال ومتاع، حشم وخدم پر غرّہ ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق کو خراب[1] نہ کر بیٹھے، اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اُس کی خدمت میں کوئی قصور نہ کرے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

---

[1] سردار کا لڑکی کو باہر نکالنا اور کنویں پر بھیجنا اگرچہ بے شبہ مذموم و ناروا تھا۔ مگر ساتھ ہی اس کا لڑکی کے اخلاق اور خاوند کی اطاعت کا خیال ضرور قابلِ داد ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس سے عبرت حاصل کریں اور میکہ کی بود و باش میں لڑکیوں کے اخلاق خراب نہ ہونے دیں۔ اُن کو سسرال کے آداب اور خاوند کی اطاعت کا سبق دیں۔

اور تین دن کامل اس پر گذر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، اور نہ کسی سے کلام کرتے ہیں۔ البتہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں۔ مریدین اور تلامذہ کی کثیر التعداد جماعت اُن کے ساتھ ہے۔ لیکن سخت ضیق میں ہیں۔ کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ حالت دیکھ کر پیش قدمی کی۔ اور عرض کیا کہ اے شیخ ! آپ کے مریدین آپ کے اس مستمر سکوت سے متعجب اور پریشان ہیں۔ کچھ تو فرمائیے کیا حال ہے ؟

شیخ : (قوم کی طرف متوجہ ہو کر) میرے عزیزو ! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں۔ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اُس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے۔ اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں ؎

بر نہ خیزم ز سر کوئے تُو تا جاں دارم
در رسد کار بجاں از سر جاں بر خیزم

حضرت شبلی : اے ہمارے سردار ! آپ اہلِ عراق کے پیر و مُرشد، علم و فضل اور زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں۔ آپکے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ : میرے عزیزو ! میرا اور تمہارا نصیب تقدیر خداوندی ہو چکی ہے مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا، اور ہدایت کی علامات اُٹھا لی گئیں۔ یہ کہہ کر رونا شروع کیا، اور کہا۔ اے میری قوم ! قضا و قدر نافذ

ہو چکی ہے۔ اب کام میرے بس کا نہیں ہے۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا، اور حسرت سے رونا شروع کیا۔ شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے۔ یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے اُمنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لَوٹے۔ لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر شیخ کی زیارت کے لئے شہر سے باہر آئے اور شیخ کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ ہم نے سارا واقعہ بیان کیا۔ واقعہ سُن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ شیخ کے مریدوں میں سے کثیر التعداد جماعت تو اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالمِ آخرت کو سدھار گئی۔ اور باقی لوگ گِڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کر رہے تھے کہ یا مقلب القلوب شیخ کو ہدایت کر، اور پھر اپنے مرتبہ پر لَوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لَوٹتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب ہم مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں۔ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا، اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا۔

گاؤں والے: وہ جنگل میں خنزیر (سوّر) چَرا رہے ہیں۔

ہم: خدا کی پناہ! یہ کیا ہوا؟

گاؤں والے : اُس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی، اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کرلیا، اور وہ جنگل میں سوٴر چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔

ہم یہ سُن کر ششدر رہ گئے، اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان اُمنڈنے لگا۔ بہ مُشکل دل تھام کر اُس جنگل میں پہنچے، جہاں وہ سوٴر چرا رہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصارےٰ کی ٹوپی ہے، اور کمر میں زنار بندھی ہوئی ہے، اور اسی عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبے کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔

شیخ : (کسی قدر دبی زبان سے) وعلیکم السلام۔

شبلی : اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟

شیخ : میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں۔ میرے مولےٰ نے جس طرح چاہا، مجھ میں تصرف کیا۔

اور اس قدر تقرب کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دُور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا تھا۔ اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر سے ڈرو۔ اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو۔ اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہا۔ اے میرے مولےٰ! میرا گمان تیرے بارے میں

ایسا نہ تھا کہ تُو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازے سے نکال دے گا۔ یہ کہہ کر خدا تعالےٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کر دیا۔ اور آواز دی کہ اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ حدیث میں ہے السّعید من وعظ بغیرہٖ ۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

شبلی: (رونے کی وجہ سے لکنت کرتی ہوئی آواز سے نہایت دردناک لہجہ میں) اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے۔ ہم سے یہ مصیبت دُور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں۔

خنزیر اُن کا رونا اور ان کی دردناک آواز سُنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مُرغِ بسمل کی طرح لوٹنے اور چلّانے لگے، اور اس زور سے چیخے کہ اُن کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گُونج اُٹھے۔ یہ میدان، میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا۔ ادھر شیخ حسرت کے عالم میں زار زار رو رہے تھے۔

شبلی: شیخ آپ حافظِ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے۔ اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے؟

شیخ: اے عزیز مجھے قرآن میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں۔

شبلی: وہ دو آیتیں کون سی ہیں؟

شیخ: ایک تو یہ ہے۔ وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۔ (الحج) (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے۔ اس کو کوئی عزت

دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور دوسری یہ ہے۔ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ۔ (جس نے ایمان کے بدلے میں کُفر اختیار کیا، تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا)۔

شبلی : اے شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد بر زبان یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟

شیخ : صرف ایک حدیث یاد ہے من بدل دینہ فاقتلوہ۔ (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے، اس کو قتل کر ڈالو)۔

شبلی : ہم یہ دیکھ کر بصد حسرت و یاس شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کا قصد کیا۔ ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں، اور بآوازِ بلند شہادتین اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے جاتے تھے۔ اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت اور حسرت و یاس کا اندازہ ہو۔

شیخ : (قریب پہنچ کر) مجھے ایک پاک کپڑا دو۔ اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی۔ ہم منتظر ہیں کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سُنیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے، اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

ہم : اس خدائے علیم و قدیر کا ہزار ہزار شُکر ہے جس نے آپ کو ہم سے

ملایا، اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمایا۔

مگر ذرا بیان تو فرمایئے کہ اس انکار شدید کے بعد پھر آپ کا آنا کیسے ہوا؟

شیخ : میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے، مَیں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ خداوندا مجھے اس جنجال سے نجات دے۔ مَیں تیرا خطا کار بندہ ہوں۔ اُس سمیع الدُّعا نے بایں ہمہ میری آواز سُن لی، اور میرے سارے گناہ محو کر دیئے۔

ہم : شیخ! کیا آپ کے اس ابتلاء (آزمائش) کا کوئی سبب تھا؟

شیخ : ہاں! جب ہم گاؤں میں اُترے، اور بُت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا۔ تو آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبّر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحّد ہیں اور یہ کم بخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ "ایمان و توحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں بلکہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے، اور اگر تم چاہو تو تمہیں ابھی بتلا دیں"۔ اور مجھے اُسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کوئی جانور میرے قلب سے نکل کر اُڑ گیا ہے جو درحقیقت ایمان تھا۔

شبلی : اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا۔ سب مریدین شیخ کی زیارت اور اُن کے دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے تھے۔ خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے۔ بادشاہِ وقت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، اور کچھ ہدایا پیش کئے۔ شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں

مشغول ہو گئے، اور پھر وہی حدیث و تفسیر، وعظ و تذکیر، تعلیم و تربیت کا دور شروع ہو گیا۔ خداوند عالم نے شیخ کا بھولا ہوا علم پھر انکو عطا فرما دیا اور اب نسبتاً پہلے سے ہر علم و فن میں ترقی ہے۔ تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار۔ اور اسی حالت میں ایک مدت گذر گئی۔

ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ پر گیا، تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔

میں : آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کیا مقصود ہے؟

آنے والا : اپنے شیخ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو آپ فلاں گاؤں میں (اس گاؤں کا نام لے کر جس میں شیخ مبتلا ہوئے تھے) چھوڑ آئے تھے، آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔

"سچ ہے کہ جب کوئی خدا تعالےٰ کا ہو رہتا ہے، تو سارا جہاں اس کا ہو جاتا ہے":

چوں از و گشتی ہمہ چیز از گذشت
چوں از و گشتی ہمہ چیز از تُو گذشت

میں شیخ کے پاس گیا۔ واقعہ بیان کیا۔ شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے۔ اور خوف سے کانپنے لگے۔ اس کے بعد اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔

لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زار زار رو رہی ہے، شدتِ گریہ دم لینے کی اجازت نہیں دیتا کہ کچھ کلام کرے۔

شیخ : (لڑکی سے خطاب کر کے) تمہارا یہاں آنا کیسے ہوا، اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا؟

لڑکی : اے میرے سردار! جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی، تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی، اس کو کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ بھوک رہی نہ پیاس، نیند تو کہاں آتی۔ میں رات بھر اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی۔ اسی غنودگی میں، میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جو کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر، اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔

میں : (اسی خواب کے عالم میں اس شخص کو خطاب کر کے) شیخ کا دین کیا ہے؟

شخص : اس کا دین اسلام ہے۔

میں : اسلام کیا چیز ہے؟

شخص : اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول و پیغمبر ہیں۔

میں : تو اچھا شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟

شخص : ذرا آنکھیں بند کر لو، اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔

میں : بہت اچھا۔ یہ کہا اور کھڑی ہو گئی، اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔

شخص : (میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر) بولے، کھول دو۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پایا۔ اب میں متحیر ہوں، اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہوں۔

اس شخص نے آپ کے حجرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے۔ وہاں چلی جاؤ، اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارے کے موافق یہاں پہنچ گئی، اور اب آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو مسلمان کر کے اپنے پڑوس کے ایک حجرے میں ٹھہرا دیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔

لڑکی عبادت میں مشغول ہو گئی، اور زہد وعبادت میں اپنے اکثر اقربا سے سبقت لے گئی۔ دن بھر روزہ رکھتی تھی، اور رات بھر اپنے مالکِ بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھی۔ محنت سے بدن ڈھل گیا تھا۔ ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آخر اسی میں مریض ہو گئی اور مرض اتنا ممتد ہوا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اور جب اس مسافرِ آخرت کے دل میں اس حسرت کے کوئی حسرت باقی نہیں رہی کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے، کیونکہ جس وقت سے اس حجرے میں مقیم ہے ان شیخ نے اُس کو دیکھا

ہے اور نہ یہی شیخ کی زیارت کر سکی ۔ جس سے آپ چند گھڑی کے مہمان کی حسرت و یاس کا اندازہ کر سکتے ہیں جو اس وقت ع

تا زبر لب آرند و چشیدن نگذارند

کا مصداق بنا ہوا ہے ۔ آخر شیخ کو کہلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس ہو جائیں ۔ ؎

یار اگر نہ پُرسیدن بیمار غمست
گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید

یہ سُن کر شیخ فوراً تشریف لائے ۔ جاں بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے ، مگر آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اُسے ایک نظر بھر دیکھنے کی مُہلت نہیں دیتیں ۔ آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے مگر ضُعف سے بولنے کی اجازت نہیں ۔ لیکن اُس کی زبان بے زبانی یہ کہہ رہی ہے ؎

دمِ آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
صدا پھر دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر لڑکھڑائی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا ۔ السّلام علیکم !
شیخ : (شفقت آمیز الفاظ سے) تم گھبراؤ نہیں ۔ انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب ہماری ملاقات جنّت میں ہونے والی ہے ۔

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہو کر خاموش ہو گئی ، اور اب یہ خاموشی ممتد ہوئی کہ یہ مُہرِ سکوت صبحِ قیامت سے پہلے نہ

ٹوٹ گئی۔ اس پر کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ مسافرِ آخرت نے اس دارِ فانی کو خیرباد کہا۔

شیخ اس کی وفات پر آب دیدہ ہیں۔ مگر اُن کی حیات بھی دُنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ چند ہی روز کے بعد شیخ اس عالمِ فانی سے رخصت ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنّت کے ایک پُر فضا باغ میں مقیم ہیں، اور ستّر حُوروں سے آپ کا نکاح ہُوا ہے جن میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہُوا، یہ ہی لڑکی ہے۔

اور اب وہ دونوں ابدالاباد کے لئے جنّت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش و خرم ہیں۔

شہوت پرستی کا انجام

شہوت اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا سبب بنتا ہے اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے بلکہ بعضے وقت دنیا میں بھی سوائے خرابی اور رُسوائی کے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

اب اس قصے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا انکار کی پیغمبر علیہ السلام اور حق تعالیٰ کے حکم کی ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے سبب سے۔ یعنی اپنی شہوت اور غضب کی خواہشوں کو شرع اور عقل کے حکموں پر غالب اور حاکم کیا اور یہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب بن گیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا اِذِ انْبَعَثَ	جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے جب اُٹھ
اَشْقٰىهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ	کھڑا ہوا اُن میں کا ایک بڑا بدبخت۔ پھر کہا
نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ؕ فَكَذَّبُوْهُ	اُن کو اللہ کے رسول نے، خبردار ہو اللہ کی اونٹنی سے
فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ	اور اسکی پانی پینے کی باری سے۔ پھر انہوں نے اُس کو
بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۔	جھٹلایا۔ پھر اُس کے پاؤں کاٹ ڈالے پھر اُلٹ

مارا اُن پر اُن کے رب نے بسبب اُن کے گناہوں کے پھر برابر کر دیا سب کو اور وہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے۔

ثمود نام ہے ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے یعنی بیٹا عامر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہے کہ چوتھی پشت میں حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔ سو اس شخص کی اولاد بعد ہلاک ہونے

عاد کی قوم کے عرب کے ملکوں میں پھیل گئی تھی اور اُن ملکوں کی مالک ہو گئی تھی اور ان کا ملک اصلی یعنی وطن شام اور حجاز کے درمیان میں تھا اور اُن کے شہروں میں سے جو شہر شام کے قریب تھا نام اُس کا حجر تھا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تھا نام اس کا وادی القریٰ تھا اور ان دونوں کے درمیان میں ایک ہزار سات سو بستیاں چھوٹی بڑی ملا کے یعنی گاؤں اور قصبے اور شہر اُن کے تصرف میں تھے اور بستی میں سنگین عمارتیں بنائی تھیں اور کھیتی کرتے تھے اور کنویں اور تالاب کھودتے تھے لیکن اُس زمین میں پانی کم تھا اور پتھر کے سبب سے کنواں اور تالاب دشواری سے کھودا جاتا تھا اور اکثر مال اُن کا عمارت کے بنانے میں اور باغوں کے لگانے میں اور پتھر تراش کے مکان بنانے میں اور کنواں اور تالاب پہاڑوں کے اندر کھُدوانے میں خرچ ہوتا تھا یہاں تک کہ بڑے بڑے سنگ تراش کاریگر پہاڑوں پر عمارتیں منقش تراشتے تھے۔ آخر کو ہوتے ہوتے پتھروں کی صورتیں عجیب و غریب تراشنے لگے اور اُن کو پوجنا شروع کیا اور یہ رسم اُن میں رائج ہوئی یہاں تک کہ بالکل بُت پرستی اُن میں پھیل گئی اور حق تعالیٰ سے بالکل غافل اور بے خبر ہو گئے۔

تب حق تعالیٰ نے حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور شکل میں سب سے بہتر تھے اور حسب و نسب میں بھی سب سے اعلیٰ اور خوبتر اور لڑکپن سے نیک بختی اور صلاحیت کی نشانیاں اُن میں پائی جاتی تھیں۔ مرتبہ رسالت کا عنایت فرما کے وحی نازل فرمائی اور حکم الٰہی اُن کو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجھا کے بتوں کی عبادت سے باز رکھو اور منع کرو اور عبادت رب الارباب

کی طرف اُن کو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور بہ حکم الٰہی اُن کو پہنچاؤ اور خوب اچھی طرح سے سمجھاؤ کہ یہ سب نعمتیں کہ تم کو حاصل ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی ہیں ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان نعمتوں کو غیر خدا کی طرف منسوب نہ کرو اور سرکشی اور تکبر کو چھوڑ دو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الٰہی کے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرۃ صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں بموجب تمہاری خواہش کے معجزہ تم کو دکھاؤں اور پھر تم نے میرا کہا نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو تم سب عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو گے ان لوگوں نے اس بات کو یقین نہ کیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہیں اور پوشاک اور زیور سے بتوں کو آراستہ کر کے باہر نکالتے ہیں اور حاجتیں تمام سال کی اُن بتوں سے اُس دن مانگتے ہیں اور وہ ہم کو دیتے ہیں، تو بھی اُسدن ہمارے ساتھ چل، اور اپنے خدا سے اپنا مطلب طلب کر، دیکھیں تو تیرا خدا کیا دیتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اُسدن جس کا وعدہ ہوا تھا سب کے ساتھ باہر نکلے اور تھوڑے سے لوگ جو ایمان آپ پر لائے تھے وہ بھی اُن کے ساتھ ہوئے اور جب عیدگاہ کو پہنچے، دیکھا تو بتوں کو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کر کے اپنے سامنے تختوں پر بٹھایا ہے اور نہایت ادب سے سب قوم اُن کے سامنے کھڑی ہوئی اپنی اپنی حاجتیں مانگ رہے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے بتوں سے کوئی چیز انوکھی مانگو تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ یہ تمہارے بُت کیسی قدرت رکھتے ہیں، اُن لوگوں نے کہا کہ اچھا، پھر ان

بتوں سے ایک چیز انوکھی مانگنا شروع کی اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سوائے محنت بیفائدہ کے کچھ بھی حاصل نہ ہوا آخر کو عاجز ہو کر بیٹھ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جو تم کہو میں بھی اپنے اُس مالک الملک اور قادر علی الاطلاق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگوں اور اُس کی قدرت کو بھی دیکھو کہ کیسا اپنے بندۂ خاص کی فریادرسی کو پہنچتا ہے اور جو مانگوں سو دیتا ہے. جندع بن عمرو نے کہ اُن کے سرداروں میں بڑا سردار تھا دوسروں سے کہا کہ اُن سے ایسی چیز طلب کرنی چاہیئے کہ عقل کے نزدیک محال ہوتا کہ ان سے لائی نہ جائے اور ہمارے بتوں کی بھی عزت وآبرو باقی رہ جائے ورنہ ہم خفیف اور ذلیل ہو جائینگے. سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اور عقل اور دانائی میں بھی سب سے زیادہ ہوشیار، تو کوئی ایسی چیز تجویز کر کے کہہ کہ یہ عاجز ہو جاویں اور لا نہ سکیں. تب جندع نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ اس پہاڑ کے پشتے سے کہ عیدگاہ کے سامنے ہے اور اس پشتے کو اُن کے عرف میں کاثبہ کہتے تھے، ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اُس کی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اُس کا سفید اور بال اُس کے بڑے ہوں اور نرم اور اُس کے دس مہینے کا حمل بھی ہو اور ڈیل اُس کا بہت بڑا ہو کہ ہم سبکو ایک ٹیلہ کے برابر معلوم ہووے اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچّہ جنے اور وہ بچّہ بھی اُسی کی مانند ہو شکل اور رنگ اور ڈیل میں. حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اسی طرح کی اونٹنی اس پتھر سے نکالوں تو تم ایمان لاؤ گے اور حق تعالیٰ کے دین اور حکم کے فرمانبردار بنو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ

اگر یہ امر ظہور میں آویگا تو ہم سب ایمان لائیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات پر عہد اور پیمان کیا اور قول اور اقرار اُنسے مضبوط لیا۔ پھر اُن لوگوں کو جو اُن پر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لیکر اُس پتھر کے نزدیک تشریف لیگئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور درگاہ میں جناب الٰہی کے دعا میں مشغول ہوئے اور ان مسلمانوں کو کہا کہ تم سب میرے پیچھے کھڑے ہو کر آمین کہو اور اُس قوم ثمود کے سردار مع فوج اور لشکر گرداگرد اُن کے گھیر کے کھڑے ہوئے اور تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اُس پہاڑ کے پُشتے سے آواز جانور کے چلّانے کی آنے لگی جسطرح جانور جننے کے وقت آواز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پُشتہ پھٹا اور ایک اونٹنی جیسی اُسنے طلب کی تھی ویسی ہی نکلی اور جنگل میں چرنے لگی اور بعد ایک ساعت کے اُسکے بھی دردِ زہ شروع ہوا اور اُسنے بھی ایک بچہ جنا اپنے برابر قد و قامت میں اور صورت و شکل میں۔ اس ماجرے کو دیکھ کر لوگ ایک آواز ہو کر پکار اُٹھے اور سب اس بات کے قائل ہوئے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا معبود بڑی قدرت رکھتا ہے اُسی پر ایمان لانا چاہیے اور جندع بن عمرو چھ ہزار آدمیوں سے ایمان لایا اور اسلام سے مشرف ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑا اور پچھلی تقصیروں سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اُس کی بخشش طلب کی اور دوسرے سردار اپنے نفس کی شامت سے اُسی انکار پر قائم رہے اور اپنے فرمانبرداروں کو بھی سمجھایا اور بھڑکانا شروع کیا کہ ایسے جادو پر فریفتہ مت ہو اور اپنے دین اور مذہب کو مت چھوڑو اور اسی پر مضبوط رہو کہ یہ وقت آزمائش اور امتحان کا ہے۔

اُن بدبختوں نے اپنے رئیسوں کے بھڑکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کیے اور حضرۃ صالح علیہ السلام کو جادوگر قرار دیکر پھر گئے۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تم نے خلاف عہد کے کیا اور مجھ پر ایمان نہ لائے۔ اب تمہارے بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہ صورت ہے کہ اس اونٹنی اور اس کے بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک میں رکھو کسی طرح سے اُسکو رنج مت دو اور بُری طرح سے مت چھیڑو کہ تمہارے امن اور بچاؤ کا سبب ہے اور جبتک یہ اونٹنی اور اس کا بچہ تم میں رہیگا عذاب الٰہی تم پر نہ آویگا اور جو کسی طور سے تم نے اسکو برائی پہنچائی تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گے اب اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ اس معجزے کے خاص ہونے میں اُس قوم کیواسطے بھید یہ تھا کہ انکو پتھر تراشنے اور تصویر بنانے میں بڑا دخل تھا اور اس کام میں بڑی بڑی باریکیاں اور کاریگریاں کرتے تھے تو اس معجزے کے خاص کرنے میں اُس گروہ کیواسطے اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ ہر چند کہ تم لوگ پتھر کی تصویریں عجیب و غریب بناتے ہو مگر جان اُس میں نہیں ڈال سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جانداروں سے بڑا ہو نکال سکتے ہیں۔ اور اس میں اشارہ اس بات کیطرف بھی ہوا کہ حق تعالیٰ کی ہدایت پتھر کے دلوں کو نرم کر سکتی ہے اور اس سے روح کے وصف ظاہر کر سکتی ہے اب آئے ہم باقی رہے قصے کے بیان پر کہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل اور ڈول میں بھی بہت بڑی تھی چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ بڑے جلیل القدر صحابیوں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ثمود کے شہر میں جسکا حجر نام ہے گیا تھا اُس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کہ مشہور ہے اور لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں اپنے ہاتھ سے میں نے ناپی تھی تو ساٹھ گز دُور اُس کا ہوا تھا اور اُس اونٹنی کی

خاصیت یہ تھی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اُس کے دیکھنے سے خوف کھا کر بھاگتے تھے اور جس جنگل میں وہ چرتی تھی کوئی دوسرا جانور قدم نہیں رکھ سکتا تھا اور جس کنویں اور تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تھی تو سب پانی اُس کا پی لیتی تھی اور جس چراگاہ میں وہ چرتی تھی اس میں گھاس کا نام بھی نہیں رہتا تھا اور شام کے وقت جو شہر میں آتی تھی سب شہر والے اپنے اپنے برتن لا کے اُسکے دودھ سے بھر لیتے تھے اور تمام شہر والوں کو اُسکا دودھ کفایت کرتا تھا۔ جب ایک مدت اسی طور سے گذری تو مواشی اور جانوروں والے اُسکے پھرنے اور سیر کرنیسے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی، آپ نے مصلحت کے طور پر ایسا ٹھہرایا کہ ایک دن تم سب اپنے جانور چرایا کرو اُس دن ہم اونٹنی کو اپنے گھر میں بند رکھیں گے اور دوسرے روز ہم اس اونٹنی کو چھوڑ دیں گے اُسدن تم اپنے جانوروں کو بند رکھو اس قول اور اقرار پر ایک مدت تک گذران کرتے رہے لیکن شہر والوں پر جو جانوروں کی پرورش کا ذوق اور شوق رکھتے تھے یہ قسمت بھی گراں گذری اور اپنے دلوں میں کہتے تھے کہ کسی حیلے اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہاں سے دور کیا چاہیے تاکہ ہمارے جانور اچھی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کھایا کریں لیکن عہد ٹوٹنے اور قول اور اقرار کے خلاف ہونیسے خوف کھاتے تھے اس درمیان میں ایک نوجوان اُسی قوم کا کہ نہایت شورہ پُشت اور رنگیلا تھا اور اس کا نام قذار بن سالف تھا کوتہ گردن چارشانہ ماں باپ کو اذیت دینے والا زبان دراز ہتھ چھٹ پیدا ہوا اور وہ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اور اس عورت کا نام عنیزہ تھا کہ خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع میں وہاں مشہور تھی اور اس فاحشہ کے گھر میں آٹھ شخصوں سے جو اس

کے ہم مشرب اور ہم وضع تھے اور اُن میں سے ایک کا نام مصدع بن داہر تھا کہ اُس کے چچا کا بیٹا تھا جاتا تھا اور اُس سے حظ نفسانی حاصل کر کے روسیاہی دونوں جہان کی کمایا کرتا تھا اور اُس کے یار اور ہم نشین شرالجوری کر کے اُسکے گھر کی لونڈیوں باندیوں سے منہ کالا کیا کرتے تھے۔ ایک روز اُس جوان نے یعنی قدار نے اُس فاحشہ سے کہا کہ کب تک یہ آشنائی چوری چھپی رہیگی کھُل کے مجھ سے نکاح کیوں نہیں کر لیتی ہے کہ عمر بھر ہنسی خوشی سے گذران کریں۔ اُس قحبہ نے کہا اگر اس بات کا تجھ کو خیال ہے تو ایک فرمائش میری ہے اگر اُسکو تو بجالائے تو میں مع مال واسباب اور لونڈیوں کے تیری فرمانبردار ہو کر رہوں اور وہ کام یہ ہے کہ اس اونٹنی کو جس نے مجھ کو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا میں ڈال رکھا ہے اور تمام جانوروں بے زبان کو بھوک اور پیاس کے عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے کسی طرح مار ڈال اور اُسکی کونچیں کاٹ کہ ہم بلا سے نجات پاویں اور اُس قحبہ کے جو جانور بہت تھے اس سبب سے اور لوگوں سے زیادہ اُسکو اس اونٹنی سے دشمنی تھی غرضکہ قدار نابکار نے اس ادنے اور خسیس کام کیواسطے ایسے بڑے گناہ کرنیکا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنے کی تدبیر میں پڑا اور اپنے یاروں آشناؤں کو بھی اس کام میں اپنا رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ گلی میں جو اس اونٹنی کے آنے جانے کی راہ تھی اُس کی راہ روک کے گھات میں بیٹھا اور اپنے یاروں کو بھی اُس کوچے میں گھات کی جگہوں میں بٹھایا تو جس وقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پھری اور اُس کوچے میں پہنچی تو پہلے مصدع نے تیر اُس کی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتوں شخص تلواریں کھینچ کے غل مچاتے ہوئے اونٹنی تک پہنچے لیکن وہ اونٹنی باوجود زخمی ہونے کے کسی کو اپنے پاس آنے نہیں

دیتی تھی اور جس طرف حملہ کرتی تھی سب کو بھگا دیتی تھی آخر کو قذار نابکار نے اُس کے پیچھے پہنچ کر ایک تلوار اُس کی کونچوں پہ ماری کونچوں کے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گر پڑی زمین پر گرتے ہی جب اُس کے یارگرد سے پہنچے تو تلواروں سے اُسکو پُرزے پُرزے کر ڈالا۔ اس بات کو سُنکر شہر والے سب خوش ہوئے اور اُس کے گوشت کو تقسیم کر کے شہر والے اپنے گھر کو لیگئے اُسکا بچہ جو پیچھے سے آیا اور اپنی ماں کا یہ حال دیکھا تو وہاں سے بھاگ کر اُسی پہاڑ کی پُشت پر جا کر کھڑا ہوا یہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہنچی تو افسوس کرتے ہوئے باہر نکلے اور شہر والوں سے فرمایا کہ یہ تم نے اچھی بات نہ کی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کر کے اپنے واسطے منگوایا اب بھی بچاؤ کی صورت ہے کہ میرے ساتھ آؤ اور اسکے بچے کو اپنے شہر میں لاؤ تا کہ اُس کے سبب سے حق تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ قذار نابکار اور دوسرے کافروں نے اس بات کو نہ سُنا۔ اور اُس بات کی کچھ حقیقت نہ جانی تب تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانوں کیساتھ اُس بچے کے لانے کو جنگل کیطرف گئے جوں ہی بچے نے حضرت صالح علیہ السلام کو دیکھا تین مرتبہ آواز کی اور وہ پُشتہ پہاڑ کا پھٹا اور وہ بچہ اُس کے اندر گھس گیا تب حضرت صالح علیہ السلام اس حال کو دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے پھر آئے اور شہر والوں سے کہا کہ تم نے اپنی خرابی اپنے ہاتھ سے کی اور اُس بچے کے تین مرتبہ آواز کرنے کی تعبیر یہ ہے کہ تم کو تین دن مہلت ہے عذابِ الٰہی سے پہلے دن منہ تمہارے زرد ہو جائیں گے اور دوسرے دن سُرخ ہو جاویں گے۔ اور تیسرے دن سیاہ اور یہ ماجرا تھوڑے دن رہے بُدھ کو ہوا تھا جمعرات کی صبح شہر والے جو سو کے اُٹھے تو دیکھا کہ سب کے منہ زرد ہو گئے ہیں تب سب کو یقین ہوا

کہ جو کچھ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا سب سچ اور واقع ہونے والا ہے۔ لیکن اُسوقت اُن کی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوتِ عقلیہ بالکل معزول ہوگئی یعنی قدار نے اپنے آٹھوں یاروں سے قسیمہ ہو کر یہ بات ٹھہرائی کہ قبل آنے تیسرے دن کے حضرت صالح علیہ السلام کا کام تمام کیجئے۔ یہ ارادہ دل میں ٹھان کر اُسی رات کو یہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی کرنے کو چلے اُس وقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد میں تھے ایک درخت اُس مسجد میں تھا وہ بلند آواز سے بولا قدار اپنے یاروں کے ساتھ آپ کے مارنے کو آتا ہے آپ اپنے گھر تشریف لیجائیے اور دروازہ بند کر لیجئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اُس کے کہنے کے بموجب عمل کیا اور گھر میں دروازہ بند کر کے جا بیٹھے۔ جب قدار نابکار اپنے یاروں کیساتھ مسجد میں آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا تو ارادہ کیا کہ آپ کے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گھس کر آپ سے بے ادبی کریں وُہ اسی سوچ میں تھے کہ یکایک فرشتے بموجب حکم الٰہی کے آپ کی حمایت اور مدد کو پہنچے اور اپنے پروں کو اُن بدبختوں کے منہ پہ مارا بمجرد اس مارنے کے وہ سب اندھے ہو گئے اور حیران و پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہاں سے بھاگے اور اس بھاگنے میں کسی کا سر دیوار میں لگ کر پھٹ گیا اور کوئی کنویں میں گر کر مر گیا یہاں تک کہ سب کے سب مر گئے اور خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ ہوئے دوسرے دن شہر والے جو اٹھے تو سب کے منہ سُرخ پائے اور قدار وغیرہ کے وارثوں نے جو اُن کی تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے قریب ان سب کو مرا ہوا پایا پھر اس حال کو شہر کے رئیسوں اور سرداروں سے جو کافر تھے ظاہر کیا تو سردار سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام

کے گھر پر چڑھ آئے اور گھر کو گھیر لیا اور کہا کہ تم نے اس اونٹنی کے عوض میں ہمارے جو نو آدمی رات کو مار ڈالے ہیں ہم اُن آدمیوں کے عوض میں تم کو اور تمہارے سب گھر والوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ان لوگوں کے مارنے کو نہیں گئے تھے یہ خود ہمارے گھر پر رات کو چڑھ کے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے غیب سے اُن کو سزا دی وہ سب اسی جواب اور سوال میں تھے کہ جندع بن عمرو اس شہر کا بڑا رئیس کہ مع اپنی فوج کے اسلام سے مشرف ہوا تھا اور بڑا معتقد اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تھا اس حال کی خبر پا کے مع اپنی فوج کے حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہنچا اور اُن رئیسوں اور شہر والوں سے مقابلہ کیا آخر کو چند آدمیوں نے درمیان میں آ کے اس بات پر صلح ٹھہرائی کہ حضرۃ صالح علیہ السلام اس شہر سے باہر جاویں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو غنیمت جانا اور جندع بن عمرو اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تھا صبح کو شہر کے لوگ جو اُٹھے سب کے منہ کالے پائے اُسدن بھر نہایت تشویش میں رہے کہ کیا ہونے والا ہے آخر یہ بات سوچے کہ سنگین مکانات خالی کیجئے اور خدا کا عذاب جب آویگا تو اُن مکانوں میں چھُپ رہیں گے کیونکہ عذاب الٰہی آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتھر کا برسنا یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ، اور ان سب چیزوں سے ان مکانوں میں بچاؤ ہے اسواسطے کہ یہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہیں ایسی چیزوں سے ان مکانوں میں کچھ دہشت نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے غضب سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی حاصل کلام کا پنجشنبہ کی صبح کو حضرت جبرائیل علیہ السلام بموجب حکم الٰہی

کے درمیان میں زمین و آسمان کے ایک بڑی صورت دہشتناک سے ظاہر ہوئے
اور ایک ایسی سخت آواز کی کہ اُس کے سبب سے پہاڑ جنبش میں آگئے اور تُند ہوا
آندھی کے طور سے چلنی شروع ہوئی سب شہر والے دہشت کھا کے اُنہی سنگین
مکانوں میں گھُسے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک آواز پہلے سے بھی زیادہ
سخت کی کہ اُس کے سبب سے سب شہر والے اوندھے اپنے اپنے زانوؤں پر
گر پڑے اور اُن کے پتے پھٹ گئے اور سب جہنّم واصل ہوئے ایک بھی اُن
میں سے باقی نہ رہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو یہ ماجرا سُنا تو مسلمانوں سے
فرمایا کہ یہ شہر غضبِ الٰہی کے نازل ہونے کی جگہ ہوئی یہاں پر رہنا ہرگز مناسب
نہیں ہے اس کو چھوڑ دو اور مکّہ معظمہ کے حرم کا احرام باندھو اور وہیں چل کر
رہو۔ چنانچہ وُہ سب حضرت صالح علیہ السلام کے فرمانے کے بموجب عمل
میں لائے اور نجات دارین کی حاصل کی اللھم ارزقنا اتباع نبیہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
غزوۂ تبوک کے سفر میں حجر کے دروازے پر پہنچے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم میں
سے کوئی شخص اس شہر میں نہ بیٹھے اور پانی نہ پئے مگر یہ کہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اس
واسطے کہ روحیں اُن کافروں کی اس شہر میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہیں اور جس جائے
پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے وہاں سے دور رہنا خوب ہے اور یہ بھی حدیث
شریف میں آیا ہے کہ ثمود کی قوم کے کافروں سے کوئی آدمی نہیں بچا مگر ایک شخص
جس کا ابورغال نام تھا کسی کام کیواسطے مکہ معظمہ میں آیا تھا سو جب تک حرم شریف
کے اندر رہا تب تک عذاب الٰہی سے محفوظ رہا۔ جوں ہی حرم سے باہر نکلا اور طائف

کی طرف چلا راستے میں اُسی عذاب میں جس میں اُس کی قوم ہلاک ہوگئی تھی یہ بھی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مہم پر جانے کے وقت جب اُس کی قبر پر پہنچے، اور عادت وہاں کے لوگوں کی یہ تھی کہ جب اُس قبر کے نزدیک پہنچتے تو اُس کو سنگسار کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ قبر کس کی ہے صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قصہ اُس کا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اس شخص کی چھڑی سونے کی اُس کے ساتھ ہی دفن ہوئی ہے۔ صحابہؓ نے جو یہ کلام سُنا، دوڑے اور اُس کی قبر کو تلواروں سے کھودا اور وہ سونے کی چھڑی اُس کی نکال لائے اور اُس کی قبر کو پھر اُسی طرح بند کر دیا۔ یہ ہے ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہ قصہ بعضی بعضی سورتوں میں زیادہ تفصیل سے مذکور ہے مگر اس مقام پر حق تعالیٰ نے تھوڑا اس قصے سے جتنا مناسب تھا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم نے سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشوں کے غالب کرنیسے عقل اور شرع کے حکموں پر حکم الٰہی کا انکار کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُس کی لائی ہوئی چیز کو جھوٹا جانا اِذِ انۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا ۙ جب اُٹھا اِتراتا ہوا بدبخت اس قوم کا یعنی قذار بن سالف اور عقل اور شرع کے برعکس شہوت اور غضب کی فرمانبرداری کی یعنی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ پھر کہا اُس کو اللہ کے رسول نے یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جائے پر رسول اللہ فرمایا اُن کا نام یعنی صالح نہ فرمایا تا کہ اس بات کیطرف اشارہ

ہو کہ یہ کہنا حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تھا اور اُن کا ڈرانا خدا کا ڈرانا تھا اس واسطے کہ رسول جس کا ہوتا ہے اُسی کا پیغام پہنچاتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے اُسی کی زبانی کہتا ہے گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہے اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہ فائدہ بُوجھا نہ جاتا نَاقَۃَ اللّٰہِ یعنی چھوڑ دو اور ہانکو مت اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہاں چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور کسی طرح کا رنج اور اذیت مت دو اور اُس کی ہلاکت کے پیچھے مت پڑو اس واسطے کہ گنوار اور زمیندار بھی اپنی ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے اور بوجھتے ہیں کہ زور اور حکومت والے کے جانور کو چارے پانی پر سے ہانکا نہ چاہیے بلکہ کسی طرح نہ چھیڑا چاہیے تو خدا کے جانور کو جو سب حاکموں کا حاکم ہے اور سب زبردستوں کا زبردست اور ہر وقت سزا دے سکتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے بطریقِ اولیٰ چھیڑا نہ چاہیے اور اُس کے قتل کے پیچھے نہ پڑیے کہ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے پھر گنواروں اور زمینداروں اور بکریوں کے چرانے والوں کے برابر بھی نہ سمجھنا کمال نادانی اور بے وقوفی ہے اور یہ بلا عقل کے مغلوب کرنے سے اور شہوت کے غالب کرنے سے سر پر پڑتی ہے اور اس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اس واسطے ہوئی کہ وہ کسی کی ملک میں سوائے خدا کے نہ تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بے ماں باپ کے پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور تھا اور دلیل تھی قیامت کے قائم ہونے پر اور مُردوں کے زندہ ہونے پر گور سے ان سب باتوں کے جمع ہونے کے سبب سے اُس کو ایک مرتبہ عالی ایسا حاصل ہوا تھا کہ دوسرے جانوروں میں وہ بات پائی نہیں جاتی ہے جس طرح

سب دنیا کے مکانوں میں بیت اللہ کا مرتبہ ہے وَسُقْیٰھَاؕ اور چھوڑ دو پانی اُس کے پینے کا تا کہ تمہارے جانور اُسکے پانی کے حصے میں شریک نہ ہونے پاویں اس واسطے کہ تم نے عہد باندھا ہے اور قول اور اقرار کیا ہے راضی ہو کر کہ ایک روز یہ اونٹنی پانی پیے اور دوسرے روز تمہارے جانور پھر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب شریعتوں میں اور سب دینوں میں حرام ہے اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کر کے عہد کو توڑنا کمال بیدینی ہے فَکَذَّبُوْہُ پھر جھٹلایا اُس سب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اُس ڈرانے اور سمجھانے میں اور اُن کی نصیحت کو کہ اس آیت کا مضمون تھا لا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب الیم قبول نہ کیا فَعَقَرُوْھَا پھر کاٹیں اُس اونٹنی کی کونچیں ہر چند کہ کونچیں کاٹنے والا وہی قدار بن سالف تھا اور اُس کے آٹھوں یار جو اُس کے مددگار تھے لیکن جو سب شہر والوں کی مرضی کے موافق یہ کام تھا اور سب سن کے خوش ہوئے تھے تو گویا سب اس میں شریک تھے اسی واسطے گروہ میں سے ایک شخص کا کام جو سب کے مشورہ اور صلاح سے ہوتا ہے تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہیں بموجب مضمون اس شعر کے **شعر** چو از قومے یکے بیدانشی کرد ٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ٭ اور سورۂ قمر میں فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ جو واقع ہے تو اس سے مراد نفس اُس فعل کا کرنے والا ہے اور بس تو ان دونوں میں تعارض لازم نہ ہوا فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ پھر اُلٹ مارا اُن پر زمانے کو اُن کے پروردگار نے جیسا کہ اُن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اچھی ترتیب کو اُلٹ ڈالا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کو قوت شہویہ اور غضبیہ

اس واسطے دی تھی کہ ان دونوں کو عقل کا فرمانبردار کریں اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمانبردار کریں اور ان لوگوں نے اس کا عکس کیا یعنی شرع کو تابع عقل اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے کیا بِذَنۡبِہِمۡ اُن کے گناہوں کے سبب سے اور گناہ حکمتِ الٰہی کی ترتیب کو بدل ڈالنا اور اُس کی ضد پہ عمل کرنا تھا۔ جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جاکر تلوار سے قتل کر وہ غلام جاکر اُس کے لڑکوں کو مارڈالے فَسَوّٰىہَا پھر برابر کر دیا اس فرقے کو اور خاک میں ملا دیا اسواسطے کہ اس اونٹنی کے قتل میں سب شریک تھے باطن میں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہے پھر جو کوئی اُس مجلس میں حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہو اور اُس کو بُرا جانتا ہو تو وہ شخص گویا اُس گناہ سے منزلوں دور ہے کچھ گناہ کی بُرائی اُس کو نہ لگے گی۔ اور جو اُس مجلس سے دور ہو اور دل سے راضی اور خوش ہو، اُس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہے کہ گویا اُس مجلس میں موجود ہے اور اُس گناہ میں شریک وَلَا یَخَافُ عُقۡبٰہَا اور نہیں ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس قوم کی ہلاکت کے انجام سے اسواسطے کہ انجام کار سے وہ شخص ڈرتا ہے جس کو یہ معلوم نہ ہووے کہ انجام اُس کا اچھا ہے یا بُرا اور نادانستہ وہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو اُس کے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو مفسدہ اُس کام کے پیچھے اُٹھے اُس کام کا تدارک قرار واقعی نہ کر سکے۔ سو اللہ تعالےٰ ان سب باتوں سے کہ موجب نقصان کے ہیں پاک ہے وہ تو علام الغیوب ہے اور پرلے درجے کی قدرت اور غنا رکھتا ہے اس کو کیا پرواہ ہے جو ایک فرقہ اُس کی مخلوقات سے کم ہو جائے

گا اور اس کا کچھ افسوس بھی نہیں ہے کہ میں نے مدتوں اس فرقے کو پالا ہے سو سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش کیا تھا وہ کام نہ ہوا۔

اب یہاں پر جان لیا چاہیے کہ حدیث صحیح میں جو مسند امام احمدؒ وغیرہ معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کچھ تم کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی امتوں کا کون شخص ہے اور اس اُمت میں زیادہ بدبخت کون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھ کو معلوم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بدبخت اگلی امتوں کا ایک سُرخ رنگ ثمود کی قوم سے تھا یعنی قذار بن سالف کہ حق تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور اس اُمّت کا سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو تیرے سر پہ تلوار مار یگا اور تیری داڑھی اُس خون سے رنگین ہوگی اور اُسی تلوار سے تو شہید ہوگا اب یہاں پہ ضرور ہوا کہ اگلی امتونسے قذار کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ اور اُس امت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ بیان کی جاوے اور اس کا بیان موقوف ہے کئی مقدموں کی تمہید پہ پہلا مقدمہ یہ ہے کہ فرج کی شہوت سب شہوتونسے خسیس اور بدتر ہے اسواسطے کہ اس حالت میں آدمی عقل سے بہت دور ہوجاتا ہے اور جانور کی سی حرکتیں آدمی سے اُس وقت ظاہر ہوتی ہیں اور اس شہوت کی جائے بھی نجاست اور ناپاکیوں سے بھری ہوئی ہے اور عورت کی جگہ کا کھلنا اس شہوت کو لازم ہے جس کا تمام بنی آدم کے نزدیک چھپانا واجب ہے۔ اسی واسطے عادت پیدائشی آدمی کی ہے کہ اس شہوت کے نکالنے کے

وقت بہت پردہ کرتا ہے اور سب سے چھپاتا ہے اور اس کا نام مجلس اور محفل میں کھول کر نہیں لیتا سوائے اشارے اور کنائے کے اور جو گالی دنیا میں سُنی جاوے سو اُسی شہوت سے کچھ کمتی زیادتی کر کے نکلی ہوگی دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شہوت کسی قسم کی ہو اس قسم مذکور کی ہو خواہ دوسری قسم جیسے کھانے کی ہو یا پینے کی ہو یا مکانات کی یا سواری کی ہو یا سیر باغ اور بہار کی گانے بجانے کے سُننے کی ہو یا خوشبویوں کے سونگھنے کی اور جو سوائے اس کے ہیں یہ کمتر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہیں اسی واسطے عرف میں اُن لوگوں کو جو اِن شہوتوں کے مغلوب ہوتے ہیں بدتر جانتے ہیں اُن لوگوں سے جو غضب اور غیرت کی شہوت سے مغلوب ہوئے ہیں جیسے بادشاہ عیاش اور تماشش بین کو بُرا جانتے ہیں بادشاہ سفاک خونریز سے۔ اور اس کا بھید یہ ہے کہ غضبیہ قوت سبب ہے غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہویہ قوت باعث ہے تملق اور چاپلوسی اور خوشامد کی۔ اور سب لوگوں کے نزدیک فاعلیہ قوت بہتر ہے اسواسطے کہ یہ زبردست ہے منفعلہ قوت سے اس واسطے کہ یہ زبردست ہے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے واجب حق تلف ہونے لگیں تو سب لوگوں کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہو جاتا ہے اور جس قدر وہ حق بزرگ ہوگا اُسی قدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اوّل بدبخت وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے حق پر شہوت اور غضب کو مقدم رکھے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اُس سے بدبخت وہ شخص ہے کہ اپنی لذتِ شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہے کہ ان دونوں

لذتوں کے سبب سے بہت آدمیوں کے حقوق کو تلف کرے. پھر حق بھی آپس میں مختلف ہیں جیسے دنیا کا حق کہ اس کا تلف ہونا سہل اور آسان ہے آخرت کے حق تلف ہونے سے کہ اس کا دفعیہ بہت مشکل ہوتا ہے چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہیں پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا اور نعمت دینے والا اور سب کام کا درست کرنے والا وہی ہے اور کسی وقت اور کسی دم آدمی اُس کے احسان سے باہر نہیں ہو سکتا اور ہر کام میں آدمی اُسی کی مدد اور مہربانی کا محتاج ہے اسی واسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس حق کی برابری کر نہیں سکتا دوسرا حق اپنی قوم اور برادری کا ہے کہ اپنی زندگی اور موت میں اُن کا محتاج ہے اور ہر طرح کی مدد کا اُن سے اُمیدوار۔ تیسرا حق اپنے نفس کا اور اُس کی حقیقت خود ظاہر ہے کچھ حاجت بیان کی نہیں ہے. پس سب بدبختوں سے بدبخت وہ شخص ہے کہ ان تینوں حقوں کو ایک خسیس شہوت کے عوض میں تلف کرے سو یہ وصف اگلی اُمتوں میں قذار بن سالف میں تھا کہ ادنیٰ اور خسیس کام کے واسطے ان تینوں حقوں کو تلف کر ڈالا۔ اوّل اپنے نفس کے حق کو تلف کیا اور کافر مرا اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو برباد کیا دوسرے اپنی قوم کے حق کو تلف کیا کہ اُس کے سبب سے سب حق تعالیٰ کے عتاب میں گرفتار ہوئے اور کسی کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ تیسرے حق تعالیٰ کا حق تلف کیا یعنی اُس اونٹنی کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی صورت تھی اور رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول کی سبب تھی اور بیت اللہ کی سی بزرگی پیدا کی تھی اس

کی کونچیں کاٹ دیں اور ہلاک کیا اور اس اُمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ابن ملجم ایسا ہی بدبخت ہے توضیح اس ابہام کی اور تشریح اس مقام کی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت تھی اور اُن کی نبوت پر گواہِ صادق تھی اور قومِ ثمود کی ہدایت کے واسطے جو حق تعالیٰ کی عنایت متوجہ ہوئی تھی اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبۂ رسالت کا مرحمت کر کے اُس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور وہی ہدایت اُن کے سوال کے بموجب ناقے کی شکل ہو کے اُن میں ٹھہری تھی اور قرار پکڑا تھا یہاں تک کہ اُس کی تعظیم اور اُس کے حق کو ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت کا قبول کرنا تھا اور عذاب الٰہی کے دفع کرنے کیواسطے اُن کے دین کو قبول کرنیکے قائم مقام تھی گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کے مرتبے کی بزرگی اور اُن کی دُعا کی قبولیت اس جھروکے سے ظاہر ہوتی تھی اسی طرح سے وجودِ جسمانی حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ ختم کرنے والے خلافتِ حقہ کے تھے اور جنابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا نور اُس راہ سے جلوہ گر تھا اور اُس جناب کے قربِ معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اس وقت میں اُسی ذات قابل الصفات میں منحصر تھی اسی واسطے حدیث شریف میں جس طرح بیت اللہ کے حق میں وارد ہے کہ اَلنَّظْرُ اِلَی الْکَعْبَۃِ عِبَادَۃٌ "یعنی دیکھنا بیت اللہ کا عبادت ہے" اور قرآن شریف کے حق میں وارد ہے کہ اَلنَّظْرُ

اِلَی الْمُصْحَفِ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا قرآن کے حرفوں کی طرف عبادت ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلنَّظْرُ اِلیٰ وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ کی طرف عبادت ہے سو اُس وقت میں وجودِ شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثل وجودِ شریف حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تھا اس واسطے کہ اُسوقت میں تشنگانِ اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی چشمۂ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور ہر حاجت ظاہری اور باطنی کو اُس وقت میں بسبب جمع ہونے تمام صفات کمالِ بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تھی ایسے وقت میں اُس وجود کو اُس بدبخت ترین بدبختوں نے شہید کیا تو گویا ہدایت کی شمع کو گُل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو تلف کیا، اور تمام اُمت کے حق کو بھی تلف کیا یعنی ایسی ذات کو کہ اُس وقت میں اپنا ثانی اور قائم مقام فضیلت اور بزرگی میں نہ رکھتی تھی ہلاک کر کے تمام اُمت کو جھاڑو بے رسّی کے مانند منتشر اور فوجِ بے سردار کی طرح پریشان کر دیا، اور اپنے نفس کے حق کو بھی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہ سب برائی اُس بدبخت کو اِسی شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ روایاتِ صحیحہ میں وارد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا خارجی مذہب کوفے میں آیا اور ناگہاں اُس کی نظر ایک عورت خوبصورت پر جس کا نام قطام تھا پڑی اور دل وجان سے اُس پر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی یہی مذہب باطل رکھتی تھی اور باپ اور بھائی اُس کے نہروان کی لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک سے واصل

جہنم ہوئے تھے جب ابنِ ملجم کو اس کی ملاقات کا خیال دل میں پڑا اور خط وکتابت اس مقدمے میں اُس سے شروع کی اور آدمیوں کو درمیان میں ڈالا تب اُس عورت نے جواب میں یہ کہا کہ ایک میرا کام ہے اگر تجھ سے ہو سکے اور تو اُسکے کرنے کا اقرار کرے تو البتہ میں تجھ کو قبول کروں اور اپنے تئیں تیرے نکاح میں دُوں اور وہ کام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر اُس ملعون نے کہ مغلوبِ شہوت تھا اس بات کو اُس ملعونہ کی قبول کیا اور اس کام کی تدبیر میں پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خرید کی اور اُس کو زہر کے پانی سے بجھایا اور اپنے یاروں سے اِس کام کی تدبیر پوچھی اُس کے یاروں نے کہا کہ یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے بہت آسان ہے اسواسطے کہ وُہ کوئی نگہبان اپنے ساتھ نہیں رکھتے ہیں اور اکیلے رات کو اندھیرے میں مسجد کو جاتے ہیں کسی دن مسجد میں چھُپ رہ اور اپنا کام انجام کو پہونچا۔ اُنیسویں (۱۹) رمضان المبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف مسجد میں لائے اور یہ ملعون ایک ستون کی آڑ میں مستعد اسی کام میں کھڑا تھا اور آپ کی عادت شریفہ ایسی تھی کہ مسجد میں سوتے ہوئے آدمیوں کو تکبیر کی آواز سے بیدار کرتے تھے تاکہ وُہ سب اُٹھ کر طہارت کریں اسی ارادے سے جونہی آپ نے مسجد میں قدم مبارک رکھا وہیں اُس ملعون نے پیچھے سے غفلت میں ایک تلوار کا ضربہ آپ کے سر مبارک پر مارا اور بھاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اس کو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم چنداں کاری نہ تھا لیکن زہر کی تاثیر سے آپ کا کام تمام ہو گیا اور اس خاکدان ظلمانی سے فردوس بریں کو

انتقال فرمایا اکیسویں رات کو رمضان کی جسد مبارک کو آپ کے نجف الحیرۃ میں کہ ایک جگہ کا نام ہے کوفے سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حیرۃ النعمان کی راہ میں وہاں مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نہ کیا بلکہ بالکل بے نشان رکھا تاکہ خارجی کہ اس زمانے میں کوفے کے نواح میں بہت منتشر تھے کچھ بے ادبی آپ کے جسد مبارک سے نہ کریں اور یہ قصہ سال چالیس ہجری میں واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہو گئی اور کوئی قائم مقام اس مرتبے کا نہ رہا یہی بات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سُنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہیں سو کریں اب ایسا کوئی نہ رہا کہ اُن کو کسی بدکام سے منع کرے گا۔ اب جاننا چاہیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعد وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علماء اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیوں کو بدکاموں سے بے محابا یعنی بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کا بنی اُمیہ کے بادشاہوں سے یا دوسرے سرداروں سے لحاظ اور خاطرداری سچی بات کہنے میں نہیں کرتے تھے لیکن اُنکی امر و نہی مانند سمجھانے علماء کے اور رہنمائی اولیاء کے تھی نہ پیغمبروں کے حکم کے مانند اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا اسی جگہ سے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقیٰ ہونے کی وجہ ظاہر ہو گئی کہ اُسوقت میں تمام کمالات اس ولایت کے جو قائم مقام نبوت کے ہے اُسی ذات مبارک میں منحصر

تھے دوسرا کوئی اُسوقت میں ویسا نہ تھا بخلاف خلفائے سابقین کے کہ اُنکے زمانہ میں دوسرے بھی جو لیاقت اس امر کی رکھتے تھے موجود تھے کہ اُنکے معدوم ہونیکے بعد اِس امر کو سنبھال لیا اور اُنکے قتل ہونیسے دین میں خلل نہ پایا گیا بخلاف قتلِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفاء تھے تو اُنکا قتل گویا اللہ تعالیٰ کے نور کا بالکل بُجھا دینا تھا اور ہدایت کی شمع کو گُل کر دینا اسی واسطے اُنکے قتل سے ایسی خرابی دین میں ہوئی کہ پھر تدارک اُسکا نہ ہوسکا اور اگر کسی کو یہ شبہ خاطر میں گذرے کہ اُس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور اِس اُمت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقی ماندہ کو کچھ آسیب بھی نہ پہنچا اِسکا کیا سبب. اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق دو وجہ سے ہے اور اوّل وجہ یہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانیسے تمام ثمود کی قوم راضی اور خوش ہوئی تھی اور اس امت میں اکثر لوگ حضرت علیؓ کے قتل ہونے سے راضی نہ ہوئے تھے بلکہ اس حرکت کرنیوالے پر لعنت اور نفرین کرتے رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اونٹنی کے ماریجانے کے بعد اُس کا بچّہ بھی غائب ہوگیا تھا اور بالکل اُسکا نام اور نشان نہ رہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد امجاد باقی رہی اور آپ کا نام و نشان باقی رہا اور نور اس ولایت کا جس کے آپ حامل تھے نسلاً بعد نسل ایک حامل آپ کی اولاد میں پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا پیدا ہوتا رہا ہر چند کہ وہ ہیأت اجتماعی مٹ گئی تھی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہو کے موافق استعداد کے ہر ایک فرقے میں اہلِ خیر سے قائم رہا ان سببوں سے یہ امت اس طرح کے عذاب سے بچ گئی.

قصۂ ہابیل و قابیل

حق تعالےٰ نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ اہلِ کتاب اور پوری اُمّت کو حضرت آدم علیہ السّلام کے دو بیٹوں کا قصہ سُنا دیجئے یہ ارشاد اس حکمت کے تحت ہُوا کہ واقعاتِ ماضیہ اور گذشتہ اقوام کی سرگذشت اپنے دامن میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں رکھتی ہے۔ وُہی تاریخ کی اصلی رُوح ہے اور اُن میں بہت سے احوال و واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر مختلف احکامِ شرعیہ کی بُنیاد ہوتی ہے۔ انہی فوائد کے پیشِ نظر قرآن کریم کا اسلوب ہر جگہ ایسا ہے کہ موقعہ بہ موقعہ کوئی واقعہ بیان کرتا ہے اور جس پہلو سے عبرت یا نصیحت کو نمایاں کرنا مطلوب ہوتا ہے اُسی مناسبت سے واقعہ کی تفصیل بیان کر دی جاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام کے دونوں بیٹوں کا یہ قصہ اسی اسلوبِ حکمت پر بیان کیا جا رہا ہے۔ اس میں موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے بہت سی عبرتیں اور مواعظ ہیں۔ اس قصے میں قتلِ ناحق کی بُرائی اور اُسکی تباہ کاری کا بیان کر کے قوم کو اُس اعتدال پر لانا مقصود ہے کہ جس طرح حق کی حمایت میں اور باطل کو مٹانے میں قتل و قتال سے جی چُرانا غلطی ہے۔ اسی طرح ناحق قتل و قتال پر اقدام، دین و دنیا کی تباہی ہے۔ اس تمہید کے بعد ان دونوں بیٹوں کا واقعہ جو صحیح روایات سے ثابت ہے، نقل کیا جاتا ہے۔

جب حضرت آدم اور حوّا علیہما السلام دُنیا میں تشریف لائے، اور توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے پیدا ہوتے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ اُس وقت جب آدم علیہ السلام کی اولاد میں بجز بہن بھائیوں کے کوئی اور نہ تھا، اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا، تو اللہ جل شانہٗ نے اُس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعتِ آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرما دیا تھا — کہ ایک حمل میں جو لڑکا لڑکی پیدا ہوں، وہ آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے جائیں، اور اُن کے درمیان نکاح حرام قرار پائے گا۔ البتہ دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی پہلے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہوگی اور اُن کے درمیان رشتۂ ازدواج و مناکحت جائز ہوگا۔ پھر یہ ہوا کہ پہلے لڑکے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حسین و جمیل تھی، اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی اتنی خوبصورت نہ تھی۔ جب نکاح کا وقت آیا تو حسبِ ضابطہ ہابیل کی بہن سے قابیل کی شادی اور قابیل کی بہن سے ہابیل کی شادی قرار پائی۔ اِس پر قابیل ناراض ہو کر ہابیل کا دشمن ہو گیا۔ اُسے یہ بات انتہائی ناگوار تھی، اور وہ اس پر اصرار کرنے لگا، کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے، وہی میرے نکاح میں دی جائے۔

یہیں سے حُسن پرستی کی ابتدا ہوئی۔ جب شہوت اور حُسن پرستی عقل پر غالب آتی ہے تو احکامِ الٰہی کو پسِ پُشت ڈال دیتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسان کو خسارے اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام نے شرعی قاعدے کے موافق قابیل کی بات کو قبول نہ فرمایا اور ہابیل و قابیل کے درمیان اختلافات ختم کرنے کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے حضور میں پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی، وہ لڑکی اس کے نکاح میں دے دی جائے گی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السّلام کو یقین تھا کہ قربانی اس کی قبول ہوگی جس کا حق تھا، یعنی ہابیل کا۔

قبولیّتِ قربانی کی نشانی اُس زمانہ میں قربانی کی قبولیّت کا یہ الہامی دستور تھا کہ نذر و قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھ دی جاتی اور آسمان سے آگ نمودار ہو کر اُسے کھا جاتی تھی۔ جس قربانی کو آگ نہ کھائے تو یہ علامت اُس کے نہ قبول ہونے کی ہوتی تھی۔

پس دونوں نے اپنی اپنی قربانی کی تیاری شروع کر دی۔

ہابیل نے جو مویشیوں اور بکریوں والا تھا، اپنے ریوڑ میں سے ایک بہترین دُنبہ خدا کی نذر کیا۔ قابیل کاشت کار تھا، اُس نے بہت ہی ردّی قسم کے غلّہ کا ایک ڈھیر پیش کیا، اور دل میں یہ خیال چھپائے رکھا کہ کہ میری قربانی قبول ہو نہ ہو، مجھے پرواہ نہیں، ہابیل کسی صورت میں میری بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ ہے کہ دونوں نے اپنی اپنی قربانی پہاڑ پر جا کر رکھ دی۔ پھر حضرت آدم علیہ السّلام نے دُعا کی، اور آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی، اور قابیل کی قربانی جُوں کی توں پڑی رہی۔ اور اس طرح قبولیتِ قربانی کا شرف ہابیل کے حصّے

میں آیا۔ اِس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رُسوائی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ وہ اپنی اِس توہین کو کسی طرح برداشت نہ کر سکا، اور اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُس نے ہابیل سے صاف کہہ دیا کہ تو اس لڑکی سے نکاح کرنے سے باز آجا، ورنہ میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔

جو لوگ غرض کے دیوانے ہوتے ہیں، وُہ سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ جس طرح بھی ہو سکے، ان کی خواہش پوری ہو، اور جو کوئی اس کے پُورا ہونے میں رکاوٹ ڈالے، اُسے کسی نہ کسی طرح اپنے راستے سے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ سازشیں کرتے ہیں، رشوتیں دیتے ہیں، دھمکیاں دیتے ہیں، غرض کسی بات سے نہیں چُوکتے۔ گناہ، ثواب، حرام، حلال غرض کہ تمام قواعد وضوابط کو پسِ پُشت ڈال دیتے ہیں۔ قابیل نے اسی طریقے کی بُنیاد ڈالی۔ اُس کی خواہشِ حُسن پرستی اور جوشِ حسد اور غیظ وغضب نے اس کو باؤلا اور اندھا سا بنا دیا تھا۔ اس کو اِس کے سِوا کچھ نہیں سُوجھتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو قتل کرے، اور پھر اپنی مُراد حاصل کرے۔

بالآخر اُس نے غیظ وغضب میں آکر ہابیل سے کہا کہ مَیں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا تاکہ تُو اپنی مُراد کو نہ پہنچ سکے۔ ہابیل نے اُس وقت بھی غُصّے کی بات کا جواب غُصّے کے ساتھ دینے کی بجائے ایک اصولی بات کہی۔ جس میں اُس کی ہمدردی اور خیر خواہی بھی تھی کہ اللہ تعالےٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ متقی اور پرہیزگار کے عمل کو قبول فرمایا کرتے ہیں۔ اگر تم

تقوے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی۔ تم نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے تمہاری قربانی قبول نہ ہوئی، اس میں میرا کیا قصور ہے۔ قابیل یہ سُن کر اپنی نیّت کے کھوٹ کی طرف توجّہ کرنے کی بجائے ہابیل پر حسد کرنے لگا۔

یاد رکھو! جب آدمی پر حسد کا دورہ پڑتا ہے تو اُس کو اپنی کوتاہیاں اور نالائقیاں نظر نہیں آتیں، بلکہ وہ اپنی ناکامیوں کے تمام اسباب دوسروں کے اندر ڈھونڈتا اور تلاش کرتا ہے، اور اِس غصّہ میں اُن کے درپے انتقام و آزار ہو جاتا ہے۔

اِفراد میں اس بدبختانہ کردار کی سب سے پہلی مثال قابیل نے پیش کی ہے، اور اقوام سے یہود نے۔

اِس آئینہ میں ذرا ہمیں اپنا مُنہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کیا آج بھی ہابیل و قابیل کا وہی قصّہ تو نہیں دُہرایا جا رہا؟ جو بہت پہلے پیش آچکا ہے، اور جس کی روایت بھی دنیا کو یہود ہی کے واسطے سے پہنچی ہے۔ کسی شخص کو جب یہ نظر آئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کسی بندے کو کوئی خاص نعمت عطا فرمائی ہے تو اُسے چاہیئے کہ حسد نہ کرے بلکہ اپنی محرومی کو کوتاہئ عمل اور اپنے گناہوں کے سبب سے سمجھ کر اُن سے تائب ہونے کی فکر کرے، اور دوسرے کی اُس نعمت کے زوال کی فکر میں پڑنے کی بجائے اللہ کریم سے اپنے لئے بھی اس نعمت کی استدعا کرے۔ اسی میں اس کا فائدہ ہے۔ اس سے وہ حسد جیسے گناہ سے محفوظ بھی رہے گا، اور

اپنے دوسرے گناہوں سے تائب ہونے کا موقع بھی ملے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کریم اس کی توبہ قبول فرما کر اُس پر اپنے رحم و کرم کی بارش فرمادیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قبولیت کا دار و مدار تقوےٰ پر ہے۔ جس میں تقوےٰ نہیں، اُس کا عمل قبول نہیں۔

ہابیل نے قابیل کو یہ سمجھایا کہ اگر تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی، تو تم میرے قتل کے درپے کیوں ہوگئے ہو، حالانکہ اس میں نہ قصور میرا ہے، نہ خدا تعالےٰ کا، بلکہ سراسر قصور تمہارا اور تمہاری نیّت کا ہے اگر تمہیں قربانی کے ردّ ہونے کا غم و غصّہ ہے تو تقوےٰ کی فکر کرو، نہ کہ میرے قتل کی۔ میرے قتل کرنے سے تمہاری قربانی کی قبولیّت کس طرح کُھلے گی؟

نتیجہ معلوم ہوا کہ عند اللہ قبولیتِ عمل کا دار و مدار اخلاص اور تقویٰ پر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا۔ تقوےٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا اور تھوڑا عمل بھی قلیل نہیں ہوتا۔ جو عمل قبول ہو جائے وہ عمل قلیل کیسے ہو سکتا ہے؟ اِسی طرح حضرت اُبوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات اگر یقینی طور پر طے ہو جائے کہ میری ایک نماز اللہ تعالےٰ کے نزدیک قبول ہوگئی تو میرے لئے وہ نماز ساری دنیا اور موجوداتِ دنیا سے زیادہ محبوب ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ صرف تقویٰ والوں کا عمل قبول فرماتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہابیل نے جب یہ دیکھا کہ یہ مجھے قتل کرنے کے لئے اقدام کر رہا ہے تو اُس نے کہا کہ اے بھائی! مَیں تو کسی طرح تجھ پر ہاتھ نہیں

اُٹھاؤں گا، کیونکہ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ جس نے مجھ کو اور تم کو، دونوں کو پیدا کیا ہے، اور جس نے ایک دوسرے کے جان و مال کے احترام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اگر تم مجھے قتل کروگے تو میرے قتل کا بارِ گناہ بھی تمہارے سر ہوگا۔ پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جائے گا۔ مگر قابیل نے ہابیل کی ایک نہ سُنی۔ اُس کے حسد نے اُس کو بالآخر اپنے بھائی کے ہولناک قتل پر آمادہ کر ہی لیا۔

قدرت نے انسان کے اندر ایک نفسِ لوّامہ ودیعت فرمایا ہے، جو اُس وقت تک کسی ارادۂ جُرم کے خلاف احتجاج کرتا رہتا ہے جبتک مختلف تاویلوں اور بہانوں سے آدمی اُس کی زبان بند نہ کر دے۔ قابیل کو بھی اِس مرحلہ سے گذرنا پڑا۔ لیکن بالآخر اُس کے حسد اور حُسن پرستی کے جذبہ نے اُس کو اِس ہولناک جُرم پر آمادہ کر ہی لیا۔ یاد رکھئے کہ ابتداءً ہر مُجرم کو اس طرح کی جھجک پیش آتی ہے لیکن جب وُہ جُرم پر جُرم کئے چلا جاتا ہے تو وُہ جرائم کرنے میں بالکل بے باک ہو جاتا ہے۔ اِس طرح کی کش مکش انسان کے سامنے آزمائش کا ایک میدان کھولتی ہے۔ جس میں نامرادی اور فتح مندی دونوں کے مواقع اور امکانات موجود ہوتے ہیں۔ اگر انسان اِس کش مکش میں اپنے نفس کو زیر کرلے تو وہ فتح مند ہو جاتا ہے اور اُس کا نفس شکست خوردہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر نفس اُس کو زیر کرلے تو اُس کا نفس فتح مند اور وُہ خود نامراد ہو جاتا ہے۔ قابیل نے اپنے نفس سے شکست کھائی اور اُس کا نفس اُس پر غالب آگیا اور اِسی

وجہ سے وہ نامُراد و ناکام ہوگیا۔ پس جب قابیل نے اپنی خواہش کو پُورا کرنے کے لئے ہابیل کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، تو اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا، کہ وُہ کس طرح قتل کرے۔ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے، اور جس نے قسمیں کھائی تھیں کہ میں ضرور بنی آدم کو اغوا کروں گا، اور سیدھے راستے سے بہکاؤں گا، اُسے اپنی پُرانی دشمنی کا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا۔ وُہ بھیس بدل کر قابیل کے سامنے آیا، اور ایک پرندے کو پکڑ کر پرندے کا سر پتھر پر رکھا اور اُوپر سے دوسرا پتھر مار دیا۔ اس طرح قابیل کو قتل کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اب قابیل اس تلاش میں تھا کہ وہ بھی موقع پا کر اپنے بھائی کو اس طرح قتل کر دے گا۔ چنانچہ ہابیل ایک دن سویا ہوا تھا تو قابیل نے ایک بھاری پتھر اُٹھا کر اپنے بھائی کے سر پر مارا، اور اِس طرح اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اِس جُرم کے اِرتکاب پر وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ یعنی اس قتل سے اس کو دین اور دنیا دونوں میں خسارا ہوُا۔ دنیا کا نقصان یہ ہوُا کہ والدین ناراض ہوئے اور بھائی جیسا ساتھی اور مددگار کھو بیٹھا، اور قیامت تک کے لئے بدنام اور رُسوا ہوگیا۔ اور آخرت کا خسارا یہ ہوُا کہ اِس ظُلم و تعدّی اور قطع رحمی کی وجہ سے اللہ تعالٰی اُس سے ناراض ہوگئے، اور قطع رحمی کا بانی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کی سزا کا مستحق ٹھہرا۔ اور ایک خسارہ یہ ہوُا جو کہ حدیث میں آتا ہے کہ دو گناہ ایسے ہیں کہ اُن کا بدلہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتا ہے۔ ایک تو کسی کا حق مارنا، اور دوسرا رشتہ داروں کو ستانا، جس کو

قطعِ رحمی کہتے ہیں۔ قابیل نے یہ دونوں ہی جُرم کئے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے :

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقتل نفس ظلما الا کان علی ابن اٰدم الاوّل کفل من دمها انه کان اوّل من سن القتل۔ (مسند احمد)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جب بھی کوئی ظلم سے قتل ہوتا ہے تو اُس کا گناہ حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کی گردن پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ظالمانہ قتل

کی ابتدار کی، اور یہ ناپاک سُنّت جاری کی۔

مقامِ عبرت ان احادیث سے یہ حقیقت ہم پر آشکار ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں ہرگز کسی گناہ کی ایجاد نہ کرنی چاہیئے تاکہ وہ کل کو بدکاروں اور ظالموں کے لئے نئے حربے کا کام نہ دے۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ کائنات میں جو شخص بھی آئندہ اِس بدعت کا اقدام کرے گا، تو بانیٔ بدعت بھی اس گناہ کا برابر حصہ دار بنتا رہے گا ہاور موجدِ بدعت ہونے کی وجہ سے ابدی ذلت اور خسران کا مستحق ٹھہرے گا۔ گناہ بہرحال گناہ ہے لیکن گناہ کی ایجاد ہمیشہ ہمیشہ کا وبال سر پر باندھ دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مقتول، قاتل سے زیادہ طاقت ور تھا، لیکن محض تقوےٰ اور خوفِ خدا نے اُس کو دست درازی کرنے سے روکا، جو خدا کے نیک بندوں کی ایک خاص صفت ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر باغیوں نے یورش کی۔ آپ قطعاً مظلوم تھے، بے گناہ تھے۔ آپ کے خلاف طوفان بپا ہوا، رُو در رُو گستاخیاں کی گئیں، لیکن آپ صبر و تحمل کا پیکر تھے۔ آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درخواستوں کے باوجود، اُن کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ باغیوں کا مقابلہ و مقاتلہ کریں۔ آپ نے صبر اور شہادت کو ترجیح دی لیکن اپنی اس خواہش پر سختی سے کاربند رہے کہ "اُمّتِ محمّدیہ میں باہمی کشت و خُون کا آغاز میرے ہاتھوں سے نہ ہو"۔ چنانچہ فتنہ پردازوں کے مقابلہ کی بالکل اجازت نہ دی۔ حضرت ایُّوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ اُمّتِ محمّدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے اِس آیتِ کریمہ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ؁ۤ۱ پر عمل کر کے دکھایا، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو پیش آنے والے فتنہ کی خبر دے دی تھی، اور یہ وصیت فرما دی تھی کہ اُس وقت آدم کے بیٹے کی مانند ہو جانا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لَئِنْ بَسَطْتَّ . . . .

۱؎ سورۃ المائدہ آیۃ ۲۸۔ (ترجمہ) اگر تُو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر مارنے کو، (تو) مَیں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو۔ مَیں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا۔

اور حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ وصیّت بھی فرمائی تھی کہ اللہ تجھ کو ایک خلعت (خلافت) پہنائے گا۔ تو لوگوں کے کہنے سے اُسے مت اُتارنا۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ دشمنوں کے نرغے میں ہوتے ہوئے بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوئے، اور باغیوں سے قتال بھی نہ کیا اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہوئے جان دے دی، اور صبر و تحمّل میں ہابیل کا نمونہ بنے رہے، اور اُمّت کے لئے یہ بہترین رہنمائی فرما گئے کہ چاہے جان کی قربانی دینی پڑے، کسی گناہ کی ایجاد نہ کرنی چاہیئے، ورنہ قیامت تک اس کا برابر حصہ دار بننا پڑے گا۔

دفن کرنے کے طریقے کی ابتدا ہابیل خدا تعالیٰ کا مقبول بندہ تھا، اور قابیل بارگاہ الٰہی سے راندہ گیا تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ہابیل کے پاک جسم کی توہین نہ ہو، اور نسل آدم کی کرامت و بزرگی قائم رکھنے کے لئے مُردوں کو دفنانے کی سُنّت قائم ہو جائے۔

چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا۔ اس لئے قتل کے بعد قابیل کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ لاش کو کیا کرے۔ کیونکہ روئے زمین پر یہ پہلا انسانی مُردہ تھا۔ لاش کو کُھلے میدان میں پڑا دیکھ کر درندوں نے کھانا چاہا، تو قابیل نے مجبورًا اس لاش کو کندھے پر اُٹھایا اور مارے مارے پھرتا رہا۔ اور حیران و سرگرداں تھا کہ لاش کو کہاں پھینکے۔ آخر حق تعالےٰ نے ایک کوّا بھیجا جو اپنی چونچ میں ایک مُردہ کوّے کو اُٹھا کر لایا۔ پھر اُس نے اپنی چونچ اور پنجوں

سے زمین کرید کر ایک گڑھا بنایا۔ اُس میں اس مُردے کوّے کو ڈال دیا۔ اور اُوپر سے مٹی ڈال کر زمین کے برابر کر دیا۔ قابیل نے یہ تمام منظر دیکھا۔ اس وقت اُسے افسوس ہُوا کہ اس میں اس کوّے کے برابر بھی سمجھ نہیں ہے جو بھائی کی لاش کو زمین میں دبا دیتا۔ کوّے نے اس کو یہ تدبیر بتلائی کہ وہ اس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے کہ دوسروں کی نظر نہ پڑے اور اُس کا جُرم افشانہ ہو۔ کوّے کے اس سیانے پن کو دیکھ کر قابیل نے اپنا سر پیٹ لیا کہ ہائے میری کم بختی! میں کوّے سے بھی گیا گُذرا ثابت ہوا۔ مجھے اتنی تدبیر بھی نہیں سُوجھی کہ میں اس طرح اپنے بھائی کی لاش کو ڈھانپ دیتا چنانچہ اپنی اس بے وقوفی پر اُس کو بڑی ندامت ہوئی۔ اور یہ تقاضائے انصاف تھا کہ قابیل کی اس کمینہ حرکت پر اُس کو دُنیا میں بھی ذلیل کیا جائے اور اس قابل بنا دیا جائے کہ خود اس کو اپنی بے مائگیٔ عقل و دانش اور کمینگی کا احساس ہو جائے۔ اس لئے نہ تو اُس کو الہام بخشا گیا اور نہ اس کمینہ حرکت کو چھپانے کے لئے عقل کی روشنی عطا کی گئی۔ بلکہ ایک ایسے حیوان کو اُس کا راہنما بنایا گیا، جو عیّاری اور مکّاری میں طاق اور دنائتِ طبع میں ضرب المثل ہے۔

جو لوگ خدا کے حُکم اور اپنی ضمیر کی آواز کی پرواہ نہیں کرتے، وُہ کوّے سے الہام حاصل کرتے ہیں، اور جُرم کرنے کے بعد اعتراف اور ندامت کی بجائے اُس کو چھپانے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ سُنّت اللہ یہی ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی آیات، اس کے احکام اور اس کی تنبیہات سے اپنے

کان اور اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے، جو اُس کا ساتھی بن کر اُس کو اُس کی خواہشات کی وادیوں میں ٹھوکریں کھلاتا پھرتا ہے۔

اس چیز کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○	جو خدائے رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے ہم اُس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اُس کا
(سورہ الزخرف آیۃ ۳۶)	(شب و روز کا) ساتھی بن جاتا ہے۔

اگرچہ ہابیل نے قابیل کو بڑی مؤثر اور دل نشیں نصیحتیں بھی کیں۔ لیکن اُس کا دل ذرا بھی نہ پسیجا۔ جب وہ اپنی اس سنگ دلی کا مظاہرہ کر چکا، اور خدا کے غضب و عذاب میں گھر گیا تو اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے قابیل کا بدن جو اپنے حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ رکھتا تھا، کالا پڑ گیا۔ اس ناحق خُون ریزی کی وجہ سے کائنات کی ہر چیز متاثر ہوئی۔ درخت خاردار ہو گئے۔ کھانے سڑنے لگے، پھلوں میں تُرشی پیدا ہو گئی، پانی شور ہو گیا اور زمین غُبار آلود ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب اس واقعہ کا علم ہوا، تو وہ سَو سال تک نہ ہنسے۔

حمایتِ مظلوم

ایک رات سُلطان محمود غزنوی (المتوفی ۴۲۱ھ، ۱۰۳۰ء) سو رہا تھا کہ یکایک اس کی آنکھ کُھل گئی۔ پھر لاکھ چاہا کہ دوبارہ نیند آجائے، مگر نیند کوسوں دُور نکل چکی تھی، بستر پر تڑپتا اور کروٹیں بدلتا رہا۔ جب کسی طرح آنکھ نہ لگی، تو اس خدا ترس بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم فریاد لایا ہے یا کوئی فقیر بھُوکا آیا ہے، اسی لئے اسکی نیند اُچٹ گئی ہے۔ غلام کو حکم دیا۔ باہر جاکر دیکھو، کون ہے؟ غلام نے باہر جاکر دیکھا، تو کوئی نہ تھا۔ واپس آکر کہا۔ جہاں پناہ! کوئی شخص نہیں۔ محمود نے پھر چاہا کہ سو رہے، مگر نیند نہ آنی تھی، نہ آئی۔ وہی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہوگئی۔ غلاموں کو دوبارہ کہا۔ اچھی طرح دیکھ آؤ، کون دادخواہ آیا ہے۔ غلام دوڑے ہوئے گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور واپس آکر بولے "حضور کوئی نہیں ہے"۔ سلطان کو شُبہ ہوا کہ شاید غلام تلاش کرنے سے جی چُراتے ہیں، غصہ میں خود کھڑا ہوا، اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے باہر آگیا۔ بہت تلاش کی، مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی، اس کے دروازہ پر آکر اندر کی طرف جھانکا، تو آہستہ آہستہ کسی کے رونے کی آواز آئی۔ قریب پہنچ کر دیکھا، تو ایک شخص فرش پر پڑا ہوا نظر آیا۔ اُس کا مُنہ زمین سے لگا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آہیں بھر رہا تھا، اور چُپکے چُپکے کہہ رہا تھا ؎

اے کہ از غم نہ دیدہ خواری
از غمِ ما کجا خبر داری
خفتہ ماندی چو بختِ ما ہمہ شب
تُو چہ دانی ز رنجِ بیداری

پھر کہنے لگا کہ سُلطان کا دروازہ بند ہے تو کیا، سُبحان کا دروازہ تو کُھلا ہوا ہے۔ اگر محمود دلی سو رہا ہے، تو ہرج نہیں، معبودِ ازلی تو جاگ رہا ہے۔

محمود یہ سُن کر اُس کے بالکل قریب پہنچ کر بولا۔ محمود کی شکایت کیوں کرتا ہے، وہ تو ساری رات تیری تلاش میں بے چین رہا۔ بتا تجھے کیا تکلیف ہے؟ کس نے ستایا ہے؟ کہاں اور کِس غرض سے آیا ہے؟ یہ سُن کر وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا، اور پھُوٹ پھُوٹ کر روتا ہوا بولا۔ حضور ایک درباری کے ہاتھوں ستایا ہوا آیا ہوں، مگر اُس کا نام نہیں جانتا۔ اُس نے میری عزّت خاک میں مِلا دی۔ آدھی رات کو مستی کے عالم میں میرے گھر آتا ہے، اور میری شریکِ زندگی کی عصمت کو داغ دار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ نے اس تلوار کی آب سے اس داغ کو نہ دھویا، تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا، اور آپ کا گریبان۔ یہ سُن کر محمود کو مذہبی غیرت اور شاہی حمیّت کے جوش سے پسینہ آگیا۔ غصہ سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "بتا کیا اِس وقت بھی وہ ملعون وہیں ہوگا؟ اس شخص نے جواب دیا۔ اب تو بہت

رات گذر گئی، شاید چلا گیا ہو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر آئے گا۔"
سلطان نے کہا۔ "اچھا اس وقت تو جاؤ، مگر جس روز جس وقت وہ آئے، مجھے فوراً اطلاع کرو۔"

اُس شخص نے سُلطان کو دُعا دی، اور رُخصت ہو کر چلا ہی تھا، کہ سُلطان نے ٹھہرنے کا حکم دیا، اور پہرہ داروں سے کہا کہ "دیکھو، یہ جس وقت بھی آئے، خواہ میں سوتا ہوں یا جاگتا ہوں، فوراً اس کو مجھ تک پہنچاؤ"۔ اتنا کہہ کر محمود اندر آگیا، اور وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔

تیسری رات وہ شخص شاہی محل سرا کے دروازہ پر پہنچا۔ پہرے داروں نے اس کی شکل دیکھتے ہی سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا۔ سُلطان جاگ رہا تھا۔ تلوار لے کر اُٹھ کھڑا ہوا، اور بولا چلو! راتوں کو اس شکار کرنے والی لومڑی تک مجھے لے چلو۔ یہ سُن کر وہ شخص آگے ہو لیا، اور سُلطان اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر اُس شخص نے سُلطان کو وہ جگہ بتائی جہاں وہ ظالم شخص خزانہ کا سانپ بنا ہوا سو رہا تھا۔ سلطان نے تلوار کا ایک بھرپور وار ایسا جمایا کہ تمام فرش پر انصاف کا لالہ زار کھل گیا۔ اس کے بعد سُلطان مُڑا، اور مظلوم صاحب خانہ کو بُلا کر فرمایا۔ "اب تو محمود سے خوش ہوا"۔ یہ کہہ کر محمود نے مصلّٰی منگوایا۔ اور ایک طرف بچھا کر دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھی۔ پھر اُس شخص سے مخاطب ہو کر پُوچھا۔ "گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ"۔ اُس شخص نے جواب دیا۔ "ایک چیونٹی، سلیمان کی کیا خاطر کر سکتی ہے جو کچھ ہے

حاضر کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر دستر خوان ڈھونڈھ کر سُوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے لئے ہوئے آیا، اور سلطان کے سامنے رکھ دیئے۔ سُلطان نے اس درجہ رغبت اور شوق سے یہ ٹکڑے کھائے کہ شاید عمر بھر میں کوئی لذیذ غذا اس طرح نہ کھائی ہوگی۔ کھانے سے فارغ ہو کر سُلطان نے اس شخص سے کہا۔ معاف کرنا مَیں نے تمہیں کھانے کے لئے تکلیف دی۔ لیکن سُنو! بات یہ ہے کہ جس روز تم ملے اور اپنا دُکھڑا سُنایا۔ اُسی وقت مَیں نے قسم کھالی تھی کہ جب تک اس خبیث کے سر کو اُس کے شانے سے جُدا کر کے تمہارے گھر کو پاک نہ کر دوں گا، رزق کو حرام سمجھونگا۔ پھر دو رکعت نماز مَیں نے شُکرانہ میں پڑھی، جس پر تم حیران ہو رہے ہوگے۔ لیکن سُنو! اس شخص کے متعلّق مجھے اندیشہ تھا کہ میرے بیٹوں میں کوئی ہوگا۔ مَیں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میرے درباریوں اور مصاحبوں کو اتنی جُرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ میرے مزاج سے واقف ہوتے ہوئے ایسی حرکت کریں۔ مَیں جس قدر زیادہ سوچتا گیا، اسی قدر میرا یقین بڑھتا گیا کہ اتنی بڑی گُستاخی کی ہمّت صرف بادشاہ کی اولاد کو ہوسکتی ہے۔ کیونکہ یہ عام طور پر غرور کے نشہ میں بدمست رہتے ہیں۔ چنانچہ مَیں تمہارے ساتھ یہاں اپنے کسی فرزند کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔ جب مَیں نے صورت دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ میرا فرزند نہیں، کوئی غیر شخص ہے۔ اس لئے مَیں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

صُورت پرستی کا انجام

ایک بادشاہ شکار کرنے نکلا۔ راہ میں ایک لونڈی کے حُسن پر فریفتہ ہو گیا۔ اور خرید کر محل شاہی واپس آیا۔ شکار کرنے گیا تھا۔ مگر خود شکار ہو گیا۔ یہ لونڈی سمرقند کے ایک سُنار (صرّاف) کے لڑکے پر عاشق تھی۔ بادشاہ کے یہاں آکر اُس کی جُدائی سے گھلنے لگی اور عشق کی بیماری سے ہڈی چمڑہ رہ گئی۔ بادشاہ اُس کے غم سے جاں بلب ہوا۔ طبیبوں کو جمع کیا۔ علاج کے لئے ہر انعام و اکرامِ شاہی کا وعدہ کیا اور کہا کہ میری زندگی بچاؤ کہ اگر یہ مر گئی تو سمجھ لو کہ مَیں بھی مر گیا۔ طبیبوں نے انشاء اللہ کہے بغیر دعوے کیا کہ ہم بہت جلد اس بیمار لونڈی کو اچھا کر دیں گے لیکن اُن کی ہر دوا اُلٹا اثر کرنے لگی۔

چوں قضا آمد طبیب ابلہ شود　　　آں دوا در نفع خود گمرہ شود

ترجمہ: جب بیمار کی قضا آتی ہے تو طبیب بھی بیوقوف ہو جاتا ہے اور کی دوا بھی اپنے نفع میں برعکس راستہ اختیار کرتی ہے۔

از قضا سرکنجبیں صفرا فزود　　　روغنِ بادام خشکی می نمود

ترجمہ: تقدیر سے سکنجبین صفرا بڑھا رہا تھا اور روغن بادام خشکی میں اور اضافہ کر رہا تھا یعنی ہر دوا مخالف اور اصولِ علاج ناکارہ ثابت ہو رہا تھا۔

بالآخر طبیبوں کی رُسوائی ہوئی اور عقل و تجربہ کا دعوے ٹھکانے لگ گیا اور اپنی عاجزی اور مایوسی کا اظہار کر کے رُوسیاہ ہوئے۔

شہ چوں عجزِ آں طبیباں را بدید پا برہنہ جانبِ مسجد دوید

ترجمہ: شاہ نے جب طبیبوں کی عاجزی اور مایوسی دیکھ لی، تو ننگے پاؤں مسجد کی طرف دوڑا۔

رفت در مسجد سوئے محراب شُد سجدہ گاہ از اشکِ شہ پُر آب شُد

ترجمہ: مسجد گیا اور محراب کی طرف دوڑا۔ اور سجدہ میں گر کر اس قدر رویا، کہ سجدہ گاہ شاہ کے آنسوؤں سے پُرآب ہوگئی، اور اُس نے عرض کیا۔

کاے کمینہ بخششت ملکِ جہاں من چہ گویم چوں تو میدانی نہاں

ترجمہ: زار زار روتے ہوئے بادشاہ نے عرض کیا کہ اے اللہ! یہ ساری کائنات تیری ادنےٰ بخشش ہے۔ میں کیا عرض کروں، جب کہ تُو ہمارے اسرار سے باخبر ہے۔

حالِ ما و ایں طبیباں سر بسر پیشِ لُطفِ عامِ تُو باشد ہدر

ترجمہ: ہمارا حال اور ان طبیبوں کا عدمِ توکل اور ترکِ انشاء اللہ تیرے لُطفِ عام کے سامنے کوئی اہمیّت نہیں رکھتا۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ

ترجمہ: اے وہ ذاتِ پاک جو ہمیشہ ہماری حاجتوں کی پناہ گاہ ہے۔ ہم پھر سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

چوں برآورد از میانِ جان خروش اندر آمد بحرِ بخشائش بجوش

ترجمہ: جب اس بادشاہ نے تہ دل سے نالہ و فریاد کی، تو حق تعالےٰ کی رحمت کا سمندر جوش میں آگیا۔

روتے روتے بادشاہ پر نیند طاری ہوگئی اور خواب میں دیکھا، کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے شخص! نا اُمید نہ ہو۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ اس محبوبہ کا علاج کر دوں گا۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی بادشاہ نے قلب کو مسرور پایا۔ اور اُن بزرگ کا منتظر تھا کہ اچانک تشریف لائے۔ آگے بڑھا اور دوڑ کر ان بزرگ کا بصد احترام استقبال کیا۔ اس کے بعد اس شیخِ کامل نے اس لونڈی کا قارورہ دیکھا اور نبض دیکھی۔ نبض پر ہاتھ رکھ کر ہر شہر کا نام لینا شروع کیا۔ جب سمرقند کا نام لیا تو اس کی نبض کی حرکت تیز ہوگئی۔ شیخ نے سمجھ لیا کہ سمرقند میں یہ کسی کی محبت سے بیمار ہے۔ بیماری کچھ تھی اور علاج کچھ ہو رہا تھا۔

بے خبر بودند از حالِ دروں اَسْتَعِیْذُ اللّٰہَ مِمَّا یُفْتَرُوْنَ

ترجمہ : اندرونی حالت سے لوگ بے خبر تھے اور پناہ چاہتا ہوں میں ان باتوں سے جن کی مجھ پر لوگ افترا کرتے ہیں۔

پھر شیخِ کامل نے اس لونڈی سے راز معلوم کر لیا کہ وہ سمرقند کے ایک زرگر (صرّاف) پر عاشق ہے۔ شیخ نے شاہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو حاضر کرے۔ چنانچہ دنیاوی دولت کے لالچ پر طلب کیا گیا۔ اور چونکہ شیخ کامل طبیبِ کامل بھی تھے۔ انہوں نے اس شخص کو ایسی دوائیں دیں، جس سے اُس شخص کا حُسن جاتا رہا، اور اس لونڈی کے سامنے پھر اس کو پیش کیا۔ چونکہ اُس کی صورت کافی بُری اور مکروہ ہو چکی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی لونڈی کا عشق جاتا رہا، اور وہ اس کے عشق کی بیماری سے شفا پا گئی۔

اور تندرست ہونے لگی، اور کچھ ہی دن میں بالکل صحت یاب ہوگئی۔

چونکہ زشت و ناخوش رُخ زرد شُد

اندک اندک در دلِ او سرد شُد

ترجمہ: چونکہ اس لونڈی کی بیماری محض صورت پرستی تھی اسلئے صورت کے بگڑنے سے آہستہ آہستہ وہ عشق بھی زائل ہوگیا اور شفا پاگئی۔

عشقہائے کز پئے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود

ترجمہ: جو عشق صرف رنگ و رُوپ کی خاطر ہوتا ہے، وہ دراصل عشق نہیں بلکہ فسق ہے، اور اس کا انجام شرمندگی اور رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں۔

زانکہ عشقِ مردگاں پائندہ نیست زانکہ مُردہ سوئے ما آئندہ نیست

ترجمہ: کیونکہ مرنے والے کا عشق پائیدار نہیں ہوتا اور کیونکہ مردہ ہمارے پاس آنے والا نہیں بلکہ ہم سے جانے والا ہے۔

یعنی محبوب جب فانی ہے تو فانی چیز کا عشق بھی فانی ہے۔

عشقِ زندہ در رواں و در بصر ہر دمے باشد زغنچہ تازہ تر

ترجمہ: حق تعالےٰ جو ہمیشہ زندہ ہیں اور فنا سے پاک ہیں اُن کا عشق بھی ہمیشہ غنچہ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے۔

عشق آں زندہ گزیں کو باقی ہست واز شراب جانفزایت ساقی ست

ترجمہ: اے طالب اس زندہ (محبوبِ حقیقی) کا عشق اختیار کر کہ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور جو محبّت د معرفت کی جانفزا پاک شراب پلانے والا ہے۔

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
از زماں از غیب جانِ دیگرست

تُو مگو مارا بداں شہ بار نیست
بر کریماں کارہا دُشوار نیست

تُو مایوسی سے یہ مت کہہ کہ اس محبوبِ حقیقی تک مجھ جیسے نالائقوں کی کیسے رسائی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کریم ہیں، اور کریموں کے نزدیک ایسے کام دشوار نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو بندہ میری طرف بالشت بھر قریب آتا ہے میں اس کی طرف گز بھر قریب ہو جاتا ہوں۔ غرض اس کے عشق و محبّت کا دروازہ ہر وقت کُھلا ہُوا ہے، جو چاہے داخل ہو اور اُس کا تقرّب حاصل کرے۔

کہتے ہیں لیلیٰ کا یہ دستُور تھا
بھیک دیتی در پہ جو آتا گدا

ایک دن مجنوں بھی کاسہ ہاتھ لے
جا پکارا در پہ کچھ ﷲ دے

آئی لیلیٰ اور سبھی کو کچھ دیا
ہاتھ سے مجنوں کے کاسہ لے لیا

لے کے دے مارا زمیں پر ایکبار
رقص میں مجنوں ہُوا بے اختیار

پُوچھا لوگوں نے اے مجنون بکمال
رقص کا تیرے بَھلا تھا کیا مقام

بولا مجنوں یاں کوئی عاشق نہیں
عاشقوں کی رمز سے واقف نہیں

ایسے ہوتے ہیں بَھلا کس کے نصیب
جو بَلا نازل کرے اس کا حبیب

یہ بَلا ہرگز نہ تھی اک راز تھا
یہ بھی اک محبُوب کا انداز تھا

حُسن پرستی کا عِلاج

ایک طالبِ حق اصلاحِ نفس کے لئے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کے تجویز کردہ ذِکر اور شغل کو اہتمام سے کرنے لگے لیکن جو خادمہ شیخ کے گھر سے اُن کے لئے کھانا لایا کرتی تھی، اُس پر بار بار نگاہ ڈالنے سے اُن کے دِل میں اس خادمہ کا عشق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ جب وُہ کھانا لے کر آتی، یہ کھانے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اُسی کو عاشقانہ نظروں سے گھورتے رہتے۔ وُہ خادمہ بھی اللہ والی تھی۔ اُس کو شُبہ ہوُا، کہ یہ شخص مجھے بُری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بد نگاہی کی ظُلمت کا اُس خادمہ کے نُورانی قلب نے ادراک کر لیا، اور اُس نے شیخ سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید میرے عِشق میں مُبتلا ہو گیا ہے، اس کو ذکر اور شغل سے اب کیا نفع ہوگا۔ پہلے آپ اس کو عِشق مجازی سے چھُڑائیے۔

اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے احباب و متعلقین اور خدام کو حتی الامکان رُسوا نہیں فرماتے، اور یہ حضرات کسی کی بُری حالت سے مایوس نہیں ہوتے کیونکہ یہ عارف ہوتے ہیں۔ ان کی نظر حق تعالےٰ شانہٗ کی عطا اور فضل پر ہوتی ہے اور عطائے حق کا یہ حال ہے ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا ۔۔۔ گبر صد سالہ ہو فخرِ اولیاء
تم کسی کافر کو مت جانو حقیر ۔۔۔ رحمتِ حق کیا عجب ہو دستگیر
خاتمہ ہونے سے پہلے بے اُمید ۔۔۔ کافر و مُشرک، ہو پل میں بایزید

چنانچہ شیخؒ نے باوجود علم کے نہ اُس مرید کو ڈانٹا، اور نہ اپنے اِس علم کا اظہار کیا۔ البتہ دل کو فکر لاحق ہو گئی کہ اِس کو عشقِ مجازی سے کِس طرح نجات حاصل ہو۔

حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف سے ایک تدبیر الہام ہوئی جس پر آپ نے عمل فرمایا، اور اس خادمہ کو اسہال کی دوا دے دی اور ارشاد فرمایا، کہ تجھ کو جتنے دست آئیں، سب کو ایک طشت میں جمع کرتی رہنا۔ یہاں تک کہ اُس کو بیس ۲۰ دست ہوئے۔ جس سے وہ انتہائی کمزور اور لاغر ہو گئی۔ چہرہ پِیلا ہو گیا۔ آنکھیں دھنس گئیں۔ رُخسار اندر کو بیٹھ گئے۔ ہیضہ کے مریض کا چہرہ جس طرح خوفناک ہو جاتا ہے، خادمہ کا چہرہ بھی ویسا ہی پُر خوف اور مکروہ ہو گیا، اور تمام حُسن جاتا رہا۔ شیخ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ آج اس کا کھانا لے کر جا، اور خود بھی آڑ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ مُرید نے جیسے ہی خادمہ کو دیکھا تو کھانا لینے کی بجائے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور کہا کہ کھانا رکھ دو۔ شیخ فوراً آڑ سے نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ اے بے وقوف! آج تو نے اس خادمہ سے رُخ کیوں پھیر لیا۔ اِس کنیز میں کیا چیز گُم ہو گئی جو تیرا عشق آج رُخصت ہو گیا۔ پھر شیخ نے خادمہ کو حُکم دیا کہ وہ پاخانے کا طشت اُٹھالا۔ جب اُس نے سامنے رکھ دیا تو شیخ نے مُرید کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے بیوقوف! اس خادمہ کے جسم سے سوائے اتنی مقدار پاخانہ کے اور کوئی چیز خارج نہیں ہوئی۔ معلوم ہُوا کہ تیرا معشوق درحقیقت یہی پاخانہ تھا۔ جس کے نکلتے ہی تیرا عشق غائب ہو گیا۔

مثنوی

خادمہ کے جسم سے کیا کم ہوا — دیکھ کر کیوں آج تجھ کو غم ہوا
جسم سے کیا چیز رخصت ہو گئی — جس سے تجھ کو اتنی نفرت ہو گئی
شیخ نے پھر طشت دکھلایا اُسے — جو بھرا تھا خادمہ کے دست سے
اور کہا کہ دیکھ اے طالب اسے — صرف یہ نکلا ہے اس کے جسم سے
پس ترا معشوق یہ پاخانہ تھا — تُو اِسی کا آہ بس دیوانہ تھا
حُسن جب مُسہل سے پھیکا پڑ گیا — عشق کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا

شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تجھ کو اس جاریہ سے محبت تھی تو اب وہ محبت، نفرت سے کیوں تبدیل ہو گئی ؎

خادمہ سے عِشق تھا تجھ کو اگر — عِشق کیوں جاتا رہا اے بے خبر

عشق مجازی کا پلید ہونا شیخ کی اس تدبیر سے اچھی طرح اُس شخص پر واضح ہو گیا، اور اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوا، اور حق تعالےٰ شانہٗ کی بارگاہ میں بصد گریہ و زاری، صِدقِ دل سے توبہ کی، اور عشقِ حقیقی کی دولت سے مالا مال ہو گیا ؎

طالبِ حق ہو گیا بس منفعل — اپنی غلطی پر ہوا بے حد خجل
رستگاری نفس کی زنجیر سے — پا گیا مُرشد کی اِک تدبیر سے

حضرت عارف رومیؒ اس حکایت سے یہ نصیحت فرماتے ہیں، کہ اے لوگو! جس گھونگھر والی مُشکبار پر آج تم فریفتہ ہو، یہی زُلف ایک دن تم کو بُڈھے گدھے کی دُم کی طرح بُری معلوم ہو گی ؎

زلفِ جعد و مشکبار و عقل بر　　آخر او دُمِّ زشت پیر خر

ترجمہ: گھونگر والی مُشکبار اور عقل و ہوش اُڑانے والی زُلف آخرکار پیری میں بُڈھے گدھے کی دُم کی طرح بُری معلوم ہوتی ہے۔

نرگسِ چشمِ خماری ہمچو جاں　　آخر اعمش بیں و آب از وے چکاں

ترجمہ: آج جس چشم خمار آلود پر جان قربان کر رہے ہو، اس کا انجام بڑھاپے میں دیکھو کہ اُسی آنکھ سے گندہ پانی ٹپکتا ہے، اور چوندہ پن کا مرض ہو جاتا ہے۔

کودکے از حُسن شد مولائے خلق　　بعد پیری شُد خرف رسوائے خلق

ترجمہ: ایک حسین بچے کو دیکھو کہ حُسن کی وجہ سے وہ مخلوق کا سردار اور مولیٰ بنا ہوا ہے لیکن جب بوڑھا ہو گیا تو مخلوق میں بے قدر پھرتا ہے۔

روز دیدی طلعت خورشید خُوب
مرگِ او را یاد کُن وقتِ غُروب

ترجمہ: طلوع کے وقت آفتاب کو کیسا خوش نما دیکھتے ہو۔ لیکن اُس کی موت کو یاد کرو ڈوبنے کے وقت۔

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق
حسرتش را ہم ببیں اندر محاق

ترجمہ: چودھویں کے چاند کو آسمان پر کیسا خوش نما دیکھتے ہو لیکن اُس کی حسرت کو دیکھو۔ جب وہ گھٹنے لگتا ہے۔

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز　　فضلۂ آں را ببیں در آب ریز

ترجمہ: اے شخص تو عُمدہ غذاؤں کی تازگی اور حُسن پر فریفتہ ہے۔ لیکن بیت الخلاء میں اُس کے فضلہ کو جا کر دیکھ کہ کیا نتیجہ ہے۔

زادهٔ دُنیا چو دُنیا بے وفا است
گرچہ رو آرد بتو آں رو قفا است

ترجمہ: اہلِ دُنیا مثل دُنیا کے بے وفا ہیں۔ اگر یہ تمہاری طرف چہرہ کریں تو سمجھ لو، یہ چہرہ نہیں، سر کا پچھلا حصہ ہے۔

عشقِ پاکاں درمیان جاں نشاں
دِل مده اِلّا بمہرِ دل خوشاں

ترجمہ: جب دنیا اور اہلِ دنیا کی بے وفائی معلوم ہو گئی، تو پاک بندوں یعنی اللہ والوں کی محبت دل میں قائم کرو، اور دل کسی سے مت لگاؤ لیکن صرف اللہ تعالےٰ کے مقبول اور خاص بندوں سے۔

علامت مقبول عنداللہ ہونے کی یہ ہے کہ ان بندوں کے پاس بیٹھ کر دل دُنیا سے بے رغبت ہونے لگے اور حق تعالےٰ کی طرف مائل ہونے لگے اور ظاہری طور پر یہ شخص متبع سُنّت ہو اور کسی بزرگ متبع سُنّت کا صحبت یافتہ واجازت یافتہ ہو۔ ان خُوبیوں کے بعد پھر ہرگز اس میں کشف وکرامت مت تلاش کرو کہ کشف وکرامت امرِ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاریہ کو قبولیت اور عدمِ قبولیت سے کوئی تعلّق نہیں ہوتا۔ قرب یا عدمِ قرب کا مدار اللہ نے اُمورِ غیر اختیاریہ پر نہیں رکھا، ورنہ نعوذ باللہ اعتراض لازم آتا کہ بندوں کے اختیار سے زیادہ ان پر تکلیفِ شرعی کا بار رکھا گیا۔ خُوب سمجھ لیا جاوے۔

حُسنِ مجازی کی حقارت و فنائیت اور ناقابلِ التفات ہونے پر ایک نظم جس کا عنوان "کلامِ عبرتناک برائے عشقِ ہوسناک" ہے، افادۂ قارئین کے لئے درج کی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماویں، اور خلق کے لئے نافع فرماویں۔ آمین

کلامِ عبرتناک برائے عشقِ ہوسناک

وہ زُلفِ فتنہ گر جو فتنہ ساماں تھی جوانی میں
دُمِ خر بن گئی پیری سے وہ اِس دارِ فانی میں
جو غمزہ شہرۂ آفاق تھا گل خُوں فشانی میں
وُہی عاجز ہے پیری سے خُود اپنی پاسبانی میں
سنبھل کر رکھ قدم اے دِل بہارِ حُسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خُون ہے بحرِ جوانی میں
ہماری موتِ رُوحانی ہے عشقِ حُسنِ فانی میں
حیاتِ جاوداں مضمر ہے دل کی نگہبانی میں
جو عارض آہ رشکِ صد گُلستاں تھا جوانی میں
وہ پیری سے ہے ننگِ صد خزاں اِس باغِ فانی میں
جو ابرو اور مژگاں قتل گاہِ عاشقاں تھے کل
وہ پیری سے ہیں اب مژگانِ خر کیچڑ روانی میں

وہ جانِ حُسن جو تھا حکمراں کل بادشاہوں پر
ہے پیری سے بغاوت آج اس کی حکمرانی میں
محبّت بندۂ بے دام تھی جس روئے تاباں کی
زوالِ حُسن سے نادم ہے اپنی جانفشانی میں
وہ نازِ حُسن جو تھا زینتِ شعر و سُخن کل تک
وہ اب پیری سے ہے محصور کیوں ریشہ دوانی میں
کہاں کا پردۂ محمل، کہاں کی آہ مہجوری
وُہ بُت پیری سے رُسوا ہے غبارِ شُتر بانی میں
شبابِ حُسن کی رعنائیاں صبحِ گلستاں ہے
مگر انجامِ گلشن دیکھ شام باغبانی میں
وہ جانِ نغمۂ عُشّاق ہے اور جانِ غزل گوئی
ہے پیری سے گُل افسردہ بہارِ شعر خوانی میں
ہزاروں حُسن کے پیکر لحد میں دفن ہوتے ہیں
مگر عُشّاقِ ناداں مُبتلا ہیں خُوش گمانی میں
اگر ہے عشق تو بس عشقِ حیٌّ لَا یَزَل باقی
محبت عارضی ہوتی ہے عشقِ حُسنِ فانی میں
نہ کھا دھوکا کسی رنگینئ عالم سے اے اختؔر
محبت خالقِ عالم سے رکھ اِس دارِ فانی میں

فائدہ: حاصل قصہ یہ ہے کہ وہ طالبِ حق عشقِ مجازی کے فتنہ

سے موت تک نجات نہ پاتا لیکن ایک مقبول بندے کے صحبت فیض سے اُسے اس پلیدی سے نجات مِل گئی۔ مولانا عارف رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا راستہ نِری عقل سے طے نہیں کیا جاسکتا۔ کسی اللہ والے کی صُحبت میں اصلاح کی غرض اور نیت سے حاضری ضروری ہے۔ اگر مقبولین کاملین کی اطاعت سے جی چُراؤ گے تو ہمیشہ ناقص رہو گے اور کمال نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ شیخ بوعلی سینا یہ شیخ الفلاسفہ ہونے کے باوجود موت کے وقت عقل کو بے ساز و سامان دیکھتا تھا اور محض بے نتیجہ اور بے فائدہ کہتا تھا اور اقرار کرتا تھا کہ ہم نے عقل و ذکاوت کا گھوڑا فضول دوڑایا اسے اور ذہانت و ذکاوت کے دھوکے میں آکر اہل اللہ کی اطاعت نہ کی اور خیالی سمندر میں تیرتے رہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بحرِ معرفت میں تیرنا عقل و ذکاوت سے کام لینا بالکل بیکار ہے۔ وہاں تو کشتیٔ نوح یعنی اعانت اہل اللہ کی ضرورت ہے۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان نے عقل کا گھوڑا دوڑایا کہ مجھ کو اس طوفان سے اُونچے اُونچے پہاڑ بچالیں گے اور خُدائی کشتی کو حقیر سمجھا نتیجہ کیا ہؤا کہ وہ معمولی کشتی فضل الٰہی کے سبب طوفان سے محفوظ رہی اور اُونچے اُونچے پہاڑوں پر طوفان پہنچ گیا، اور کنعان ہلاک ہوگیا ؎

ضُعفِ قطب در تن بود در رُوح نے
ضُعف در کشتی بود در نوح نے

پس مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم چونکہ صحیح نظر نہیں رکھتے، اس لئے اہل اللہ کی محبت اور اُن کی اطاعت کی کشتی تم کو حقیر معلوم ہوتی ہے اور اہلِ یورپ کی تقلید میں عقل کے پہاڑ کو بہت بڑا سمجھتے ہو۔ لیکن خبردار! اِس بظاہر

حقیر کشتی کو واقع میں حقیر مت سمجھنا۔ یعنی اہل اللہ اکثر پھٹے پُرانے لباس میں ہوتے ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں تو اُن کی سادگی کی وجہ سے ان کو حقیر مت سمجھنا۔ حق تعالےٰ شانہٗ کے اس فضل کو دیکھنا جو اُن کے شامل حال ہے اس واصل بحق کشتی کی جلالتِ شان پر نگاہ رکھو، کوہ عقل کی بلندی پر نظر نہ کرو۔ کیونکہ قہرِ خداوندی کی ایک موج اس کوہ کو زیر و زبر کر سکتی ہے۔ لیکن وہ کشتی جو رحمت کے سایہ میں چل رہی ہے، اُس کی ظاہری طاقت و جسامت کو مت دیکھو کہ یہ کشتی طوفانہائے نفس و شیطان سے صحیح سلامت گذر جائیگی۔ کیونکہ اس پر قدرت و رحمتِ الٰہیہ کا سایہ ہے۔ اگر اس نصیحت پر عمل نہ کروگے، تو آخر میں تمہیں اپنے قصورِ عقل کا اقرار کرنا پڑے گا اور پچھتانا پڑے گا۔ پس اگر لغزشوں اور برائیوں سے حفاظت مطلوب ہے تو اہل اللہ کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنا لو، پھر تم ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔ جو لوگ دین کا راستہ اپنی عقل سے طے کرتے ہیں وہ توبہ شکن ہوتے ہیں۔ اُن کی توبہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیطان نے ایک پھونک ماری، اور اُن کی توبہ ٹوٹی۔ لیکن اُن کے تکبّر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اہل اللہ کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ تمام زندگی ناقص رہتے ہیں۔ پس اے لوگو! اپنے لئے کوئی راہبر تلاش کرو، اور اللہ والوں کی صُحبت کو کیمیا سمجھو۔

اگر طلبِ صادق ہے اور راہبر کی تلاش مقصود ہے اور اللہ والوں کی صحبت مطلوب ہو تو خواجہ محمد اسلام کا مشورہ ہے کہ آپ تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں تشریف لے جائیں۔

علاجِ بدنگاہی

اے خداوند جہانِ حُسن و عشق / سخت فتنہ ہے مجازی حُسن و عشق
غیر سے تیرے اگر ہو جائے عشق / عشق کیا ہے درحقیقت ہے یہ فسق
عِشق با مردہ ہے تیرا اک عذاب / راستے کا ہے تیرے یہ سدِّ باب
حُکم ہے اس واسطے غضِّ بصر / تا ہو زہرِ عشق سے دل بے خطر
بدنگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ / دِل کو اِک دم میں یہ کرتی ہے تباہ
بدنگاہی تیر ہے ابلیس کا / زہر میں ڈوبا ہوا تلبیس کا
ہو گئے کتنے ہلاک اس راہ میں / کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں
کھو نہ تو اس طرح سے عمرِ عزیز / عُمر کی قیمت ہے بس ذکرِ عزیز
چند دن کا حُسن ہے حُسنِ مجاز / چند روزہ ہیں فقط یہ ساز و باز
عِشق جو ہوتا ہے رنگ و رُوپ پر / جیسے عاشق شمس کا ہو دُھوپ پر
جو ہیں خود عاجز سراپا احتیاج / عشق میں اُن کے جو ہیں سرمست آج
عاشق و معشوق کل روزِ شمار / رُوسیہ ہیں دونوں پیشِ کردگار
دل کا ہو مطلوب کوئی غیرِ حق / ہے یہ مستی شرابِ قہرِ حق
گر حقیقت کی طرف کوئی مجاز / ہو رجوع تو ہے وہ جانِ پاک باز
ہو گیا زندہ وہ گورستان سے / آ گیا گلشن میں خارستان سے
خار سے رُخ پھر گیا اب سُوئے یار / دیکھتا ہے قلب میں اب رُوئے یار
ذکرِ حق سے مِل گیا جس کو قرار / سامنے اُس کے خزاں بھی ہے بہار
نُور آیا پس بُجھی شہوت کی نار / جیسے ہو جائے خزاں ، فصلِ بہار
سنگ دل ہوتے ہیں یہ سیمیں تن / خود غرض اور بے وفا ہیں گُل بدن

سخت بدرگ، بدخصال و زشت خو
بالیقیں ہوتے ہیں یہ بُت خوب رُو

گھور پر جیسے ہو کوئی سبزہ زار
چشم دھوکا کھا کے ہو اس کا شکار

غیرِ حق کا دل سے جب نکلے گا خار
دل میں ہوگی چین و لذّت کی بہار

جان میں ہوگا طلوع وُہ آفتاب
اور حیاتِ طیبہ کا فتح باب

تھا دخانِ شمعِ مردہ کا حجاب
سخت غیرت میں تھا نُورِ آفتاب

"آفتابا با تو چو قبلہ دامیم
شب پرستی و خفاشی می کنیم

بے گماں ترکِ ادب باشد ز ما
کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا"

جب کہ ہو غیرِ خدا کا دل میں خار
ہوگی اُس پر ظلمت و کلفت کی مار

ہائے کیا دیکھے گا وُہ روئے بہار
جو نہ ہو پابندِ ذکر و فکرِ یار

عمر بھر رکھے گا ساقی تشنہ کام
گر پیے گا زہرِ نظرِ بد کا جام

جب کہ غیروں میں بھی ہو مشغول دل
ذکر و طاعت میں کہاں لگتا ہے دل

دل میں تیرے ہے جو فکر ایں و آں
اس لیے آتا نہیں ہے نُورِ جاں

"اے خدا ایں بندہ را رُسوا مکن
گر بدم من سِرِّ من پیدا مکن"

گر تُو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید

عشق سے تیرے رہوں میں جامہ چاک
دردِ دل سے لُوں میں تیرا نامِ پاک

جو بشر بھی سُن سکے میری آہ کو
بس تڑپ جائے وہ تیری چاہ کو

عشق سے اپنے تُو دل کو طُور کر
نُور سے اختر کا دل معمور کر

وہ سُرخیاں کہ خُونِ تمنا کہیں جسے
بنتی شفق ہیں مطلعِ خورشید قرب کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

سچے موتی

محمد اسلام خواجہ

ادارہ اشاعت دینیات
سعید منزل دربار انارکلی، لاہور

پیش لفظ

یہ سبزہ و گُل، یہ پہاڑوں کی بلندی، آسمانی چھت کا پھیلاؤ، ستاروں کی جھلک، مہرِ تاباں کی چمک، خورشیدِ درخشاں کی دمک کیوں ہے؟ اور کیا ہے؟ کون ہے جو چاند و سُورج میں نوُر کی شعاعیں پہنچاتا ہے، کون ہے جو پوُری کائنات کو تھام رہا ہے، کون ہے، جو دوڑنے والے چرندوں کو طاقت بخشتا ہے اور اُڑنے والے پرندوں کو حُسنِ پرواز عطا فرماتا ہے۔ انسان کو بولنے کی طاقت بخشتا ہے اور ہر ایک کو الگ الگ حسن و جمال کی بخشش کرتا ہے۔ پتا، پتا، ڈالی، ڈالی، پھوُلوں اور پھلوں کی سبزی اور لالی کس کارخانے سے آتی ہے اور رنگ رچاتی ہے

سُچّے موتی

اللہ کے دوست عدل و انصاف، عفو و حلم، جود و سخاوت، مروّت و شرافت، صبر و استقامت، شجاعت و فتوت اور شہامت و علوِ ہمّت کے اوصافِ عالیہ سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ان کا بیان دلپذیر اور ان کے اشارے کنایے بے نظیر ہوتے ہیں۔ ہر بیان میں سینکڑوں معانی، ہر اشارہ میں ہزاروں لطیفۂ لاریبی اور ہر معنی میں بے انتہا مفہوم اور ہر لطیفہ میں لاتعداد ادراکات، اور ہر مفہوم میں بیشمار حالات اور ہر ادراک

میں بہت سے مقامات اور ہر حال میں ناقابلِ بیان ذوق اور ہر مقام میں اتنی خبریں ہوتی ہیں جن کی گنجائش دُنیا میں نہیں۔

اللہ کے نیک بندوں کے اقوال سُچّے موتی ہیں

خیر کا ہر لفظ مردِ مومن کی میراث ہے جہاں سے مِلے اُٹھالے۔
جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے، تو اس کی عزت کرو۔
شریر کی بدکاریاں اُس کو پکڑلیں گی اور وہ اپنے ہی گناہ کی رسیوں سے جکڑا جائے گا۔
خداوند تعالیٰ اِن چھ چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ ۱۔ اُونچی آنکھیں۔ ۲۔ جھوٹی زبان۔ ۳۔ وہ ہاتھ جو بے گناہ کو آزار پہنچائے۔ ۴۔ وہ دِل جو بُرے منصوبے باندھتا ہے۔ ۵۔ وہ پاؤں جو جلد بُرائی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ۶۔ وہ گواہ جو جھوٹ بولتا ہے اور وہ جو بھائیوں کے درمیان جھگڑے برپا کرتا ہے۔
کلام کی کثرت میں کُچھ نہ کُچھ گناہ ہوگا، مگر وہ جو اپنے لبوں کو روکے رہتا ہے، بڑا دانا ہے۔
خداوند تعالیٰ کی راہ سیدھے لوگوں کے لیے توانائی اور بدکرداروں کے لیے ہلاکت ہے۔
کوئی انسان شرارت سے پائیدار نہیں رہ سکتا، لیکن صادقوں کی بُنیاد کو کبھی جنبش نہ ہوگی۔
تھوڑا جو خداوند کے خوف کے ساتھ ہو، اس بڑے گنج سے جو رنج کے ساتھ ہو بہتر ہے۔
بیٹے کی تادیب سے دستبردار نہ ہو۔ چھڑی مارنے سے وہ مَر نہ جائے گا، لیکن تو جہنّم سے اس کی جان بچالے گا۔
مُبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ وہ بہشت کے حقدار ہوں گے۔ مُبارک ہیں وہ جو دل کے غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ اُن پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے۔ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تُم سے پہلے تھے اِسی طرح ستایا تھا۔
جَو کی رُوٹی کھانا، صاف پانی پینا اور کُھلے میدان میں سو رہنا مرنے والے کے لیے بہت ہے۔

علم ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے، اور اس کی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے، اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے، اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے، اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا اور سفر کا ساتھی ہے (کہ دینی کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدّث ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے۔ دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں۔ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے، اور اخلاص اس کا پانی۔ ایمان دار کی گفتگو اللہ کا ذکر، اور اس کی نظر عبرت اور اس کا سکوت فکر ہوتا ہے۔ پیغمبرانہ تعلیم نے انسان کے اندر احساس کی نزاکت، روح کی صفائی، اخلاق کی بلندی، عزتِ نفس، خود پسندی سے نجات، قدرت رکھتے ہوئے دنیا کی دل لبھانے والی چیزوں سے بے رغبتی، حوصلہ و فکر کی بلندی، خدا سے ملنے کی تڑپ پیدا کی۔ ان کے یقین میں قوت عطا کی۔ ذات و صفات کا وہ گہرا علم بخشا جس کا تصور صرف وہی انسان کر سکتا ہے جس نے ان افراد کی سیرتوں کا صحیح طور پر اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا ہو۔

ارشادِ باری تعالےٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا
اور حکم کر چکا تیرا رب کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک
يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا
کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی اُف تک
تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
نہ کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ رَبُّكُمْ
جھکے رہنا اور یوں دُعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار، ان دونوں پر رحم فرما جیسا انہوں نے
اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ط اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ
مجھ کو بچپن میں پرورش کیا ہے۔ تمہارا رب تمہارے دل کی بات کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادتمند ہو تو وہ
غَفُوْرًا ○ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط
رہنا اور (مال کو) بے جا خرچ مت کرنا (کیونکہ) بےشک بیجا مال اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ
اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی اُمید
رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ○
ہو، اس کے انتظار میں تجھ کو ان سے پہلوتہی کرنا پڑے، تو اُن سے نرمی کی بات کہہ دینا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ
اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیئے
الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ
پس تو بیٹھ رہے گا ملامت کیا ہوا پچھتایا ہوا۔ بے شک تیرا رب جس کو چاہتا ہے
الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا
زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے
بَصِيرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ
دیکھتا ہے۔ اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل مت کرو (کیونکہ) ہم اُن کو بھی
نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا
رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ اور زنا کے پاس
الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ۚ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا
بھی مت پھٹکو۔ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔ اور جس شخص کے
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا
قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر۔ اور جو شخص ناحق قتل کیا
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ
جاوے تو ہم نے اُس کے وارث کو اختیار دیا ہے۔ سو اس کے قتل کے بارہ میں حد سے تجاوز نہ
إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي
کرنا چاہیئے بیشک وہ وارث مقتول کا مدد دیا گیا ہے۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، مگر ایسے
هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ
طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جاوے۔ اور عہد کو پورا کرو بیشک ایسے
الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا
عہد کی باز پرس ہونے والی ہے۔ اور جب ناپ تول کرو تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تول

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝
کردو ــــــــــــ یہ (فی نفسہ بھی) اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
ہے۔ اور جس بات کا تجھ کو علم نہیں اس پر عمل درآمد مت کر۔ بے شک کان اور آنکھ،
وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ
اور دل، ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔ اور زمین پر اکڑتا
فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ج اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
ہوا مت چل (کیونکہ) تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے، اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں
الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ
کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔ یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل)
مَكْرُوْهًا ۝ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط
ناپسند ہیں۔ یہ باتیں حکمت کی اُن باتوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ
وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا
بھیجی ہیں۔ اور اللہ برحق کے ساتھ کوئی معبود تجویز مت کر، ورنہ تو راندہ ہو کر ملامت کیا
مَّدْحُوْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل۔ رکوع ۳-۴)۔
جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات تمام تر خوبیوں سے متصف ہے

حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بت شکنیوں کا منظر دکھاتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد، شاہانہ نظم ونسق اور اجتماعی دستور و قوانین کی مثال پیش کرتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائف صرف خاکساری تواضع عفوو درگزر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کی حیات صبر و شکر کا نمونہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی سیرت ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی قید و بند میں بھی دعوت حق اور جوش تبلیغ کا سبق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت گریہ و بکا، حمد و ستائش اور دعاؤ زاری کا صحیفہ ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی امید خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے، لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو تو دیکھو کہ اس میں نوح اور ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ، سلیمان اور داؤد، ایوب اور یونس، یوسف اور یعقوب علیہم السلام والاکرام کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔

عِلمِ نبوّت کے گوہر پارے

رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم خطبہ جو تبوک میں ایک نماز کے بعد دیا گیا

اللہ تعالیٰ کی زیبا حمد و ثنا کے بعد فرمایا :

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ۔	بے شک صدق و راستی میں سب سے بڑھا ہوا، مجموعۂ کلام اللہ ہے۔
(۲) واوثق العری کلمۃ التقویٰ	بھروسے کی چیز کلمہ تقویٰ ہے۔
(۳) وخیر الملل ملّت ابراھیمؑ۔	تمام ملّتوں سے بہتر مِلّت ابراہیم علیہ السّلام کی ہے (ملّت ابراہیم حنیفا)۔
(۴) وخیر السنن سنّت محمّدؐ۔	تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے۔
(۵) واشرف الحدیث ذکر اللہ۔	تمام باتوں پر اللہ تعالےٰ کے ذکر کو شرف و برتری حاصل ہے۔
(۶) واحسن القصص ھذا القرآن۔	تمام بیانات سے پاکیزہ ترین اور خوب ترین بیان قرآن مجید ہے۔
(۷) وخیر الامور عوازمھا۔	بہترین کام عزیمت کے کام ہیں۔

(۸) وشر الامور محدثاتها۔	بدترین اُمور محدثات و بدعات ہیں۔
(۹) واحسن الهدی هدی الانبیاء۔	بہترین ہدایت انبیاء علیہم السّلام کی ہدایت ہے۔
(۱۰) و اشرف الموت قتل الشهداء۔	بہترین موت راہِ حق کے شہیدوں کی موت ہے۔
(۱۱) واعمی العمی الضلالة بعد الهدی۔	سب سے بڑھ کر بے بصارتی اور کوری وہ گمراہی ہے جو ہدایت پا لینے کے بعد اختیار کرے۔
(۱۲) وخیر الاعمال ما نفع۔	بہترین اعمال وہ ہیں جن سے انسان کو دینی، اخلاقی اور روحانی نفع حاصل ہو۔
(۱۳) و خیر الهدی ما اتبع۔	بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جا سکے۔
(۱۴) وشر العمی عمی القلب۔	بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے
(۱۵) و ید العلیا خیرٌ من ید السفلیٰ۔	بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہے۔
(۱۶) و ما قل و کفی خیرٌ مما کثر والهی۔	تھوڑا مال جو جائز ضرورتوں کی کفالت کرے اُس کثیر مال سے بہتر ہے جو غفلت میں ڈال دے
(۱۷) وشر المعذرة حین یحضر الموت۔	بدترین عذر خواہی اور توبہ وہ ہے، جو جان کنی کے وقت کی جائے۔

(۱۸) و شر الندامة يوم القيامة۔	بد ترین ندامت و شرمساری وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔
(۱۹) ومن الناس من لا یاتی الجمعة الا دبرًا۔	بعض لوگ جمعہ کے لئے آتے ہیں مگر اُن کے دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
(۲۰) و من لا یذکر اللّٰہ الا ھجرًا۔	بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو کبھی کبھی یاد کرتے ہیں۔
(۲۱) و من اعظم الخطایا اللسان الکذب۔	گناہوں میں سے عظیم تر گناہ زبان کا جھوٹا ہونا ہے۔
(۲۲) وخیر الغنیٰ غنی النفس۔	بہترین تونگری دل کی تونگری ہے۔
(۲۳) وخیر الزاد التقویٰ۔	انسان کے لئے بہترین توشہ تقویٰ ہے
(۲۴) و راس الحکم مخافة اللّٰہ عز وجل۔	دانائیوں کا تاج خدائے عز وجل کا خوف ہے۔
(۲۵) وخیر ما وقر فی القلوب الیقین۔	دل نشینی کے لئے بہترین شے یقین ہے۔
(۲۶) والارتیاب من الکفر۔	شک و ریب کفر کی ایک شاخ ہے
(۲۷) و النیاحة من عمل الجاھلیة۔	مُردے پر نوحہ کرنا یعنی بَین کر کے رونا جاہلیت ہے۔
(۲۸) والغلول من حرّ جھنّم۔	خیانت دوزخ کی آگ ہے۔
(۲۹) والسکر کیّ من النار۔	نشہ آگ کا داغ ہے۔

(۳۰) والشعر من ابلیس۔	شعر گوئی شیطانی کام ہے۔
(۳۱) والخمر جماع الاثم۔	شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔
(۳۲) و شرّ الماکل مال الیتیم۔	یتیم کا مال کھانا بدترین روزی ہے۔
(۳۳) والسعید من وعظ بغیرہ۔	سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔
(۳۴) والشقی من شقی فی بطن امہ۔	اصل بدبخت وُہ ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو۔
(۳۵) و ملاك العمل خواتمه	انسان کا سرمایۂ عمل اس کا بہترین انجام ہے۔
(۳۶) و شر الرویا رویاء الکذب۔	بدترین خواب جُھوٹا خواب ہے۔
(۳۷) و کل ما هو آت قریب۔	جو بات ہونے والی ہے، اس کا وقت قریب ہے۔
(۳۸) وسباب المؤمن فسوق وقتالهٗ کفر۔	مؤمن کو گالی دینا فسق اور اُسے قتل کرنا کُفر ہے۔
(۳۹) و اکل لحمه من معصیة الله۔	مومن کا گوشت کھانا یعنی اس کی غیبت کرنا خدا کے گناہوں میں سے ایک ہے۔

(٤٠) وحرمة ماله كحرمة دمه۔

مومن کا مال بھی اسی طرح دوسرے کیلئے حرام ہے جس طرح اس کا خون حرام ہے۔

(٤١) و من يتالى على الله يكذبه۔

جو اللہ تعالیٰ سے استغنا کرتا ہے، اللہ اُسے جھٹلاتا ہے۔

(٤٢) و من يغفر، يغفر لهٗ۔

جو کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے، اُس کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے گا۔

(٤٣) و من يعف، يعف الله عنه۔

جو دوسروں کے ساتھ عفو و درگذر سے پیش آتا ہے، خدا اُس کے ساتھ عفو و درگذر سے پیش آئے گا۔

(٤٤) و من يكظم الغيظ ياجره الله۔

جو غصّہ پی جائے گا، اللہ تعالےٰ اُسے اجر سے نوازے گا۔

(٤٥) ومن يصبر على الرزية يعوضه الله۔

جو نقصان پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اچھا بدلہ دے گا۔

(٤٦) و من يتبع السمعة يسمع الله۔

جو چُغلی پھیلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسکی رُسوائی عام کر دیتا ہے۔

ایک وفد حضورؐ کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں حضرت سوید بن حارثؓ بھی آئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا "مومن مسلمان"۔ آپؐ اس جواب پر متبسم ہوئے اور اُن سے فرمایا۔ ہر کلام کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتاؤ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ پندرہ باتیں ہیں جن میں پانچ عقائد ہیں جن پر ایمان لانا آپؐ کے قاصدوں نے ضروری بتایا، اور پانچ اوامر ہیں جن کی تعمیل فرض کی گئی اور پانچ باتیں ہماری قدیمی ہیں جن پر ہم قائم ہیں۔ اب اگر آپؐ ان میں سے کسی کی ممانعت فرمادیں گے تو بے شک چھوڑ دیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو گنواؤ۔ انہوں نے جواب دیا۔ عقائد تو یہ ہیں کہ ہم ایمان لائیں اللہ پر[۱]، اس کے فرشتوں پر[۲]، اس کی کتابوں پر[۳]، اس کے رسولوں پر[۴] اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر[۵]۔ اور اوامر یہ ہیں کہ زبان سے[۱] لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں، پانچ نمازیں[۲] پڑھیں، روزے[۳] رمضان کے رکھیں، مال زکوٰۃ[۴] دیں اور استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج[۵] کریں۔ اور قدیمی نصائح جن کے ہم زمانۂ جاہلیت سے خوگر ہیں یہ ہیں کہ راحت[۱] کے وقت شکر کریں، تنگی[۲] کے وقت صبر کریں، احکام[۳] قضا و قدر پر راضی رہیں، جنگ[۴] کے موقع پر سچے بنیں اور دشمنوں[۵] کی بدحالی دیکھ کر بھی خوش نہ ہوں۔

ان کی یہ تقریر سُن کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور یہ فرماکر کہ حکماء ہیں علماء ہیں، قریب ہے کہ سلامتیِ فہم کی بدولت نبوت

کے امور میں مستعدی سے کام کریں، یوں کہا کہ پانچ خصلتیں ہم تعلیم کرتے ہیں، ان کو ملا کر بیس کر لو کہ جو کھاؤ نہیں اس کو جمع نہ کرو۔ جس میں رہو نہیں اسکی تعمیر مت کرو۔ جو شے کل کو ہاتھ سے نکلنے والی ہے اس کی حرص نہ کرو۔ جس خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے اُس سے ڈرتے رہو، اور جس عالم میں جانے اور ہمیشہ رہنے والے ہو اس کی رغبت رکھو۔

سخی رسول: جنگِ حنین میں شکست کے بعد ہوازن کا وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس میں چودہ آدمی تھے، اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور بعد ازاں اپنے اموال اور اہل وعیال کی واپسی کی درخواست کی۔

اس وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا بھی تھے، حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ کی تھیں۔ زہیر بن صُرد سعدی و جشمی اسی وفد کے رئیس تھے۔ وہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور رضاعی پھوپھیاں اور پالنے والیاں ہیں جو کبھی آپ کو چھاتی سے لگاتی تھیں اور کبھی گود میں لیتی تھیں۔ اگر ہم نے حارث غسانی اور نعمان بن منذر کو دودھ پلایا ہوتا تو ایسی مصیبت کے وقت میں ہم ضرور اس سے اچھی امید رکھتے، اور آپؐ تو سب سے بہتر اور افضل کفالت کرنے والے ہیں۔

پھر انہوں نے یہ شعر پڑھے:

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ فِيْ كَرَمٍ فَاِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَنْتَظِرُ

یارسول اللہؐ! اپنے کرم اور مہربانی سے ہم پر احسان فرمائیے۔ بلاشبہ آپؐ

ایسے شخص ہیں جس سے ہم مہربانی اور کرم کے امیدوار اور منتظر ہیں۔

اُمْنُنْ عَلٰی بَیْضَۃٍ قَدْ عَاقَھَا قَدَرٌ مُمَزَّقٌ شَمْلُھَا فِیْ دَھْرِھَا غِیَرٌ

اُس قبیلہ پر احسان فرمایئے کہ جس کی حاجتوں کو قضاو قدر نے روک دیا ہے، تغیراتِ زمانہ سے اس کا شیرازہ پراگندہ ہوگیا ہے۔

یَا خَیْرَ طِفْلٍ وَّمَوْلُوْدٍ وَّمُنْتَخَبٍ فِی الْعَالَمِیْنَ اِذَا مَا حُصِّلَ الْبَشَرُ

اے بہترین مولود اور دفاترِ عالم کے انتخاب۔

اِنْ لَّمْ تَدَارِکْھُمْ نَعْمَاءُ تَنْشُرُھَا یَا اَرْجَحَ النَّاسِ حِلْمًا حِیْنَ تُخْتَبَرُ

اگر آپؐ کا انعام و احسان ان کی خبر گیری نہ کرے گا تو ہلاک ہوجائیں گے۔ اے وہ ذات کہ جس کا حلم اور بردباری میں پلہ سب سے بھاری ہے اور امتحان اور آزمائش کے وقت اس کا حلم نمایاں اور ظاہر ہوجاتا ہے، ہم پر احسان فرما۔

اُمْنُنْ عَلٰی نِسْوَۃٍ قَدْ کُنْتَ تَرْضَعُھَا اِذْ فُوْکَ تَمْلَؤُہٗ مِنْ مَحْضِھَا الدِّرَرُ

ان عورتوں پر احسان فرمایئے جن کا آپؐ دودھ پیتے تھے، اور اُن کے خالص اور بہتے ہوئے دودھ سے آپؐ اپنے منہ کو بھرتے تھے۔

لَا تَجْعَلَنَّا کَمَنْ شَالَتْ نَعَامَتُہٗ وَاسْتَبْقِ مِنَّا فَاِنَّا مَعْشَرٌ زُھُرٌ

ہم کو ان لوگوں کی مانند مت کیجئے کہ جن کے قدم اُکھڑ گئے ہوں اور اپنے جود و کرم کے شکر و امتنان کو ہمیشہ کے لئے ہم میں باقی چھوڑیئے۔ ہم شریف گروہ ہیں، کسی کے احسان کو فراموش نہیں کرتے۔

اِنَّا لَنَشْکُرُ لِلنَّعْمَاءِ اِذْ کُفِرَتْ وَعِنْدَنَا بَعْدَ ھٰذَا الْیَوْمِ مُدَّخَرٌ

بے شک، ہم انعام اور احسان کے بہت زیادہ مشکور ہوتے ہیں جب کہ

لوگ اس کی ناشکری کریں۔

فَأَلْبِسِ الْعَفْوَ مَنْ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهُ مِنْ أُمَّهَاتِكَ إِنَّ الْعَفْوَ مُشْتَهَرٌ

پس آپؐ اُن ماؤں کو جن کا آپؐ نے دودھ پیا ہے اپنے دامنِ عفو میں چھپا لیں۔ بے شک آپ کا عفو تو مشہور ہے۔

يَا خَيْرَ مَنْ مَرِحَتْ كُمْتُ الْجِيَادِ بِهِ عِنْدَ الْهِيَاجِ إِذَا مَا اسْتَوْقَدَ الشَّرَرُ

اے وہ ذات کہ جس کی سواری سے کمیت گھوڑے نشاط اور طرب میں آجاتے ہیں جب کہ لڑائی کی آگ دھکائی جائے۔

إِنَّا نُؤَمِّلُ عَفْوًا مِنْكَ تُلْبِسُهُ هٰذِي الْبَرِيَّةَ إِذْ تَعْفُوْا وَتَنْتَصِرُ

ہم آپؐ سے ایسے عفو کی اُمید لگائے ہوئے ہیں جو ان سب کو اپنے اندر چھپالے

فَاغْفِرْ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا أَنْتَ رَاهِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذْ يُهْدٰى لَكَ الظَّفَرُ

پس آپؐ ہم کو معاف کیجئے۔ اللہ تعالےٰ آپؐ کو قیامت کے اندیشوں سے محفوظ رکھے گا، اور آپؐ کو کامیابی عطا فرمائے گا۔ آپ نے ان کی درخواست پر چھ ہزار جو قیدی تھے سب کو رہا فرما دیا۔

انہیں اسیرانِ جنگ میں آپؐ کی رضاعی بہن حضرت شیما بھی تھیں۔ لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا "میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں" لوگ تصدیق کے لئے آپؐ کی خدمت میں ان کو لے کر آئے۔ شیما نے کہا "اے محمدؐ! میں تمہاری بہن ہوں"۔ آپؐ نے پہچان لیا اور مرحبا کہا اور بیٹھنے کے لئے چادر بچھا دی، اور فرطِ مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا۔ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو تم کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ رکھوں گا

اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔شیمار نے کہا۔ میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت اُن کو کچھ اُونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرمائی۔
(اصابہ ترجمہ شیمار ص۳۴۲ جلد۴)۔

اللہ سے محبّت

فرمانِ رسُولؐ

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت آئی ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت کے اچھّے لوگوں میں سے ایک گروہ کے لوگ ہیں جو خدا کی وسعت رحمت کی وجہ سے ظاہر میں ہنستے ہیں اور خدا کے عذاب کے خوف سے پوشیدگی میں روتے ہیں اُن کے بدن زمین میں ہیں اور اُن کے دل آسمان میں ہیں اُن کی روحیں دنیا میں ہیں اور اُن کی عقلیں آخرت میں ہیں سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وسیلہ سے قرب حاصل کرتے ہیں۔" (یعنی اعمالِ صالحہ سے)

اللہ والوں کا عشق

حضرت شعیبؑ بیہاں

تک روئے کہ بینائی جاتی رہی۔ پھر خدا نے اُن کو بینائی عطا فرمائی پھر اس قدر روئے کہ اُن کی بینائی جاتی رہی تو خدائے تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی حالانکہ خدا کو سب سے زیادہ معلوم ہے کہ اگر آپ کا رونا دوزخ کے خوف سے ہو تو میں آپ کو اُس سے امن دیتا ہوں اور اگر آپ کا رونا جنّت کے شوق میں ہو تو میں جنت کو آپ کے لیے واجب کئے دیتا ہوں انہوں نے عرض کیا اے میرے رب نہ میں اس کی وجہ سے روتا ہوں اور نہ میں اس کی وجہ سے بلکہ میں تو صرف آپ کے شوق میں روتا ہوں خدا نے وحی بھیجی کہ اچھا تو پھر روئیے کیونکہ اس بیماری کا تو سوائے رونے کے کوئی علاج ہی نہیں

حضرت رابعہ عدویہؒ | رابعہ عدویہؒ کی خادمہ اعیدہ کا بیان ہے کہ رابعہ تمام شب نماز میں مشغول رہا کرتی تھیں جب فجر طلوع ہونے کے قریب ہوتی تھی تو محراب میں ایک جھپکی سی لے لیتی تھیں اتنے میں صبح ہو جاتی تھی پھر گبھرا کر یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوتی تھیں اے نفس تُو کب تک سوتا رہے گا، عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ ایسی نیند سوئے گا جس سے سوائے شورِ قیامت کے تجھے کوئی نہ جگائے گا مرتے دم تک اُن کی یہی عادت رہی میں نے اُن کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی دیکھی کہ وہ سو رہی تھیں کہ اتنے میں چور آیا اور اُن کے کپڑے لے کر چلا تو اُسے کہیں دروازہ ہی نہ ملا اتنے میں ہاتف

نے آواز دی کہ اگر محب خوابیدہ ہے تو محبوب تو بیدار ہے کپڑے رکھ دے اور دروازہ سے نکل جا جب اُن کا انتقال ہُوا تو اُن سے کسی نے خواب میں پوچھا کہ خدا نے آپ سے کیا معاملہ کیا انھوں نے کہا مجھے بخش دیا اور جس جُبّہ کا تم نے مجھے کفن دیا تھا اس کو عرش سے آویزاں کر دیا ہے فرشتے اُس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا ۳۵۱ھ ہجری میں بمقام قدس شریف انتقال ہوا تھا۔

محمود ترین۔ نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کرنے والے کو دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود سے ہم آغوش کرے اور دنیا و آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف اسے کھینچ لے جائے۔ اسی قسم کی محبت سعادت دارین کا عنوان ہے اور وہ محبت جو دنیا و آخرت کی مضرت کی طرف کھینچ لے جائے۔ شقاوت و بدبختی کا عنوان ہے۔

اگر انسان محبت محمودہ کے لیے روتا ہے تو یہ رونا اس کے حق میں نافع ہے۔ اسے حزن و غم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے فرح و مسرت حاصل ہو تو اسے سودمند ہے۔ انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے۔

اگر محبت نہ ہو تو افلاک۔ سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا۔ نہ محبت کے بغیر ستارے۔ سیارے حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں۔ نہ یہ بارانِ رحمت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر اُگ سکتے ہیں۔ نہ

دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اُٹھ سکتی ہیں نہ عطیات خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے نہ وہ اپنے خالق و فاطر کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں پاک و مقدس ہے وہ ذات جس کی زمین و آسمان تسبیح پڑھا کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ہ
(سورہ الاسراء)
(بنی اسرائیل ع ۵)

اور جتنی چیزیں ہیں سب اُس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم ان کی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تحمل والا بڑا ہی درگذر کرنے والا ہے۔

عشق کے بارے میں مختلف اقوال

بعض کہتے ہیں عشق طبیعت میں رقت، درد و سوز پیدا کرتا ہے نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ نفس کی مُردنی اور اس کی مشقت و کلفت دُور ہو جاتی ہے۔ عشق انسان کو مکارمِ اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری، کرم و سخاوت، مروت و رقت پیدا کرتا ہے جوارح وجسم میں فروتنی پیدا کرتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے "عشق شرفا اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے"۔

کسی دوسرے نے کہا ہے عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے جو پاک مروت پاکیزہ خلاق رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو یا

پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو۔ کسی اور نے کہا ہے عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے۔ غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے۔ بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے۔ عشق ان لوگوں کا انیس ہے جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں۔ ان لوگوں کا جلیس ہے۔ جن کا کوئی جلیس نہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ عشق دنیا کی گرانباریوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ رُوح میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ قلب کو کدورتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ شرفاء کو نیک اعمال و کردار پر اُبھارتا ہے۔ اور انسان کو مکارمِ اخلاق کا خوگر بناتا ہے۔

بعض حکماء کہتے ہیں عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے اخلاق کو مہذب بناتا ہے۔ عشق کا اظہار طبعی امر ہے اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف۔

بعض لوگوں نے کہا ہے عشاق وہ ہیں جو عفیف اور پاکیزہ نفس ہوں عشاق جب عفیف ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں۔ عفیف لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض عشاق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ۔ تو کیا کرو؟ اس نے جواب دیا۔ اگر میں ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں کہ اس کا مُنہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں نیچی کر لوں اور اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا رہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار نہ ہوں۔ ان کو مخفی رکھوں اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو جو اس کے درجہ، مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔

ابوسلمان بن ابراہیم نے کہا ہے ۔ عاشق روحیں لطیف عطر ہیں ۔ ان کے اجسام رقیق اور ہلکے پھلکے ہیں ان کی موانست پاکیزہ ہے ۔ ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بیکار اور ہیچ ہیں ۔

بندوں کے پاس خدا کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے ۔ وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے اور جس سے خدا محبّت کرتا ہے ۔ اسی سے محبّت کی جائے اور جس سے خدا کراہت و نفرت کرتا ہے اسی سے کراہت و نفرت کی جائے ۔

خدا کی عطیات اور رکاوٹیں ۔ معافات اور ابتلائیں قبض و بسط عدل و فضل ، مارنا جلانا ، لطف و کرم ، رحمت و احسان ، ستر پوشی و عفو علم و صبر ، اجابت دعا ، دفع کرب و تکالیف ، مصیبت زدوں کی اعانت و امداد ۔ اس کی یہ ساری مہربانیاں بلا غرض مہربانیاں ہیں حالانکہ وہ بندوں سے من کل الوجوہ مستغنی اور بے پروا ہے ۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں کہ عبادت و محبت صرف خدا ہی کی اور خدا ہی سے کی جائے ۔

پس بندوں کو شرم آنی چاہیئے کہ اس شان کے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور خدا کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو رہتے ہیں ۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی تم سے اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملا نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے

کہ تمہارے ہی فائدہ کے لیے اور تمہاری ہی بھلائی کے لیے۔ تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بڑے سے بڑا فائدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نفع پہنچے۔ نیکی کرو تو ایک درہم کے عوض دس اور دس سے لے کر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ تمہیں نفع ملے اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی سزا دے۔ اور توبہ کرلو تو یہ بھی معاف کردے۔

پس انسانی قلوب خدا کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اُس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا، برائیوں کو رفع کرنے والا، بندوں کی دعا قبول کرنے والا، گناہوں کا بخشنے والا، عیوب کی ستر پوشی کرنے والا، تکالیف و مصائب دور کرنے والا، مصیبت زدوں کی امداد کرنے والا، حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہوسکتا ہے خدا ہی ذکر و شکر، حمد و ثنا کا مستحق ہے اور بس وہی حقدار ہے کہ بندے اُس کی عبادت کریں، وہی تو ہے جو مدد مانگنے والوں کی نصرت و امداد کرتا ہے مملوکوں اور غلاموں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ طلب کرنے والوں کے لیے سب سے بڑا سخی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے۔ رحم کی درخواستیں کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔ التجا کرنے والوں کی سب سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل و اعتماد کرنے والوں کی کفالت کرنے والا ہے، بندوں پر اُن کی ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اِس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہوگئی جس پر اس کا

کھانا پینا، تمام سرمایہ اور مال و متاع اور سروسامان لدا ہوا تھا، کسی مہلک سرزمین میں پہنچ کر اُس کی سواری گم ہوگئی اور ہر چیز سے وہ محروم ہو گیا۔ بالآخر وہ زندگی سے تنگ آ کر مایوس ہو گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا اس حالت میں سواری اصل حالت میں مل گئی جو خوشی اس حالت میں اس سواری والے کو حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والے سے خدا اسی طرح خوش ہوتا ہے۔

خدا وہ بادشاہ اور شاہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اُس کا کوئی مانند و مثیل نہیں اُس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے اُس کی اجازت اور حکم ہی سے اطاعت و عبادت کی جاتی ہے اس کی نافرمانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق و انعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے، وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اُس کا حق ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو و درگذر کرتا ہے وہ قریب و نزدیک والوں کا شاہد، محافظ نگران ہے، سب سے بڑا عہد وفا کرنے والا، سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے۔ بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پیشانیاں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اُس نے لکھ رکھے ہیں۔ بندوں کی اجل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے۔ یہی ذات اور صرف یہی ذات الٰہی ہے کہ قلوب خواہ مخواہ اُس کی طرف کھنچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اُس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے، علانیہ اور ظاہر، غائب اور منور چیزیں اُس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اُس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اُس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے اس کی

حقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل۔ مانند، شبیہ ممتنع اور محال ہے۔ ظلمتیں اُس کے نُور سے منور اور روشن ہیں، اور زمین و آسمان اس کے نُور سے منور ہیں ساری مخلوق کو اس نے صالح بنایا۔ وہ سوتا نہیں اور سونا اس کے لیے سزاوار نہیں قسط و عدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے کبھی اونچا کر دیتا ہے۔ بندوں کے رات کے اعمال دن نکلنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اُس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اُس کا نور اُس کا حجاب ہے اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جائے۔

ما اعتاض باذل حبہ سواہ من عوض ولو ملک الوجود باسرہ

خدا سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا۔ وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

اللہ کی محبت

ایک بزرگ لکھتے ہیں سورۂ یوسفؑ کی تفسیر علائی میں میری نظر سے گزرا ہے خدائے تعالیٰ نے صحف ابراہیمؑ میں نازل فرمایا ہے۔

خدائے عزیز حمید کی جانب سے گریز پا بندوں کو معلوم ہو کہ یہ تم کو میرا پیغام ہے چونکہ تم کو میں نے نور علم اور تیزی فہم کے ساتھ مخصوص کیا ہے اول یہ کہ میں نے تم کو عدم سے وجود میں لایا۔ میں نے تمہاری آنکھیں بنائیں تو تم بینا ہوئے تمہارے کان پیدا کئے تو تم سننے کے قابل ہوئے تم کو زبان دی تو تم گویا کہلائے تمہیں دل عنایت کئے تو تم کو علم ملا عقل دی تو تم سمجھدار بنے تمہاری جانوں کو میں نے

وحدانیت کا شاہد بنایا تو تم اس کے مشاہد ہوئے۔ آنے کے وقت تم نے پشت پھیر لی اقرار کر کے تم منکر ہو گئے تم عہد شکنی کر کے غدار بنے المختصر یہ باتیں تمہیں وحشت زدہ نہ بنائیں اگر تم رجوع ہو گے تو ہم بھی رجوع ہو جائیں گے اور زیادہ کرم کریں گے ہم نے پیدا کیا ہے پس جس سے لغزش ہو گی ہم درگزر کریں گے جو الگ ہو گا ہم اُس سے ملیں گے جو توبہ کرے گا ہم قبول کریں گے جو فراموشی اختیار کرے گا ہم اُس کی یاد رکھیں گے جو تھوڑا عمل کرے گا اُس کی ہم قدردانی کریں گے ہم عطا کریں گے ہم دیں گے ہم بخشش کریں گے نرمی سے پیش آئیں گے معاف کریں گے درگزر کریں گے ہمارا کرم سب پر مبذول ہے ہمارا پردہ آویزاں ہے اے میرے بندے آسمان اور اُس کی بلندی کی طرف نظر کر آفتاب اور اُس کی شعاع کو دیکھ زمین اور اُس کے اطراف کو اس کے دریاؤں اور موجوں کو اُس کی فصلوں اور مختلف زمانوں کو جو کچھ ظاہر اور پوشیدہ ہے جو متحرک اور ساکن ہے جو قریب اور بعید ہے جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے جو کچھ تر و خشک ہے جو ٹھہرانے اور بیٹھنے والا ہے جو متحرک اور جامد ہے، جو بیدار اور خوابیدہ ہے جو رکوع اور سجدہ میں ہے جو غائب یا حاضر ہے جو پوشیدہ یا عیاں ہے یہ سب کے سب میرے جلال کے شاہد ہیں میرے کمال کے مقر ہیں۔ میرے ذکر کے اعلان کرنے والے ہیں میرے شکر سے غافل نہیں، اے میرے بندے میں تو تیری یاد رکھتا ہوں اور تُو مجھے فراموش کیے ہوئے ہے میں تیری پردہ پوشی کرتا ہوں اور تُو میرا لحاظ نہیں کرتا اگر میں زمین کو حکم دوں تو اسی دم تجھے نگل جائے اگر دریاؤں کو حکم دوں تو تجھے غرق کر دیں لیکن اپنی قدرت

سے تیرا حامی ہوں اور اپنی قدرت سے تیرا مددگار ایک زمانہ مقرر اور مدت معین تک میں ٹال رہا ہوں پھر ناچار تجھے میرے پاس آنا پڑے گا اور میرے سامنے تجھے کھڑا ہونا ہوگا میں تیرے اعمال تیرے سامنے ایک ایک کرکے گن دوں گا اور تیرے کل افعال کی تجھے یاددہانی کراؤں گا۔ یہاں تک کہ جب تجھے اپنی تباہی کا یقین آجائے گا اور تو کہے گا اب لامحالہ دوزخی ہوا تو اپنی مغفرت تجھے عطا کروں گا اور اپنی رضامندی تجھے عنایت کروں گا تیرے گناہوں اور تیری خطاؤں کو بخش دوں گا اور کہوں گا غمگین نہ ہو چنانچہ تیری وجہ سے میرا نام غفار ہے۔

اَتُعْرِضُ عَنَّا وَالْجَنَابُ فَسِيْحٌ وَتَهْرُبُ مِنَّا اِنَّ ذَا لَقَبِيْحٌ	کیا تو ہم سے اعراض کرتا ہے حالانکہ ہماری درگاہ باوسعت ہے اور تو ہم سے بھاگا جاتا ہے یقیناً یہ بُری بات ہے۔
وَيَبْدُوْ لَنَا مِنْ نَحْوِكَ الصَّدُّ وَالْجَفَا وَمِنْ نَحْوِنَا وُدٌّ لَدَيْكَ صَحِيْحٌ	تیری طرف سے تو ہمارے لئے انکار اور جفاکاری کا ظہور ہوتا ہے اور ہماری جانب سے تیرے لیے خالص محبت کا۔
وَنَدْعُوْكَ لِلْحُسْنٰى وَنَمْنَحُكَ الرِّضَا وَاَنْتَ لِاَسْبَابِ الْبِعَادِ جَمُوْحٌ	ہم تجھے بہتری کے لیے بلاتے ہیں اور تجھے اپنی رضامندی عطا کرتے ہیں اور تو دوری کے اسباب فراواں پر سوار ہو کر سرکشی پر آمادہ ہوتا ہے۔
وَكَمْ مَرَّةٍ جَاءَتْكَ مِنَّا رَسَائِلُ وَفِيْهَا خِطَابٌ لَوْ سَمِعْتَ فَصِيْحٌ	ہمارے کتنے ہی نامہ بر تیرے پاس یہ نامہ لائے ان میں اگر تیرے گوش شنوا

ہوتے تو یہ خوش بیانی کی تقریر تھی۔

فَیَا اَیُّھَا الْغُصْنُ الرَّطِیْبُ قَوَامُہٗ وَفِیْہِ لَنَا سِرٌّ یُّصَانُ وَرُوْحُ — اے نازگی آمیز شاخ اس میں ہمارا راز محفوظ اور رُوح موجود ہے۔

اِلَیْکَ اَشَرْنَا بِالْوِدَادِ فَکُلُّ مَا یُعَدُّ قَبِیْحًا فَھُوَ مِنْکَ مَلِیْحُ — ہم نے تُجھ سے اشارات محبت کئے ہیں سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ نازیبا سمجھا جاتا ہے وہ تجھ سے تو زیبا ہی ہوتا ہے۔

عظتہ الالباب میں مذکور ہے خدائے تعالیٰ نے کسی نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اے میرے نبی گنہگاروں کے لیے بساطِ کرم بچھایئے اور خطاکاروں کے لیے میری رحمت کی وسعت کو پہنچایئے اور بھاگنے والوں کو میری طرف واپس لایئے اور طالبوں کو میری راہ بتلایئے اور نافرمانوں سے کہہ دیجئے کہ میں نے اُن کے لیے اپنا بساطِ قبول بچھا رکھا ہے اور آسان تر اعمال سے میں انہیں اپنا مقرب بنالوں گا پھر میری مغفرت کے سامنے اُن کے گناہوں کی کیا حیثیت ہے اور اُن کی خطائیں میری وسعتِ رحمت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتیں اگر گناہ عظیم ہوں یا عیب بکثرت ہوں تو کیا ہوا میرے ابرِ کرم کا ایک قطرہ ان کا ایک گناہ بھی باقی نہ رکھے گا اور میری رضامندی کی ایک نگاہ اُن کے کسی عیب کو نہ چھوڑے گی۔ اے میرے نبی میرا یہ برتاؤ اُس کے ساتھ ہے جو مجھ سے روگرداں ہو جائے پھر بھلا اُس کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوگا جس کا دل مجھ سے پُر ہو میری اطاعت نے اس کے تمام اوقات کا احاطہ کر لیا ہو میرے معاملہ میں اس کی عمر گذر گئی ہو اے میرے نبی میری طرف قصد کر کے آنے والوں

کو مژدہ ہو میری طرف چل کر آنے والوں کو بشارت ہو اُن کے دن روزے
اور راتیں شب بیداری ہیں ہیں گفتگو میں اُن کی خبر رکھتا ہوں میرے فرشتے اُن
کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میری جنت اُن کی مشتاق ہے اُن کے دل میری
معرفت کے خزانے ہیں وہ مجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے مشتاق ہیں
اور میرے لیے یتیموں کی طرح روتے ہیں اُن کی دردناک آواز میرے نزدیک
فرشتوں کی تسبیح سے افضل ہے قسم اپنی عزت اور جلال کی میں اُن کو ایسی
چیزیں دوں گا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں گی نہ کسی کان نے سُنی ہوں گی اے
میرے نبی مجھ سے بھاگنے والا کہاں بھاگ کر جائے گا یا گنہگار مجھ سے کہاں
تک بھاگے گا کیا قیامت اُس کو یکجا نہ کر دے گی اور میرے ہی پاس
اُسے پھر پھرا کر آنا پڑے گا پھر میں اسے جزا دینے والے کی طرح جو مخفی بھید جانتا
ہو محاسبہ کروں گا اور اُس سے ایسی باز خواست کروں گا جیسی کوئی واقف کار
باز خواست کرے جس سے دلوں کے بھید بھی پوشیدہ نہ رہ سکیں اپنی عزت اور
جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر میں چاہتا تو جو تھوک مُنہ میں ہوتا ہے اسی سے اس کا
دم بند کر دیتا اور وہ گھٹ کر ختم ہو جاتا یا جو کپڑے وہ پہنے تھا اُسی میں آگ لگا
دیتا تو وہ جل کر خاک سیاہ ہو جاتا لیکن میں ایسے دن پر اُس کو ٹال رہا ہوں جس دن
اُن کی ٹکٹکی بندھ کر رہ جائے گی اور کوئی عذر باقی نہ رہے گا میں نے طہارت القلوب
میں بروایت فضیلؒ دیکھا ہے کہ اُنہوں نے جبل عرفات پر کسی شخص سے کہا بتلاؤ تو
اگر اتنے سب لوگ کسی مالدار سے ایک دانگ مانگیں تو ان کو نہ دے گا اس نے جواب
دیا نہیں انہوں نے کہا تمہارے نزدیک ایک دانگ دو تہائی ہے خدا کے نزدیک

مغفرت یقیناً اس سے بھی کم ہے ایک دانگ دو تہائی درہم کے برابر ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ جب آدمؑ اُترے تو اپنی لغزش پر بہت روئے اور کہنے لگے اے میرے رب اگر میں آپ کے سامنے توبہ کروں اور صلاح کار بن جاؤں تو کیا قبول فرما لیں گے خدائے تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی اے آدم میں نے زمین اور آسمان پیدا کرنے سے پہلے ہی عرش پر لکھ رکھا ہے کہ یقیناً جو توبہ کرے میں اُس کو بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔ اے آدمؑ میں توبہ کرنے والوں کو خوش و خرم اور ہنستا ہوا اٹھاؤں گا اور اُن کی دعا مقبول ہو گی۔

حکمت کے موتی

ابوالقاسم جُنید رحمہ اللہ سے متعدد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ کسی نے صالحین کی حکایتوں کے متعلق اُن سے دریافت کیا کہ اُن کا بیان کرنا اور سُننا سُنانا کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی خدا کے لشکر کی سی مثال ہے۔ جس سے مریدوں کی حالتیں درست ہوتی ہیں۔ اور عارفین کے اسرار زندہ رہتے ہیں۔ عاشقوں کے دلوں میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ مشتاقوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اُن سے کہا گیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔یعنی خدا تعالےٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم رسولوں کی خبروں میں سے آپ کے اوپر سب ہی کچھ بیان کریں گے جس سے آپ کے دل کو ہم قرار و تسکین بخشیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیکوں کا ذکر کیا کرو، تم پر برکت نازل ہو گی اور نیز یہ ارشاد ہے کہ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

ابنِ مبارکؒ سے کسی نے پوچھا۔ انسان کو سب سے بہتر کیا شے عطا ہوئی ہے

انہوں نے کہا۔ عقل۔ اُس نے کہا۔ اگر عقل نہ ہو تو۔ اُنہوں نے فرمایا۔ ادبِ خُوب۔ اس نے کہا۔ اگر نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ سکوتِ طویل۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہر مرد ذی صلاح کار، جس سے مشورہ کر لیا کرے۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ انہوں نے کہا۔ تو پھر موت، جو بِلا تاخیر آپہنچے۔

بایزید بسطامی رحؒ کے پاس چار عارف آئے انہوں نے اُن کے سامنے ایک پیالہ شہد کا پیش کیا جس میں ایک بال پڑا ہوا تھا پہلے نے کہا عقل پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور علم شہد سے زیادہ شیریں ہے اور صدق بال سے زیادہ باریک ہے۔ دوسرے نے کہا جنّت پیالہ سے زیادہ صاف ہے اُس کی نعمتیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں اور پُل صراط بال سے زیادہ باریک ہے۔ تیسرے نے کہا ایماندار کا دل پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور کلام اللہ شہد سے زیادہ شیریں ہے پرہیزگاری بال سے زیادہ باریک ہے اور بایزیدؒ نے کہا کہ معرفت پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور خدا کی محبّت شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کا خوف بال سے زیادہ باریک ہے

یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا ہے۔ سب سے بڑی فریب خوردگی میرے نزدیک یہ ہے کہ معافی کی اُمید پر شرمندگی کے بغیر گناہوں کا ارتکاب کیا جائے۔ خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کئے بغیر اس کی نزدیکی اور رحمت کی اُمّید کی جائے۔ تخم ریزی تو دوزخ کی سزا دِلانے والی کی جائے، اور انتظار بہشت کی لہلہاتی ہوئی کھیتی کا کیا جائے۔ نافرمانیوں اور جرائم کا ارتکاب کر کے وہ مقام طلب کیا جائے جو فرماں برداروں اور نیکوں کا ٹھکانہ ہے۔ عمل صالح کئے بغیر ہی

جزائے خیر کی تمنا رکھی جائے۔ احنف بن قیس نے فرمایا ہے کہ بہترین چیز جو کسی بندے کو دی جاتی ہے وہ عقلِ دُور اندیش ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر بہترین ادب و اخلاق کا سرمایہ ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو رفیقِ ہم نوا و دمساز ہے۔ یہ بھی نہ ہو، تو پھر یادِ الٰہی میں ہمیشہ لگا رہنے والا دلِ یکسُو ہے۔ اس سے بھی محرومی ہو تو سکوتِ مُسلسل اور خموشی پیہم ہے۔ اور اگر بدقسمتی سے کسی کو مندرجہ بالا فضائل میں سے کوئی فضیلت حتٰی کہ بر سبیلِ تنزل چُپ رہ کر اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی بھی عادت نہ ہو، تو ایسے بدنصیب کا زندہ رہنے سے مر جانا ہی افضل و اولیٰ ہے۔

کسی بادشاہ کا ایک نہایت بڈھے شخص پر گذر ہوا جو درخت لگا رہا تھا۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا۔ کیا تجھے اُمید ہے کہ اپنے لگائے ہوئے درختوں میں سے تُو کھائے گا۔ اُس نے جواب دیا کہ لوگ ہمارے لئے درخت لگا گئے تھے، تو ہم نے کھایا۔ اب ہم اوروں کے لئے لگائے جاتے ہیں، وہ کھائیں گے اِس پر اُس کو ہزار روپے عنایت کئے۔ وہ بڈھا ہنس دیا۔ اُس نے اِس کا سبب پوچھا۔ تو کہنے لگا کہ ان درختوں کے ایسی جلدی ثمرہ حاصل ہونے سے مجھے تعجّب آیا۔ اُس نے ایک ہزار اور اُسے دیئے۔ وہ پھر ہنس دیا۔ اُس نے دریافت کیا۔ تو کہنے لگا۔ درخت سال میں ایک بار پھلتے ہیں، اور میرے درخت سال میں دو بار بار آور ہوئے۔ اس پر اُس نے ایک ہزار اور دیئے اور اُسے چھوڑ کر چلا گیا۔

ایک اعرابی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مَیں نے آپ کے نانا کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم کسی حاجت کے خواہاں ہو، تو چار میں سے کسی ایک سے خواہاں ہوا کرو۔ یا عربی شریف سے، یا مولیٰ کریم سے، یا حاملِ قرآن

سے، یا خوبصورت شخص سے۔ اہلِ عرب تو تم سے شرف یاب ہو گئے ہیں، کرم کرنا تمہاری خصلت ہے، قرآن تم لوگوں میں اترا ہے، رہا خوبصورت شخص، اس کے متعلق میں نے آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تمہارا ارادہ ہو کہ مجھے دیکھو، تو حسنؓ و حسینؓ کو دیکھا کرو۔ اُس سے آپ نے پوچھا، تیری کیا حاجت ہے۔ اُس نے زمین پر اپنی حاجت لکھ دی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے نانا کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ احسان معرفت کے انداز سے ہوتا ہے اور مَیں نے اپنے والد ماجد سے سُنا ہے کہ ہر آدمی کی قیمت اتنی ہوتی ہے جتنا کہ وُہ کسی شے کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پس مَیں تجھ سے تین باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر تُو ایک کا جواب دے گا تو مَیں تجھ کو اس تھیلی کی ایک تہائی دے دوں گا، اور اگر دو کا جواب دے گا تو دو تہائی، اور اگر تین کا جواب دے گا تو کُل تھیلی حوالہ کر دُوں گا۔ اُس نے کہا۔ پُوچھئے۔ حضرت حسینؓ نے پُوچھا۔ کون سا عمل سب سے افضل ہے۔ اُس نے کہا۔ خُدا پر ایمان لانا۔ آپ نے پُوچھا۔ ہلاکت سے بندہ کی نجات کیا ہے۔ اُس نے کہا۔ خدا پر بھروسہ کرنا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ بندہ کو کیا شے آراستہ کرتی ہے۔ اُس نے کہا۔ علم، جس کے ساتھ بردباری ہو۔ آپ نے پوچھا۔ اگر یہ اس سے نکل جائے۔ اُس نے کہا۔ مال جس کے ساتھ کرم ہو۔ آپ نے پوچھا۔ اگر یہ بھی اس سے نکل جائے۔ تو اُس نے کہا تو اُسے بجلی جلا ڈالے۔ اس پر حضرت حسینؓ ہنس پڑے اور اُس کو پوری تھیلی عطا فرما دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی منقول ہے کہ سات قسم کے خوش نصیب اور فیروز بخت طبقے ایسے ہوں گے،

جنہیں اللہ تعالےٰ اپنے عرشِ عظیم کے سایۂ رحمت سے اُس دن بہرہ ور فرمائے گا جس دن اس کے ظلِّ عاطفت کے علاوہ اور کوئی سایہ ساری کائنات میں کہیں بھی نہ ہوگا، اور نہ کوئی کسی کا یاور اور مددگار ہوگا۔ ان میں پہلا شخص وہ ہوگا جسے مسلمانوں نے قیادت و راہ نمائی کی ذمہ داریاں تفویض کی تھیں اور اُسے اپنا سربراہ کار اور امیر و امام بنالیا تھا۔ پھر اُس نے عدل و انصاف کا سر رشتہ اپنے ہاتھ سے کبھی جانے نہ دیا تھا، اور تمام فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ دوسرا وہ پاک باز اور صالح نوجوان جس کی جوانی خدا کی بندگی میں بیت گئی اور جس نے عنفوانِ شباب کے مچلتے ہوئے دلوں کو مرضیاتِ الٰہی کا پابند بنایا۔ پھر اس کی جوانی —— وہ جوانی جو خدا سے آزاد ہوتی ہے تو دیوانی ہوتی ہے —— اقامتِ دین کی جدّ وجہد اور مقصدِ عبودیت کی انجام دہی میں بسر ہوگئی۔ تیسرا وہ صاحبِ دل، درد مند جو ہمیشہ یادِ الٰہی میں سرشار رہتا ہے، اور خدا کو یاد کرتے وقت اس کی شدّتِ خشیّت اور سوز و گداز کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دیدۂ شوق نمناک ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ چوتھا وہ مردِ مومن ہے جس کا دل مسجد و محراب و منبر سے کچھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے کہ ذرا سی دیر کے لئے بھی مسجد کی مفارقت اُسے گوارا نہیں ہوتی۔ جب بھی عبادت سے فارغ ہو کر اپنی ضروریات کی خاطر مسجد سے باہر جاتا ہے تو اس وقت تک اُسے کسی پہلو کل نہیں پڑتی، جب تک دوبارہ مسجد کو واپس نہ آجائے۔ پانچواں وہ صاحبِ جُود و سخا ہے جس کو ریا و سمعہ اور نمود و نمائش سے سخت نفرت ہوتی ہے اور جس کی داد و دہش میں اغراضِ نفسانی

کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اور جب بھی راہِ خدا میں کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کے اخفاء کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے جو کچھ خرچ کیا، اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اور چھٹی قسم میں وہ دو آدمی شامل ہیں جو آپس میں دوستانہ اور محبت بھرے تعلقات محض حصولِ رضائے الٰہی کی خاطر رکھتے ہیں جن کی دوستی کی بنیاد بھی للّٰہیت ہے اور دشمنی کی بنیاد بھی خدا پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ اور ساتویں قسم اس مجسمۂ عصمت و ناموس کی ہے جسے ایک عالی خاندان اور صاحبِ جمال زنِ بدخصال نے دعوتِ گناہ دی اور اس شخص نے لبیک کہنے کی بجائے اس کی دعوتِ عیش و عشرت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے پالنہار سے ڈرتا ہوں اور اس معصیت کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی نعمت قابلِ قبول دنیا میں ہے تو وہ اسلام کی نعمت ہے۔ اگر کوئی مشغلہ اختیار کرنے کے لائق ہے تو وہ اطاعتِ الٰہی ہے۔ اور اگر کوئی چیز باعثِ عبرت و موعظت ہے تو وہ مرگ و وفات ہے جس کا پیالہ ہر فرد و بشر کو نوش کرنا پڑتا ہے اور موت کے دروازے سے گذرے بغیر کوئی بھی آخرت کی سرحد میں داخل نہیں ہو سکا۔

حاتم اصم کہتے ہیں۔ ہر صبح شیطان میرے پاس آکر کہتا ہے، کہ کیا کھاؤ گے؟ کیا پہنو گے؟ اور کہاں ٹھہرو گے؟ میں اسے یہ جواب دیتا ہوں کہ موت کھاؤں گا، کفن پہنوں گا اور قبر میں جا کر ٹھہروں گا، اور تیرے دامِ فریب میں انشاء اللہ کبھی نہیں پھنسوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص نافرمانی کی ذِلّت ترک کر کے بندگی کی جانب راغب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے مال و زر کے بغیر ہی بے نیاز کر دیتا ہے، لشکر کے بغیر اس کی دست گیری کرتا ہے اور کنبہ کے بغیر فوقیت اور غلبہ عنایت فرماتا ہے۔

ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ بہترین دن کونسا ہے۔ بہترین مہینہ کونسا ہے اور بہترین عمل کونسا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ بہترین دن جمعہ کا دن اور بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ ہے، اور بہترین عمل نماز پنجگانہ کو پابندی کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کرنا۔ تین دن کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ عبّاسؓ نے اس شخص کے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر مشرق و مغرب کے تمام علماء، حکماء اور فقہاء سے بھی یہ سوال کیا جاتا تو اس سے بہتر جواب کوئی نہ دے سکتا۔ لیکن مَیں اتنا عرض کرتا ہوں کہ تیرا بہترین عمل وُہ ہے جسے اللہ قبول کر لے۔ بہترین مہینہ وہ ہے جس میں تُو اللہ کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے صدقِ دل سے خالص توبہ کر لے۔ اور بہترین دن وہ ہے جبکہ اللہ کے نزدیک اس حال میں جائے کہ تیرا دل نورِ ایمان سے منوّر ہو چکا ہو۔ ایک عقل مند نے کہا ہے کہ فرزندِ آدم چار طرف سے لُوٹا جاتا ہے اور اس لُوٹ و غارت گری کا خیر مقدم یہ خود کرتا ہے۔ ۱: فرشتۂ مرگ عزرائیل حکمِ خداوندی پا کر اس کی رُوح کو لُوٹ لیتے ہیں۔ ۲: ورثاء مرنے کے بعد ساتھ ہی اس کا مال و جائیداد لُوٹ لیتے ہیں۔ ۳: قبر میں دفن کئے جانے کے بعد کیڑے مکوڑے اس کی نعش کو لُوٹ لیتے ہیں۔ ۴: اور جن کا حق اس نے تلف کیا ہے وہ لوگ قیامت کے دن اس کے اعمال کو اپنے حقوق کے معاوضے میں

لُوٹ لیں گے، اور یہ شخص انہیں تکتا رہ جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اعمال میں دشوار ترین چار ہیں
ا: غیظ و غضب کے وقت عفو و درگذر سے کام لینا۔ ۲: تنگ دستی اور فاقہ مستی کی حالت میں سخاوت و بخشش کرنا۔ ۳: خلوت اور گوشہ نشینی میں عفّت و پاک دامنی اختیار کرنا۔ ۴: اور جس شخص سے اُمید و بیم ہو، اُس کے سامنے بے جھجک حق بات کہنا۔ حضرت یحیٰی بن معاذ رازیؒ سے منقول ہے کہ جس کی شکم سیری اور آسودگی زیادہ ہو جاتی ہے تو اُس کے جسم کا گوشت حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جس کا گوشت بڑھ جاتا ہے، اُس کی خواہش زیادہ ہو جاتی ہے اور جس کی خواہش زیادہ ہو جاتی ہے اُس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں۔ جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اُس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور زیب و زینت میں ڈُوب جاتا ہے اور آخر کار بدکار ہو کر عذابِ جہنّم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَیں نے تمام رشتہ داروں اور دوستوں کو پرکھ کر دیکھ لیا ہے لیکن زبان کی نگہداشت سے بڑھ کر مخلص اور مفید دوست کسی کو نہیں پایا ہے۔ کیونکہ زبان کی بے لگامی ہی سے تمام آلائشوں اور بے ہودگیوں کا صدور ہوتا ہے۔ اور اسے بچائے رکھنے میں ہر قسم کی امن و سلامتی ہے۔ مَیں نے تمام پوشاکوں کا معائنہ کر لیا ہے۔ مگر پرہیزگاری سے بہتر کوئی پوشاک نہیں دیکھی ہے۔ ہر قسم کا مال و متاع میری نگاہوں سے گذرا ہے لیکن قناعت و کفایت سے کوئی عُمدہ خزانہ مجھے اب تک نظر نہیں آیا ہے۔ مَیں نے ہر قسم کی نیکیوں اور بھلائیوں کا مشاہدہ کیا ہے لیکن

خیر خواہی، خیر طلبی، خیر اندیشی اور خیر سگالی سے بہتر کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور میں نے ہر قسم کی غذاؤں کو استعمال کر کے تجربہ کر لیا ہے لیکن صبر و استقامت سے زیادہ لذیذ اور مزیدار کوئی غذا نہیں دیکھی ہے کیونکہ صبر میں جو کیفِ رُوحانی موجود ہے وہ کسی اور شے میں نہیں مِل سکتا۔

کسی عابدِ شب زندہ دار نے بوقت مناجات یہ درد بھرے اور پُر تاثیر کلمات بعجز و التجا اپنی زبان سے ادا کئے تھے۔ خداوندا! اُمّیدِ موہوم کے سلسلۂ دراز نے مجھے فریبِ نفس میں مُبتلا کر دیا۔ دنیائے دوں کی جھوٹی محبّت نے مجھے ورطۂ ہلاکت میں پھنسا دیا۔ شیطان لعین کی وسوسہ اندازیوں نے راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ نفسِ امارہ نے قبولِ حق سے مجھے منع کیا اور باز رکھا اور رفقاء بد نے ہمیشہ برائیوں کی طرف مجھے مائل کیا۔ لٰہذا اے میرے فریاد رس اور محتاجوں کے ماویٰ و ملجا میری فریاد رسی کر۔ اگر تُو میرے حالِ زار پر رحم و کرم نہ کرے، تو بھلا اور کون تیرے سوا ہے، جو نگاہِ لُطف و کرم سے مجھے سرفراز کرے (آمین)۔ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری اُمّت پر ایک ایسا خراب زمانہ بھی آئے گا جب کہ میری اُمّت کے لوگ پانچ ایسی چیزوں سے والہانہ شیفتگی کا اظہار کریں گے۔ جن سے درحقیقت نفرت کرنا چاہیئے۔ اور پانچ ایسی چیزوں کو دل سے فراموش کر دیں گے جن کو ہمیشہ یاد رکھنا اور حرزِ جان بنانا ضروری ہے۔ ۱: دنیائے فانی سے دِلی محبّت کا اظہار کریں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے۔ ۲: حیاتِ مستعار پر جان دیں گے، اور موت کا خیال دل سے نکال دیں گے۔ ۳: ایوانوں اور محلّات پر مرمٹیں گے اور قبروں کی وحشت ناکیوں کو فراموش کر دیں گے۔ ۴: مال و دولت پر فریفتہ ہو

جائیں گے اور حساب و محاسبۂ قیامت کو بھول جائیں گے۔ ۵: مخلوقات سے دل لگائیں گے اور اپنے خالق و مالک کو فراموش کر دیں گے۔

یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ علم، عمل کی دلیل ہے، اور سمجھ علم کے لئے بمنزلۂ برتن کے ہے۔ عقل و دانش بھلائی کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ خواہشِ نفس گناہوں کی سواری ہے۔ مال مغروروں کی چادر ہے، اور دنیا آخرت کا بازار ہے کہ دنیا سے آخرت کی خاطر بھلائی بھی خریدی جاسکتی ہے اور بُرائی کا بھی مول تول کیا جاسکتا ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ دنیائے دوں کو وہی آدمی اپنا مستقل ٹھکانہ بنائے گا جو چاہتا ہے کہ اُس کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ بنے اور دُنیا وہی شخص اپنی دولت سمجھے گا جس کا مقدر ہی یہ ہو کہ اُسے کبھی کوئی دولت ملے ہی نہیں۔ دنیا کے سامانِ تعیّش کی ذخیرہ اندوزی وہی کرے گا جس کی عقل و دانش کا دیوالہ نکل گیا ہو، اور فہم و خرد سے عاری شخص ہی دنیا کی فانی لذّتوں میں پھنس کر آخرت کی ابدی نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم بنالے گا۔ دنیا کی عارضی شادمانی اور چند روزہ بہار کے پیچھے وہی بدبخت دوڑتا رہے گا جسے علم و دانش سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اور دنیا کی ثروت وجاہ میں رشک ورقابت اور چشمک و حسد کے جذبات کا مظاہرہ وہی کرے گا جو عقل و دُور اندیشی سے تہی دامن ہو اور حصولِ دنیا کی جدّ و جہد کی دیوانہ وار تگ و دو میں بڑھ چڑھ کر وہی حصہ لے گا جس کے دل میں آخرت کا ایک شمّہ بھی نہ ہو، اور متاعِ فانی پر اسی طرح منڈلاتا ہو، جیسے کرگس مُردار پر۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ سات چیزوں کو سات دوسری چیزوں پر ترجیح

دے اور انہیں اپنے لئے پسند کرے۔ فقر و فاقہ کو مال و دولت پر ترجیح دے، کیونکہ فتنۂ دولت، افلاس کے مصائب سے بہت بڑا ہے۔ اور جھوٹی شہرت و ناموری سے وہ ذلت اور گمنامی ہی بہتر ہے جو اللہ کے لئے اختیار کی گئی ہو۔ کبر و غرور پر خاکساری اور نیازمندی کو ترجیح دے کیونکہ تکبر سرنگوں کرنے والا ہے اور عاجزی سے سرفرازی کی معراج حاصل ہوتی ہے۔ اور بھوک کو آسودگی اور سیرابی پر ترجیح دے، یعنی خود پیٹ بھر کھا کر دوسروں کو بھوکا رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ خود تو رہ جائے بھوکا، اور اپنے حصّہ کی غذا کھلا دے بھوکے آدمی کو، کیونکہ یہی ایثار کا مقامِ بلند ہے۔ اور آخرت کے رنج و غم کو دنیا کی سرخوشی پر فوقیت دے کہ یہی سرخروئی کی دلیل ہے۔ اور حق کے سامنے اظہارِ شان و شوکت کے بجائے پستی و کمتری کا مظاہرۂ نیاز پیش کرے۔ اور موت کو ترجیح دے زندگی پر، کیونکہ زندگی میں بہرحال گناہوں اور مصیبتوں کا خطرہ دامن گیر رہتا ہے، اور موت اللہ سے ملانے والی ہوتی ہے اور حیاتِ جاوداں کا سبب بنتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آٹھ چیزیں ایسی ہیں، جو دوسری آٹھ چیزوں کے لئے باعث آرائش و زینت ہیں۔ بے نیازی اور پاکبازی فقر و غربت کے لئے وجہِ زینت ہے۔ شکر و سپاسِ نعمت واحسان کے لئے باعثِ آرائش ہے۔ بلاؤں اور مصیبتوں کے لئے صبر و تحمل سببِ زینت ہے۔ بُردباری، علم و فن کے گیسو سنوار دیتی ہے۔ عجز و نیاز، طالب علم کے کلاہِ افتخار میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔ خوفِ الٰہی کا سنگار یہ ہے کہ بوقتِ عبادت سوز و گداز اور آہ و بکا کا سلسلہ جاری رہے۔ احسان کی رونق بڑھانے والی چیز یہ ہے، کہ احسان کرنے کے بعد پھر اسے کبھی جتلایا نہ جائے، کیونکہ احسان جتلانے سے سارا اجر

ضائع ہو جاتا ہے۔ اور نماز کے خد و خال چمکانے والی شے، خشوع و خضوع کی متاعِ گراں مایہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص فضول گفتگو اور بکواس سے اپنی زبان محفوظ رکھتا ہے، اُسے اللہ علم و حکمت کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔ جو شخص اپنی آنکھوں کو آوارہ نگاہی سے بچاتا ہے، اس کے دل دردمند کو نیازمندی کی امانت ودیعت کی جاتی ہے۔ جو شخص جانوروں کی طرح ہر وقت حلال حرام میں چرتا چگتا نہیں ہے اور غنا کی زیادتی سے اپنے پیٹ کو محفوظ رکھتا ہے اُسے عبادت و اطاعت کی لذّت و چاشنی حاصل ہوگی۔ جو شخص سیلابِ تبسّم میں بہہ نہیں جاتا، اور ہر وقت کی بے جا ہنسی سے باز رہتا ہے، اُسے رُعب و جلال کا سرمایہ مل جاتا ہے۔ اور جو شخص تمسخر اور دل لگی سے بچا رہتا ہے، اس کے دل میں ایمان کی تابانیاں جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔ دنیائے فرومایہ کی محبت سے جس نے اپنے دامانِ طلب کو محفوظ رکھا، اس کے دلِ حق شناس میں آخرت کی محبت کے فوارے اُبلنے لگتے ہیں۔ جو شخص غیروں کے عیوب کی ٹوہ میں لگا نہیں رہتا، اُسے یہ توفیق ارزانی ہوتی ہے کہ وہ خود اپنے عیوب پر ہمیشہ نظر رکھے۔ اگر کوئی عیب اُسے نظر آ جائے تو فوراً دُور کرلے، اور اس طرح اپنے آپ کو تمام عیوب سے پاک کرلے۔ اللہ پر ایمان لانے کے بعد ذات بحث کی کیفیت کی سراغ سے باز رہنا اس امر کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے نفاق کے روگ سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے، اور وہ متشابہات میں الجھنے کے بجائے ہمیشہ محکمات پر عمل پیرا رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ عارفانِ الٰہی کی آٹھ علامات اور نشانیاں ہیں۔ جب وہ کسی میں پائی جائیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ عارف باللہ یعنی

خدا کو پہچاننے والا اور اس کا دوست ہے۔ اس کے سر میں اللہ کی رحمت کا سودا بھی ہو، اور دل میں عذاب کا کھٹکا بھی۔ اس کی زبان فیض ترجمان خدا کی حمد وثناء میں ہر وقت زمزمہ سنج ہو۔ اس کی آنکھوں میں شرم وحیا کے جلوے بھی ہوں اور گریہ و بکا کے سوتیں بھی۔ اس کے ارادوں میں ترک وطلب کے دونوں پہلو موجود ہوں، یعنی وہ دُنیا کو چھوڑ بھی دے، اور اللہ کی رضامندی کی طلب میں لگا بھی رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسی نماز کا کوئی حاصل ہی نہیں جس میں خشوع وخضوع کی جلوہ فرمائی نہ ہو۔ ایسے روزے کا انجام بخیر نہیں جس میں لہو ولعب سے اجتناب نہ ہو۔ قرآن کریم کو سمجھے بغیر پڑھنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جس علم کے ساتھ عمل اور پرہیزگاری نہ ہو، وہ علم سودمند ہونے کے بجائے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ لہٰذا وہی علم مفید ونتیجہ خیز ہے جو عملِ صالح کی جھلکیاں بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھتا ہو۔ اس مال میں بھلائی نہیں جس میں سخاوت وبخشش نہ ہو۔ اس بھائی چارگی میں کوئی خوبی نہیں جس میں برسرِ حق ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی مدد نہیں کی جاتی۔ وہ نعمت، خیر وبرکت سے تہی داماں ہے جو ہمیشہ باقی نہیں رہتی، بلکہ سایہ کی طرح ڈھل جانے والی ہے۔ اس دُعا کا کوئی نتیجہ نہیں جس میں اخلاص کی کوئی گرمی نہ ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جو شخص پانچوں نمازوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ وقت اور جماعت کی پابندی کرتے ہوئے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پنجگانہ برابر ادا کرتا رہتا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ ۹ سعادتوں سے شرف اندوز

کرتا ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور ایک مومن کے لئے اس سے بڑی معراج کیا ہوسکتی ہے کہ خود اللہ اُس کا ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے جسم میں صفائی اور رُوح میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بدن صحیح و سالم اور توانا و تندرست ہو جاتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ فرشتے ہمیشہ اس کی حفاظت و پاسبانی میں مصروف رہتے ہیں تاکہ اُسے کسی نقصان رساں قوت کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اُس کے گھر میں ہر وقت رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور وہ چین و سکون اور اطمینان و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اُس کے رُخِ روشن پر خاصانِ خدا اور مقربانِ الٰہی کی علاماتِ سعادت جھلکتی ہیں۔ اور یقین و ایمان کا نُور جلوہ گر ہوتا ہے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ اس کے دل میں متاعِ سوز و گداز اور رقت و شفقت کا سرمایہ ودیعت کر دیتا ہے، کہ جہاں کسی دُکھیارے پر اس کی نظر پڑی اور اُس کا دل پسیج گیا۔ ساتویں بات یہ ہے کہ قیامت کے دن پُل صراط پر کوندنے والی بجلی کی طرح بچشمِ زدن میں گذر جاتا ہے اور اسے وہاں کسی قسم کی مزاحمت و کلفت لاحق نہیں ہوتی۔ آٹھویں بات یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ اُسے نارِ جہنم سے بچا لیتا ہے۔ اور نویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اُسے اپنے جوارِ رحمت اور آغوشِ شفقت میں ٹھکانا عطا فرما دیتا ہے اور اُسے اپنے بندگانِ خاص میں شامل کر لیتا ہے جن کو نہ تو کسی چیز کے کھو جانے کا غم ہوگا اور نہ کھوئے جانے کا اندیشہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کو تین باتوں کی وجہ سے

گریہ وزاری طاری ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر وہ روتا ہے۔ جس سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس کا انجام سزا سے چھٹکارا ہے۔ یا اللہ کی ناراضگی کا خطرہ اُسے رُلا دیتا ہے جس کی بدولت اُس کے دامنِ کردار سے تمام عیوب دُھل جاتے ہیں اور اُس کا ثمرہ یہ ہے، کہ اُسے نعائمِ بہشت اور درجاتِ عظیم نصیب ہو جاتے ہیں۔ یا خدا کی جدائی کے اندیشے سے وہ محوِ گریہ و فغاں ہو جاتا ہے۔ جس کے باعث اُسے خدا کی رضامندی اور اس کی محبت و دوستی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا حاصل اُسے اس شکل میں ملتا ہے کہ اپنے سامنے وہ مسرتوں اور بشارتوں کا ایک سدا بہار گلشن کِھلا ہوا دیکھتا ہے اور جب دربارِ خداوندی کی بارگاہِ قدس میں شرفِ باریابی حاصل کرتا ہے تو وہ دیدارِ الٰہی سے شادکام ہوتا ہے، خوشنودیٔ حق کی متاعِ گراں مایہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔ ملائکہ مقربین کی مُلاقات سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اور فضائل و درجات کے معراجِ کمال سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کرنے کا التزام کر لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس میں دس فوائد پنہاں ہیں۔ دہن و دندان کا تعفن دُور ہو جاتا ہے، اور منہ بالکل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ پروردگارِ عالم کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ابلیس لعین کو زک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اور اُس کے مقرب فرشتے مسواک کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ مسوڑے مضبوط ہوتے ہیں۔ بلغم دُور ہو جاتا ہے۔ مُنہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے اور بدبُو دُور ہو جاتی ہے۔ صفراوی مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ نگاہیں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور اتباعِ سُنّت کی سعادت و اجرِ اُخروی

اس پر مستزاد ہیں۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز، مسواک کے بغیر پڑھی جانے والی نماز سے ستر ۷۰ گنا بڑھ کر ہے۔ اس لئے جب بھی نماز پڑھنی ہو، وضو کرتے وقت مسواک کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس خوش نصیب کو حسبِ ذیل دس ۱۰ اُمور اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے ہوں تو وہ نہ صرف یہ کہ آلامِ روزگار اور حوادثِ ایام سے محفوظ رہے گا بلکہ وہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے درجاتِ عالیہ اور زاہدانِ شب زندہ دار کے مراتبِ خصوصی حاصل کر لے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں راست بازی پر قائم رہنے کے ساتھ قناعت شعار اور بیدار دل کی دولتِ جاوید سے بھی محروم نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصائب و مشکلات میں ہمت نہ ہارے اور صبرِ کامل کے ساتھ طوفانِ حوادث کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے دامنِ شکر و سپاس بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ تیسری بات وُہ متاعِ فقر و غیرت ہے جس کے ساتھ زہد و تقوےٰ کا گنجِ گراں مایہ بھی ہو۔ چوتھی بات فکر و تدبر کی عادتِ مستمرہ جس کے ساتھ شکم سیری کی لت نہ ہو۔ پانچویں بات ارتکابِ معاصی پر اظہارِ غم و ندامت کے ساتھ خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کا جذبۂ فراواں بھی ہو۔ چھٹی بات جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کے ساتھ انکسار و فروتنی کی صفاتِ حمیدہ بھی طبیعت میں ودیعت کی گئی ہوں۔ ساتویں بات رفق و ملاطفت کے ساتھ رحم و شفقت کے جذباتِ پاکیزہ بھی عطا کئے گئے ہوں۔ آٹھویں بات یہ ہے کہ شرم و حیا کے اوصافِ ستودہ کے ساتھ

خدا اور بندوں کی محبت سے بھی دلِ دردمند تہی داماں نہ ہو۔ نویں بات وُہ علم نافع جس کے ساتھ عملِ صالح اور تحمّل و بُردباری کی متاعِ گراں بہا ہو۔ دسویں بات وہ پائیدار ایمان و ایقان جس کے ساتھ سرمایۂ عقل و دانش بھی ہو۔'

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دس چیزیں ایسی ہیں جو دس چیزوں کے بغیر کبھی دُرست نہیں رہ سکتیں۔ عقل زُہد و تقوٰے کے بغیر بیکار ہے۔ بزرگی علم و ہُنر کے بغیر ہیچ ہے۔ اندیشۂ مآل کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ عدل و انصاف کے بغیر حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ ادب و اخلاق کے بغیر حسب و نسب کا ادّعا باطل ہے۔ امن و امان کے بغیر مسرّت و شادمانی کا کوئی تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ جُود و سخا کے بغیر تونگری کو قائم رکھنا مشکل ہے۔ قناعت و بے نیازی کے بغیر فقر و فاقہ عذابِ الیم سے کم نہیں۔ عجز و نیازمندی کے بغیر رفعت و سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور توفیقِ الٰہی جب تک شاملِ حال نہ ہو، سعادتِ جہاد و شہادت کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دس چیزیں بُری طرح رائیگاں ہو جاتی ہیں۔ وہ عالم جس سے کوئی مسئلہ نہ دریافت کیا جائے۔ وُہ علم جس کے جلو میں عمل کی دولت نہ ہو۔ وہ صلاح و مشورہ اور رائے صائب جسے شرفِ قبولیت سے نوازا نہ جائے۔ وہ مسجد جس میں نماز ادا نہ کی جائے۔ وُہ قرآن مجید جس کی تلاوت نہ کی جائے (اور اس کا نظام دُنیا میں برپا نہ کیا جائے)۔ وُہ مال و دولت جسے راہِ حق میں لُٹایا نہ جائے۔ وُہ تیز رفتار گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے۔ اور وُہ علم حقائق جو کسی دُنیادار کے پلے پڑ جائے

اور وہ عمر دراز جس میں زادِ سفر مہیا نہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ علمِ دین بہترین میراث ہے۔ ادب و تربیت کا انہماک بہترین مشغلہ ہے۔ زُہد و تقوٰی بہترین توشہ ہے جو سفرِ آخرت میں کام آتا ہے۔ اللہ کی کامل اور خالص بندگی متاعِ گراں مایہ ہے۔ عملِ صالح، ایمان کی منزلِ مقصُود کی طرف بہترین راہ نمائی کرنے والا ہے۔ اخلاقِ فاضلہ بہترین ساتھی ہے۔ تحمّل و بُردباری بہترین معاون و مددگار ہے۔ قناعت سے بہتر کوئی تونگری نہیں ہے۔ اور توفیقِ الٰہی سے عمدہ کوئی یاور و مونس نہیں۔ اہلِ بصیرت کے لئے موت سے زیادہ کوئی عبرتناک شے نہیں ہے۔ کیونکہ ہر خبرِ مرگ قافلۂ عمر کے لئے بانگِ رحیل ہے۔

نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ میری اُمت میں دس قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ ببانگِ دہل ایمان و اسلام کا زبانی دعوےٰ تو کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بخدا اُن کی زندگی کفر آلود ہو گئی ہے۔ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا، جادُوگر جو اپنے جادُو سے اللہ کے بندوں کو ایذا پہنچائے، وہ بے غیرت و بے حمیّت جو اپنی بیوی کو غیر محرموں کے ساتھ آزادانہ اختلاط رکھنے سے نہ روکے، اور ٹھنڈے پیٹوں اُسے گوارا کرے۔ وہ کنجوس جو مال و دولت کی زکوٰۃ نہ نکالے۔ مَیگسار و بادہ نوش۔ فریضۂ حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود اُس سے پہلو تہی کرنے والا۔ فتنہ پرور و فساد انگیز فرد یا گروہ۔ سامانِ جنگ اور اسلحۂ حرب اُن کافروں کے ہاتھ فروخت کرنے والا جن سے مسلمانوں کی جنگ ٹھن گئی ہے اور جو مسلمانوں کے درپئے آزار رہتے ہیں۔

عورت کے غیر فطری مقامات پر مباشرت کرنے والا، اور ایسی محرم عورتوں سے نکاح کرنے والا جن سے نکاح بالکل حرام ہے۔ اگر یہ سارے کام کوئی حلال جان کر کرتا ہے، اور ذرا بھی انقباض ان کاموں سے اُسے محسوس نہ ہوتا ہو، تو وہ قاطبۃً کافر ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین و آسمان میں جو بھی بندہ مومن ہے وہ خدا کا مقرب اور محبوبِ الٰہی بن سکتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی مخلص مسلمان کی طرح بسر کرے۔ جس کی ایک لازمی صفت یہ بھی ہے کہ اس کی دست درازی اور زبان درازی سے بندگانِ خدا محفوظ ہوں۔ اور کسی کو وہ ذرا بھی دُکھ نہ پہنچائے۔ اور یہ کہ اُس وقت وہ خدا کا فرماں بردار بنا رہ سکتا ہے جب کہ وہ زیورِ علمِ دین سے آراستہ ہو، اور حُصولِ علم اُسے کوئی فائدہ نہ دے گا جب کہ اُس کے مطابق عملِ صالح بھی نہ کرے۔ اور اُسے توفیقِ عمل ملے گی اُس وقت جب کہ اُس کا دل زُہد و تقوےٰ کے نُور سے روشن ہو اور تقوےٰ کی دولت اس وقت حاصل ہوگی جب کہ وہ محتاج زندگی بسر کرے اور حیاتِ مُستعار کی وادیٔ پُر خار میں پھُونک پھُونک کر قدم رکھے، اور اپنے دامنِ کردار کو خار ہائے معصیت سے کبھی اُلجھنے نہ دے۔ اور حزم و احتیاط کی زندگی اس وقت گذار سکے گا جب کہ وہ خاکسار بنا رہے، اور خاکسار وہی بن سکتا ہے جسے اپنے نفس کا عرفان حاصل ہو چکا ہو، اور جو اپنے زندگی کے مقصدِ حقیقی کو پورا کر رہا ہو۔ اور عرفانِ نفس اُسی کو حاصِل ہوگا جو عقل و دانش کے جوہر سے بہرہ ور ہو، اور علم و فضل کے گوہر آبدار سے آراستہ و پیراستہ ہو۔

منقول ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازی نے ایک عالم کو دنیا کی بہارِ چند روزہ پر فریفتہ دیکھ کر فرمایا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ علم وفضل کا سرمایہ اور کتاب و سُنّت کی روشنی اپنے پاس رکھنے کے باوجود تمہارا یہ حال ہے، کہ تمہارے ایوان و قصور میں نخوت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ تمہارے مکانات کسروی انداز کے ہیں۔ تمہارے ٹھکانے اور متعامات سے قارُونیت ہویدا ہے۔ تمہاری عالی شان کوٹھیوں کی ڈیوڑھیاں اور بنگلوں کے دروازے جالُوتی انداز کے ہیں۔ تمہارے ملبوسات اور تمہاری پوشاک طاغوتی طرز کی ہے۔ تُم نے اپنے مذاہب اور مسالک کو شیطان کا آلۂ کار بنالیا ہے۔ تمہارے اسبابِ زینت اور سامانِ تعیّش سے سرکشی کا ظہور ہو رہا ہے۔ تمہارے باطل اقتدار اور جھُوٹے پندار میں فرعونی طمطراق پایا جاتا ہے۔ تمہارے باہمی معاملات کا تصفیہ کرنے والے وہ خدا ناشناس افراد ہیں جن کے پیشِ نظر مفادِ دُنیوی کے علاوہ اور کوئی شَے ہے ہی نہیں، اور جو دُنیا پرستی میں اس قدر پھنسے ہوئے ہیں کہ انہیں کبھی آخرت کا خیال آتا ہی نہیں اور جو رشوت لے کر بیکسوں کے خُون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیتے ہیں۔ تمہاری زندگی گذرتی ہے تو صرف فریب و دغا میں، اور تمہاری موت واقع ہوتی ہے تو جاہلیت کی مذموم حالت میں۔ پھر اے جُبّہ پوشو! عمامہ زیبِ سر کرنے والو! علمائے دینِ مبین! مفتیانِ شرعِ متین! اور دین و مذہب کا ڈھونگ رچانے والو! بتاؤ تمہارے اندر محمّدی اطوار ہیں کہاں، اور اس قدر معصیتوں کو اپنے اندر پالتے ہوئے تمہاری زندگی سیرتِ محمّدی کے سانچے میں ڈھلے تو کیسے ڈھلے۔ لہٰذا تُم دینِ حق کے علمبردار ہو، اور اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو

اپنا اور ساری دُنیا کا بھلا چاہتے ہو، اور تمہیں رضائے الٰہی مطلوب ہے، تو اپنی زندگی کو تضاد و نفاق سے پاک کر لو اور یہ چورنگی چھوڑ کر بالکل یک رنگ ہو جاؤ۔ اپنی ذمّہ داریوں کو پہچانو، اور جن باتوں کا دوسروں کو حکم دیتے ہو، اُن پر خود بھی عمل کرو۔ اور بلحاظ حقیقت انبیاء کے وارث و جانشین بن جاؤ، پھر تمہاری فضیلت و برتری کے کیا کہنے! تمہارے درجاتِ عالیہ اور مراتبِ عالیہ کی کوئی حد و غایت ہی نہ ہوگی۔ تمہاری قدر و منزلت کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکے گا۔ تمہارے اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ جُبّہ تمہاری شان کو بڑھائے گا، تو عمامہ تمہارے وقار کو دوبالا کرے گا اور تُم ملائکہ سے بھی گوئے سبقت لے جاؤ گے۔ جامہ تو ہوگا بشریت کا اور خصائل و شمائل ہوں گے فرشتوں کے۔

کسی دانش ور کا قول ہے کہ دس اُمور ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ دس آدمیوں سے بے حد ناپسند فرماتے ہیں۔ مال داروں اور دولت مندوں سے تنگ ظرفی و کنجوسی۔ ناداروں اور محتاجوں سے فخر و غرور۔ اربابِ علم و فضل سے حرص و لالچ۔ عورتوں سے شرم و حیا کا فقدان یا اس کی کمی۔ بوڑھوں سے ہوسِ دُنیا۔ نوجوانوں سے دوں ہمّتی و سُستی۔ اربابِ اقتدار سے مظاہرۂ جور و ستم۔ مجاہدینِ راہِ حق اور غازیانِ صف شکن سے بُزدلی و کم ہمّتی۔ زاہدانِ شب زندہ دار سے خود پسندی، اور خود غلطی۔ اور عبادت گذارانِ حق آشنا سے اظہارِ نمود و ریا۔ اور علم بردارانِ توحید و سُنّت سے شرک و بدعت کا ارتکاب۔

نبیٔ کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومنِ صادق دس قسم کی

راحتوں اور عشرتوں سے بہرہ ور ہوگا۔ جن میں سے پانچ تو اُسے دُنیا ہی میں حاصل ہوں گی، اور پانچ آخرت میں ملیں گی۔ دنیا میں جن آسائشوں سے وُہ شادکام ہوگا، وہ یہ ہیں۔ علمِ دین کی دولتِ جاوید اُسے حاصل ہوگی۔ بندگیٔ رب کی توفیق ارزانی ہوگی۔ حلال روزی ملے گی۔ شدائد و مصائب پر صبر کرنے کی توفیق حاصل ہوگی۔ اور نعمتوں کی شکرگذاری کا جذبۂ فراواں عطا ہوگا۔۔ اور جن راحتوں سے وُہ آخرت میں فائز المرام ہوگا وہ یہ ہیں کہ جب اُس کی مدتِ حیات ختم ہوگی اور وہ موت کے دروازے پر ہوگا، اُس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام رحمت و مہربانی اور امن و سلامتی کا مژدۂ جانفزا اس کے لئے لائیں گے۔ قبر میں جب سوال و جواب ہوگا، اُس وقت منکر نکیر اُسے ڈرائیں گے نہیں، بلکہ مسرت و خندہ پیشانی کے ساتھ اُس سے دریافتِ احوال کریں گے، اور محشر کی ہولناکیوں اور اُس دن کی گھبراہٹ سے وہ بالکل مامون و محفوظ رہے گا۔ اُس کی ساری بُرائیاں مِٹا دی جائیں گی اور نیکیاں قبول کر لی جائیں گی وہ پُل صراط پر سے کوندتی ہوئی بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ بِلا خوف و خطر گذر جائے گا اور انجام کار امن و سلامتی کے جلو میں نہایت کرّ و فر کے ساتھ فردوسِ بریں میں فروکش ہوگا، جہاں اس کے اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

حضرت لُقمان حکیم نے اپنے فرزند ارجمند کو نصیحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ یُوں گُہر افشانی کی۔ دیکھو بیٹا! حکمت و دانائی یہ ہے کہ تُم دس باتوں پر سختی اور پابندی سے عمل کرو۔ اپنے دلِ مُردہ کو ذکرِ خدا سے زندہ و تابندہ رکھو۔ محتاجوں اور مسکینوں کے ساتھ شفقت آمیز سُلوک کرو۔ اُن سے دوستانہ تعلّقات رکھو۔

اور ان کے ساتھ مل کر بیٹھا کرو۔ امیروں اور بادشاہوں کے درباروں سے دُور رہو۔ پستی میں گرنے والوں کے بازو تھام لو، اور انہیں سہارا دے کر کھڑا کر دو۔ اسیرانِ بلا اور گرفتارانِ مصیبت کو بندِ آلام و حوادث سے رہائی دلاؤ اور غلاموں کو خرید کر آزاد کر دو۔ غریب الوطن اور مسافرِ بے کس کو اپنے پاس ٹھکانہ دو، اور زادِ سفر دے کر اُسے منزلِ مقصود پر پہنچا دو۔ نادانوں کی ضروریات پوری کرو، ان کی تربیت اس طرح کرو کہ وہ ماسوا سے بے نیاز ہو جائیں۔ اہلِ شرافت کے ساتھ انتہائی تعظیم سے پیش آؤ۔ اور اربابِ سیادت کا حد درجہ احترام کرو۔ ان ہدایات کی تعمیل تمہارے لئے سیم و زر کے گنجہائے گراں مایہ سے کہیں زیادہ بہتر ہے، خوفِ دنیوی اور دہشتِ اُخروی سے تمہیں محفوظ رکھنے اور پناہ دینے والی ہے اور جہادِ زندگانی میں نبرد آزما ہونے کے لئے سامانِ جنگ ہے، اور یہ وہ متاعِ بے بہا اور بضاعت گراں مایہ ہے جسے داؤں میں لگا کر تم منافع کثیر اور فوائد عظیم حاصل کر سکتے ہو۔ اور یہ اس دن تمہارے لئے ذریعہ نجات ہوگی جس دن تم پر دہشت و ہیبت چھائی ہوگی۔ موت اور آخرت کے دشوار گذار مراحل میں وہ تمہاری راہ نمائی کرنے والی ہے، اور ایسے دن وُہ تمہارے لئے پردہ پوشی بنے گی جب کہ کوئی کپڑا پردہ نہیں بن سکے گا۔ یعنی قیامت کے دن ساری بُرائیوں اور تمام عیوب کو ڈھانپ لے گی۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہر وقت قہقہہ لگاتا ہے اور بِلا ضرورت ہنستا رہتا ہے، اُسے دس قسم کی سزاؤں کا خمیازہ بُھگتنا ہوگا۔ پہلی سزا یہ کہ اُس کا دل مُردہ ہو جائے گا یعنی دل کی رُوحانیت ختم ہو جائے گی۔ اُس کے

چہرے پر ذرا بھی رونق باقی نہیں رہے گی۔ بلکہ اس پر تاریکی، پژمردگی اور اداسی چھائی ہو گی۔ چونکہ قہقہہ، وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی کے منافی ہے اس لئے شیطان قہقہہ لگانے والے کو دوست رکھتا ہے اور اسے ہنستے دیکھ کر بغلیں بجاتا ہے۔ قہقہہ لگانے والا اللہ کے غیض و غضب کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس کے خلاف فرد جرم عائد کی جاتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ حشر میں اس سے ناراض ہو کر روگردانی کر لیتے ہیں اور آپ کی نگاہِ التفات سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ فرشتے اس پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کے رہنے والے اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کا حافظہ اس قدر خراب ہو جاتا ہے کہ کوئی بات بھی اسے یاد نہیں رہتی۔ بلکہ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے، اور قیامت کے دن علیٰ رؤس الاشہاد سب کے سامنے حد درجہ ذلیل و خوار اور شرمندہ و رسوا ہو جاتا ہے۔

کسی امیر نے پانچ عالموں کو اپنے پاس اکٹھا کیا۔ جو سرمایۂ علم و حکمت کے ساتھ جوہر دانش و بصیرت بھی اپنے اندر رکھتے تھے۔ اور ان سے یہ خواہش کی کہ ان میں سے ہر ایک کوئی پتے کی بات کہے اور سلکِ کلام میں علم و حکمت کے موتی پروئے۔ پھر ہر ایک نے دو دو حکمت و دانش کے جواہر ریزے بکھیرے اور وہ کل دس ہو گئے۔ پہلے عالم نے عرض کیا۔ خوفِ خدا باعثِ امن و امان ہے اور خوفِ خدا سے بے نیازی نہ صرف یہ کہ کفر و فسق ہے بلکہ تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بھی ہے۔ اور مخلوق سے بے نیاز رہنا ہر قسم کے بندھنوں سے آزاد ہونا ہے، اور مخلوق سے ڈرتے رہنا نہایت ہی ذلیل درجہ کی غلامی اور محکومی ہے

دوسرے فاضل نے بیان کیا۔ ساری توقعات اور تمام اُمیدوں کو ذاتِ باری تعالےٰ سے وابستہ رکھنا ایسی تونگری اور بے نیازی ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی افلاس اور فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں ہے۔ اور خدا سے نااُمید و مایوس ہو جانا وہ محتاجی ہے جس کی موجودگی میں کوئی دولت نفع بخش نہیں ہوتی۔ تیسرے حکیم نے کہا۔ دل کا استغناء اور ضمیر کی بے نیازی وہ گنجینۂ لازوال ہے۔ جس کے حصول کے بعد تجوریوں کی تہی دامنی کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر بدقسمتی سے قلب ہی دولتِ قناعت سے محروم اور آلودۂ حرص و ہوس ہو تو پھر خزانوں کے انبار بھی سامانِ تسکین فراہم نہیں کر سکتے۔ چوتھے دانش ور نے گہر افشانی کی کہ جُود و سخا کے ساتھ اگر سیر چشمی، کُشادہ دلی اور وسیع النظری ہو تو دولت کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر کم نظری اور تنگ دلی کی نحوست کسی پر چھا گئی ہو، تو پھر چاہے اس کی تجوریوں میں سونا ہی بھرا ہو لیکن وہ احتیاج و فقیری کی لعنت میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہے گا اور آتشِ حرص و ہوس سے اس کا سینہ پھنکتا ہی رہے گا۔ پانچویں عالم نے عرض گذرانی کہ زیادہ بُرائی کے ترک کرنے سے تھوڑی بھلائی کا حصول بہتر ہے اور تھوڑی بھلائی اختیار کرنے سے ساری بُرائی چھوڑ دینا افضل ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بڑی بڑی گائیں چھوٹی چھوٹی گایوں کو دوہ رہی ہیں، اور منبروں پر بُت دیکھے جو اپنے منہ سے آگ کے شعلے نکال رہے ہیں، اور خشک نہر پر سبز باغ دیکھے، اور دیکھا کہ بیمار تندرستوں

کی عیادت کرتے ہیں، اور ایک دُو سر کا گھوڑا دیکھا کہ جو کھاتا ہے اور لید نہیں کرتا، اور آسمان اور زمین کے درمیان ایک کپڑا لٹکا ہے جس کے سرے میں سب لٹک گئے، اور دو پرندے دیکھے جو اپنے گھونسلوں سے نکل بھاگے۔
حضرت علیؓ نے فرمایا۔ یہ جو تُو نے دیکھا ہے کہ بڑی گائیں چھوٹی کو دوھتی ہیں یہ اُمراء ہیں جو لوگوں کا مال کھاتے ہیں، اور جو بُت منبر پر تھے یہ وہ لوگ ہیں جو منبر پر جا بیٹھتے ہیں اور اس کے اہل نہیں ہوتے، اور خشک نہر پہ کے سرسبز باغ وہ علماء ہیں جن کا ظاہر علم سے آراستہ اور باطن ترکِ عمل سے خشک ہو رہا ہے، اور جو مریض تندرستوں کی عیادت کرتے ہیں یہ وہ فقیر ہیں، جو تونگروں کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں، اور دو سر کا گھوڑا وہ تونگر ہے جو کھاتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا، اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکا ہوا کپڑا اسلام ہے، اور دو پرندے وفا اور امانت ہیں جو نکل کر پھر واپس نہیں آتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ عبادتِ نماز، دینِ حق کے قصرِ جمیل کا وہ ستونِ عظیم ہے جس میں دسؔ برکات پائی جاتی ہیں۔ نماز مردِ مومن کے اوائے اقدس کو تابناک اور نُورانی بنا دیتی ہے۔ دلِ بیدار کو یقین و ایمان کی روشنی سے منوّر کر دیتی ہے جسم کو سکون و اطمینان اور راحت و آرام سے مالا مال کر دیتی ہے۔ گوشۂ قبر میں انیسِ خلوت بن جاتی ہے۔ باعثِ نزولِ رحمتِ الٰہی ثابت ہوتی ہے۔ آسمانوں کے بند دروازوں کو کھولنے والی کلید ہے۔ یعنی نماز وہ کلیدِ یقین ہے جس کے ذریعہ آسمانوں میں پائی جانے والی بہشتِ بلند کے پٹ کُھل جاتے ہیں۔

میزانِ عمل کے پلڑے کو گراں بار کرنے والی ہے حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے فردوسِ بریں کی طے شدہ قیمت ہے جس کے ذریعہ خلدِ نعیم کے باغات اور اس کی نعمتیں خریدی جاتی ہیں۔ آتشِ جہنّم کے لئے پردہ ہے یعنی نماز اس آدمی کو دوزخ کے شعلوں سے بچا لیتی ہے جو پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔ جب نماز کی رفعت و شان کا یہ عالم ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس کا التزام اور اس کی نگہداشت برابر ہو، اور دینِ حق کے ستونِ مستحکم اور سنگِ بنیاد کو جو شخص برقرار رکھے گا۔ اس نے گویا دین کی عمارت کو باقی رکھا۔ اور جس نے اس ستون کو گرا دیا، سمجھنا چاہیئے کہ اس نے دین کے بلند و بالا ایوان ہی کو ڈھا دیا۔

کسی دانشور نے کہا ہے۔ میں نے دس باتوں کی جستجو دس مقامات پر کی۔ لیکن وہ مجھے ملیں دس دوسری جگہوں پر۔ رفعت و سربلندی کو میں نے ڈھونڈا تھا فخر و غرور میں لیکن میں نے اس کا سُراغ پایا خاکساری، فروتنی، اور عجز و نیاز مندی میں۔ لذّتِ بندگی تلاش کی نماز میں، لیکن یہ متاعِ گراں بہا مجھے نماز سے کہیں زیادہ تقوے اور پرہیزگاری میں ملی۔ حرص و ہوس میں راحت کا کھوج لگایا تو وہ مل گئی زہد و قناعت میں۔ دل کی روشنی کو روزِ روشن کی علانیہ نمازوں میں ڈھونڈا، مگر وہ پائی گئی خلوتِ شب کی مخفیہ نماز تہجّد میں۔ قیامت کا نور جود و سخا میں حاصل کرنا چاہا مگر وہ مجھے دستیاب ہوا روزے کی تشنگی میں۔ پُل صراط پر سے گذرنے کا سامان میں نے عید الاضحیٰ کی قربانیوں میں تلاش کیا لیکن قربانیوں سے بڑھ کر مجھے صدقات و خیرات میں نظر آیا۔ اس لئے کہ قربانی تو سال میں ایک ہی مرتبہ ادا کی جاتی ہے، اور

صدقاتِ نافلہ ہمیشہ دیئے جا سکتے ہیں۔ آتشِ دوزخ سے چھٹکارا اختیارِ مباحات میں ڈھونڈا، تو نظر آیا ترکِ شہوات و منہیات میں۔ اللہ کی محبت مشاغلِ دنیا میں تلاش کی مگر وہ مجھے ملی اللہ کی یاد میں۔ عافیت و سلامتی کو انجمنوں اور محفلوں میں ڈھونڈا، تو اُس کا سراغ مِلا گوشۂ تنہائی میں۔ دل کی بصیرت و روشنی کو مواعظ و تقاریر اور تلاوتِ قرآن کریم میں تلاش کیا، لیکن وہ آیاتِ قرآنی میں غور و تدبّر اور گریہ وزاری کی بدولت کہیں زیادہ حاصل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ نے ابلیس لعین سے دریافت فرمایا، کہ میری اُمّت میں تیرے دوست کتنے ہیں۔ اُس نے کہا کہ آپ کی اُمّت میں دس قسم کے لوگ ایسے ہیں جو مجھے چاہتے ہیں اور مَیں بھی انہیں دوست رکھتا ہوں، اور وہ یہ ہیں۔ حاکمِ ستم پیشہ جس کی حکومت جور و استبداد کی بُنیادوں پر قائم ہو۔ بادۂ پندار و غرور کے خمار میں مست و مگن رہنے والا وُہ بے لگام دولت مند جسے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کہ مال کن راہوں سے آتا ہے، حلال ذرائع سے یا حرام طریقوں سے۔ اُسے تو بس ہر طرح دَھن جمع کرنے کی دُھن ہے، خواہ اس کے لئے بیکسوں اور غریبوں کا خُون چُوسنا پڑے، کہیں ڈاکہ ڈالنا پڑے، کسی کو دھوکا دینا پڑے، کسی کا گلا کاٹنا پڑے، کسی کی آبروریزی کرنی پڑے۔ مال کمانے کے بعد پھر اُسے یہ بھی فکر نہیں ہوتی،

کہ اس کی دولت کے مصارف کیا ہیں - جائز ہیں یا ناجائز، اور کہاں کہاں وہ خرچ ہو رہی ہے، برمحل یا بے محل، بس اندھا دھند لٹانے سے کام ہوتا ہے۔ وہ دُنیادار عالم جو امیروں اور دولت مندوں کو اُن کے جور وستم کے جھوٹے دلائل گھڑ کے اور غلط بنیادیں فراہم کر کے دیتا ہے اور اُن کی ہر بُرائی کو سندِ جواز عطا کرتا ہے۔ وہ سوداگر جس کی تجارت، خیانت، دھوکہ، جھوٹ اور فریب و مکاری کے ذریعہ چلتی ہے۔ اور غلّہ کی ذخیرہ اندوزی کرنے والا، جو اُس وقت تک غلّہ بازار میں نہیں لاتا، جب تک قیمتیں چڑھ نہ جائیں، درآنحالے کہ بندگانِ خدا ایک ایک دانے کے لئے ترستے رہتے ہیں، اور قحط کی سی کیفیت رُونما ہو گئی ہوتی ہے۔ وہ زناکار جو شب و روز عیّاشی اور بدمعاشی میں مُبتلا رہتا ہے اور عصمتوں کا خون کرتا ہے۔ اور وہ سُود خوار جس کا ملعون وجود کسی معاشرہ کے لئے گرگِ خونخوار اور جونک سے کم نہیں ہے۔ اور وہ بخیل تنگ دل جو حلال و حرام ہر طرح مال جمع کرتا رہتا ہے اور کسی بے کس و محتاج کو ایک پائی بھی نہیں دیتا۔ اور وہ عادی مےخوار جسے شراب کی لت پڑ گئی ہے اور وہ دخترِ آز کی زُلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو کے رہ گیا ہے ——— پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے دریافت فرمایا کہ میری اُمّت میں جن سے تیرا یارانہ ہے، اُن کا حال تو معلوم ہو گیا۔ ذرا ساتھ ہی یہ بھی تو بتا دے کہ میری اُمّت میں تیرے دشمن کتنے ہیں جن سے تجھے نفرت و عداوت ہے۔ اُس نے کہا بہت اچھا، یہ بھی آپ کو بتائے دیتا

ہوں۔ آپ کی اُمت میں بیس کردار ایسے ہیں جن سے میری کبھی بنتی ہی نہیں۔ مَیں سب سے زیادہ خطرناک دشمن خود آپ کو سمجھتا ہوں۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے میں ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتا ہوں۔ آپ کی ایک جنبشِ ابرو مجھے لرزہ براندام کر دیتی ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ آپ کا وجودِ اقدس رحمتِ مجسّم اور مرکزِ خیر و صلاح ہے۔ میرا دوسرا دشمن وہ عالمِ دین ہے جو اپنے مقتضیاتِ علم پر عمل بھی کرتا ہے۔ اس کا علم عمل کا آئینہ دار ہوتا ہے تو عمل، علم کے سانچے میں ڈھلا ہوتا ہے۔ اُس کے علم و عمل اور دل و زبان میں کوئی تضاد و تناقض نہیں پایا جاتا۔ مَیں جہاں بھی اُسے دیکھ پاتا ہوں بیدِ لرزاں کی طرح خمیدہ ہو جاتا ہوں اور بسا اوقات اُس کا راستہ بھی کترا جاتا ہوں وہ جدھر سے گذرتا ہے مَیں اُدھر سے نہیں گذرتا۔ بلکہ سمتِ مخالف سے چلا جاتا ہوں، اور عالم باعمل کو دیکھ کر میرے حواس باختہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کا وارث و جانشین اور آپ کے نقشِ قدم کا پیرو مخلص ہوتا ہے اور معرکۂ خیر و شر میں مجاہدانہ تیور لئے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ آپ جس انقلابِ عظیم کے داعی ہیں وہ بھی اس انقلابی تحریک کا حامل اور سرگرم مجاہد ہوتا ہے مَیں اگر اس سے ٹکراؤں تو، بجز اس کے کہ میری تحریک شر و فساد فیل ہو جائے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ میرا تیسرا مخالف حافظِ قرآن ہے کیونکہ وہ اس کتابِ ہدایت کو اپنے سینے میں محفوظ رکھتا ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور جسے اللہ نے آپ کی اُمت کے لئے ایک مستقل نظامِ حیات اور دستورِ زندگی بنا دیا ہے۔ قرآن کریم کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کی بناء پر چونکہ

حافظِ قرآن کو آپ کے ساتھ ایک قسم کا ربط معنوی پیدا ہو جاتا ہے، اور مجھے آپ کے کردار کی جھلک اس میں بھی نظر آجاتی ہے، اس لئے میں اُسے دُور ہی سے سلام کر دیتا ہوں۔ اور خالصًا لوجہ اللہ اُجرت و معاوضہ لئے بغیر پنج وقتہ اذان دینے والا بھی میرا مخالف ہے۔ اُس کی اذان سُنتا ہوں تو مجھ پر ہَول طاری ہو جاتا ہے۔ اذان شروع ہوتے ہی میری سراسیمگی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ میں حواس باختہ ہو کر رفتاں و خیزاں میلوں دُور بھاگ جاتا ہوں، اور اذان ختم ہونے تک واپس نہیں پلٹتا۔ مجھے ایسے مؤذن آپ کے بلالؓ کا شُبہ ہونے لگتا ہے جس کی اذانِ شوق میری مملکت میں تہلکہ برپا کر دیتی ہے۔ اب آپ پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ میرا چوتھا دشمن سوز و گداز اور خلوص و ایمان کا حامل مؤذن ہے۔ میرا پانچواں حریف وہ دردمند اور جذبۂ غم خواری رکھنے والا ہے جو محتاجوں کی مدد کرتا ہے، مسکینوں پر ترس کھاتا ہے۔ یتیموں کی ڈھارس بندھاتا ہے اور بے کسوں کا مُحسن و ہمدرد بنا رہتا ہے۔ میرا چھٹا دشمن حق کی خاطر عجز و خاکساری اور نیازمندی و فروتنی کا مظاہرہ کرنے والا مردِ مومن ہے۔ میرا ساتواں دشمن وہ صالح نوجوان ہے جس کا عالمِ شباب اللہ کی عبادت اور بندگی میں بیت گیا۔ میرا آٹھواں دشمن غذائے حلال پر اصرار کرنے والا ہے جو حرام کا ایک لُقمہ بھی اپنے شکم میں کبھی جانے نہیں دیتا۔ میرا نواں دشمن وہ شخص ہے جو اپنے پہلو میں رحم و مروّت اور شفقت و رحمت سے بھرا ہُوا دل رکھتا ہے۔ ان دو دوستوں سے بھی میری دشمنی ہے اور میں انہیں اپنا دسواں دشمن سمجھتا ہوں، جن کی دوستی اور محبت صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے، اور اس میں کسی

نفسانی غرض کو دخل نہیں ہوتا۔ میرا گیارھواں حریف وہ نمازی ہے جو شدت کے ساتھ اوّل وقت پر جماعت سے نماز ادا کرتا ہے۔ میرا بارھواں دشمن وُہ ہے جو سکوتِ شب کی تنہائیوں میں ایسے موقع پر اپنی پیاری نیند چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے۔ جب کہ سارا عالم محوِ خواب و استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف ایک سنّاٹا چھایا ہوُا ہوتا ہے۔ میرا تیرھواں دشمن وہ تقوےٰ شعار ہے جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے اپنے نفس کو بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے۔ میرا چودھواں حریف وہ ہمدردِ بنی نوع انسان ہے جو تمام کی خیر خواہی اور بھلائی میں لگا رہتا ہے اور اپنے سب بھائیوں کے حق میں دُعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ اور کسی مسلمان بھائی کے متعلق اپنے دل میں کوئی رنجش نہیں رکھتا۔ میرا پندرھواں دشمن وہ مستقل مزاج اور پابندِ اصول مومن ہے جو کبھی اپنے اصول کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا، چاہے اس کی وجہ سے نقصانِ عظیم ہی اُسے کیوں نہ پہنچے، اور جب وہ کوئی کام شروع کرتا ہے تو اسے برابر نباہتا بھی ہے۔ یہ نہیں کہ جوش میں آ کر چند روز کرتا رہا پھر چھوڑ بیٹھا اور ہمیشہ پاک و صاف اور با وضو رہتا ہے۔ میرا سولھواں حریف وہ سخی ہے جس کی داد و دہش اور صدقہ و خیرات سے تمام بندگانِ خدا مُستفید ہوتے ہیں۔ میرا سترھواں دشمن وہ خُوش خلق اور ملنسار مردِ مؤمن ہے جو سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرتا ہے میرا اٹھارھواں حریف وہ متوکل علی اللہ ہے جو ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ نے جن باتوں کا اُس سے وعدہ کیا ہے اور جن اُمور کی ضمانت لی ہے انہیں سچ سمجھتا ہے اور سعی و عمل کے بعد بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر کرتا ہے۔ جب اللہ نے

رزق کی ضمانت لی ہے تو وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کا حصّہ ضرور اسے مل کر رہے گا۔ میرا اُنیسواں دشمن وہ ہمدرد و غم خوار مومن ہے جو اپنے پرائے کا غم کھاتا ہے۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتا ہے۔ دُکھے ہوئے دلوں پر مرہم لگاتا ہے اور ہر بیکس و مظلوم کی چارہ جوئی اور یاوری کرتا ہے۔ میرا بیسواں اور آخری دشمن وُہ حقیقت شناس مومن ہے جو حیاتِ دنیوی کی بے قدری سے آگاہ ہوتا ہے دُنیائے دوں کو سرائے فانی تصوّر کرتا ہے۔ سفرِ آخرت اور موت کے لئے آمادہ رہتا ہے۔ خوشی سے موت کا خیر مقدم کرتا ہے، اور اللہ کی ملاقات سے شاد کام اور فائز المرام ہوتا ہے۔

حضرت وہب بن منبہؓ نے فرمایا ہے کہ توریت میں بعض نہایت ہی عمدہ ہدایات درج ہیں، اور وہ یہ ہیں۔ جو عاقبت اندیش حیاتِ دُنیوی کے مختصر وقفہ میں سفرِ آخرت کا زادِ عمل جمع کر لیتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ کے پیار و محبّت اور انعام و اکرام کا حق دار بن جاتا ہے۔ جو شخص غیظ و غضب اور بے محل خفگی چھوڑ دیتا ہے وہ ہمیشہ اللہ کے جوارِ رحمت اور آغوشِ شفقت میں مسرّت بداماں اور عشرت بکنار رہتا ہے۔ دنیائے فانی کے عیش و راحت کا خیال جس کے دل سے نکل جاتا ہے وہ ہنگامۂ محشر کی دار و گیر اور عذاب سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔ بغض و حسد کی کدورت اور کینہ و کپٹ کے زنگ سے جس کا آئینۂ دل پاک و صاف ہوتا ہے، حشر کے دن سب کے سامنے اللہ کی جانب سے اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اور ہر طرح اس کی عزّت افزائی اور تعریف و توصیف ہوتی ہے۔ ہوسِ جاہ و منصب اور ذاتی اقتدار

کی چاٹ جسے نہیں ہوتی، وہ قیامت کے دن شہنشاہِ کائنات کا مقرّبِ خاص بن جاتا ہے۔ جو شخص فضول باتوں سے اپنی زبان کو بچاتا ہے، اور فضول کام کے نزدیک پھٹکتا نہیں، وہ اللہ کے نیک بندوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور آخرت میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جو مردِ سعید دُنیا میں لڑائی جھگڑے سے دُور رہتا ہے وہ روزِ جزا، کامیاب و کامران اور فائز المرام ہو کے جنّت میں داخل ہوگا۔ جو فیّاض، بخل و کنجوسی اور تنگ ظرفی کے رذائل سے اپنے دامنِ جود و سخا کو محفوظ رکھتا ہے، اُس کا ذکرِ خیر داورِ محشر کے سامنے علانیہ ہوگا۔ دُنیائے فانی کے عارضی رنج و راحت کی پرواہ کئے بغیر دینِ حق کی خدمت اور اقامتِ دین کی جدّ و جہد میں جو لگاتار مصروفِ عمل رہتا ہے، وہ آخرت میں ایسی راحتوں اور مسرّتوں سے ہم کنار ہوگا جنہیں اُس کی آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں، اُس کے کانوں نے کہیں سُنا نہیں، اور جن کا تصوّر بھی وہ دنیا کی زندگی میں نہیں کرسکتا اور ہر قسم کی نعمتوں کو پاکر وہ شاد و بامراد ہو جائے گا۔ دنیا میں جو مومن حرام کاموں اور معصیتوں سے محفوظ رہے گا وہ آخرت میں انبیاء اور پیغمبروں کے ساتھ رہے گا۔ جو شخص اپنی نگاہوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی دِید سے داغ دار نہ کرے گا، جنّت میں اللہ تعالٰے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے گا اور ایسی نعمتیں اُسے حاصل ہوں گی جن کی بدولت اس کی آنکھوں کو نُور اور دل کو سُرور نصیب ہوگا۔ جو مومن دنیا کی دھن دولت میں اپنے دل کو نہ اٹکائے اور سیم و زر کے انبار کو بھی پائے استحقار سے ٹھکرا کر راہِ حق کے فقر و فاقہ کو ہنسی خوشی

گوارا کرلے، اُس کا شمار آخرت میں انبیاء اور اولیاء میں ہوگا جن کی ہم نشینی سے اُسے بے پایاں مسرت و شادمانی حاصل ہوگی۔ جو شخص دُنیا میں اللہ کے محتاج بندوں کے کام آئے گا، اُن کی ضروریات پوری کرے گا اللہ اس کی مُرادیں برلائے گا۔ اگر کسی کو کنجِ لحد اور گوشۂ قبر میں مونس و غم خوار کی ضرورت ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ ظُلمتِ شب کی خلوتوں میں بسترِ عیش اور خوابِ راحت کا لُطف چھوڑ کر اُٹھ بیٹھے اور نمازِ تہجد ادا کرے۔ جس کو رحمان و کریم کے عرشِ عظیم کا سایۂ رحمت، محشر کی تپش و حرارت کے موقع پر مطلوب ہو، وہ اپنے دامنِ حزم و احتیاط کو ہمیشہ معصیت سے بچائے رکھے۔ جس کی یہ مرضی ہو کہ روزِ حساب اُس سے باز پُرس نہ ہو، یا آسان حساب کیا جائے تو اُس کا یہ فریضہ ہے کہ وُہ ہمیشہ اپنے نفس، اپنے بھائی بندوں اور پوری نوعِ انسانی کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر خواہی کرتا رہے۔ جس کی تمنا ہو کہ فرشتے اس کی زیارت و ملاقات اور اس کی پابوسی کو حاضر ہوں وہ نیکی کے سدا بہار پھُولوں سے اپنے دامانِ حیات کا آنچل سجائے رکھے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہشتِ بریں کے مرکزِ اعلیٰ میں فروکش رہے، اُسے چاہیئے کہ وہ شب و روز ذکرِ خداوندی میں ہمیشہ رطب اللسان رہے اور زندگی کا کوئی لمحہ اُس پر ایسا نہ گذرنے پائے جس میں وہ خدا سے غافل ہو۔ اگر کوئی خوش نصیب بغیر حساب کتاب اور بلا جائزہ اعمال فردوسِ بریں میں داخل ہونا چاہے، وہ گناہوں سے خالص توبہ کرلے اور توبہ کر چکنے کے بعد پھر کبھی برائیوں اور گناہوں کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ جسے دولتِ باطن،

غنائے قلب اور دل کی بے نیازی مطلوب ہو، اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جائے، اللہ نے اسے جو کچھ بخشا ہے اُس پر قناعت کر لے، اور مادی سروسامان دیکھ کر اُس کا دل للچائے نہیں۔ اللہ کے نزدیک عالم و فاضل اور فقیہ و دانش ور وہی سمجھا جاتا ہے جو علم کے ساتھ عمل بھی کرے جس کے دل میں خدا کی خشیت ہو۔ جو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی کرتا ہو، اور جس کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ کوئی شخص اس وقت تک حکیم باخبر نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام علومِ دین میں مہارتِ تامہ نہ رکھتا ہو۔ لوگوں کی ایذا رسانی سے کوئی محفوظ و سلامت رہنا چاہتا ہے تو وہ سب کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے اور کسی کا ذکر بُرائی کے ساتھ ہرگز نہ کرے۔ اور اس امرِ واقع سے عبرت اندوز ہو جائے کہ اس کی تخلیق کسی فرومایہ شئے سے ہوئی ہے لیکن اس کا مقصدِ تخلیق کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس کا حصول اُس کے لئے نہایت ضروری ہے۔ دنیا و آخرت میں کوئی اپنے سر پر تاجِ مجد و شرف رکھنا چاہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ آخرت کو ہمیشہ دُنیا پر ترجیح دیا کرے اور کبھی دُنیا کے لئے دین و آخرت کو چھوڑنے کا نقصانِ عظیم گوارا نہ کرے۔ جو شخص بہشت بریں اور اس کی نعمتوں کو حاصل کرنا چاہے، وُہ اپنی عمرِ عزیز کے نقدِ گراں مایہ کو دُنیا کی بُرائیوں میں نہ لٹائے اور حصولِ جنّت کے لئے جود و سخا اور صدقہ و خیرات بھی ضروری ہے اس لئے کہ سخی بہشتِ بریں سے قریب ہے اور دوزخ سے دُور ہے۔ جو شخص اپنے دِل کو ایمان کی تجلّی سے معمور کرنا چاہے، اُسے چاہیئے کہ وہ کائنات کی بوقلمونیوں اور آفاق و

انفس کی کارروائیوں کے بارے میں غور و تدبّر کرتا رہے جس کو مصائب و مشکلات پر صبر کرنے والے جسم کی ضرورت ہو، ہر وقت خدا کو یاد کرنے والی زبان کی حاجت ہو، اور اللہ سے ڈرنے والا قلبِ سلیم مطلوب ہو، اُسے چاہیے کہ وہ اپنے لئے تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے ہمیشہ بارگاہِ مجیب الدّعوات میں دُعائے خیر و مغفرت کرتا رہے اور ساری نوعِ اِنسانی کی ہدایت کے لئے دربارِ الٰہی میں صدقِ دل اور خلوص و نیاز مندی کے ساتھ مصروفِ دُعا و عمل رہے۔

رضا کی دو قسمیں ہیں اوّل حق کے ساتھ تدبیر میں رضا اختیار کرنا۔ دوم حق سے حق کی تقدیر میں رضا اختیار کرنا۔ مشکوفات غیبی ہی کا نام ایمان ہے، عبادت نام ہے دائمی غم و خوشی کو ترک کر دینے کا، وصل نام ہے محبُوب سے اس اتصال کا جس کے بعد کچھ یاد نہ رہے۔ نفس و دُنیا اور ابلیس سے کنارہ کشی کا نام تقویٰ ہے۔ عبادت الٰہی سے نفس کو شکست دینے کا نام ریاضت ہے۔ قابو یافتہ شے سے اعراض اور غیر قابُو یافتہ شے کو طلب نہ کرنے کا نام قناعت ہے۔ زہد نام ہے زر و مال کو نظر انداز کر دینے کا۔ امید وصل میں مسرّت کا نام رجا ہے۔ اپنے تمام امور کو سپردِ خدا کر کے مصائب پر صبر کرنے کا نام رضا ہے۔ ابراہیمؑ نے طریق سے پہلے رفیق گھر سے پہلے ہمسایہ۔ وحشت سے پہلے اُنیس، مرض سے پہلے پرہیز بلا سے پہلے صبر، قضا سے پہلے رضا حاصل کر لی تھی۔ اپنے باپ ابراہیمؑ سے تعلیم لو اور اقوال و افعال میں اُن کی اقتدا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جنّت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے، ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں۔

اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص صلہ رحمی کرے، اُس کی عمر دراز ہوتی ہے، اعزّہ اُس سے محبّت کرتے ہیں، رزق میں اُس کے وسعت ہوتی ہے اور جنّت میں داخل ہوتا ہے۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تین باتیں بالکل حق اور پکّی ہیں [۱] جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وُہ چشم پوشی کرے، اس کی عزت بڑھتی ہے اور [۲] جو شخص مال کی زیادتی کے لیے سوال کرے، اس کے مال میں کمی ہوتی ہے [۳] جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آپ کا طریق پُوچھا، تو آپؐ نے فرمایا کہ معرفت میرا راس المال ہے اور عقل میری دین کی اصل ہے اور محبّت میری بنا ہے اور شوق میری سواری اور ذکرِ خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور اطاعت میرا حسب اور جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ —— اہل اللہ اس تمنا میں ہیں کہ خدا کی یہ بھیجی ہُوئی تکلیفوں سے کبھی خالی نہ رہیں۔ وُہ جانتے ہیں کہ اس کی تکلیفوں اور قضاء و قدر پر صبر کرنے میں دنیا و آخرت کی بہتری ہے، وہ کبھی صبر میں کبھی شکر میں کبھی رنج میں کبھی راحت میں کبھی غنا میں کبھی فقر میں، کبھی تندرستی میں، کبھی مرض میں

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ردّ و بدل سے موافقت کرتے ہیں۔

احکامِ الٰہی کی بجا آوری کا نام صبر ہے۔ مصائب پر شاکر رہنے اور ان کو منجانب اللہ تصوّر کرنے کا نام تسلیم ہے، خُدا کے دشمنوں سے انقطاعِ تعلق کا نام حیا ہے۔ ترکِ دُنیا کا نام حُبِّ الٰہی ہے۔ محاسبہ کے ڈر سے گناہ نہ کرنے کا نام خوف ہے، مخلوق سے فرار کا نام اُنسِ خالق ہے اور جو مخلوق کے بُرا سمجھنے پر بھی اظہارِ مسرّت کرے، اس کو صادق کہا جاتا ہے۔ اَے دوست! یا خُدا کا بن جا یا خُودی ترک کر دے۔ بذریعہ ریاضت نفس کو پاکیزہ بنانے سے راہِ راست مِل جاتی ہے اور جو شخص دنیا ہی میں جنّت کا منظر دیکھنے کا طلب گار رہو۔ اس کو صالح اور قانع لوگوں کی صُحبت اختیار کرنی چاہیے عارفین خندقِ رضا میں اتر کر اور بحرِ صفا میں غوطہ زنی کر کے وفا کے موتی

حاصل کر لیتے ہیں اور پھر حجابِ خفا میں واصل الی اللہ ہو جاتے ہیں — حضرت حسن بصریؒ، مالک بن دینارؒ اور شفیق بلخیؒ ایک مرتبہ حضرت رابعہؒ کے مکان پر صدق و صفا کے موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب کو ناقابلِ برداشت تصوّر کرے وُہ اَپنے دعوٰیٔ صدق میں کاذب ہے۔ یہ سُن کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے کہا کہ یہ قول خُود پسندی کا آئینہ دَار ہے۔ پھر شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غُلام اپنے آقا کی ضرب پر شکر اَدا نہ کرے وُہ اَپنے دعوٰیٔ صدق میں جھُوٹا ہے۔ اس پر حضرت رابعہ بصری رحمہ اللہ علیہا نے فرمایا کہ صادق ہونے کی تعریف کچھ اس سے اور زیادہ بُلند ہونی چاہیے، پھر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غُلام اپنے آقا کی ضرب میں لذّت محسوس نہ کرے۔

اس کا دعویٰ صدق باطل ہے، لیکن حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس سے بھی افضل و اعلیٰ کوئی اور تعریف ہونی چاہیئے، یہ کہہ کر پھر آپ نے صدق کی یہ تعریف بیان کی کہ جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کر سکے وُہ اپنے دعوائے صدق میں جھُوٹا ہے —— دیدارِ خداوندی میں شدتِ تکلیف کو فراموش کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں جب کہ حُسنِ یُوسف کو دیکھ کر مصری عورتوں نے اپنی انگلیاں تراش ڈالیں اور تمنائے دیدار میں تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہو سکا —— ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک روز مَیں لبِ دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پر ایک خوب صُورت عورت نظر آئی اور جب مَیں نے اس سے گفتگو کرنے کے لیے کہا تو اس نے کہا کہ دُور سے میں تم کو دیوانہ تصور کیئے ہُوئے تھی اور جب کچھ قریب آ گئے تو مَیں نے عالم سمجھا اور جب بالکل قریب آ گئے تو اہلِ معرفت تصور کیا، لیکن اَب معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو اور جب مَیں نے اس کی وجہ پُوچھی تو اُس نے جواب دیا کہ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہلِ معرفت خُدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہ کہہ کر وُہ غائب ہو گئی، اور مَیں نے سمجھ لیا کہ یہ غیب کی جانب سے ایک تنبیہ ہے —— عہدِ گزشتہ میں معاملہ دین پر موقوف تھا، دُوسرے دَور میں وفا پر، تیسرے دَور میں مروّت پر۔ اور چوتھے دَور میں حیا پر تھا، لیکن اب تو نہ دین ہے، نہ حیا ہے نہ وفا ہے نہ مروّت ہے۔ بلکہ سب کا معاملہ ہیبت پر موقوف ہے۔

حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ

مجھے میرے والد حضرت زین العابدین نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا اُن سے بات بھی نہ کرنا حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اُن کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا۔ ایک فاسق شخص کہ وُہ تجھے ایک لقمہ بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی فروخت کر دے گا۔ میں نے پوچھا کہ ایک لقمہ سے کم میں فروخت کرنے کا کیا مطلب؟ فرمایا کہ ایک لقمہ کی اُمید پر وُہ تجھے فروخت کر دے پھر اُس کو وہ لقمہ بھی جس کی اُمید تھی نہ ملے دمحض اُمید پر فروخت کر دے (۲) بخیل کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تُو اس کا سخت محتاج ہو (۳) جھُوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ بالو (دھوکہ) کی طرح سے قریب کو دُور اور دُور کو قریب ظاہر کر لیگا۔ (۴) احمق کے پاس کو نہ گزرنا کہ وُہ تجھ کو نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پُہنچائے گا (۵) قطع رحمی کرنے والے کے پاس نہ گزریو کہ میں نے اس پر قرآنِ پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے۔

اگر تم کو اچھی طرح میل جول منظور ہے توان امور مفصلۂ ذیل پر عمل کرو۔ دوست اور دشمن سے بکشادۂ پیشانی ملو نہ ان کو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت میں پڑو۔ وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبّر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو اپنے سب کاموں میں اوسط درجہ پر رہو کہ افراط اور تفریط سب باتوں میں مذمُوم ہے۔ اپنے دونوں جانب کو مت دیکھو۔ کثرت سے مُڑ کر نگاہ مت کرو۔ جماعتوں کے پاس کھڑے مت رہو اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ اٹھا چاہتے ہیں۔ انگلیاں مت چٹکاؤ اور انگوٹھے وغیرہ سے مت کھیلو۔ دانتوں میں خلال مت کرو۔ ناک میں اُنگلی مت دو۔ کثرت سے نہ تھُوکو۔ بہت مرتبہ ناک صاف مت کرو۔ منہ پر سے مکھیاں بہت مت اڑاؤ۔ انگڑائی اور جمائی لوگوں کے سامنے بہت مت لو۔ اسی طرح نماز اور تنہائی میں بھی، مجلس میں غل اور شور مت کرو۔ بات مُسلسل اور ترتیب وار کہو اور جو کوئی اچھی بات کہے اُس پر کان لگاؤ۔ بدوں اس کے

کہ تعجب مبالغہ کے ساتھ کرو اور دوبارہ کہنے کے لئے درخواست نہ کرو اور اس کا ذکر مت کرو کہ مجھ کو اپنا لڑکا یا شعر یا تصنیف یا فلاں چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ عورتوں کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ غلاموں کی طرح میلے کچیلے رہو۔ سرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ۔ حاجتوں میں اصرار مت کرو۔ ظلم پر کسی کو شجاع مت کہو۔ اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو۔ دوسروں کا تو ذکر کیا ہے اس لئے کہ اگر ان کے عندیہ میں تھوڑا ہو گا تم ان کی نظروں میں خوار ہو گے اور اگر بہت ہو گا تو کبھی تم سے خوش نہ رہیں گے، نہ اُن کو اتنا ڈراؤ کہ تمہارے پاس نہ بھٹکیں اور نہ اتنا پرچاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھیں، اپنی لونڈی غلاموں سے ہنسی مت کرو ورنہ تمہارا وقار جاتا رہے گا اور جب کسی مقدمہ کی جوابدہی کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کرو اور ہاتھوں سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہوں اُن کو گردن موڑ کر مت دیکھو اور پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو اور اگر بادشاہ تم کو اپنا مقرب کرے تو اُس سے اسی طرح رہو کہ گویا بھال کی ناگ پر ہو اور اگر تم سے ہنسی خوشی ہے تو یہ مت سمجھو کہ اب نہیں بگڑے گا بلکہ اس کے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر میں بگڑ جاتا ہے اور اُس کے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی بچوں سے کرتے ہیں تو اُس سے وہ گفتگو کرو جس کی اُس کو تمنا ہو اور اگر وہ تمہارے ساتھ بلطف پیش آئے تو اس وجہ سے اس کے زن و فرزند اور نوکروں کے معاملہ میں دخل نہ دو گو اس کے عندیہ میں تم دخل دینے کے مستحق ہو اس لئے کہ بادشاہ اور اُس کے گھر والوں کے معاملہ میں دخل دینے والا ایسا گرتا ہے کہ پھر کبھی نہیں اٹھتا اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اُس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنوں سے زیادہ ہے۔ اپنے مال کو آبرو کی نسبت کر عزیز مت سمجھو اور اگر کسی مجلس میں جاؤ تو اس کا طریق یہ ہے کہ اول سلام کرو اور

جو لوگ پہلے آچکے ہوں، اُن کے اُوپر مت جاؤ اور جہاں جگہ دیکھو وہاں بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے میں جو شخص پاس ہو اس کو سلام کرو اور راستہ میں اول تو بیٹھنا نہ چاہیئے اور اگر بیٹھو تو اُس کے آداب یہ ہیں کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی دادخواہ کا ساتھ دو اور کمزور کو سہارا دو اور بھولے ہوئے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو۔ سائل کو کچھ عطا کرو۔ اچھی بات کا امر کرو۔ بُری بات سے روکو۔ تھوکنے کا موقع تلاش کرو تو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ داہنی جانب بلکہ بائیں طرف یا دائیں پاؤں کے نیچے تھوکو اور بادشاہوں سے ہم نشیں مت ہو اور اگر ہو تو اُس کا ادب یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتیں کم بیان کرو اور گفتگو میں الفاظ شائستہ اور شستہ بیان کرو۔ اور بادشاہوں کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور اُن سے بہت خوف کرو، اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کریں اور اُن کے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد اُن کے پاس خلال کرو۔ اور بادشاہ کو چاہیئے کہ ہم نشینوں کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک میں خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونے کو تحمل نہ کرے اور عوام کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اُس کا طریق یہ ہے کہ اُن کی بات میں دخل نہ دے اور اُن کی بیہودہ باتیں کم سنے اور جو الفاظ اُن سے بُرے سرزد ہوں اُن سے تغافل کرے اور باوجودیکہ ان سے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اُن سے مُلاقات کم کرے۔ ہنسی ٹھٹھا نہ عاقل سے کرو۔ نہ غیر عاقل سے اس لئے کہ عاقل تم سے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تم پر جرأت ہوگی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دُور کرتا ہے اور آبرو کھوتا ہے اور آخر کو کینہ لاتا ہے اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہے اور عالم کی سمجھ میں عیب لگاتا ہے اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہے اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہے اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو بُرا سمجھتے ہیں اور ٹھٹھا دل کو بھاتا ہے، اور

خدا تعالیٰ سے دُور کرتا ہے اور غفلت پیدا کرتا ہے اور لذّت کا مُوجب ہے، اِس سے باطن اندھے ہوتے ہیں اور دل مرتے ہیں اسی سے عیبوں کی کثرت ہوتی ہے اور گناہ کھُل جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہیں ہوتا اور اگر کوئی شخص کسی مجلس میں مبتلاء مزاح یا شور و غوغا کا ہو تو چاہیئے کہ اٹھنے کے وقت خدا تعالیٰ کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ من جلس فی مجلس فکثر فیه لفظه فقال قبل ان یقوم من مجلسه ذلک سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک الا غفر له ما کان فی مجلسه ذلک۔ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بہت سی باتیں اُس نے کیں اور کھڑے ہونے سے پیشتر یہ دُعا پڑھی کہ الٰہی تیری پاکی کہتا ہُوں اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہُوں کہ تیرے سوا کوئی معبُود نہیں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں تو جو کچھ اس شخص سے اِس مجلس میں ہُوا ہو گا اُس کو بخش دیا جائیگا۔ ترمذی بروایت ابی ہریرہؓ۔

حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے حقوق سے چار باتیں تجھ پر لازم ہیں۔ اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے دوم گناہ کرنے والے کے لئے مغفرت چاہے۔ سوم اُن کے بدنصیب کے لئے دُعا مانگے، چہارم اُن میں کے تائب سے محبّت رکھے، اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رُحماء بینهم کے معنی یہ ہیں کہ نیک آدمی بدکار کے لئے دُعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنی بدکار شخص اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نیک کو دیکھے تو یُوں دعا مانگے الٰہی تُو نے جو اِس کو خیر عنایت کی اُس کو اُس میں برکت کر اور اُس کو اسی پر ثابت رکھ اور ہم کو اُس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیک بخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دُعا مانگے، الٰہی اِس کو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اِس کی خطا مُعاف کر (۱) اول

حق یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لئے وہی بات چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے اور اُن کے لئے وہی بات بُری سمجھے جو اپنے لئے بُری سمجھتا ہے۔ (۲) یہ ہے کہ کسی مُسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے۔ (۳) یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اس پر تکبر نہ کرے۔ (۴) یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے، اور جو کچھ ایک سے سُنے وہ دوسرے کو نہ پہنچائے۔ (۵) یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اُس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ترکِ ملاقات نہ کرے (۶) یہ ہے کہ اگر بن سکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ لائقِ احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے (۷) یہ ہے کہ کسی مُسلمان کے پاس بدون اُس کی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار اجازت چاہے اگر وہ اجازت دے تو فبہا اور اگر اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے (۸) یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے۔ (۹) یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے (۱۰) یہ ہے کہ سب خَلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے حضورؐ نے فرمایا کہ جنّت میں ایسے دریچے ہیں کہ اُن کے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگوں کے لئے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلاوے اور رات کو اُس وقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہوں اور حضرت معاذ رضؓ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو وصیّت کرتا ہوں خدائے تعالیٰ سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفا عہد اور ادائے امانت اور ترکِ خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنیکی (۱۱) یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ

کرے اُس کو پُورا کرنا چاہیئے (۱۲) یہ ہے کہ لوگوں کا عوض اپنے نفس سے لے اور اُن کے ساتھ وہی کام کرے جس کو چاہے کہ لوگ اُس کے ساتھ کریں (۱۳) یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صُورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے رُتبے کا ہے تو اُس کی تعظیم زیادہ کرے یعنی ہر ایک شخص کے ساتھ اُس کے مرتبے کے موافق پیش آنا چاہیئے۔ (۱۴) یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانوں میں اصلاح کر دینے کی بن سکے تو چاہیئے کہ اُن میں صُلح کرا دے (۱۵) یہ ہے کہ سب مُسلمانوں کے عیبوں کو چھُپا دے۔ (۱۶) یہ ہے کہ تہمت کی جگہوں سے احتراز کرے تاکہ اہلِ اسلام کے دل بدگمانی سے اور ان کی زبانیں غیبت سے بچی رہیں (۱۷) یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ میں اپنی قدر و منزلت ہو اگر اس سے کسی دُوسرے کو کام آ پڑے تو اُس سے کسی کی سفارش کر دے اور اُس کی مطلب برآری کے لئے جو کچھ اپنے آپ سے ہو سکے کر گزرے۔ (۱۸) یہ ہے کہ ہر ایک مُسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مُصافحہ کرے۔ (۱۹) یہ ہے کہ اپنے بھائی مُسلمان کی عزت اور جان و مال کو ظلم سے بچا دے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظلم کو اس پر سے دفع کرے اور اُس کی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوتِ اسلام کے مقتضائے یہ امر آدمی پر واجب ہے۔ (۲۰) یہ ہے کہ اس کی چھینک کا جواب دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھینکنے والا کہے الحمدُ للہِ علیٰ کُلِ حال اور جو اُس کا جواب دے وُہ کہے یرحمک اللہ اور چھینکنے والا پھر اس کو کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ (۲۱) یہ ہے کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہیئے کہ اُس سے خوش خلقی کر کے محفُوظ رہے (۲۲) یہ ہے کہ تونگروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے اور یتیموں کے ساتھ سلوک کرے (۲۳) یہ ہے کہ ہر مُسلمان کی خیر خواہی کرے اور اُس

کے دل میں خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے۔ (۲۴) یہ ہے کہ بیمار پُرسی کرے اور اس حق کے ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے۔ (۲۵) یہ ہے کہ اُن کے جنازے کے ہمراہ جائے۔ (۲۶) یہ ہے کہ اُن کی قبروں کی زیارت کرے اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم ہونا ہو۔

_____ غفلت کا درخت جہالت کے پانی سے، بیداری و معرفت کا درخت فکر کے پانی سے توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے اور محبت کا درخت موافقت کے پانی سے بڑھتا ہے _____

سفر دو قسم کا ہے، دُنیا اور آخرت کا۔ دونوں کے واسطے توشہ درکار ہے۔ دُنیا کے سفر میں توشہ ہمراہ رکھنا چاہیے اور سفرِ آخرت میں روانگی سے پہلے بھیج دینا چاہیے۔

دُنیا میں دو چیزیں پسندیدہ ہیں۔ سخن دلپذیر اور دلِ سخن پذیر۔

ایک بزرگ کا ایک دوست تھا، مگر نادان۔ اس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھ کو اسمِ اعظم سکھا دیجیے۔ ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے، نہ مانا اور نہایت اصرار کیا۔ ناچار بتا دیا اور امتحان بھی کرا دیا، لیکن منع کیا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا ورنہ تیرے لیے اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر آپ چل دیے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب دیکھوں اسمِ اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں۔ کچھ ہڈیاں نظر آئیں، اُن پر اسم اعظم پڑھا۔ فوراً ایک شیر زندہ ہو کر غراتا ہوا آیا اور اس کو پھاڑ کھایا۔ حضرت اِس راہ سے واپس آئے، تو دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے اور شیر اس کو کھا رہا ہے۔ شیر سے پوچھا تُو نے اسے کیوں مارا؟ جواب دیا۔ "یہ شخص میرا خالق تو بنا، مگر رازق نہ بن سکا اور رزق کی فکر نہ کی۔ اِس لیے مَیں نے اُس کو کھا لیا۔"

دُنیا داروں کے مکانوں، مالوں اور باغوں کو دیکھنا حرصِ دُنیا کی تحریک دلاتا ہے اور تقویٰ سے بعید ہے۔

جو چیز باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے وہ ناپاک نہیں کر سکتی، اس لیے کہ وہ اس کے دل میں نہیں، بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور پاخانے میں نکل جاتی ہے بلکہ جو آدمی سے نکلتا ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے کیونکہ اندر سے یعنی آدمی کے دِل سے بُرے خیال، حرام کاریاں، چوریاں، خونریزیاں، زنا کاریاں، لالچ، بدی، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی اور بے وقوفی نکلتی ہے۔ یہ سب باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔

نہیں حاصل ہوتی دولت ساتھ آرزو کے۔ نہیں حاصل ہوتی جوانی ساتھ خضاب کے نہیں حاصل ہوتی صحت ساتھ دواؤں کے۔

عبادت ایک پیشہ ہے، دکان اس کی خلوت ہے۔ راس المال اُس کا تقویٰ ہے اور نفع اس کا جنت ہے۔

عورتوں کو سونے کی سُرخی اور زعفران کی زردی نے ہلاک کر رکھا ہے۔

بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مر جائے اور اس کا گناہ نہ مرے یعنی کوئی بُری بات جاری کر جائے۔ مثلاً کوئی کھوٹا سکہ بنانا، بُرا کھیل جاری کرنا، بُری کتاب کی اشاعت کرنا وغیرہ۔

مقدمات کا جلد تصفیہ کرنا چاہیے تاکہ دعویٰ کرنے والا دیر کے سبب سے کہیں اپنے دعوے سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے۔ بدخُو کی دوستی سے احتراز لازم ہے کیونکہ وہ اگر بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے، تو بھی اس سے بُرائی سرزد ہو جاتی ہے۔

کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔

ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھیں، وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے، وہ مال جو کارِ خیر میں خرچ نہ کیا جائے، وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے، وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے، وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے، وہ اچھی رائے جس کو قبول نہ کیا جائے، وہ مصحف جس کی تلاوت نہ کی جائے، وہ زاہد جو خواہشِ دُنیا دل میں رکھے، وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے۔ اگر آنکھیں روشن ہیں تو ہر روز، روزِ حشر ہے۔

عُمدہ لباس کے حریص کفن کو یاد رکھ۔ عمدہ مکان کے شیدائی! قبر کا گڑھا مت بھول۔ عمدہ غذاؤں کے دلدادہ! کیڑے مکوڑوں کی غذا بننا یاد رکھ۔

جو کام لوگوں کے سامنے کرنا مناسب نہیں، مناسب ہے کہ اُس کو چھپ کر بھی نہ کیا جائے۔
شریر عورتوں سے بالکل برکنار رہو اور جو بھلی مانس ہوں، اُن سے بھی ہوشیار رہو۔
رحم کے زیادہ مستحق یہ تین شخص ہیں۔ ا۔ وہ عالم جس پر جاہل کا حکم چلے۔ ۲۔ وہ شریف جس پر کمینہ حاکم ہو۔ ۳۔ وہ نیکوکار جس پر کوئی بدکار مسلّط ہو۔
بلاشبہ زمین کا پیٹ مُردہ اور اُس کی پشت بیمار ہے (یعنی پیٹ میں مُردے دفن ہیں اور پشت پر جو زندہ ہیں، وہ گرفتارِ مصیبت ہیں۔)
بلاشبہ دُنیا اور آخرت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی دو بیویاں ہوں کہ جب ایک کو راضی کرتا ہے، تو دُوسری ناخوش ہو جاتی ہے۔
حضرت علیؓ کی سخاوت یہاں تک تھی کہ خود فاقہ کشی کر کے غُربا کی امداد فرماتے۔ ایک روز محنت مزدوری کر کے آپ دو درہم لے کر شام کو گھر پہنچے، تو دروازے پر ایک سائل کھڑا تھا آپ نے دو درہم میں سے ایک سائل کو دے دیا۔ سائل نے بہت غور کے ساتھ اس کو جانچا۔ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم نے کوئی چیز فروخت کی ہے جو اس قدر جانچ پرکھ کر رہے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! مَیں نے اپنی آبرو فروخت کی ہے۔ آپ نے یہ سُن کر دوسرا درہم بھی اس کو دے دیا اور معذرت چاہی کہ میں آبرو کی پُوری قیمت نہیں ادا کر سکا۔ تین روز متواتر ایسا ہی واقعہ پیش آتا رہا کہ مشقت کر کے جو کچھ لاتے، نذرِ سائل ہو جاتا، اور آپ معہ اہل و عیال کے مسلسل تین روز مبتلائے فاقہ کشی رہے۔
قُدرتِ انتقام رکھتے ہُوئے غصّے کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔
رہائش کے قابل گھر، بدن ڈھانپنے کے قدر کپڑا، پیٹ بھر روٹی اور بیوی دُنیا نہیں ہے، بلکہ دُنیا یہ ہے کہ دُنیا کی طرف مُنہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف پُشت۔
مُومن کو نیند کرنا زیبا نہیں، جب تک اپنا وصیّت نامہ اپنے سرہانے نہ رکھ لے۔
تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکو گے۔ آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکو گے۔ تعمیر کرتے ہو ایسے مکان جن میں بس نہ سکو گے۔ یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب کے مقام سے محجوب کرتی ہیں۔

چھوڑ دو تکبر کو خالق پر اور مخلوق پر، اپنی حقیقت کو پہچانو اور تواضع اختیار کرو اپنے نفسوں میں۔ تمہاری ابتداء ایک نطفہ ہے جس سے گھن آئے، درمیانی حصّہ زندگی غلاظت کی پوٹ اور انتہا ایک مُردار ہے جس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

اگر انسان چالیس سال کی عمر تک پہنچ کر بھی گناہ نہ چھوڑے اور اپنی سرکشی سے تائب نہ ہو، تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے کہ نجات نہ پانے والے چہرے پر میں فدا ہوں۔

مومن درختِ خرما لگاتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں اس کا پھل کانٹے نہ ہوں۔ منافق کانٹے بوتا ہے اور خواہش کرتا ہے کہ ان میں چھوہارے لگیں۔

کسی بزرگ نے ہارون رشید سے فرمایا اگر نجات چاہتا ہے تو رعایا کے ضعیف العمر مسلمانوں کو اپنا باپ، جوانوں کو اپنا بھائی چھوٹوں کو اپنا فرزند اور عورتوں کو ماں بہن سمجھ اور ان سے اس طرح معاملہ کر جیسے اپنے ماں باپ، بہن بھائی سے معاملہ کرتا ہے۔

مؤذن منادِ رحمٰن ہے اور گویّا منادِ شیطان۔

عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بھی داخل بدکاری ہے اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے۔

فرمایا سب سے زیادہ وہ دل روشن ہے کہ اس میں خلق نہ ہو اور سب سے زیادہ سیاہ دل وہ ہے جس میں خُلق نہ ہو اور سب سے بہتر کام وہ ہے کہ اس میں اندیشہ مخلوق کا نہ ہو اور سب سے حلال وہ لقمہ ہے کہ جو اپنی کوشش سے ہو۔

جو شخص کثرتِ خواہشات سے اپنے دِل کو مُردہ بنائے اس کو لعنت کے کفن میں لپیٹو اور ندامت کی زمین میں دفن کرو اور جو نفس کو خواہشات سے باز رکھتا ہے، اس کو رحمت کے کفن میں لپیٹو اور سلامتی کی زمین میں دفن کرو۔

خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے، ہیبت ہے بغیر سلطنت کے، قلعہ ہے بغیر دیوار کے، فتحیابی ہے بغیر ہتھیار کے، آرام ہے کراماً کاتبین کا، قلعہ ہے مومنین کا، شیوہ ہے عاجزوں کا، دبدبہ ہے حاکموں کا، مخزن ہے حکمتوں کا، جواب ہے جاہلوں کا۔

جو شخص عذابِ قبر سے آزاد رہنا چاہتا ہے، وہ دُنیا سے صرف اتنا تعلق رکھے جتنا بیت الخلا

سے رفع حاجت کے وقت رکھتا ہے۔

اکثر تاخیرِ نکاح بھی سبب زنا بن جاتی ہے اور وبال والدین پر ہوتا ہے۔

تُو اس دُنیا میں دارِ آخرت کی طرف چلنے والا ایک مسافر ہے۔ تیرے سفر کی ابتدا مہد اور انتہا لحد ہے۔ تیری عمر کا ہر برس منزل، ہر مہینہ فرسنگ، ہر دن میل اور ہر سانس قدم ہے بازار کے اندر ذکرِ الٰہی میں مصروف شخص مُردوں میں زندہ کی مثل، مغروروں میں غازی کی مثل اور خشک درختوں میں سرسبز کی مثل ہے

وہ بُنیاد جو کبھی ویران نہ ہو، عدل ہے۔ وہ تلخی کہ جس کا آخر شیرینی ہو، صبر ہے۔ وہ شیرینی جس کا آخر تلخ ہو، شہوت ہے۔ بیماری جو کہ علاج پذیر نہ ہو، ابلہی ہے۔ وہ بَلا جس سے لوگوں کو بھاگنا چاہیے، عیش ہے۔ حضرت شقیق بلخیؒ سے ایک شخص نے وصیت چاہی، فرمایا اگر یار چاہتا ہے تو تجھے خُدائے عزّوجلّ کافی ہے۔ اگر ہمراہ چاہتا ہے، تو کراماً کاتبین کافی ہیں۔ اگر مونس چاہتا ہے، تو قرآن پاک کافی ہے۔ اگر کام چاہتا ہے تو عبادت کافی ہے۔ اگر وعظ چاہتا ہے تو مرگ کافی ہے۔ جو کچھ کہا گیا اگر پسند نہیں ہے تو تجھے دوزخ کافی ہے۔

بندگی کر اللہ تعالیٰ کی بقدر اپنی حاجت کے۔ لے دُنیا سے بقدر اپنی عُمر کے۔ گناہ کر اللہ تعالیٰ کا بقدر طاقت عذاب سہنے کے۔ توشہ لے دُنیا سے بقدر قبر میں ٹھہرنے کے عمل نیک کر بقدر جنّت میں رہنے کی خواہش کے۔

ہَوا ایک کُتب خانہ ہے جس میں ہر انسان کے الفاظ و اعمال لکھے رکھے ہیں۔

خدا تعالیٰ رزّاق ہے بندہ قزّاق ہے۔ مَرد کا امتحان عورت سے، عورت کا روپے پیسے سے اور روپے کا امتحان آگ سے ہوتا ہے۔ دردِ سر کا علاج تاج سے نہیں ہوتا۔

سُلطان غیر عادل پر، اُس متموّل پر جو حسن تدبیر نہ رکھتا ہو، اس وزیر پر جس کا صدق کلام معلوم نہ ہو، اُس بخشش کرنے والے پر جو مال کو بے موقع صرف کرتا ہو، اُس صاحبِ فضیلت پر جو رائے صائب نہ رکھتا ہو، تاسّف کرنا چاہیے کہ عنقریب اُن کا کام تباہ ہو جائے گا۔

بزرگ اطاعت سے، ہمسر خلق سے، خُرد لطف و کرم سے اور حاسد زوالِ نعمت سے خوش ہوتے ہیں۔ اِتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے اور نہ اتنا خشک کہ توڑ لیا جائے۔

کم گو، کم خور اور بے آزار ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔
ایمان کا دُشمن جھوٹ، عزت کا دُشمن سوال، عقل کا دشمن غصّہ اور دَولت کی دُشمن بد دیانتی ہے۔ ہر ایک بات جو ذکر سے خالی ہو، لغو ہے۔ ہر ایک خاموشی جو فکر سے خالی ہو، سہو ہے اور ہر ایک نظر جو عبرت سے خالی ہو، لہو ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کُتّے میں دس بڑی عمدہ خصلتیں ہیں

۱۔ وہ بھوکا رہتا ہے۔ یہ آداب صالحین سے ہے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامت صابرین سے ہے۔

۲۔ اِس کا کوئی مکان نہیں ہوتا۔ یہ علامت متوکلین سے ہے۔

۳۔ وہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے۔ یہ صفات شب بیداراں اور علامات مُحبین سے ہے۔

۴۔ جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا۔ یہ صفات زاہدین سے ہے۔

۵۔ یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گو وہ اُس پر جفا کرے اور اس کو مارے۔ یہ علامت مریدانِ صادقین سے ہے۔ ۶۔ ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہو جاتا ہے، یہ علامت متواضعین سے ہے۔

۷۔ اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا ہے، تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دُوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ نشان راضیین سے ہے۔

۸۔ اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آجاتا ہے۔ مار کا کینہ نہیں رکھتا۔ یہ علامت خاشعین سے ہے۔ ۹۔ کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دُور بیٹھا ہوا تکتا ہے یہ علامت مساکین سے ہے۔ ۱۰۔ کسی مکان سے کُوچ کر جاتا ہے، تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔ یہ علامت محزونین سے ہے۔

اے عزیز! قناعت کا سبق کُتّے سے حاصل کر۔ تُو نے اکثر دیکھا ہو گا کہ شکاری کُتّوں کو جب گلی کوچوں کے کُتّے دیکھتے ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مسکینو! جب تُم نے عُمدہ عُمدہ اور لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے ساتھ قید کیے گئے۔ اگر تُم بھی گری پڑی اور روکھی سوکھی چیزوں پر قناعت کرتے، تو ہماری طرح کُھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے۔

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں تیرا کیا ضرر ہے اگر تجھے کوئی نہ پہچانے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معروف و مقبول ہے؟ تیرا کیا نقصان ہے اگر تیری تعریف نہ کی جائے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود ہے؟ تجھے کیا خوف ہے اگر تو دُنیاوی حالات میں شکست کھاتا ہے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مظفر و منصور ہے۔ تیرا کیا بگاڑ ہے اگر تجھ سے نفرت کی جاتی ہے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں، آخر زمانہ میں علما قُربِ امرا پر لڑیں گے جس طرح کہ مرد عورتوں پر لڑتے ہیں۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔

حضرت ضحاکؒ بن مزاحم فرماتے ہیں۔ میں ایک رات کامل ایسا لفظ تلاش کرتا رہا جس سے بادشاہ راضی ہو اور اللہ تعالیٰ خفا نہ ہو لیکن نہ ملا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ ایک نبی نے مصیبت کی شکایت اللہ تعالیٰ کے پاس کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: "تو کب تک میری شکایت کرے گا؟ میں شکایت و مذمت کے قابل نہیں ہوں۔ تیرے کام کی ابتدا عالم الغیب میں اسی طرح تھی۔ پس تو کیوں میرے اعلیٰ انتظام پر ناراض ہوتا ہے؟ کیا تو چاہتا ہے کہ تیری خاطر دُنیا کو بدل دوں اور لوحِ محفوظ میں ردّ و بدل کروں اور جو تو چاہے پُورا کردوں اور اپنی مرضی نہ برتوں؟ جیسے تو چاہے وہ ہوجائے اور جو مَیں چاہوں وہ نہ ہو؟ مجھے اپنی عزّت کی قسم ہے، اگر تیرے سینے میں پھر یہ بات کھٹکے، تو مَیں تجھے نبوّت سے محروم کردوں گا، اور تجھے دوزخ میں ڈال دُوں گا اور مجھے کچھ پروا نہیں ہے۔"

مسلم نحاثؒ فرماتے ہیں، جب درہم و دینار پر مہر لگائی جاتی ہے تو شیطان اس کو بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے جو تجھ سے محبت کرے وہ میرا سچا غلام ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک کنیز تھی۔ ایک صبح کو اٹھنے کے بعد کہنے لگی کہ رات کو عالمِ رویا میں دیکھا کہ دوزخ کی آگ روشن کی گئی، اور پلصراط آراستہ کرکے خلفاء کو وہاں عبور کرنے کے لیے بُلایا گیا، چنانچہ خلیفہ عبدالملک ابن مروان پلصراط پر سے گذرا اور نیچے گر گیا۔ خلیفہ نے کہا جلدی کہو پھر کیا ہُوا؟ کنیز نے کہا پھر ولید بن عبدالملک

کو پلصراط پر سے گذارا گیا اس کا بھی یہی حشر ہُوا۔ اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک کو لایا وہ بھی اسی طرح گر گئے۔ اسکے بعد آپکو لایا گیا۔ ابھی کنیز یہ کہہ رہی تھی کہ خلیفہ بیہوش ہو کر گر گئے۔ کنیز چلائی کہ بخدا آپ پلصراط سے بہ سلامت گزر گئے۔ وہ چلّا رہی تھی اور آپ زمین پر تڑپ رہے تھے

اس بدنصیب دُنیا میں کروڑوں انسانوں کی روٹی کا دارومدار اور روزی کا انحصار معاشرتی برائیوں اور بدعتوں پر قائم رہتا ہے۔ شراب خوری، زنا کاری کی لعنت پر لاکھوں خاندان پل رہے ہیں۔ جرائم کی بدولت ہزاروں محکمے چل رہے ہیں، حتیٰ کہ پادریوں کا روزگار بھی گنہگار مہیا کرتے ہیں۔ پانی سے آگ بُجھ جاتی ہے، چھتری سے دھوپ رُک سکتی ہے، آنکس سے مست ہاتھی مطیع ہو سکتا ہے، لکڑی سے دُوسرے جانور قابو میں آسکتے ہیں۔ ہر بیماری کے لیے ایک دَوا ہے، ہر گناہ کی تلافی کے لیے کوئی طریق ہے، لیکن احمقوں کی حماقت کسی طرح دُور نہیں ہو سکتی۔

ظاہرا صورت پر اعتبار کرنا بسا اوقات باعثِ پشیمانی ہوتا ہے کیونکہ بعض گندم نُما جَو فروش اپنے چلن پر پَردہ ڈالنے کے لیے زہرِ ہلاہل کی بوتل پر جوہرِ حیات لکھ دیتے ہیں۔

بُوڑھے خاوند کو جوان بیوی قبر تک پہنچانے میں گھوڑے کی ڈاک ہے۔

دروازہ جو غریبوں کے لیے نہیں کھلتا، ڈاکٹر کے لیے کُھلتا ہے۔

ایک حسین اور باعصمت خاتُون خُدائے قدوس کی صنعتِ کاملہ کا نمُونہ، فرشتوں کی حقیقی شان و شوکت، زمین کا نادر معجزہ اور دُنیا کی عجیب ترین چیز ہے۔

ضرورت سے خواہش، خواہش سے کوشش، کوشش سے حصول اور حصول سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

موجودہ نسل فضا میں پرواز کر سکتی ہے، وائرلیس کے ذریعے سے گفتگو کر سکتی ہے ایٹمی طاقت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے، لیکن بچّوں کی تربیت اور پرورش سے عاری ہے۔

امن دو جنگوں کے درمیانی وقفے میں ایک دُوسرے کو فریب دینے کا نام ہے۔

جنگ کے بعد مُلک میں تین قسم کی فوج رہ جاتی ہے۔ زخمیوں اور اپاہجوں کی فوج۔ ماتم کرنے والوں کی فوج اور چوروں کی فوج۔

حضرت شیخ ہجویریؒ نے حضرت جُنید بغدادی کے قول کی تائید میں فرمایا ہے کہ :

تصوّف کی بُنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے۔ جن سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے۔
یعنی تصوف میں سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی ہو۔
رضا حضرت اسمٰعیلؑ کی ہو۔
صبر حضرت ایوبؑ کا ہو۔ اشارات حضرت زکریاؑ کے ہوں۔
غُربت حضرت یحییٰؑ کی ہو۔ سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی ہو۔
لباس حضرت مُوسیٰؑ کا ہو اور
فقر خاتم الانبیا سرورِ دوعالم محبُوب خدا حضرت محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہو۔

ابن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا۔ انسان کو سب سے بہتر کیا شے عطا ہوئی ہے۔ اُنہوں نے کہا عقل۔ اُس نے کہا۔ اگر عقل نہ ہو تو۔ فرمایا۔ ادبِ خُوب۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو فرمایا۔ سکوتِ طویل۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہر مرد ذی صلاح کار، جس سے مشورہ کر لیا کرے۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا۔ تو پھر موت جو بلا تاخیر آپہنچے۔ بعض صحابہؓ نے انسان کی اس طرح توصیف کی ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں اُسکی رہنما ہیں۔ اُس کے دونوں کان ظرف ہیں۔ اُس کی زبان ترجمان ہے اُس کے دونوں ہاتھ اُس کے بازو ہیں۔ اُس کا جگر باعثِ رحمت ہے۔ اُس کا پھیپھڑا دم ہے۔ اُس کی طحال ہنسی اور گُردے فکر اور دونوں پیر قاصد ہیں۔

کوئی مُلک ہرگز غلام نہیں بنایا جا سکتا تاوقتیکہ خود اُس مُلک کے باشندے حملہ آور کی معاونت نہ کریں۔ لقمان کا قول ہے کہ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اُتار سکتا، جب تک اُس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔

دو شخصوں کو کمر میں پتھر باندھ کر دریا میں غرق کر دینا چاہیے۔ ایک تو ایسے دولتمند کو جو اپنی دولت میں مستحق لوگوں کو شریک نہ کرے۔ دُوسرے ایسے مفلس کو جو باوجود افلاس کے خُدا تعالےٰ کی عبادت نہ کرے۔ راستی سے نیکی کی، مطالعہ سے علم کی، نیک رُوی سے حُسن کی، نیک طینتی

سے خاندان کی، ناپ تول سے غلہ کی، پھیرنے سے گھوڑے کی، غور و پرداخت سے جانوروں کی اور سادہ لباس سے عورت کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔

جبلہ نامی شام کا ایک مشہور رئیس مسلمان ہو گیا تھا۔ کعبہ کے طواف کے وقت اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے اُس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اُس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے جو کیا اس کی سزا پائی۔ اس نے کہا کہ ہم اس رُتبہ کے شخص ہیں کہ ہم سے جو گستاخی کرے، اُس کی سزا قتل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاہلیت میں ایسا ہی تھا، لیکن اسلام نے پست و بلند ایک کر دیا۔

سُلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں: ”اگر کسی نے تیری ایذا کے لیے راستے میں کانٹے رکھے ہیں تو تُو انہیں راستہ سے ہٹا دے اور اگر تُو نے بھی اِس کے جواب میں اس کے راستے میں کانٹے رکھے تو پھر تمام دُنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: ”خواہشاتِ نفس کی متابعت کرنے والا دنیا و آخرت دونوں میں گرفتارِ عذاب رہتا ہے، دُنیا میں بوجہ اس کی تلاش کے اور آخرت میں بوجہ حساب کے۔ یاد رہے جس کی خوراک زیادہ ہے اس کے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہو گا اور جس کے پیٹ کا گوشت زیادہ ہے اس کی خواہشات بھی بہت زیادہ ہوں گی اور جس کی شہوات زیادہ ہوں گی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور اس کا دل بھی سخت ہو گا اور جس کا دل سخت ہو گا وہ معاصی و آفات میں غرق ہو گا۔ وہ آگ میں داخل ہو گا۔“

حضرت ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں۔ مچھر جب تک بھوکا ہے زندہ رہتا ہے۔ سیر ہو جائے تو موٹا ہو جاتا ہے اور جب موٹا ہو جائے تو مر جاتا ہے۔ ایسا ہی انسان کہ جب موٹا ہو جاتا ہے تو اس کا دِل مر جاتا ہے“۔ حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں: ”شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے تیرا کھانا کیا ہے؟ لباس کیا ہے اور سکونت کہاں ہے؟“ میں جواب دیتا ہوں کہ میری غذا موت ہے، میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے۔“

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ادھم بلخیؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دُعائیں

قبول نہیں فرماتا؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم خدا کو جانتے اور مانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو، مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو، مگر شکر نہیں کرتے۔ جانتے ہوئے بھی کہ بہشت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے، مگر اس کی طلب نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو، مگر اس سے نہیں بھاگتے، بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔ خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو، مگر عبرت نہیں پکڑتے۔ موت کو برحق جانتے ہو، مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں پکڑتے، بلکہ دُنیا کا سامان جمع کرتے ہو۔ اپنی بُرائیوں کو ترک نہیں کرتے، لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو۔ بھلا ایسے شخص کی دُعا کیسے قبول ہو؟"

نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب میں ہاتھ کی اور دستر خوان پر شکم کی حفاظت کر۔ وہ غنا حاصل کرنا چاہیے جو فنا نہ ہو، وہ زندگی جس کو تغیر نہ ہو، وہ ملک جو بے زوال ہو، وہ بقا جس میں اضمحلال نہ ہو۔

خوش خلقی فائدہ مند تجارت ہے۔ قناعت خزانہ ہے۔ دُنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو ہے۔ توکل پناہ اور عقل کشتئ نجات ہے۔

انصاف راحت ہے، صحت بضاعت، کاہلی اضاعت، راستی امانت اور دروغ گوئی خیانت ہے۔ علم کا دُشمن تکبّر، عقل کا دُشمن غصّہ، صبر کا دُشمن لالچ اور راستی کی دُشمن دروغ گوئی ہے۔

دولت بمقابلہ عزّت، شوکت بمقابلہ حکمت، سلطنت بمقابلہ عبادت، صُورت بمقابلہ سیرت اور شجاعت بمقابلہ سخاوت، ہیچ ہے۔

تورات کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہُوا اللہ کے دیے پر آرام پایا اُس نے دنیا و آخرت میں۔ زبُور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے اس نے نجات پائی دُنیا و آخرت میں۔ انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے ڈھایا خواہشوں کو عزّت پائی اس نے دُنیا و آخرت میں۔ قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیع خالق و شفیق مخلوق رہ کر نگاہ رکھا جس نے زبان کو وہ سلامت رہا دُنیا و آخرت میں۔

دولت ایک معشوق ہے بے وفا۔ عمر ایک حریف ہے گریز پا۔ نہ اس کو قیام نہ اس کو دوام۔
وہ شخص جس کا ستارہ اقبال پر نہ ہو اس کے تمام ہنر خلق میں نامقبول ہوتے ہیں۔ اس کی شجاعت دیوانگی کہلاتی، اس کی فصاحت حشو، اس کی کریمی فساد و نمود، اس کا فضل فضول اور اس کا ہر کام بے اصول شمار ہوتا ہے۔

چار نیکیاں افضل ترین ہیں۔ غصہ کے وقت درگزر، تنہائی میں پارسائی، تنگدستی میں سخاوت اور طاقت کے باوجود انکساری۔ مال دار کو بخل، حاکم کو طمع، جوان کو سستی، عابد کو غرور اور سخی کو افسوس خراب کرتا ہے۔

زبان اگرچہ تلوار نہیں، پر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ بات اگرچہ تیر نہیں مگر تیر سے زیادہ زخمی کرتی ہے۔ غصہ اگرچہ شیر نہیں، لیکن شیر سے زیادہ خوفناک ہے۔ نشہ اگرچہ سانپ نہیں، مگر سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔ گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے۔

عالمِ بے عمل، مومِ بے عسل۔ سخی بے زر، درختِ بے ثمر۔ ہرزہ گو آدمی، بولتا ہوا جانور، احمق انسان۔ ناطق حیوان۔ تیغ بے جوہر، بے مصرف وناچیز، عالم بدکار، سوتا ہوا سوار۔ جاہل پرہیزگار پیادہ تیز رفتار، حاکمِ بے عدل، اندھا کنواں، مالدار بخیل، ابرِ بے باراں۔ منعمِ بے کرم۔ دونوں جہاں میں رُوسیاہ۔ دس چیزیں، دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ ۱۔ نیکی بدی کو۔ ۲۔ تکبر علم کو۔ ۳۔ توبہ گناہ کو۔ ۴۔ جھوٹ رزق کو۔ ۵۔ عدل ظلم کو۔ ۶۔ غم عمر کو۔ ۷۔ صدقہ بلا کو۔ ۸۔ غصہ عقل کو۔ ۹۔ پشیمانی سخاوت کو۔ ۱۰۔ غیبت نیک اعمال کو۔

دس خصلتیں دس شخصیتوں سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ ۱۔ بخل مال داروں سے۔ ۲۔ تکبر فقیروں سے۔ ۳۔ طمع عالموں سے۔ ۴۔ بے شرمی عورتوں سے۔ ۵۔ حبِ دنیا بوڑھوں سے۔ ۶۔ سستی جوانوں سے۔ ۷۔ ظلم بادشاہوں سے۔ ۸۔ نامردی غازیوں سے۔ ۹۔ خود پسندی زاہدوں سے۔ ۱۰۔ ریاکاری عابدوں سے۔

پانچ چیزیں تکلیف دہ ہیں۔ ۱۔ جذام کا مرض۔ ۲۔ بُرے کا قرض۔ ۳۔ حاکم ستمگار۔ ۴۔ بگڑا گنوار۔ ۵۔ جاہل عہدیدار اور ہمسایہ بدکار۔

بے لطف ہے سیرِ بوستان بغیرِ دوستان۔ عمر بے شباب۔ شربت بے گلاب۔ زین بے رکاب۔

طبیعت بے جودت۔ سخن بے حکمت۔ مال بے تجارت۔ دل بے سخاوت۔ مرد بے جرأت۔ زن بے عصمت۔ زور بے حکم۔ دوائے بے پرہیز۔ زندگی بے عمل۔ عمل بے علم اور علم بے عمل۔ آٹھ چیزیں سیر نہیں ہوتیں۔ ۱۔ آنکھ دیکھنے سے۔ ۲۔ زمین بارش سے۔ ۳۔ فاحشہ عورت مرد سے۔ ۴۔ عالم علم سے۔ ۵۔ سائل سوال سے۔ ۶۔ حریص جمع مال سے۔ ۷۔ دریا پانی سے۔ ۸۔ آگ لکڑیوں سے۔ (حدیث)

تین شخص سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔ ۱۔ فقیر متکبر۔ ۲۔ بڈھا زانی۔ ۳۔ بدکار عالم۔ (علیؓ)

عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے۔ ۱۔ اس کو کوئی نامحرم نہ دیکھے۔ ۲۔ وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے۔ (خاتونِ جنتؓ)

عورت سے چار چیزیں چاہو۔ ۱۔ اس کے دل میں نیکی ہو۔ ۲۔ اس کے چہرے میں حیا ہو۔ ۳۔ اس کی زبان میں شیرینی ہو۔ ۴۔ اس کے ہاتھ کام میں لگے رہیں۔

لوگوں سے کنارہ کش رہ تین برکتیں حاصل ہوں گی۔ ۱۔ راحتِ جسمانی۔ ۲۔ قوتِ رُوحانی۔ ۳۔ حفاظتِ ایمانی۔ بادشاہوں کے جاہ و جلال و شان و شوکت، اُمراء کے دولت و مال و حشمت و ثروت اور حسینوں کے حسن و جمال اور زیب و زینت ہی کو نہ دیکھو، بلکہ بنظرِ عبرت یہ دیکھو کہ کتنی جلدی جلدی چلے جاتے ہیں۔

عورت سے خلوت کرنا ہی معصیت ہے اگرچہ زنا نہ کرے بلکہ ایسی جگہ کھڑا ہونا بھی گناہ ہے جو عورتوں کی گزرگاہ ہے۔ دُنیا میں شعر ایک نوحۂ ماتم، موسیقی ایک فغان یاس، پھول ایک منجمد قطرۂ گریاں، روشنی ایک اُمید گریزاں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

دُنیا پرستو! تم کو دُنیا کی کس چیز نے مغرور بنا رکھا ہے؟ حالانکہ یہ ایسا گھر ہے کہ اس میں بھلائی بہت قلیل، اس میں طرح طرح کے شر موجود۔ اِس کی نعمتیں سریع الزوال اور مسلوب، اِس سے صُلح رکھنے والا مغلوب، اس کا مالک درحقیقت مملوک اور اس کا سامان آخرکار متروک ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

اگر تو تمام دُنیا کو بھی چھان ڈالے، بہت کم لوگوں کو قابلِ صحبت پائے گا۔ ورنہ عوام کالانعام کا یہ حال ہے کہ قائل اقوال بیہودہ، فاعل افعال گناہ آلودہ، مواعظ و نصائح میں سب لقمان

زبان اور بد کرداری میں بے تکلف شیطان۔ چھوٹے بزرگوں کے ساتھ بجوش۔ ہمسایہ کے ساتھ ہمسایہ بخروش۔ تمام وضیع و شریف حق پوش اور ناحق کوش، اظہار حق سے خاموش، گلیم شقاوت بردوش، شیطان کا حلقہ بندگی بگوش۔ سب کو روز جزا فراموش بادۂ مکر و فریب سے مدہوش، گندم نما جو فروش۔ ناقصان دہر اور ستم پیشہ۔ شاہد مراد سے ہم آغوش، فکر فردا نہ ذکر دوش۔ حصول معاش و فکر نان سے آزاد مصروف ناؤ نوش، بخلاف ازیں اہل علم و ہنر و طبقہ نیکاں سینہ بریاں و چشم گریاں، ہمہ تن عریاں یا بوریا پوش، بے خانماں یا خانہ بدوش۔ فرزانہ و خردمند کو افلاس و پریشانی بے خرد اور نالائقوں کو آسودگی و تن آسانی۔ بوڑھے بے انصاف، جوان بے حیا اور بے باک اور چھوٹے گستاخ۔ طبقۂ نیکاں رنجور، گروہ بداں مسرور، حق شکست خوردہ مقہور، باطل مظفر و منصور۔ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیے خونخواری کر رہے ہیں۔ ان کی یاری گویا بے کسی ہے اور ان کی ہمراہی بمنزلہ دالپسی، دعا کی بجائے دغا ان کا پیشہ۔ محبت ایک دوا ہے جو طبلۂ عطار روزگار میں نہیں پائی جاتی اور وفا ایک جوہر ہے جو زمانہ ناہنجار کے خزانے میں موجود نہیں۔ مروت مثل سیمرغ کے ہے کہ جس سے سوائے نام کے کچھ حاصل نہیں اور انصاف مانند کیمیا ہے کہ جس کا کہیں نشان نہیں۔ ان کا اظہار اتحاد و لاف یگانگی مثل تقرب بادشاہاں و حسن خوباں و لطف دیوانگاں و اعتقاد بے خرداں و طفلان خوش گلو کے ہے کہ ان میں سے ایک بھی سزاوار اعتماد اور شایان اعتبار و قابل یقین نہیں ہے اور معمولی باتوں پر ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچتا رہتا ہے۔

نیک دل انسان دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرنے سے نہیں چوکتے۔ صندل اس کلہاڑے کا منہ بھی خوشبودار کر دیتا ہے جو اُسے کاٹتا ہے۔

ایک شخص کسی نامی قزاق کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے نوکر رکھ لو۔ قزاق نے پوچھا: "پہلے تم نے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟" اُس نے کہا: "دو برس ایک وکیل کے پاس اور ایک برس پولیس

میں رہا ہوں۔" قزاق نے اُسے نوکر رکھ لیا

تواریخ میں مذکور ہے کہ ایک شہزادے نے اپنے باپ سے کہا، میں چاہتا ہوں کہ مجھے آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ باپ نے ہدایت کی کہ تم فلاں بادشاہ کے پاس جاؤ۔ چونکہ طالب صادق تھا، منازل طے کر کے بادشاہ کے دروازے پر پہنچ گیا اور دربانوں سے کہا کہ بادشاہ کو میرے آنے کی اطلاع دے دو کہ فلاں بادشاہ کا لڑکا آیا ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا کھڑا رہنے دو۔ تین روز کے بعد پھر اطلاع کی، تو کہا اچھا دُوسرے دروازے پر لاؤ۔ وہاں بھی تین روز کھڑا رہا۔ تیسری بار اطلاع کی تو کہا آنے دو۔ شہزادہ اندر گیا تو دیکھا کہ تمام ٹھاٹھ دُنیا داری کا موجود ہے۔ دل میں خیال کیا یہ تو خود جگت بیوپاری ہے۔ مجھ کو کیا تعلیم کرے گا۔ بادشاہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا۔ اس کو ٹھہرایا اور دُوسرے دن شہر کے تمام اطراف میں اور گلی کوچوں میں ناچ رنگ اور باجا تماشا کرایا گیا۔ پھر شہزادے کو طلب کیا اور ایک کٹورا دودھ سے لبریز اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر بھر کی پُوری پُوری سیر کرو، مگر خبردار دودھ نہ گرنے پائے۔ اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اس کے ہمراہ کیے کہ اگر ایک قطرہ بھی اس میں سے گرے، تو شہزادے کے پُرزے اُڑا دو۔ اِسی طور سے جیسا اس کو حکم ہوا تھا، وہ دونوں سپاہی شہزادے کو شہر میں پھرا کر لے آئے۔ بادشاہ نے پُوچھا "دودھ تو نہیں گرا۔ سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور اگر ایسا ہوتا تو یہ آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے، قتل نہ کر دیے جاتے۔ پھر بادشاہ شہزادے کی جانب متوجہ ہوا۔ اور دریافت کیا کہ آج تم نے تماشا تو خوب دیکھا ہو گا۔ جا بجا ناچ تماشے کی دھوم دھام تھی۔ اس نے جواب دیا کہ جناب! مجھ کو اس کٹورے کی حفاظت بلائے جان ہو رہی تھی۔ ہر دم یہی خوف تھا، اگر دودھ کا قطرہ بھی گرا تو فوراً مارا جاؤں گا۔ بھلا اس حالت میں تماشا کیا دیکھتا مجھ کو بجز دودھ کے اور کوئی شے نظر نہیں آئی۔

اس وقت بادشاہ نے فرمایا کہ جس طرح تم پر یہ ایک دن گزرا ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے۔ اِس دولت و حشمت طمطراق اور مال و جاہ کی کرّ و فر ہماری نظر میں سب ہیچ ہے۔ ہماری توجہ کسی طرف نہیں۔ تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا۔ اے شہزادے! اسی واقعہ سے جو تم پر گزرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے۔ تن کٹورہ من دودھ

اور راگ رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا۔ وہ دُنیائے فانی کا سیر و تماشا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی دُنیا کے دھندے میں دل نہیں لگایا کہ ایسا نہ ہو دودھ گر جائے اور دل یادِ الٰہی سے چُوکے اور مارا جائے۔

اس کے بعد بادشاہ نے شہزادے کو اس کے حوصلے کے موافق تعلیم دے کر رخصت کیا۔

ندامت چار قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ ندامت ایک دن کی، جب کوئی شخص گھر سے بلا کھانا کھائے چلا جائے۔ ۲۔ ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گزر جائے۔ ۳۔ ندامت عُمر بھر کی، جب بیوی سے موافقت نہ ہو۔ ۴۔ ندامت ابدی کہ خُدائے برتر ناخوش ہو۔

وقت روئی کی گالوں کے مانند ہے۔ عقل و حکمت کے چرخے میں کات کر اس کے قیمتی پارچات بنالو۔ ورنہ جہالت کی آندھیاں اُسے اُڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیں گی۔

صُوفی زمین کی مانند ہے جس پر ناپاک چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ لیکن جتنی چیزیں اس میں سے نکلتی ہیں نفیس و پاک ہوتی ہیں۔

صُوفی وہ ہے جس کو جانوروں کی آواز میں۔ ہر ایک سوز و ساز میں۔ چڑیوں کی چہک میں۔ پھولوں کی مہک میں سبزے کی لہک میں۔ جواہرات کی دُمک میں۔ سورج کی چمک میں۔ سماو سمک میں۔ درختوں کے رنگ میں۔ شیشہ و سنگ میں۔ آہنگِ رباب و چنگ میں۔ زمزمِ گنگ میں۔ پتھر کی سختی میں۔ خوشحالی و بدبختی میں۔ زمین کی نرمی میں۔ آتش کی گرمی میں۔ دریا کی روانی میں۔ کواکبِ آسمانی میں۔ پہاڑ کے اُبھار میں۔ بیابان و مرغزار میں۔ خزاں و بہار میں۔ ایک نادیدہ ہستی کا جلوہ نظر آئے۔

ساری دُنیا کے انسانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اللہ کے احکام پر چلو۔ دین میں نئی بات نہ نکالو۔ نافرمانی مت کرو۔ صبر رکھو۔ بے صبری نہ کرو۔ کشائش کا انتظار کرو۔ نااُمید نہ ہو۔ اللہ کے ذکر پر سب متفق ہو جاؤ۔ آپس میں پھوٹ پیدا نہ کرو۔ توبہ کر کے گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ معصیت کی گندگی سے آلودہ نہ ہو اور اپنے مولا کے دروازے سے نہ ہٹو۔ فرائض کے بعد اچھے کاموں میں سب سے اچھے کام محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا ہے اور خاص و عام کے ساتھ خوش خلقی کرنے سے بہتر کوئی کام نہیں۔ اے مسکین جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب دین کے طالب علموں اور فقرا اور مساکین پر صدقہ کر دے یا دینی درسگاہ بنوا کر آخرت

میں اپنے ربّ سے اجر لے لے، پیچھے کچھ نہ چھوڑ جس اللہ نے تجھے دیا تھا، وہ تیری اولاد کو بھی دے گا۔ اگر تیری اولاد نیک ہوگی، تو نیکوں کا وہ خود وارث ہے اور اگر بدکار ہوگی تو تجھے ان کی ضرورت نہیں۔

اللہ کے ہو جاؤ۔ تقویٰ ضروری سمجھو۔ اپنے نفس کا ساتھ نہ دو۔ صبر کا دامن تھام لو اللہ کے طلب گار بن جاؤ۔ غرور سے باز آجاؤ۔ ظاہری آراستگی پر اکتفا نہ کرو۔ طرح طرح کی غذائیں کھاؤ، مگر زہد کے ہاتھ سے نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے۔ قسم قسم کا کھانا کھا، مگر تیرا دل حق تعالیٰ کے ساتھ رہے تو کھانوں کی خرابی سے محفوظ رہے گا اگر طبیب کے ہاتھ سے کھائے گا۔

دوستو ہمارے دل کس قدر سخت ہو گئے۔ ہم امانت کھو بیٹھے۔ ہمارے درمیان سے رحمت و شفقت اُٹھ گئی۔ شریعت کے احکام ہمارے پاس امانت تھے۔ جن کو ہم نے چھوڑ دیا۔ افسوس اگر ہم امانت کی حفاظت کو ضروری نہ سمجھیں گے، تو عنقریب ہماری آنکھوں میں پانی اُتر آئے گا۔ اللہ پاک اپنی رحمت کا دروازہ ہم پر بند کر دے گا۔ دوستو اپنے سروں کو اللہ کے سوا دُوسروں کے سامنے جھکانے سے محفوظ رکھو۔ اندھے پن اور غفلت سے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھو، بلکہ بصیرت اور علم اور بیداری کے ساتھ اُن سے ملو۔ اگر اُن سے کوئی اچھی بات ملے تو اختیار کر لو۔ بُری بات ہو تو اُس سے خود بھی اجتناب کرو اور اُن کو بھی روک لو۔ افسوس تو کس قدر تاویلیں کرتا ہے اور وجوہ جواز ڈھونڈتا ہے۔ اپنے نا روا فعل کی تاویلیں کرنے والا بد عہد باغی ہے۔

عزیمت جاتی رہی اور اس کے اہل بھی جاتے رہے۔ یہ زمانہ رخصتوں کا رہ گیا نہ کہ عزیمتوں کا۔ یہ زمانہ دوغلی بات نفاق اور دُوسروں کا مال لینے کا رہ گیا۔ بہت لوگ ہیں جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام نیک کام مخلوق کے لیے کرتے ہیں۔ خالق کے لیے نہیں کرتے۔ اس دنیا کا بڑا حصّہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا۔ دوستو ہم سب مُردہ دل ہیں۔ زندہ نفس ہیں، زندہ خواہش والے ہیں، طالب دُنیا ہیں۔ دل کی زندگی اس میں ہے کہ مخلوق کے خیال سے نکل جائے اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو جائے۔ یہاں صُورت کا اعتبار نہیں، قلب کی زندگی حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ممانعت پر پابند رہنے اور مصائب پر صبر رکھنے سے

حاصل ہوتی ہے۔ مال دار بننے کی تمنا نہ کرو۔ بوالہوس نہ بنو۔ علم بغیر عمل کے مفید نہیں اور عمل بغیر اخلاص کے نامکمل ہے۔ کماؤ اور کھاؤ اور اس سے دوسروں کی غم خواری بھی کرو۔

اللہ کا شکوہ بندہ سے نہ کرو۔ اللہ سے ڈرنا کامیابی کی کنجی ہے۔

غنیمت سمجھ زندگی کے دروازہ کو جب تک وہ کھلا ہوا ہے۔ لوگو بنالو جو کچھ توڑ چکے ہو۔ دھولو جس کو گندہ کر چکے ہو۔ سنوار لو جس کو بگاڑ چکے ہو۔ صاف کر لو جس کو میلا کر چکے ہو۔ لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو۔ واعظ بننا زیبا نہیں۔ جب تک اپنے باطن کے اعتبار سے سب کو چھوڑ نہ دے۔ کاہل ہمیشہ محروم رہتا ہے، پشیمانی کی رسی اس کی گردن میں ہوتی ہے۔

بدکاروں کی محبت سے پرہیز کرو۔ اللہ سے شرماؤ۔ غفلت میں نہ پڑے رہو۔

شریعت پر عمل کرنے سے ہی روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ طلب کرو یا نہ کرو رزق مقدر ضرور ملے گا۔ احمق کی صحبت بڑی نقصان دہ ہے۔ اگر تُو جاہلوں کی صحبت اختیار کرے گا، تو اُن کی جہالت تجھ تک بھی پہنچے گی۔ اپنی حقیقت کو پہچانو۔

قلب کے عمل کے بغیر زبانی علم تجھ کو حق کی طرف ایک قدم بھی نہ چلا سکے گا۔ رفتار قلب ہی کی رفتار ہے۔ بشرطیکہ اعضاء سے شریعت کی حدود کی محافظت ہو۔ جس نے اپنے اعمال مخلوق کے لیے کیے اس کا کوئی عمل نہیں۔ اعمال خلوتوں میں ہی ہوتے ہیں، جلوتوں میں نہیں ہوتے، بجز فرائض کے کہ اُن کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔

اگر یقین کی بُنیاد کو مضبوط کرنے میں کوتاہی ہو چکی، تو اُوپر کی عمارت کی مضبوطی بے سُود ہے۔ اگر بُنیاد مضبوط ہو اور اُوپر کی تعمیر میں خرابی آجائے، تو تعمیر کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اعمال کی بُنیاد توحید و اخلاص ہے۔ جس کے پاس توحید و اخلاص نہ ہو، اس کے پاس کوئی عمل نہیں۔

ریاکار کا کپڑا صاف ہے، دل گندہ۔ مباح چیزوں کو ترک کر کے زاہد بنتا اور کمائی کرنے سے کاہل رہتا ہے۔ دین کے ذریعہ سے دُنیا کماتا ہے اور کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ عوام سے اُس کی حالت پوشیدہ ہے، مگر خواص سے مخفی نہیں۔ اس کا سارا زہد اور ساری طاعت ظاہر ہی میں ہے۔ اُس کا ظاہر آباد ہے اور باطن ویران۔ اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے صرف قالب سے نہیں۔

تیری زبان پرہیزگار ہے، مگر تیرا دل بدکار۔ تیرا ظاہر مسلمان ہے، مگر دل کافر۔ تیرا بیرون موحد ہے مگر باطن مشرک۔ تیرا زہد ظاہر میں ہے، تیرا دین ظاہر میں ہے۔ لیکن تیرا باطن خراب ہے۔ جیسے بیت الخلا پر قلعی۔ مومن اوّل اپنا باطن آباد کرتا ہے، پھر ظاہر کو بناتا ہے۔ جیسے مکان بنانے والا پہلے بیرونی حصہ بناتا ہے، پھر اندرونی تعمیر سے فارغ ہو کر دروازہ بناتا ہے۔ ایمانداروں کی آزمائش ہوتی ہے۔ خدمت کرو مخدوم بن جاؤ گے۔ عبادت میں تکلف نہ برتو۔

شریعت کی حدود کی حفاظت کرو۔ عارف مصیبتوں میں رہ کر بھی دم نہیں مارتا۔ شریعت پر عمل کرنے سے ہی حقیقی تصوّف حاصل ہوتا ہے۔ اوّل ظاہری فقہ حاصل کرو، پھر باطنی فقہ کی تحصیل کے لیے عزلت اختیار کرو۔ تونگری کی طلب چھوڑ دو۔ تونگر بن جاؤ گے۔ اے علم کا دعویٰ کرنے والے مولوی! اللہ کے ڈر سے تیرا رونا کہاں گیا۔ تیری طرف سے گناہوں کا اقرار کہاں گیا۔ شب و روز اللہ کی اطاعت میں بسر ہونا کیا ہُوا؟ تیری اپنے نفس کو ادب آموزی کدھر گئی۔ تیری توجہ کا پُورا مرکز کرتہ، عمامہ، کھانا پینا، نکاح مکان، دوکان اور دُنیا کے ساتھ تعلق ہی ہو کر رہ گیا ہے۔ اپنی توجہ کو ان تمام چیزوں سے الگ کرلے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز تیرے نصیب کی ہوگی، تو اپنے وقت پر خود تیرے پاس آجائے گی۔ علماء، صلحاء اور اولیاء پہاڑوں کی طرح ہیں جن کو آفات و مصائب کی آندھیاں نہ ہلا سکتی ہیں، نہ اکھاڑ سکتی ہیں، وہ توحید کے مقام سے ہلتے ہی نہیں۔ مال دار اور فقیر کے درمیان امتیاز نہ رکھو عامل بن جاؤ۔ جان بوجھ کر جاہل نہ بنو۔ عالم باعمل اللہ کا نائب ہے۔ بندہ کے دل کی آبادی اسلام ہے۔ تم نفس کی دُنیا کے خواہش کے بندے ہو۔ عبادت پر گھمنڈ نہ کرو۔ تمہارے اقوال ہیں، افعال نہیں۔ افعال ہیں تو اُن میں توحید اور اخلاص نہیں۔ دُنیا سے کچھ بھی محبت رکھو گے، تو ہرگز فلاح نصیب نہ ہو گی۔ جہاد باطن جہاد ظاہر سے زیادہ سخت ہے۔ مسلمانو! ہمارا روزہ دار بن کر دن بھر بھوکا پیاسا رہنا اور شام کو مالِ حرام سے افطار کرنا کیا کار آمد ہو گا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو کر دیا ہے اور منجملہ اُن کے یہ باتیں ہیں باہم

اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا ملائم رکھنا، خیرات دینا، کھانا کھلانا اسلام کا افشا کرنا مسلمان بیماروں کو پوچھنا نیک ہو یا بد مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ میں رہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا اور دُوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگوں میں صلح کرانی اور جود اور کرم اور سماجت کرنا اور ابتدا سلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگوں سے درگذر کرنی اور جو چیزیں اسلام نے حرام کر دی ہیں اُن سے اجتناب کرنا یعنی کھیل اور باطن اور غنا اور آلات لہو تبما مہا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور بخل اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس میں بگاڑ ڈالنا اور قرابت کو توڑنا اور بد خُلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا اور کینہ اور حسد اور بد فالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہیں چھوڑی جس کی طرف ہم کو نہ بُلایا ہو اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ ہم کو ڈرایا نہ ہو یا منع نہ کیا ہو اور ان سب باتوں سے یہ آیت کفایت کرتی ہے۔ ان اللہ یامر و بالعدل والاحسان الآیہ اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس طرح وصیت فرمائی کہ اے معاذ میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے کی اور عہد پُورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم سلوک کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حُسنِ عمل اور کوتاہ کرنے اس کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے کی اور آخرت کی محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور میں تجھ کو منع کرتا ہوں کہ کسی حکیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھہرانا اور کسی گنہگار کی اطاعت نہ

کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین میں فساد مت کرنا اور تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لئے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ اور ظاہر گناہ کے لئے ظاہر۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس طرح ادب تعلیم فرمایا اور اُن کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا۔

حضرت ابن عطاؒ نے مریدین سے سوال کیا کہ بندوں کے مراتب کس شے سے بلند ہوتے ہیں۔ کسی نے جواب دیا صائم الدھر رہنے سے کسی نے کہا کہ سدا نماز میں مشغول رہنے سے۔ کسی نے عرض کیا مجاہدات پر مداومت کرنے سے، کسی نے کہا خیرات وصدقات جاری رکھنے سے لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف اُسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ مومن فکر وعبرت میں مشغول رہتا ہے اور منافق حرص و امل میں مومن سوائے خدا کے کسی سے توقع نہیں نہیں رکھتا۔۔ اور منافق بغیر اللہ تعالیٰ کے سب سے متوقع رہتا ہے مومن سوائے خدا کے سب سے مامون ونڈر۔۔ اور منافق سوائے خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہے دین نہیں دیتا اور منافق دین دیتا ہے مال نہیں دیتا مومن حسنات کر کے روتا ہے اور منافق گناہ کر کے ہنستا ہے مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہے اور منافق کو جماؔؤ اور جماعت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مومن کھیتی کرتا ہے اور اُس کے بگاڑ سے ڈرتا ہے اور منافق بیخ کنی کرتا ہے اور توقع خرمن کی رکھتا ہے مومن امر ونہی سیاست کی کر کے اصلاح کرتا ہے اور منافق امر ونہی ریاست کی کر کے فساد کرتا ہے

آنحضرتؐ کی نصیحت :۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لوگو!

تم اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے، چاہیے کہ تم فراخ حوصلہ بنو، کشادہ دلی

سے بخشش اور کرم کے دروازے کھول دو۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ کے سامنے بیٹھا تھا کہ حضورؐ نے (اہتمام اور تنبیہ کے طور پر) میرے عمامہ کا پچھلا کنارہ پکڑ کر فرمایا کہ اے زبیر میں اللہ کا قاصد ہوں، تمہاری طرف خاص طور سے اور سب لوگوں کی طرف عام طور سے (یعنی یہ بات تمہیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے خاص طور سے پہنچاتا ہوں)، تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے کیا فرمایا ہے، میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ جب اپنے عرش پر جلوہ فرما تھا تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کی طرف (کرم کی) نظر فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندو! تم میری مخلوق ہو، میں تمہارا پروردگار ہوں، تمہاری روزیاں میرے قبضہ میں ہیں، تم اپنے آپ کو ایسی چیز کے اندر مشقت میں نہ ڈالو جس کا ذمہ میں نے لے رکھا ہے۔ اپنی روزیاں مجھ سے مانگو۔ اِس کے بعد حضورؐ نے پھر فرمایا کہ اور بتاؤں تمہارے رب نے کیا کہا؟ یہ کہا کہ اے بندے تُو لوگوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا تُو لوگوں پر فراخی کر میں تجھ پر فراخی کروں گا تُو لوگوں پر خرچ میں تنگی نہ کر تاکہ میں تجھ پر تنگی نہ کروں تُو لوگوں سے (بچا کر) باندھ کر نہ رکھ تاکہ میں تجھ سے باندھ کر نہ رکھوں تُو خزانہ جمع کر کے نہ رکھ تاکہ میں تیرے (نہ دینے) پر جمع کر کے رکھ لوں۔ رزق کا دروازہ سات آسمانوں کے اُوپر سے کھلا ہوا ہے جو عرش سے ملا ہوا ہے وہ نہ رات کو بند ہوتا ہے نہ دن میں، اللہ جل شانہٗ اس دروازے سے ہر شخص پر روزی اتارتا رہتا ہے اُس شخص کی نیت کے بقدر اُس کی عطا کے بقدر اُس کے صدقہ کے بقدر اُس کے اخراجات کے بقدر اُس کو عطا فرماتا ہے جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے اس کے لیے زیادہ اتارا جاتا ہے جو کم خرچ کرتا ہے اُس کے لیے کمی کر دی جاتی ہے اور جو روک کر رکھتا ہے اس سے روک دیا جاتا ہے۔ اے زبیر خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ اور باندھ کر نہ رکھو کہ تم پر باندھ کر رکھ دیا جائے۔ اور شمار نہ کرو کہ تم پر بھی شمار کیا جائے۔ تنگی نہ کرو کہ تم پر بھی تنگی کر دی جائے۔ مشقت میں (لوگوں کو) نہ ڈالو کہ تم پر مشقت ڈال دی جائے۔ اے زبیر اللہ جل شانہٗ خرچ کرنے

کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو ناپسند کرتا ہے۔ سخاوت (اللہ جل شانہٗ کے ساتھ) یقین سے ہوتی ہے اور بخل شک سے پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص (اللہ جل شانہٗ کے ساتھ کامل) یقین رکھتا ہے وہ جہنّم میں داخل نہ ہوگا اور جو شک کرتا ہے وہ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ زبیر! اللہ جل شانہٗ سخاوت کو پسند کرتا ہے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے، چاہے سانپ اور بچھو ہی کے مارنے میں کیوں نہ ہو۔ اے زبیر! اللہ جل شانہٗ زلزلوں (اور حوادث) کے وقت صبر کو محبوب رکھتا ہے اور شہوتوں کے غلبے کے وقت ایسے یقین کو پسند کرتا ہے جو سب جگہ سرایت کر جائے (اور شہوت کے پورا کرنے سے روک دے) اور (دین میں) شبہات پیدا ہونے کے وقت عقلِ کامل کو محبوب رکھتا ہے اور حرام اور گندی چیزوں کے سامنے آنے پر تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔ اے زبیر بھائیوں کی تعظیم کرو اور نیک لوگوں کی عظمت بڑھاؤ اور اچھے آدمیوں کا اعزاز کرو، پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو اور فاسق لوگوں کے ساتھ راستہ بھی نہ چلو۔ جو اِن چیزوں کا اہتمام کرے گا جنّت میں بغیر عذاب کے اور بغیر حساب کے داخل ہوگا۔ یہ اللہ کی نصیحت ہے مجھ کو اور میری نصیحت ہے تم کو۔"

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ پاک ہے کہ مجھے میرے رَب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔ ۱: حق تعالیٰ کا خوف ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ۲: انصاف کی بات خوشی میں بھی، غصّے میں بھی ۳: میانہ رَوی فقر اور وسعت دونوں حالتوں میں (نہ تنگی میں کنجوسی کروں نہ وُسعت میں اسراف کروں، نہ فقر میں جزع فزع کروں، نہ غنا میں عجب اور فخر کروں) ۴: اور جو شخص مجھے اپنی عطا سے محرُوم کرے، مَیں اُس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرُوں ۵: جو شخص مجھ سے قطع تعلق کرے، مَیں اُس کے ساتھ بھی تعلقات وابستہ کروں ۶: جو شخص مجھ پر ظلم کرے، اُس کو معاف کر دُوں، (انتقام لینے کی فکر میں نہ پڑوں) ۷: یہ کہ میرا سکُوت آخرت کا یا اللہ تعالیٰ کی آیات کا فکر ہو ۸: میری گویائی

اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو (تسبیح وغیرہ یا اللہ کے احکام کا بیان) ۹؎ میری نظر عبرت ہو (یعنی جس چیز کو دیکھوں، عبرت کی نگاہ سے دیکھوں) اور مَیں نیک کام کا حُکم کرتا رہوں۔ حضرت ابُوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات نصیحتیں کی ہیں (۱) مجھے اس کا حُکم فرمایا ہے کہ مسکینوں سے محبت کیا کروں اور ان کے قریب رہا کروں (۲) مجھے اس کا حکم فرمایا ہے کہ مَیں اپنے سے اُونچے لوگوں (زیادہ مالداروں) پر نگاہ نہ رکھا کروں، اپنے سے کم درجہ والوں پر نگاہ رکھوں (ان پر غور کیا کروں) (۳) مجھے حکم فرمایا ہے کہ مَیں صلہ رحمی کیا کروں۔ (۴) مجھے اس کا حُکم فرمایا ہے کہ مَیں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں، (۵) مجھے حُکم فرمایا ہے کہ میں حق بات کہوں، چاہے کسی کو کڑوی ہی لگے۔ (۶) مجھے حُکم فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کروں (یعنی جس چیز سے حق تعالیٰ شانہٗ راضی ہوں، اُس کو اختیار کروں، اس کے کرنے پر احمق لوگ ملامت کریں تو کیا کریں، (۷) مجھے حُکم فرمایا ہے کہ مَیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کروں، اِس لیے کہ یہ کلمات ایسے خزانے سے اُترے ہیں، جو خاص عرش کے نیچے ہے —

— خُوش قسمت ہے، وُہ انسان جس کا لڑکا خوش خُلق، علم میں یکتا، تدبیر میں اچھا لوگوں سے سلوک کرنیوالا اور ماں باپ کا خدمت گُزار ہو —

ہمارے بھائی جان: ہمارے بھائی جان محمد یُوسف روزانہ صبح اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، پھر ورزش کرتے ہیں اور ٹہلنے جاتے ہیں، واپس آکر غسل کرکے ناشتہ کرتے ہیں، بھائی جان ایک مَن وزن ایک ہاتھ سے

اور ایک من وزن دوسرے ہاتھ سے اُٹھا لیتے ہیں۔ ایک دن مجھ سے کہا، رابعہ: آ تجھے سر سے اونچا اٹھاؤں۔ میں نے کہا: میں ذراسی بچی ہوں، اُٹھا بھی لیا تو کیا کمال ہوا، کسی پہلوان سے مقابلہ کیجیے۔ بھائی جان بولے: بگلی اکھاڑے میں لڑنا شریفوں کا کام نہیں رہا۔ بھائی جان بڑے ہنسنے ہنسانے والے ہیں، جب کبھی ان کے ساتھ سفر ہوتا ہے، خوب آرام ملتا ہے۔ نہ پانی کی تکلیف ہوتی ہے، نہ کسی چیز کے منگانے کی، کبھی دوڑے دوڑے زنانہ ڈبے میں پھل لے کر آتے ہیں، کبھی چائے پہنچاتے ہیں، کبھی اماں سے باتیں کر جاتے ہیں، کبھی باجی کو اور مجھے ہنساتے ہیں اور لمبے سے لمبا سفر ہنسی خوشی گزر جاتا ہے، ایک دفعہ ہم حج کے لیے جا رہے تھے، ہمارے اسٹیشن پر گاڑی کم ٹھہرتی ہے، سامان رکھنے میں دیر ہوئی، گاڑی سرکنے لگی۔ بھائی جان نے اماں کو پھول کی طرح اٹھا لیا اور گاڑی میں بٹھا دیا، اماں نے ہر چند کہا، میں بیٹھ جاؤں گی، تو کیوں اٹھاتا ہے؟ کہیں چوٹ نہ لگ جائے بھائی جان بولے: اماں میں جب بچہ تھا، آپ مجھے گود میں لیے پھرتی تھیں، کوئی مانے یا نہ مانے، میں تو مانتا ہوں کہ ماں سے بڑھ کر اولاد پر کسی کی شفقت نہیں ہوتی۔ ماں خود تکلیف اٹھاتی ہے اور بچے کو آرام پہنچاتی ہے ماں خود تکلیف اٹھاتی ہے اور بچے کو آرام پہنچاتی ہے، ماں خود نہیں کھاتی بچے کو کھلاتی ہے، خود جاگتی ہے بچے کو سلاتی ہے، ذرا بھی بچہ بے آرام ہو جاتا ہے، تو ماں کا کلیجہ نکل نکل پڑتا ہے۔ ماں کس پیار سے بچے کو چھاتی سے لگاتی ہے، بچہ کے دکھ درد سے کتنا بے قرار ہو جاتی ہے ——

—— اماں آپ کا ذکر تو قرآنِ پاک نے بھی کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ خدا

کو ایک مانو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جب اُن میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں، تو اُن کے سامنے "ہوں" نہ کرو، اُن سے نرمی اور محبّت سے پیش آؤ۔ ایسی محبّت، جس میں عظمت اور احترام ہو، ادب و تعظیم ہو، اُن کے سامنے جُھکے جُھکے جاؤ اور کہو اماں آپ پر خُدا کی رحمتیں ہوں آپ نے مجھ پر رحم کیا اور پالا ہے ـــ اُن سے کسی بات پر حجّت نہ کرو اُن سے چیخ کر بات نہ کرو۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی کا بیٹی بیٹا نفل نماز پڑھتے ہوں اور ماں بُلائے تو نیّت توڑ کر اُن کی ضرورت پوری کرنی چاہیئے اور اُن کا حکم بجالانا چاہیئے، کیا شان ہے آپ کی اماں! ـــ جنّت جس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہے، جس میں کبھی دُکھ نہ ہوگا، جہاں تخت بچھے ہوں گے، جہاں پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطّر رہیں گے، جہاں درختوں میں رنگ رنگ کے پھول دار خوشے لٹکتے ہوں گے اور جنّتی کے جی میں خیال آتے ہی یہ خوشے گود میں آپڑیں گے۔ ـــ یہ جنّت، یہ عالمِ آخرت کی آرام گاہ!! آپ کے قدموں تلے ہے، اماں میں آپ کے قدم چومتا ہوں، یہ کہا اور بھائی جان نے اماں کے قدموں پر اپنی آنکھیں رکھدیں اور پاؤں چومنے لگے ـــ بھائی جان کی ایسی باتیں کبھی نہ سُنی تھیں، آج معلوم ہوا کہ ہمارے بھائی جان اماں سے کتنی محبّت رکھتے ہیں۔ اور اُن کے دل میں اماں کی کتنی عظمت ہے۔ اماں جان بھائی جان کو دُعائیں دے رہی تھیں، ہاتھ اُٹھاکر اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ اَب بتایئے کہ یہ دُعا کیوں قبول نہ ہوگی۔؟

تعمیل قرآن ضروری

میری ماں ہے کتنی اچھی میری ماں ہے کتنی سچی
پالا تھا مجھے گود میں لیکر پھرتی رہتی دن بھر شب بھر
روتا دیکھ چھاتی سے لگاتی چومتی تھی اور دودھ پلاتی
بچپن کی جب یاد ہے آتی میرے دل کی کلی کھل جاتی
انگلی پکڑ کر پاؤں چلانا کبھی اٹھانا کبھی بٹھانا
گہوارے میں کبھی جھلانا لوری دینا اور سلانا
میری اماں میری اماں تیری خدمت میرا ایماں
اماں تو ہے خدا کی رحمت تیری خفگی خدا کی لعنت
ماں کا ہر فرمان ضروری
تعمیل قرآن ضروری

موسیٰؑ نے کہا: اے رب مجھے وصیت کیجئے، ارشاد ہوا، میں تمھیں تمھاری ماں کی نسبت وصیت کرتا ہوں، انھوں نے پھر عرض کیا وصیت کیجئے ارشاد ہوا میں تمہاری ماں کی نسبت تمھیں وصیت کرتا ہوں، حتیٰ کہ نویں بار فرمایا، میں تمھیں تمہارے باپ کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔ اے موسیٰ جو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتا ہے، دنیا میں میں اس کا ولی رہتا ہوں اور اس کی قبر میں مونس بنتا ہوں اور حشر میں اس پر مہربان ہوتا ہوں اور پل صراط پر اس کا رہنما بنتا ہوں اور جنت میں اس سے گفتگو کرنے والا بنتا ہوں کہ وہ مجھ سے بلا واسطہ باتیں کریگا اور میں اس سے باتیں

کروں گا۔ نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ موسٰی علیہ السلام نے جب دیدار کی درخواست کی تو خدا نے پہاڑ پر حوالہ کر دیا، کیونکہ اُن کی ماں نے ان سے پوچھا تھا کہ جب میں تمہاری مشتاق ہوں تو تمہیں کہاں ڈھونڈوں تو انھوں نے کہا تھا کہ پہاڑ پر اور دوسروں کے کلام میں ہے کہ جب اُن کی ماں کا انتقال ہوا اور ان کا نام اس امت کے فضائل میں آتا ہے، تو خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ وہ آنکھ جس سے ہم تمہیں دیکھا کرتے تھے، جاتی رہی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہوائے نفس نابینائی کی شریک ہے اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم ہے اور جھوٹ کا مال پشیمانی ہے اور راستی میں سلامتی ہے اور بہت سے بیگانے یگانوں سے قریب تر ہوتے ہیں اور جس کا کوئی حبیب نہ ہو وہ غریب ہے اور صدیق وہ ہے جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کے باعث کسی حبیب سے پھرنا نہ چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہے اور حیا ہر انسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقویٰ ہے اور زیادہ مستحکم سبب جس کو تو اختیار کرے وہ ہے جو تجھ میں اور خدا تعالیٰ میں ہو اور دنیا میں سے تیرا اُسی قدر ہے جس قدر تو نے اپنا آخرت کو ٹھکانا درست کر لیا

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں ایک صورت بنا کر اُس کے پھل کھانے شروع کیے اور نہروں سے پانی پیا اور وہاں کی کنواریوں کو گلے لگایا پھر ایک صورت اُس کی بنائی اور دوزخ میں گیا وہاں کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ پیا اور طوق اور زنجیریں پہنیں۔ پھر اپنے نفس سے میں نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں واپس کیا جاؤں تاکہ نیک عمل کروں، میں نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر۔

مروی ہے کہ ہشام بن عبدالملک بادشاہ حج کے لئے آیا۔ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو کہا کہ کسی شخص کو صحابہ میں سے میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ انتقال کر گئے۔ اس نے کہا کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بلا لائے۔ جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوڑا فرش کے کنارا کے اوپر اتارا اور امیرالمومنین کہہ کر سلام نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ اے ہشام سلام علیک اور نہ ان کی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اس کے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا اے ہشام تم کیسے ہو؟ سلطان ان کی حرکات سے افروختہ ہوا۔ یہاں تک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا۔ مگر لوگوں نے کہا کہ یہ تو حرم خدا اور حرم رسول میں ہے یہ نہیں ہو سکتا اس نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا کیا۔ اس کو اور بھی غصہ زیادہ ہوا اور کہا کہ تم نے میرے سامنے جوڑا اتارا اور میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دیا۔ اور مجھ کو امیرالمومنین کہہ کر سلام نہ کیا اور میری کنیت نہ بیان کی اور میرے مقابل بدون اجازت بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ جوڑا اتارنے کا حال یہ ہے کہ رب العزت کے سامنے ہر روز پانچ بار اتارتا ہوں وہ مجھ پر نہ خفا ہوتا ہے اور نہ سزا دیتا ہے اور بوسہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ مرد کے لئے حلال نہیں کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دے۔ بجز اپنی بی بی کے براہ شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے ہو کہ مجھ کو امیرالمومنین کہہ کر سلام نہ کیا تو اس کا سبب یہ ہے کہ سب آدمی تمہاری حکومت سے راضی نہیں اس لئے مجھ کو اچھا نہ معلوم ہوا کہ جھوٹ بولوں اور کنیت نہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے نام تو لئے ہیں اور فرمایا یا داؤد یا یحییٰ یا عیسےٰ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے ذکر فرمایا جیسے

تبت یدا ابی لہب اور یہ جو کہتے ہو کہ میرے سامنے بیٹھ گئے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تم جب کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد کھڑے ہوں۔ ہشام یہ باتیں سن کر بولا کہ آپ مجھ کو نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ دوزخ میں پہاڑوں کی چوٹیوں کی مانند سانپ ہیں اور بچھو ہیں جو خچروں کے برابر ہیں وہ ان امیروں کو کاٹیں گے جو اپنی رعیت میں عدل نہیں کرتے۔ پھر آپ وہاں سے اٹھ کر جلدی سے چل دیئے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ توریت کے حاشیے پر میں نے بائیس جملے دیکھے جن کو بنی اسرائیل کے نیک بخت جمع ہو کر پڑھا کرتے تھے۔ وہ جملے یہ ہیں [1] کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہیں کوئی [2] مال حلم سے بڑھ کر زیادہ مفید نہیں۔ کوئی [3] حسب غصے سے زیادہ کم تر نہیں۔ کوئی [4] ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہیں۔ کوئی [5] رفیق جہل سے بڑھ کر عیب دار نہیں۔ کوئی [6] شرف تقویٰ سے زیادہ عزیز نہیں۔ کوئی [7] کرم ترکِ ہویٰ سے زیادہ کامل نہیں۔ کوئی [8] عمل فکر سے افضل نہیں۔ کوئی [9] حسنہ صبر سے اعلیٰ نہیں۔ کوئی [10] برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنے والی نہیں۔ کوئی [11] دوا نرم تر نرمی سے نہیں۔ کوئی [12] مرض حمق سے زیادہ ایذا رساں نہیں۔ کوئی [13] رسول حق سے عادل تر نہیں، کوئی [14] دلیل ناصح تر صدق سے نہیں۔ کوئی [15] فقیری ذلیل تر طمع سے نہیں، کوئی [16] تونگری زیادہ بدبخت جوڑنے سے نہیں، کوئی [17] زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہیں۔ کوئی [18] معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہیں۔ کوئی [19] عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہیں، کوئی [20] زہد قناعت سے بہتر نہیں۔ کوئی [21] محافظ سکوت سے زیادہ نہیں، کوئی [22] غائب موت سے زیادہ نزدیک نہیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ آپ مجھ کو کچھ وعظ و نصیحت کیجئے

اُس کے جواب میں آپ نے اُن کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب سے بڑی ہول اور امور دہشت ناک تمہارے آگے ہیں اور تم کو ان کا دیکھنا فروٗ پڑے گا یا نجات سے یا تباہی کے ساتھ اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو جانچتا رہتا ہے اچھا رہتا ہے اور جو اُس سے غافل رہتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو ہوا تے نفس کی اطاعت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور جو شخص حلم ہوتا ہے اُس کو غنیمت ملتی ہے اور جو ڈرتا رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو مامون رہتا ہے وہ عبرت پکڑتا ہے اور عبرت والا صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اہل بصیرت فہیم ہوتا ہے اور فہیم آدمی واقف کار ہوتا ہے۔ پس جب تم سے کوئی لغزش ہو جاوے تو اُس سے باز آنا چاہیئے اور جب ندامت کرو تو خطا کو جڑ سے اکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جس وقت تم کو غصّہ آوے اس کو رد کو منتہی۔

حضرت حسن بصریؒ کے فرمودات

حضرت حسن بصریؒ کے مواعظ اپنی دِل آویزی اور دِل نشینی کے علاوہ اُس دَور کی فصیح و بلیغ زبان اور اعلیٰ ادب کا نمونہ ہیں۔ ایک موقع پر اہلِ زمانہ پر تبصرہ، صحابہ کرام کا تذکرہ اور اسلامی اخلاق کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ہائے افسوس! لوگوں کو امیدوں اور خیالی منصوبوں نے غارت کیا۔ زبانی باتیں ہیں۔ عمل کا نام و نشان نہیں۔ علم ہے مگر اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے) صبر نہیں۔ ایمان ہے مگر یقین سے خالی۔ آدمی بہت نظر آتے ہیں مگر دماغ نایاب آنے جانے والوں کا شور ہے مگر ایک بندۂ خدا ایسا نظر نہیں آتا جس سے دِل لگے لوگ داخل ہوتے اور پھر نکل گئے۔ انہوں نے سب کچھ جان لیا پھر مُکر گئے۔ انہوں نے پہلے حرام کیا پھر اسی کو حلال کر لیا۔ تمہارا دین کیا ہے؟

زبان کا ایک چٹخارہ ۔ اگر پوچھا جاتا ہے کیا تم روزِ حساب پر یقین رکھتے ہو؟
تو جواب ملتا ہے کہ ہاں ہاں! قسم ہے روزِ جزا کے مالک کی، غلط کہا۔ مومن
کی شان تو یہ ہے کہ وہ قوی فی الدین۔ جو صاحب ایمان و یقین ہو اُس کے
علم کے لئے حلم اور اس کے حلم کے لئے علم باعثِ زینت ہو۔ عقلمند ہو لیکن
نرم خو۔ اُس کی خوش پوشی اور ضبط اس کے فقر و افلاس کی پردہ داری کرے
دولت ہو تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پاتے۔ خرچ کرنے میں شفیق
خستہ حالوں کے حق میں رحیم و کریم۔ حقوق کی ادائی میں کشادہ دست و فراخدل
انصاف میں سرگرم و ثابت قدم۔ کسی سے نفرت ہو تو اُس کے حق میں زیادتی
نہ ہونے پاتے۔ کسی سے محبّت ہو تو اُس کی مدد میں حدِ شریعت سے نہ بڑھنے
پاتے۔ نہ عیب چینی کرتا ہو۔ نہ طنز و اشارہ نہ طعن و تشنیع۔ نہ لا یعنی سے اُس
کو کچھ کام ہو۔ نہ لہو و لعب سے دلچسپی، چغلخوری نہیں کرتا۔ جو اُس کا حق نہیں،
اُس کے پیچھے نہیں پڑتا۔ جو اُس پر واجب آتا ہے اُس کا انکار نہیں کرتا۔ معذرت
میں حد سے نہیں بڑھتا۔ دُوسرے کی مصیبت سے خوش نہیں ہوتا۔ دُوسرے
کی معصیت سے اس کو مسرت نہیں ہوتی۔ مومن کی نماز میں خشوع اور نمازوں کا
ذوق ہوتا ہے۔ اس کا کام شفاء کا پیام، اس کا صبر، تقویٰ، اس کا سکوت سراسر
غور و فکر۔ اُس کی نظر سراپا درس و عبرت ہے۔ علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے علم
کی خاطر۔ خاموش رہتا ہے تو اس لئے کہ (گناہوں) اور گرفت سے محفوظ رہے۔
بولتا ہے تو اس لئے کہ کچھ (ثواب) کماتے اور فائدہ حاصل کرے۔ نیکی کر کے
اُس کو خوشی ہوتی ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے تو استغفار کرتا ہے۔ شکایت کرتا ہے اور
اُس کے دل میں کسی کی طرف سے رنج آتا ہے تو معافی تلافی کر لیتا ہے۔ اس سے
کوئی جہالت کرتا ہے تو وہ تحمل اور عقل سے کام لیتا ہے۔ ظلم کیا جاتا ہے تو وہ صبر کرتا

ہے۔ کوئی اس کے حق میں ناانصافی کرے تو وہ انصاف کو نہیں چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پناہ نہیں لیتا اور اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا۔ مجمع میں باوقار تنہائی میں شکر گزار۔ رزق پر قانع، آرام و عیش کے زمانہ میں شاکر۔ مصیبت اور آزمائش کی گھڑیوں میں صابر۔ غافلوں میں ذاکر۔ ذاکروں میں ہو تو استغفار میں شامل یہ تھی شان اصحابِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔ اپنے درجوں اور مرتبہ کے مطابق جب تک دُنیا میں رہے اسی شان سے رہے۔ اور جب دُنیا سے گئے تو اسی آن بان سے گئے۔ مسلمانو! تمہارے سلف صالحین کا یہ نمونہ تھا۔ جب تم نے اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا تو اللہ نے بھی تمہارے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا۔

اِن اللّٰہ لَا یُغیرُ ما بِقومٍ حتیٰ یغیروا مَا بانفسِھم واذا اراد اللّٰہ بقومٍ سُوءً افلا مرد له وما لھم مِن دُونِہٖ مِن وَّالٍ (اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا۔ جب تک کہ لوگ خود اپنی (صلاحیت) کی حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کرتا ہے تو پھر اُس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اور کوئی خدا کے سوا اُن کا مددگار نہیں رہتا۔ ایک دُوسرے موقع پر مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں مومنین (اوّلین) کے کان میں جب خدا کی یہ پکار پہنچی تو انہوں نے اسی وقت اس کی تصدیق کی اور اس پر لبیک کہا۔ اُس کا یقین اُن کے دِلوں کی گہرائی میں اُتر گیا۔ اُن کے دِل، اُن کے بدن اور اُن کی نگاہیں خدا کی عظمت اور ہیبت میں جھک گئیں۔ بخدا میں جب اُن کو دیکھتا تو صاف معلوم ہوتا کہ دین کے حقائق اور غیب کی باتیں گویا اُن کی آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں، اُن کو بحث و مباحثہ اور فضول باتوں سے کچھ کام نہ تھا۔ اُن کو تو خدا سے ایک چیز پہنچی اور انہوں نے جان لی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن کا بہترین سراپا کھینچا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے: "رحمٰن کے بندے وُہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں" آیت میں "ہونا" کا لفظ آیا ہے۔ "ہون" کے معنی کلامِ عرب میں نرمی سکینت اور وقار کے ہیں۔ پھر فرمایا "اور جب اُن سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں سلام ہے یعنی وہ ضابطہ و حلیم ہیں۔ جہالت پر نہیں اُترتے اور اگر کوئی دُوسرا جہالت پر اُتر آئے تو اُن کے حِلم و وقار میں فرق نہیں آتا۔ یہ لوگ اللہ کے بندوں کے ساتھ کام کی بات سُننے کے لئے دِن گزارتے تھے۔ پھر اُن کی بڑی اچھی راتیں گزرتی تھیں جن کی اللہ تعالیٰ خود تعریف کرتا ہے:" وُہ لوگ اپنے رب کے سامنے سجدہ میں اور کھڑے ہو کر رات گزارتے ہیں۔ واقعی یہ لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے چہروں کو خاک پر رکھ دیتے اور سجدہ میں پڑ جاتے۔ اُن کے رخساروں پر آنسوؤں کا تار بندھ جاتا۔ اللہ کا خوف اُن کی آنکھوں کو اشکبار رکھتا۔ آخر کوئی تو بات تھی جس کے لئے وُہ راتیں آنکھوں میں کاٹ دیتے۔ کوئی تو بات تھی جس کے باعث وُہ دِن میں سہمے سہمے رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وُہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دُور کر دے۔ بے شک اس کا عذاب بڑا تاوان اور بلائے جان ہے۔" آیت میں غرام کا لفظ آیا ہے۔ جو مصیبت انسان کو لاحق ہو اور ٹل جائے۔ اُس کو عرب غرام نہیں کہتے۔ غرام وُہ مصیبت ہے جو قیامت تک اِنسان کے سر سے نہ ٹلے۔ قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ اللہ کے بندے (اپنے قول اور اپنے دِین میں) سچے اور پکے ثابت ہُوئے اور جو انہوں نے زبان سے کہا تھا اس پر عمل کیا لیکن افسوس تُم صِرف تمناؤں میں مشغول ہو۔ لوگو! اِن خالی تمناؤں سے باز آؤ۔ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی بندے کو محض اُس کی تمنا پر دُنیا و آخرت کی کوئی چیز نہیں عطا فرمائی۔ اس تقریر کے آخر میں فرمایا (اور اکثر مواعظ کے بعد فرماتے) کہ اِس وعظ و نصیحت

میں تو کوئی کمی نہیں لیکن دلوں میں زندگی بھی تو ہو۔

اُن کی حق گوئی و بیباکی

اُن کے کمالات، فصاحت و بلاغت، تبحرِ علمی اور تقریر و تاثیر ہی تک محدود نہ تھے بلکہ وُہ اپنے زمانہ میں حق گوئی و بیباکی، اخلاقی جرأت و شجاعت میں بھی ممتاز تھے۔ انہوں نے خلیفۂ وقت یزید بن عبدالملک پر برملا تنقید کی۔ ایک موقع پر برسرِ درس کسی شخص نے سوال کیا کہ اُس کے فتن (یزید ابن المہلب اور ابن الاشعث کی شورش) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ "نہ اُس کا ساتھ دو، نہ اُس کا ساتھ دو" ایک شامی نے کہا۔ اور نہ امیرالمومنین کا؟ یہ سُن کر آپ کو غصہ آگیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ہاں نہ امیرالمومنین کا، ہاں نہ امیرالمومنین! حجّاج کی تلوار اور سفاکی مشہور ہے مگر حسن کی زبان اُس کے زمانہ میں بھی اظہارِ حق سے باز نہ آئی۔ اور اُس کے متعلق بھی انہوں نے اپنے ضمیر اور عقیدہ کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ سلام اور مہربانی ہو اللہ کے دوست پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

جھوٹ سے بچو: شیطان کے پاس ایک سُرمہ، ایک سفوف اور ایک چٹنی ہوتی ہے۔ اُس کی چٹنی جھوٹ ہے اور اس کا سفوف غصّہ ہے اور اس کا سُرمہ نیند ہے۔ جب ابلیس زمین پر اُترا تو ربّ العزت سے درخواست کی۔ الٰہی تُو نے مجھ کو زمین پر اُتار کر مردود کر دیا، میرے لیے رہنے کی جگہ کیا ہے۔ فرمایا، حمّام تیرے رہنے کا مقام ہے۔ عرض کیا کہ بیٹھک بھی ارشاد ہو، حکم ہوا تیری بیٹھک بازار اور چوراہا ہے۔ عرض کیا کہ میری خوراک بھی مقرر ہو، حکم ہوا کہ جس کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جائے وہ تیری غذا ہے۔ عرض کیا کہ میرے لیے پانی بھی عنایت ہو، ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزیں تیرا پانی ہیں۔ عرض کیا کہ مجھے ایک خبر رساں بھی ملے، حکم ہوا کہ مزامیر تیرے مؤذن ہیں۔ عرض کیا میرے لیے کچھ پڑھنے کی چیز مرحمت ہو، حکم ہوا کہ وہ بُرے شعر ہیں۔ عرض کیا کہ لکھنے کے لیے بھی ارشاد

ہو حکم ہُوا کہ بدن کو گوندنا تیری کتابت ہے۔ عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو۔ حکم ہُوا کہ جھوٹ تیری حدیث ہے عرض کیا کہ میری شکارگاہ بھی مقرر ہو۔ حکم ہُوا کہ وہ عورتیں اور ایک اس کے بڑے استوں میں تعصّب مذاہب اور خواہش نفسانی ہے اور جو اپنے خلاف پر ہوں اُن سے بغض رکھنا اور اُن کو حقارت سے دیکھنا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے عابد اور فاسق دونوں ہلاک ہوتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ شیطان کے پانچ فرزند ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا۔ ایک کا نام ثبرؔ اور اس کو مصیبت کا کام سپرد ہے تو واویلا کرنا اور گریبان پھاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اسی کے اغوا سے ہوتا ہے، دوسرے کا نام اعورؔ ہے اس کا کام زنا کے لیے بہکانا اور اس کو نظروں میں اچھا معلوم کرنا ہے، تیسرا مسبوطؔ ہے جس کو جھوٹ کا عہدہ ہے، چوتھا داثم ہے کہ آدمی کے ساتھ گھروں میں جاکر اقربا کی برائیاں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اُس کو اُن سے خفا کر دیتا ہے، پانچواں زلنبورؔ وہ بازار میں رہتا ہے، وہاں کے فسادات سب اس کی جہت سے ہوتے ہیں۔ فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے۔

غیبت سے بچو: غیبت قاریوں کا میوہ اور فاسقوں کی ضیافت او. بادشاہوں کے باغ اور عورتوں کے کھیلنے کا مقام اور پرہیزگاروں کے گھوڑے اور سگ صفت لوگوں کے لیے بجائے سالن کے ہے اور بعض نے کہا ہے دوزخی کتّوں کے لیے بجائے سالن کے ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب معراج میں ایک قوم پر میرا گذر ہوا اُن کے تانبے کے ناخن تھے اور اس سے وہ اپنے چہروں کو نوچے ڈالتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون ہیں، انھوں نے کہا یہ لوگوں کی غیبت کرنے والے اور لوگوں کی آبرو کے درپے رہنے والے ہیں۔

حاتمؒ اصم کا قول ہے کہ غیبت کرنے والا اور چغلخور دونوں دوزخ کے بندر ہونگے

اور جھوٹا دوزخ کا کتا بنے گا اور حاسد دوزخ کا سؤر ہوگا۔ حکایت: ایک بار حضرت عیسیٰؑ نے ابلیس کو دیکھا کہ ایک ہاتھ میں شہد لیے ہوئے ہے اور دوسرے میں راکھ۔ اس سے اس کا باعث دریافت کیا تو کہنے لگا کہ غیبت کرنے والوں کی شفا میں یہ شہد خرچ کرتا ہوں اور راکھ یتیموں کے منہ میں جھونک دیتا ہوں تاکہ ان کی آنکھیں آشوب کر آئیں اور لوگوں کو اُن سے نفرت ہو جائے اور پھر اُن کے ساتھ بھلائی نہ کریں۔

بندہ اگر تخمِ ایمان مزرعۂ دل میں بووے اور اُس کو طاعت کے پانی سے سینچے اور اخلاقِ بد کے کانٹوں سے زمینِ دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسنِ خاتمہ کا ہو جو موجب مغفرت ہی ہے تو اس کا انتظار رجا حقیقی اور بذاتِ خود عمدہ کہلاوے گا اور یہ رجا اسباب کے باعث ہوگی کہ جن اسباب ایمان سے لوازم مغفرت کامل ہوتے ہیں اُن کے مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر نہ لی اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاقِ رذیلہ سے بھرا رکھا اور لذت دُنیا کی طلب میں ڈوبا رہا اور پھر منتظرِ مغفرت ہوا تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے۔

اللہ کا ذکر: اللہ تعالیٰ بعض کلام میں فرماتا ہے میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہم نشین ہوں اور میں اُن کے پاس ہوں جو میرے لئے شکستہ دل رہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزیں ہیں جو قیامت میں آپ کی اُمت کے نامۂ اعمال کو وزنی کر دیں گی ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینا۔ دوسرے پانچوں وقت نماز پڑھنا اور تیسرے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا۔ چوتھے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا۔ پانچویں استغفار کرنا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے ہر حرف کو میزانِ عمل میں جبل اُحد سے بھی زیادہ وزنی کر دوں گا۔ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی،

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں نمازوں اور روزۂ رمضان سے میں زیادہ نہیں کرتا اور میرے پاس مال نہیں ہے جو میں خیرات کروں اور نہ میں حج کرتا ہوں، جب مروں گا تو کہاں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا جنت میں۔ اس نے عرض کیا آپ کے ساتھ آپ نے مسکرا کر کہا ہاں بشرطیکہ اپنے دل کو حسد سے اور زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو ممنوعاتِ خداوندی کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔ اور کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرے تو تو میرے ساتھ جنت میں میری ان دونوں ہتھیلیوں پر ہو کر داخل ہو گا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مریض کی عیادت کرنے والے اور جنازہ کے ہمراہ جانے والے اور قبروں کے کھودنے والے قیامت میں انبیاء کے زمرہ میں ہوں گے۔ خدا اُن سے کتاب نہ کرے گا اور نہ ان کو جنت سے روکے گا اور موسیٰؑ نے خدا سے عرض کی اے رب آپ نے خلق کو پیدا کیا اور آپ نے اپنی نعمت سے اُن کی تربیت فرمائی پھر کیا آپ قیامت میں انہیں دوزخ میں ڈال دیں گے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ زراعت کرو چنانچہ انہوں نے زراعت کی اور اُسے کاٹ لیا۔ خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم نے اپنی زراعت کے ساتھ کیا کیا۔ انہوں نے عرض کی میں نے اُسے اٹھا لیا۔ ارشاد ہوا کچھ چھوڑا بھی۔ انہوں نے عرض کی جو بے خبر اور بے فائدہ تھی اُسے چھوڑ دیا۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ میں بھی دوزخ میں انہیں کو ڈالوں گا جو خیر سے خالی ہوں گے۔ اللہ کا ذکر نہ کرنے والے خیر سے خالی ہیں۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کے لئے اس طرح ہو

کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی تعداد دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کے بعد بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصّہ لکھا ہے کہ اُن کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنّا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیّت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جاکر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصّہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصّہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

ذکر کی ترغیب

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوّت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت، سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔ (۵) بدن کو اور دل کو قوّت بخشتا ہے۔ (۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) رزق کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب بڑھتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی رُوح اور

دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اُس کی رسائی ہو اس کو چاہیئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کرام کا منتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتا ہے اور ہر مصیبت میں اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر میں غفلت ہوتی ہے اُتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ اور حدیث میں وارد ہے من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہٗ فی نفسی (الحدیث) اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا کہ مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور رُوح کی روزی ہے۔ اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث

میں بھی وارد ہوا ہے۔ ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔ (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہ، سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دُور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا حدیث میں وارد ہے (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہ، کا ذکر کرتا ہے اللہ جل شانہ، مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (۲۵) اس کی برکت سے زبان عیب، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغو گوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں۔ اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اُسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔ اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔ (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن

کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا۔ (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ٥ سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس کی معاف کر دی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۳۴) دوام ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہوتا ہے، دارین کی شقاوت کا۔ اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ (تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پرواہی کی پس اللہ نے اُن کو اپنی جانوں سے بے پرواہ کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی

مصائب سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے۔ اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہو گا اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے، بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہے حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے۔ وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔ (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں بھی پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (سورہ انعام رکوع ۱۵) (ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا، پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان

چیزوں سے خالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نُور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے۔ اسی لئے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں، اُوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتّٰی کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نُور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے۔ اسی نوُر کے بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتّٰی کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نوُر ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہو گا۔ (۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے۔ جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھُل گیا وہ اللہ جلّ شانہٗ تک پہنچ گیا۔ وہ جو چاہتا ہے۔ پاتا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔ (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو ہرا کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔ (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دُور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم، غموم، تفکّرات، پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دُور کر کے جمعیت خاطر

پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دُنیا کو جو قریب ہے دور کر دیتا ہے۔ (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے، غفلت سے چوکنا کرتا ہے۔ اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔ (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہو گی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہو گی اور جتنی جڑ مضبوط ہو گی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے۔ (۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (اللہ جل شانہٗ متقیوں کے ساتھ ہے)، اور حدیث میں وارد ہے انا مع عبدی ماذکرنی (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے)، ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں اُن کو اپنی رحمت سے جُدا نہیں کرتا۔ اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں۔ کہ اُن کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کروں نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے۔ نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے۔ اس کی لذّت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے اَللّٰھُمَّ اَذِقْنِیْ مِنْهُ شَیْئًا۔ (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر

ہے۔مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے۔اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے۔
(۴۴)، ذکر شکر کی جڑ ہے، جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جلّ جلالہٗ سے عرض کیا۔آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں، مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا جتنا بھی تم میرا ذکر کروگے اُتنا ہی شکر ادا ہوگا۔دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مطابق شکر کس طرح ادا ہو۔اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے۔(۴۵) اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اس لئے کہ تقویٰ کا منتہا جنّت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیت ہے۔(۴۶)، دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہوتی ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔(۴۷)، ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔
(۴۸)، ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اُس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔(۴۹)، اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کو کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔(۵۰)، ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت)، اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔(۵۱)، جو شخص یہ چاہے کہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں۔(۵۲)، ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔(۵۳)، اللہ جلّ شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔
(۵۴)، ذکر پر مداومت کرنے والا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے (۵۵)، تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶)، تمام اعمال میں وہی

عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔ (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفلی عبادات کا قائم مقام ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں۔ یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے)، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا۔ (۵۸) ذکر دوسری عبادات کے معین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادت میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں مشقت اور بار نہیں رہتا۔ (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔ (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے۔ ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے۔ جتنی بھی ذکر کی کثرت ہو گی اتنا ہی اطمینان نصیب ہو گا اور خوف زائل ہو گا۔ (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو

جب اُنہوں نے چکی کی مشقت اور کام کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔ (۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمر مولی عفرۃ ؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مر مٹنے والے، کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ (۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔ (۶۴) ذکر سے جنّت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں، جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد جنّت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔ (۶۵) ذکر جہنّم کے لئے آڑ ہے۔ اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہو گی اُتنی ہی پختہ آڑ ہو گی۔ (۶۶) ذکر کرنے والے کے

لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؁ کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ (۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا آج تجھ پر گزرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گزرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ؁ (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کرنے میں ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں نہیں پائی جاتی۔ اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اُس کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔ مالکؒ بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔ (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دُنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے، قیامت میں اُس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا)، اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت

سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے ۔ (۲)، زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی، لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہو گی ورنہ لغویات میں اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہو گا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہو گا ۔ (۳)، شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح اُس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اُس کے دشمن ہر وقت اُس کا محاصرہ کیئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہو گا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک اُن میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں ۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے ۔ دعائیں کتاب حصن حصین میں دیکھی جاسکتی ہیں ۔

درود شریف پڑھنے پر انعامات

بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں اور رُوح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔ حضرت کعب احبارؓ جو توراۃ کے بہت بڑے عالم ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ! اگر دُنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جو میری حمد وثنا کرتے رہتے ہیں تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکاؤں اور زمین سے ایک دانہ نہ اُگاؤں، اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے موسیٰؑ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب ہو جاؤں جتنا تیری زبان سے تیرا کلام اور

جتنے تیرے دل سے اس کے خطرات اور تیرے بدن سے اس کی رُوح اور تیری آنکھ سے اس کی روشنی۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے عرض کیا یا اللہ ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کثرت سے دُرود پڑھا کر۔ (بدیع، ۵

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ابو العباس احمد بن منصورؒ کا جب انتقال ہو گیا تو اہلِ شیراز میں سے ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا ہے اور سر پر ایک تاج ہے جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اُن سے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا اللہ جلّ شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطا فرمایا اور یہ سب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کثرتِ دُرود کی وجہ سے (قول بدیع)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اَعُوذ پڑھنے کے فائدے

جب اللہ کا ذکر کرو تو پہلے اَعُوذ پڑھو۔ اَعُوذ پڑھنے میں پانچ فائدے ہیں۔ (۱) آدمی دین پر ثابت قدم رہتا ہے (۲) شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور وہ اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ (۳) آدمی مضبوط قلعہ میں شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ (۴) ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ہمیشہ امن ہوتا ہے۔ پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کاروں کی صحبت میسّر آتی ہے (۵) زمین اور آسمان کے پروردگار کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

ذکر کا نصاب روزانہ

صبح فجر کی نماز کے بعد سو بار کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ سو بار کلمہ سوم، سو بار دُرود

شریف، سو بار استغفار ۔ پھر عصر کے بعد اُوپر والی تسبیحات ۔ جس نے اس ذکر کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا وہ اللہ کی رحمت سے نوازا گیا ۔ لوگو جس طرح خدا سے شرمانے کا حق ہے شرماؤ، غفلت نہ کرو ۔ تمہارا وقت ضائع ہوتا ہے، تم جسے نہ کھا سکو گے اُس کے جمع کرنے میں مشغول ہو جسے نہ پا سکو گے اس کے امیدوار ہو جہاں نہ رہ سکو گے اسے بنا رہے ہو ۔ یہ مقامِ خداوندی سے تمہارے لئے حجاب ہے ۔ ذکر اللہ عارفوں کے دِلوں میں خیمہ لگاتا ہے، ان کا احاطہ کرتا ہے اور ان سے ہر شئے کا ذکر بھلا دیتا ہے ۔

انسانیّت کا قفل صرف ایمان کی کنجی سے کُھلتا ہے

ان ماہرینِ فن کے ہاتھ وہ سرا نہیں آیا جہاں سے انسان کا رُخ موڑا اور صحیح جگہ سے جوڑا جا سکتا ہے، شر و فساد سے روکا اور بھلائیوں کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے وہ سرا "قلب" ہے کہ جب وہ ٹھیک ہو تو انسان ٹھیک ہو جاتے اور اگر وہ بگڑا تو پورا انسان ہی بگڑ گیا ۔ اس دل کے خزانے کا بھی ایک قفل ہے جو صرف ایمان ہی کی چابی سے کھل سکتا ہے جو صرف نبوّت کا تحفہ ہی تھا مگر وہ آج کھویا ہوا ہے ۔ نئے تمدّن کی کہنہ دیواروں اور عبادت گاہوں کے ملبوں کے نیچے کہیں یہ چابی دبی پڑی ہے ۔ لوگو یہ چابی اللہ کا ذکر ہے ۔ اللہ کے ذکر سے دل کے قفل کو کھول لو ۔

حج

حکایت وہبؒ نے بیان کیا ہے کہ آدمؑ جب زمین پر اتارے گئے تو اس میں انھیں وحشت ہوئی کیونکہ اپنا ایسا کسی کو نہ پاتے تھے، پس خدا سے کہا کیا سوائے میرے اس میں اور کوئی بسنے والا نہیں ہے جو آپ کی تسبیح بیان کرے، خداتعالےٰ نے ارشاد فرمایا میں عنقریب اس میں تمہاری اولاد سے ایسے کو مقرر کروں گا جو میری حمد و تقدیس کے ساتھ تسبیح کریں گے اور اس میں ایسے مکانات بناؤں گا جو میرے ذکر کے لیے بلند کیے جائیں گے اور اس میں ایک ایسے مکان کی جگہ نکالونگا جس کو اپنے لیے چن لوں گا اور اپنی کرامت سے اس کو خاص کروں گا اور زمین کے تمام مکانوں پر اس کو اپنے نام سے ترجیح دوں گا اور اس کا نام اپنا گھر رکھونگا اور اس میں اپنی عظمت کا پٹکہ باندھوں گا اور اپنی حرمت سے اسے محیط کرونگا اور اس کو ایسی جگہ رکھوں گا جس کو میں نے اپنے لیے منتخب کیا ہے کیونکہ میں نے اس کا مقام اس دن سے منتخب کر رکھا ہے جس دن میں نے زمین اور آسمان کو بنایا تھا، یہ گھر تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے لیے حرم اور جائے امن ٹھہراؤں گا اور اس کی حرمت سے اس کے مافوق و ماتحت اور گرداگرد کو محترم کروں گا، جو میری حرمت سے اس کو محترم سمجھے اس نے میری حرمت کی عظمت کی اور جس نے اس کو حلال سمجھا اس نے میری حرمت کو مباح کر ڈالا، اور جو اس کے اہل کو امن دے گا میری امان کا مستحق ہوگا اور جس نے ان کو خوف دلایا اس نے مجھ پر جفا کی، اس کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور اس کے آباد کرنے والے میرے وفد ہیں اور اس کی زیارت کرنے والے میرے مہمان ہیں، میں نے اس کو سب سے پہلا گھر قرار دیا ہے، جو لوگوں

کے لیے مقرر ہیں اور میں اس کو زمین اور آسمان والوں سے آباد رکھوں گا جو اس میں فوج کی فوج پراگندہ بال غبار آلودہ ہو کر آئیں گے، سوائے میرے ان کا کچھ مقصد نہ ہوگا اور رہر دُبلی سواریوں پر ہر بڑے دور دراز راستہ سے آئیں گے چلا چلا کر تکبیر کہتے ہوں گے اور لبیک لبیک پکارتے ہوں گے، جو اس کا عمرہ کرے کہ سوائے میرے اس کا کچھ مقصد نہ ہو اس نے میری زیارت کی میری ضیافت کی اور میرے پاس قاصد بن کر آیا اور کریم کے ذمہ ہے کہ اپنے قاصدوں اور زیارت کرنے والوں اور مہمانوں کے ساتھ خاطر اور اکرام سے پیش آئے، اے آدم تم جب تک زندہ ہو اسے آباد کرو گے پھر تمہارے بعد بہتیرے فرقے اور مختلف زمانہ کے لوگ اور تمہاری اولاد سے انبیاء ایک امت کے بعد دوسری امت اور ایک قرن کے بعد دوسرا قرن ایک نبی کے بعد دوسرا آباد ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اس نبی پر ختم ہو جائے گا جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ خاتم الانبیا ہوں گے اور ان کو میں اس کے آباد کرنے والوں، حمایت کرنے والوں، مدد کرنے والوں میں سے بناؤں گا اور اپنی زندگی بھر میری طرف سے اس پر امین رہیں گے اور جب ان کا میری طرف لوٹنا ہوگا تو وہ مجھے پائیں گے کہ میں نے ان کے لیے اتنا اجر ذخیرہ کر رکھا ہوگا جس سے میرا قرب اور میرے نزدیک وسیلہ حاصل کرنا ممکن ہوگا، اور میں اس گھر کا نام اس کا شرف و ذکر و اس کی بزرگی و مکرمت تمہاری اولاد میں سے اس نبی کے لیے ٹھہراؤں گا جو اس نبی سے پہلے ہو چکیں گے اور وہ ان کے باپ ہوں گے جن کا نام ابراہیمؑ ہوگا انھیں سے میں اس کی بنیاد اٹھواؤں گا اور انھیں کے ہاتھوں اس کی عمارت پوری کراؤں گا اور ان کو اس کے مشاعر و مناسک سکھاؤں گا اور انھیں کو اپنے کام کا تن تنہا اہتمام کرنے والا، اپنے راستہ کی طرف بلانے والا بناؤں گا، میں انھیں آزماؤں گا وہ صابر رہیں گے، میں ان کو عافیت دوں گا وہ شکر کریں گے، میں ان کی دعا ان کی

اولاد وان کے لڑکے کے بارے میں قبول کروں گا اور ان کو اس گھر کا اہل خادم اور دربان مقرر کروں گا اور ابراہیم کو اس گھر کا اور اس شریعت والوں کا امام بناؤں گا تمام خلق جن وانس سے جتنے ان مقامات میں حاضر ہوں گے ان کا اقتدار کریں گے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رکن اور مقام یواقیت جنت سے دو یاقوت ہیں، خدا تعالیٰ نے ان کا نور مٹا دیا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو مشرق و مغرب کے مابین سب کچھ روشن ہو جاتا اور کوئی بیماری والا اور مریض ایسا نہ ہوتا جو اسے چھو کر شفا نہ پا جاتا۔

شیخ ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال تجرید کے ساتھ حج کا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کا ارادہ کیا، میں چل رہا تھا راستہ میں ایک نوجوان عراقی ملا جس کی جوانی زوروں پر تھی وہ بھی اسی طرح سفر کا ارادہ کر رہا تھا لیکن جب وہ قافلہ کے ساتھ چلتا تو قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہتا اور جب منزل پر قافلہ ٹھہرتا تو وہ نماز میں مشغول ہو جاتا رات بھر نماز پڑھتا دن بھر روزہ رکھتا، اُس نے سارا راستہ اسی طرح طے کیا حتٰی کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو وہ نوجوان مجھ سے رخصت ہونے لگا، میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا کس چیز نے تجھے ایسے سخت مجاہدہ پر آمادہ کیا جو میں سارے راستہ دیکھتا چلا آیا، کہنے لگا ابو سلیمان! میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا کہ وہ سارا اس طرح بنا ہوا تھا کہ اُس کی ایک اینٹ سونے کی پھر ایک اینٹ چاندی کی اوپر تک اس کے بالاخانے بھی اسی طرح بنے —— ہوئے تھے اور ان میں ہر دو برجیوں کے درمیان ایک ایک حُور ایسی تھی کہ اس کا سا حسن وجمال اور اس کی سی چہرے کی رونق کسی نے نہ دیکھی ہوگی ان کی زلفیں سامنے لٹک رہی تھیں، ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر ہنسنے لگی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت چمکنے لگی اس نے کہا اے جوان! اللہ

جل شانہ، کے لیے مجاہدہ کرنا کہ میں تیرے لیے ہو جاؤں تو میرے لیے، پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ میرا قصہ ہے اب مجھ پر ضروری ہے کہ میں انتہائی کوشش کروں اور جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے یہ تم نے جو کچھ میرا مجاہدہ دیکھا ہے اُس حور سے منگنی کے واسطے ہے۔ میں نے اس سے دُعا کی درخواست کی وہ میرے لیے دُعا کر کے چلا گیا۔ ابو سلیمانؒ کہتے ہیں۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے نفس کو کہا کہ ایک حور کی طلب میں اگر اتنی کوشش ہو سکتی ہے تو حور کے رب کی طلب میں کیسی کوشش ہونا چاہیے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے ارادہ سے ایک جنگل میں چل رہا تھا مجھے پیاس کی ایسی سخت شدت ہوئی کہ میں اس سے عاجز ہو گیا قریب ہی ایک قبیلہ بنی مخزوم میں گیا وہاں میں نے ایک بہت کمسن لڑکی کو جو نہایت ہی حسین تھی دیکھا کہ وہ اشعار کے ساتھ گنگنا رہی تھی مجھے اس کی عمر کے لحاظ سے اس سے بہت تعجب ہوا اس لیے کہ وہ بہت کم عمر تھی، میں نے اس سے کہا کہ تجھے حیا نہیں آتی یوں گا رہی ہے، کہنے لگی ذوالنون چپ رہو، رات میں نے خوشی خوشی شراب عشق کا ایک گلاس پیا ہے جس سے میں اپنے مولا کے عشق میں نشہ میں ہوں میں نے کہا تُو تو بڑی حکیم معلوم ہوتی ہے مجھے کچھ نصیحت کر، کہنے لگی ذوالنون چپ رہنے کو لازم کر لو اور دنیا میں سے صرف اتنی روزی پر قناعت کرو جس سے آدمی زندہ رہے تاکہ جنت میں اس پاک ذات کی زیارت ہو سکے جس کو کبھی فنا نہیں۔ میں نے پوچھا یہاں پینے کا پانی بھی ہے، کہنے لگی تجھے پانی کی جگہ بتاؤں، میں نے سوچا کوئی کنواں چشمہ وغیرہ بتائے گی، میں نے کہا ہاں بتاؤ، کہنے لگی قیامت میں پانی پینے والوں کے چار درجے ہوں گے، ایک جماعت تو وہ ہوگی جسکو فرشتے پانی پلائیں گے جس کو حق تعالیٰ شانہ، نے بَیْضَاءَ لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ میں ارشاد فرمایا دسوۃ

صافات میں) ہے کہ ان کے پاس بہتی ہوئی شراب کا گلاس لایا جائے گا جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ دوسری جماعت کو رضوان (جنت کے ناظم) پلائیں گے جس کو اللہ جل شانہ، نے مزاجہ من تسنیم سے تعبیر فرمایا (جو عم کے پارہ میں سورۂ تطفیف میں ہے کہ اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی جو ایک چشمہ ہے جس سے مقرب آدمی پیتے ہیں) اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس کو خود حق سبحانہ وتقدس پلائیں گے جس کو اللہ جل شانہ، نے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا سے تعبیر فرمایا (جو سورہ دہر میں ہے کہ ان کا رب اُن کو پاکیزہ شراب پلائے گا) وہ لڑکی کہنے لگی کہ ذوالنون! تم اپنا بھید دنیا میں اپنے مولا کے سوا کسی سے نہ کہو تا کہ حق تعالیٰ شانہ، تمھیں آخرت میں خود پانی پلائیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ شروع میں چار جماعتوں کا ذکر تھا آخر میں تین ہی ذکر کی گئیں شاید چوتھی جماعت وہ ہے جن کو نوعمر لڑکے پلائیں گے جسکو وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ بِأَكْوَابٍ الخ سے تعبیر کیا (جو سورۂ واقعہ میں ہے) ۔ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت رکھیں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا۔

اصلی انسانی زیور

یہ نظم لڑکیوں کو حفظ کرا دی جائے تو مناسب ہے

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے — آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے
کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجے مجھے — اور جو بدزیب ہیں وہ بھی بتا دیجے مجھے
تاکہ اچھے اور بُرے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز — اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھُل جائے یہ راز
یُوں کہا ماں نے محبّت سے کہ اے بیٹی مری — گوشِ دل سے بات سُن لو زیوروں کی تم ذری
سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا — پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے — چار دِن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے
تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات — دین و دُنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ
سر پہ جھُومر عقل کا رکھنا تم اُے بیٹی مدام — چلتے ہیں جسکے ذریعے سے ہی سب انساں کے کام
بالیاں ہوں کان میں اے جان گوشِ ہوش کی — اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری
اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں — گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں
کان کے پتّے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب — کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں — نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں
قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو — کامیابی سے سدا تو خرّم و خرسند ہو
ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں — ہمّتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے — دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
کیا کرو گی اے مری جاں زیورِ خلخال کو — پھینک دینا چاہیے بیٹی بس اس جنجال کو
سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نورِ بصر — تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر
سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں — راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

نیکیاں شیطان کی کمر توڑ دیتی ہیں:

صوفیہ میں سے ایک صاحب کشف کا قصہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ان کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت ہی کمزور ہو رہا ہے۔ چہرہ زرد پڑا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کمر سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا وہ جھک رہی ہے ان بزرگ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ چیز رلا رہی ہے کہ حاجی لوگ بلا دکسی دنیوی غرض، تجارت وغیرہ کے اسکی بارگاہ میں حاضر ہو گئے مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان لوگوں کو نامراد نہیں رکھیگی اس غم میں رو رہا ہوں، وہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو دبلا کیوں ہو گیا؟ اس نے کہا کہ گھوڑوں کی آواز سے جو ہر وقت اللہ کے راستوں میں (حج، عمرہ جہاد وغیرہ میں) پھرتے رہتے ہیں، کاش یہ سواریاں میرے راستے (لہو ولعب، بدکاری، حرام کمائی وغیرہ) میں پھرتیں تو مجھے کیسی اچھی لگتیں۔ انھوں نے فرمایا کہ تیرا رنگ ایسا زرد کیوں پڑ گیا؟ اس نے کہا کہ لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اگر یہ آپس کی امداد و اعانت گناہوں کے کرنے میں ہوتی تو میرے لیے کس قدر مسرت کا سبب ہوتی۔ انھوں نے فرمایا کہ تیری کمر کیوں جھک گئی؟ اس نے کہا کہ بندہ ہر وقت یہ کہتا ہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطاء کر، ایسا شخص جس کو اپنے خاتمہ کا ہر وقت فکر رہے کب اپنے کسی نیک عمل پر گھمنڈ کرے گا؟۔

حج درحقیقت دو منظروں کا نمونہ ہے اور اس کی ہر ہر چیز میں دو حقیقتیں پنہاں ہیں، اگرچہ اللہ جل شانہ کے ہر حکم میں لاکھوں مصلحتیں اور حکمتیں ایسی ہیں کہ جن تک ہر شخص کے خیال کی بھی رسائی نہیں ہوتی، لیکن بعض مصالح ایسی کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہیں جو ہر شخص کے ذہن میں آجاتی ہیں، اسی طرح حج کے ہر ہر رکن میں بہت سی مصالح تو ایسی ہیں جن تک ذہن کی رسائی بھی نہیں، لیکن یہ دو چیزیں اس کے ہر ہر رکن میں ہر ہر جزو میں بالکل عیاں ہیں، ایک یہ کہ نمونہ ہے موت کا اور مرنے کے بعد کے حالات کا، دوسرا نمونہ ہے عشق اور محبت کے اظہار کا اور روح کو حقیقی عشق اور حقیقی محبت سے رنگنے کا۔ نمونہ کے طور پر دونوں منظروں کی طرف مختصر طریقہ سے تنبیہ کی جاتی ہے اور اس نمونہ پر غور کرنے سے سب چیزوں میں یہ امور ظاہر اور واضح ہو جائیں گے، پہلا نمونہ موت اور اس کے مابعد کا منظر ہے کہ آدمی جس وقت گھر سے چلتا ہے سب عزیز اور اقارب، گھر بار وطن احباب کو یک لخت چھوڑ کر دوسرے ملک گویا دوسرے عالم کا سفر اختیار کرتا ہے جن چیزوں کے ساتھ دل مشغول تھا گھر بار کھیتی باغ احباب کی مجلسیں سب ہی اس وقت چھوٹ رہی ہیں جیسا کہ مرنے کے وقت سب کو بیک وقت خیرباد کہنا پڑتا ہے، حج کو روانگی کے وقت یہی چیز قابل غور و فکر اور قابل عبرت و اعتبار ہے کہ جیسا آج عارضی مدت کے لیے یہ سب کچھ چھوٹ رہا ہے، بہت جلد وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ سب چیزیں چھوٹنے والی ہیں، اس کے بعد سواری پر سوار ہونا اگر عبرت اور غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جنازہ پر سوار ہو کر چلدینے کی یاد تازہ کرتا ہے، گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ بھی ہر قدم پر وطن اور احباب سے دوری اور جدائی بڑھاتی رہتی ہے اور جنازہ اٹھانے والے بھی ہر قدم پر سب اعزہ اور گھر بار ساز و سامان سے دور لے

جاتے ہیں، کچھ لوگ ضرور جنازہ کی نماز تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ قبر تک بھی پہنچا دیتے ہیں اور کچھ قبر میں رکھنے اور مٹی ڈالنے تک بھی ساتھ دیتے ہیں، یہ سارے منظر حاجی کے ساتھ بھی پیش آتے ہیں کہ کچھ لوگ گھر ہی سے مصافحہ کر کے فی امان اللہ کہہ دیتے ہیں، کچھ اسٹیشن تک تکلیف فرمالیتے ہیں اور کچھ بہت ہی خواص ہوتے ہیں جو آگے جہاز تک بھی پہنچا دیتے ہیں، جہاز (اور قبر) میں جانے والے صرف وہی رفیق اور ساتھی ہوتے ہیں جو اس عالم تک ساتھ دینے والے ہوں چاہے وہ عزیز و اقارب ہوں یا مال و متاع ہو، ان میں بعض رفیق سفر ایسے مخلص غمگسار راحت رساں ہوں گے جو ہر ہر قدم پر راحت پہنچاتے ہیں، اور بعض رفیق ایسے بدخُلق، کج مزاج، ضدی، جھگڑالو ہوتے ہیں جو سفر کی ہر منزل میں بجائے راحت کے اور مصیبت کا سبب بنتے ہیں، بعینہ یہی ساری صورت آخرت کے سفر میں پیش آتی ہے کہ قبر میں ساتھ جانے والے وہی رفیق سفر ہیں جو آخر تک ساتھ رہنے والے ہیں ان میں اعمالِ حسنہ ہر قسم کی راحت اور آرام کا سبب ہیں اور اعمالِ سیئہ ہر قسم کی اذیت اور تکلیف کا سبب ہیں۔ اعمال حسنہ نہایت حسین وجمیل آدمی کی صورت میں قبر میں ساتھ رہتے ہیں اور اعمالِ سیئہ نہایت قبیح صورت، ڈراؤنی اور گندی بُو دار صورت میں ساتھ رہتے ہیں۔ اس عالم میں جتنی راحت پہنچتی ہے وہ اپنے نیک اعمال سے پہنچتی ہے جو مرنے سے پہلے کر لیے ہوں جیسا کہ سفر حج میں جتنی راحت پہنچتی ہے وہ اس مال و زر اور سامان سے پہنچتی ہے جو سفر سے پہلے مہیا کر لیا ہو ہاں کسی خوش قسمت کے لیے کوئی عزیز قریب یا دوست کچھ پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے کچھ ایصال ثواب کر دے تو مرنے کے بعد بھی اس کو اپنی نہایت ضرورت کے وقت کام آجاتا ہے جیسا کہ حاجی کے پاس کوئی اس کا عزیز یا دوست بذریعہ ہُنڈی وغیرہ کوئی روپیہ پیسہ بھیج دے تو اس سفر میں کتنی مسرت اور خوشی اور راحت کا سبب اس کے لیے بنے،

اس کے بعد سفر کے درمیان میں جتنے خطرات ڈاکو، چور، سخت مزاج حاکموں کی طرف سے سامان کی تفتیش حالات کی تحقیقات پاسپورٹ وغیرہ جانچ پڑتال جتنے مناظر حاجی کو دیکھنا پڑتے ہیں وہ قبر کے سارے منظروں کی یاد دلاتی رہتی ہے کہ منکر نکیر کا سوال بھی ہوگا اپنے ایمان کا امتحان بھی ہوگا اور سانپ بچھو وغیرہ کیڑے مکوڑے بھی قبر میں طرح طرح سے ستائیں گے، اعمالنامہ بھی اپنے ساتھ ہی ہوگا۔ وَكُلَّ اِنسَانٍ اَلزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ (الآیۃ)۔ بہت سے مالدار جن کو اللہ نے دولت بے شمار دی ہے وہ معمولی سی تفتیش اور پاسپورٹ وغیرہ کے بعد چند گھنٹوں میں حجاز پہنچ جاتے ہیں اور جن کے پاس نیک اعمال کا ذخیرہ مالامال کر دینے والا ہو وہ قبر کے ان سارے احوال سے بے خبر اور بے فکر دلہنوں کیطرح اس میں ایسے آرام فرماتے ہیں کہ قیامت تک کا سارا طویل زمانہ ان کے لیے گھنٹوں اور منٹوں میں گذر جائے گا جیساکہ نئی دُلہن پہلی شب میں کمخواب اور مخمل کے بستروں پر سوتی ہے اسی طرح یہ لوگ قبر میں سو جاتے ہیں۔ اس کے بعد احرام کی دو سفید چادریں کفن کی چادروں کی یاد ہر وقت تازہ رکھتی ہیں، اگر عبرت کی نگاہ ہو تو جتنے دن احرام بندھا رہے ہر وقت اسی طرح کفن کی دو چادروں میں لپٹے رہنا یاد رہنا چاہیے، اور احرام کے وقت لبیک (حاضر ہوں حاضر ہوں) قیامت میں پکارنے والے کی آواز پر دوڑ پڑنے کی یاد دلاتی ہے يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ اس دن سب کے سب (خدا کی طرف سے) پکارنے والے (یعنی صور پھونکنے والے فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے۔ وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا تو دیکھے گا ہر امت کو زانو پر گری ہوئی اور ہر امت پکاری جائے گی اپنی کتاب کی طرف۔

اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونا گویا اس عالم میں داخل ہو جانا ہے جس میں اللہ کی رحمت کی امید ہے کہ مکہ دار الامن ہے لیکن اپنی بد اعمالیوں سے یہ خوف بھی غالب ہے کہ

امن کی جگہ بھی امن نہ ملے مکہ کا سارا قیام اسی بیم ورجار کی یاد کو تازہ کرتا رہتا ہے کہ اس جگہ کا امن کی جگہ ہونا اللہ کی رحمت اور مغفرت اور کرم اور لطف انعام واحسان کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے اور اپنی بداعمالیاں جو ساری عمر کی ہیں وہ یاد آکر ع مَر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے، کی یاد تازہ کرتی ہیں، اور بیت اللہ پر نظر پڑنا قیامت میں گھر کے مالک کے دیدار کو یاد دلاتا ہے اور جس قدر خوف اور ہیبت عظمت اور جلال کا وہ مظہر ہے وہی سارے آداب اس وقت ہونا چاہئیں جیسے کہ کسی بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضری کے وقت ہوتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف ان فرشتوں کی یاد تازہ کرتا ہے کہ جو عرش معلیٰ کا طواف کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر رونا اور ملتزم کو چمٹنا اس قصوروار کی مثال ہے جو کسی بڑے محسن ومربی کا بڑا قصور کر کے اُس کا دامن پکڑ کر معافی کے لیے روتا ہے اور اُس کے گھر کے درودیوار کو پکڑ کر روتا ہے کہ قصور کی معافی کے یہی راستے ہیں اور قیامت میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونے کی مثال ہے۔ اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا میدان حشر میں اِدھر اُدھر دوڑنے کی یاد تازہ کرتا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے گویا وہ ٹڈی دل ہے جو پراگندہ ہے۔ یہ منظر بندہ کے ناقص خیال میں قیامت کے ایک عجیب منظر کی یاد تازہ کرتا ہے جس کا بڑا مفصل قصہ احادیث میں آتا ہے کہ حشر کے دن جب مخلوق نہایت پریشان حال ہوگی اور مصائب کی کثرت سے تنگ ہو کر یہ سوچے گی کہ انبیاء کرام بڑی اونچی ہستیاں ہیں اور اللہ کے مقبول بندے ہیں اُن سے جا کر سفارش کی درخواست کریں اس خیال سے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا فرشتوں سے سجدہ کرایا خود ہر چیز کے

نام آپ کو تعلیم دیئے وغیرہ وغیرہ آپ ہماری سفارش کردیں، تو وہ فرمائیں گے میں تو نہیں کرسکتا اگر مجھ سے اس ممنوع دانہ کے کھانے کا سوال ہوگیا تو کیا ہوگا تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، یہ لوگ پریشان حال حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر فرمادیں گے کہ میں نے طوفان کے زمانہ میں اپنے بیٹے کے بچانے کا بے محل سوال کرلیا تھا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ بھی عذر فرماکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیں گے۔ وہ بھی عذر فرماکر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا حوالہ دیں گے، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیں گے اور یہ فخر حضورؐ ہی کے لیے ہے کہ اس جلال کے دن میں سفارش کی ابتداء فرمادیں گے، یہ بہت طویل قصہ ہے، مجھے تو صرف یہی منظر سامنے لانا ہے کہ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر مارے مارے پریشان حال ایک دن پھرنا ہے جو بڑا سخت دن ہوگا، عرفات کا میدان تو حشر کے میدان کا پورا نمونہ ہے ہی کہ آفتاب کی تمازت اور سب کا ایک لق ودق میدان میں ایسی حالت میں اجتماع کہ مغفرت کی امید ہے گناہوں کا خوف ہے، بندہ کے ناقص خیال میں عرفات کے میدان میں بڑی غور وفکر کی جو چیز ہے وہ عہد ومیثاق ہے جو ازل میں "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" سے لیا گیا تھا کہ عالمِ ارواح میں حق سبحانہٗ وتقدس نے ساری ارواح سے یہ سوال کیا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے ایک زبان ہوکر کہا تھا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسند احمد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ عہد عرفات ہی کے میدان میں ہوا تھا یہ وقت اور یہ جگہ اس کے یاد کرنے کی ہے کہ کیا عہد کیا تھا اور اس عہد کو کس طرح پورا کیا۔ اس کے بعد مزدلفہ، منیٰ وغیرہ کے اجتماعات ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ان مواقع میں لوگوں کا اژدحام اور ان کا شور وشغب مختلف زبانیں مختلف آوازیں اور لوگوں کا اپنے اپنے اماموں کے پیچھے چلنا

قیامت کے میدانوں میں اپنے اپنے انبیاء اور مقتداؤں کے پیچھے چلنے کی اور حیرانی اور پریشانی کے عالم میں کبھی یہاں اور کبھی وہاں جانے کی یاد تازہ کرتا ہے ان مواقع میں عاجزی اور زاری کا اہتمام کر کہ کام آنے والی چیز ہے۔ یہ مختصر خاکہ ہے حج کے اس منظر کا جو قیامت کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔

حج کے بارے میں

۱: ہر حاکم اور بادشاہ کو اپنی رعایا کے مختلف طبقات کو بیک وقت ایک جگہ جمع کرنے کا جتنا اہتمام اور خواہش ہوتی ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اس کے لیے مختلف نوع کے جشن اور مختلف نام کی انجمنیں بنا کر ان کے سالانہ جلسے وغیرہ کرائے جاتے ہیں، حج میں یہ مصلحت علیٰ وجہ الاتم پوری ہوتی ہے۔

۲: مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لیے مختلف ممالک کے اہل الرائے اگر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں تو اس کی تشکیل اور اشاعت کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔

۳: اگر اسلامی ممالک کے افراد کے درمیان اتحاد اور تعلقات کی وسعت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو حج کے موقع سے بہتر صورت نہیں۔

۴: علم الالسنہ کے شوقین حضرات کے لیے حج کے زمانہ سے بہترین موقع شاید نہ مل سکے کہ ایک ہی جگہ عربی اردو پنجابی ترکی فارسی ہندی پشتو چینی جاوی انگریزی وغیرہ وغیرہ ہر زبان کے واقف لوگ ملیں گے۔

۵: سپاہیانہ زندگی جو اسلامی زندگی کا خصوصی شعار ہے، حج کے سفر میں پورے طور سے پائی جاتی ہے، لباس ومعاش میں بھی چلنے پھرنے میں بھی۔

۶: سرمایہ داری کے مخالف امیر وغریب میں مساوات پیدا کرنے کی جتنی کوشش کرتے رہتے ہیں اس کو اخبار بیں حضرات بخوبی جانتے ہیں اور یہ بھی ساتھ ہی معلوم ہے کہ کوئی صورت بھی آج تک کامیاب نہیں ہوسکی، اسلام کا ہر حکم نماز، روزہ

حج، زکوٰۃ اِس مصلحت کو نہایت آسان اور کامیاب طریقہ سے پُورا کرتا ہے۔ اسلامی اصول سے بہتر چیز نہ آج تک پیدا ہوسکی اور نہ آئندہ ہوسکیگی، بشرطیکہ ان احکام کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ماتحت ادا کیا جائے۔

۷: دنیا کے مختلف طبقات میں مساوات پیدا کرنے کے لیے بھی حج بہترین عمل ہے کہ امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، ہندی، عربی، ترکی، چینی وغیرہ سب ایک ہی حال میں ایک ہی لباس میں ایک ہی مشغلہ میں معتد بہ زمانے تک رہتے ہیں۔

۸: قومی ہفتہ منانے کے لیے لوگ کتنے انتظامات، اعلانات، اخراجات کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ذی الحجہ کے پہلے پندرہ دن قومی ہفتہ سے بھی بڑھ کر ہیں کہ جن کے لیے نہ انتظاماتِ خصوصی کرنے کی ضرورت ہے نہ پروپیگنڈہ کی

۹: دنیا کے سب مسلمانوں میں آپس میں اخوت، محبت، تعلقات، تعارف اور رشتۂ اتحاد قائم کرنے کے لیے حج بہترین موقع ہے۔

۱۰: اشاعتِ اسلام کے شوقین دینی احکام کی اہمیت اور تبلیغ کو اس موقع پر اہتمام سے لے کر اٹھیں، مقامی حضرات باہر سے آنے والے مہمانوں کی اصل خاطر اور ضیافت اِس کو سمجھیں کہ اُن میں دینی جذبہ قوت پکڑلے، اُن میں دین کے احکام پر عمل کا ولولہ اور شوق پیدا ہو، اُن میں جو ضعف یا بددینی کے اثرات ہوں وہ زائل ہوجائیں اسی طرح باہر سے آنے والے حضرات مقامی اصحاب کی اعانت اس کو سمجھیں تو دین کو جس قدر فروغ ہو وہ اظہر من الشمس ہے۔

۱۱: غرباء اور امراء کا اختلاط جو مستقل طور پر ایک مقصود چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف امراء میں سے نخوت اور غرور دُور ہو، دوسری جانب غربا کا حوصلہ بڑھے، وہ حج میں ایسے کامل طور سے پایا جاتا ہے کہ جس کی نظیر دوسری

جگہ نہ ملے گی، امراء اپنی بدنی ضروریات کی وجہ سے غرباء کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باربرداری، کھانا پکانا، اور آمد و رفت کی تمام ضروریات کا اُن کو خود پورا کرنا مشکل ہے۔ دوسری جانب غرباء کی مالی ضروریات اُن کو امراء کی طرف متوجہ کریں گی جس کی وجہ سے اُن دونوں طبقوں کا اختلاط جو بسا اوقات تعارف اور مدارات سے بڑھ کر مؤدت اور دوستی تک پہنچ جاتا ہے، جس کا سفرِ حج میں پوری طرح سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

۱۲ : مسلمانوں کے اجتماع کو بالخصوص جبکہ وہ عاجزی، مسکنت، زاری اور تضرع کے ساتھ ہو اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور لطف و کرم کے متوجہ کرنے میں جتنا دخل ہے وہ عامی سے عامی آدمی سے بھی مخفی نہیں، حج کا موقع اِس کا بہترین منظر ہے کہ عرفات کا میدان اِس کا خصوصی مظہر ہے۔

۱۳ : آثارِ قدیمہ کا تحفظ اور اسلاف بالخصوص پہلے انبیاء کرامؑ کے احوال کا علم اور استحضار سفرِ حج کا خصوصی ثمرہ ہے۔

۱۴ : معاشی حیثیت سے دنیا کی معلومات کا ذریعہ سفرِ حج سے بہتر نہیں ہے کہ ہر ملک کی مصنوعات، ایجادات، پیداوار کے حالات اور اِس قسم کی جتنی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں اِس سفر میں بہترین طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

۱۵ : علمی حیثیت سے سفرِ حج نہایت بہتر چیز ہے کہ اس موقع پر ہر جگہ کے علماء موجود ہوتے ہیں، اُن کی علمی حیثیت اور مقام کے علمی کارنامے علمی مراکز اُن کی ترقیات اور تنزل اور اُن کے اسباب پر تفصیل سے اطلاع ہو سکتی ہے اور مختلف نوع کے علماء سے استفادہ حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۶ : دنیا بھر کے اولیاء ابدال اور اقطاب کا ایک معتد بہ طبقہ ہر سال حج میں شرکت کرتا ہے اُن کے فیوض و برکات، انوار و کمالات سے استفادہ

کا بہترین موقع ہے۔

۱۷: اللہ کی معصوم مخلوق فرشتے جو عرش الٰہی کے طواف میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں حج میں اُن سے تشبہ حاصل ہوتا ہے اور حدیث کے پاک ارشاد (جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے اُن ہی میں شمار کیا جاتا ہے) کی بناء پر فرشتوں کے ساتھ جو کسی وقت اور کسی آن اللہ جل شانہ کی منشاء کے خلاف نہیں کرتے مشابہت حاصل ہوتی ہے۔

۱۸: پہلی امتوں میں مذہبی حیثیت سے رہبانیت ایک بہت ہی اہم اور اونچی چیز شمار کی جاتی تھی مگر اسلام نے اِس کو روک کر اُس کا بدل سفرِ حج کو قرار دیا اور اُس کا نعم البدل اُس کو قرار دیا۔ (اتحاف)

۱۹: دنیاوی حیثیت سے ہر قوم میں ایک میلہ لگتا ہے اور یہ ایک قدیم دستور ہے۔ ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ اِس کے ہمیشہ عادی ہیں، عام طور پر لوگ اس کی طرف طبعاً متوجہ ہوتے ہیں، سال بھر تک اس کا انتظار و اہتمام کرتے ہیں، اسلام نے مسلمانوں کے لیے حج کو اُس کا نعم البدل قرار دیا کہ بجائے لہو و لعب شکل میں تھے توحید و عشق الٰہی کی طرف امالہ ہو گیا۔

۲۰: حج ان متبرک مقامات کی زیارت کا ذریعہ ہے اور برکات حاصل کرنے کا موقع ہے جہاں لاکھوں عشاق نے ایڑیاں اور ماتھے رگڑ رگڑ کر جان دیدی۔

۲۱: سفر سے ایک طرف تو اخلاق کی جلا اور صفائی ہوتی ہے، دوسری طرف بدن کی صحت کے لیے معین ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سافروا تصحوا" سفر کرو صحت یاب ہو گے۔ (کنز) تبدیل آب و ہوا صحت کے لیے معین و مددگار ہے۔ حج کا سفر اُس کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲۲: حج اُس عبادت کی یادگار اور بقا ہے جو حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر ہر مذہب وملت میں رہی۔

۲۳ : اسلام کا ابتدائی دور جہاں نہایت بے کسی کے عالم میں ہر وقت مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ہر قسم کے ظلم وستم کا شکار ہوتے تھے اور نہایت صبر واستقلال کے ساتھ اُن سب مظالم کو برداشت کرتے تھے جو کفار کی طرف سے اُن پر ہوتے رہتے تھے اور اسلام کا انتہائی دور جہاں وہ ہجرت کے بعد غالب اور فاتح کی شکل میں رہے اور غالب وقوی ہو کر اپنے کمالِ اخلاق سے نہ صرف یہ کہ پُرانے مظالم کو بالکل نظر انداز کر دیا بلکہ اپنے اخلاق کی خوبی اور وسعت سے اسلام کو ایسا پھیلایا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں اُس کا نُور پھیل گیا، اس سفرِ حج میں دونوں شہروں کی زیارت سے دونوں یادگاریں تازہ ہوتی ہیں اور دونوں سبق یاد کرنے کا اُمت کو موقع ملتا ہے۔

۲۴ : مکہ مکرمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے، پیدائش یہاں ہوئی اور ۵۳ سال کی عمر تک کے مختلف دور یہاں گذرے اِس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کا گھر ہے اور روضۂ مبارک وہاں ہے رسالت کے اکثر احکام وہاں نازل ہوئے۔ اس سفر سے دونوں یادگاروں کی زیارت حضورؐ کے ہر زمانے کی یاد کو تازہ کرنے والی ہے اور محبت کی بڑھانے والی ہے، لوگ یادگار قائم کرنے کے لیے مختلف چیزیں ایجاد کرتے ہیں، اسلام نے حج وزیارت کا حکم دے کر خود اِس یادگار کو قائم کر دیا۔

۲۵ : مرکزِ اسلام کی تقویت وقوت اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کی اعانت ونصرت اُن کے حالاتِ زندگی کی تحقیق اُن کے ساتھ ہمدردی وغم گساری کا بہترین ذریعہ حج وزیارت ہے کہ جب اُن سے تفصیلی ملاقات ہوگی تو ان کی اعانت اور مدد کا جذبہ خود بخود دل میں پیدا ہوگا اور وہاں سے واپسی پر بھی

عرصہ تک ان کی یاد رہے گی، نمونہ کے طور پر چند امور کی طرف مختصر اور مجمل اشارات کیے ہیں، غور کرنے سے بہت امور اور مصالح سمجھ میں آتے رہتے ہیں لیکن یہ ایک نہایت اہم جزء ہے کہ مقصد اللہ جل شانہٗ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا ہے اور دنیا کی محبت اور اُس سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے۔

حج سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

ابن شماسہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، اُنکا آخری وقت تھا۔ انتقال ہو رہا تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اُس وقت بہت دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد اپنے اسلام لانیکا قصہ سنایا اور فرمانے لگے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کر دیا تو میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضر ہو کر عرض کیا کہ بیعت کے لیے ہاتھ دے دیجئے میں مسلمان ہوتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو! تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، جو کفر کی حالت میں کئے گئے ہوں اور ہجرت ان سب لغزشوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کی ہوں اور حج ان سب قصوروں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کیے ہوں۔

حجۃ الوداع

جب سارے عرب میں اسلام پھیل چکا۔ کفر و شرک کی تاریکی دُور ہوگئی، اللہ کا گھر بتوں کی نجاست اور جاہلیت کی رسوم سے پاک ہوگیا۔ خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق اپنے اصلی مرکز پر آچکی۔ اطراف و جوانب سے اسلام ہی اسلام کا شور سنائی دیا۔ اسلام کے عقائد، اعمال اور شریعت کے اصول اور فروع کی تکمیل ہو چکی۔ پہاڑیاں وحدانیت و رسالت کے اقرار سے گونج اُٹھیں اور چاروں سمت آفتابِ اسلام کی شاہانہ حکومت نے اپنا قبضہ و انتظام مستحکم بنالیا۔ سرکشوں کی گردنیں اطاعت کے لئے جھک گئیں۔ سارے عالم کی رہنمائی کے لئے ایک جماعت تیار ہو چکی۔ حکومتِ الٰہیہ کا قیام عمل میں آچکا، فرائضِ نبوت ادا ہو چکے۔ اُس وقت حکم ہوا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ	جب خدا کی مدد آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ
النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ	خدا کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے
اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ	ہیں تو خدا کی حمد کی تسبیح پڑھو اور استغفار
وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ؕ	کرو، خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو یہ منشائے الٰہی معلوم ہوگیا کہ اب آپ اپنا کام ختم کر چکے اور دُنیا سے رُخصت ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کے سامنے خصوصاً اور ساری دُنیا کے لیے عموماً اسلام، اس کی شریعت اور اخلاق کے تمام اساسی اصولوں کا اعلان کرنے کے لیے حج کا اعلان فرمایا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے ہجرت کے بعد فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ اب ۱۰ھ میں آرزو پیدا ہوئی کہ سفرِ آخرت سے پہلے تمام اُمّت کے ساتھ مل کر آخری حج کر لیا جائے۔ بڑا اہتمام کیا گیا کہ کوئی عقیدت کیش ہمرکابی کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن سے بلایا گیا۔ قبائل کو آدمی بھیج کر ارادۂ پاک کی اطلاع دی گئی۔ تمام ازواجِ مطہرات رضؓ کو رفاقت کی بشارت سُنائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲۵ ذیقعدہ کو مسجدِ نبویؐ میں جمعہ ہُوا اور وہیں ۲۶ ر کی روانگی کا اعلان ہو گیا۔ جب ۲۶ ر کی صُبح منوّر ہوئی تو چہرۂ انور سے روانگی کی مسرّتیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ غُسل کر کے لباس تبدیل فرمایا اور ادائے ظہر کے بعد حمد و شکر کے ترانوں میں مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت ہزارہا خدّامِ اُمّت اپنے نبیؐ نعمت کے ہمرکاب تھے۔ یہ قافلۂ مُقدّس مدینہ منوّرہ سے چھ میل دُور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر رُکا اور شب بھر اقامت فرمائی۔ دُوسرے روز حضورِ پاک صلے اللہ علیہ وسلّم نے دوبارہ غُسل فرمایا۔ حضرت صدیقہ رضؓ نے جسمِ پاک پر اپنے ہاتھوں سے عِطر مَلا۔ راہ سپار ہونے سے پہلے آپؐ پھر اللہ تعالےٰ کی حاضری کے لیے کھڑے ہو گئے اور بڑے درد و گداز سے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر قصواء پر سوار ہو کر احرام باندھا اور ترانۂ لبّیک بلند کر دیا۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

اس ایک صدائے حق کی اقتدار میں ہزارہا خُدا پرستوں کی صدائیں بلند ہونے

لگیں۔ آسمان کا جوف حمدِ خُدا کی صداؤں سے لبریز ہو گیا اور دشت و جبل توحید کے ترانوں سے گونجنے لگے۔ موجودات کے ذرہ ذرہ نے مسلمانوں کے ساتھ ہم آہنگی سے خدائے واحد کی ربوبیت کا اعتراف کیا۔ مدینۃ الرسول اور بیت اللہ (مکہ) کی درمیانی راہوں میں زائرین کوسوں میں پھیلے ہوئے ہیں جہاں نماز کا وقت آگیا سب مل کر حضورِ خداوندی میں سر بسجود ہو گئے۔ تکبیر کی دلکش آواز سے اللہ کی اطاعت اور تشکّر کا اظہار کیا۔ ہر شخص بے تابی کے ساتھ یومِ حج کا منتظر، کہ دیکھیں خانۂ خُدا کی زیارت کب نصیب ہوتی ہے؟ عرب کے دشت وجبل، وادیاں اور نخلستان بھی اتنے بڑے مجمعے پر حیران ہیں کہ آج تک اس نبیؐ اُمی عبدہٗ و رسولہٗ کی سی بابرکت و پُر بہار شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالمؐ کے پیچھے اور دائیں بائیں، جہاں تک انسان کی نظر کام کرتی تھی، انسان ہی انسان نظر آتے تھے۔ جب اُونٹنی کسی اُونچے ٹیلے پر سے گزرتی تو تین تین مرتبہ صدائے تکبیر بلند فرماتے۔ آوازۂ نبیؐ کے ساتھ لاکھوں آوازیں اور اُٹھتیں اور کاروانِ نبوّت کے سروں پر نعرہ ہائے تکبیر کا ایک دریائے رواں جاری ہو جاتا۔ سفرِ مبارک نو روز جاری رہا۔ ۴ ذوالحج کو طلوعِ آفتاب کے ساتھ مکّہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگی تھیں اور ہاشمی خاندان کے معصوم بچّے اپنے بزرگ کائنات کی تشریف آوری کی آواز سُن کر اپنے اپنے گھروں سے دوڑتے ہوئے نکل رہے تھے کہ چہرۂ انور کی مُسکراہٹوں کے ساتھ لپٹ جائیں۔ اِدھر سرورِ عالمؐ شفقتِ مُنتظر کی تصویر بن رہے تھے۔ حضورِ پاکؐ

نے اپنے کم سن بچوں کے معصوم چہرے دیکھے تو جوشِ محبت سے جھک گئے اور کسی کو اونٹ کے آگے بٹھالیا اور کسی کو پیچھے سوار کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد کعبۃ اللہ کی عمارت نظر پڑی تو فرمایا :۔

"اے اللہ! خانہ کعبہ کو اور زیادہ شرف و امتیاز عطا فرما۔"

معمارِ حرمؐ نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف فرمایا۔ پھر مقامِ ابراہیمؑ کی طرف تشریف لے گئے اور دوگانۂ تشکر ادا کیا۔ اس وقت زبانِ مبارک پر یہ آیت جاری تھی :۔

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى — اور مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔

کعبۃ اللہ کی زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے یہاں پر آنکھیں کعبۃ اللہ سے دوچار ہوئیں تو زبانِ پاک سے ابرِ گہر بار کی طرح کلماتِ توحید و تکبیر جاری ہو گئے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ نَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

خدا، صرف خدا، معبودِ برحق کوئی اس کا شریک نہیں۔ ملک اس کا حمد اس کے لیے، وہی جلاتا ہے، وہی مارتا ہے۔ اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس نے اپنے بندے کی امداد فرمائی اور اکیلے نے تمام قبائلی جمعیتیں پاش پاش کر دیں۔

۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ ۹ کو جمعہ کے روز نمازِ صبح ادا کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادیٔ نمرہ میں ٹھہرے۔ دن ڈھلے میدانِ عرفات میں

تشریف لائے تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار خدا پرستوں کا مجمع سامنے تھا اور زمین سے آسمان تک تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ اب سرکارِ دو عالمؐ قصواء پر سوار ہو کر آفتابِ عالمتاب کی طرح کوہِ عرفات کی چوٹی سے طلوع ہوئے تاکہ خطبۂ حق ارشاد فرمائیں۔ پہاڑ کے دامن میں عائشہؓ اور صفیہؓ، علیؓ اور فاطمہؓ، ابوبکرؓ اور عمرؓ، خالدؓ اور بلالؓ، اصحاب صفہؓ اور عشرہ مبشرہؓ اور دوسری سینکڑوں اسلامی جماعتیں اور قبائلی جمعیتیں تشریف فرما تھیں اور پہلی ہی نظر سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ والیٔ اُمتؐ، اپنی اُمت کی موجودات لے رہے ہیں اور محافظِ حقیقی کو اُس کا چارج سپرد فرما رہے ہیں۔

اعلانِ عام و حجۃ الوداع

لیکن دُنیا اب تک اس اجتماعِ عظیم کی حقیقت سے بے خبر تھی۔ اسلام کی ۲۳ سالہ زندگی کا مدوجزر تمام عرب دیکھ چکا تھا۔ مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسلام کی تاریخی زندگی کن نتائج پر مشتمل تھی اور مسلمانوں کی جدو جہد، فدویت، ایثارِ نفس و رُوح کا مقصدِ اعظم کیا تھا؟ اب اس کی توضیح کا وقت آگیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس گھر کا سنگِ بُنیاد اس دُعا کو پڑھ کر رکھا تھا:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

جب ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کہ خداوندا! اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اس کے باشندے اگر خدا اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں تو ان کو ہر قسم

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (پ ۱ ع ۱۵) کے ثمرات و نعائم عطا فرما۔

جس وقت اُنھوں نے یہ دُعا کی تھی، تمام دُنیا فِتنہ و فساد کا گہوارہ بن رہی تھی، دُنیا کا امن و امان اُٹھ گیا تھا۔ اطمینان وسکون کی نیند آنکھوں سے اُڑ گئی تھی، دُنیا کی عزّت و آبرو معرضِ خطر میں تھی، جان و مال کا تحفظ ناممکن ہو گیا تھا۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پائمال کر دیئے گئے تھے، عدالت کا گھر ویران، حُریتِ انسانی مفقود اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی۔ کُرّہٴ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظُلم و کفر کی تاریکی سے ظُلمت کدہ نہ ہو۔ اس لیے اُنھوں نے آباد دُنیا کے ناپاک حِصّوں سے کنارہ کش ہو کر ایک "وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" میں سکُونت اختیار کی۔ وہاں "دار الامن" بنایا اور تمام دُنیا کو صُلح و اسلام کی دعوت دی۔

اَب اُن کی صالح اولاد سے یہ دار الامن بھی چھین لیا گیا، اس لیے اُس کی واپسی کے لیے پُورے دس سال تک اُس کے فرزند نے بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا۔ فتح مکّہ نے جب اس کا امامن و ملجا واپس دلا دیا تو وہ اُس میں داخل ہُوا کہ باپ کی طرح تمام کو "گمشدہ حق" کی واپسی کی بشارت دے۔

چنانچہ وہ اُونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور تمام دُنیا کو مژدہٴ امن و عدالت سُنایا۔

خُطبہ حجۃ الوِداع

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے آخری آنسو، جو اُمّت کے غم میں بہے، حجۃ الوداع کے خُطبہ میں جمع ہیں۔ اس وقت دولت وحکومت کا سیلاب مُسلمانوں کی طرف اُمنڈا چلا آ رہا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا غم یہ تھا کہ یہ دولت کی فراوانی آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمّت سے رابطہٴ اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گی۔ اسی لیے اتحادِ اُمّت کا موضوع اپنے سامنے رکھ لیا اور پھر دردِ نبوّت کی پُوری توانائی

اسی موضوع پر صرف فرمادی۔ پہلے نہایت ہی دردانگیز الفاظ میں قیامِ اتحاد کی اپیل کی۔ پھر فرمایا کہ پسماندہ طبقات کو شکایت کا موقع نہ دینا تاکہ حصارِ اسلام میں کوئی شگاف نہ پڑ جائے۔ پھر اسبابِ نفاق کی تفصیل پیش کر کے ان کی بیخ کنی کا عملی طور پر سروسامان فرمایا۔ پھر واضح کیا کہ جملہ مسلمانوں کے اتحاد کا سنگِ اساس کیا ہے؟ آخری وصیّت یہ فرمائی کہ ان ہدایات کو آئندہ نسلوں میں پھیلانے اور پہنچانے کے فرض میں کوتاہی نہ کرنا۔ خاتمۂ تقریر کے بعد حضورؐ نے اپنی ذاتی سرخروئی کے لیے حاضرین سے شہادت پیش کرتے ہوئے اس طرح بار بار اللہ تعالےٰ کو پکارا کہ مخلوقِ خدا کے دل پگھل گئے۔ آنکھیں پانی بن گئیں اور رُوحیں انسانی جسموں کے اندر تڑپ تڑپ کر الامان اور الغیاث کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد خطبۂ حج کا پہلا دردانگیز فقرہ یہ تھا:۔

"اے لوگو! مَیں خیال کرتا ہُوں کہ آج کے بعد مَیں اور تُم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے"۔

اِس ارشاد سے اجتماع کی غرض و غایت بے نقاب ہو کر سب کے سامنے آگئی اور جس شخص نے بھی یہ ارشادِ مبارک سُنا، تڑپ کر رہ گیا۔ اب اصل پیغام کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا:۔

"اے لوگو! تمہارا خُون، تمہارا مال اور تمہارا ننگ و ناموس، اِسی طرح ایکدُوسرے پر حرام ہے جس طرح یہ دن (عرفہ) یہ مہینہ (ذی الحج) اور یہ شہر (مکّہ مکرّمہ) تُم سب کے لیے قابلِ حُرمت ہے"۔

اِسی نکتے پر مزید زور دے کر ارشاد فرمایا :۔

" اے لوگو ! آخر تمہیں بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے ، وہاں تمہارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ خبردار ! میرے بعد گمراہ نہ ہو جائیو کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو "

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کی یہ دردمندانہ وصیّت زبانِ پاک سے نکلی اور تیر کی طرح دِلوں کو چیر گئی۔ اب اُن نفاق انگیز شگافوں کی طرف توجّہ دلائی جن کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا، یعنی یہ کہ اقتدارِ اسلام کے بعد غریب اور پسماندہ گروہوں پر ظلم کیا جائے گا۔

اِس سلسلہ میں فرمایا :۔

" اے لوگو ! اپنی بیویوں سے متعلق اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا۔ تم نے نامِ خدا کی ذِمّہ داری سے اُنہیں زوجیت میں قبول کیا ہے اور اللہ کا نام لے کر اُن کا جسم اپنے لیے حلال فرمایا ہے۔ عورتوں پر تُمہارا یہ حق ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں۔ اور عورتوں کا حق تُم پر یہ ہے کہ اُنہیں بافراغت کھانا کھلاؤ ، اور بافراغت کپڑا پہناؤ "

اسی سلسلے میں فرمایا :۔

" اے لوگو ! تُمہارے غلام ، تُمہارے غلام جو خُود کھاؤ گے وہی اُنہیں کھلانا جو خُود پہنو گے ، وہی اُنہیں پہنانا "

عرب میں فساد و خُون ریزی کے بڑے بڑے موجبات دو تھے، ادائے سُود

کے مطالبات اور مقتولوں کے انتقام۔ ایک شخص دوسرے شخص سے اپنے قدیم خاندانی سود کا مطالبہ کرتا تھا اور یہی جھگڑا اچھل کر خون کا دریا بن جاتا تھا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل کر دیتا اس سے نسلاً بعد نسلٍ قتل و انتقام کے سلسلے جاری ہو جاتے تھے :۔

رسول اللہؐ انہیں دونوں اسبابِ فساد کو باطل فرماتے ہیں :۔

" اے لوگو! آج میں جاہلیت کے تمام قواعد و رسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتلوں کے جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں، اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی مقتول ربیعہ بن حارث کے خون سے جسے ہذیل نے قتل کیا تھا، دست بردار ہوتا ہوں۔ میں زمانۂ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود، عباس بن عبدالمطلب کے سود سے دست بردار ہوتا ہوں "

سود اور خون کے قرض معاف کر دینے کے بعد فردِ عدالتِ نفاق کی طرف متوجہ ہوئے اور ورثہ، نسب، مقروضیت اور ضمانت کے تنازعات کے متعلق آپؐ نے فرمایا :۔

" اب اللہ تعالےٰ نے ہر ایک حقدار کا حق مقرر کر دیا ہے لہٰذا کسی کو وارثوں کے حق میں وصیّت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچّہ جس کے بستر میں پیدا ہوا ہو اُس کو دیا جائے اور زناکاروں کے لیے پتھر ہے اور اُن کی جواب دہی اللہ پر ہے جو لڑکا، باپ کے سوا کسی

دُوسرے نسب کا دعوےٰ کرے اور غلام اپنے مولا کے سوا کسی طرف اپنی نسبت کرے ان پر خُدا کی لعنت ہے۔ عورت شوہر کے بلا اجازت اس کا مال صرف نہ کرے۔ قرض ادا کیئے جائیں، عاریت واپس کی جائے، عطیات لوٹائے جائیں۔ اور ضامن تاوان ادا کرنے کا ذمّہ دار ہے"۔

اہلِ عرب کے نزاع اور اسبابِ نزاع کا دفعیہ ہو چکا تو اس بین الاقوامی تفریق کی طرف توجّہ فرمائی جو صدیوں کے بعد عرب و عجم یا گورے اور کالے کے نام سے پیدا ہونے والی تھی۔ ارشاد فرمایا :۔

"ہاں اے لوگو! تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے۔ للٰہذا کسی عربی کو عجمی پر، کسی سُرخ کو سیاہ پر، کسی سیاہ کو سُرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں! افضل وہی ہے جو پرہیز گاری میں افضل ہو۔ ہر مُسلمان دُوسرے کا بھائی ہے اور تمام مُسلمان ایک برادری ہیں"۔

اتحادِ اسلام کی مُستقل اساس کی طرف رہنمائی فرمائی :۔

"اے لوگو! مَیں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہُوں کہ اگر تُم نے اسے مظبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تُم کبھی گُمراہ نہیں ہو گے وہ چیز اللہ کی کتاب قُرآن ہے"۔

اتحادِ اُمّت کے عملی پروگرام کی طرف راہنمائی فرمائی :۔

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ میرے بعد کوئی نئی اُمّت ہے۔ پس تم سب اپنے اللہ کی عبادت کرو۔ نماز پنجگانہ کی

پابندی کرو، رمضان کے روزے رکھو، خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو۔ اللہ کے گھر کا حج کرو، حکامِ اُمت کے احکام مانو اور اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کرلو۔"

آخر میں فرمایا:۔

"وَاَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ" — ایک دن اللہ تعالےٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا تم اُس وقت کیا جواب دو گے ؟

اس پر مجمع عام سے پُرجوش صدائیں بلند ہوئیں :۔

انک قد بلغت — اے اللہ کے رسولؐ ! آپؐ نے تمام احکام پہنچا دیئے۔

وادیت — اے اللہ کے رسولؐ ! آپؐ نے فرض رسالت ادا کر دیا۔

ونصحت — اے اللہ کے رسولؐ ! آپؐ نے کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا۔

اس وقت حضور سرورِ عالمؐ کی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اُٹھی۔ ایک دفعہ آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھاتے تھے اور دُوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے :۔

اللھم اشھد — اے اللہ! مخلوقِ خُدا کی گواہی سُن لے۔

اللھم اشھد — اے اللہ: مخلوقِ خُدا کا اعتراف سُن لے۔

اللھم اشھد — اے اللہ ! گواہ ہو جا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :۔

" جو لوگ موجود ہیں وہ اُن لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں میری

ہدایات پہنچاتے چلے جائیں۔ ممکن ہے کہ آج کے بعض سامعین سے زیادہ پیام تبلیغ کے سُننے والے اس کلام کی محافظت کریں"۔

تکمیلِ دین و اتمامِ نعمت

خُطبۂ حج سے فارغ ہوئے تو جبریل امین وہیں تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا تاج لے آئے اور یہ آیت نازل ہوئی :۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج مَیں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ	دیا تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دینِ اسلام پر
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ہ	اپنی رضامندی کی مُہر لگا دی ۔

ختمِ نبوت

یہ رُعب و نصرت، یہ پیروؤں کی کثرت بہ سجدہ گاہی عام، یہ اعجاز دوام، یہ جوامع الکلمی، یہ دعوتِ عمومی، یہ تکمیلِ دین، یہ آیاتِ مبین خود اس بات کے دلائل ہیں کہ آپؐ کے وجودِ اقدس پر تمام پیغمبرانہ نعمتوں کا خاتمہ ہو گیا اور نبوّت و رسالت کا سلسلہ منتہیٰ ہو گیا اور اب دُنیا کسی نئے آنے والے وجود سے مستغنی ہو گئی۔

سرکارِ دو عالمؐ نے جب لاکھوں کے اجتماع میں اتمامِ نعمت اور تکمیلِ دینِ فطرت کا یہ آخری اعلان فرمایا تو آپؐ کی سواری کا سامان ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔ اختتامِ خُطبہ کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان بلند کی اور حضورؐ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائی۔ یہاں سے ناقہ پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک بارگاہِ الٰہی میں کھڑے دُعائیں کہتے رہے۔ جب غروبِ آفتاب کے قریب ناقۂ نبویؐ ہجومِ خلائق میں سے گزری تو آپؐ کے خادم

اسامہ بن زیدؓ آپؐ کے ساتھ سوار تھے اور کثرتِ ہجوم کے باعث لوگوں میں اضطراب سا پیدا ہو رہا تھا۔ اس وقت حضورؐ ناقہ کی مہار کھینچتے جاتے تھے اور زبانِ پاک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے :۔

السکینۃ ایھا الناس لوگو! سکون کے ساتھ

السکینۃ ایھا الناس لوگو! آرام کے ساتھ

مزدلفہ میں نمازِ مغرب و عشا اکٹھی ادا کیں اور سواریوں کو آرام کے لیے کھول دیا گیا۔ پھر نمازِ عشاء کے بعد لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرماتے رہے۔ محدثینؒ لکھتے ہیں کہ عُمر بھر میں یہی ایک شب ہے جس میں آپؐ نے نمازِ تہجد ادا نہیں فرمائی۔

۱۰ ذی الحج کو ہفتہ کے روز جمرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپؐ کے چچیرے بھائی فضل بن عباسؓ آپؐ کے ساتھ سوار تھے۔ ناقہ قدم بہ قدم جا رہی تھی، چاروں طرف ہجوم تھا۔ لوگ مسائل پُوچھتے تھے اور آپؐ جواب دیتے تھے۔ جمرہ کے پاس ابن عباسؓ نے کنکریاں چُن کر دیں تو آپؐ نے اُنہیں پھینکا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا :۔

"اے لوگو! مذہب میں غلو کرنے سے بچے رہنا تُم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہُوئی ہیں"۔

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فراقِ اُمت کے جذبات تازہ ہو جاتے تھے، آپؐ اس وقت ارشاد فرماتے تھے :۔

"اس وقت حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد مُجھے دوسرے حج کی نوبت آئے"۔

میدانِ منیٰ اور غدیرِ خم کے خطبات

یہاں سے منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، ناقہ پر سوار تھے حضرتِ بلالؓ مہار تھامے کھڑے تھے۔ اسامہؓ بن زیدؓ پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے۔ آگے پیچھے اور دائیں بائیں مہاجرین، انصار، قریش، اور قبائل کی صفیں، دریا کی طرح رواں تھیں اور اُن میں ناقۂ نبویؐ کشتیٔ نوحؑ کی طرح ستارۂ نجات بن رہی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ باغبانِ ازل نے قرآن کریم کے انوار سے صدق و اخلاص کی جو نئی دُنیا بسائی تھی، اب وہ شگفتہ و شاداب ہو چکی ہے۔ حضورؐ نے اسی دورِ جدید کی یاد تازہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

"آج زمانے کی گردش دُنیا کو پھر اُسی نقطۂ فطرت پر لے آئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ارض و سما کی ابتداء کی تھی"۔

پھر ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کی حُرمت کا اعلان کرتے ہوئے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

پیغمبرِ انسانیت :۔ آج کون سا دن ہے ؟

مُسلمان :۔ اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبرِ انسانیت :۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا آج قربانی کا دن ہے ؟

مُسلمان :۔ بے شک یہ قربانی کا دن ہے۔

پیغمبرِ انسانیت :۔ یہ کونسا مہینہ ہے ؟

مُسلمان :۔ اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبرِ انسانیت :۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے ؟

مُسلمان :۔ بے شک یہ ذوالحجہ ہے ۔

پیغمبرِ انسانیت :۔ یہ کون سا شہر ہے ؟

مُسلمان :۔ اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں ۔

پیغمبرِ انسانیت :۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے ؟

مُسلمان :۔ بے شک یہ بلدۃ الحرام ہے ۔

اس کے بعد فرمایا :۔

" مُسلمانو! تمہارا خُون ، تمہارا مال ، تمہاری آبرو اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن ، یہ مہینہ اور یہ شہر مُحترم ہیں ۔ تم میرے بعد گمُراہ نہ ہو جانا کہ ایک دُوسرے کی گردن مارنے لگو ۔ اے لوگو! تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پُرس کرے گا ۔ اگر کسی نے جرُم کیا تو وہ خُود اپنے جرُم کا ذمہ دار ہو گا ۔ باپ بیٹے کے جرُم کا ذمّہ دار نہیں اور بیٹا باپ کے جرُم کا ذمّہ دار نہیں ۔ اب شیطان اس بات سے مایُوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی ۔ ہاں ! تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُس کی پیروی کرو گے تو وہ ضرور خُوش ہو گا ۔ اے لوگو! توُحید ، نماز ، روزہ ، زکواۃ اور حج یہی جنت کا داخلہ ہے ۔ مَیں نے تمہُیں حق کا پیغام پہنچا دیا ہے اب موجود لوگ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں جو بعد میں آئیں گے "

یہاں سے قربان گاہ میں تشریف لائے اور ۶۳ اُونٹ خود ذبح فرمائے اور ۳۷ کو حضرت علیؓ سے ذبح کرایا اور اُن کا گوشت اور پوست سب خیرات کر دیا۔ پھر عبداللہؓ بن معمّر کو طلب کر کے سر کے بال اُتروائے اور یہ مُوئے مبارک تبرکاً تقسیم ہو گئے۔ یہاں سے اُٹھ کر خانۂ کعبہ کا طواف فرمایا، اور زمزم پی کر منیٰ میں تشریف لے گئے اور ۱۲ر ذوالحجہ تک وہیں اقامت فرما رہے۔ ۱۳ر کو خانۂ کعبہ کا آخری طواف کیا اور انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منوّرہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ جب غدیرِ خم پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا :۔

"اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے لیے دو مرکزِ ثقل قائم کر چلا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہے اسے مضبوطی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو، دُوسرا مرکز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔"

گویا یہ اجتماعِ اُمّت کے لیے اہل وعیال کے حقوق و احترام کی وصیت تھی تاکہ وہ کسی بحث میں اُلجھ کر حضورؐ کے مختصر سے خاندان کے ساتھ بے لحاظی کا سلوک نہ کریں۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر رات ذوالحلیفہ میں ٹھہرے۔ صبح کے وقت ایک طرف آفتاب نکلا اور دُوسری طرف گُوکبۂ نبوی مدینہ منوّرہ میں داخل ہُوا۔ سوادِ مدینہ پر نظر پڑی تو یہ الفاظ ادا فرمائے :۔

" خدا بزرگ و برتر ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں، کوئی اُس کا شریک نہیں۔ بس اُس کی سلطنت ہے، اسی کے لیے مدح وستائش ہے وہ ہر بات پر قادر ہے۔ لوٹتے آرہے ہیں توبہ کہتے ہوئے فرماں بردارانہ زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح وستائش میں مصروف ہو کر۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندہ کی نصرت کی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی "

سرورِ کائنات ؐ جس عظیم الشّان پیغام کو لے کر تشریف لائے تھے اور جس مہتمم بالشان کام کو انجام دینے کے لیے بھیجے گئے تھے، نیک دل اور حقیقت شناس لوگ تو سُننے اور دیکھنے کے ساتھ اُس کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن وہ بھی جن کے دل کے آئینے زنگ آلود تھے، پیغام کی سچائی، وحی کی تاثیر، پیغمبر کی پُر اثر دعوت، اعجازِ معصومیت اور اخلاق کے پَر تَو سے صاف وشفاف ہوتے گئے اور عوائق، مواقع، شُبہات اور شکوک کی تو بر تو ظلمتیں اور تاریکیاں رفتہ رفتہ چھٹتی چلی گئیں، اور اسلام کا نُور روز بروز صفائی اور چمک کے ساتھ عرب کے اُفق پر درخشاں اور تاباں ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ۲۳ برس کی مُدّت میں ایک مُتحدہ قومیّت، ایک مُتحدہ سلطنت، ایک مُتحدہ اخلاقی نظام ایک کامل قانُون، ایک مکمل شریعت، ایک ابدی مذہب، اور علمی جماعت، خدا پرستی، ایثار، تقوے، ایمانداری، اخلاق اور سچائی کا ایک مجسّم عہد یعنی ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا ہو گیا۔

اللہ کے محبوبؐ اللہ کے حضور

عالمِ آخرت کی تیاری

جزیرۃ العرب سے کفر و شرک کے استیصال، اسلام کی اشاعت، شریعت و مکارم اخلاق کی تعلیم، حجۃ الوداع میں تکمیلِ دین کے آخری فرائض سے سُبکدوشی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی تصدیق کے بعد حضور سرورِ دوعالمؐ مدینہ منوّرہ میں فسبح بحمد ربّکؐ واستغفرہ کی تعمیل میں مصروف ہو چکے تھے بارگاہِ ایزدی کی حاضری کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ صبح و شام معبودِ حقیقی کے ذکر و یاد کی طلب تھی اور بس۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ دس روز کا اعتکاف فرماتے تھے۔ ۱۰ھ میں ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا۔ ایک دن حضرت فاطمہ بتولؓ تشریف لائیں تو اُن سے فرمایا۔ پیاری بیٹی! اب اپنی رحلت مجھے قریب معلوم ہوتی ہے۔ انہیں ایّام میں شہدائے اُحُد کی تکلیف، بے بسی کی شہادت اور مردانہ وار قربانیوں کا خیال آگیا تو گنجِ شہیداں میں تشریف لے گئے اور بڑے درد و گداز سے ان کے لیے دُعائیں کیں: نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں اس طرح الوداع کہی کہ جس طرح ایک بزرگ شفیق اپنے کم سن بچوں سے پیار کرتا ہے اور پھر اُنہیں الوداع کہتا ہے۔

بَدر اور اُحُد کے شُہداء

بدر اور اُحُد کے شہیدوں کے حالات پڑھو۔ ایمان لانے کے بعد جو کچھ بھی اُن

کے حصہ میں آیا وہ بجز رات دن کی کاہشوں اور مصیبتوں کے اور کیا تھا؟ اور پھر قبل اس کے کہ اسلام کے فتح واقبال کی کامرانیوں میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے، دشمنوں کی تیغ و سنان سے چور میدانِ جنگ میں دم توڑ رہے تھے، لیکن پھر بھی غور کرو کہ اُن کے دل کی شادمانیوں کا کیا حال تھا؟ اس اطمینان و سکون کے ساتھ عیش و نشاط کے بستروں پر کسی نے جان نہ دی ہوگی، جس طرح انہوں نے میدانِ جنگ کی ریتلی زمین پر لوٹ لوٹ کر دی۔ جنگ اُحد میں سعدؓ بن ربیع کو لوگوں نے دیکھا، زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو کر دو۔ کہا اللہ کے رسولؐ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور قوم سے کہنا ان کی راہ میں جانیں نثار کرتے رہیں۔ عمارہؓ بن زیاد زخموں سے چور جان کنی کی حالت میں تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سرہانے پہنچ گئے۔ فرمایا کوئی آرزو ہو تو کہہ دو۔ عمارہؓ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر اور زیادہ قریب کر دیا اور اپنا سر آپؐ کے قدموں پر رکھ دیا کہ اگر کوئی آرزو ہو سکتی ہے تو صرف یہی ہے:

منم وہمیں تمنا کہ بہ وقت جاں سپردن
بہ رُخ تو دیدہ باشم، تو درون دیدہ باشی

یعنی ایک ہی حسرت دل میں باقی ہے کہ جب موت کا وقت آئے تو میری آنکھیں محبوب کا دیدار کر رہی ہوں اور محبوب میری آنکھوں میں دیکھ رہا ہو۔

یہاں سے واپس آئے تو منبر نبویؐ پر جلوہ طراز ہوئے اور اربابِ صدق و صفا سے نہایت دردمندانہ لہجہ میں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:۔

"دوستو! اب مَیں تم سے آگے منزلِ آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں، تاکہ بارگاہِ ایزدی میں تمہاری شہادت دُوں۔ واللہ مجھے یہاں سے وہ اپنا حوض نظر آ رہا ہے جس کی وسعت ایلہ سے جحفہ تک ہے مُجھے تمام دُنیا کے خزانوں کی کُنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اب مجھے یہ خوف نہیں کہ ——— تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مَیں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دُنیا میں مُبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے لیے آپس میں کشت و خُون نہ کرو۔ اس وقت تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہُوئیں۔"

کُچھ دیر کے بعد قلبِ صافی میں زید بن حارثؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ اُنہیں حدودِ شام کے عربوں نے شہید کر دیا تھا۔ فرمایا:-

"اسامہ بن زیدؓ فوج لے کر جائیں اور اپنے والد کا انتقام لیں۔"

ان ایّام میں خیالِ مبارک زیادہ تر گُزرے ہوئے نیاز مندوں ہی کی طرف مائلِ مُحبّت رہتا تھا۔ ایک رات آسُودگانِ بقیع کا خیال آگیا۔ یہ عام مُسلمانوں کا قبرستان تھا۔ جوشِ محبّت سے آدھی رات کو اُٹھ کر وہاں تشریف لے گئے اور عام اُمتیوں کے لیے بڑے سوز سے دُعا فرماتے رہے۔ پھر یہاں کے روحانی دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

انا بکم سلاحقون — مَیں اب جلد تمہارے ساتھ شامل ہو رہا ہوں۔

ایک دن مسجد نبویؐ میں پھر مُسلمانوں کو یاد فرمایا اور اجتماع ہو گیا تو ارشاد فرمایا:-

"مسلمانو! مرحبا اللہ تعالےٰ تم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، تمہاری دل شکستگی دُور فرمائے، تمہاری اعانت و دستگیری فرمائے، اور تمہیں رِزق اور برکت مرحمت فرمائے، تمہیں عزت و رفعت سے سرفراز فرمائے۔ تمہیں دولتِ امن و عافیت سے شاد کام فرمائے۔ میں اس وقت تمہیں صرف خوفِ خدا و اتقاء کی وصیّت کرتا ہوں۔ اب اللہ تعالےٰ ہی تمہارا وارث اور خلیفہ ہے اور میری تم سے اپیل اسی کے خوف کے لیے ہے۔ اس لیے کہ میرا منصب نذیر مبین ہے۔ دیکھنا اللہ تعالےٰ کی بستیوں اور بندوں میں تکبّر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ یہ حکم ربّانی ہر وقت تمہارے ملحوظِ خاطر رہنا چاہیئے۔"

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝	یہ آخرت کا گھر ہے، ہم یہ ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں غرور اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔ آخرت کی کامیابی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

پھر فرمایا:۔

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ	کیا تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں ہے۔

آخری الفاظ یہ ارشاد فرمائے:۔

"سلام تم سب پر اور ان سب لوگوں پر جو واسطہ اسلام سے میری بیعت میں داخل ہوں گے۔"

علالت کی ابتداء

۲۹ر صفر بروز دوشنبہ ایک جنازے سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں سر کے درد سے علالت کا آغاز ہو گیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے تھے کہ سرکارِ دوجہاںؐ کے سرِ مبارک پہ رومال بندھا تھا۔ میں نے ہاتھ لگایا یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو برداشت نہ ہوتی تھی۔ دوشنبہ تک اشتدادِ مرض نے مرضِ اقدس پہ زیادہ قابو پالیا۔ اس واسطے ازواجِ مطہرات نے اجازت دے دی کہ اب حضورؐ کا مستقل قیام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ہاں کر دیا جائے۔ اس وقت مزاجِ اقدسؐ پر ضعف اس قدر طاری تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرۂ عائشہؓ تک تشریف نہیں لے جا سکے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عباسؓ نے رسولِ کردگار کے دونوں بازو تھامے اور بڑی مشکل سے حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لائے۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبیٔ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی بیمار ہوتے تھے۔ یہ دعا اپنے ہاتھوں پر دم کر کے جسمِ مبارک پر ہاتھ پھیر لیتے تھے :۔

اذھب الباس رب الناس	اے مالکِ انسانیت ! خطرات دور فرما دے۔
واشف انت الشافی لا	اے شفا دینے والے تو شفاء عطا فرما دے۔
شفاءَ الاّ شفاءُک شفاءً لا	شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے۔ وہ صحت
یغادر سقما ۝	عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔

اس مرتبہ میں نے یہ دعا پڑھی اور نبیٔ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے یہ چاہا کہ جسمِ اطہر پر مبارک ہاتھ پھیر دوں مگر حضورؐ نے ہاتھ پیچھے

ہٹا لئے اور ارشاد فرمایا :

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَالْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔ اے اللہ ! معافی اور اپنی رفاقت عطا فرمادے ۔

وفات سے پانچ روز پہلے

وفاتِ اقدس سے پانچ روز پہلے (چہار شنبہ) پتھر کے ایک ٹب میں بیٹھ گئے اور سرِ مبارک پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں۔ اس سے مزاجِ اقدس میں خنکی اور تسکین سی پیدا ہو گئی۔ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا :۔

"مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گزر چکی ہے جس نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ تم ایسا نہ کرنا" پھر فرمایا :۔

" ان یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا"

پھر فرمایا :۔

" میری قبر کو وہ قبر نہ بنا دینا کہ اُس کی پرستش شروع ہو جائے "

پھر فرمایا :۔

"مسلمانو! وہ قوم اللہ کے غضب میں آجاتی ہے جو قبورِ انبیاء کو مساجد بنادے "

پھر فرمایا :۔

دیکھو! میں تم کو اس سے منع کر تا رہا ہوں۔ دیکھو! اب پھر یہی وصیت کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا "

پھر یہ ارشاد فرمایا :-

" خُدا تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دُنیا و مافیہا کو قبول کرے یا آخرت کو، مگر اُس نے صرف آخرت ہی کو قبول کر لیا ہے "۔

صادقؐ کی پاک زبان مُبارک سے یہ الفاظ سُن کر رمز شناس نبوّت حضرت صدیق اکبرؓ آنسو بھر لائے اور رونے لگے اور کہا " یا رسولؐ اللہ ! ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں اور ہمارے زر و مال آپؐ پر قُربان ہو جائیں "۔ لوگوں نے ان کو تعجّب سے دیکھا کہ حضورِ انورؐ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں، پھر اس میں رونے کی کون سی بات ہے ؟ مگر یہ بات اُنہوں نے سمجھی جو رو رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس بے کلی نے خیالِ اشرف کو دوسری طرف مبذول کر دیا۔ ارشاد فرمایا :-

" مَیں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت کا مشکور ہُوں، وہ ابو بکرؓ ہیں - اگر مَیں اپنی اُمّت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لیے مُنتخب کر سکتا تو وہ ابو بکرؓ ہوتے، لیکن اب رشتۂ اسلام میری دوستی کی بنا ہے اور وہی کافی ہے۔ مسجد کے رُخ پر کوئی دریچہ ابو بکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے "۔

انصارِ مدینہ حضورؐ کے زمانۂ علالت میں برابر رو رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عباسؓ وہاں سے گزرے تو اُنہوں نے انصار کو روتے دیکھا، دریافت کرنے پر اُنہوں نے بتایا: " آج ہمیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی صحبتیں یاد آ رہی ہیں "

انصار کی اس دردمندی اور بے دلی کی اطلاع سمع مبارک تک پہنچ چکی تھی۔

ارشاد فرمایا :-

" اے لوگو! مَیں اپنے انصار کے بارے میں تم کو وصیّت کرتا ہوں، عام مُسلمان روز بروز بڑھتے جائیں گے، مگر میرے انصار کھانے میں نمک کے طرح رہ جائیں گے۔ یہ لوگ میرے جسم کا پیرہن اور میرے سفرِ زندگی کا توشہ ہیں۔ اُنھوں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے، مگر اُن کے حقوق باقی ہیں۔ جو شخص اُمّت کے نفع اور نقصان کا متوّلی ہو اُس کا فرض ہے کہ وہ انصارِ نکوکار کی قدر افزائی کرے اور جن انصار سے لغزش ہو جائے اُن کے متعلق درگزر سے کام لے۔

حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ شام پر حملہ آور ہوں اور اپنے شہید باپ کا انتقام لیں۔ اس پر منافقین کہنے لگے کہ ایک معمولی نوجوان کو اکابرِ اسلام پر سپہ سالار مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس سِلسلے میں پیغمبرِ مساواتؐ نے ارشاد فرمایا :-

" آج اسامہؓ کی سرداری پر تُم کو اعتراض ہے اور کل اُس کے باپ زیدؓ کی سرداری پر تُم کو اعتراض تھا۔ خُدا کی قسم! وہ بھی اس منصب کے مستحق تھے اور یہ بھی۔ وہ بھی مجھے سب سے زیادہ محبُوب تھے اور اس کے بعد یہ بھی سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"

پھر فرمایا :-

"حلال وحرام کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور اسی کو حرام قرار دیا ہے جسے خُدا نے حرام کیا ہے۔"

اب آپ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے کہ کہیں رشتۂ نبوت کا غرور انہیں عمل وسعی سے بیگانہ نہ بنا دے۔ ارشاد فرمایا :-

"اے رسول کی بیٹی فاطمہؓ! اور اے پیغمبرِ خُدا کی پھوپھی صفیہؓ! خُدا کے ہاں کے لیے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خُدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔"

یہ خطبۂ درد، حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کا آخری خُطبہ تھا جس میں حضورؐ نے حاضرینِ مسجد کو خطاب فرمایا۔ اختتامِ کلام کے بعد حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لے آئے۔ شدّتِ مرض کی حالت یہ تھی کہ عالمِ بے تابی میں کبھی ایک پاؤں پھیلاتے تھے اور کبھی دُوسرا سمیٹتے تھے، کبھی گھبرا کر چہرۂ انوار پر چادر ڈال لیتے تھے اور کبھی اُلٹا دیتے تھے۔ ایسی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سُنے :-

"یہود و نصاریٰ پر خُدا کی لعنت ہو کہ اُنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے۔"

تین وصیتیں فرمائیں :-

۱۔ کوئی مُشرک عرب میں نہ رہے۔

۲۔ سفیروں اور وفود کی بدستور عزت و مہمانی کی جائے۔

۳۔ قرآنِ پاک کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہیں رہا۔

سرکارِ پاکؐ علالت کی تکلیف اور بے چینی کے باوجود گیارہ روز تک برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ جمعرات کے روز مغرب کی نماز بھی خود پڑھائی۔ اور اس میں سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی۔ عشاء کے وقت آنکھ کھولی اور یہ دریافت فرمایا:۔ "نماز ہو چکی؟" مسلمانوں نے عرض کیا:۔ "مسلمان حضورؐ کے منتظر بیٹھے ہیں"۔ لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا اور ہمت کر کے اُٹھے مگر غش آگیا۔ تھوڑی دیر میں پھر آنکھ کھولی اور فرمایا:۔ "کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا:۔ "یا رسولؐ اللہ! مسلمان آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ اس مرتبہ پھر اُٹھنا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر آنکھ کھولی اور وہی سوال دُہرایا:۔ "کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا۔ "یا رسولؐ اللہ! سب لوگوں کو حضورؐ ہی کا انتظار ہے"۔ تیسری مرتبہ جسمِ مبارک پر پانی ڈالا اور جب اُٹھنا چاہا تو غشی آگئی۔ افاقہ ہونے پر ارشاد فرمایا:۔ "ابوبکرؓ نماز پڑھادیں"۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا:۔ "ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب وہ آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے"۔ ارشاد فرمایا "وہی نماز پڑھائیں گے"۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منبر چند روز پہلے خالی ہو چکا تھا اور آج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ بھی خالی ہو گیا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے تو عالمِ یاس نے مسجد نبویؐ پر پردے تان دیئے اور مسلمانوں کے دل بے اختیار رو دیئے

اور خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدم بھی لڑکھڑا گئے۔ چونکہ رسول اللہ کے ارشاد کے ساتھ توفیق الٰہی بھی شامل تھی اس واسطے یہ کٹھن گھاٹی بھی گزر گئی۔ حضرت صدیقؓ نے حیاتِ نبویؐ میں اسی طرح سترہ نمازیں پڑھائیں۔

وفات کے دو روز پہلے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضورؐ کی طبیعت نے مسجد کی طرف رجوع کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لیے ہوئے جماعت میں تشریف لے آئے۔ نمازی نہایت بے قراری کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف متوجہ ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی مصلّے سے پیچھے ہٹے۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے ارشاد فرمایا: ”پیچھے مت ہٹو۔“ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ گئے اور نماز ادا کرنے لگے۔ حضورؐ کی اقتدار صدیق اکبرؓ کرتے تھے اور صدیقؓ کی اقتدار مسلمان کرتے تھے۔ یہ پاک نماز اسی طرح مکمل ہو گئی تو حضورِ پاکؐ حجرۂ عائشہ میں تشریف لے گئے۔

وفات کے ایک روز پہلے

مخدومِ انسانیتؐ، جو قیدِ دُنیا سے آزاد ہو رہے تھے صُبح بیدار ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ یہ تعداد میں ۴۰ تھے۔ پھر اثاث البیت کی طرف توجّہ فرمائی۔ اس وقت کاشانۂ نبویؐ کی ساری دولت صرف سات دینار تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”انہیں غریبوں میں تقسیم کر دو، مجھے شرم آتی ہے رسولؐ اپنے اللہ سے ملے اور اس کے

گھر میں دولتِ دُنیا پڑی ہو"۔ اس ارشاد پر گھر کا گھر صاف کر دیا گیا۔ آخری رات کاشانۂ نبی میں چراغ جلانے کے لیے تیل تک موجود نہیں تھا یہ ایک پڑوسی عورت سے اُدھار لیا گیا۔ گھر میں کچھ ہتھیار باقی تھے اُنہیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیا گیا۔ زرہ نبویؐ ۳۰ صاع جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ چونکہ ضعف لمحہ بہ لمحہ ترقی پذیر تھا اس واسطے بعض دردمندوں نے دوا پیش کی مگر انکار فرمایا۔ اسی وقت غشی کا دورہ آگیا اور تیمارداروں نے مُنہ کھول کر دوا پلادی۔ افاقہ کے بعد جب اس کا احساس ہُوا تو فرمایا:۔ اب یہی دوا اُن پلانے والوں کو بھی پلائی جائے یہ اس لیے کہ جس وجود باجود کی صحت کے لیے ایک دل گرفتہ دُنیا دعائیں کر رہی تھی وہ اپنے اللہ تعالےٰ کی دعوت کو اس طرح سے قبول کر چکا تھا کہ اب اس میں نہ دُعا کی گنجائش ہی باقی تھی اور نہ ہی دوا کی۔

یومِ وفات

۹ ربیع الاوّل (دوشنبہ) کو مزاج اقدسؐ میں قدرے سکون تھا۔ نمازِ صبح ادا کی جا رہی تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد اور حجُرے کا درمیانی پردہ سرکا دیا۔ اب چشمِ اقدسؐ کے رُوبرو نمازیوں کی صفیں مصروفِ رکوعٔ و سجُود تھیں۔ سرکارِ عالمؐ نے اس پاک نظارے کو جو حضورؐ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا بڑے اشتیاق سے ملاحظہ فرمایا۔ اور جوشِ مُسرت سے ہنس پڑے۔ لوگوں کو خیال ہُوا کہ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ نمازی بے اختیار سے ہو گئے۔ نمازیں ٹوٹنے لگیں اور حضرت صدیق اکبرؓ نے جو امامت کرا رہے تھے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر حضورؐ نے اشارۂ مبارک سے سب کو تسکین دی اور

چہرۂ انور کی ایک جھلک دکھا کر پھر حجرے کا پردہ ڈال دیا۔ اجتماعِ اسلام کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ جلوۂ زیارت آخری تھا اور شاید یہ انتظام بھی خود قدرت کی طرف سے ہوا کہ رفیقانِ صلوٰۃ جمالِ جہاں آرا کی آخری جھلک دیکھتے جائیں۔ آخر وہ وقت بھی آپہنچا جس کے تصوّر کے لیے نہ صرف مسلمان بلکہ دنیائے انسانیت بھی تیار نہ تھی۔

۹ ربیع الاوّل کو حالت صبح ہی سے نہایت عجیب تھی۔ ایک سورج بلند ہو رہا تھا اور دوسرا سورج غروب ہو رہا تھا۔ کاشانۂ نبوی میں پے در پے غشی کے بادل آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے وجودِ اقدسؐ پر چھا گئے۔ ایک بے ہوشی گزر جاتی تھی تو دوسری پھر وارد ہو جاتی تھی۔ انہی تکلیفوں میں پیاری بیٹی کو یاد فرمایا۔ وہ مزاج اقدسؐ کا یہ حال دیکھ کر سنبھل نہ سکیں۔ سینۂ مبارک سے لپٹ گئیں اور رونے لگیں۔ بیٹی کو اس طرح نڈھال دیکھ کر ارشاد فرمایا:۔

"میری بیٹی: رو نہیں، میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہنا۔ اس میں ہر شخص کے لیے سامانِ تسکین موجود ہے۔"

حضرت فاطمہؓ نے پوچھا:۔

"کیا آپؐ کے لیے بھی؟"

فرمایا:۔

"ہاں! اس میں میرے لیے بھی تسکین ہے۔"

جس قدر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا درد و کرب بڑھ رہا تھا حضرت فاطمہ رضؓ کا کلیجہ بھی کٹتا جا رہا تھا۔ حضرت رحمت اللعالمینؐ نے اُن کی اذیت کو محسوس کر کے کچھ کہنا چاہا تو پیاری بیٹی نے سرورِ کائناتؐ کے لبوں سے اپنے کان لگا دیئے۔ آپؐ نے فرمایا :۔ "بیٹی مَیں اِس دُنیا کو چھوڑ رہا ہوں، حضرت فاطمہ رضؓ بے اختیار رو دیں۔ پھر فرمایا :۔ "فاطمہؓ! میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھے ملوگی"۔ فاطمہؓ بے اختیار ہنس دیں کہ یہ جُدائی قلیل ہے۔

پیغمبرِ انسانیت کی حالت نازک ترین ہوتی جا رہی تھی۔ یہ حال دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہنا شروع کیا :۔ واکرب اباہ! ہائے میرے باپ کی تکلیف! ہائے میرے باپ کی تکلیف! فرمایا :۔ "فاطمہؓ! آج کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہیں ہوگا۔ حسنؓ اور حسینؓ بہت غمگین ہو رہے تھے۔ اُنہیں پاس بُلایا۔ دونوں کو چُوما پھر اُن کے احترام کی وصیّت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہراتؓ کو طلب فرمایا اور اُنہیں نصیحتیں فرمائیں۔ اسی دوران میں یہ ارشاد فرماتے تھے :۔

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ۝ ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام فرمایا۔

کبھی ارشاد فرماتے :۔

اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۝ اے خداوند! بہترین رفیق۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ اُنہوں نے سر مُبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا۔ انہیں بھی نصیحت فرمائی۔ پھر ایک دم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ

ہوئے اور فرمایا :-

اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔ نماز، نماز، لونڈی غلام اور پس ماندگان ۔

اب نزع کا وقت آپہنچا تھا۔ حضرت رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلّم، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پانی کا پیالہ پاس رکھا تھا، اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرۂ انور پر پھرا لیتے تھے۔ روئے اقدس کبھی سُرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبانِ مبارک آہستہ آہستہ ہل رہی تھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ ہ خُدا کے سِوا کوئی معبُود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک تازہ مِسواک کے ساتھ آئے تو حضورِ پاک صلے اللہ علیہ وسلّم نے مسواک پر نظر جما دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئیں کہ آپ مسواک فرمائیں گے۔ اُم المومنینؓ نے دانتوں میں نرم کر کے مسواک پیش کی اور آپؐ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ دہانِ مبارک پہلے ہی سراپا طہارت تھا اب مِسواک کے بعد اور بھی مجلاّ ہو گیا۔ پھر یک لخت ہاتھ اُونچا کیا کہ گویا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور پھر زبانِ اقدس سے نکلا :- بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی اور کوئی نہیں صرف اسی کی رفاقت منظور ہے۔

بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی ۔ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی ۔ تیسری آواز پر ہاتھ لٹک آئے۔ پُتلی اُوپر کو اُٹھ گئی اور روح شریفؐ عالمِ قدس کو

ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

یہ ربیع الاوّل ۱۱ھ دوشنبہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ عمرِ مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال اور چار دن ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

صحابۂ کرامؓ میں اضطرابِ عظیم

خبرِ وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے، قدم لڑکھڑا گئے، چہرے بجھ گئے۔ آنکھیں خون بہانے لگیں۔ ارض وسماء سے خوف آنے لگا۔ سورج تاریک ہوگیا۔ آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ کئی صحابہ حیران وسرگردان ہوکر آبادیوں سے نکل گئے۔ کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا۔ جو کھڑا تھا اُس کو بیٹھ جانے کا یارا نہ ہوا۔ مسجد نبویؐ قیامت سے پہلے قیامت کا نمونہ پیش کررہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور چُپ چاپ حُجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ میں داخل ہوگئے۔ یہاں حضرت رحمۃ اللعالمین کی میّت پاک پڑی تھی۔ حضرت صدیقؓ نے چہرۂ اقدس سے کپڑا اُٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر چادر ڈھک دی اور رو کر کہا:۔

”حضورؐ پر میرے ماں باپ قربان! آپؐ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی، پاک ہے۔ واللہ! اب آپؐ پر دو موتیں وارد نہیں ہونگی۔ اللہ نے جو موت لکھ رکھی تھی آج آپؐ نے اُس کا ذائقہ چکھ لیا اور اب اس کے بعد موت ابد تک آپؐ کا دامن نہ چھو سکے گی۔“

جب صدیق اکبرؓ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ غایت بے بسی سے نڈھال کھڑے تھے اور بڑے درد و جوش سے یہ اعلان کر رہے تھے۔ "منافقین کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں۔ واللہ! آپؐ نے وفات نہیں پائی۔ آپؐ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حضرت موسےٰؑ کی طرح طلب کئے گئے ہیں جو ۴۰ روز غائب رہ کر واپس آ گئے تھے۔ اس وقت حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی کہا جاتا تھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ خُدا کی قسم! حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی انہیں کی طرح دُنیا میں واپس تشریف لائیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو آپؐ پر وفات کا الزام لگاتے ہیں۔"

حضرت صدیق اکبرؓ نے عمر فاروقؓ کا کلام سُنا تو فرمایا:۔ عمرؓ! سنبھلو! اور خاموش ہو جاؤ۔ جب عمر فاروقؓ اپنی وارفتگی میں بہے چلے گئے تو حضرت صدیقؓ نہایت دانش مندی کے ساتھ ان سے الگ ہٹ گئے اور خود گفتگو شروع کر دی۔ جب حاضرینِ مسجد بھی حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے تو آپ نے پہلے حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:۔

"اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمدؐ کو پُوجتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص خُدا کا پرستار ہے وہ جان لے کہ خُدا تعالےٰ زندہ ہے اور وہ کبھی مرے گا نہیں اور یہ حقیقت خُود قرآنِ پاک نے واضح کر دی ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ - "نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول۔ اُن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم دین سے برگشتہ ہو جاؤ گے۔ جو شخص برگشتہ ہو جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اللہ تعالے عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔"

اس آیت پاک کو سُن کر تمام مسلمان چونک پڑے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ "خدا کی قسم! ہم لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت اس سے پہلے نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔"

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ :- "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ سے یہ آیت سُن کر میرے پاؤں ٹوٹ گئے اور کھڑے رہنے کی قوت باقی نہیں رہی میں زمین پر گر گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں۔"

حضرت فاطمہؓ غم سے نڈھال تھیں اور فرما رہی تھیں :-

"پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوسِ بریں میں نزول فرمایا۔"

"آہ! وہ کون ہے جو جبریلِ امینؑ کو اس حادثۂ غم کی اطلاع کر دے۔"

"الٰہی! فاطمہ کی رُوح کو محمد مصطفٰےؐ کی رُوح کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی! مجھے دیدارِ رسول کی مسرت عطا فرما دے۔"

"الٰہی! مجھے اس معیت کے ثواب سے بہرہ ور کردے۔ الٰہی! مجھے رسولِ امینؐ کی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دل و جان پر غم کی گھٹائیں چھاگئی تھیں اور زبان اخلاق نبویؐ کی ترجمانی کر رہی تھی:۔

"حیف وہ نبیؐ جس نے تموّل پر فقیری کو چن لیا۔ جس نے تونگری کو ٹھکرا دیا اور مسکینی قبول کرلی۔"

"آہ! وہ دین پرور رسولؐ، جو اُمّتِ عاصی کے غم میں ایک پوری رات بھی آرام سے نہ سویا۔"

"آہ! وہ صاحبِ خلقِ عظیمؐ، جو ہمیشہ آٹھوں پہر نفس سے جنگ آزما رہا۔"

"آہ! وہ اللہ تعالٰے کا پیغمبرِ عظیمؐ، جس نے ممنوعات کو کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔"

"آہ! وہ رحمت اللعالمینؐ جس کا بابِ فیض فقیروں اور حاجتمندوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ جس کا رحیم دل اور پاک ضمیر کبھی دشمنوں کی ایذارسانی سے غبار آلود نہ ہُوا۔"

"جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے اور اُس نے پھر بھی صبر کیا۔"

"جس کی پیشانئ انور کو زخمی کیا گیا اور اُس نے پھر بھی دامنِ عفو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔"

آہ! کہ آج اسی وجودِ سرمدی سے ہماری دُنیا خالی ہے۔"

تجہیز و تکفین

سہ شنبہ سے تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا۔ فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ پردہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ انصار نے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی کہ ہم رسول اللہؐ کی آخری خدمت گزاری میں اپنا حصہ طلب کرنے آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اوس بن خولی انصاریؓ کو اندر بلایا وہ پانی کا گھڑا بھر کر لائے تھے۔ حضرت علیؓ نے جسم مبارک سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباسؓ اور اُن کے صاحب زادے جسمِ مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اُوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے :-

" میرے مادر و پدر قربان ! آپؐ کی وفات سے وہ دولت گم ہوئی ہے جو کسی دُوسری موت سے گم نہیں ہوئی "۔

" آج نبوّت، اخبارِ غیب اور نزولِ وحی کا سلسلہ کٹ گیا ہے "۔

" آپؐ کی وفات تمام انسانوں کے لیے یکساں مصیبت ہے "۔

" اگر آپؐ صبر کا حکم نہ دیتے اور گریہ وزاری سے منع نہ فرماتے تو ہم دل کھول کر آنسو بہاتے، لیکن پھر بھی یہ دُکھ لاعلاج ہوتا اور یہ لازوال رہتا "۔

" ہمارا دردِ بے درماں ہے، ہماری مصیبت بے دوا ہے "۔

" اے حضورؐ ! میرے والدین آپؐ پر قربان جب آپؐ بارگاہِ الٰہی میں پہنچیں تو ہمارا ذکر فرمائیں اور ہم لوگوں کو فراموش نہ کر دیں "۔

تین سُوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ چونکہ وصیّتِ پاک یہ تھی کہ آپؐ کی قبر ایسی جگہ نہ بنائی جائے کہ اہلِ عقیدت اُسے سجدہ گاہ بنا لیں۔ اس لیے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق حجرۂ حضرت عائشہؓ میں قبر کھودی گئی جہاں آپؐ نے انتقال فرمایا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے لحدی قبر کھودی، چونکہ زمین میں نمی تھی اس واسطے وہ بستر جس میں وفات پائی تھی قبر میں بچھا دیا گیا۔ جب تیاری مکمل ہو گئی تو اہلِ ایمان نماز کے لیے ٹوٹ پڑے۔ چونکہ جنازہ حجرہ کے اندر تھا۔ اس واسطے باری باری جماعتیں اندر جاتی تھیں۔ اور نمازِ جنازہ ادا کرتی تھیں۔ اس نماز میں امام کوئی نہیں تھا۔ پہلے کنبہ والوں نے جنازہ پڑھا، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، مردوں نے الگ جنازہ پڑھا، عورتوں نے الگ اور بچوں نے الگ۔ یہ سلسلہ رات اور دن برابر جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک چہار شنبہ کی شب کو یعنی رحلتِ پاک سے ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ جسمِ مبارک کو حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے قبر میں اُتارا اور آخر اس علم کے چاند، دین کے سورج اور اتقاء کے گلزار کو اہلِ دُنیا کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o

متروکات حضور پاکؐ اپنی زندگی ہی میں اپنے پاس کیا رکھتے تھے۔ جو مرنے کے بعد چھوڑ جاتے، پہلے ہی اعلان فرما چکے تھے:۔

لانورث ماترکنا صدقة ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

عمرو بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا۔ نہ

درہم، نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کچھ اور۔ صرف اپنا سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین تھی جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔

آثارِ متبرکہ چند یادگاریں صحابہؓ کے پاس باقی رہیں۔ حضرت طلحہؓ کے پاس موئے مبارک تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس موئے مبارک کے علاوہ نعلین مبارک اور ایک لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ تھا۔ ذوالفقار حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ حضرت عائشہؓ کے پاس وہ کپڑے تھے جن میں آپ نے انتقال فرمایا۔ مہرِ منور اور عصائے مبارک حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض ہوئے۔ ان کے علاوہ سب سے بڑی نعمت اور دولت جو عرشِ عظیم سے بھی زیادہ بیش قیمت تھی آپؐ اس پوری انسانیت کو عطا فرما گئے۔ یہ نعمتِ عظیمٰ اللہ کی کتاب قرآنِ پاک ہے۔

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ ٥	اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

مسجدِ نبویؐ کا منبر

مسجدِ نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت منبر بھی نہیں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین کو خطبہ دیتے وقت حسبِ ضرورت ایک لکڑی سے جو ستونِ حنانہ کے نام سے مشہور ہے، ٹیک لگالیا کرتے تھے، اور وہ اس جگہ نصب تھی۔ حتیٰ کہ ۸ھ ہجری میں ایک انصاریہ کے غلام میمون نامی نجار نے آپؐ کی اجازت سے لکڑی کا منبر تیار کیا۔

جب منبر شریف مسجد میں رکھا گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی جگہ چھوڑ دی تو وہ لکڑی جس پر کبھی کبھی آپؐ تکیہ فرمایا کرتے تھے آپؐ کے فراقِ صحبت سے یک لخت تڑخ گئی اور سسکیاں لے کر اس طرح رونا شروع کر دیا جس طرح صاحبِ دل انسان اپنے محبوب کے صدمۂ ہجر و مفارقت سے روتا ہے۔ لکڑی کا اس مفارقت کے رنج میں رونا اور اُونٹنی کی طرح چلّانا ایسا مشہور ہے جو متعدّد روایات سے ثابت ہے، اور مستند کتابوں باسانیدِ مختلفہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لکڑی اس قدر بے قرار ہوئی کہ تمام حاضرینِ مجلس اُس کی حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ یہاں تک کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اُترے، اور جسمِ مبارک کو لکڑی سے مَس کرنے کے بعد یوں فرمایا کہ:

"اگر تُو چاہے تو جس حالت پر تھی، اسی حالت پر تجھ کو چھوڑ دوں، اور اگر تیری خواہش ہو تو تجھ کو بہشت میں بٹھاؤں کہ

وہاں کی نہروں اور چشموں سے سیراب وشاداب ہو۔"

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا مس کرنا، اور ان کلمات کا فرمانا تھا کہ بے جان لکڑی کا گریہ ونالہ بند ہوگیا، اور آخر کار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ اس نے دار الخلد کو اختیار کیا، منبر کی جانب مراجعت فرمائی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس قصہ کو سن کر رویا کرتے اور یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ لکڑی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں روئے اور مسلمان انسان کی آنکھ آپ کے ہجر میں آنکھ بھی نہ پسیجے۔

مسلمانوں کے ازلی دشمن : سلطان نورالدین عادل بادشاہ

متقی اور صاحبِ اوراد و وظائف تھے، رات کا بہت سا حصہ تہجد اور وظائف میں خرچ ہوتا تھا، ۵۵۷ھ میں ایک شب تہجد کے بعد سوئے، تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو کیری آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ فرما کر سلطان سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو، سلطان کی گھبراہٹ سے آنکھ کھلی، فوراً اُٹھ کر وضو کیا اور نوافل پڑھکر دوبارہ لیٹے تو معًا آنکھ لگی، اور یہی خواب بعینہٖ دوبارہ نظر آیا، پھر جاگے اور وضو کر کے نوافل پڑھے۔ پھر لیٹے اور معًا آنکھ لگنے پر تیسری مرتبہ پھر یہی خواب نظر آیا تو اُٹھ کر کہنے لگے کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں، فوراً رات ہی کو اپنے وزیر کو جو صالح نیک آدمی تھے،۔ جمال الدین نام بتایا جاتا ہے اور اس نام میں اختلاف بھی ہے، بلایا اور سارا قصہ سُنایا، وزیر نے کہا کہ اب دیر کی کیا گنجائش ہے۔ فوراً مدینہ طیبہ چلیئے۔ اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی اور ۲۰ نفر مخصوص خدّام کو ساتھ لے کر تیز رَو اُونٹنیوں پر بہت سا سامان اور مال و متاع لدوا کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے اور دن رات چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد شریف میں حاضر ہوئے اور روضۂ جنّت میں دو رکعت نفل پڑھی اور نہایت متفکر بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا کریں۔ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں اور اہلِ مدینہ پر بخشش و اموال بھی تقسیم ہوں گے اور بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا، جس میں سارے اہلِ مدینہ کو مدعو کیا۔ بادشاہ

عطا کے وقت بہت گہری نگاہ سے لوگوں کو دیکھتے سب اہلِ مدینہ یکے بعد دیگرے آکر عطائیں لے کر چلے گئے، مگر وہ جو دو شخص خواب میں دیکھے تھے نظر نہ آئے، بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی اور باقی رہا ہو تو اس کو بھی بلالیا جائے معلوم ہوا کہ کوئی باقی نہیں رہا، بہت غور و خوض اور بار بار کہنے پر لوگوں نے کہا کہ دو نیک مرد متقی پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں، وہ کسی کی کوئی چیز نہیں لیتے، خود بہت کچھ صدقات خیرات اہلِ مدینہ پر کرتے رہتے ہیں۔ سب سے یکسو رہتے ہیں، گوشہ نشین آدمی ہیں۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگے! مغرب کے رہنے والے ہیں، حج کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ حج سے فراغت پر زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہوئی، تو یہاں قیام کرلیا، بادشاہ نے کہا: صحیح صحیح بتادو، انھوں نے جو پہلے کہا تھا، اسی پر اصرار کیا، بادشاہ نے ان کی قیام گاہ پوچھی، معلوم ہوا کہ روضۂ اقدس کے قریب ہی ایک رباط میں قیام ہے۔ بادشاہ نے ان کو تو وہیں روکے رکھنے کا حکم دیا اور خود ان کی قیام گاہ پر گیا، وہاں جاکر بہت تجسس کیا، وہاں مال و متاع تو بہت سا ملا اور کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی ملیں، لیکن کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی، بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا، اہلِ مدینہ بہت کثرت سے سفارش کے لیے حاضر ہو رہے تھے کہ نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ ہر نماز روضہ شریفہ میں پڑھتے ہیں، روزانہ بقیع کی زیارت کرتے ہیں، ہر شنبہ کو قبا جاتے ہیں کسی سائل کو رد نہیں کرتے۔ اس قحط کے سال میں اہلِ مدینہ کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور غمگساری انھوں نے کی ہے، بادشاہ حالات سن کر تعجب کرتے تھے اور اِدھر اُدھر متفکر پھر رہے

تھے، دفعۃً خیال آیا کہ ان کے مصلّے کو جو ایک بوریئے پر بچھا ہوا تھا۔ اٹھایا، اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا، اس کو اُٹھایا تو اُس کے نیچے سے ایک سُرنگ نکلی، جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دُور تک چلی گئی تھی، حتیٰ کہ قبر اطہر کے قریب تک پہنچ گئی تھی، یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے، بادشاہ نے ان کو غصے میں کانپتے ہوئے پٹنا شروع کیا کہ صحیح واقعہ بتاؤ، انھوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں، عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال ان کو دیا ہے اور بہت یادہ دینے کا وعدہ کیا ہے، وہ حاجیوں کی صورت بنا کر آئے ہیں، تاکہ قبر اطہر سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جسد اطہر کو لیجائیں، وہ دونوں رات کو اس جگہ کو کھودا کرتے اور جو مٹی نکلتی، اس کو چمڑے کی دو مشکیں ان کے پاس مغربی شکل کی تھیں، انہیں بھر کر رات ہی کو بقیع میں ڈال آیا کرتے تھے، بادشاہ اس بات پر کہ اللہ جل شانہٗ نے اور اس کے پاک رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس خدمت کے لیے منتخب کیا، بہت روئے اور دونوں کو قتل کرایا اور حجرہ شریفہ کے گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی تک پہنچ گئی اور اس میں رانگ یا سیسہ پگھلا کر بھروا دیا کہ جسد اطہر تک کسی کی رسائی نہ ہوسکے۔ (وفاء اول)

اُمّت کے وُفود آقاؐ کے حضور میں

اُس دَور کا تصوّر کرو، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت یہاں حاضر تھی، حضور صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے مشاہدے اور حضورؐ کی بابرکت کلام کے سننے سے مستفید ہوتے تھے.

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمّل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی، اِک شور تھا، غُل تھا
جب آئے دن خزاں کے، کچھ نہ تھا جُز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ، یہاں گل تھا

آؤ مدینے چلیں

سید اُبوالحسن ندوی فرماتے ہیں مورخین اور مصنفین کو خدا معاف کرے، مقدس سے مقدس مقامات اور افضل سے افضل اوقات میں بھی یہ تاریخی ذوق اور طرزِ فکر اُن کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وُہ چند لمحات کے لیے بھی اُس سے آزاد نہیں ہو پاتے وہ جہاں بھی ہوتے ہیں، اپنے علم ومطالعے کی فضا میں سانس لیتے ہیں اور حال کا رشتہ ہمیشہ ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں. مناظر کو دیکھ کر اُنکا ذہن بہت جلد اس تاریخی منزل کی تلاش میں نکل جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اِن مناظر کا وجود اور نمُود ہے.

مَیں کل مسجد نبوی میں روضۂ جنّت میں بیٹھا ہوًا تھا. میرے چاروں طرف نمازیوں اور عبادت گزاروں کا کثیر مجمع تھا، اُن میں کچھ لوگ سجدے

میں تھے اور کچھ رکوع میں، تلاوتِ قرآن کی آوازیں فضا میں اسی طرح گونج رہی تھیں، جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں بھنبھنا رہی ہوں، اس وقت کا سماں کچھ ایسا تھا کہ مجھے تاریخ اور تاریخی شخصیات کو تھوڑی دیر کے لیے فراموش کر دینا چاہیئے تھا، لیکن تاریخ کی قدیم یادیں بادلوں کی طرح میرے دل و دماغ پر چھا گئیں اور میرا اُن پر کوئی زور نہ چل سکا۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اِس اُمّت کے بعض نامور رہنماؤں اور شخصیّتوں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے اور وہ وفود کی شکل میں یکے بعد دیگرے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو رہے ہیں اور اسی عظیم مسجد میں فریضۂ نماز ادا کرنے کے بعد اسی عظیم نبیؐ کو ہدیۂ سلام اور خراجِ عقیدت و محبت پیش کر رہے ہیں اور اس کے احسان کا اعتراف کر رہے ہیں اور باوجود اِس کے کہ وہ مختلف زمانوں، مکانات اور طبقوں سے تعلّق رکھتے ہیں، سب یک زباں ہو کر اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ ہی وہ رسولؐ ہیں، جنھوں نے اللہ کے حکم سے اُن کو ظلمت سے روشنی کی طرف تیرہ بختی سے خُوش بختی کی طرف، مخلوق کی عبادت سے خُدائے واحد کی عبادت کی طرف اور مذاہب کے ظلم و استبداد سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف اور دُنیا کی تنگی سے اُس کی کشادگی کی طرف منتقل کیا، وُہ اعتراف کر رہے ہیں کہ وہ اسلام ہی کی پیداوار ہیں اور اُن کا سارا وجُود اور زندگی نبوّت کی مرہُونِ منت ہے، اگر خدانہ خواستہ اُن سے وُہ سب واپس لے لیا جائے، جو اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو اُس نبیؐ کے ذریعے عطا کیا تھا اور نبوّت کے وُہ

وُہ عطیے اُن سے چھین لیے جائیں، جنھوں نے دُنیا میں اُن کو عزّت و سرفرازی بخشی تھی، تو اُن کی حیثیت ایک بے رُوح اور بے جان ڈھانچے اور چند مبہم اور بے مقصد خطُوط و اشکال سے زیادہ نہ رہ جائے گی اور وُہ تاریخ کے اِس تاریک ترین عہد کی طرف واپس چلے جائیں گے جہاں جنگل کے قانُون اور ظلم و استبداد کا دَور دَورہ تھا اور موجُودہ تہذیب اور تمدّن کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

اچانک میری نگاہ ایک طرف اُٹھ گئی، میں نے دیکھا کہ باب جبریلؑ سے جو مجھ سے زیادہ قریب تھا، ایک جماعت داخل ہو رہی ہے، سکُون اور وقار میں ڈُوبے ہوئے لوگ، اُن کی پیشانی سے علم کا نوُر اور ذہانت کا وفور صاف عیاں تھا، وہ باب الرحمۃ اور بابِ جبریلؑ کے درمیانی حصّے میں پھیل گئے، وُہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ اُن کے شمار کا کوئی سوال نہیں تھا، مَیں نے دربان سے پُوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اُس نے کہا: اِس اُمت کے امام اور رہنما، انسانیت کے محسن اور نوعِ انسانی کے ممتاز اور قابلِ فخر نمُونے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک پُوری پُوری قوم کا امام، پُورے کُتب خانے اور مکتبِ فکر کا بانی اور موسّس، پُوری نسل کا مربّی اور مستقل علوم و فنون کا موجد ہے۔ ان کے لازوال اور لافانی شاہکار اور نمُونے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں، اُن کے علم و اجتہاد اور تحقیق کی روشنی میں کئی کئی نسلوں نے سفرِ زندگی طے کیا ہے اُس نے عجلت کے ساتھ چند ہستیوں کے نام بھی مجھے بتا دیے، امام مالک، امام ابُو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، لیث بن سعد مصری، امام اوزاعی

امام بخاری، امام مسلم، تقی الدین ابن تیمیہ، ابن قدامہ، ابو اسحاق الشاطبی، کمال ابن ہمام، شاہ ولی اللہ دہلوی، اگرچہ ان شخصیتوں میں اپنے اپنے زمانے، ملک و وطن اور اپنی علمی و دینی حیثیتوں اور مراتب کا بڑا فرق تھا، لیکن ان سب نے اِس موقع پر بارگاہِ نبویؐ میں خراجِ عقیدت پیش کیا اور اشکِ ندامت نذر کیئے۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے انھوں نے تحیۃ المسجد کا دوگانہ بہت خشوع و خضوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ ادا کیا، پھر بہت ادب اور تواضع کے ساتھ مرقد مبارک کی طرف بڑھے اور بہت بچے، تُلے، مختصر معانی سے لبریز، گہرے اور پُرمغز کلمات کے ساتھ سلام پیش کیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُن کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز میں رقت۔ وُہ کہہ رہے تھے:

"یارسول اللہؐ! اگر آپ کی لازوال، وسیع اور جامع، عادلانہ اور کشادہ شریعت نہ ہوتی اور اس کے اصول نہ ہوتے، جن سے انسانی ذہن اور انسانی صلاحیت نے نئے نئے گل بوٹے پیدا کیے اور دنیا کا دامن بیش قیمت اور عطر بیز پھولوں سے بھر دیا اور اس کا وُہ حکیمانہ اور معجزانہ نظام نہ ہوتا، جس نے انسانی فکر و تدبر اور اخذ و استنباط کی صلاحیت کو پیدا کر دیا اور اگر وُہ انسانیت کی ایک اہم ضرورت نہ ہوتی تو نہ اس عظیم فقہ کا کوئی وجود ہوتا، نہ یہ عظیم اسلامی قانون وجود میں آتا۔ جس سے اس وقت تک ہر قوم کا دامن خالی ہے۔

نہ اتنا بڑا اسلامی کتب خانہ پیدا ہوتا، جس کے سامنے دُنیا کا سارا مذہبی لٹریچر ہیچ ہے۔ اگر علم کی اشاعت اور خُدا کی نشانیوں اور اُس کی قدرتِ کاملہ میں غور و فکر اور عقل سے کام لینے کی آپ نے ایسی پُر زور دعوت نہ دی ہوتی تو یہ شجرۂ علم زیادہ دنوں تک برگ و بار نہ لاسکتا اور نہ اس کا سایہ تمام دُنیا پر ایسا محیط ہوتا، جیسا کہ آج نظر آرہا ہے، عقلِ انسانی پہلے کی طرح پابہ زنجیر ہوتی اور دُنیا روشنی سے محرُوم"

میں اس جماعت کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ میری نظر ایک دُوسرے گروہ پر پڑی، جو باب الرحمۃ سے ہو کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صلاح تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار اُن کے چہروں سے صاف ظاہر تھے، مجھے بتایا گیا کہ اِس جماعت میں حسن بصریؒ، عمرؒ بن عبدالعزیزؒ، فضیل بن عیاضؒ، داوٗد طائی، ابنؒ السماک، شیخ عبدؒ القادر جیلانی، نظام الدین اولیاؒ۔ اور عبدالوہابؒ المتقی جیسے حضرات بھی رونق بخش ہیں، جنھوں نے اپنے قابلِ رشک پیشرؤوں کی یاد تازہ کردی نماز کے بعد یہ لوگ بھی قبرِ مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے نبیؐ و پیشوا اور سب سے بڑے معلّم اور رہنما کو دُرود و سلام کا تحفہ پیش کرنے لگے: وُہ کہہ رہے تھے:

"یا رسُول اللہؐ! اگر ہمارے سامنے وُہ عملی مثال نہ ہوتی، جو آپ نے پیش فرمائی تھی اور وُہ مینارۂ نوُر نہ ہوتا، جس کو آپ نے بعد کے آنے والوں کے لیے قائم فرمایا تھا، اگر آپ کا یہ قول نہ ہوتا کہ اے

اللہ! "زندگی تو آخرت کی زندگی ہے"! اگر آپ کی وصیت یہ نہ ہوتی "دنیا میں اِس طرح زندگی گزارو، جس طرح کوئی مسافر یا راہی اپنی زندگی گزارتا ہے"۔ اگر زندگی کا وُہ طرز نہ ہوتا، جس کا ذکر حضرت عائشہؓ نے اس طرح کیا ہے کہ :- ایک چاند کے بعد دُوسرا چاند اور دُوسرے کے بعد تیسرا چاند نکل آتا تھا اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی نہ چُولہے پر دیگچی چڑھانے کی نوبت آتی تھی تو ہم دُنیا پر اسی طرح آخرت کو ترجیح نہ دے سکتے اور نہ ہم محض گزارے پر بسر کر سکتے اور نہ قناعت کو اپنی زندگی کا شعار بنا سکتے، نہ ہم نفس کی ترغیبات پر قابُو پا سکتے اور نہ دُنیا کے حُسن و جمال اور اُس کی رعنائی و زیبائی اور عہدہ و منصب کی طاقت اور کشش کا اس طرح مقابلہ کر سکتے :-"

اُن کے حکیمانہ الفاظ ابھی پُوری طرح میرے دل و دماغ میں پیوست بھی نہ ہُوئے تھے کہ میری نظر ایک اور گروہ پر پڑی، جو "بابُ النساء" سے بہُت لحاظ اور ادب کے ساتھ گزر رہا تھا، ظاہری آرائش اور آزاد رَوی کے ان مناظر سے جو اسلامی اصُول و آداب کے منافی ہیں یہ گروہ بالکُل محفُوظ اور خالی تھا، یہ مختلف قوموں اور دُور دراز ملکوں کی صالح عبادت گزار اور عفیف خواتین تھیں، جو عرب و عجم اور مشرق و مغرب کے مختلف خطوں سے تعلق رکھتی تھیں، بہت دبی زبان میں اور پُورا ادب و احترام ملحُوظ رکھتے ہُوئے، وُہ اپنے جذباتِ تشکر و عقیدت کا اظہار اِس طرح کر رہی تھیں :-

"ہم آپ پر درُود و سلام بھیجتے ہیں یا رسُول اللہ ﷺ! ایسے طبقے کا

درُود و سلام جس پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔ آپ نے ہم کو خُدا کی مدد سے جاہلیت کی بیڑیوں اور بندشوں، جاہلی عادات و روایات سوسائٹی کے ظُلم اور مَردوں کی زبردستی اور زیادتی سے نجات بخشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے رواج کو ختم کیا، ماؤں کی نافرمانی پر وعید سُنائی، آپ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ آپ نے وراثت میں ہم کو شریک کیا اور اس میں ماں، بہن بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ہم کو حصّہ دلایا۔ یومِ عرفہ کے مشہُور تاریخی خطبے میں بھی آپ نے ہمیں فراموش نہیں کیا، اور کہا کہ: عورتوں کے بارے میں خدُا سے ڈرو اِس لیے کہ تم نے اُن کو اللہ کے نام کے واسطے سے حاصل کیا ہے۔ اِس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک، ادائے حقوق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے طبقے کی طرف سے وُہ بہتر سے بہتر جزا دے جو انبیاء مرسلین اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو دی جاسکتی ہے۔"

یہ نرم آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں کہ ایک اور جماعت نظر آئی جو "بابُ السّلام" کی طرف سے آرہی تھی، مَیں اُن کی طرف متوجّہ ہوا تو دیکھا کہ وُہ علوم و فنون کے موجد اور مرتب، ائمہ نحو و لغت و بلاغت کی جماعت تھی، اس میں ابوالاسود الدئلی، خلیل بن احمد، سیبویہ کسائی، ابو علی الفارسی، عبدالقاہر الجرجانی، السکاکی، مجدالدین فیروزآبادی سیّد مرتضیٰ الزبیدی بھی تھے، جو اپنے علوُم کا سلام پیش کر رہے

تھے اور اپنی شہرت اور مرتبۂ علمی کا خراج اَدا کرنے آئے تھے، میں نے دیکھا کہ وُہ بہت بلیغ اور اَدبی الفاظ میں اس طرح گویا ہیں:

"یا رسُول اللہ! اگر آپ نہ ہوتے اور یہ مقدّس کتاب نہ ہوتی، جو آپؐ پر نازل ہوئی، اگر آپ کی احادیث نہ ہوتیں اور یہ شریعت نہ ہوتی جس کے سامنے ساری دُنیا نے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے پر مجبور تھی، تو پھر یہ علوم بھی نہ ہوتے، جن میں آج ہم کو امامت و قیادت کا شرف حاصل ہے نحو بیان اور بلاغت، ان میں سے کسی چیز کا بھی وجُود نہ ہوتا۔ نہ یہ بڑی بڑی معاجم اور لغات نظر آتیں، نہ عربی زبان کے مفردات میں یہ نکتہ آفرینیاں اور دقیقہ سنجیاں ہوتیں، نہ ہم اس راستے میں اتنی زبر دست اور طویل جدّوجہد کے لیے تیار ہوتے، جس کے یہاں زبانوں اور بولیوں کی کوئی کمی نہ تھی، عربی سیکھنے اور اس پر عبُور حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہوتی اور نہ ان میں وُہ مصنفین اور اہلِ قلم پیدا ہوتے، جن کی ادبیت و زبان دانی کا اہلِ زبان نے بھی لوہا مان لیا، یا رسُول اللہ! آپ ہی ہمارے درمیان اور اسلام میں پیدا ہونیوالے ان علوم کے درمیان واسطہ اور رابطہ تھے، جو آپ کی بعثت کے بعد وجُود میں آئے، درحقیقت صرف آپ ہی عرب و عجم میں رابطے کا ذریعہ ہیں، آپ ہی کی ذات ہے، جس نے اس درمیانی خلا کو پُر کیا اور عرب و عجم اور مشرق و مغرب کو گلے ملا دیا اور شیر و شکر بنا دیا، آپ کا کتنا احسان ہے، ہماری اس ذہانت، طبّاعی اور تبحّر علمی پر

اور آپ کا کتنا کرم ہے علم کی اس دولت پر، انسانی عقل کی زرخیزی پر اور قلم کی گلکاری پر، یا رسُول اللہؐ! اگر آپ نہ ہوتے تو یہ عربی زبان بہت سی اور زبانوں کی طرح صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جاتی، اگر قرآن مجید کا غیر فانی صحیفہ اس کا پاسبان نہ ہوتا تو اس میں اتنا تغیّر و تبدل ہو جاتا کہ اس کی صُورت ہی مسخ ہو جاتی اور وُہ ایک نئی زبان بن جاتی، جیسا کہ بکثرت دُوسری زبانوں کے ساتھ ہوا ہے، عجمی الفاظ اور مقامی زبانیں اس کو جذب کر لیتیں یا نگل لیتیں اور اس کی صحت و اصلیت یکسر ختم ہو جاتی، یہ آپ کے وجُودِ مبارک، شریعت اسلامی اور اس کتاب مقدس کا فیض ہے، جس نے اس زبان کو فنا کی دستبرد سے محفُوظ رکھا ہے۔ اور عالمِ اسلام کے لیے اس کو عزّت و محبّت بنا دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے اِس زبان کو دَوام بخشا اور اس کے بقاء و ترقی کی ضمانت کی، اِس لیے اُس شخص پر جو اِس زبان میں بات کرتا ہے یا اِس کی دعوت دیتا ہے یا لکھتا ہے یا اِس کی وَجہ سے کوئی بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے، آپ کا احسان ہے اور وہ اِس احسان کا کبھی منکر یا اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔"

مَیں اُن کے اس تشکّر و اعتراف اور اظہارِ حقیقت کو غور سے سُن رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ بابِ عبدالعزیز پر جا کر ٹھہر گئی۔ اس دروازے سے ایک ایسا گروہ داخل ہو رہا تھا، جس پر مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے رنگ نمایاں تھے، اس میں دُنیا کے بڑے بڑے سلاطین اور تاریخ کے ممتاز ترین بادشاہ اور فرمانروا شامل تھے، ہارون الرشید

ولید بن عبدالملک ، ملک شاہ سلجوقی ، صلاح الدین ایوبی ، ظاہر بیبرس
سلیمان اعظم ، اورنگ زیب عالمگیر بھی اس گروہ میں شامل تھے ، انھوں نے
اردلیوں اور چوبداروں کو دروازے کے باہر ہی چھوڑ دیا تھا اور
نظریں جھکائے ہوئے ، تواضع و انکسار کا مجسّمہ بنے ہوئے بہت
آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے . میری نظر کے سامنے
اُن سب کی شخصیتیں اور کارنامے اُبھرنے لگے ، میری آنکھوں میں اس
طویل و عریض دُنیا کا نقشہ پھر گیا ، جس پر اُن کا سکّہ چلتا ، اُن کا ڈنکا بجتا
تھا ، اُن کی بادشاہی اور فرمانروائی کی تصویر میرے سامنے آگئی ، جو
اُن کو دُنیا کی بڑی بڑی قوموں ، طاقت ور سلطنتوں اور جابر بادشاہوں
پر حاصل تھی (اُن میں وُہ ہستی بھی تھی (ہارُون الرشید) جس نے بادل کے
ایک ٹکڑے کو دیکھ کر کہا تھا : تُوجہاں چاہے جا کے برس ، تیرا خراج
آخر کار میرے ہی خزانے میں آئے گا " وہ شخص بھی تھا (ولید بن عبدالملک)
، جس کی سلطنت کی وسعت کا عالم یہ تھا کہ اگر سب سے تیز رفتار
سانڈنی سوار سلطنت کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک
جانا چاہتا تو یہ ۱۵ ماہ سے کم میں ناممکن تھا . اُن میں وُہ فرمانروا بھی تھے .
جو نصف کرّہ ارضی پر حکومت کرتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ
اُن کو خراج پیش کرنے پر مجبور تھے . ایسے فرمانروا بھی تھے ، جن کی
ہیبت سے سارا یورپ لرزہ براندام تھا اور جن کے زمانے میں
مسلمانوں کو عزّت کا یہ مقام حاصل تھا کہ جب وُہ یورپ کے مُلکوں میں
جاتے تھے ، تو اُن کے دین کے احترام اور اُن کے غلبہ وسطوت کے

اثر سے گرجوں کے گھنٹے بجنا بند ہو جاتے تھے. غرض اسی طرح کے نہ جانے کتنے بادشاہ اور فرمانروا اِس مجمع میں موجود تھے، وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے لیے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے اور حضور کو درود و سلام کا ہدیہ پیش کرنا چاہتے تھے اور اس کو اپنے لیے سب سے بڑا شرف و اعزاز اور سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے اور تمنّا کرتے تھے کہ کاش اُن کی یہ نماز اور یہ درود و سلام قبول ہو. میں نے دیکھا کہ وہ لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اُن کے دلوں پر ہیبت طاری تھی، یہاں تک کہ وہ صفہ کے نزدیک پہنچ گئے جو فقراء صحابہ کا مسکن اور جائے قیام تھا، وہ تھوڑی دیر کے لیے وہاں رُک گئے اور عزت و احترام اور شرم و حیا کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس جگہ کو دیکھنے کے لیے جو کبھی اُن فقراء و مساکین کا ٹھکانا تھا، جن کے قدموں کی خاک کو یہ اپنی آنکھ کا سُرما بنانے کو تیار ہیں، اُس کے قریب ہی انھوں نے تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعتیں پڑھیں اور قبر مبارک کی طرف بڑھے اور پھر اُن کی محبّت و عقیدت جذبات و احساسات اور علم و ایمان نے جو کچھ کہلوایا، وہ انھوں نے اس بارگاہ رسالت میں عرض کیا، لیکن شریعت کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے اور توحیدِ خالص کو پیش نظر رکھ کر۔ مَیں نے سُنا وہ کہہ رہے تھے:

"اے خدا کے رسول! اگر آپ نہ ہوتے اور آپ کا یہ جہاد اور دعوت نہ ہوتی، جو دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی اور جس نے بڑے بڑے مُلکوں کو فتح کرلیا، اگر آپ کا یہ دین نہ ہوتا، جس پر ایمان

لانے کے بعد۔ ہمارے آباؤ اجداد گوشۂ عزلت اور قعرِ مذلت سے نکل کر عزت و سربلندی، بلند ہمتی و حوصلہ مندی کی وسیع زندگی میں داخل ہوئے، پھر اُس کے نتیجے میں اُنھوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں، دُور دراز ملکوں کو فتح کیا اور اُن قوموں سے خراج وصُول کیا، جو کسی زمانے میں اُن کو اپنی لاٹھی سے ہانکتی تھیں اور بھیڑ بکری کے گلے کی طرح اُن کی پاسبانی اور حفاظت کرتی تھیں، اگر جاہلیت سے اسلام کی طرف اور گوشہ گمنامی اور تنگ و محدُود قبائلی زندگی سے تسخیرِ عالم کی طرف یہ مبارک سفر نہ ہوتا، جو آپ کی برکت سے انجام پذیر ہوا تو دنیا میں کسی جگہ بھی ہمارا جھنڈا سربلند نہ ہوتا اور نہ ہماری کہانی کسی جگہ سُنائی جاتی ہم اُسی طرح بے آب و گیاہ، خشک و ویران صحراؤں اور حقیر وادیوں میں دست و گریباں رہتے، جو طاقت ور ہوتا، وہ کمزور پر ظلم کرتا، بڑا چھوٹے پر زیادتی کرتا، ہماری غذا بہت ہی حقیر اور معیار زندگی اتنا پست تھا کہ اُس سے زیادہ پست کا تصوّر مشکل ہے! ہم اس گاؤں یا اپنے محدُود قبیلے سے آگے بڑھ کر کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے، جس میں ہماری ساری زندگی اور ساری جدّ و جہد محصُور رہتی ہماری مثال تالاب کی مچھلیوں اور کنویں کے مینڈکوں کی سی تھی، ہم اپنے محدود تجربوں کے جال میں گرفتار تھے اور اپنے جاہل اور بے عقل آباؤ اجداد کے گن گاتے تھے۔

"یا رسُول اللہؐ! آپ نے ہم کو اپنے دین کی ایسی روشنی عطا کی کہ ہماری آنکھیں کھل گئیں، خیال میں وسعت پیدا ہوئی، نظر کو جلا ہوئی۔

اس کے بعد ہم اس وسیع اور جامع دین اور اس رُوحانی رشتے اور رابطے کو لے کر خدُا کی وسیع اور کشادہ زمین میں پھیل گئے، ہماری مُردہ و خوابیدہ صلاحیتیں پیدا ہوئیں اور ہم نے ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے شرک و بُت پرستی اور ظلم و جہالت کا پوُری طاقت سے مقابلہ کیا اور ایسی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں، جن کے سائے میں ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے بھائی صدیوں تک آرام اور فائدہ اُٹھاتے رہے، آج ہم آپ کی خدمت میں غلامانہ نذرِ عقیدت پیش کرنے آئے ہیں۔ اور اپنے جذبہ محبت اور عزت و احترام کا خراج یا ٹیکس اپنی خوشی و مرضی سے ادا کر رہے ہیں اور اس کو اپنے لیے باعث فخر اور وسیلۂ نجات سمجھتے ہیں، ہمیں پوُرا اعتراف ہے کہ اس دین کے احکام و قوانین کے نفاذ کے سلسلے میں (جس سے اللہ تعالےٰ نے ہم کو سرفراز کیا تھا) ہم سے یقیناً بڑی کوتاہی ہوئی، ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں بے شک وُہ بہت معاف کرنیوالا اور رحیم ہے۔

مَیں اُن بادشاہوں کی طرف متوجہ تھا، میری نظریں اُن کے خاموش اور باادب چہروں پر مرکوز تھیں، میرے کان اُن کے اِن پُرخلوص نیاز مندانہ الفاظ پر لگے ہوئے تھے جو اس سے قبل میں نے اُن سے کسی موقع پر نہیں سُنے تھے کہ ایک اور جماعت داخل ہوئی اور اُن بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی پرواہ کئے بغیر اُن کی صفوں سے ہوتی ہوئی سامنے آگئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِن بادشاہوں کے رعب و دبدبہ اور قوت و اقتدار کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے، مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ یا تو یہ شاعر

ہیں یا انقلابی، یہ اندازہ غلط نہ تھا، اس لیے یہ جماعت اِن دونوں گروہوں پر مشتمل تھی، اِس میں سیّد جمال الدین افغانی، امیر سعید حلیم، مولانا محمد علی جوہر، شیخ حسن البنّا کے پہلو بہ پہلو ترکی کے مشہور شاعر محمد عاکف اور پاکستان کے ڈاکٹر محمد اقبال بھی موجود تھے، ترجمانی کے لیے اُن لوگوں نے آخرالزکر کا انتخاب کیا اور لائق ترجمان نے ان الفاظ میں اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا:

" خواجہ کونین سالار بدر و حنین یا رسُول اللہ! مَیں آپ سے اُس قوم کی شکایت کرنے آیا ہُوں، جو آج بھی آپ کے خوانِ نعمت کی ریزہ چیں ہے

اور آپ کے سایہ رحمت کے سوا اس کو کہیں پناہ نہیں ملتی، اور آپ ہی کے لگائے ہُوئے باغ کے پھل کھا رہی ہے، وُہ ان ملکوں میں جن کو آپ نے قفس استبداد سے آزاد کرایا تھا اور سُورج کی روشنی اور کھُلی ہوا عطا کی تھی، وُہ آج آزادی کے ساتھ اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت کر رہی ہے، لیکن یہی قوم آج اسی بنیاد کو اکھاڑ رہی ہے، جس پر اس عظیم امت کے وجُود کا دار و مدار ہے، اس کے رہنما لیڈر آج یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس امت واحدہ کو کثیر التعداد قومیتوں میں تقسیم کر دیں وہ اسی چیز کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، جس کو آپ نے ختم کیا تھا، اسی چیز کو بگاڑ رہے ہیں، جس کو آپ نے بنایا تھا، وہ اس امت کو عہد جاہلیت کی طرف دوبارہ واپس لے جانا چاہتے ہیں، جس سے آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکالا تھا اور اس معاملے میں یورپ کی تقلید کر رہے ہیں، جو خُود

زبردست ذہنی احساس اور انتشار و بے یقینی کا شکار ہے، وہ اللہ کی نعمت کو ناشکری سے تبدیل کر کے اپنی قوم کو تباہی کے گھر کی طرف لیجانا چاہتے ہیں، "چراغ مصطفوی" اور "شرار ابولہبی" کی معرکہ آرائی آج پھر قائم ہے، بدقسمتی سے ابولہب کے کیمپ کی طرف وہ لوگ نظر آرہے ہیں جو اسلام کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں اور عربی زبان بولتے ہیں وہ آج اپنے جاہلی کارناموں پر اور اصنام پر فخر کرنے لگے ہیں، جن کو آپ نے پاش پاش کر دیا تھا، یہ لوگ اُن تاجروں میں ہیں، جو سودا خریدتے وقت تو زیادہ لینا چاہتے ہیں اور بیچتے وقت کم دیتے ہیں. آپ کے کلمے کی برکت سے اُنھوں نے ہر چیز حاصل کی اور ہر طرح کی قوت و عزت سے بہرہ مند ہوئے، اب وہ اُن قوموں کے ساتھ جن کے وہ حاکم اور نگراں ہیں یہ سلوک کر رہے ہیں کہ اُن کو بالجبر یورپ کے قدموں میں ڈال دینا چاہتے ہیں.

آپ نے جن بتوں سے کعبے کو پاک کیا تھا، وہ آج مسلمان قوموں کے سَروں پر نئے نئے لباسوں میں پھر مسلّط کیے جارہے ہیں۔ مجھے عالمِ عربی کے بعض حصّوں میں جن کو آپ کا مرکز اور قلعہ ہونا چاہیئے تھا. ایک عام بغاوت نظر آرہی ہے، لیکن کوئی فاروق (رضی اللہ عنہ) نہیں جو فکری و ذہنی ارتداد کی بھڑکتی آگ کو فرو کر سکے اور کوئی ابُوبکرؓ نہیں جو اس کے لیے مردانہ وار میدان میں آئے۔

میری طرف سے جن کی نمائندگی اور ترجمانی کا فخر مجھے حاصل ہوا ہے آپ کو دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے اور عقیدت و احترام کے جذبات

میں ڈوبے ہوئے سلام کا تحفہ قبول ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہم ان تمام لیڈروں اور رہنماؤں سے بری اور بیزار ہیں، جنھوں نے اپنا رُخ اسلام کے قبلے کی طرف سے پھیر کر مغرب کی طرف کر لیا ہے۔ یہ وُہ لوگ ہیں، جنھیں آپ سے اور آپ کے دین سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا ہے، ہم آپ کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا پھر اعلان کرتے ہیں اور جب تک زندگی ہے، اسلام کی اسی رسّی کو انشاء اللہ مضبوطی سے پکڑے رہیں گے۔

یہ بلیغ اور ایمان ویقین سے لبریز الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ مسجدِ نبویؐ کے میناروں سے اذان کی آوازِ دلنواز بلند ہوئی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر۔ میں یکبارگی ہشیار ہو گیا اور تخیلات کا یہ حسین سلسلہ جو تاریخ کے سہارے قائم ہوا تھا، ٹوٹ گیا، میں اب پھر اُسی دُنیا میں واپس آگیا۔ جہاں سے چلا تھا، کچھ لوگ نماز میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت کر رہے تھے، عالمِ اسلام کے مختلف وفود اور جماعتیں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کر رہی تھیں۔ زبان اور لہجوں کے اختلافات کے ساتھ جذبات وتاثرات کے اتحاد نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا تھا۔

نصائحِ دلنشین

کچھ لوگ چلے جاتے تھے۔ راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہنچے جو لوگوں سے علیحدہ تھا۔ اس کو پکارا تو اس نے عبادت خانے سے سر نکال کر دیکھا اس سے انھوں نے کہا کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ راستہ کدھر ہے؟ اس نے اپنے سر سے اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ دیکھا کہ معرفت کا راستہ بتاتا ہے۔

پھر اس سے کہا کہ ہم تجھ سے پوچھیں جواب دے گا۔ اس نے کہا کہ پُوچھو۔ زیادہ مت پوچھیو کہ دن پھر نہیں آنے کا نہ عمر پھر سے آئے گی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے۔ لوگوں کو اس کی گُفتگُو سے تعجّب ہُوا۔ کہا کہ فرمایئے قیامت میں لوگوں کا حشر خدائے تعالیٰ کے نزدیک کس چیز پر ہوگا۔ اس نے کہا کہ اپنی اپنی نیّتوں پر۔ پھر اس سے کہا کہ ہم کو کچھ وصیّت کر۔ اس نے کہا اپنے سفر کی حیثیت کے بموجب توشہ لے لو اس لیے کہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہنچا دے۔ پھر ان کو راستہ بتا کر سر اندر کر لیا۔ عبدالواحدؒ بن زید کہتے ہیں کہ میرا گزر چین کے راہب کے پاس ہُوا۔ میں نے اُس راہب کو پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ پھر میں نے کہا کہ راہب؟ وہ نہ بولا۔ سہ بارہ کہا۔ اس نے میری طرف سر نکالا اور کہا کہ میاں صاحب میں راہب نہیں۔ راہب وہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی تعظیم کرے اور اس کی بلا پر صبر کرے اس کی قضاء پر راضی رہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرے، اس کی عظمت کے سامنے تواضع کرے۔ اس کی عزّت کے مقابل ذلیل رہے۔ اس کی قدرت کو اپنے نفس کے حوالے کرے۔ اس کی ہیبت سے خضوع کرے۔ اس کے حساب عذاب میں تامّل کرے۔ دن کو روزہ رکھے۔ رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد۔ خدائے تعالیٰ سے مانگنا اس کو سونے نہ دے۔ راہب اس کو کہتے ہیں۔ میرا حال جو پوچھو تو میں باؤلا کتا ہوں۔ اپنے آپ کو اس عبادت خانے میں بند کر لیا ہے تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں میں نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگوں کو خدائے تعالیٰ سے علیٰحدہ کر رکھا ہے۔ پہچاننے کے بعد کیوں منحرف ہیں۔ اس نے کہا برادر خلق کو جو خدائے تعالیٰ سے علیحدہ کیا ہے، تو صرف دنیا کی محبت اور اس کی زینت نے کیا ہے۔ دنیا ہی گناہوں اور معاصی کی جگہ ہے۔ ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینک دے۔ خدا تعالیٰ کے

سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جو خدا تعالیٰ سے نزدیک کریں۔

دُنیا کی مکروہات اور اُن سے نجات کا راستہ

جس کو بھی نجات ملی۔ اُس کو بغیر اس کے نجات نہیں کہ اُس نے سچائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس سے پناہ لی اللہ نے فرمایا: اور اللہ نے رحمت فرمائی اُن تینوں پر جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے یہاں تک کہ جب باوجود کشادہ ہونے کے زمین اُن پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ سوا اس کے کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جاوے۔ اس سے بچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں اور جس نے بھی نجات پائی اس نے بغیر صدق اور تقویٰ کے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا اللہ اہل تقویٰ کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دیتا ہے اور جس نے بھی نجات پائی بغیر وفا عہد کی نگہداشت کے نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پیمان کو نہیں توڑتے اور جس نے بھی نجات پائی بغیر تکمیل حیاء کے نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا: کیا اس کو علم نہیں ہوا کہ اللہ دیکھتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ بغیر حکم الٰہی اور قضاء سابق کے جس سے پہلے ہی اللہ واقف تھا کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا ہے: جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے، دوزخ سے دُور رکھے جائیں گے۔ دُنیا اور اہلِ دنیا سے روگردانی کیے بغیر کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے

فرمایا ہے دُنیاوی زندگی تو بس کھیل اور بھلاوا ہے۔ رسول اللہؐ نے بھی ارشاد فرمایا کہ دُنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ قربت حاصل کرنے والوں کے لیے حصولِ قرب کا ذریعہ ادا فرض سے بہتر اور کوئی نہیں۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ نے دُنیا کو پیدا کیا ہے کبھی پسندیدگی کی نظر سے اُس کو نہیں دیکھا۔ دُنیا اللہ کی نظر میں مکروہ ہے اس لیے چشم رحمت سے کبھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ دنیا بندے اور خدا کے درمیان بڑا حجاب ہے۔ یہی کھرے کھوٹے کو پہچاننے کی کسوٹی ہے جس پر دُنیا کا کوئی اثر باقی ہو اس کو مناجاتِ الٰہی کی شیرینی مل نہیں سکتی۔ کیونکہ اللہ اور اس کی محبوب چیزوں کی دُنیا ضد ہے۔ اللہ نے ثواب کا وعدہ کیا، عذاب کی دھمکی دی۔ جنّت و راحت کی رغبت دلائی۔ دوزخ سے ڈرایا۔ اِس طرح مخلوق کو اپنی توحید اور اطاعت کی طرف بُلایا۔ پس اُس نے ڈرایا دھمکایا، خوف دلایا، تنبیہ کی۔ تاکہ مخلوق کو کوئی عُذر باقی نہ رہے اور حجت پوری ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا: اللہ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اگر اس سے پہلے ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر ڈالتے تو قیامت کے دن وہ کہتے کہ پروردگار تُو نے ہمارے پاس پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے ہم تیرے احکام کا اتباع کرتے۔ اللہ نے فرمایا: بغیر پیغمبر کو بھیجے ہم عذاب نہیں دیا کرتے۔ اللہ نے فرمایا۔ لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت اور دل کی بیماریوں کی شفاء اور عمومی ہدایت اور مومنوں کے لیے خصوصی رحمت پہنچ گئی۔ یعنی قرآن پاک۔ اللہ نے عذاب سے ڈرانے اور خوف دلانے کے لیے فرمایا۔ اللہ تم کو اپنے ذاتی عذاب سے ڈراتا ہے، اور خدا بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا جان لو کہ اللہ تمہاری باتوں سے واقف ہے۔ پس اُس سے ڈرتے رہو۔ جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے خُوب واقف ہے۔ اللہ نے فرمایا: عقلمندو مجھ سے ڈرو۔ اُس دن سے ڈرو جب تم کو بارگاہِ خداوندی کی طرف لوٹایا جاوے گا۔ پھر ہر شخص کو اُس کا کیا پُورا ملے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جاوے گی اس

دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ اس کا بدلہ قبول کیا جاوے گا۔ نہ کوئی سفارش اُس کے لیے سُود مند ہو گی۔

لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اُس دن کا خوف کرو کہ کوئی باپ اپنی اولاد کے اور کوئی اولاد اپنے باپ کی طرف سے بدلہ نہ دے سکے گی۔ بلا شبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تم کو دنیوی زندگی فریب خوردہ نہ بنا دے اور شیطان اللہ کے متعلق تم کو دھوکے میں نہ رکھے۔ لوگو اپنے رب سے ڈرو۔ بلا شبہ زلزلۂ قیامت سخت چیز ہے۔

لوگو اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ پہلے آدم علیہ السلام کو بنایا اُس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور پھر دونوں سے بہت مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم باہم مانگتے ہو اور رشتہ داریوں کو منقطع کرنے سے ڈرتے ہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہارا نگران ہے۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچّی بات کہو۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھتا رہے کہ کل قیامت کے لیے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اللہ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تُم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم کو ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لایا جائے گا۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو یُونہی بیکار چھوڑ دیا جاوے گا کیا بستیوں والوں کو ڈر نہیں کہ رات کو سوتے میں ہمارا عذاب اُن پر آ پہنچے یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب دن چڑھے اُن پر آ پہنچے جب کہ وہ کھیلتے ہوں۔

اے مسکین اِن سب باتوں کا تیرے پاس کیا جواب ہے اور ان کے موافق تیرا کیا عمل ہے۔ ان ناپاک خواہشات نفس سے تو کیوں باز نہیں رہتا جو دونوں جہان میں تجھے دُکھ پہنچانے والی اور اس بدبختی اور ذلّت کے مقام پر تجھے اتارنے والی ہیں جس کی آگ تجھے جلائے گی۔ جس کے سانپ تجھے نوچیں گے اور ڈسیں گے جس کے بچھو

اور کیڑے تجھے کاٹیں گے۔ جہاں کے کیڑے مکوڑے تجھے کھائیں گے۔ جہاں کے فرشتے اور چوکیدار تجھے ماریں گے اور روزانہ نوبہ نوقسم قسم کے عذاب تجھے دیے جاویں گے۔ جہاں فرعون، ہامان، قارون اور شیطانوں کے ساتھ تو برابر ہوگا۔ اللہ نے فرمایا جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے لیے نکاس کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے جو اُس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے اور اُس کا اجر بڑا کرتا ہے۔ اے انسان تجھے تیرے اس مالک کریم کے متعلق کس چیز نے فریب دے رکھا ہے جس نے تجھے بنایا اور ٹھیک کیا اور درست کیا۔

کیا ابھی اہلِ ایمان کے لیے وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاد کی وجہ سے نرم پڑ جائیں۔ اللہ نے تجھے تقویٰ کے راستہ پر چل کر، تقویٰ کا پابند ہو کر اور تقویٰ پر ہمیشہ قائم رہ کر اپنے فضل کی، رحمت وسیع کی، پاکیزہ رزق کی، اپنے پاس راحت پذیر اور طمانیت اندوز ہونے کی ترغیب دی ہے اور تیرے لیے اس کا راستہ واضح کر دیا ہے اور حجت بیان کر دی ہے اور اس کے بعد تیرے گناہ معاف کر دینے کا اور خطاؤں کو ساقط کر دینے کا اور اجر و ثواب بڑھانے کا ذمہ لیا ہے اور فرمایا ہے۔ پھر تجھے غفلت، خواب اور راہِ خدا کی طرف سے اندھا بن جانے اور اللہ کے احکام، نصائح اور تنبیہی مواعظ کو سُننے کے باوجود اَن سُنا بنا دینے پر تنبیہہ فرمائی ہے تاکہ اس کے مُعاملے میں تو بے رغبت نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے بیان کیا کہ اللہ نے تجھے پیدا کیا۔ نیست سے ہست بنایا۔ پہلے تو کچھ بھی نہ تھا، پھر تجھے زندگی بخشی۔ فقیری کے بعد مالدار کیا۔ کمزوری کے بعد طاقت عطا کی۔ نابینائی کے بعد تجھے اپنی اصلاحی چیزوں کو دیکھنے کے لیے بصارت دی۔ جہالت کے بعد علم دیا۔ گمراہی کے بعد ہدایت مرحمت فرمائی۔ پس اے غافل تو کیوں اس کے فضلِ وسیع کو طلب کرنے سے بیٹھ رہا ہے اور کیوں اس کی اطاعت کی پابندی سے سُستی کر رہا ہے۔ اس کی اطاعت تو تجھے دُنیا میں معزز بنا دے گی اور آخرت میں تجھے سعادتمند کر دے گی اور تیرے بلند درجات اُونچے کر دے گی۔ کیا تجھے حیاتِ دنیوی ہی پسند

ہے اور بہتر کے عوض حقیر کو ٹٹولنا چاہتا ہے اور دُنیا کو، دُنیا والوں کو اور اس ظاہری زینت کو جو فنا پذیر ہے تو نے فردوس اعلیٰ پر، پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت پر ترجیح دے رکھی ہے۔ کیا تُو نے نہیں سُنا کہ اللہ نے فرمایا ہے: کیا تم نے بجائے آخرت حیاتِ دنیوی کو پسند کر لیا ہے۔ حیات دنیا کا سامان تو آخرت میں حقیر ہو گا بلکہ تُم دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور لازوال ہے۔ پس جس نے سرکشی کی اور حیاتِ دنیوی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جان لو کہ جہنّم میں داخلہ کفر کی وجہ سے ہو گا اور عذاب کی زیادتی طبقات جہنم کی تقسیم بُرے اعمال و اخلاق کے مطابق ہو گی اور جنت میں داخلہ ایمان کی وجہ سے ہو گا اور عیش کی زیادتی اور درجات جنت کی تقسیم اچھے اعمال اور اچھّے خصائل کے مطابق ہو گی۔ اللہ نے جنت کو پیدا کیا ہے اور اہل جنت کو ثواب دینے کے لیے نعمتوں سے اس کو بھر دیا ہے اور دوزخ کو پیدا کر کے دوزخیوں کو سزا دینے کے لیے اُس کو عذاب سے بھر دیا ہے اور دُنیا کو پیدا کر کے آزمائش اور امتحان کے لیے اس کو دُکھ سکھ سے بھر دیا ہے۔ پھر مخلوق کو پیدا کیا۔ تو جنت دوزخ اُن سے پوشیدہ ہیں۔ اُن کی نظروں کے سامنے نہیں۔ (ہاں) دنیوی دکھ سکھ آخرت کا نمونہ ہیں اور آخرت کی راحت و تکلیف کا چسکا ہیں۔ اللہ نے اِس زمین پر اپنے بعض بندوں کو بادشاہ بنایا۔ لوگوں کے دلوں میں ان کا رُعب ڈالا اُن کو تسلط عطا کیا اور اس تسلّط کے ساتھ لوگوں کو حکمران بنا دیا۔ اللہ کی تدبیرِ حکمرانی اور اجراءِ امر کی یہ ایک مثال اور نمونہ ہے اور اس سب کی خبر قرآن مجید میں دے دی اور اپنی حکومت، اقتدار۔ انتظام۔ احسان اور منفعت کی حالت کا بھی ذکر کر دیا اور مثالیں بھی بیان کر دیں۔ اِس کے بعد اللہ نے فرمایا: ہم یہ مثالیں (کہاوتیں) لوگوں کی اصلاح کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اِن کو سمجھتے صرف عالم ہی ہیں۔ پس اللہ کو جاننے والے اللہ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مثل کا معنی ہے کہ دیکھی ہوئی چیز کی حالت سے تم بن دیکھی ہوئی چیز کی حالت کو جان لو اور جس چیز کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس سے اس چیز کو پہچان لو جو آنکھوں کے سامنے نہیں۔ اِس طرح تمہارا دماغ اُن چیزوں کو دیکھ لے گا جو آنکھوں سے نظر

نہیں آتیں۔ اور مثل کو سمجھ کر تمہارا دل اس کلام کو سمجھ جائے گا جس میں عالم ملکوت کی دُنیا اور دین کی اور شہنشاہ (اللہ) کی اطلاع ہوگی۔

معاشی بدحالی کے خطرہ کو محسوس کرنے والے حضرات کے لیے

میرے بھائیو! شیطان ہمیں بدکاری اور بدمعاشی کی دعوت دیتا ہے وہ ہمارے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اللہ پاک کی نافرمانی پر اُکساتا ہے اگر ہم اسلام کے بتائے ہُوئے سنہری اصولوں پر عمل کرنے کا قصد کرتے ہیں تو وہ معاشی بدحالی اور بین الاقوامی بدنامی کے موہوم خطرات سے ہمیں ڈراتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے بدخواہ کے حکموں میں آکر اللہ پاک کی نافرمانی نہ کریں اور اُس کے چکّر سے بچنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نکل کر اللہ کے دین کے کام میں لگ جاویں۔

دین پر نہ چلنے والوں کے لیے

مُسلمانو! اللہ رب العزّت نے جو عزّت اور امانت اپنے احکام پر چلنے کی ہمیں سونپی وہ ہم سے پہلے بھی کئی قوموں کو دی گئی لیکن جب اُنہوں نے اس کی قدر نہ کی اور اس کا غلط استعمال شروع کردیا تو دنیاوی عزّت اُن سے چھین لی گئی اور دین حق کی امانت اُن سے واپس لے لی گئی اور انہیں ذلیل ورسوا کردیا گیا۔ مسلمانو! اگر ہم نے بھی اللہ پاک کے احکام پر عمل نہ کیا اور ایمان کی جو نعمت ہمیں اللہ پاک نے عطا فرمائی ہے اس نعمت کا شکرادا نہ کیا اور اس کا صحیح استعمال کر کے اپنے لیے اور دُوسروں کے لیے ہدایت کی راہ ہموار اور روشن نہ کردی تو یاد رکھو ہمارا انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔ اگر مثال دیکھنا چاہو تو تمہیں قدیم کتب خانوں کی ورق گردانی کرنے اور پُرانے کھنڈرات میں سالہاسال سربگریباں محوِفکر کھڑا رہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جو بنی اسرائیل کی قوم اسی دُنیا میں بس رہی ہے اس سے پُوچھ لو وہ اپنی کج بحثی اور حق پوشی کی پرانی عادت کے باوجود ان تاریخی واقعات کا انکار نہیں کر سکتی۔

حقائق کو چھپانے والے حضرات کی خدمت میں

معزز حضرات دیکھیے اللہ پاک

نے ہم سب کے لیے ایک ہی قرآن پاک نازل فرمایا اور اسی کو آپ حضرات جاننے اور سمجھنے والوں نے اِس کتاب کو ماننے والی اُمّت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آپ کا باہمی اختلاف اور فرقہ بندی حُسن نیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ حسد اور عناد اور سرکشی کا جذبہ ہے جس کی وجہ سے مِلّت کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے اعمال پر عمل کی دعوت کا کام ختم ہو چکا۔ مسلمان ایک جسم ہیں ایک قوم ہیں، مسلمان صرف مسلمان ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اور جیسا تمام انبیاء نے فرمایا اور جیسا صحابہ نے فرمایا کہ ہم سب مسلمان ہیں۔ اب بھی وقت ہے آپ حضرات اختلاف اور فرقہ بندی سے اپنا دامن بچائیں۔ بنی اسرائیل کے علماء نے بھی حقیقی باتوں کو چھپایا تھا۔ آج آپ حضرات بھی غور کریں۔ آپ حضرات میں بھی ایسے لوگ شامل ہو چکے ہیں جو حق بات کو دبائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ اپنے ذاتی وقار اور ناموری کے لیے قرآن کے نام پر مِلّت کے اتّحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ عوام کو اس جال میں پھنسنے سے بچاؤ۔ اگر آپ حضرات اِس خوش فہمی میں مُبتلا ہیں کہ اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد اب تم پر جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں تو اس خام خیال سے باز آجاؤ۔ خوب کان کھول کر غور سے سُن لو۔ ہوشربا مصیبتیں، کڑی آزمائشیں اور لرزہ خیز امتحانات آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں اس وقت اگر آپ حضرات نے اپنے اختلافات ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک اسٹیج پر کھڑا کرنے اور ان میں فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی اور پھر آپ ثابت قدم بھی رہے اور صبر کا دامن بھی مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اللہ پاک کی مدد آپ کی دستگیری کو یقیناً آئے گی۔ اے اسلام کے نام سے بد کنے والے بزرگو جن بزرگوں کے ناموں پر آپ حضرات الگ الگ مذہبوں کی بنیادیں استوار کر رہے ہیں اُن سب کا دین تو اسلام ہی تھا اور وہ سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ اور ان سب کا کام دین کی اشاعت ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ نے جس دین کی خاطر اپنا خُون بہایا تھا وہ دین آج ہماری آنکھوں کے سامنے مٹ رہا ہے اور ہم اطمینان سے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ آؤ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کے غم میں حصّہ دار بنو اور دین کی دعوت کا کام کرو۔

تاجروں کی خدمت میں۔

میرے دوستو بزرگو! یہودی جب آپس میں لین دین اور خرید وفروخت کرتے تو اس وقت احکام خداوندی پر کم وبیش عمل کرتے لیکن اہلِ عرب خصوصًا مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ عجیب قسم کا تھا اُن سے خرید وفروخت کرتے وقت دھوکا کرتے، وعدہ کرکے پھر جاتے، امانتوں میں خیانت سے باز نہ آتے۔ غرضیکہ اُن کے ساتھ معاشرت میں اخلاق اور دین کے کسی ضابطہ کی پابندی نہ کرتے اور اگر انہیں اس خیانت، عہد شکنی اور بد معاملگی پر ملامت کی جاتی تو بجائے نادم ہونے کے یہ جواب دیتے کہ ہمیں اپنی کتاب نے عرب کے ان بے علموں کے مال کو خرد بُرد کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ اُن لوگوں کا بہتانِ عظیم تھا۔ اللہ پاک تو انہیں لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو ہر کسی سے معاملہ کرتے وقت دیانتداری، ایفائے عہد اور سچ بولنے کے اصولوں پر کاربند رہیں۔ اس سے ہمیں بھی یہ سبق ملتا ہے کہ ہم جس کسی سے معاملہ کریں خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، نیک ہو یا بد، اپنا ہو یا بیگانہ اس سے راستبازی اور دیانتداری سے معاملہ کریں تو بتاؤ پھر اب بھی تاجر حضرات اپنے کاروبار میں اللہ کے احکام کا خیال رکھیں گے یا نہیں؟

تمام مسلمانوں کی خدمت میں

دوستو بزرگو! رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب کے جزیرہ نما کی کیا حالت تھی۔ وہ آپس میں انس ومحبت اور شفقت ورحمت کرنے والے انسانوں کا ملک نہیں تھا بلکہ ایک کوہ آتش فشاں تھا جس سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ بغض وعناد کی آگ برستی رہتی تھی اور دور دور تک آبادیاں جل کر راکھ ہو جایا کرتی تھیں۔ ہر قبیلہ دُوسرے قبیلہ سے برسرِ پیکار تھا۔ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے جنگ آزما تھا۔ جذبات اتنے بے قابو اور مشتعل تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جایا کرتی تھیں۔ ایک بار اگر جنگ کی آگ سُلگ پڑتی تو صدیوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ اوس وخزرج میں لڑائی کا سلسلہ ایک سو بیس سال تک جاری رہا۔ کسی کی جان، کسی کا مال محفوظ نہ تھا۔ یہاں تک کہ اسلام کا بادل آیا اور رحمتِ خداوندی بن کر برسا۔ حضور ﷺ کا ظہور ہوا تو عرب کے اُجڑے دیار میں بہار آگئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے، وحشت کی جگہ اُنس نے، انتقام کی جگہ عفو نے۔ خود غرضی کی جگہ اخلاص وایثار

نے اور غرور و تکبّر کی جگہ تواضع و انکسار نے لے لی۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ جس کی برکت سے عرب کے صحرا نشینوں نے تاریخ عالم کا رُخ موڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا احسانِ عظیم کر کے کس طرح اپنے محبوبؐ کی برکت اور فیضِ نگاہ سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اور ذلت و رسوائی کی پستیوں سے نکال کر ترقی و عزّت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ لوگ دوزخ کے کنارے کھڑے تھے بس آنکھ بند کرنے کی دیر تھی اور لوگ اس گڑھے میں گر پڑتے لیکن رحمتِ الٰہی نے دستگیری فرمائی اور جہنّم کی آگ سے بچنے کے لیے انسانوں کو اپنے حبیبؐ کے ذریعے ہدایت کا راستہ دکھایا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ پاک کے ان احسانوں کو یاد کریں جو ہم پر کیے گئے ہیں اور ہمیں قرآن پاک کو پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا نہ ہو اور نہ ہی ہم لوگ فرقوں میں تقسیم ہوں۔ یہ دینِ قیم جس نے عالمِ بشریت کی تقدیر بدل دی۔ اس کی تبلیغ و اشاعت ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اگر اس ملّت میں ایسے افراد نہ ہوں جو اس پیغامِ رحمت کو دُنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں تو یہ عالمگیر پیغامِ ہدایت چند ملکوں میں محدود ہو کر رہ جائے گا اور یہ اس پیغام سے بھی ناانصافی ہو گی اور ان قوموں پر بھی ظلم عظیم ہو گا جو گھپ اندھیروں میں بھٹک رہی ہیں جن کی زندگی کی تاریک رات کسی روشن چراغ کے لیے ترس رہی ہے۔ نیز وہ قوم اور ملک جس نے دین اسلام کو قبول کر لیا ہے اس کے آئینہ دل میں بھی غفلت کی گرد پڑ سکتی ہے۔ ان کی گرمئ عمل بھی سستی کا شکار ہو سکتی ہے اور ارد گرد کے گمراہ کن تاثرات سے وہ بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسی ہستیاں نہ ہوں جن کا کام ہی اسلام کے حکیمانہ انداز سے لوگوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا۔ اُن کی گرمئ عمل کو باقی رکھنا اور خارجی اور اجنبی تاثرات و تحریکات سے اُن کے دل و دماغ کو محفوظ رکھنا ہو تو بہت سی گمراہیاں خود اس قوم میں راہ پا سکتی ہیں جو اس دین کی علمبردار ہے۔

یہ دونوں کام یعنی ملتِ اسلامیہ کو شاہراہ اسلام پر ثابت قدم رکھنا اور غیر مسلم اقوام تک یہ پیغام رشد و ہدایت پہنچانا جتنا ضروری ہے اتنا اور کوئی کام اہم نہیں اس لیے اس وقت میں ایک ایسی جماعت کے ساتھ تعاون نہ کرنا جو دین کا کام کر رہی ہو گناہ عظیم ہے۔ اس

وقت ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سب کچھ وقت تبلیغی جماعت کے ساتھ لگائیں اور ساتھ ساتھ ایسی جماعت تیار کرنے پر محنت کریں جس جماعت کا علم و عمل، ظاہر و باطن، سیرت و کردار رسولِ کریمؐ کا مظہر کامل ہو اُن میں علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ سیرت کی پاکیزگی، کردار کی پختگی اور ظاہر و باطن کی یکسانی پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے اس کے لیے جب بڑی سے بڑی مالی قربانی ایمانی فراست، قلبی بصیرت اور رُوحانی تربیت کی ضرورت ہے وہ پوری ہونی چاہیے۔

اگر ہم لوگ اِس اہم ترین فریضہ کو ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیں اپنی کوتاہی کے لیے جواب دہ ہونا ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے جب تک ایسے افراد تیار ہوتے رہے گلشنِ اسلام میں فصلِ بہار رہی۔ جب تک مدارسِ اسلامیہ غزالی، رازی، سعدی اور بیضاوی اور خانقاہیں رومی، ہجویری، اجمیری، زکریا ملتانی، شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ایسی فخرِ روزگار ہستیاں تیار کرتی رہیں کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے روشن ہوتے رہے، حق کی قوت باطل کے قلعوں کو مسخر کرتی رہی لیکن آج ہم خود اپنا چہرہ دیکھ لیں اس پر ہماری حرماں نصیبوں کی داستان کندہ ہے میرا حال پوچھو نہیں۔ یہ اتنا دردانگیز ہے کہ نہ مجھ میں بیان کرنے کی طاقت ہے اور نہ آپ میں سننے کی تاب۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ہمارے حال پر رحم فرماوے اور ہمیں دین کی تبلیغ کا کام دین کی محنت کرنے والوں کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

گروہ بندی سے بچنے کا ایک ہی راستہ

مسلمانو! گروہ بندی اور اختلاف سے بچو اور اُن سابقہ اختلاف کی لعنت میں گرفتار قوموں کی داستان کو اپنے سامنے رکھو۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیا تھا اور فروعی اور جزئی مسائل کو اُنہوں نے اتنی اہمیت دے رکھی تھی کہ انہیں کی وجہ سے کُفر کے فتوے لگائے جاتے اور ملّت کی وحدت کو اس طرح انتہائی بیدردی سے پارہ پارہ کر دیا جاتا۔ آج ہم بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں۔ ایک خدا۔ ایک رسُول۔ ایک کتاب، ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو اتنے فرقوں میں بانٹ رکھا ہے اور کچھ پیٹ پرستوں نے اُن کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کر دی ہیں کہ اب اُن کا آپس میں مل بیٹھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ نبی کریمؐ

کے فضائل و کمالات پر جب بحث ہونے لگی اور مناظروں کی ضرورت محسوس ہونے لگی تو اب وہ کونسی چیز ہے جو ہمیں اکٹھا رکھ سکتی ہے۔

قیامت کے روز دل کی کیفیت چہروں پر عیاں ہوگی جن کے دل نورِ ایمان سے منوّر ہیں قیامت کے دن اُن کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوں گے اور جن کے باطن میں دوسروں کو اللہ کی راہ میں روکنے کے باعث گمراہی کی تاریکی جمی ہوئی ہے اس روز ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر کے اللہ کی راہ میں نکلیں تاکہ ہمیں بھی اللہ پاک روشن چہروں والوں کے ساتھ ملادے۔ قیامت کے روز بعض پر انعام و اکرام کی بارش اور بعض پر غضب و ناراضگی کی پھٹکار بلاوجہ نہیں ہوگی بلکہ ہر ایک کے اپنے اعمال کا یہ نتیجہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اس سے بلند اور پاک ہے کہ وہ کسی پر زیادتی کرے یا اُس کے اعمال کو ضائع کر دے۔ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ہاں ہم خود جان بوجھ کر اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے اعمال بد سے اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں اور اللہ کے دین کی دعوت کا کام چھوڑ کر ہم خود اپنے اُوپر ظلم کر رہے ہیں۔ ہم نبی کریمؐ کے اُمتی ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے خیر الامم کے جلیل القدر لقب سے سرفراز کیا ہے۔ ہم سے پہلے جتنی بھی اُمتیں صفحہ ہستی پر ظاہر ہوئی ہیں اُن سب سے ہمیں بہتر کہا گیا ہے کیونکہ ہماری زندگی کا مقصد بڑا پاکیزہ بہت بلند ہے ہمیں اس لیے زندہ رہنا ہے کہ حق کا بول بالا ہو۔ ہدایت کی روشنی پھیلے، گمراہی کی ظلمت کافور ہو۔ باطل کا طلسم ٹوٹے اور اخلاق حسنہ کو قبولیت حاصل ہو۔ آج کے حیوانی رسم و رواج جنہوں نے طاقتور کو ظالم اور چیرہ دست اور کمزور کو مظلوم و فاقہ مست بنا رکھا ہے، مِٹ جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی صداقت (یعنی توحید) پر جب ہم خود بھی ایمان لاچکے ہیں تو پھر ہمارے ذمہ یہ فرض ہے کہ ہم دوسروں کو بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دیں اگرچہ پہلی اُمتیں بھی اچھے کاموں کی دعوت اور بُرے کاموں سے منع کرتی تھیں اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہمّت، خلوص اور سرفروشی کا جذبہ لے کر اللہ کے دین کی دعوت کے لیے اُٹھیں اور دُنیا کے کونے کونے میں اللہ کے دین کو پہنچادیں۔ اللہ

پاک نے اقوامِ عالم کی بھری محفل میں ہمارے سر پر فضیلت کا تاج رکھا ہے۔ دوسری قوموں کے فیضانِ ہدایت سے ایک محدود علاقہ ایک مخصوص قوم ایک مقررہ وقت تک متفیض ہو سکتی تھی لیکن اللہ کے دین کی دعوت کا کام کرنے والے مسلمانوں کا ابرِ کرم بحر و بر۔ نشیب و فراز۔ سیاہ و سپید۔ نزدیک و دور ہر خطہ پر برستا رہا اور ہر خطہ کے پیاسوں کی پیاس بجھتی رہی۔ دین کا کام کرنے والے مسلمانوں کی برکتیں صرف اپنے لیے اور صرف اپنوں کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے ہیں۔ آؤ آج ہم بھی پھر اپنے اصلی کام کو اپنا کر اللہ پاک کے ہاں اپنے فرض سے سرخرو ہوں۔

اب گروہ بندیوں سے بچنے کے لیے راستہ ہمارے سامنے ہے میں ہر پیر صاحب سے، ہر بزرگ سے، ہر حاکم سے، ہر تاجر سے ہر زمیندار سے نہایت ہی ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ سب اپنے حلقۂ اثر لوگوں کو دین کی تبلیغ میں لگا کر خود بھی سرخرو ہوں اور ان کو بھی سرخرو کریں۔

یہ تبلیغ کا کام اِس دَور میں حضرت نوحؑ والی کشتی کی مثال رکھتا ہے جو اِس کشتی میں سوار ہو گیا وہ انشاء اللہ منزل کو سامنے پائے گا۔ تبلیغ کا کام کرنے والے حضرات مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں آپ کو ملیں گے اُن کے پاس تشریف لے جاویں اور تبلیغ کا کام کر کے جنّت میں بلند مقام حاصل کریں اور اس مسکین خواجہ محمد اسلام کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد فرما دیں کہ اپنے سے زیادہ دنیا میں کسی کو محتاج نہیں پاتا۔

○

THE SPECTACLE OF DEATH *INCLUDING* GLIMPSES OF LIFE BEYOND THE GRAVE

BY KHAWAJA MUHAMMAD ISLAM ADARA ISHAT-E-DINYAT ANARKALI, LAHORE

ہماری اور تمہاری مثال :

دُنیا بھر کے مسلمانو! اس وقت ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں نکلنے کے لیے اور لڑنے کو کہا انہوں نے جواب دیا کہ میں لڑنے کو نہیں جاتا ہاں ایک طرح چل سکتا ہوں کہ مجھ کو ایسی تلوار دو جو آنکھوں سے دیکھتی ہو اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتا دے اور میں اُس کو مار ڈالوں اور ایماندار کو دیکھ کر اُس کا حال صحیح ہے کہہ دے تا کہ میں اس کو نہ ماروں اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگ کھلے راستہ پر چلے جاتے ہوں اور یکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بھول جائیں تو کوئی کہے کہ راہ داہنی طرف کو ہے اور اُسی طرف کو چل دیں اور حیران پریشان بھٹکے پھریں اور کوئی کہے کہ بائیں کو ہے اور اُس طرف جا کر خراب خستہ ہوں اور جو کچھ لوگ اسی جگہ ٹھہریں اور اتنا صبر کریں کہ آندھی موقوف ہو جائے اور راہ معلوم ہونے لگے۔ تو اس بات کا کہنے والا بہتر ہے اور خواجہ محمد اسلام آپ سے عرض گذار ہے کہ آپ تبلیغ کے کام میں جا ٹھہریں۔ اُس کی برکت سے آندھی موقوف ہو جائے گی اور حقیقت کی راہ معلوم ہونے لگے گی۔

فریاد :

لوگو! اسلام رو رہا ہے۔ اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے۔ (اور دفعتاً انتقال پا کر ایسے ہو گئے، گویا ہوئے ہی نہ تھے، تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے، اور اُسے دیکھ کر خوشی کے

مارے) کھلاریاں کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اُس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالے یا ذرا سی مقدار میں کھانا دیا کرتا ہے اور تو ہر وقت اللہ کی قِسم قِسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے، نہ تو اس کو پُورا کرتا ہے، اور نہ اُس کا حق ادا کرتا ہے۔ (بلکہ اُس کے برعکس) اُس کا حکم رد کرتا ہے اور اُس کی حدودِ شریعت کی حفاظت نہیں کرتا۔

دنیا کو اِس وقت گمراہی کے گڑھے سے نکلنے کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو دُنیا کو شر سے خیر کی طرف، تخریب سے تعمیر کی طرف اور فساد سے اصلاح کی طرف پھیر سکتی ہو۔ جو اپنے ایمان و عقیدہ اور اپنے اخلاق و معاملات ہر چیز کے لحاظ سے طاقتور ہو، جو صحیح دینی دعوت اور اس آخری آسمانی پیغام کی حامل ہو، جو زندگی کے مسائل کا سامنا کرتا ہے۔ اُس سے گھبراتا نہیں، جو قافلۂ انسانی کی رہنمائی کرتا ہے۔ اُس سے بچھڑتا نہیں ایسی جماعت جو مجسم جہد و عمل ہو، یہ وہ مطلوب جماعت ہے۔ جو ایمان اور علم کی قوّت، رُوح اور مادّہ کی قوّت، آسمانی پیغام کی ابدیت اور اُس کی ازلی حقیقت، وہ مقاصد جو آسمانی مذاہب عطا کرتے ہیں اور آخری آسمانی مذہب اسلام اس کا سب سے مکمل اور جامع نمائندہ ہے، وہی اس دُنیا کا اصلی قائد اور رہنما ہے جو اس خلا کو پُر کر سکے، تاریخ کے دھارے کو موڑ سکے اور دُنیا کو ایک نیا راستہ اور نئی سمت اختیار کرنے پر مجبور کر سکے، اور اس جی چھوڑتی، آمادۂ خودکشی دُنیا کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا کر سکے اور اس کو موت کے اس غار سے بچا سکے جس کی طرف وہ ایٹمی سُرعت اور راکٹ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ یہ تبلیغی جماعت ہے۔

بس آج یہ اُمت کی سب سے بڑی ضرورت ہے کہ دین کے سیکھنے کا نبوی اور فطری طریقہ کار دوبارہ زندہ کیا جائے۔ کتابی نقوش کے ساتھ زندہ نفوس سے استفادہ کو د جو

کہیں زیادہ آسان اور عمومی طریقِ تعلیم ہے، ضم کیا جائے۔ متمکن دینی اداروں اور اسلامی درسگاہوں کے ماتحت کچھ چلتی پھرتی درسگاہیں، جیتی جاگتی خانقاہیں اور بولتے چالتے صحیفے ہوں جو علوم نبویہ کے ان سمندروں سے (دینی مدارس) مشکیں بھر بھر کر عام زندگی کی کشت زاروں میں تاجروں کی تجارتوں، مزارعین کی زراعتوں اور اہلِ صنعت کی صنعتوں میں دین کا آبِ حیات پہنچائیں۔

ایک شاہراہ کے سوا آج سارے راستے بند ہیں

آج جہاں کہیں بھی کشت و خون ہو رہا ہے۔ آج جہاں کہیں بدامنی ہے۔ آج جہاں کہیں انسان انسان کو پامال کر رہا ہے۔ گھروں کو تاراج کر رہا ہے، بستیوں کو بے چراغ کر رہا ہے، وہاں صرف اغراض ہیں اور یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ اس کے بند کرنے کی طاقت دُنیا کے کسی فلسفے میں نہیں۔ اِس کے بند کرنے کی طاقت کسی مفکر کے پاس نہیں، راستے گُم ہیں۔ دروازے بند ہیں۔ انسان کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے، صرف ایک راستہ باقی ہے اور وہ راستہ صرف انبیاء علیہم السّلام کا بنایا ہُوا راستہ ہے۔ وہ راستہ ہے تبلیغ کا۔

دِل بنا دُنیا بنی، دِل بگڑا دُنیا بگڑی

ہمارے اس ہاتھ میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے، لیکن یہ ہاتھ خود کوئی چیز نہیں، اِس کی کوئی ہستی نہیں۔ یہ ہاتھ مظلوم پر ظلم کے لیے اُٹھ سکتا ہے۔ ظالم کی مدد کے لیے اُٹھ سکتا ہے۔ اُٹھ کیا سکتا ہے اُٹھتا رہتا ہے۔ اور آج تو صرف اسی کے لیے اُٹھ رہا ہے۔ آج ساری انسانی توانائیاں اور اس کی ساری طاقتیں ظُلم کے لیے وقف ہیں اور یہ کوئی انہونی اور بعید از قیاس بات نہیں، جب انسان کا دل بدل جائے انسان کے دل میں اور اُس کی نیت میں فتور آجائے اور اُس کے دل کے اندر انسان کی دشمنی

گھر کر جائے، اُس کو انسان کے خُون کی چاٹ لگ جائے تو اس کا ہاتھ یتیم کا سر قلم کرنے کے لیے، بیوہ کے سر سے آخری دوپٹہ، یا اُس کے چہرے کو چھپانے کے لیے، اُس کی آبرو کی حفاظت کے لیے جو آخری سہارا رہ گیا ہے اُس کو چھین لینے کے لیے۔ غریب و مفلس کے فاقہ زدہ گھر سے جس کو ہفتوں کے بعد چند دانے پکانے کے لیے اپنا اور اپنے یتیم بچّوں کا پیٹ بھرنے کے لیے ملے ہیں، یہ چند دانے اور اُس کا چولہا، توا اٹھا لینے اور اُس کی آگ کو گُل کر دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ لیکن مسئلہ صرف ہاتھ کا نہیں بلکہ اِس کا اور اِس طرح کی ساری خرابیوں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے؟ اِس کا ارادہ کیا ہے؟ کیا انسان کے اندر خیر کی طلب پیدا ہو گئی؟ کیا اُس کے اندر خوف پیدا ہو گیا، کیا انسانیت کی حقیقت اس پر کُھل گئی؟ کیا انسان کو ہستی کا آغاز و انجام معلوم ہو گیا بس سارا انحصار اسی پر ہے۔ انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ نے جتنی زرخیزی رکھی ہے اور اُس کے اندر سونا اُگلنے کی جو صلاحیت رکھی ہے اُس کے سامنے سائبریا کے میدان اور کشمیر کی سرسبز و زرخیز زمین ہیچ ہے۔ اگر اُس کے اندر نیک ارادوں کے اُگنے، پھلنے پھولنے اور پرورش پانے کی صلاحیّت پیدا ہو گئی اور انسان کے سفلی اغراض و مقاصد اور اُس کی سفلی خواہشات کھاد بننے کے لیے تیّار رہے تو انسان ان کو کھاد بنا کر اپنے دل کی سرزمین سے نیک ارادوں کی کھیتی پیدا کر سکتا ہے اور یہ کھیتی پھل دے سکتی ہے پک سکتی ہے اور کاٹی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ دل کی سرزمین بنجر ہو گئی ہے تو اِس کے اندر کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں۔ پھول پیدا نہیں ہو سکتے۔ اُس کے اندر تلواریں تو اُگ سکتی ہیں لیکن امن دینے والی چھاؤں پیدا نہیں ہو سکتی۔ انسان کے دل کی کھیتی ایسی منحوس بن گئی ہے، ایسی اُلٹی ہو گئی ہے کہ اُس کے اندر زہر تو پیدا ہو سکتا ہے، تریاق پیدا نہیں ہو سکتا بدامنی تو پیدا ہو سکتی ہے' امن پیدا نہیں ہو سکتا۔ نفرت تو پیدا ہو سکتی ہے محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اپنے بچّوں کو پالنے کے لیے یتیموں کا پیٹ پھاڑنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے

لیکن کسی بے کس، کسی مظلوم اور کسی مصیبت زدہ کی حفاظت اور کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔

دُنیا کے دُکھوں کا علاج صِرف یہ ہے کہ دل میں ایمان کا چراغ روشن کیا جائے

لوگو! تم نے دل کی دُنیا میں یقین کھویا، تُم نے دل کی دُنیا میں انسان کی محبت کھوئی. تُم نے دل کی دُنیا میں ایمان کھویا، تم نے دل کی دُنیا میں انسان پر اعتماد کھویا، تُم نے دل کی دُنیا میں خُدا کی محبّت کھوئی، اب تم اُس کو باہر تلاش کر رہے ہو، تم اس کو اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم پر تلاش کر رہے ہو تم اُس کو سیاسی کانفرنسوں میں تلاش کر رہے ہو تم اُس کو سیاسی پارٹیوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اُس کو یونیورسٹیوں کے ایوانوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اُس کو کتب خانوں کے گوشوں میں تلاش کر رہے ہو، خدا کا قانون ہے، خدا کی غیرت کا فیصلہ ہے کہ جو چیز جہاں کھوئی ہے وہیں ملے گی۔ اب دنیا کا کوئی علاج نہیں، سُننے والے سُن لیں، لکھنے والے لکھ لیں، یاد کرنے والے یاد کر لیں کہ اب دُنیا کا کوئی علاج نہیں ہے. علاج صرف یہی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا دامن پکڑا جائے اور پھر وہ چراغ بھی روشن کیا جائے جس سے دل کی کھوئی ہوئی چیز ملے، دل کا سراغ مل چکا دل تک پہنچنے کا راستہ کسی کے پاس نہیں، افسوس یہ ہے کہ راستہ نہیں، دل تک پہنچنے کا راستہ بہت نازک ہے۔ یہ بہت پتلی گلی ہے مگر راستہ وہی ہے تبلیغ کا۔ لوگو! تبلیغ میں لگ کر اپنے دل کو بنالو۔ دل ایک زبان جانتا ہے، دل انصاف کی زبان جانتا ہے، دل محبّت کی زبان جانتا ہے، دل فلسفوں سے نہیں سمجھے گا۔ باریکیوں سے نہیں سمجھے گا، سائنس سے نہیں سمجھے گا. دل تو ایک ایمان کی زبان جانتا ہے، خدا کا نام لو تو دل جاگ اُٹھے گا، خدا کے نام سے پکارو. دل دوڑ پڑے گا، خدا کے نام کی دہائی دو. دِل سب کچھ نچھاور کر دے گا۔ اور جب دل تیّار ہو جائے گا، تو پھر کسی

چیز کی کمی نہیں، وسائل کی کمی نہیں، طاقت کی کمی نہیں تنظیم کی کمی نہیں، دولت کی کمی نہیں، دانائی کی کمی نہیں، سب قدموں کے نیچے ہیں لیکن دل کو جگالو اور دل کو ایک خیر کے راستے پر ڈال دو اور دل میں انسان کی محبت پیدا کر دو، دل کی اس اوسر و بنجر زمین میں پھر صلاحیت پیدا کرو، اور وہ صلاحیت پیدا نہ ہو گی جب تک اپنے سفلی اغراض و مقاصد کی کھاد اسمیں نہ ڈالو گے، یہ تمہاری دولت پرستی، یہ تمہاری جاہ پرستی، یہ تمہاری غرض پرستی، یہ تمہاری حکومت پرستی یہ کھاد ہے دل کی، جب اس کو کھاد بنا کر زمین پر ڈالو گے تو دل کی کھیتی خزانہ اُگلے گی، پھر خلوص پیدا ہو گا۔ تم نے دیکھا ہے کہ کھاد ہمیشہ گندی ہوتی ہے، مگر کھاد سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ کیسی لطیف و نظیف ہوتی ہے، جب اغراض کی غلط مقاصد کی کھاد، انسانیت دشمنی کی... جاہ پرستی کی... اور حکومت پرستی کی کھاد ڈالو گے تو اُس سے خلوص برآمد ہو گا، اُس سے صداقت برآمد ہو گی، اُس سے انصاف برآمد ہو گا، اُس سے انسانیت کی فلاح کی طلب برآمد ہو گی اور پھر دنیا میں بہار آئے گی اور یہ دنیا جنت کا منظر بن جائے گی۔

دیکھئے کتاب "جنت کا منظر"

دعا گو اور طالب دعا:

ڈاکٹر خواجہ محمد اسلام لاہور پاکستان

استغفار

جب تُو دیکھے اپنے اُوپر بلا اور تکلیف، تو پچھلے پہر نصف رات کے بعد اپنے رب سے استغفار کر۔ کیونکہ گناہوں کے سبب یہ بلائیں آتی ہیں۔

مَیں نے اپنے شیخ کو دیکھا کہ آخر شب میں ہر دو رکعت تہجّد کے بعد سجدہ میں بہت رویا کرتے تھے اور نہ جانے اللہ تعالےٰ سے دیر تک کیا کیا عرضِ راز و نیاز کیا کرتے تھے۔

عاشقوں کی سجدہ گاہ جب اُن کے آنسوؤں سے تر ہوتی ہے، تو آسمان کو باوجود اپنی رفعت و بلندی کے اُس حصّہ زمین پر رشک آتا ہے۔

جو سالک حق تعالےٰ کے راستے کو قطع کرنا چاہتا ہو، اُسے لازم ہے کہ وہ ہر گناہ سے صدقِ دل سے توبہ کرلے۔ جب حق تعالےٰ کے راستے میں گناہ رکاوٹ ہیں تو سالک پر ہر گناہ سے توبہ بھی لازم ہے ورنہ اس راستے میں ترقی کے بجائے تنزّل شروع ہو جاوے گا۔

اے خدا کے بندے اگرچہ تُو گناہوں میں غرق ہو لیکن خبردار حق تعالےٰ کی بخشش سے نا اُمید مت ہونا۔ جب تُو اُس سُلطانِ حقیقی غفار الذنوب سے معافی طلب کرے گا اور صدقِ دل سے توبہ کرے گا، تو اپنی توبہ کو تمام گناہوں کا مٹانے والا پائے گا۔

جو شخص توبہ کرتا ہے تو ربّ غفور الرّحیم اُس کے تمام قصور معاف کر دیتا ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے ہم سے یہی وعدہ فرمایا ہے کہ جب تُم

توبہ کروگے تو نیک اور پارسا ہو جاؤ گے۔

قبولیتِ توبہ کے لئے یہ راز بھی جان لو کہ اس وقت رونا یا رونے والوں کی نقل کرنا بہت کام آتا ہے۔

گناہ تم کو خدا سے دُور کرتا ہے اور توبہ تم کو پھر خدا سے قریب کردیتی ہے۔ توبہ کے وقت جب گریہ وزاری کرو، تو یہ ارادہ اور عہد بھی کرنا ضروری ہے کہ اب آئندہ یہ گناہ نہ کریں گے

اگر زبان سے تو توبہ توبہ ہو، اور دل میں گناہ کرنے کا ارادہ بھی ہو تو یہ توبہ نہیں ہے۔ توبہ کے لئے عزم علی التقوےٰ بھی ضروری ہے کہ اب آئندہ گناہ نہ کریں گے۔ وقتِ توبہ خونِ جگر کے ساتھ رونے سے عرشِ الٰہی رحمت سے ہلنے لگتا ہے۔

ندامت کے سبب جو آنسو گناہ گاروں کے سجدوں میں گرتے ہیں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ وہ آنسو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کئے جاتے ہیں۔

غضب اور غصّہ

اگر تجھے کسی خطاکار پر غصہ آگیا تو فوراً حق تعالےٰ کے قہر اور غصّہ کو یاد کر۔ اگر تُو نے آج حق تعالےٰ کے بندوں کی خطاؤں کو معاف کیا تو میدانِ محشر میں دونوں جہان کے مالک سے تو بھی معافی پائے گا۔ یاد کرو اپنے گناہوں کو کیونکہ گناہوں کی یاد غصّہ کو فرو کرنے والی

ہے۔ خدا کے نیک بندوں کو یہ غصہ زیب نہیں دیتا۔

کاظمین الغیظ کی آیت تلاوت کرو کہ حق تعالےٰ نے نیک بندوں کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ لوگ غصّہ کو پی جاتے ہیں (غصہ ان کو نہیں پی سکتا)۔ پس مخلوق کی خطاؤں کو معاف کر دیا کرو۔

اپنے اُوپر تکالیف برداشت کرنا اور دوسروں پر مہربانی کرنا پیغمبروں کی سُنّت ہے۔ اگر روز محشر تُو خدا سے عفو چاہتا ہے تو خدا کی مخلوق کے ساتھ تُو اُن کی خطاؤں کو معاف کرنے کی عادت ڈال لے۔

جب ہر خطاکار اپنے قصور کی معافی اور رحم کو محبوب سمجھتا ہے تو پھر جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا چاہیئے، نہ کہ دوسروں کے لئے غضب اور غصّہ کو روا رکھیں۔

جب کسی مخلوق پر تجھے غصّہ جوش کرے تو اپنے غضب کی تلوار کو اُن کے حلق سے دُور کرلے۔ یعنی جس پر غُصّہ جوش کر رہا ہے اُس سے دوسری جگہ چلے جاؤ یا اُسی کو اپنے سے دُور کر دو۔ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ یعنی جس حالت میں ہو، اُس کو تبدیل کر دو۔ اگر تم غضب کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہو تو حالتِ غضب میں اپنے چہرہ اور سر پر سرد پانی ڈالو، تاکہ تم اپنے قہر کی آگ کو بُجھا سکو۔

اپنے قہر کو حق تعالےٰ شانہٗ کے قہر کی یاد سے مغلوب کر دو۔ تاکہ میدانِ محشر میں حق تعالےٰ کی رحمت کے مُستحق ہو جاؤ۔

کسی شیخ کامل کے پاس حاضر ہو کر اپنی اس بیماری کو بیان کرو، تاکہ اُس کے فیض سے اِن ہدایات پر عمل کرنے کی ہمت حاصل ہو۔

شہوتِ نفسانی

تیرے نفس کی خواہش تجھے بلا میں مُبتلا کرتی ہے اور اسی سبب سے تُو گناہوں کے کنویں میں گِرتا ہے۔ ہر گناہ کی علت یہی شہوت ہوتی ہے، اور ہر نفس کی سرکشی کا سبب یہی شہوت ہے۔

اگر شہوت کی آگ کو تُو نے اس طرح بھڑکنے دیا تو انجام کار تُو دین سے خالی ہاتھ ہو جاوے گا۔

تقوے کیا ہے؟ شہوت کو ترک کر دینا۔ پس شہوت ہمارے اندر ترک ہی کرنے کے لئے دی گئی ہے تاکہ ہم مُتقی بن جائیں۔

یہ انسان نور تقوے کب پاتا، اگر اپنے دل میں شہوت کا مادہ نہ پاتا۔ یعنی جب خواہش ہی گناہ کی نہ ہوتی، تو ترکِ خواہشِ گناہ کیسے کرتا، اور یہ مجاہدہ اور مجاہدہ کا انعام کیسے حاصل کرتا۔ اِسی حکمت کے سبب سے انسان میں شہوت رکھی گئی ہے۔ تاکہ محنت اور مجاہدہ، ترکِ شہوت سے اُٹھا کر قربِ حق کا انعام پالے۔ اور قربِ حق کی نعمت کی قدر اسی محنت اور مجاہدہ کے بعد ہی ہُوا کرتی ہے اور مخلص اور منافق کا فرق بھی اسی امتحانِ مجاہدہ سے ہُوا کرتا ہے۔

بُری خواہشات کو ترک کرنے سے جگر پُر خون اور دل صدمہ سے چُور چُور ہو جاتا ہے۔ لیکن یہی غم ہماری جان میں عشقِ حق کو تیز تر کرتا ہے۔ ترکِ شہوت دل کو توڑ دیتا ہے۔ لیکن یہی ٹوٹے ہوئے دل خدا سے قریب تر ہوتے ہیں، اور اسی مجاہدہ کا غم بندہ کو اللہ سے جوڑ دیتا ہے۔ ترکِ خواہشات سے نفس سمجھتا ہے کہ میرا سامانِ عیش چِھن گیا لیکن یہی بے سامانی اُس کو اللہ تعالےٰ کی رحمت کی آغوش میں رکھ دیتی ہے۔ ترکِ شہوت اگر تُو دُنیا میں کرے گا، تو اِسی جہان میں تُو خدا کو پالے گا۔

جو شخص تارکِ شہوت ہو جاتا ہے وہ اپنے کو ہر آفت سے نجات اور خلاصی دلاتا ہے، اور جو دُنیا میں شہوت پرستی کرتا ہے پس اُس کی زندگی دنیا ہی میں دوزخ والی ہو جاتی ہے۔

نارِ شہوت نارِ دوزخ سے تعلق رکھتی ہے جس طرح درخت کے تنے سے شاخوں کا تعلق ہوتا ہے۔

ترکِ خواہش آسان نہیں ہے، ورنہ اے خدا کے بندے، ہر شخص جو شہوت پرست ہے، تارک ہو کر ولی ہو جاتا۔

پس عادت اللہ یہی ہے یعنی خدا تعالےٰ کا دستور یہی ہے کہ اللہ والوں کی صحبت ہی میں جا کر یہ نعمت یعنی تقویٰ کی دولت ملے گی۔ پس کسی شیخِ کامل کو اپنا رہبر و معالج بنا لو، اور اُس سے فیض حاصل کرو۔

بدنگاہی سے اجتناب

اچانک نظر معاف ہے مگر ایک نظرِ اچانک کے بعد پھر دوسری بار دیکھنا حرام ہے۔ جو سالک بدنگاہی کرتا ہے وہ سالک نہیں، محض عیشِ باہی کرنے والا ہے۔

جو شخص کسی لڑکے یا اجنبی عورت کو بدنگاہی سے دیکھتا ہے وہ نُور سے نکل کر تاریکی کے کنوئیں میں جا گرتا ہے یعنی نُورِ قُرب چھن جاتا ہے۔

دل کا نُور بدنگاہی سے ختم ہو جاتا ہے، اور بدنگاہی کرنے والا دل کا اندھا ہو جاتا ہے۔ تقوےٰ کا نُور خدا تک لے جاتا ہے اور بدنگاہی اُن مردہ لاشوں تک لے جاتی ہے جن کو تُو گھورتا رہتا ہے۔

پرہیز کرو بدنگاہی سے۔ کیونکہ تقوےٰ اور فسق دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ بدنگاہی کرنے والا اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی دوستی کے لئے تقویٰ کو شرط ٹھہرایا ہے، اللہ تعالےٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہمارا دوست کوئی نہیں بجز متّقی بندوں کے۔

بدنگاہی کرنے والا حق تعالےٰ شانہٗ کا درباری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُن کے دربار کے لئے تقوےٰ شرط ہے۔ اے اللہ کے بندے تُو بدنگاہی کرتا ہے تو اپنے آپ کو تقویٰ سے دُور لے جا رہا ہے۔ تُو نافرمانی کا نام عشق رکھتا ہے۔ پس تُو اپنے کو دھوکہ دے رہا ہے، کہ فسق کو عشق سمجھتا ہے۔ مشرق کا نام مغرب رکھنے سے کیا تُو مغرب کی

طرف پہنچ سکتا ہے؟ جب شریعت میں بدنگاہی کو فسق قرار دیا گیا، تو کیوں یہ فسق تیری نظر میں عشق بن رہا ہے۔

کوئی فاسق اولیاء اللہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس فعلِ بدنگاہی سے اے دوست توبہ ضروری ہے۔ جب تک تیرا دل غیر اللہ سے پاک نہ ہوگا، تو اللہ کا ولی نہیں بن سکے گا۔

جو شخص اپنی زندگی کے ایک بڑے حصّے کو گناہوں میں تباہ کر چکا ہو، اور بدنگاہی اور عشق مجازی وغیرہ میں مُبتلا رہنے سے اُس کی توبہ بار بار ٹوٹ رہی ہو، اور زندگی کے ایّام اس پر تلخ ہو رہے ہوں اور دل سے اپنی اصلاح کا فکر مند ہو مگر شہوات کے دلدل سے نہ نکل پا رہا ہو، اور ارتکابِ جرائم بدنگاہی وغیرہ اس کی عادتِ ثانیہ اور اُس کا مزاجِ ثانی بن چکے ہوں، اور تلخی ظلماتِ معاصی سے اپنی جان سے بیزار ہو چکا ہو۔ مسلسل اپنی شکست اور بدعہدی سے اور مسلسل نافرمانیوں کی ظلمت و وحشت سے اس کی دُنیا ہی جہنّم بن گئی ہو اور وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (جو شخص میری یاد سے اعراض کرے گا، اس کی زندگی کو میں تلخ کر دوں گا) کی پوری پوری تلخی محسوس کر رہا ہو، اور اس صدمہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہو، اُس شخص کو چاہیئے کہ تبلیغ کے کام میں کچھ وقت لگائے۔

اخلاقِ رذیلہ

اے اللہ کے بندے! اگر تُو اخلاقِ رذیلہ میں گرفتار رہے گا اور

اصلاح کی فکر و اہتمام میں مجاہدہ نہ کرے گا، تو تیری زندگی خود دوزخ اور عذابِ سرمدی بن جاوے گی۔ اخلاقِ رذیلہ ہی دوزخ کا سرمایہ ہے، اور اخلاقِ رذیلہ ہی محبوبِ حقیقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

جب تیری کوئی بُری عادت جڑ پکڑ لیتی ہے تو اُس بُری عادت کو دُور کرنے والے ہی پر تجھے غصّہ آتا ہے۔ جب تیرے بُرے اخلاق کے خلاف کوئی نصیحت کرتا ہے تو تجھے اُس ناصح ہی سے سخت کینہ پیدا ہو جاتا ہے، حالانکہ تجھے اُس کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

بارہا تُو اپنی بُری عادتوں سے ذلیل ہُوا۔ لیکن تُو ایسا بے حس ہے کہ تجھے احساس ہی نہیں ہوتا۔

بُری عادت کا درخت تو مضبوط ہوتا جاتا ہے، اور اُس کا اُکھاڑنے والا روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے (بوجہ زیادتی عمر کے)۔ تُو یا تو تلوار اُٹھا اور مردانہ وار حملہ کر دے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح اس درِ خیبر کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال۔ اور اگر اتنی ہمت نہیں کہ نفس کو توڑ سکے تو اپنے خارِ رذیلہ کو کسی اللہ والے کی صُحبت کے پھُول سے مِلا دے اور اس یارِ باوفا کے نُور سے اپنی نارِ شہوت کو مِلا دے۔

تا کہ نُورِ او کُشد نارِ ترا وصلِ او گلشن کند خارِ ترا

تاکہ اُس اللہ والے کا نُور تیری نارِ شہوت کو مغلوب اور کمزور کر دے اور اُس کی صُحبت کی برکت تیرے خار کو گُلشن بنا دے اور تجھے اللہ کے ذکر پر لگا دے۔

گریہ وزاری

وہ شخص کس قدر خوش قسمت ہے جو اپنے ربِّ دو جہاں کے سامنے بیٹھا ہُوا، اُس کی یاد میں آہ و فغاں کرتا ہے۔

اے اللہ کے بندے! اپنے گریہ کے آنسو میں خونِ دل بھی بہا دے تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اپنی جان میں مشاہدہ کرلے۔

جس جگہ کوئی عاشق سجدہ میں روتا ہے، وُہی قطعۂ زمین اُس عاشقِ حق کے لئے حریمِ بارگاہِ حق بن جاتا ہے۔ ندامت سے گناہ گار کے آنسو سجدہ کی حالت میں شہیدوں کے خون کے برابر وزن کئے جاتے ہیں۔ جو شخص کہ اپنے کو مثلِ خارِ گناہ گار اور حقیر سمجھتا ہے اور اس احساس سے زار زار روتا ہے اور لُطفِ حق اس کی زاری اور درد سے جوش میں آتا ہے اور یہ بندہ اللہ تعالیٰ کا درباری اور محبوب بن جاتا ہے۔

جو شخص عشقِ حق سے روتا ہے، اس کی آنکھیں دوسری سینکڑوں آنکھوں کی سرداری کرتی ہیں، اور حق تعالےٰ کی ستّاری اپنے کرم سے ایسے گریہ وزاری کرنے والے بندے کے عیوب کی پردہ پوشی ہر وقت کرتی ہے۔ رحمتِ حق اس کے اعمال سے صرفِ نظر کرتی ہے اور اپنے لُطف و کرم کی بارش اُس کے سر سے پاؤں تک کرتی ہے۔

غلامِ بے ہنر پر حق تعالےٰ شانہٗ کی یہ رحمتیں در اصل یہ حق تعالےٰ ہی کی صفات کا خاصہ ہیں۔

اے کاش مَیں حق تعالےٰ شانہٗ کی محبّت کے غم میں خُوب روتا

اور رات دن اُس کی جُدائی کے غم میں نالہ کرتا۔

عشق نالہ ہائے پُرخون کرتا ہے اور عقل کو حیران اور مجنون کرتا ہے۔

زمین پر جب عاشقانِ حق روتے ہیں، تو آسمان پر ستارے ان آنسوؤں کی عظمت سے محوِ حیرت ہوتے ہیں۔

جو شخص دردِ دل سے آنسو برساتا ہے، وہ دراصل اپنے دل کے لئے عشق کی آگ کا سامان کرتا ہے۔

حقیقی اور پختہ توبہ

اے اللہ کے بندے! مردانہ وار توبہ کر گناہوں سے، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھ دے۔ کب تک خدا سے دُور رہ کر گناہ کرتا رہے گا۔ حالانکہ اپنے عمل کے ایک ایک ذرّے کو قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں موجود پائے گا۔

اپنے باپ سیدنا آدم علیہ السّلام سے سبق سیکھ لے کہ اُنہوں نے اپنے قصور سے کس طرح توبہ کی اور اپنے رب کے سامنے اپنے کو جُھکا کر عالی منصب حاصل کیا۔ جو لوگ حضرت آدم علیہ السّلام کی خاص اولاد ہیں، وہ بھی اپنے باپ کی تقلید کرتے ہوئے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہتے ہیں۔

بغیر توبہ کے جو زندگی گناہوں میں غرق ہے، وہ خود وبالِ جان ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہماری نافرمانی کرتا ہے، ہم اُس کی زندگی کو تلخ کر دیتے ہیں۔ اور خدا سے غافل ہونا

موتِ عاجلہ کے مترادف ہے۔

سجدہ گاہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرو، فریاد کرو کہ اے خدا مجھ کو خیالاتِ فاسدہ سے رہائی عطا فرما۔ کیونکہ توبہ کے آنسو ماضی کی تمام بُرائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتے ہیں، اور گناہوں کے پُرانے زہر کو بھی مثل "شکر" کر دیتے ہیں۔ توبہ کی برکت سے حق تعالےٰ شانہٗ تیری سیئات کو حسنات سے تبدیل فرمادیں گے تاکہ تیرا گُذرا ہوا زمانہ ماضی یعنی نافرمانی کا زمانہ سب کا سب اطاعت میں شمار کیا جاوے۔

خبردار! توبہ کے سہارے پر گناہ کی ہمّت مت کرنا کہ توبہ کر کے پھر پناہ میں آجائیں گے۔ کیونکہ استغفار و توبہ کی توفیق تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ گستاخی اور مسلسل سرکشی کی نحوست سے توفیقِ توبہ سلب کر لی جائے۔ ذوقِ توبہ ہر سرمست کا حصّہ نہیں ہے۔

اس اُمّتِ محمّدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مسخ صورتِ ظاہری کا عذاب تو معاف کر دیا گیا ہے، مگر مسخِ عقل و فہم اور مسخِ صلاحیّت و سلامتیٔ قلب کا عذاب جاری ہے۔ ایسے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، اور سچّے دل سے ایسی پختہ توبہ کرو کہ شیطان کا مکر و فریب تم پر نہ چل سکے۔

عاشقِ حق کی آہ

عشق کے لئے بجز آہ کوئی سامان نہیں، اور دردِ عشق کا بجز آہ کوئی درماں نہیں۔ آہ سے اللہ تعالےٰ کا کمال قُرب حاصل ہوتا ہے

آہ جب عاشقِ حق کے دل سے نکلتی ہے تو ایک ہی سانس میں اللہ تعالےٰ تک پہنچ جاتی ہے۔ راہِ حق میں آہ کو حاصلِ عشق سمجھو، اور آہ کو اللہ تعالےٰ سے واصل سمجھو۔

جو شخص آہ کرتا ہے وہ عاشق ہوتا ہے۔ آہ اُس کے عشق پر گواہ ہوتی ہے۔ انابت (توجہ الی اللہ) کا کمال آہ ہے۔ پس اے عاشق تُو آہ پیدا ہونے کے لئے گریہ وزاری کر۔

حق تعالےٰ کی رحمت کے دروازہ جب کوئی دربان متقرر نہیں تو سمجھ لو کہ عاشقانِ حق کی آہ کو اللہ تعالےٰ تک پہنچنے میں کوئی محرومی نہیں ہوسکتی۔ اور آہ کو رسائی منزل تک اذنِ عام حاصل ہے، اور یہ اذنِ عام ہر شخص کو ہے۔

اگر بلبل کا نالہ بے اثر ہوتا تو پھُول اندر اندر کیوں چاک جگر ہوتا۔ اسی طرح عاشقِ حق کی آہ بھی کبھی بے اثر نہیں ہوتی۔

ہر شخص کی آہ کا مقام الگ الگ ہے۔ کیونکہ آہ دل سے نکلتی ہے اور ہر دل کی قیمت دوسرے دلوں سے الگ الگ ہے، اور یہ قیمت ہر دل کے دردِ محبّت کے اعتبار سے ہے۔ دلوں کی قیمت اجسام یعنی آب وگِل کے وزن سے نہیں۔ اسی سبب سے انبیاء، اور اولیاء، کی آہوں کا فرق بارگاہِ کبریا میں اُن کے مراتب کے مطابق ہے۔

آہ اُسی وقت نکلتی ہے جب دردِ محبّت سے دل مضطر ہوتا ہے۔ اور مضطر کی آہ قسمت اور نصیب کا اختر (ستارہ) ہوتی ہے۔

اجتناب از صُحبتِ بد

خبردار! ہر گمراہ کو اپنا رفیقِ سفر مت سمجھو، اور جو خدائے تعالیٰ سے غفلت کی نیند سو رہے ہیں اُن کو آگاہِ حق نہ سمجھ لینا۔

بُرے ساتھی سے اللہ بچائے۔ اے معزّز شخص ہمیشہ کسی نیک ساتھی کو ڈھونڈ۔ جاہل اگر تیرے ساتھ دوستی اور ہمدردی کا اظہار بھی کرے تو تم اُس سے ہوشیار رہو اور دُور رہو، کیونکہ اس کی دوستی کا بھی بُرا ہی ہو گا۔ کسی دانا کا قول ہے "دشمنی خردمنداں بہ از دوستیِ نادان"۔ یعنی نادان دوست سے عقل مند دشمن اچھا۔

چونکہ بُرا سانپ بہتر ہے بُرے دوست سے، اس لئے ہمیں اللہ پاک بے نیاز کی حرمت اور عزّت و جلال کے صدقہ میں بُرے ساتھی سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ زہریلا سانپ اپنے کاٹنے سے جان لے لیتا ہے اور بُرا ساتھی کشاں کشاں جہنّم میں پہنچا دیتا ہے۔

جو مرنے والا اپنے وجود زندگی ہی کو حق تعالےٰ کی رضا کیلئے مِٹا دے، اور اس مقصد کے لئے کسی مردِ کامل سے وابستہ ہو جائے اے اللہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

افسوس ہے اُس شخص پر جو زندہ ہوتے ہوئے مُردہ سے صُحبت رکھتا ہے یعنی جو خود نیک ہو کر کسی بُرے ساتھی کی ہمنشینی سے اپنی صالحیت کو تباہ کر بیٹھا، اور حقیقی زندگی سے محروم ہو کر غفلت کی موت سے مُردہ ہو گیا۔

صُحبتِ اہلِ دل

اے طالبِ حق تُو اہلِ دل اور اہلِ نظر کا دامن جلد پکڑ لے۔

اہلِ دل وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے دل کو حق تعالےٰ کی محبت میں فدا کر دیتے ہیں یعنی اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع کر دیتے ہیں اور دل اُس ذات پاک کو دیتے ہیں جو دل عطا کرنے والی ہے۔

دل کے سُلطان کے سوا کسی کو دل نہ دینا چاہیئے، اور وہ سُلطان حق تعالیٰ شانہٗ ہیں، اور ایمانِ دل کا حاصل یہی ہے۔

اگر تم اہلِ نظر کو دیکھنا چاہتے ہو، تو اُنہیں کو دیکھو جو اہلِ دل ہیں۔ کیونکہ اہلِ دل ہی اہلِ نظر کہلاتے ہیں۔

کافر خواہ کتنا ہی اپنے کو محقّق اور سائنس دان اور اہل فکر و اہلِ نظر کہے، مگر جب اللہ تعالےٰ نے اُن کو مثل بہائم بلکہ جانوروں سے بدتر قرار دیا ہے تو وہ اہلِ نظر کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو اللہ تعالےٰ سے دُور ہے اگرچہ وہ سینکڑوں نظر تحقیق کا مدّعی ہو، اہلِ نظر نہیں ہو سکتا۔

جو بندہ اپنے مالک اور خالق کی رضا پر نظر رکھتا ہے۔ پس اے دوستو وہی اہلِ نظر کہلانے کا صحیح مستحق ہے۔

اللہ والوں کی صُحبت ایک مُدّت العُمر اختیار کرنے سے تجھے اہل دل اور اہلِ نظر بنا دے گی۔ اہل اللہ (اہل دل) کی صُحبت اور دوستی تجھے خدائے بحر و بر تک پہنچا دے گی یعنی تجھے بھی اللہ والا بنا دے گی۔

علم کا نفع تو زندہ لوگوں پر ہوتا ہے اور جس نے کسی اللہ والے سے

صُحبت اختیار نہیں کی، وہ دراصل مُردہ ہے، اور مُردہ اگر سینکڑوں اپنے پاس رکھتا ہو، کچھ نفع نہیں۔ اور بغیر صحبتِ اہل اللہ کے صحیح اور حقیقی زندگی نہیں عطا ہوتی۔

انڈا چاہے کتنے عرصہ تک پڑا رہے، مُردہ ہی رہتا ہے۔ لیکن جب مُرغی کے پروں میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی گرمی سے ایک مُدّتِ خاص کے بعد زندہ ہو جاتا ہے۔ غنچہ (کلی) سے خوشبو کب ظاہر ہوتی ہے، جب نسیمِ سحر اُس کو چھُوتی ہے، یعنی اس کی صُحبت سے اُس کی اندرونی صلاحیّت روشن ہو جاتی ہے۔

اے طالب! تیری رُوح بھی مثل غنچہ کے ہے۔ اور تیرے اندر حق تعالےٰ کی محبّت کا درد پنہاں ہے۔ جب تُو کسی اہل اللہ کی صُحبت میں اپنے کو سپُرد کر دے گا، تو وہ اہل اللہ مثل نسیمِ سحر تیری کلی شگفتہ کر دے گا، اور وہ پنہاں درد ظاہر ہو جاوے گا۔

دل ازل سے تھا، کوئی آج کا شیدائی ہے؟
تھی جو اِک چوٹ پُرانی، وُہ اُبھر آئی ہے۔

اگر تُو نے کسی راہبر کا دامن نہ پکڑا، تو تیری کلی ہمیشہ ناشگفتہ رہے گی، اور تُو گُلِ تر نہ بن سکے گا۔ تیری عمر اگر بے رفیق اور بے شیخ کے گذر گئی تو تیرے دین کا ہلال، ماہِ کامل نہ بن سکے گا۔

سینکڑوں عمل اور سینکڑوں علم اگر تُو اپنے اندر مخفی رکھتا ہے، مگر بے رفیق اور بے شیخ ہے تو پھر بھی گمراہ ہی رہے گا۔ یعنی خدا تک

واصل نہ ہوگا، اور نفس کے رذائل سے بچ نہ سکے گا۔

غنچہ یعنی کلی شگفتہ ہو کر جب پھول بن جاتی ہے تو محفل میں اُس کی قدر و منزلت اور شان و شوکت دراصل اُسی نسیم ہی کے فیض کا صدقہ ہوتا ہے جو چمن میں اُسے حاصل ہوا تھا، اور جس کی صحبت نے اُس کو غنچہ سے گلِ تر بنا دیا تھا۔

ہمارے یہ الفاظ جو درد اور نور سے بھرے ہوئے ہیں۔ اے اللہ کے بندے! سمجھ لے کہ یہ سب اللہ والوں کا ہی عطیہ ہے۔

فوائدِ صحبتِ نیک

کاملین کی صحبت تجھے بھی کامل بنا دے گی جس طرح انارِ خنداں پورے باغ کو خنداں کر دیتا ہے۔

سُنّت کا راستہ جماعت کے ساتھ راحت اور عافیت سے طے ہوتا ہے، جس طرح ایک نئے گھوڑے کو چال سکھانے کے لئے پُرانے گھوڑوں کے ساتھ کر دیتے ہیں، اور اس طرح بغیر مار پیٹ کے وُہ نیا گھوڑا آسانی سے اور جلد پُرانے گھوڑوں کی خوش رفتاری کی مشق کر لیتا ہے۔

کسی اللہ والے کو ڈھونڈ لو، اور اس سے دوستی، محبّت اور اُلفت پیدا کر لو۔ اگر ایسا کرنے میں تم کامیاب ہو گئے تو انشاء اللہ تم بھی اہل اللہ میں سے ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی صحبت مثل کیمیا ہے کہ فرشی کو

عرشی بنا دیتی ہے یعنی مجرمین کو اللہ والا بنا دیتی ہے اور جب ان کی نظر میں یہ کیمیا ہے تو اُن کی ذاتِ گرامی کس قدر بابرکت ہوگی۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یک زمانے صُحبتِ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ایک زمانہ اللہ والوں کی صُحبت میں بیٹھ کر دین کا صحیح فہم حاصل کرنا، سَو برس کی عبادتِ بے ریا سے بہتر ہے۔

صُحبتِ صالح ترا صالح کند صُحبتِ طالح ترا طالح کند

نیک انسان کی صُحبت تجھے بھی نیک بنا دے گی، اور بُروں کی صُحبت تجھے بھی بدکار بنا دے گی۔ ایک آم کے درخت کی شاخ کے ساتھ نیم کی شاخ لگ گئی اور بالکل متصل ہوگئی۔ انجام یہ ہُوا کہ تمام پھل اس آم کے، نیم کی تلخی سے تلخ اور کڑوے ہونے لگے۔ یہ صُحبت کا اثر ہے۔ جو شخص کہ مقبول بندوں کی صُحبت میں رہتا ہے اگر آتشکدہ میں بھی ہے تو وہ بھی اُس کے حق میں باغ ہے۔

اللہ تعالےٰ کے پاک اور مقبول بندوں کی محبّت کو اپنی جان کے اندر پیوست کرلو۔ اور اپنا دل کسی کو مت دو، سوائے اُن کے جن کے دل خدا کی محبّت سے سرشار ہیں۔

اے اللہ کے بندے! تیرا دل تجھے اہل دل کی مجلس کی طرف کھینچتا ہے۔ مگر تیری خاکِ تن کے تقاضے (خواہشاتِ نفسانیہ) تجھے

پانی اور کیچڑ (دُنیائے حقیر) کی طرف کھینچتے ہیں۔

اگر باطنی دولت یعنی خاص تعلّق مع اللہ حاصل کرنا ہے تو وہ صُحبتِ کاملین ہی سے ملتی ہے۔ نہ تیری زبان سے یہ کام ہوگا اور نہ ہاتھ سے۔

دوزخیوں کو دوزخی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور نُورانیوں کو نُورانی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ پاک عورتیں پاک مردوں کو دی جاتی ہیں، اور خبیث مردوں کے لئے خبیث عورتیں مخصوص ہوتی ہیں۔ یعنی جیسا آدمی ہوگا، ویسی صحبت پائے گا۔ اس لئے اللہ والوں کی صُحبت اختیار کرتا کہ پاک نُورانی لوگ تجھے اپنی طرف کھینچیں۔

جب اللہ والوں کی مجلس میں حاضری ہو، تو خاموش بیٹھو اور اپنے کو اُنکی مجلس میں نگ کی طرح مُمتاز مت کرو، یعنی خود کو مٹا کر رکھو۔

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بحرِ افکار میں فکرِ صحیح پر دلالت و ہدایت کے لئے میرے اصحابؓ کو مثلِ نجوم سمجھو۔

ذِکر اللہ

جو عاشق اللہ کا ذکر ہمیشہ کرتا ہے وہ رُوح کو زمین پر رہتے ہوئے عرشِ بریں پر قائم کرتا ہے یعنی قُرب کا اعلیٰ مقام پا لیتا ہے۔

نورِ حق، ذکرِ حق سے جان میں داخل ہوتا ہے اور اس طرح کہ زبان سے جب اللہ کا نام جاری ہوتا ہے تو اُس کا نُور دل میں، پھر دل سے جان تک منتقل ہو جاتا ہے اور قلب و رُوح دونوں منوّر ہو جاتے ہیں۔ خدا کا ذکر عاشقوں کیلئے مثل مرہم کے ہے، اُن کے پوشیدہ زخمی دلوں کے لئے۔

ذکر کی برکت سے دل دونوں جہان سے سیر چشم ہو جاتا ہے، اور دونوں جہان کی لذّت اُس کے لطف کے سامنے ہیچ اور بے قدر ہے کیونکہ تمام کائنات کی لذّتیں حق تعالیٰ ہی سے وجود اور اپنے اندر لذّت پاتی ہیں اور لذّتِ کون و مکاں کو حق تعالےٰ ہی پیدا کرتے ہیں۔

پس کیا لذّت ہو گی اُس شاہِ حقیقی کے نام میں جو تمام لذّتوں کا مرکز اور سر چشمہ ہے۔

جملہ کائنات کی لذّت میں رُوح اللہ پاک کے نام ہی سے آتی ہے۔ یہ مثال تو محض ناقص عقل اور فہم کے لئے دی گئی ہے۔ ورنہ کائنات کی لذّت کو اس نامِ پاک کی لذّت سے کیا نسبت ہے جو نبیوں اور پیغمبروں کو مجنون کرتی ہے۔

سیّد انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک میں سوج آنا رات کی نماز میں طویل قیام سے ہوتا تھا۔

لذّت ذکر و عبادت پر گواہ ہے، اور آپؐ کے اس عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پہچانو۔

ذکرِ حق کی دولت کے سبب عاشقانِ حق اس جہان میں بے سرو سامانی کے باوجود رشکِ سلاطین ہوتے ہیں۔

کیفیتِ قلبی

بے قراریٔ دل کی فصل و بہار

پھر چھیڑا حُسن نے اپنا قصّہ بس آج کی شب بھی سو چکے ہم

کیا دُنیا میں جس طرح بہار و خزاں کے موسم آتے ہیں، ربیع و خریف کی ہوائیں چلتی ہیں اور جاڑے اور گرمیوں کا سورج بدلتا ہے، اُسی طرح دلوں کی شورشوں کا بھی کوئی موسم ہے؟ رُوحوں کی بے قراری کی بھی کوئی فصل ہے؟ دیوانگی اور سراسیمگی کا بھی کوئی وقت ہے جس کی ہوائیں چلتی ہیں اور جن کے بادل نمودار ہوتے ہیں؟

مواجِ سمندر کی مثل ساغرِ ضبط چھلکنا مَیں نہیں جانتا کہ ایسا ہو مگر مَیں پاتا ہوں کہ میرے دل کی دیوانگی ٹھہر ٹھہر کے اُٹھتی، اور میرے رُوح کی شورش گذر گذر کے لَوٹتی ہے۔ مَیں کچھ عرصہ سے اُس دریا کی مانند جو اُتر گیا ہو، چُپ تھا۔ لیکن اُس سمندر کی مانند جس کی تہ سے موجیں جوش مار رہی ہوں، پھر آہوں سے بھر گیا ہوں، فریادوں سے معمور ہو گیا ہوں، شورشوں سے لبریز ہوں اور دیوانگیوں کے سرجوش سے میرا ساغرِ ضبط چھلک گیا ہے۔

دلِ محزوں کی تڑپ آج پھر مجھے اُس خاک کی تلاش ہے جس کو اپنے سرد چہرہ پر اُڑا سکوں۔ پھر اُن کانٹوں کی جستجو ہے جن کو اپنے دل و جگر میں چبھو سکوں۔ مَیں دیوانوں کا متلاشی ہوں اور مجھے بے چاروں کی بستی کی ضرورت ہے۔ مَیں ہوشیاری سے اُکتا گیا اور تندرستی نے

مجھے عاجز کر دیا۔ آہ، میں چاہتا ہوں کہ جی بھر کے روؤں، اور جس قدر چیخ چیخ کے نالہ و فریاد کر سکتا ہوں، کرتا رہوں۔

مہجوروں کی آہ و بکا میری چیخیں تمہارے عیش و نشاط کو مکدّر کر دیں۔ میرا نالہ و بکا تمہارے عیش کدوں کو ماتم کدہ بنادے۔ میری آہوں سے تمہارے دلوں میں ناسور پڑ جائیں۔ میری شورشِ غم سے تمہارے چہروں کی مسکراہٹ معدوم ہو جائے۔ مَیں تم کو غم و ماتم سے بھر دوں۔ مَیں تم کو درد و حسرت کا پُتلا بنادوں۔ تمہاری آنکھیں ندیوں کی طرح بہ جائیں تمہارا تمہارا دل تنور کی طرح بھڑک اُٹھے۔ تمہاری زبانیں دیوانوں کی طرح چیخ اُٹھیں اور تمہاری غفلتِ عیش اور بے دردیٔ نشاط کی بستی جو مدّتوں سے برابر آباد چلی آتی ہے اِس طرح اُجڑ جائے کہ کبھی آباد نہ ہو ؎

رُوئے بازار مُرادِ اِمروز عُرفی با منست
دیدہٴ ترمے فروشم دامنِ ترمے خرم

غفلت شعاری

انسانی نیند دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی نیند اگر موت کی نیند نہ ہو تو کبھی نہ کبھی ضرور ختم ہوتی ہے، اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ سونے والا کبھی نہ جاگے۔ پھر بعضوں کی نیند ایسی ہو جاتی ہے کہ اِک ذرا سی آواز اُن کو جگا دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ بعض کی اُن سے سخت ہوتی ہے تو اُن کے لئے چیخنے اور شور مچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض ان سے بھی

زیادہ غفلت کی نیند سونے والے ہوتے ہیں۔ تو اُن کو جھنجھوڑنے، اور ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور اگر سونے والے کے جاگ اُٹھنے کے لئے یہ بھی بیکار ہو تو پھر ایسا تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ بھونچال آجائے، آتش فشاں پہاڑ پھٹ اُٹھیں، پہاڑوں کے ٹکرانے کے دھماکوں سے کان کے پردے —— ریزہ ریزہ ہو جائیں اور پھر بھی نیند کے متوالے آنکھیں نہ کھولیں۔

قانونِ الٰہی سو یقین کرو کہ خدا کا بھی اپنے بندوں کے ساتھ ایسا ہی حال ہے۔ اُس کی صدائیں اُٹھتی ہیں تاکہ غفلت کے سرشار آنکھیں کھولیں اگر اس پر بھی وہ کروٹ نہیں لیتے تو ہر طرف سے شور و غل مچنے لگتا ہے تاکہ سونے والوں کی نیند ٹوٹے۔ اگر اس پر بھی نیند نہیں ٹوٹتی تو ہاتھ نمودار ہوتے ہیں اور وہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے اُٹھاتے ہیں کہ صبح آگئی اور آفتاب کی کرنیں دیواروں سے اتر کر صحنوں اور میدانوں میں پھیل گئیں، اب بھی اُٹھ جاؤ اور اُس دن کو اپنے ہاتھ سے نہ کھو دو جو جا کر پھر واپس نہیں آئے گا۔

مُردہ بستی لیکن آہ، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جھنجھوڑنے پر بھی آنکھیں نہیں کھُلتیں اور نیند کے متوالے کروٹ نہیں لیتے، تو پھر دھماکے ہوتے ہیں، زلزلے آتے ہیں، زمینیں پھٹنے لگتی ہیں، پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتے ہیں، اور صداؤں اور آوازوں کی ہولناکیوں سے تمام دُنیا بھر جاتی ہے۔

سو یہ بھی سب کچھ اسی لئے ہوتا ہے کہ کسی طرح انسان جاگے، اور اب بھی آنکھیں کھول دے۔ اگر اس پر بھی آنکھیں نہیں کھُلتیں تو پھر خدا کا فرشتہ

پکار اُٹھتا ہے :

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ○ (سورہ النحل آیۃ-۲۱)	یہ بندوں کی آبادی نہیں بلکہ مُردوں کی بستی ہے وہ اُٹھنے اور اُٹھائے جانے کی گھڑی سے بالکل غافل پڑے ہیں۔

ذخیرۂ عقل و بصیرت

اِنسانی سرکشی پس تنبیہ اور ہوشیاری کی تمام تدبیریں ہو چُکیں، اور ایک سوتے ہوئے انسان کو جگانے کے لئے جو کچھ کیا جا سکتا ہے، وہ سب کچھ کیا جا چکا۔ پر افسوس کہ تمہاری آنکھیں اب تک بند ہیں، تمہاری غفلت کا نشہ کسی طرح نہیں اُترتا، اور تمہاری موت کی نیند کسی طرح بھی نہیں ٹوٹتی۔ دُنیا میں انسان کے لئے عقل و بصیرت ہے، عُقلاء کی دانائیاں ہیں، ہادیوں کی ہدایتیں ہیں، واعظوں کے وعظ ہیں، خدا کے مقدّس نوشتے ہیں، اور رسولوں کی بتلائی ہوئی تعلیمات ہیں، پھر حوادث و تغیّرات ہیں، انقلابات و تبدّلات ہیں، آثار و علائم ہیں، استنباط و استشہاد ہے، لیکن آہ، وہ قوم جس کی غفلت کے لئے یہ سب کچھ بے کار ہے، نہ تو دُنیا کے گزرے ہوئے واقعات میں اُس کے لئے کوئی اثر ہے، نہ حال کے حوادث و تغیّرات میں اُس کے لئے کوئی پیغام ہے، نہ اللہ کے کلام سے ڈرتی اور کانپتی ہے، اور نہ بندوں کی ہدایتوں سے عبرت پکڑتی ہے۔

مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ	اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی

اٰیٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا	ایسی نہ آئی جس کو دیکھ کر انہوں نے عبرت
عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ○	پکڑی ہو اور غفلت و سرکشی سے باز آ
(سورہ الانعام آیۃ ۴)	گئے ہوں۔

تمرّد کی دوسری قسم بلکہ بسا اوقات ایسا نظر آتا ہے کہ جس قدر عبرت کی صدائیں جگانا چاہتی ہیں، اُتنی ہی اُس کی نیند گہری ہوتی جاتی ہے۔

وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنَ	اور بلاشبہ اُن کے پاس ایسی خبریں
الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِيۡهِ مُزۡدَجَرٌ	آچکی ہیں جن میں بڑی ہی تنبیہ اور
حِكۡمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغۡنِ	ہوشیاری ہے اور بہت ہی بڑی
النُّذُرُ ○ (سورہ القمر آیۃ ۴، ۵)	گہری حکمت و دانائی۔ پر افسوس کہ حوادث

و انقلابات کی یہ ڈراؤنی ہدایت بھی اُن کی بیداری کے لئے کافی نہ ہوگی۔

سبق آموزی از تاریخِ عالم دنیا میں سب سے پہلے انسان کے آگے تاریخ یعنی دُنیا کے گذرے ہوئے واقعات آتے ہیں، اور انہی سے انسان تجربہ کی دانائی اور بصیرت حاصل کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طرح کے واقعات ظاہر ہوئے، ایک ہی طرح کے اعلانات کئے گئے، ایک ہی طرح کی حالتیں طاری ہوئیں، اور ایک ہی طرح کے نتیجے نکلے۔ پس تجربہ اور استقراء اُسے بتلا دیتا ہے کہ اب بھی ہمیشہ جب کبھی ویسی حالتیں پیدا ہوں گی تو ویسے ہی نتائج نکلیں گے۔ اور اگر آگ کے شُعلوں نے ہمیشہ انسان کے جسم کو دُکھ دیا ہے تو ایسا کبھی نہ ہوگا کہ آگ کے شُعلوں میں کُود کر کوئی ٹھنڈک پائے۔

اقوامِ عالم کی شاہراہِ ترقّی و تنزّل سو اگر تمہاری نیند سونے والوں

کی نیند ہوتی، بے روح لاش کی نیند نہ ہوتی، تو تمہارے جاگنے کے لئے تاریخ کی آواز بس کرتی تھی۔ تمہارے آگے نوعِ بشری کی پوری تاریخ موجود ہے، ہزاروں ملکوں اور قوموں کے تجربے موجود ہیں، ہزاروں آثار و اطلال ہیں، اور زمین کے صدہا گوشے گزرے ہوؤں کی عمارتوں سے اور مٹے ہوؤں کے کھنڈروں سے ڈھکے پڑے ہیں، تو تم ان سب کے پاس جاؤ، اور ان سب سے پوچھ دیکھو کہ دنیا میں کوئی قوم بھی معصیت کر کے زندہ رہی ہے اور انسانوں کا کوئی گروہ بھی خدا سے بھاگ کر بچ سکا ہے؟ کبھی ایسا ہوا ہے کہ خدا کے قانونوں پر چل کر قومیں تباہ ہوئی ہوں اور اس کے قانون کو توڑ کے انہوں نے خوش حالی اور ہمیشگی پائی ہو؟

یقینی ہلاکت کا ذریعہ اقوام کو چھوڑ دو اور افراد کو تلاش کرو جب سے زمین بنی ہے آج تک ایک انسان بھی اس کی گود میں ایسا پلا ہے جس نے غفلت و اعراض کر کے زندگی پائی ہو، اور خدا کے قانونوں کو توڑ کر خوشحالی اور مراد حاصل کی ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ تم زہر کھا رہے ہو اور امیدوار ہو کہ تمہیں زندگی ملے۔ اور تم نے شیروں کے بھٹ کی راہ اختیار کی ہے اور سمجھتے ہو کہ انسانوں کی آبادی میں تم پہنچ جاؤ گے؟

اَلَمْ یَاْتِہِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ	کیا انہوں نے ان لوگوں کا حال
مِنْ قَبْلِہِمْ قَوْمِ نُوْحٍ	نہیں سنا جو ان سے پہلے گزر چکے
وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ لا وَقَوْمِ	ہیں مثلاً قومِ نوحؑ، عاد، ثمود، قومِ
اِبْرَاھِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ	ابراہیمؑ، اصحاب مدین، اور وہ لوگ

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (سورہ التوبۃ آیۃ ۷۰)

جن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں، ان سب کے پاس اللہ کے رسول آئے اور راہِ حق کی نشانیاں انہیں دکھائیں لیکن انہوں نے بدعملیوں کی راہ اختیار کی، اور اُس کی پاداش میں مٹا دیئے گئے۔ سو اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ مگر ان بدبختوں نے خود ہی اپنی ہلاکت چاہی۔

عبرت آموز حوادث کا تواتر

اگر گذرے ہوئے واقعات وحوادث میں بھی تمہارے لئے کوئی آواز نہیں، تو پھر خود تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرے ہوئے حوادث وتغیرات ہیں۔ اور اُن کی زبان سب سے زیادہ چیخنے والی، اور سب سے زیادہ دِلوں کے اندر گھر کر جانے والی ہے۔

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (سورہ التوبۃ۔ آیۃ ۱۲۶)

کیا نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گزرتا کہ ایک بار یا دوبار وہ بلاؤں میں نہ ڈالے جاتے ہوں، پھر بھی اُن کی غفلت کا یہ حال ہے، کہ نہ تو توبہ کرتے ہیں، اور نہ مصیبتوں سے نصیحت پکڑتے ہیں۔

تعذیبِ اُمم کی آخری کڑک

اور اگر وہ تمام حوادث وتغیرات جن سے تمہاری زندگی کا ہر سال اور ہر ماہ بلکہ ہر طلوع وغروب معمور تھا، تمہارے

سمجھنے اور بیدار ہو جانے کے لئے کافی نہ تھے تو آہ، خدائے قدوس کی وہ سب سے آخری کڑک اور اُس کے قانونِ تعذیبِ اُمم کی وہ سب سے زیادہ کپکپا دینے والی اور عقلوں اور ہوشوں کو مبہوت کر دینے والی گرج بھی تمہیں نہیں جگاتی، جس کے زلزلہ انگیز دھماکوں سے پہاڑوں کی چوٹیاں ہل گئیں اور قریب ہے کہ زمین دھنس جائے، اور سمندروں سے مچھلیاں رونے اور ماتم کرنے کے لئے اُبھر آئیں؟

كَلَّا وَالْقَمَرِ ○ وَاللَّيْلِ إِذْ	بے شک چاند جب کہ نکل آیا۔ رات
أَدْبَرَ ○ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ	جب کہ ختم ہوگئی، اور دن جب کہ
إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ○	روشن ہو گیا کہ یہ حادثہ بڑے بڑے
نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ○ لِمَنْ	انقلابات میں سے ایک بڑا ہی انقلاب
شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ	ہے، اور غافل انسان کو غفلتوں کے
أَوْ يَتَأَخَّرَ ○	پاداش سے سخت ڈرانے والا ہے
(سورہ مدثر آیۃ ۳۲ تا ۳۷)	تو تم میں سے جو بڑھنا چاہے اس کے

لئے بڑھنا ہے اور جو پیچھے ہٹنا چاہے اُس کے لئے غافل رہ کر تباہ ہونا۔

تمثیل قیامت پھر اگر تم اس لئے نہیں اُٹھتے تھے کہ جب تک زلزلے نہ آئیں گے نہیں اُٹھو گے، اور جب تک آتش فشاں پہاڑ نہیں پھٹیں گے آنکھیں نہیں کھولو گے، اور جب تک پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کی موجوں کے اندر سے چیخ نہ اُٹھے گی کانوں کو نہیں کھولو گے، تو آہ، یہ کیا ہے کہ زلزلے بھی آچکے اور تم نے کروٹ نہ لی؟ آتش فشانیوں کی

ہولنا کیوں سے زمین چیخ اُٹھی، اس پر بھی تم خبردار نہ ہوئے؟ اب اور کس بات کے منتظر ہو، اور کیا چاہتے ہو کہ آسمان پھٹ جائے اور آفتاب کے پُرزے پُرزے ہو جائیں اور کرۂ ارضی دُھواں بن کر اڑ جائے؟

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ	پھر کیا یہ لوگ آخری فیصلے کر دینے والی
اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ	گھڑی کے منتظر ہیں کہ اچانک ان پر
فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ	آ نازل ہو؟ سو اگر اس کا انتظار ہے
فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ	تو اس کی نشانیاں تو آ چکیں اور جب
ذِكْرٰىهُمْ ○	وہ گھڑی خود آ جائے گی تو اُس وقت
(سورہ محمد-ایۃ ۱۸)	اُن کے لئے کیا ہو گا؟

جلالِ الٰہی کے لقار کا ذریعہ آفتاب کو ہمیشہ اس کی کرنوں میں دیکھا جاتا ہے، اور دھوئیں کو دیکھ کر مسافر پا لیتا ہے کہ آگ جل رہی ہے۔ اسی طرح خدا کا جلال بھی ہمیشہ اپنی نشانیوں اور آیتوں کے اندر سے دیکھا گیا ہے اور ہمیشہ اُس نے اپنے آفتابِ جمال کی چمک بدلیوں کے نقاب میں دکھلائی ہے۔

پس وہ جو ہمیشہ آیا تھا اور جس نے ہمیشہ مغرور و غافل انسان کو ماننے اور قبول کر لینے کے لئے مجبور کر دیا تھا، آج بھی آ گیا، در آنکھیں رکھنے والوں کے لئے اُس نے اپنے چہرے پر سے اچانک نقاب اُلٹ دی۔ پھر اگر اب بھی تم نہیں دیکھتے، اور اب بھی تم اس کے آگے جھکنے کے لئے نہیں گر جاتے، تو شاید تم منتظر ہو کہ وہ انسانوں کی طرح تمہارے سامنے

اُکھڑا ہو جائے اور سورج کی کرنوں کے تخت پر بیٹھ کر آسمان سے اس طرح اُتر پڑے کہ تم اپنی انگلیوں سے ٹٹول کر اس کو چھوؤ اور اپنے کانوں کو اُس کے مُنہ سے لگا دو کہ وہ آوازوں اور حرفوں کے اندر بول دے کہ میں خداوندِ خدائے قہار ہوں، اور جیسا کہ ہمیشہ سے ہوں اُسی طرح اب بھی موجود ہوں، مجھے مان لو، اور مجھ سے انکار نہ کرو :

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ	اور ان لوگوں نے کہ خدا کے لقا کی
لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا	اُمید نہیں رکھتے، کہا۔ اگر جو کچھ تم کہتے
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ	ہو، سچ ہے تو کیوں نہیں ہم پر فرشتے
(سورہ الفرقان آیۃ ۔۲۱)	اُتارے گئے، اور کیوں ایسا نہ ہوا کہ

ہمارا پروردگار آسمان سے اُتر آتا، اور ہم اُسے دیکھ لیتے ؟

اعمالِ صالح کا اختتام | سو اگر واقعی اسی کے منتظر ہو، تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمہارا انتظار کبھی ختم نہ ہوگا، یہاں تک کہ خدا کی جگہ اس کا آخری عذاب اُترے گا اور تم کو دردناکیوں اور سوختنیوں کی بشارت دے گا :

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ	جس دن اللہ کے فرشتے نظر آئیں گے
لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ	تو اُس دن مجرموں کے لئے کوئی بشارت
لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○	نہ ہوگی کہ وہ صالحوں کی طرح اس
(سورہ الفرقان آیۃ ۲۲)	کا انتظار کریں ۔

سُنّت اللہ | ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہمیشہ اس دن کے منتظر رہنے والوں نے اپنے انتظار کا ایسا ہی جواب پایا ہے :

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ	پس کیا یہ لوگ بھی ویسے ہی دنوں
اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ	کے منتظر ہیں جیسے اُن سے پہلی قوموں
قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْا	پر آچکے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو
اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔	کہہ دو کہ اچھا انتظار کرو میں بھی تمہارے
(سورہ یونس آیۃ ۱۰۲)	ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

نتائجِ غفلت شعاری

آنکھیں دیکھنے کے لئے ہیں، کان سُننے کے لئے ہیں، اور دل پہلو میں رکھا گیا ہے تاکہ تڑپے اور بے قرار ہو۔ لیکن وہ سب کچھ تمہارے لئے بیکار ہو گیا ہے جس کو آنکھ دیکھتی ہے، اور وہ سب آوازیں بے اثر ہو گئی ہیں جو کانوں سے سُنائی دیتی ہیں، اور وہ تمام فکریں اور عبرتیں ڈُوب گئی ہیں جن سے دل تڑپتے اور رُوحیں بے قرار ہوتی ہیں۔ پس جو کچھ کیا جائے لاحاصل ہے، اور جو کچھ کہا جائے بیکار ہے آہ، تم غافل ہو گئے ہو، تم پر موت کا پنجہ چل گیا ہے، تم گمراہی کے قبضے میں آ گئے، تمہارے احساس فنا ہو گئے، اور تمہارے دل کی دانائی مِیٹ دی گئی۔

کفالتِ نصیحت آموزی

اگر ایسا نہ ہوتا تو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ایسا تھا کہ اندھے بینا ہو جاتے، لنگڑے چلنے لگتے، گونگوں کی چیخ سے دُنیا ہِل جاتی، اور لُولوں کے ہاتھ شیروں کے پنجوں کی طرح طاقت ور ہو جاتے۔ آہ، تمہاری غفلت سے بڑھ کر آج تک دنیا میں کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوئی، اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے

پتھروں کے دل چھوٹ گئے۔ آہ، تم ایسے نہ تھے، پھر تم اُن لوگوں کی طرح کیوں ہو گئے، جن کے لئے خدا کا رسول ماتم کرتا تھا؟

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ	اُن کے پاس دل ہیں مگر سوچتے
بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا	نہیں۔ اُن کے پاس آنکھیں ہیں
يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ	مگر دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس
اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَاط	کان ہیں مگر سُنتے نہیں۔ وُہ مثل
اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ	چارپایوں کے ہو گئے بلکہ ان سے بھی
هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ	بدتر، اور یہی ہیں کہ غفلت میں
الْغٰفِلُوْنَ ○ (الاعراف آیہ ۱۷۹)	ڈُوب گئے ہیں۔

معصیت کی ہلاکت آفرینی

عشقِ الٰہی سے انحراف

آہ، کوئی نہیں، سب گمراہ ہو گئے، سب نکمے نکلے، سب غافل ہو گئے، سب نے ایک ہی طرح کی ہلاکت پی لی، سب ایک ہی طرح کی تباہیوں پر ٹُوٹے، سب نے خدا کو چھوڑ دیا، سب نے اس کے عشق سے مُنہ موڑ لیا، سب نے اس کے رشتہ کو بٹّہ لگا دیا، سب غیروں کے ہو گئے، سب نے غیروں کی چوکھٹوں کی گرد چاٹی اور سب نے ایک ساتھ مل کر گندگیوں اور ناپاکیوں سے پیار کیا۔

ضلالت اور بے وفائی کا عہد

آہ، سب نے عہد باندھا کہ ہم ایک ہی وقت میں گمراہ ہو جائیں گے، اور سب نے قسم کھالی ہے کہ

ہم ایک ہی وقت میں خدا کی پکار سے بھاگیں گے۔ آہ، سب اس سے بھاگ گئے، سب نے اس سے غول درغول بن کر بے وفائی کی۔ کوئی نہیں جو اس کے لئے روئے، کوئی نہیں جو اس کے عشق میں آہ ونالہ کرے۔ اس کی محبت کی بستیاں اُجڑ گئیں، اس کے عشق اور پیار کے گھرانے مِٹ گئے، اس کے گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا، اور اس کے کھیتوں کی حفاظت کے لئے کوئی آنکھ نہ جاگی۔ سب شیطان کے پیچھے دوڑے، سب نے ابلیس کے ساتھ عاشقی کی، اور سب نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی آشنائی کے لئے اسے پکارا۔

ندامت وخجالت کی حِس مفقود پھر اس پر قیامت یہ ہے کہ کسی کو ندامت نہیں، کسی کا سر شرمندگی سے نہیں جھکتا، کسی کے گلے سے توبہ وانابت کی آواز نہیں نکلتی، کسی کی پیشانی میں سجدہ کیلئے بے قراری نہیں، کوئی نہیں جو روٹھے ہوئے کو منانے کے لئے دوڑ جائے اور کوئی نہیں جو اپنی بدحالیوں اور ہلاکتوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ وزاری کرے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ	ہم نے انہیں عذاب کی تکلیفوں میں
فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ	مبتلا بھی کر دیا، پھر بھی اپنے خدا کے
وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝	آگے نہ جھکے، اوران میں شکستگی اور
(سورہ المؤمنون آیۃ ۷۶)	عاجزی پیدا نہ ہوئی۔

نشۂ غفلت کی مضبوطی وسحر کاری آہ، میں کیا کروں، اور کہاں جاؤں، اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اُتر جاؤں، اور یہ کس طرح ہو کہ تمہاری

روحیں پلٹ جائیں، اور تمہاری غفلت مر جائے ؟ یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم پاگلوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو، اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقل مند ہیں۔ تم کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو، اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھ کہتے ہو، سمجھتے ہو، پر نہ تو راست بازی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے اور نہ گمراہیوں کے نقشِ قدم کو چھوڑتے ہو۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ	کیا یہ لوگ قرآن کی آیتوں پر غور نہیں
اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○	کرتے یا ایسا ہوا ہے کہ ان کے دلوں
(سورہ محمد۔ آیۃ ۲۴)	پر قفل چڑھ گئے ہیں ؟

کیا تم وہ ہو جن کے لئے کہا گیا ہے کہ :

وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً	اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے
اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ	ڈال دیئے ہیں کہ فکر کی آنکھ بیکار ہو گئی
وَقْرًا ط (سورہ بنی اسرائیل آیۃ ۴۶)	اور ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔

قانونِ الٰہی اٹل ہے آہ، تم کو معلوم ہے کہ خدا کا قانون کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ کی سنت، کبھی انسانوں کی کسی بھیڑ کے لئے بدل نہ جائے گی۔ اس کا یہ قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے اور زہر کھانے سے آدمی مر جاتا ہے اور اسی طرح غفلت و معصیت ہلاکت لاتی ہے، اور خدا کی نافرمانیوں سے عذابوں اور دردناکیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے، اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا	یہ اللہ کا قانون ہے جس کے مطابق

مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○ — تمام گزری ہوئی قوموں سے سلوک ہوا، اور اللہ کے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

راہِ نجات

آخری بات پس میں آج سب کچھ چھوڑ کے تم سے ایک ہی آخری بات کہنی چاہتا ہوں اور یقین کرو کہ اس کے سوا جو کچھ کہا جاتا ہے اگر وہ اس بات کے لئے نہیں کہا جاتا تو سب کچھ بے کار ہے، اور اس میں تمہارے لئے کوئی برکت و امن نہیں۔ سو یاد رکھو، اور ماننے کے لئے جھک جاؤ، کہ تمہاری زندگی کا ہر عمل بے کار ہے، اور تمہارے فکروں کی ہر فکر گمراہی و ضلالت ہے۔ تمہارے لئے صرف ایک ہی راہ نجات ہے اور بغیر اس کے کسی طرح چھٹکارا نہیں۔

سفرِ عمل کا پہلا قدم تم جب تک اس پہلی منزل سے نہ گذرو گے اُس وقت تک خدا کا قہر تم سے ٹھنڈا نہ ہوگا، اور تم کبھی مُراد اور خوش حالی نہ پاؤ گے۔ تمہارے سفرِ عمل کا پہلا قدم یہ ہے کہ توبہ کرو، اپنی تمام قوتوں اور تمام طاقتوں کے ساتھ خُدا کے آگے جھک جاؤ، اُس کی سرکشی اور بغاوت چھوڑ دو، اس کے عشق اور محبت کو اس قدر پیو کہ بدمست ہو جاؤ، اور اس کے آگے اس طرح گرو، اور اس طرح روؤ اور اس قدر تڑپو کہ اُسے تم پر پیار آجائے، اور وہ تمہیں پہلے کی طرح پھر اپنی گود میں

اُٹھالے، اور سب کچھ تمہیں دے دے، جس طرح کہ سب کچھ تمہیں کو اُس نے بخش دیا تھا :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (سورہ انفال۔آیۃ ۲۹)	مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ہو جاؤ، تو اللہ تمام دُنیا میں تمہارے لئے ایک امتیاز اور سربلندی پیدا کر دے گا، نیز تمہاری تمام برائیوں کو دُور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ (تم اس کے آگے کیوں نہیں جھک جاتے) وہ تو بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔

عبرت از مافات تم نے غفلت کو خُوب آزما لیا، تم نے نافرمانیوں کی صدیوں تک کڑواہٹ چکھ لی، تم نے گناہ اور معصیت کے پھل سے اچھی طرح اپنے دامن بھر لئے، تم نے دیکھ لیا کہ ایک خدا کی چوکھٹ سے تم نے سرکشی کی اور کس طرح ساری دُنیا تم سے سرکش ہوگئی، اور ایک اُس کے رُوٹھنے سے کس طرح تمام دُنیا تم سے رُوٹھ گئی؟ پس مان جاؤ، اور اب بھی باز آجاؤ۔ گناہوں کو آزما چکے، آؤ تقوی اور راستبازی کو بھی آزمالیں۔ سرکشیوں کو چکھ چکے، آؤ اطاعت کا مزہ بھی دیکھ لیں۔

مضٰے مامضٰے غیروں سے رشتہ جوڑ کر تجربہ کر چکے، آؤ اُسی ایک سے پھر کیوں نہ جُڑ جائیں جس سے کٹ کر ذِلتوں اور خواریوں ٹھوکروں اور راندگیوں کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آیا :

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (سورہ المائدہ ۔ آیۃ ۷۴)	پھر کیا ہے کہ اب بھی تم اللہ کے آگے نہیں جھکتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے حالانکہ اللہ تو بڑا ہی بخش دینے والا اور بڑا ہی رحمت فرما ہے ۔

حقائقِ معبودیّت

اسباب و ذرائع کشش تمہارے خدا نے تمہارے ساتھ کونسی بُرائی کی تھی کہ تم نے اُسے چھوڑ دیا، اور اُسے چھوڑ کے کونسی دولت و نعمت ہے جو تمہیں ہاتھ آگئی ؟ خدا سے بڑھ کے وہ اور کون حسین ہے جس کے حُسن نے تم کو خدا سے چھین لیا، اور اُس سے بڑھ کر کس کے پاس محبت اور پیار ہے جس کی زنجیریں تمہارے پاؤں میں پڑ گئیں ؟ تم غیروں کے پاس جاتے ہو تاکہ ٹھوکریں کھاؤ، پر خدا کے پاس نہیں دوڑتے، تاکہ وُہ تمہیں پیار کرے ؟

کمالِ الوہیّتِ الٰہی اگر تم محبّت کے بُھوکے ہو تو "الرحمٰن الرحیم" سے بڑھ کر اَور کون ہے جس کے عشق میں اسے چھوڑ رہے ہو ؟ اگر تم رزق کے بھُوکے ہو، تو "ربّ العٰلمین" سے بڑھ کر اَور کون ہے جس کے خزانوں کے لالچ نے تم کو متوالا کر دیا ہے، اگر تم اپنی محنت کی مزدوری مانگتے ہو تو "مالکِ یوم الدین" سے بڑھ کر اَور کون مل گیا ہے جو تمہیں بدلہ دے گا ؟ فآہ، آہ، ثم آہ، علیٰ ما فرطتم فی جنب اللہ !

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ج (سورہ الانبیاء - آیۃ ۲۴)

پھر کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو ان سے کہو کہ اپنی دلیل پیش کریں کہ وہ کونسی حقیقت ہے جس نے اُن کی نظروں میں دوسروں کو معبود بنا دیا ہے؟

احتیاجِ انسانی کا کمال

پھر کیا تم اُس سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہو اور اب تمہیں خدا کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی؟ کیا تم کبھی بیمار نہ پڑو گے جبکہ طبیب مایوسی کا پیام دے گا اور عزیز و اقربا دیکھ دیکھ کر نا اُمیدی سے روئیں گے، اور کیا اُس وقت تمہیں خدا کو پکارنے اور ہر طرف سے مایوس ہو کر اُسی سے راحت اور سکھ مانگنے کی ضرورت نہ ہوگی؟

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ○ وَقِيْلَ مَنْ سكتہ رَاقٍ ○ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ○ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ○ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ﹰالْمَسَاقُ ○ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ○ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ (سورۃ القیمۃ آیہ ۲۶ تا ۳۲)

ہاں جب وہ گھڑی آئے کہ جان بدن سے کھنچ کر بدن کی ہنسلی تک آپہنچے اور دیکھنے والے بول اُٹھیں کہ اس کا علاج کرنے والا کون ہے؟ اور بیمار خیال کرے کہ اب کوچ کا وقت آگیا اور اُس کے درد و بے چینی کا یہ عالم ہو کہ ایک پنڈلی دوسری پر پٹکنے لگے سو یہ وہ وقت ہوگا کہ اللہ ہی کی طرف انسان کا کوچ ہوگا۔ پھر بتلاؤ کہ اُس وقت اُس بدبخت کا کیا حال ہوگا جس نے نہ تو کبھی خدا کے حکم کو مانا اور نہ کبھی اُس کے آگے عبادت کے لئے جھکا۔ بلکہ ہمیشہ سچائیوں کو جھٹلایا اور حکموں سے منہ موڑا۔

کُفرانِ نعمت

بے جا مصرف اگر تم کو آنکھیں دی گئی تھیں تو اِس لئے تاکہ تم اُس کو دیکھو، اگر تم کو دل دیا گیا تھا تو اس لئے تاکہ صرف اُسی کو پیار کرو، اگر تم کو آنسو دیئے گئے تھے تو اس لئے تاکہ صرف اُسی کی یاد میں بہاؤ، اور اگر تمہاری پیشانی بُلند کی گئی تھی تو اِسی لئے تاکہ اُس کے آگے جُھکاؤ۔ پر آہ، تمہاری زبانیں اُس کی حمد کے زمزموں سے محروم ہوگئیں، تمہارے دل اُس کی محبّت کے نہ ہونے سے اُجڑ گئے، تمہاری رُوحوں میں اُس کی چاہت کی جگہ غیروں کی چاہتیں بھر گئیں، تمہارے قدم اس کی طرف بڑھنے سے بوجھل ہو گئے اور تمہاری آنکھوں میں اُس کے عشق کے درد و غم کے لئے ایک قطرۂ اشک بھی نہ رہا۔

مغزِ عمل کا فقدان تمہاری مسجدیں تڑپ رہی ہیں کہ راستبازوں کی تڑپتی ہوئی اور مضطرب نمازیں ان کو نصیب ہوں، مگر حیوانوں اور چارپایوں کے کھڑے رہنے اور اوندھے ہو جانے کے سوا وہاں اور کچھ نہیں ہوتا۔ حالانکہ تمہارا خدا تمہارے کھڑے رہنے اور اوندھے گر پڑنے کا بھوکا نہیں، اور اگر صرف پاؤں کو کھڑا رکھنا ہی عبادت ہوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رہ سکتے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ — اُن نمازیوں پر افسوس ہے جنہیں یہ خبر نہیں

صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (ماعون آیۃ ۴/۵) — کہ ہم اپنی نمازیں کیا کرتے ہیں۔

وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا — اور جب یہ نماز گزارنے کیلئے کھڑے ہوتے

كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (سورہ النساء آیۃ ۱۴۲)

ہیں تو کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں محض لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر برائے نام۔

کارسازِ حقیقی کی بے نیازی

انتباہ بہت ہو چکا، اب بھی چھوڑ دو۔ آہ، بہت سو چکے، اب بھی چونک اٹھو۔ بہت گم ہو چکے، اب بھی اپنے آپ کو پا لو۔ خدا نے تم کو وہ مہلت دی ہے جس سے بڑھ کر آج تک زمین کی کسی مخلوق کو بھی مہلت نہ دی گئی، پھر نہ ہو کہ وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور تمہاری جگہ کسی اور کو اپنی چاہتوں کی شہنشاہی اور اپنی محبت کا تاج و تخت دے دے جیسا کہ اُس نے ہمیشہ کیا ہے:

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ (الانعام آیۃ ۱۳۳)

اور تمہارا پروردگار بے پرواہ اور فیاض ہے اگر وہ چاہے گا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے گا اور تمہارے بعد کسی دوسری جماعت کو کھڑا کر دے گا جس طرح کہ خود تم کو دوسروں میں سے اُس نے منتخب کیا تھا۔

اللہ غنی ہے محتاج نہیں اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے کہ اُسے نہ دو گے، اور اپنی جانوں کو اس کی محبت سے بھی زیادہ پیارا سمجھتے ہو کہ اُس کے لئے دکھ میں نہ ڈالو گے، اور اگر تمہارے دلوں کی آہیں، تمہارے جگر کی ٹیس اور تمہاری آنکھوں کے آنسو اب اُس کیلئے نہیں رہے ہیں بلکہ دوسروں کا مال ہو گئے ہیں تو یقین کرو کہ وہ بھی

تمہارا محتاج نہیں ہے اور اس کی کائنات انسانوں سے بھری پڑی ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کی سعادت وہ اگر چاہے گا تو اپنے کلمۂ حق کی خدمت کے لئے درختوں کو چلا دیگا، پہاڑوں کو متحرک کر دیگا، کنکروں اور خاک کے ذرّوں کے اندر سے صدائیں اُٹھنے لگیں گی، پر وُہ فاسق اور نافرمان انسانوں سے کبھی بھی کام نہ لے گا اور اپنے پاک کام کی عزت کو ناپاکوں کی گندگی سے کبھی آلودہ نہ ہونے دیگا اور پھر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ مچ دیکھا کہ جب تمہارے اندر سے اُس کی پکار کو جواب نہ ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبّت کے ہاتھوں سے اشارہ کر رہا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ (سورہ المائدہ آیۃ ۵۴)	اے مسلمانو! تم میں سے جو شخص دینِ حق کی راہ سے پھر جائے گا، سو اُسے یقین کرنا چاہیئے کہ خدا اپنے کلمۂ حق کیلئے اس کا محتاج نہیں ہے۔ قریب ہے کہ وہ ایک دوسری قوم کو نمایاں کرے جو اللہ کو چاہنے والی ہو گی اور اللہ اُسے پیار کریگا۔ وہ مومنوں کے آگے نہایت عاجز و نرم ہوں گے، پر دشمنانِ حق کے لئے نہایت مغرور و سرکش۔ اللہ کی راہ میں بے خوف مجاہد

ہوں گے اور کسی الزام دینے والے کے الزام کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا بڑا ہی فضل ہے جس کو چاہے اپنے فضل کے لئے چُن لے۔ وہ اپنے فضل میں بڑی ہی وسعت رکھنے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔

خواجہ کی فریاد

اے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے سکّوں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس! تُونے بڑے سے بڑا خسارہ اُٹھایا، اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تُو اِس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس! اگر اس متاعِ گراں بہا کی قیمت تُو نہیں جانتا تھا، تو تُونے اُن لوگوں سے کیوں نہ پُوچھ لیا جو اُسے خُوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے۔ اللہ کی قسم تجھ پر تعجّب ہے۔

تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا، اس کا خریدار خود اللہ تعالےٰ تھا۔ جس کی قیمت جنّت الماوےٰ کے چمن تھے۔ جس کے ہاتھ بیع و شراء اور خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو خدا کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا، وہ خود سفیرِ الٰہی، رسولوں اور پیغمبروں کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تھے۔ افسوس! پھر بھی تُونے اپنا مال و اسباب کم اور گھٹیا داموں پر فروخت کر دیا۔

پس اے تلخ عیش، تنگ دل اور درماندہ انسان تُو کس دن کب اور کس طرح انصاف کرے گا؟ حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے ــــــ اللہ ہی تمہاری مدد کرے!

وہ شخص جس کا قلب ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ غافل رہا۔ خواہشات کے

پیچھے مارا مارا پھرا۔ خدا تعالےٰ کے احکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا۔ اسے خاتمہ بالخیر کی توفیق کیونکر میسّر آسکتی ہے۔؟ جو قلب خدا سے دُور، خدا سے غافل، خواہشات کا پیرو، شہوات کا پرستار، زبان ذکرِ الٰہی سے ناآشنا، ہاتھ اور پاؤں طاعتِ الٰہی سے معطّل، اور جس کا سارا وقت معصیتِ الٰہی میں صَرف ہوا ہو، اُسے حُسنِ خاتمہ کی توفیق کیونکر ہوسکتی ہے۔

قیامت کا دن، وہ دن ہے کہ خدا تعالےٰ مخلوق کو زندہ کرے گا۔ نیکو کاروں کو اُن کی نیکی کا اور بدکاروں کو اُن کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اُس کی رضامندی کیلئے مشقّتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں، انہیں اپنے بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اس دن وہ تمام اختلافات واضح ہوجائیں گے، جن میں مخلوق آج مُبتلا ہے ——— اُس دن بدعملوں کو اُن کی بدعملی کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

ہادیٔ کامل یہ بات ہر ایک مسلمان بلکہ ہر ذی عقل و شعور انسان مانتا ہے کہ اس ظلمت کدۂ عالم کی ضیا اور تیرہ دان دُنیا کی روشنی ہمیشہ انوارِ وحی کی منّت پذیر رہی۔ کلامِ ربّانی کے آفتاب نے اُفقِ رسالت و نبوّت سے طلوع ہو کر اس جہالت زار کی اندھیریوں کو پاش پاش کیا اور اس کے سیہ خانوں کو بُقعۂ نُور بنایا۔

تاریخ کی اس ناقابلِ تردید شہادت کو کون نہیں مانے گا کہ عرب کی اُجڑی دنیا کو بسانے والا، دُکھی دنیا کے سنگلاخ میں راحت و مسرّت کے پھُول کھِلانے والا وہی کلامِ ربّانی کا ابرِ گوہر بار تھا، جو فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا، فضائے مکّہ پر چھایا اور عرب و عجم کو سیراب کر گیا۔

وہ عرب جو دامنِ انسانیت پر بدنما داغ اور ایک گھناؤنا دھبہ تھے، یہ معجزہ اگر آسمانی ہدایت کا نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ وہی جاہل اجہل گنوار اور وحشی ہر خوبی و کمال میں اقوامِ عالم کے استاذ بلکہ استاذ الاستاذ بن گئے۔ اخلاقی پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیوں پر نظر آنے لگے اور انسانی تفوّق و برتری کی انتہائی رفعتوں کو بھی پامال کر کے رکھ دیا۔

مگر یہ تلخ حقیقت بھی ناقابلِ انکار و ناقابلِ تردید ہے کہ وُہی قوم جس نے اقوامِ عالم سے اپنے اخلاقِ حمیدہ، اپنے اوصافِ ستودہ، اپنی حکومت و جہانداری، سیادت و سرداری، علم و عمل، حکمت و شجاعت کا لوہا منوایا تھا۔ آج اس تعلیمِ ربّانی کے آفتاب جہانتاب کی پُر نُور و ضیا بخش شعاعوں سے گریز کرنے لگی اور اسکی ضیا پاشیوں اور انوار بیزیوں سے جو کہ اس کے حال و معاد کی تاریکیوں کو دُور کرنے اور اس کو لازوال حقیقی ترقی و برتری سے ہم آغوش کرنے کی ضامن تھیں، بیزار ہو کر خود ساختہ ترقیوں اور من گھڑت برتریوں کی اندھیریوں میں پھنس کر منزلِ مقصود سے کوسوں دُور چلی گئی۔

مسلسل و متواتر ناکامیاں دیکھ کر اپنی غلط راہروی اور اپنی ان ظلمتوں اور تاریکیوں کو اب محسوس بھی کرنے لگی ہے لیکن علاج صحیح کرنے کی طرف قدم نہیں بڑھاتی محسوس کرتی ہے لیکن بالکل اسی طرح کہ بلندی کا خواہشمند کسی غار میں اترتا چلا جائے مکہ کا مسافر ترکستان کی طرف چل پڑے غلط اور نادیدہ راستہ بغیر رہنمائے مشفق کے طے کرنے کا متمنی یقیناً مصائب و تکالیف کا شکار ہوگا صعوبتوں کے خندق، پریشانیوں کے صحرا اُسے حواس باختہ بنادیں گے۔ راستے کے خونخوار بھیڑیئے اور اس گنجان بادیہ گمراہی کے خارزاروں میں چھپے ہوئے شیر و پلنگ بلاشک اُس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کی تکہ بوٹی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

بعینہٖ یہی حالت آج مسلمان کی ہو چکی ہے۔ اپنے رہنمائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اور دکھلائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر غلط راستے پر چل پڑا طرح طرح کے فتنوں نے اُسے آلیا۔ گناہ وہ بھیڑیئے ہیں جو اصلی راستے سے انحراف اور اس راہنمائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتِ عالیہ سے بے خبر ہر ایک راہ رو پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اُس کے جسمِ ایمانی کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اس وقت دنیا بداعمالیوں سے ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے۔ کُفر کی کالی گھٹائیں ہر طرف تُلی کھڑی ہیں۔ نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی ہے۔ راہِ راست سے بھٹکی ہوئی انسانیت آس اور یاس کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہے کہ کہیں روشنی کی کرن پھُوٹے اور اُسے سلامتی کی راہ مل جائے۔ اے دنیا کے بسنے والو! اس پُر ہول اندھیرے سے نکلنے کیلئے قرآن مجید پڑھیے اور خواجہ محمد اسلام کی کتاب "محبوبؐ کے حسن و جمال کا منظر" کا مطالعہ کریں۔

زمانۂ جاہلیت کی تصویر

صدیوں سے آزادانہ حکومت کرتے کرتے، اور دنیا کی لذتوں میں منہمک رہنے، آخرت کو یکسر بھول جانے اور شیطان کے پورے اثر میں آجانے کی وجہ سے ایرانیوں اور رومیوں نے زندگی کی آسانیوں اور سامانِ آرائش میں بڑی موشگافی اور نازک خیالی پیدا کرلی تھی، اور اس میں ہر قسم کی ترقی اور نفاست میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور فخر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دنیا کے مختلف گوشوں سے ان مرکزوں میں بڑے بڑے اہلِ ہنر اور اہلِ کمال جمع ہوگئے تھے۔ جو اس سامانِ آرائش اور راحت میں نزاکتیں پیدا کرتے تھے اور نئی نئی تراش خراش نکالتے تھے، اُن پر فوراً عمل شروع ہوجاتا تھا اور اس میں برابر اضافے اور جدتیں ہوتی رہتی تھیں اور ان باتوں پر فخر کیا جاتا تھا۔ زندگی کا معیار اتنا بلند ہوگیا تھا کہ اُمراء میں سے کسی کا ایک لاکھ درہم سے کم کا پٹکا باندھنا اور تاج پہننا سخت معیوب تھا۔ اگر کسی کے پاس عالی شان محل، فوارہ، حمام، باغات، خوش خوراک اور تیار جانور، خوش رو جوان اور غلام نہ ہوتے، کھانے میں تکلفات اور لباس و پوشاک میں تجمل نہ ہوتا، تو ہم چشموں میں اس کی کوئی عزت نہ ہوتی، اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اپنے ملک کے بادشاہوں کا جو حال دیکھتے اور جانتے ہو، اس سے قیاس کرسکتے ہو۔ یہ تمام تکلفات، ان کی زندگی اور معاشرت کا جزو بن گئے تھے، اور اُن کے دلوں میں اس طرح

رچ بس گئے تھے کہ کسی طرح نکل نہیں سکتے تھے۔ اس کی وجہ سے ایک ایسا لاعلاج مرض پیدا ہو گیا تھا جو اُن کی پوری شہری زندگی اور ان کے پورے نظامِ تمدن میں سرایت کر گیا تھا۔ یہ ایک مصیبتِ عظمیٰ تھی جس سے عام و خاص اور امیر و غریب میں سے کوئی محفوظ نہیں رہا تھا۔ ہر شہری پر یہ پُر تکلف اور امیرانہ زندگی ایسی مسلط ہو چکی تھی جس نے اس کو زندگی سے عاجز کر دیا تھا اور اس کے سر پر غم و افکار کا ایک پہاڑ ہر وقت رکھا رہتا تھا۔ بات یہ تھی کہ یہ تکلفات بیش قرار رقمیں صرف کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے تھے، اور یہ رقمیں اور بے پایاں دولت کاشت کاروں، تاجروں اور دوسرے پیشہ وروں پر محصول اور ٹیکس بٹھلانے اور ان پر تنگی کئے بغیر دستیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔ اگر وہ ان مطالبات کے ادا کرنے سے انکار کرتے تو اُن سے جنگ کی جاتی اور ان کو سزائیں دی جاتیں، اور اگر وہ تعمیل کرتے تو ان کو گدھے اور بیلوں کی طرح بنا لیتے جن سے آبپاشی اور کاشت کاری میں کام لیا جاتا اور صرف خدمت کرنے کے لئے ان کو پالا جاتا اور محنت و مشقت سے ان کو کسی وقت چھٹی نہ ملتی۔ اس پُر مشقت اور حیوانی زندگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو کسی وقت سر اُٹھانے اور سعادتِ اُخروی کا خیال بھی کرنے کا موقع اور مہلت نہیں ملتی تھی۔ بسا اوقات پورے پورے مُلک میں ایک فردِ بشر بھی ایسا نہ ملتا جس کو اپنے دین کی فکر اور اہمیت ہوتی۔

موجودہ زمانے کی حالت بھی اسی طرح قعرِ مذلّت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ انسان نے برضا و رغبت، پستی اور ادبار کو قبول کر لیا ہے۔ بداخلاقی نے

اس حد تک فساد برپا کر دیا ہے کہ بُرے اور بھلے، سچ اور جھوٹ کا امتیاز ختم ہو گیا۔ جذبۂ اصلاح دلوں سے اُٹھ گیا اور نیکی کی قدریں ناپید ہو گئیں۔ سامانِ تعیش کی جدّت طرازیاں اور نازک خیالیاں ذہنوں پر غالب اور گھر گھر کی زینت بن گئیں۔ عیش پرستی کی انتہا ہو چکی، سفلی جذبات اپنا کردار دکھا رہے ہیں۔ اخلاق نام کو نہیں رہا۔ انسان کی عزّت و ناموس کے تحفّظ کا زمانہ بیت چُکا۔ مزید اس پر یہ کہ انسان کے اُٹھائے ہوئے طوفان اور وحشت ناکیوں نے انسانیت کا کچومر نکال دیا ہے۔ قیامت برپا کر دینے والے ہلاکت خیز سامان کی فراوانی ہو رہی ہے۔ ہَل مِن مزید کا نعرۂ کبر و نخوت دنیا کے مختلف اطراف واکناف سے اُٹھ رہا ہے۔ انسان اپنی ہی تباہی کے لئے انتہائی ہلاکت خیز ہتھیاروں کی تیاری میں مصروف ہے اور اس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں اپنا تن من دھن، غرض کہ سب کچھ جھونک رہا ہے۔ اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر گمراہی وضلالت کے راستہ پر سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ آخرت میں اپنے انجامِ بد سے بے پرواہ ہو کر عیاشیوں میں ڈوبا ہُوا درندوں کی سی زندگی اختیار کئے ہوئے ہے۔

اے انسان! تُو نے سلامتی و سرفرازی کا راستہ چھوڑا، اور ایسا راستہ اختیار کیا جس میں تباہی و ہلاکت اور ضلالت و ذلالت کے سوا کچھ نہیں۔ اس بغاوت و روگردانی اور سرمستی و درندگی کے نتائج تیرے سامنے آ رہے ہیں۔ ذرا خوابِ غفلت سے جاگ اور چشمِ عبرت کو کھول اور دیکھ کہ اللہ نے

تیرے لئے کیا کیا سامانِ وحشت و بربادی تیار کر رکھا ہے؟

اَلطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝

(جب ہو پڑے گی ہو پڑنے والی (یعنی قیامت) جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں)

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝

(قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو (مسلمانوں کی)

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝

آسانی سے نکالتے ہیں گویا ان کا بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

کے ساتھ دوڑتے ہیں، پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔

موت اور ہلاکت کے وہ اوقاتِ المیہ جو خون کی رگوں اور گوشت کے ریشوں کے اندر سے انسانوں کی جانوں کو کھینچ لیتے ہیں اور آبادیاں اُجاڑ اور زندگیاں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ وہ ارواحِ حروب و قتال جو زندگی کیلئے موت کا اور آبادی کے لئے ویرانی کا دروازہ ایسی عجلت اور ایسی آسانی سے کھول دیتی ہیں گویا کسی پڑے ہوئے بند کو کھول دیا گیا۔ وہ ہلاکت اور موت کی عظیم الشان ہستیاں جن پر انسان پاش توپیں لدی ہوئیں اور آگ اور خون کے خونخوار دھوئے سوار ہیں اور جو سمندروں میں تیرتی پھرتی ہیں اور ایک دوسرے

سے بازی لے جانا چاہتی ہیں، تاکہ اپنے اپنے شئون و امور کی تدبیر کریں، ان سب کی چھائی ہوئی ہیبت اور پھیلی ہوئی وحشت کی قسم! اور انکی پھیلائی ہوئی موت اور برسائی ہوئی ہلاکت کی گواہی! کہ ارضِ الٰہی کا امن ڈوب گیا، انسانیت کی بستی اُجاڑ ہو گئی، نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا، اور دنیا مثل اُس بیوہ کے ہو گئی جس کا شوہر زبردستی قتل کر دیا گیا ہو اور اس کے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ اپنے لٹے ہوئے سنگھار پر ماتم کرے گی اور اپنی پھٹی ہوئی چادر کو سر سے اُتار دے گی کیونکہ اُس کا حُسن زخمی ہو گیا، کیونکہ اُس کا شباب پامال کر دیا گیا، اور اس لئے کہ اس کے فرزندوں نے اس پر تلوار اُٹھائی اور اس لئے کہ اس کے دوستوں نے اسے کُچل دیا۔

پس زندگی کی جگہ موت، عیش و سلامتی کی جگہ اضطراب، نغمہ و نشاط کی جگہ شورِ ماتم، زمزمہ سنجی کی جگہ نوحہ خوانی، آبِ زندگی کی جگہ بحرِ خونین، بستیوں کی جگہ قبریں اور زندگی کے کاروبار اور بازاروں کی چہل پہل کی جگہ موت کے جنگل جن میں وہ لاشیں سڑیں گی، اور ہولناک سمندروں کے وہ خونین طوفان جن میں انسان کی لاشیں مچھلیوں کی طرح اُچھلیں گی، اور اے دُنیا کے بڑے بڑے مغرور شہروں کے بسنے والو! کل تک تمہاری ماؤں نے تمہیں جنا تھا، تا زندگی پر گھمنڈ اور مغرور ہو۔ پر آج تم موت کے کھلونے ہو جنہیں بگاڑ دیا جائے گا۔ اور پھر اے وہ کہ تمدّن کی بہشت، علم کے مرغزار اور عیش و نشاطِ زندگی کے حیرت آباد اور عجوبہ زار تھے! تم کل تک دوسروں کی موت و ہلاکت کی خبریں سُنتے تھے، پر آج تمہاری ہلاکت کی خبریں پڑھی جائیں گی۔ کل تک

تمہارے پاس کرہ ارض کی مصیبتوں کا قلم تھا، پر آج تمہاری مصیبتوں کی تاریخیں مدون ہوں گی۔ تم کل تک دوسروں پر ظلم و قہر کرتے تھے، پر آج تم پر ظلم و قہر کیا جائے گا۔ تم کل تک دوسروں کے لئے آگ سلگاتے تھے، پر آج تمہارے لئے جہنم بھڑک رہی ہے۔ تم کل تک ضعیفوں اور ناتوانوں کے لئے درندے تھے، پر آج درندوں میں خود چل گئی اور بھیڑیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو پنجہ مارا۔ تم کل تک دُنیا کے لئے موت کی بجلی اور ہلاکت کی بدلی تھے، پر آج کوئی نہیں جو تمہیں ہلاکت کی بارش اور بربادی کے رعد و برق سے بچا سکے۔ کل مشرق کی بربادیوں کا تماشا تم نے دیکھا تھا، آج وہ تمہاری ہلاکت دیکھ رہا ہے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا	پس آج کا دن وہ دن ہے کہ
مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ○	مسلمان اربابِ کُفر پر ہنستے
عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ○	ہیں اور امن و راحت سے بیٹھے
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا	ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں
كَانُوا يَفْعَلُونَ ○	ہاں! اب تو وہ وقت آگیا ہے
(سورۃ التطفیف)	کہ اُنہوں نے اپنے اعمال کا بدلہ پایا۔

العجل العجل ! الساعة الساعة

ہاں! ایک وقت آنے والا تھا اور وہ آگیا۔ ایک یوم الفصل تھا، جس کا آفتاب طلوع ہوگیا۔ پرانی پیشین گوئیوں میں کہا گیا تھا کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکل چکا ہے اور توبہ کا دروازہ (کہ فقط مایۂ اُمیدواری

مابدبختانِ عالم بود) روز بروز ہم پر بند ہو رہا ہے!

پس وقت آگیا ہے کہ جس کو اُٹھنا ہے اُٹھے، جس کو چلنا ہے، چلے، جس کو اپنے رُوٹھے ہوئے خدا سے صُلح کرلینی ہے کرلے، اور جس کو خدا کے محبوب رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا دامنِ شفاعت پکڑنا ہے پکڑلے۔ کیونکہ ساعت آخری، نتائج سامنے، مُہلت قلیل، اور فرصت مفقود ہے۔

غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا
پر آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتا نہیں
جن کے ڈنکے سے گرجتے تھے زمین و آسماں
اور گھاس ہے اب قبر پر اور نشاں کچھ بھی نہیں
جو مثال طوطیٔ خوش بیاں دم گفتگو سے گوہر فشاں
وہ پڑے ہیں آج خاموش یہاں کہ دہن میں گویا زباں نہیں
آدمی کا جسم کیا ہے جس پر شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں
خون کا گارا بنایا، اینٹ جس میں ہڈیاں
چند سانسوں پہ کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
اور موت کی پُر زور آندھی جس دم آکر ٹکرائے گی
بس یہ عمارت ٹوٹ کر خاک میں مِل جائے گی

یہ سرائے دہر مسافرو! ابجدا کسی کا مکاں نہیں
جو مقیم اس میں تھے کل یہاں، کہیں آج اُن کا نشاں نہیں
یہ رواں عدم کو ہے کارواں، بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
چلے جاتے سب ہیں کشاں کشاں، کوئی قید پیر و جواں نہیں
نہ رہا سکندر ذی حشم، نہ رہے وہ دارا اور جم
جو بنا گیا تھا یہاں اِرم، تہِ خاک اُس کا نشاں نہیں
نہ سخی رہے نہ غنی رہے، نہ ولی رہے نہ نبی رہے
یہ اَجل کا خواب وہ خواب ہے، کوئی ایسا خواب گراں نہیں
یہ ہے موت ایک عجیب سر، کہ صفائے عقل ہے واں کدر
وہ ہے تیرے وقت کی منتظر، تجھے اِس کا وہم و گماں نہیں
وہ جھپٹ کے تجھ پہ جب آئیگی، تو بنائے کچھ نہ بن آئے گی
یہ عزیز جاں یونہی جائے گی، کہ قضا سا پیکِ رواں نہیں
مگر اِک حیات حیات ہے، وہی جس میں سب کی نجات ہے
یہی بات سننے کی بات ہے، اسی بات کا تو دھیاں نہیں
جو نبیؐ کے عشق کا خار ہے، وہ گلوں کا تاجِ وقار ہے
یہی ایک ایسی بہار ہے، کبھی جس میں دورِ خزاں نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

علامات قیامت

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعت دینیات
سعید منزل دربار
انارکلی، لاہور

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ الَّذِیْ اُوْتِیَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحٰبِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّا بعد پیشِ نظر رسالہ میں سیّدِ عالم حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جمع کیے گئے ہیں جن میں آپ نے آئندہ زمانہ میں پیش آنے والے واقعات سے باخبر فرمایا تھا۔ اِن کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بے انتہا علوم کا اندازہ ہوگا اور معلوم ہوگا کہ آپ نے جو قیامت کی نشانیاں بیان فرمائی تھیں وہ حرف بحرف آج پوری ہو رہی ہیں۔

احقر نے ان ارشادات کو جمع کرنے کا خاص لحاظ رکھا ہے جو دورِ حاضر میں واقع ہو رہے ہیں اور حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہے ہیں یا آئندہ واقع ہونے والے حالات کے لیے تمہید کی مانند ہیں۔

ہمارے غیر مُسلم بھائیوں کو بھی اِن واقعات سے نفع پہنچے گا اور وہ پڑھ کر یقین کر لیں گے کہ داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام درحقیقت اِن سب انسانوں کے سردار تھے جنہیں اُس مالکِ حقیقی سے خصوصی تعلق تھا، کیونکہ تیرہ سو برس پہلے آئندہ زمانہ کے آنے والے فتنوں اور گمراہ کُن لیڈروں اور عالمگیر حوادث و بلیات سے باخبر کر دینا اور اس وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرنا کہ گویا آنکھوں سے دیکھ کر بیان کر رہے ہیں، اسی اللہ کے دوست کا کام ہو سکتا ہے جسے خدا ہی نے علم کی دَولت سے نوازا ہو۔ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک پیشین گوئی بھی آج تک غلط ثابت نہیں ہُوئی اور کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ کی شان ہے۔

علاماتِ قیامت

قیامت کِن لوگوں پر قائم ہوگی

حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ایک روایت طبرانی سے نقل کی ہے جس میں اس بے حیائی کا تفصیلی نقشہ بھی مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسا نہ ہو کہ ایک عورت مردوں کے مجمع پر گزرے گی اور ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر اس کا دامن اُٹھائے گا (جیسے دنبی کی دُم اُٹھائی جاتی ہے)، اور اس سے زنا کرنے لگے گا۔ (یہ حال دیکھ کر) ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ اُس کو دیوار کے پیچھے ہی چھپا لیتا، تو اچھا تھا (پھر فرمایا کہ) یہ شخص ان میں ایسا (مقدس بزرگ) ہوگا جیسے تم میں ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

اُمّتِ محمّدؐ یہود و نصاریٰ اور فارس و روم کا اتّباع کرے گی

حضرت ابُوسعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کا بالشت ببالشت اور ذراع بذراع اتباع کرو گے (جس چیز کی طرف وہ جس قدر بڑھتے تھے تم بھی اسی قدر بڑھو گے۔ جس چیز کی طرف وہ ایک بالشت بڑھے تم بھی ایک بالشت بڑھو گے اور جس چیز کی طرف وہ ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ بڑھتے تھے تم بھی اسی قدر بڑھو گے) حتّٰی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے، تو تم بھی داخل ہو گے۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا پہلوں سے آپ کی مُراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ ارشاد فرمایا تو اور کون ہیں۔ (بخاری و مُسلم)

دُوسری روایت میں ہے جو حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی

ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میری اُمّت پر وہ زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر گزرا تھا جس طرح (ایک پیر کا) جُوتا دُوسرے (پاؤں کے) جُوتے کے برابر ہوتا ہے اسی طرح ہُو بہُو حتّٰی کہ اگر ان (بنی اسرائیل) میں سے کسی نے علانیہ اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا، تو میری اُمّت میں بھی ایسا کرنے والے ہوں گے (پھر فرمایا کہ (بلاشبہ بنی اسرائیل کے بہتّر مذہبی فرقے ہو گئے تھے اور میری اُمّت کے تہتّر مذہبی فرقے ہوں گے جو ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ (جنتی) کونسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا (جو اس طریقہ پر ہوگا، جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ (مشکوٰۃ)

جھُوٹے نبی پیدا ہوں گے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب میری اُمّت میں تلوار رکھ دی جائے گی (یعنی اُمّت آپس میں خانہ جنگی کرنے لگے گی)، تو قیامت تک تلوار چلتی رہے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمّت کے بہت سے قبیلے مُشرکین میں داخل نہ ہو جائیں اور جب تک میری اُمّت کے بہت سے قبیلے بتوں کو نہ پُوجیں۔ (پھر فرمایا کہ (بلاشبہ میری اُمّت میں تیس کذّاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک اپنے کو نبی بتائے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہُوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ظالم کو ظالم کہنا، نیکیوں کی راہ بتانا اور بُرائیوں سے روکنا چھُوٹ جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے (مجھ سے) فرمایا کہ جب تو میری اُمّت کو اِس حال میں دیکھے گا کہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرنے لگیں، تو اُن سے رُخصت ہو جانا (یعنی ان کی مجلسوں اور محفلوں میں شرکت نہ کرنا (رواہ الحاکم)

ننگی عورتیں مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں کے دو گروہ پیدا ہونے والے

ہیں جنہیں مَیں نے نہیں دیکھا (کیونکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہُوئے)، پھر اس کی تشریح کرتے ہُوئے فرمایا کہ ایک گروہ تو ایسا پیدا ہوگا جو بیلوں کی دُموں کی طرح (لمبے لمبے) کوڑے لیے پھریں گے اور اُن سے لوگوں کو مارا کریں گے۔ صبح شام اللہ کے غصّہ اور ناراضگی و لعنت میں پھرا کریں گے۔ دُوسرا گروہ ایسی عورتوں کا پیدا ہوگا جو کپڑے پہنے ہُوئے بھی ننگی ہی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی (ان کی طرف) مائل ہوں گی۔ ان کے سر اُونٹوں کی جھکی ہُوئی پشتوں کی طرح ہوں گے۔ نہ جنّت میں داخل ہوں گی نہ جنّت کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ بلا شک و شبہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دُور سے[1] آتی ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں دو پیشین گوئیاں مذکور ہیں۔ ایک ظالم گروہ کے بارے میں ہے کہ کچھ لوگ کوڑے لیے پھریں گے اور لوگوں کو ان سے پٹیا کریں گے یعنی اقتدار کے نشہ میں ضعیفوں اور بیکسوں پر ظلم کریں گے اور بلا وجہ خواہ مخواہ عام پبلک کو ستائیں گے۔

دوسری پیشین گوئی عورتوں کے حق میں ارشاد فرمائی ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسی عورتیں موجود ہوں گی جو کپڑے پہنے ہُوئے ہوں گی، لیکن پھر بھی ننگی ہوں گی یعنی اس قدر باریک کپڑے پہنیں گی کہ ان کے پہننے سے جسم چھپانے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا یا کپڑا باریک تو نہ ہوگا، مگر چُست ہونے اور بدن کی ساخت پر کس جانے کی وجہ سے اس کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہوگا اور آج کل تو چُست ہونے کے ساتھ بدن کا ہم رنگ ہونا بھی داخل فیشن ہو چُکا ہے؛ چنانچہ گندمی رنگ کے ایسے موزے داخل لباس ہو چکے ہیں، جن کا پیر سے اُوپر کا حِصّہ پنڈلی پر کھال کی طرح چپکا ہوا ہوتا ہے۔

بدن پر کپڑا ہونے اور اس کے باوجود بھی ننگا ہونے کی ایک صُورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حِصّہ اور خصُوصاً وہ اعضا کھلے رہیں جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں جیسا کہ یورپ (اور ایشیا کے بعض شہروں مثلاً بمبئی، رنگون، سنگاپور، لاہور، کراچی وغیرہ) میں ایسا لباس پہننے کا رواج ہے کہ صرف گھٹنوں تک قمیض ہوتی ہے۔ آستینیں مونڈھے سے صِرف دو چار انچ ہی بڑھی ہوئی

---

[1] یعنی برسہا برس کی مسافت سے۔

ہوتی ہیں۔ پنڈلیاں بالکل ننگی ہوتی ہیں اور سر بھی دوپٹہ سے خالی ہوتا ہے۔ اللہ کی لعنت ہو ایسی عورتوں پر جو توبہ نہ کریں۔

پھر فرمایا کہ یہ عورتیں غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یعنی ننگا ہونے کا رواج مفلسی کی وجہ سے نہ ہوگا، بلکہ ان کی نیت مردوں کو بدن دکھانا اور اُن کا دل لبھانا مقصود ہوگا اور لبھانے کا دُوسرا طریقہ یہ اختیار کریں گی کہ اپنے سروں کو (جو دوپٹوں سے خالی ہوں گے، مٹکا کر چلیں گی جس طرح اُونٹ کی پشت کا بالائی حصّہ تیز رفتاری کے وقت زمین کی جانب جُھکا کرتا ہے۔ اُونٹ کی پشت سے تشبیہہ دینے سے یہ بھی بتایا کہ بال پھلا پھلا کر اپنے سروں کو موٹا کریں گی پھر فرمایا کہ ایسی عورتیں جنّت میں داخل نہ ہوں گی، بلکہ اس کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گی۔ شریعت اسلامیہ نے زناکاری سے بھی روکا ہے اور ایسی چیزوں سے بھی روکا ہے جو زنا کی طرف بُلانے والی ہیں حتیٰ کہ اس کو بھی زنا فرمایا ہے کہ کوئی عورت تیز خوشبو لگا کر مردوں پر اس لیے گزرے کہ مرد اس کی خوشبو سونگھ لیں۔ (ترغیب)

سُرخ آندھی اور زلزلے آئیں گے اور صُورتیں مسخ ہو جائیں گی اور آسمان سے پتّھر برسیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو (گھر کی) دولت سمجھا جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور (دینی) تعلیم دُنیا کے لیے حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دُور کرے۔ مسجدوں میں (دُنیا کی باتوں کا) شور ہونے لگے قبیلہ (خاندان) کے سردار بددین لوگ بن جائیں۔ کمینے قوم کے سردار ہو جائیں۔ انسان کی عزت اس لیے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلاوے (یعنی خوف کی وجہ سے) گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے' شرابیں پی جانے لگیں اور بعد میں آنے والے لوگ اُمّت کے پچھلے (نیک) لوگوں پر لعنت کرنے

لگیں، تو اس زمانہ میں سُرخ آندھی اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صُورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اوران عذابوں کے ساتھ دُوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا تاگہ ٹوٹ جائے اور پے بہ پے دانے گرنے لگیں۔ (ترمذی شریف)

قتل کی اندھیر گردی ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے خُدا کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اِس وقت تک دُنیا ختم نہ ہو گی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے کہ قاتل کو یہ علم بھی نہ ہو گا کہ مَیں نے کیوں قتل کیا اور مقتول یہ نہ جانے گا کہ میں کیوں قتل ہوا۔ کسی نے عرض کیا ایسا کیوں ہو گا؟ ارشاد فرمایا فتنوں کی وجہ سے قتل (بہت ہی زیادہ ہو گا) پھر ارشاد فرمایا (اِن فتنوں میں) قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنّم میں داخل ہوں گے۔ (مسلم شریف)

آج کل جس قدر قتل واقع ہو رہے ہیں عموماً ان کی وجہ فتنوں کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ قومی عصبیت اور فرقہ پرستی کے باعث ہزاروں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور قاتل کو مقتول کی خبر نہیں ہوتی نہ مقتول کو قاتل کا پتہ چلتا ہے۔ دُوسرے فرقہ کا جو شخص ہاتھ لگا ختم کر ڈالا اور اس کے ختم کرنے کے لیے بس یہی دلیل کافی ہے کہ وہ قاتل کے فرقہ میں سے نہیں ہے۔ چند انسانوں کے نظریوں کی جنگ نے ایسے ایسے آلاتِ جنگ تیار کر لیے ہیں کہ شہر کے شہر ذرا دیر میں فنا کے گھاٹ اُترتے چلے جاتے ہیں۔ پھر تعجب یہ ہے کہ ہر فریق یہ بھی کہتا ہے کہ ہم اَمن چاہتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرقہ وارانہ قتل و قتال کے حق میں فرمایا ہے:

"جس نے ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کی جس کا حق یا باطل ہونے کا علم نہ ہو اور عصبیت کی ہی خاطر غصہ ہوتا ہو اور عصبیت ہی کے لیے دعوت دیتا ہو، عصبیت ہی کی مدد کرتا ہو، تو اگر وہ مقتول ہُوا، تو جاہلیت کی موت قتل ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دے اور عصبیت کے لیے جنگ کرے اور عصبیت

پر مر جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ عصبیت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا۔ (مشکوٰۃ شریف)

مردوں کی کمی، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھ جائے گا، جہالت بہت بڑھ جائے گی۔ زنا کی کثرت ہوگی۔ شراب بہت پی جائے گی۔ مرد کم ہو جائیں گے۔ عورتیں اس قدر زیادہ ہو جائیں گی کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کے لیے ایک ہی مرد ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

نئے عقیدے اور نئی حدیثیں رائج ہوں گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں بڑے بڑے مکار اور جھوٹے پیدا ہوں گے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سُنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے تم ان سے بچنا اور انہیں اپنے سے بچانا۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ (مسلم شریف)

صاحب مرقات اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹی جھوٹی باتیں کریں گے اور نئے نئے احکام جاری کریں گے، غلط عقیدے ایجاد کریں گے۔" اِس قسم کے لوگوں میں سے بہت سے گزر چکے ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی" تھا جس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مُردہ بتایا، ختمِ نبوت سے انکار کیا۔ خود کو نبی بتایا۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی خرافات مشہور ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو کوئی باطل جماعت عقائد فاسدہ لے کر کھڑی ہوتی ہے، تو اس کے ہمنوا قرآن و حدیث سے ان غلط عقائد کا اثبات کرنے لگتے ہیں؛ چنانچہ آج کل کمیونزم قرآن شریف سے ثابت کیا جا رہا ہے اور موجودہ جمہوریت کو اسلام کی جمہوریت کے مطابق بنا ،

جا رہا ہے۔

ہر بعد کا زمانہ پہلے سے بُرا ہوگا

حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج کے ظلم کی شکایت کی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایت سُن کر فرمایا کہ صبر کرو (معلوم نہیں آگے کیا ہو) کیونکہ کوئی زمانہ بھی تم پر ایسا نہ آئے گا کہ اس کے بعد والا زمانہ اس سے زیادہ بُرا نہ ہو جب تک تم اپنے رب سے ملاقات نہ کر لو (یعنی مرتے دم تک ایسا نہ ہوگا کہ آنے والا زمانہ پہلے سے اور موجودہ زمانے سے اچھا آ جائے) یہ بات مَیں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنی ہے۔ (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ زمانہ کی اور زمانہ والوں کی شکایت فضول ہے اور آئندہ زمانہ میں اچھے حاکموں کی اُمیّد بھی غلط ہے۔ لہٰذا جتنا بھی وقت ملے اور عُمر کا جو بھی سانس مل جاوے، اسے غنیمت سمجھے اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ سے اُمیدیں باندھے اور اسی کے قہر و غضب سے ڈرتا رہے۔

کُفر کی بھر مار ہو گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آنے والے (سیاہ، فتنوں سے پہلے (نیک) عمل کرنے میں جلدی کرو (اس زمانہ میں) انسان صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو گا اور شام کو مومن ہو گا، صبح کو کافر ہو گا۔ ذرا سی دُنیا کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔ (مسلم شریف)

ایک جماعت ضرور حق پر قائم رہے گی

حضرت معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ میری اُمّت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی جو خُدا کے حکم پر قائم ہو گی۔ موت آنے تک وہ اسی حال پر رہیں گے۔ ان کی مخالفت اور عدمِ معاونت انہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گی (یعنی انہیں اِس

کی پرواہ ہرگز نہ ہوگی کہ زمانہ والوں کا رویہ کیا ہے اور زمانے والے ہمارے مخالف ہیں یا موافق ہیں ـــــــ

اسلام کا نام رہ جائے گا اور قرآن کے الفاظ رہ جائیں گے اور علماء سوء پیدا ہوں گے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائے گی۔ ان کی مسجدیں (نقش ونگار، ٹائل، برقی پنکھوں وغیرہ سے) آباد ہوں گی اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی، اُن کے علماء آسمان کے نیچے رہنے والوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے۔ اُن علماء سے فتنے پیدا ہوں گے اور پھر اُن میں واپس آجائیں گے۔ (بیہقی)

"اسلام کا صرف نام باقی رہے گا" یعنی اسلامی چیزوں کے نام ہی لوگوں میں رہ جائیں گے اور اُن کی حقیقت باقی نہ رہے گی جیسا کہ آج کل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بس نام ہی باقی ہیں اور اُن کی حقیقت اور رُوح اور ادائیگی کے وہ طریقے اور کیفیتیں باقی نہیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور کروڑوں مسلمان اُن سے کورے ہیں۔ قرآن شریف صرف رسماً ہی پڑھا جاتا ہے اس کے الفاظ اور خوش الحانی کا تو خیال ہے، مگر اس کے معانی پر غور کرنا اور اس کی منع کی ہُوئی چیزوں سے بچنا تو مسلمان کے تصوّر میں بھی نہیں رہا۔ مسجدیں زیب وزینت سے خُوب آراستہ ہیں۔ دلکش فرش، قیمتی غالیچے، دیدہ زیب فانوس اور آرام وراحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں، مگر ہدایت سے خالی ہیں۔ مسجدوں میں دُنیا کی باتیں، طعنے، غیبتیں بے دھڑک ہوتی ہیں اور امام ومؤذن تو مسجدوں کو گھر ہی سمجھتے ہیں۔ اِس کی مزید توضیح آئندہ حدیث کی تشریح میں کی جائے گی۔

علماء کے بارے میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ علماء سے فتنہ نکلے گا اور ان میں واپس آجائے گا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ علماء بگڑ جائیں گے اور رشد وہدایت کی راہ چھوڑ دیں

گے تو عالم میں فساد ہو گا اور پھر اس کی زد میں علماء بھی آجائیں گے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ علماء دُنیا داروں اور ظالموں کی مدد کریں گے اور پیسے اینٹھنے کے لیے دُنیا داروں کی مرضی کے موافق مسئلے بتائیں گے اور پھر دُنیا دار ہی ان کا مزاج ٹھکانے لگائیں گے۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت میں آئندہ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے (پھر سرمایہ داروں کے پاس جائیں گے اور) کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دُنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کر ان سے الگ ہو جاتے ہیں (پھر ارشاد فرمایا کہ) حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا (کہ دُنیا والوں کے پاس جا کر دین سالم رہ جائے)، جس طرح قتادلے کے درخت سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیا جا سکتا۔ اِسی طرح سرمایہ داروں کے قریب سے گناہوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

جو علماء سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں وہ عمُوماً علماء سُوہی ہیں۔ چند ٹکوں کے لیے ان کے پاس جاتے ہیں اور اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر اہل علم اپنے علم کو محفوظ رکھتے اور اسے صلاحیت والے انسانوں میں خرچ کرتے، تو زمانہ کے سردار بن جاتے، لیکن دُنیا حاصل کرنے کے لیے اُنہوں نے علم کو دُنیا والوں کے لیے خرچ کیا جس کی وجہ سے زمانہ والوں کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ (مشکوٰۃ شریف)

دُوسرے انسانوں کی طرح آج کل کے علماء بھی فکرِ آخرت سے خالی ہو گئے ہیں اور اس فانی زندگی کو اپنے علم کا مقصد بنا رکھا ہے سیاسی لیڈر بننے، شہرت حاصل کرنے، روپیہ کمانے و جوڑنے کی دُھن میں سرگرداں ہیں اور موجودہ زمانے کے عُلماء میں خال خال ہی ایسے ہیں جو اسلام کی تبلیغ کرتے ہوں، ورنہ آج تو علماء کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جلسوں میں نیشنلزم، سوشلزم اور کمیونزم کی اشاعت کرتے ہیں اور ارشادات نبویہ کی بجائے مخلوق کے خود ساختہ نظاموں کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

لے قتادا ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے اس قسم کے مواقع میں اہل عرب اسے مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مسجدیں سجائی جائیں گی اور ان میں دُنیا کی باتیں ہُوا کریں گی،

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا کر فخر کریں گے۔ (ابوداؤد وغیرہ)

آج کل یہی حال ہے اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ "تُم ضرور مسجدوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح سجاؤ گے"۔ (ابُوداؤد)

دِل کو منتشر کرنے والے رنگ برنگ کے ٹائل، جھاڑ، فانوس، ہانڈیاں، دِلفریب فرش اور بیش بہا پردے اور دُوسری زیب و زینت اور آرام و راحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں اور ان دنیوی چیزوں نے مسجدوں میں پہنچ کر اوقاتِ نماز کے علاوہ مسجدوں کو مقفل کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور حفاظت کے لیے مستقل نگرانوں اور چوکیداروں کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔ مسجدیں اِن دُنیاوی چیزوں سے آباد ہیں اور نمازیوں سے خالی ہیں۔ جو نمازی ہیں وہ مسجدوں میں دُنیا کی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مسجدوں میں نہ خشوع والی نماز ہے نہ تعلیمی حلقے ہیں، نہ دینی مشورے ہیں نہ ذکر تلاوت سے آباد ہیں حالانکہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور حضرات خلفاء راشدین کے زمانے میں دین اور دینیات کی ترقی کے کاموں اور اس سے متعلق مشوروں کا مرکز تھی۔ کنزالعمال کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم اپنی مسجدوں کو سجانے لگو اور قرآنوں کو دیدہ زیب بنانے لگو تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے۔

بیہقی کی روایت میں ہے جو شعب الایمان میں مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دُنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوا کریں گی۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ خُدا کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حرامی بچّوں کی کثرت ہوگی

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضُور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ یہ

اُمّت ہمیشہ خیریت سے رہے گی اور اس پر ہمیشہ خیر سایہ فگن ہوگی جب تک ان میں ولدالزنا کی کثرت نہ ہو گی۔ جب حرام کی اولاد کثرت سے پیدا ہونے لگے گی، تو پھر اندیشہ ہے کہ تمام اُمّت پر عذاب نازل ہو جائے۔ (بخاری)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ابو یعلیٰ نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ جب زنا پھیل جائے گا، تو فقر و مسکنت اور ذِلّت بھی عام ہو جائے گی۔ (ابو یعلیٰ)

یہ پیشین گوئی آج کل بالکل صادق ہے۔ مسلمانوں کی ذلّت کے اسباب میں سے ایک حرام کاری بھی ہے جس کا رواج آج کل علی الاعلان ہے۔

حضرت مطرفؒ بن عبداللہ کے گھر کی دیوار ایک طرف کو جُھک گئی لوگوں نے کہا: "آپ اسے مرمّت کیوں نہیں کراتے؟" آپ نے فرمایا "گھر والا ہمیں اس میں رہنے نہیں دے گا کہ ہم اس کو مرمّت کریں۔ پھر فرمایا، حضرت نوح علیہ السلام نے باوجود اس قدر طویل عمر کے کھجور کی چھال کی ایک جھونپڑی بنا رکھی تھی۔" لوگوں نے کہا "اگر آپ اپنے لیے گھر بنالیں تو اچھا ہو۔" آپ نے فرمایا "جو چند روز تک مرجائے گا اس کے واسطے اتنا ہی بہت ہے۔" فرمایا "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ دین کو پست کریں گے اور عمارتوں کو بلند بنائیں گے۔"

قیامت کے قریب

جب تمام اہل ایمان اس جہان سے کُوچ کر جائیں گے، تو اہلِ حَبَش کا غلبہ ہوگا اور تمام ممالک میں ان کی سلطنت پھیل جائے گی۔ خانۂ کعبہ کو ڈھا دیں گے۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن شریف دلوں، زبانوں اور کاغذوں سے اُٹھا لیا جائے گا۔ خدا ترسی، حق شناسی، خوفِ آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہو جائے گا۔ شرم و حیا جاتی رہے گی۔ بر سرِ راہ گدھوں اور کُتّوں کی طرح زنا کریں گے۔ حکام کا ظلم و جبل اور رعایا کی ایک دُوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی پس دیہات ویران ہو جائیں گے۔ بڑے بڑے قصبے گاؤں کے مانند اور بڑے بڑے شہر معمولی قصبوں کے مانند ہو جائیں گے، قحط، وبا اور غارت گری کی آفتیں پے در پے نازل ہونے لگیں گی۔ جماع زیادہ ہوگا، اولاد کم۔ رُجحانیت الی الحق دلوں سے اُٹھ جائے گی۔ جہالت اِس قدر بڑھ جائے گی کہ کوئی لفظ اللہ تک کہنے والا نہ رہے گا۔ اِس اثنا میں ملک شام میں اَمن و ارزانی

نسبتاً زیادہ ہوگی۔ پس دیگر ممالک سے ہر قسم کے لوگ آفتوں سے تنگ آکر مع عیال واطفال کے ملک شام کی طرف چلنے شروع ہو جائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بہت بڑی آگ جنوب کی طرف سے منودار ہو کر لوگوں پر بڑھے گی جس سے لوگ بے تحاشا بھاگیں گے۔ آگ اُن کا تعاقب کرے گی۔ جب لوگ دوپہر کے وقت تھک تھکا کر پڑ جائیں گے تو آگ بھی ٹھہر جائے گی۔ جب دھوپ تیز نکل آئے گی، تو آگ پھر ان کا پیچھا کرے گی۔ جب شام ہو جائے گی، تو ٹھہر جائے گی اور آدمی بھی آرام لیں گے۔ صبح ہوتے ہی آگ پھر تعاقب کرے گی اور آدمی اُس سے بھاگیں گے اس طرح کرتے کرتے ملک شام تک پہنچا دے گی۔ اِس کے بعد آگ لوٹ کر غائب ہو جائے گی۔ بعد ازاں کچھ لوگ حُبّ ِوطن اصلی کی وجہ سے اپنے مُلکوں کی طرف روانہ ہوں گے، مگر بحیثیتِ مجموعی بڑی آبادی مُلک شام میں رہے گی۔ قربِ قیامت کی یہ آخری علامات ہیں، اس کے بعد قیامِ قیامت کی اوّل علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دُنیاوی نعمتیں، اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جُمعہ کے دن جو یومِ عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز آدمیوں کو سُنائی دے گی، یہی نفخِ صور ہوگا۔ تمام اطراف کے لوگ اُس کے سُننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے، کہاں سے آتی ہے پس رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی۔ آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جائے گی۔ جب وہ پُوری سختی پر آجائے گی، تو لوگ ہیبت کی وَجہ سے مَرنے شروع ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وَحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ زمین جا بجا شق ہو جائے گی۔ سمندر اُبل کر قُرب وجوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بُجھ جائے گی۔ نہایت محکم و بلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہَوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد و غبار کے اُٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہان تیرہ و تار ہو جائے گا۔ وہ آواز دَم بدم سخت ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دُنیا میں سب سے زیادہ نصیبہ ور اور دولتمند وہ شخص نہ بن جائے گا جو احمق ہے اور احمق کا بیٹا ہے۔ (یعنی بد اصل اور بد سیرت اشخاص دُنیاوی جاہ و جلال اور دولت کے مالک نہ ہو جائیں گے۔) (مشکوٰۃ شریف)

ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ امر (یعنی دین) ظاہر ہوا ہے نبوّت اور رحمت کے ساتھ۔ (یعنی دین کا ابتدائی زمانہ وحی اور رحمت تھا) پھر خلافت اور رحمت کا زمانہ ہوگا، پھر ظالم بادشاہوں کا عہد ہوگا اور اُس کے بعد یہ اَمر ہونے والا ہے تکبّر، قہر، غلبہ اور فساد فی الارض (یعنی زمین میں فتنہ اور فسادات پیدا ہو جائیں گے) اُس وقت لوگ ریشم کے کپڑوں کو حلال سمجھیں گے۔ عورتوں کی شرمگاہوں اور شراب کو جائز قرار دیں گے اور باوجود اس کے اُن کو رزق دیا جائے گا اور اُن کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ خدا سے جا ملیں گے (یعنی روزِ جزا میں خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

قیامت کی نشانیاں اللہ رب العزّت نے اپنے رسُولؐ کی زبانی بندوں تک پہنچا دی ہیں اور اس کے آنے کا ٹھیک وقت خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بتایا، البتہ ابن ماجہ اور مسند احمد کی روایت میں اتنا ضرور ہے کہ قیامت جُمعہ کے دن آئے گی اور یہ بھی فرمایا کہ تمام مقرب فرشتے اور ہر ایک آسمان، ہر ایک زمین، ہر ہوا، ہر پہاڑ، ہر دریا ڈرتا ہے کہ کہیں آج ہی قیامت نہ ہو۔ غرضیکہ قیامت کا ٹھیک وقت اللہ کے سوا کسی کو پتہ نہیں۔ بعض لوگوں نے اٹکل سے قیامت کے آنے کا وقت بتایا ہے، مگر وہ محض اٹکل اور اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ کے درجہ میں ہے۔ جب لوگوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت پُوچھا، تو اللہ جل شانہٗ کی جانب سے حکم ہُوا کہ "تم کہہ دو کہ اس کا علم میرے پروردگار ہی کو ہے وہی اسکے وقت پر اسے ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمینوں پر بھاری ہوگی۔ اچانک ہی تم پر آ پہنچے گی۔"

نسخۂ کیمیا برائے روحانی امراض

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے کہا۔

"مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا بھی آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجیے۔"

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چُننے میں مصروف تھا اس نے سر اُٹھا کر کہا:

جو تجھ سے لَو لگاتے ہیں وہ تنکے چُنتے ہیں۔

"شبلی! یہاں آؤ میں اس کی دوا بتاتا ہوں۔ حیا کے پھول۔ صبر شکر کے پھل۔ عجز و نیاز کی جڑ۔ غم کی کونپل۔ سچائی کے درخت کے پتے۔ ادب کی چھال۔ حُسن اخلاق کے بیج۔ یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستہ میں کُوٹنا شروع کرو اور اشکِ پشیمانی کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان سب کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چُولہے پر پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی شکّر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا۔ جس وقت تیار ہو کر اُترے تو اس کو خوفِ خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔"

حضرت شبلی نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دُکان اپنی بڑھا گئے

○

۲- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دن میں بصرہ کے گلی کوچوں میں گھوم رہا تھا اور اُس کے بازاروں میں چکر لگا رہا تھا۔ میرے ہمراہ ایک عابد وصالح نوجوان بھی تھا۔ ہم چل رہے تھے کہ اتنے میں ہمیں ایک عجیب و غریب حکیم حاذق نظر آیا جو ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بہت سے مرد عورتیں اور بچّے موجود تھے، جن کے ہاتھوں میں آبگینے اور شیشے تھے۔ اور ان سب میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک اپنی بیماری کی دوا طلب کر رہا تھا۔ میرے ساتھ جو صالح نوجوان تھا، اُس نے جب یہ منظر دیکھا تو آگے بڑھ کر طبیب سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کیا ایسی بھی کوئی دوا ہے جو گناہوں اور امراضِ رُوحانی کو دُور کر دے اور جس سے دل کے تمام روگ دُور ہو جائیں۔ اُس نے اثبات میں جواب دیا اور نوجوان سے اس طرح دوا کی تفصیل بیان کرنے لگا۔ مَیں تمہیں دس۱۰ چیزیں بتاتا ہوں۔ تم انہیں اگر استعمال کرو گے تو تمہیں اپنا مطلوبہ فائدہ حاصل ہوگا۔ تم غیرت و فقر کے درخت کی جڑیں لو۔ انہیں عجز و انکسار کی بوٹیوں کے ساتھ ملا لو۔ اس میں انابت و توبہ کے ہلڈے شامل کر لو اس نسخے کو تسلیم و رضا کے کھرل میں ڈال کر قناعت و سیر چشمی کے ہاون دستے سے پیس لو۔ اچھی طرح پس جانے کے بعد اُسے تقوے اور پرہیزگاری کی دیگ میں چڑھا دو۔ اُوپر سے ذرا سا شرم و حیا کا پانی انڈھیل دو۔ پھر عشقِ الٰہی کی آنچ میں اسے خوب جوش دے دو۔ جب یہ دوا تیّار ہو جائے، تو اسے شکر و سپاس کے پیالے میں ڈال کر اُمید و بیم کے پنکھے سے ذرا سی ہوا دے لو۔ اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء کا چمچہ لے کر دوا پی لو۔ اگر تم اس مجرّب دوا کو برابر استعمال

کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور دنیا اور آخرت کی تمام بیماریوں اور ہر قسم کے امراضِ جسمانی و رُوحانی سے شفائے کُلّی عطا فرمائے گا۔ اور تُم سعادتِ ابدی اور نجاتِ سرمدی سے ہم کنار ہو جاؤ گے۔

دُعا

جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مُردہ شخص کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ڈُوب رہا ہو، اور جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہو چنانچہ مُردہ بھی اپنے بیوی بچّوں اور دوستوں کی دعاؤں کا منتظر رہتا ہے کیونکہ ان زندہ لوگوں کی دعائیں نُور کے پہاڑوں کی طرح مُردوں تک پہنچتی ہیں۔ اور فرمایا، کہ دعاؤں کو نُورانی طشتوں میں رکھ کر مُردوں کے سامنے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ تحفہ فلاں (دوست یا عزیز) کی طرف سے ہے اور مُردہ اس سے اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسے کہ زندہ لوگ تحائف سے خوش ہوا کرتے ہیں۔ دُعا کے لئے کچھ ارکان ہیں اور کچھ پَر ہیں اور کچھ اسباب ہیں اور کچھ اوقات ہیں۔ اگر ارکان کے موافق ہوتی ہے تو دُعا قوی ہوتی ہے، اور پَروں کے موافق ہوتی ہے تو آسمان پر اُڑ جاتی ہے اور اگر اپنے اوقات کے موافق ہوتی ہے تو فائز ہوتی ہے، اور اسباب کے موافق ہوتی ہے تو کامیاب ہوتی ہے۔ دُعا کے ارکان حضورِ قلب، رقّت، عاجزی، خشوع اور اللہ کے ساتھ قلبی تعلق ہے، اور اس کے پَر صدق ہے، اور اس کے اوقات رات کا آخری حصّہ، اور اس کے اسباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنا۔ حضرت ابو یزیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجھ کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی سی مناجات اور عیسیٰ علیہ السّلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سی خلت عنایت فرماوے تو اور اُس سے زیادہ طلب کر، اس لئے کہ اُس کے پاس کچھ کمی نہیں۔ ان مراتب سے صدہا گُنا زیادہ اُس کے پاس موجود ہیں۔

عطا سلمی کہتے ہیں کہ ایک سال خشک سالی ہوئی۔ ہم بارش کی دُعا کے لئے نکلے۔ باہر دیکھا کہ سعدون مجنون قبرستان میں ہیں۔ انہوں نے مجھ کو دیکھ کر کہا کہ کیا دن قیامت کا ہے یا قبروں سے لوگ نکل پڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ بارش نہیں ہوئی اس لئے لوگ دعا کو نکلے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اے عطا کونسے دلوں سے دُعا مانگتے ہو۔ زمینی سے آسمانی سے۔ مَیں نے کہا کہ آسمانی سے۔ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اے عطا! کھوٹے سِکّوں والوں سے کہہ دو کہ کھوٹے دام نہ چلاویں کہ پرکھیا بڑا بینا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھ کر کہا۔ کہ الٰہی وسیدی ومولائی! اپنے شہروں کو اپنے بندوں کے گناہوں سے ہلاک مت کر بلکہ بہ طفیل اپنے اسمائے مکنون اور اپنی نعمائے مخزون کے، ہم کو کثرت سے شیریں پانی عنایت فرما، جس سے تُو بندوں کو زندہ کرے اور شہروں کو سیراب فرما دے۔ تُو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ عطا کہتے ہیں کہ سعدون نے یہ دُعا تمام نہ کی تھی، کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلا دھار گرنے لگا۔ سعدون وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے ؎

زاہد اور اہلِ عبادت کو ہے واقع میں فلاح
کیونکہ مالک کے لئے کرتے ہیں فاقے پیہم
چشمِ بیمار میں ان کی نہیں ہے خواب کو دخل
یادِ محبوب میں رہتی ہیں وہ شب بھر خرّم
ہیں عبادت میں خدا کی وہ یہاں تک مصروف
ان کو نسبت بجنوں کرتا ہے سارا عالم

ایک جامع دُعا بتاتا ہوں۔ جو کوئی صبح وشام اس دُعا کو پڑھے اس کے گناہ نابود ہوں اور سرور دائم رہے، اور خطائیں محو ہوں، اور دُعا مقبول ہو اور

رزق میں کشادگی ہو، اور اس کا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جائے اور بجز شہید ہونے کے اور طرح نہ مرے، اور دُعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ كما لطفت فى عظمتك دون اللطفاء وعلوت بعظمتك على العظماء وعلمت ماتحت ارضك كعلمك بمافوق عرشك وكانت وساوس الصدور كالعلانية عندك وعلانية القول كالسر فى علمك وانقاد كل شيء بعظمتك وكل ذى سلطان لسلطانك وصار امر الدنيا والاخرة كله بيدك اجعل لى من كل هم امسيت فيه فرجاً ومخرجاً اللّٰهمّ ان عفوك عن ذنوبى وتجاوزك عن خطيئتى وسترك على قبيح	الٰہی! جیسا تُو لطیف ہُوا اپنی عظمت میں اور لطیفوں کے سوا اور تُو بڑھ گیا اپنی عظمت سے سب عظمتوں پر، اور تُو نے جانا اپنی زمین کے نیچے کی چیز کو جیسے تُو جانتا ہے اپنے عرش کے اُوپر کی چیز کو، اور سینوں کے وسوسے ہیں تیرے نزدیک مثل کُھلی بات کے، اور کُھلی بات اور چھپی بات تیرے علم میں یکساں ہے اور ہر ایک چیز تیری عظمت کے سامنے پست ہو گئی ہے اور دنیا اور آخرت کا معاملہ بالکل تیرے قبضہ میں آرہا ہے۔ تُو میرے لئے کشادگی اور نکاسی کر دے ہر تردّد سے جس میں مبتلا ہوں۔ الٰہی تیرے معاف کرنے سے میرے گناہوں کو اور درگذر فرمانے سے میری خطاؤں سے اور پردہ پوشی نے میرے بُرے کاموں پر مجھ کو اس

عملی اطعنی ان اسئلك	بات کی طمع دلائی کہ تجھ سے ایسی بات
ما لا استوجبه لما	کا سوال کرتا ہوں، جس کا مستحق
قصرت فیه ادعوك امنا	نہیں - باعث اپنی تقصیر کے میں تجھ
و اسئالك ستانسا و	سے بے دھڑک دعا مانگتا ہوں - اور
انك المحسن ای وانا	تجھ سے مل کر اور پرچ کر سوال کرتا
السئ الی نفسی فیما	ہوں اور تُو میرے اُوپر احسان کرتا
بینی و بینك تتوو الی	ہے اور مَیں اپنے نفس کے ساتھ بُرائی
بالنعم و تتبغض الیك	کرتا ہوں - تو مجھ میں اور تجھ میں کیا
بالمعاصی و لکن الثقه	نسبت - تُو نعمتیں دے کر میرا دوست
بك حملتنی علیٰ بحراۃ	بنتا ہے اور مَیں گناہ کر کے تیرا دشمن -
علیك فعد بفضلك	مجھ کو پھر اعتماد ہے اسی نے مجھ کو برانگیختہ
احسانك علی انك انت	کیا کہ تجھ پر جرأت کروں - پس تو اپنا
التواب الرحیم ○	عقل اور احسان مجھ پر بدستور سابق فرما

اے اللہ مَیں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہُوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہُوں، اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت، تاکہ مَیں آپ سے ڈرنے لگوں - اے اللہ! ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے - اور تاکہ مَیں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں - تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں، تاکہ سچّا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں، اور تاکہ آپ کے حُسنِ ظن کی وجہ سے آپ پر توکّل کرنے لگوں

اے نُور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کامل نُور عطا فرما، اور تُو ہماری مغفرت فرما۔ بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے درخواست قبول فرما۔

یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ وَیَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَیَا مُقَلِّبَ

اے کھولنے والے دروازوں کے اور اے سبب پیدا کرنیوالے اسباب کے اور اے پھیرنے

الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ،

والے دلوں کے اور نگاہوں کے اور اے فریاد سُننے والے فریاد کرنے والوں کے،

وَیَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ وَیَا مُفَرِّجَ الْمَحْزُوْنِیْنَ،

اور اے راہ بتانے والے حیرانوں کے اور اے فرحت دینے والے غمگینوں کے،

اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ

میری فریاد سُن لے میری فریاد سُن لے میری فریاد سُن لے

تَوَكَّلْتُ عَلَیْكَ یَا رَبِّیْ وَ فَوَّضْتُ اِلَیْكَ اَمْرِیْ

بھروسہ کیا میں نے تجھ پر اے پروردگار میرے، اور سپرد کیا میں نے تجھ کو کام اپنا۔

یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا اَللّٰهُ یَا بَاسِطُ

اے پروردگار، اے پروردگار، اے پروردگار، اے اللہ، اے خوشحالی بخشنے والے

یَا رَزَّاقُ یَا فَتَّاحُ یَا كَرِیْمُ

اے روزی دینے والے، اے رحمت کے دروازے کھولنے والے، اے سخی۔

اے اللہ! ہم عاجز بندے تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اے اللہ! ہمارے دلوں کو اخلاص کے ساتھ اپنے دین کی طرف پھیر دے۔ اے اللہ! ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دے۔ اے اللہ! ہم کو پکا اور سچا مسلمان بنا دے۔ اے اللہ! ہماری مشکلات کو حل فرما دے۔ اے اللہ! ہم کو اسلام پر

استقامت نصیب فرما۔ اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا۔ ہم کو شیطان اور نفس کے شر سے بچا۔ اے اللہ! ایمان کے ساتھ خاتمہ کیجیو۔ اے اللہ! ہمارے قدموں کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والا بنا دے۔ اے اللہ! اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق بخش دے۔ اے اللہ! اپنی خاص رحمت نازل فرما، اور اپنے قہر و غضب سے بچا لے۔ اے اللہ! قیامت کے روز رسوائی سے بچا لینا۔ اے اللہ! اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمانا۔ قیامت کے روز اپنا دیدار نصیب فرمانا۔ اے اللہ! کُل اُمّتِ محمّدیہ کو حشر کی رسوائی سے پناہ عنایت فرما۔ اسلام کا بول بالا فرما۔ اسلام کا جھنڈا بلند فرما۔ اے اللہ! تمام مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دے۔ اسلام کی حفاظت فرما۔ ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ اے اللہ! قبر کے اندھیرے اور عذاب سے بچانا۔ منکر نکیر کے سوالات کے وقت ہماری مدد فرمانا۔ ہمارا نامہ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دینا۔ اے اللہ! ہمیں حلال روزی نصیب فرما۔ ہمارے کاروبار میں اپنی رحمت سے برکت اور ترقی عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں اخلاص نصیب فرما۔ ہمارے دلوں سے حسد، بغض، کینہ دُور فرما۔ ہم کو دجّال کے فتنے، موت کی سختی، قبر کے عذاب، قیامت کی گرمی اور جہنّم کی آگ سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! پُل صراط کا راستہ آسان فرما اور جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔ اے اللہ! تنگدستی اور خوف، گھبراہٹ اور قرض کے بوجھ کو دُور فرما۔ اے اللہ! حضور سرورِ کائنات حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے طریقے ہم کو سکھا دے۔ اور اپنے پیارے صحابہؓ کے عملوں کی جِلا ہمارے ہر کام میں پیدا فرما۔ اے اللہ! ہمارے بچّوں کو علمِ دین کی دولت سے سرفراز فرما، اور نیک و صالح بنا۔ اے اللہ! ہم گناہوں کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں، صرف تیری رحمت کا آسرا ہے تُو ہم کو اپنی رحمت سے بخش دے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسولؐ کی محبت عطا فرما۔ قیامت کے دن حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ آمین۔

اے اللہ! جن لوگوں کو تُو نے نبیوں اور صدیقوں جیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور شہیدوں اور نیکوں کا درجہ بخشا ہے اُن کی صُحبت ہمیں عطا کر۔ ہمیں یقین ہے تُو ہمیں اپنی نعمت سے محروم نہ رکھے گا کیونکہ تُو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

اے اللہ! جو لوگ قبروں کے اندر گناہوں کی پاداش میں گرفتارِ بلا ہیں، اُن کی رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ لوگ غربت میں مسافر کی حیثیت سے پڑے ہیں، اُن کے اُوپر مٹی پڑی ہے جس سے اُن کی خوبصورتی ختم ہو گئی ہے۔ سانپ بچھو وغیرہ ان کا جسم کھا رہے ہیں، یہ لوگ عمارت کی صورت میں قبر کے اندر پڑے ہیں۔ یہ بات نہیں کر سکتے۔ حشر تک اسی طرح پڑے رہیں گے۔ ان میں نیک اور بدکار بھی ہیں۔ گنہ گار اور تیری راہ میں کوشش کرنے والے بھی ہیں۔ غرض سب قسم کے لوگ ہیں

اے اللہ! جو اِن میں بدحال ہیں، انہیں خوش حالی اور بزرگی عطا فرما۔ جو پریشان ہیں اُن کا غم و فکر دُور کر دے۔ اس کے بدلے اُنہیں خوشی بخش۔ اے اللہ! مسلمان مُردوں پر خواہ پیادہ ہوں خواہ مقیم، ان سب نے تیری بارگاہ میں گردنیں خم کر رکھی ہیں اُن پر مہربانی فرما، اور ان کی عاجزی قبول کر۔ جبتک یہ لوگ قبروں کے اندر ہیں، تیری رحمت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ تیری بارگاہ سے توقع رکھتے ہیں کہ انہیں بلند درجے عطا ہوں۔ تُو ان کی قبروں کو رحمت کی جگہ بنا دے، ان پر بخشش فرما۔ ان کے باپ بیٹوں، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب جو ان کے وجود سے پہلے برباد و ویران ہو جائیں، ان کی صفات و کدورت کو بدل دے قبل اس کے کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور زمین کے طبقات تلے چلے جائیں، اس سے قبل کہ مہربانی کا کلمہ ان کے حق میں مغفرت کا کلمہ بن جائے، ایسا وقت آئے کہ دن رات میں تبدیل ہو جائے سب زمین اور آسمان والوں کو موت اپنی نیند سُلا دے۔ جب بوڑھے ہائے کہیں،

ضعیف اور جوان لوگ اُف کہیں، رسوا اور بدکار لوگ نا اُمید ہو جائیں، نوجوان مستوں کو پکاریں۔ اے زمین و آسمان کے مالک! تو اپنی رحمت نازل فرما۔ اپنی خاص بخشش فرما۔ کیونکہ لوگ اپنے بُرے کاموں سے پریشان ہو رہے ہیں، خوف سے کانپ رہے ہیں، شرم کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں، اُن کے منہ پر خاموشی کی مُہر لگی ہے۔ وہ بولنے سے معذور ہیں، اپنے بُرے اعمال کے باعث شرمندہ اور سرنگوں ہیں۔ جس چیز سے ان کی دوستی تھی اب اُس سے ڈر رہے ہیں۔ اب کہتے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا اگر خدا ہمیں پیدا ہی نہ کرتا۔ اے اللہ! تو ہی اپنی قوت سے ہر چیز کو حرکت دینے والا اور ہر آواز کو سُننے والا ہے۔ موت کے بعد دوبارہ ہڈیوں کے جسم کو دوبارہ لباس پہنانے والا ہے، تو آنحضرتؐ اور اُن کی آل پر درُود بھیج۔ اس متبرک رات کی بزرگی کے بدلے ہمارا ہر گناہ بخش دے۔ ہمارے رنج و درد کو خوشی و راحت میں تبدیل کر۔ تکلیف میں مبتلا ہونے والے ہر شخص کو سلامت رکھ۔ ہر بدکار کی بدکاری کو دُور کر دے جس کا حق چھینا گیا ہو اس کا حق اسے دلا دے۔ کوئی گنہگار ایسا نہ رہے جو توبہ نہ کرے۔ ہر فرد کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھ۔ ہماری دینی و دنیوی ضروریات پوری کر دے مگر جس حاجت میں تیری خوشنودی نہ ہو اُسے پورا نہ کر۔ ہمیں نیکی عطا فرما، اور ہماری گم شدہ چیز واپس ملنے میں ہماری مدد فرما، کیونکہ تو ہی سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہے۔ تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے والدین، بہن بھائی، ان کی اولاد، قریبی دوست اور اساتذہ، اور وُہ لوگ جو ہمارے لئے دُعا مانگتے ہیں، جو تیرے دوست ہیں، خواہ زندہ ہیں یا مُردہ، ان سب کو اپنی رحمت سے معاف کر دے کیونکہ تو ہی بلائیں دُور کرنے والا ہے دُعائیں قبول کرنے والا ہے۔ تُو ہی ہمارے رنج دُور کر سکتا ہے، تُو ہی ان سب صفات کا مالک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل سب مخلوق سے زیادہ بزرگ ہیں ان سب پر درُود بھیج اور قرآنی آیات سے ہمیں فائدہ پہنچا۔ قرآن کی برکت سے ہمارے

عیب ڈھانپ دے، رمضان المبارک کی برکت سے انہیں چھپا دے۔ اے اللہ! رمضان کے روزوں اور رات کے قیام کی برکت سے ہمارے درجے بلند کر۔ اے مخفیہ رازوں کے جاننے والے، آنحضرت اور ان کی اولاد پر درُود بھیج۔ قرآن کریم کی برکت سے ہمارے سارے گناہ بخش دے اس کے طفیل ہماری بخشش اور بزرگی میں اضافہ کر۔ ہمارے بیماروں کو شفا دے، جو مر چکے ہیں اُن پر رحم کر، دین و دنیا کے بارے میں جو کچھ ہم پر گذرنے والا ہے اس کی اصلاح فرما۔ ہمارے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دے، اپنے پاک اور نیک لوگوں جیسی خصلت ہمیں عطا فرما۔ ہمارے گناہ اور ہماری لغزشیں بخش دے۔ کدورت سے ہمارے دل اور سینے پاک کر دے۔ سارے تفکّرات سے ہمارے دل صاف کر دے ہمیں قحط سے بچا۔ بُروں کی بُرائی اور مکّاری سے بچا۔ جبتک ہم زندہ ہیں۔ ہمیں اصحاب کی دوستی پر قائم رکھ۔ میدانِ حشر میں ان کے ساتھ کر دے۔ مجھے اور دوسرے لوگوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر۔ دنیا و آخرت میں ہمیں نیک بنا اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے خُداوند اور اے رسُولِ امیؐ کے پروردگار ہم نے تیرے عہد کی پرواہ نہ کی اور اپنی بداعمالیوں سے تیری مقدّس زمین کو ملوث کیا اور گھناؤنا کر دیا لیکن اب ہم اپنی سزاؤں کو پہنچ چکے اور ہم نے بڑے سے بڑا دُکھ اٹھالیا۔ ہم مثل یتیم لڑکوں کے ہو گئے جن کے والدین کو ان سے جدا کر دیا گیا ہو۔ کیوں کہ آپ ہم سے راضی نہ رہے اور ہم غمگینی اور رسوائی کے لیے چھوڑ دیے گئے۔ پر اے حیّ وقیوّم! اب ہم پر رحم کر۔

ہمارے قصوروں کو معاف کر، اور ہم سے منہ نہ موڑ۔ گو ہماری خطائیں بے شمار ہیں لیکن، ہم سب تیرے ہی نام سے کہلاتے ہیں، اور تیری راہ میں دُکھ اُٹھانے کے لئے تیار ہیں۔

اے ستّار و توّاب رحیم! کیا ہمارا غم دائمی ہے؟ کیا ہماری
خزاں کے لئے کبھی بہار نہیں اور کیا ہمارے زخم کے لئے کوئی مرہم نہ ہوگا؟
اے نسلِ ابراہیمی کے اُمیدگاہ! تو ہمیشہ کے لئے ہمیں نہ بھول اور ہمیں
اپنی طرف لَوٹا لے۔ ہم تجھ سے ہمیشہ بھاگے ہیں مگر اب ہم تیری طرف
لَوٹ آئیں گے کیونکہ ہمیں کہیں پناہ نہیں ملی۔

تُو ہمیں صداقت اور نیکی کے لئے چُن لے اور اپنی ہدایت و عدالت
کی تبلیغ کا بوجھ پھر ہماری گردنوں پر ڈال! دنیا آج انتہائی ترقی کے بعد
بھی امن و عدالت کے لئے ویسی ہی تشنہ ہے جیسی ظہورِ صداقتِ کبریٰ
کے اوّلین عہدِ جہالت میں تھی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (پارہ ۸۔ رکوع ۹)۔ اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ
الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ
تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ
الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (پارہ ۳۔ رکوع ۱۱) رَبَّنَا
عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ رَبَّنَا
لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ج
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (پارہ ۲۸۔ رکوع ۷) رَبَّنَآ اَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ○ (پارہ ۲۔ رکوع ۱۷) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ

الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○
(پارہ ۱۱۔ رکوع ۱۴) رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً
وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ
رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ (پارہ ۱۱۔
رکوع ۱۴) رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○
(پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۰) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○
(پارہ ۳۔ رکوع ۹)۔

حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس کی نعمتوں کا کوئی حساب نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اُن کی آل، احباب اور اُن کی پاک ازواج پر درود و سلام ہو۔

وَھذا آخر السطور من ھذا الکتاب المسطور والحمد للہ الخالق العلیم بذات الصدور
والصلوٰۃ علی سید رسلہ الذی جاء بھدایۃ الاسلام والنور وعلی آلہ وصحبہ الذین اتبعوہ فی المکرہ والسرور۔

طالبِ دُعا

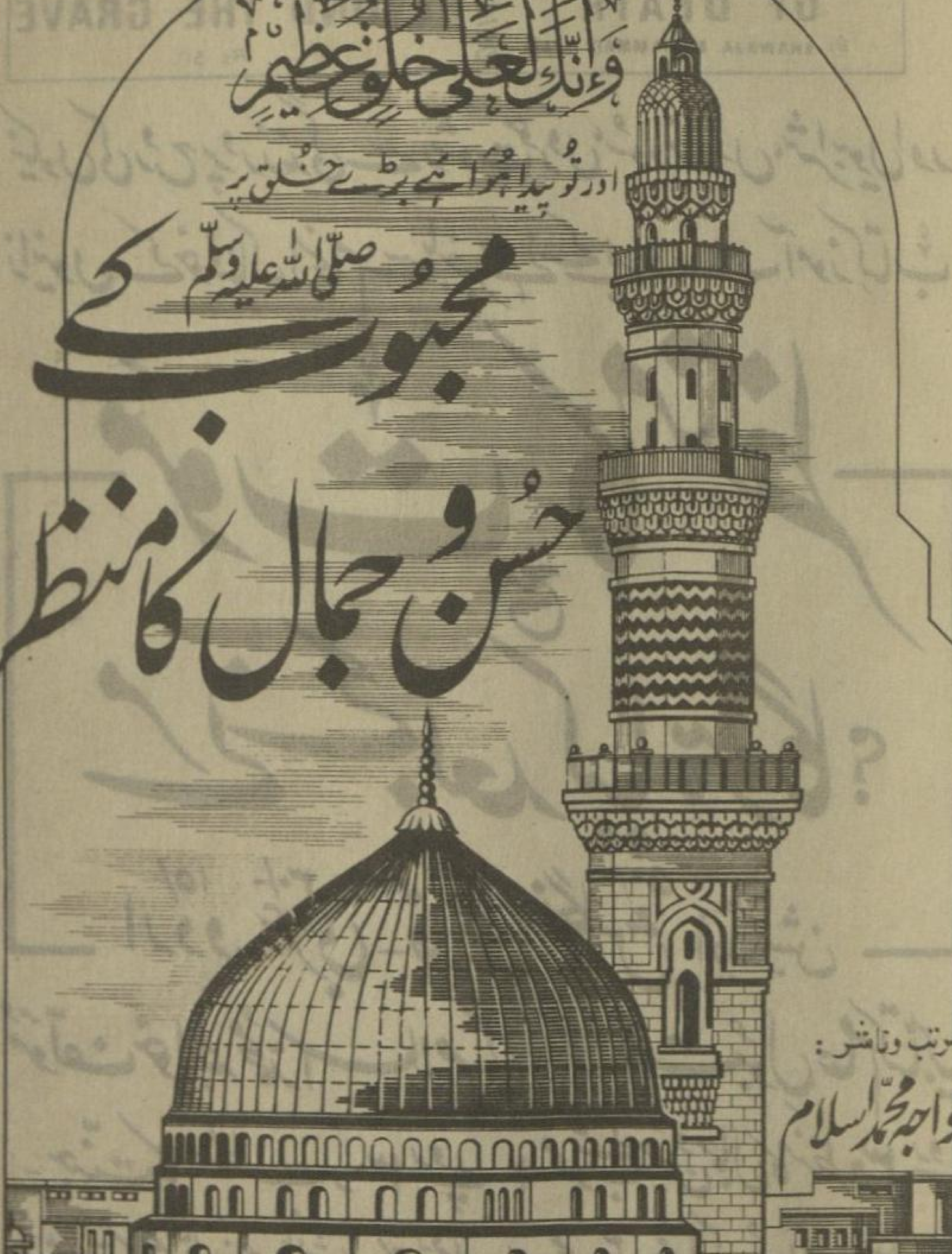
خواجہ محمد اِسلام

قال اللہ تعالیٰ

وَإِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا منظر



مرتب وناشر:

خواجہ محمد اسلام

مطبع :- تعمیر پرنٹنگ پریس، ۱۹ ار فیروز پور روڈ، لاہور



منظرۂ مرگ

اللہ اکبر

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

منظرۂ مرگ

با انضمام

بعد از مرگ چہ اتفاق می اُفتد۔

گرد آورندہ و نشر کنندہ

خواجہ محمد اسلام